لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

اسوۃ الرسول ﷺ

جلد سوم

سوانح حیات مقدس حضرت سید المرسلین خاتم النبیین رسول اکرم محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

از

از آغاز واقعات ششم سال ہجرت تا حالات وفات حسرت آیات

مؤلفہ

خان بہادر سید اولاد حیدر بلگرامی

مؤلف سوانح حضرات چہاردہ معصومین سلام اللہ علیہم اجمعین

باہتمام احقر العباد محمد جواد مالک و مہتمم مطبع

نظامی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ میں چھپی

اللہ اکبر

دیباچہ کتاب اسوۃ الرسول جلد سوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد خاتم النبیین وعلی آلہ الطیبین الطاہرین الی یوم الدین

خدا کی مہربانی اور قوم کی قدردانی سے۔کل دو برس کے قلیل عرصہ مین اسوۃ الرسولؐ کی دو جلدین شایع ہو کر بزرگان قوم و وطن اور ماہران علم و فن کے ملاحظہ سے مشرف ہو چکین۔تیسرا سال آغاز ہے۔اور تیسری کتاب بھی حاضر ہے۔

یہ بھی خدا کی شان کبریائی۔اور قدردانان قوم کی ہمت افزائی۔کہ مؤلف کے قلیل الحاصل و کثیر المشاغل ہونے کی موجودہ حالتون مین بھی۔اتنی بڑی ضخیم جلدون کی طباعت و اشاعت کے سامان فراہم ہو گئے۔اور دو ہزار صفحات سے زاید کی ضخامت رکھنے والی کتابین۔اندرون و بیرون ملک۔نہایت آسانی سے۔ہاتھون ہاتھ پہونچ گئین۔

الحمد للہ لآلائہ والشکر لنعمائہ

دوسری جلد۔جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے۔جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے لیکر ہجرت کے پانچ برس تک کے حالات و واقعات کا تفصیلی دفتر ہے تیسری جلد ہجرت کے باقی پانچ برس دو مہینون کے حالات کا تتمہ ہے۔اس جلد مین جناب ختمی مرتبت علیہ وآلہ السلام والتحیۃ کے مفصل و مسلسل حالات و واقعات صلح حدیبیہ (ذی قعدہ ۶ھ) سے لیکر۔وفات (۲۸ صفر ۱۱ھ) تک قلمبند ہین۔آخر مین آپ کی اولاد امجاد اور ازواج مطہرات کے مختصر حالات بھی ضمیمہ کے طور پر اضافہ کر دیے گئے ہین۔

تاریخ و سیر سے دلچسپی رکھنے والے حضرات جانتے ہین کہ تاریخ اسلام مین سال یکم ہجرت سے لیکر سال ہشتم ہجرت (فتح مکہ) تک اسلام کا ہشت سالہ زمانہ پر آشوبی خطرات مالی و جانی اور دیگر اقسام کے مصائب و پریشانی مین گذرا ہے۔فتح مکہ کے وقت سے کسی قدر اطمینان و سکون حاصل ہوا جس مین تعلیم دین اور تنظیم قوم و آئین کے سیاسی انتظامات عمل مین لائے گئے۔فرامین تبلیغ و ہدایت کے ساتھ سلاطین ممالک و رئیسان قبائل کے نام سیاسی فوائد کے لحاظ سے

باہمی مراسم ورو ابط اور قیام امن عام کے خطوط جاری فرمائے گئے لیکن تاہم۔ واقعات پر تعمق کی نظر ڈالنے والے حضرات واقف ہیں کہ جناب ختمی مرتبت علیہ وآلہ الصلواۃ والتحیۃ کا یہ زمانہ بھی اندرونی مشکلات اور خانہ داری کی صعوبات سے خالی نہیں گذرا ہے چونکہ ابتلا و مصائب بھی انبیاء اللہ سلام اللہ علیہم کے جزو سیرت قائم ہو چکے ہیں اسلیے حضرت خاتم النبیین والمرسلین کی ذات قدسی صفات ان سے کیسے مستثنےٰ رہسکتی تھی۔

ترتیب کتاب میں نکوئی نوعیت ہے اور نہ ترکیب بیان میں کوئی جدت۔ تحریر مضامین۔ طرز بیان اور ادائے مطالب میں عموماً وہی تفصیل وتشریح کا طریقہ اختیار کیا گیا ہے جو قبل کی جلدوں میں افہام وتفہیم کی سہولیت کی غرض خاص سے قائم ہو چکا ہے۔

انکشافات تنقیدی کا بھی وہی عنوان ہے اور طرز بیان۔ واقعات ایلاء۔ نزول سورہ تحریم کے اسباب۔ واقعات حجۃ الوداع۔ نزول آیات۔ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک۔ و اکملت لکم دینکم۔ کامل تفصیل وتشریح کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ واقعات عقبہ متعلق غزوۂ تبوک جنکو شبلی صاحب نے قطعاً مرفوع القلم فرما دیا ہے تفصیلی حقیقت کے ساتھ مندرج کردیے گئے ہیں۔ ان مقامات خاص کے علاوہ۔ اس جلد میں بھی۔ جہاں جہاں شبلی صاحب کا قلم انکشافات پر جھکا ہے اور انکشافات سے رکا ہے۔ وہاں وہاں حقیقت کی جلوہ نمائی کردی گئی ہے۔ فہرست دیباچہ سے پورے حالات معلوم ہونگے۔

اخلاقیات وسیاسیات رسالت جلد چہارم میں مذکور ہیں۔

واخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین والہ المیامین۔

احقر

سید اولاد حیدر عفی عنہ

۲۵ صفر ۱۳۴۷ھ

کواتھ۔ ضلع آرہ۔ شریعت العمارت

فہرست مضامین اسوۃ الرسولؐ جلد سوم

اللہ اکبر

اُسوۃ الرسول جلد سوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین و آلہ الطیبین الطاہرین

صلح حدیبیہ

ذی قعدہ ۶ سنہ ہجری

اَقِیْمُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ لِلّٰہِ

صلح حدیبیہ۔ ذیقعدہ ۶ سنہ ہجری

۶ سنہ ہجری مین اقامت حج و عمرہ کا حکم آیا۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بنظر سہولت و آسانی پہلے عمرہ کے ارکان مختصرہ سے اس حکم خداوندی کی تعمیل کا قصد فرمایا اس لیے کہ ارکان حج وسیع وطویل تھے۔ اون کی اداکاری کے لیے مکہ مین کامل تین چار دن تک قیام کی ضرورت تھی۔ حج سے عمرہ کی ترکیب تعمیل مختصر تھی اور آسان۔ اور دن بھر کی مدت قلیل مین بخوبی انجام ہوسکتی تھی۔

اس تجویز مین جناب رسولخدا صلعم کی نظر کفار قریش کی عداوت اور مشرکین مکہ کی خصومت پر زیادہ تر تھی جن سے حج کیا عمرہ کے ارکان مختصرہ کے بجالانیکی بھی اجازت ملنے کی امید نہین تھی۔ اس وجہ سے آپنے قریش کے پاس صاف لفظون مین کہلا بھیجا کہ "ہم خلاف موسم حج صرف عمرہ کے قصد سے مکہ آئینگے اور بلا قصد و خیال محاربت و مقاتلت بیت اللہ کی زیارت سے مشرف ہو کر مدینہ واپس جائینگے"۔

یون تو عموماً تمام عرب کو نسل ابراہیمی مین داخل ہونے کا دعویٰ تھا۔ اور اونکے موطن و مسکن مین اس معبد

ابراہیمی کا موجود ہونا۔ گویا اونکے دعوی کی تصدیق کے لیے کافی تھا۔ یہہ ایک ایسا عام استحقاق تھا جسمین قبائل عدنانی کے ساتھ عرب قحطانی بھی شامل تھے جنکا سلسلۂ ابراہیمی سے وابستہ ہونا ابتک مشکوک ہے۔ بہرحال تمام عرب مین تو یہہ استحقاق تعمیم کی صورت رکھتا تھا لیکن قریش۔ بنو اسمعیل ہونیکے اعتبار سے۔ اسکو اپنی تخصیص خاص کا معیار قرار دیتے تھے۔ اور اس معبد ابراہیمی کی مجاورت کو عرب کے تمام قبائل و اقوام پر اپنی مفاخرت کا اصلی اور حقیقی باعث یقین کرتے تھے۔ قریش کے اس استحقاق مخصوص مین بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کو اون پر ترجیح حاصل تھی اور اسی ترتیب و سلسلہ سے۔ بنی ہاشم و عبدالمطلب کے موجودہ طبقہ مین اس معبد براہیمی اور ذبیح اسمعیلی کی مجاورت و تولیت کا اصلی حقدار اور حقیقی دعویدار اسوقت وہ بزرگوار تھا۔ جو ابراہیم و اسمعیل کا مایہ افتخار اور تمام انبیا و مرسلین کا سید و سردار تھا۔ صلوٰۃ اللہ علیہ و آلہ اسی استحقاق اصلی اور دعوی حقیقی کی بناپر اوسکی شریعت ملت ابراہیمی (مِلَّةَ اَبِيكُمْ اِبْرَاهِيْمَ) کے مخصوص نام سے موسوم کی گئی۔ اور اوسکی اُمت (كَانَ اِبْرَاهِيْمُ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا) کی مناسبت سے خاص طور پر مسلم کہلائی۔ ان دعاوی حقیقی رکھنے پر ذُرّیت ابراہیمی کا وہ مایہ افتخار اور شریعت خلیل اللّٰہی کا حقیقی دعویدار اپنے خاندانی شعائر۔ مآثر اور مفاخر کو اغیار عرب اور کفار مکہ کے ہاتھون تباہ و برباد ہوتے ہوئے کامل تیرہ ۱۳ برس تک دیکھ چکا تھا۔ اتنے دنون تک وقتی مصلحت اور خدا کی اجازت کا منتظر بنکر خموش رہنے اور صبر کرنے پر مجبور تھا لیکن منعم حقیقی نے اب حالت بدل دی تھی۔ داعی اسلام کے معاملات مین ضعف و اضمحلال کی جگہہ قوت و استقلال آچلا تھا۔ اور خود حریف مقابل متعدد معرکون مین اوسکے موجودہ قوت و اقتدار سے متواتر شکست اوٹھا کر اوسکی طاقت و استقامت کا اعتراف کر چکا تھا۔ اب کوئی وجہہ نہین تھی کہ وہ اتنی قوت و استطاعت کی موجودگی مین بھی اپنے شعائر و مآثر خاندانی کی زیارت سے محروم رکھا جاوے۔ اس بناپر مصلحت ایزدی نے اَقِيْمُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ نازل فرماکر اوسکو حج و زیارت حرم محترم کے لیے ماذون فرمادیا۔ اور اوس مُصلح عالم نے بھی مصلحت وقتی پر نظر فرماکر اس فریضہ الٰہی کی اداکاری۔ پہلے ارکان عمرہ کی سہل اور آسان ترکیب تعمیل سے شروع فرمائی۔

شیدایان وطن کے جذبات تیرہ ۱۳ برس کامل کی خموشی اور صبر و سکوت کے بعد زیارت کعبہ کا حکم بالنفس النفیس جناب خیرالانام اور مہاجرین اسلام کو کتنا غنیمت اور عزیز معلوم ہوا ہوگا۔ اوسکا صحیح اندازہ مشکل ہے۔ یہہ صحیح ہے کہ مہاجرین اسلام کا موطن و مسکن اونکے لیے مقتل تھا۔ اور اُنکے اعزہ و اقارب اُنکے قاتل لیکن تاہم حب وطن۔ فضاے دیار و مسکن۔ یاد احباب و اقارب کے جذبات اونکے قلوب مجور مین نشتر زن تھے۔ اور ان تمنا و حسرت کے لاانتہا شوق برابر دامن کش دل بیتاب تھے حالانکہ برادران وطن کے ہاتھون سے جتنے مظالم و مصائب یہہ اوٹھا چکے تھے وہ ان جذبات کے زائل کرنیکے لیے کافی تھے لیکن یہہ حب وطن کے دلدادہ ہمیشہ مہربانان وطن کی لذت ایذا اور لطف جفا اوٹھانے کے لیے سر بکف طیار رہتے۔

ان شیدایان وطن کے طبقہ مین ممتازین کے جذبات و شوق کے اظہار سے قطع نظر کرکے۔ بلال حبشی۔ جو نہ اصلاً عربی تھے اور نہ نسباً قریشی۔ صرف مکہ مین پرورش پانے اور مدت تک رہجانے کی وجہ سے۔ شیدایان وطن مین داخل

ہو گئے تھے۔ اس شدت سے شوقِ وطن مین بیتاب بیقرار تھے کہ اپنے موجودہ جذبات شوق مین اپنی گزشتہ ایذا و جفا کا جو اہل وطن کے ہاتھون پانچ برس پہلے اوٹھا چکے تھے کبھی خیال بھی نہین کرتے تھے مدینہ مین مکہ کو یاد کرکے بے اختیار روتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے۔

اَلَا لَیْتَ شِعْرِیْ ھَلْ اَبِیْتَنَّ لَیْلَۃً	آہ۔ کیا وہ دن بھی کبھی ہوگا کہ مین وادی مکہ مین ایک رات
بِوَادٍ وَحَوْلِیْ اِذْخِرٌ وَجَلِیْلُ	بسر کرون اور میرے گرد و پیش اِذخر اور جلیل کے خوشبودار
وَھَلْ اَرِدَنْ یَوْمًا مِیَاہَ مَجَنَّۃٍ	وفرحت رسیدہ ہون آہ۔ کیا وہ دن بھی کبھی ہوگا کہ مین مجنّہ کے
وَھَلْ یَبْدُوَنْ شَامَۃٌ وَطَفِیْلُ	چشمہ پر اوترون اور شامہ وطفیل کو دیکھ سکون۔

ان جذبات کے علاوہ تعمیل حج و عمرہ کے لا انتہا خلوص عقاید اہل اسلام کی پرجوشی اور مسرت کے لیے کیا کم تھے۔ اور وہ اس حکم خداوندی کے بعد تمنیّان زیارت کعبہ کو مدینہ مین چین نہین لینے دیتے تھے۔ اونکے خلوص عقیدت کے اندازہ کیلیے اتنا ہی کافی ہے جیسا کہ علمائے محققین و محدثین نے لکھا ہے کہ اس حکم ایزدی سے حج و عمرہ کی صرف اہمیت مراد تھی نہ فرضیت۔ کیونکہ اگر فرضیت مراد ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اسی سال فرائض حج بجالاتے۔ حالانکہ فرضیت حج کا حکم ۹ھ ہجری مین نازل ہُوا۔ اور اوسی سال آیات عشرہ کا اعلان عام فرماکر تمام اہل اسلام کو حج کرایا گیا اور سال آیندہ خود بھی حج فرمایا گیا۔ روضۃ الاحباب صفحہ ۳۲۹۔

عمرہ ہو یا حج۔ اہل اسلام کو حکم خداوندی کی تعمیل کا شوق۔ زیارت حرم۔ طواف کعبہ کی تمنا۔ اس حد تک پہونچا چکی تھی کہ وہ ابھی سے اسکی اہمیت کو فرضیت سمجھے تھے۔ اسی خاص عالم اخلاص و اعتقاد مین۔ بروایت۔ زرقانی جناب رسول خدا صلعم نے رویاے صادقہ کے خاص مناظر مین مشاہدہ فرمایا۔

اِنَّہٗ دَخَلَ الْبَیْتَ ھُوَ وَاَصْحَابُہٗ	آپ بیت اللہ مین داخل ہوئے ہین اور آپ اور آپ کے
اٰمِنِیْنَ مُحَلِّقِیْنَ رُؤُسَھُمْ وَمُقَصِّرِیْنَ ص۱۰ جلد ۲	صحابہ۔ بال منڈائے یا کترواے ہوئے صحیح و سالم ہین۔

آپنے اس بشارت ایزدی سے تمام اہل اسلام کو خبر دی تو اونکے جذبات مسرت و فرحت کی حد نہین تھی۔ اُسی وقت سے آپنے عمرہ بجالانے کا قصد فرمالیا۔

سفر حدیبیہ بالکل دوستانہ تھا مُدبّر رسالت نے اداے عمرہ کے عزم بالجزم کے ساتھ انتہا درجہ کے حزم و احتیاط کو بھی ابتدا ہی سے مدنظر رکھا۔ یہ صحیح ہے کہ اسلام نے مختلف معرکون مین قریش کا زور بالکل توڑ گیا تھا۔ قوت گھٹ گئی تھی۔ حوصلے پست ہو گئے تھے۔ یہ سب کچھ تھا۔ مگر تاہم۔ اسلام سے نفرت۔ اہل اسلام سے قلبی عناد و عداوت مین ذرا بھی خم نہین آیا تھا۔ اور ابھی تک وہ استیصال اسلام کی فکر و دُھن سے غافل نہین تھے۔ اس بنا پر جناب ختم رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بے محابہ

اہل اسلام کی جمعیت کثیر لیکر مکہ مین چلا جانا خلاف مصلحت سمجھا۔ زرقانی لکھتے ہین

قال الزهری لا یرید قتالاً قال ابن اسحق و استنفر العرب من البوادی ومن حوله من الاعراب لیخرجوا معہ وہو یخشی من قریش ان یعرضوا لہ بحرب او یصدوہ عن البیت وابطاء علیہ کثیر من الاعراب فخرج بمن معہ من المهاجرین والانصار ومن لحق من العرب وساق معہ الهدی واحرم بالعمرۃ لیامن الناس حربہ ولیعلموا انہ انما خرج زائراً للبیت ومعظماً لہ (صفحہ ۲۰۰ جلد ۲)

امام زہری کا قول ہے کہ آپکا اس سفر مین مطلق ارادہ جنگ نہین تھا اور ابن اسحاق کہتے ہین کہ چارون طرف سے اور گرد و نواح سے اہل عرب بغرض رفاقت حاضر ہوے تھے لیکن آپ کو قریش کی طرف سے اندیشہ لگا ہوا تھا کہ وہ امادۂ پیکار ہون اور زیارت حرم محترم سے باز رکھنے کیلیے سدراہ ہون بہت سے اہل عرب آپ کے ہمراہ ہوگئے۔ پس آپ مہاجرین وانصار اور ان اعراب کے ہمراہ جو آپ سے ملحق ہوگئے تھے۔ مدینہ منورہ سے باہر نکلے۔ قربانی کے اونٹ ہمراہ لیے عمرہ کا احرام باندھ لیا۔ اس لیے کہ اس سامان و لباس سے دیکھکر لوگ سمجھ جائین کہ آپ صرف حرم محترم کی زیارت و تعظیم بیت اللہ کے قصد سے تشریف لائے ہین۔

شبلی صاحب اس مین اتنا اور اضافہ فرماتے ہین۔

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ معظمہ کا ارادہ کیا اور اس غرض سے کہ قریش کو کوئی احتمال نہ ہو عمرہ کا احرام باندھا قربانی کے اونٹ ساتھ لیے۔ یہہ بھی حکم دیا کہ کوئی شخص ہتیار باندہ کر نہ آے صرف تلوار جو عرب مین سفر کا ضروری آلہ سمجھی جاتی ہے۔ پاس رکھ لی جائے۔ اس مین بھی یہہ شرط ہے کہ نیام مین بند ہو۔ سیرۃ النبی ص ۳۲۹ ج ۱۔

اس حزم و احتیاط کے ساتھ موکب رسالت یکم ذی قعدہ سنہ ۶ ہجری کو مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کی زیارت کو روانہ ہوا۔ چودہ سو (۱۴۰۰) معتقدین کی جماعت رکاب مین حاضر تھی۔ ذو الحلیفہ مین پہونچکر۔ جو مدینہ کی منزل میقات تھی۔ تمام اونٹون کی گردنون مین قربانی کی نشانیان لٹکا دی گئین۔ یہہ نشانیان کیا تھین؟ چھوٹے چھوٹے لوہے کے ٹکڑے تھے۔ جو تاگون مین باندہ کر اونٹون کے گلون مین لٹکا دیئے گیے۔ اور یہی ہدی کے اونٹ ہونے کی علامت خاص تھی یہہ اونٹ اگر گم ہو جاتا تھا۔ یہانتک کہ اگر کسی دوسری جگہہ یا کسی دوسرے شخص کے پاس چلا جاتا تھا۔ تو وہ شخص علامت قربانی دیکھکر اوسکو اپنے کسی مصرف مین نہین لاتا تھا۔ نہ کھاتا تھا۔ نہ سواری مین لاتا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید احتیاط کے خیال سے قبیلہ خزاعہ کے ایک جاسوس کو قریش کے قصد و ارادہ کی خبر لانے کے لیے بھیجا۔ ذو الحلیفہ سے اوٹھکر لشکر اسلام چشمۂ **اشتقاط** پر۔ جو حدیبیہ سے قریب اور مقابل مین۔ واقع تھا خیمہ زن ہوا۔ بنی خزاعہ کا جاسوس حاضر ہو کر کہنے لگا کہ قریش نے تمام قبائل عرب کو سازش مین لا کر اس امر پر اتفاق کر لیا ہے کہ رسول اللہ صلعم کو مکہ مین نہ آنے دین۔

یہہ خبر بالکل صحیح تھی اور فی الواقع۔ قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارادہ کی خبر پاتے ہی جمعیت عظیم

کھلے طور پر جنگ و پیکار پر طیار بیٹھے تھے۔ اور ایک جمعیت کو خالد ابن ولید اور عکرمہ بن ابی جہل کی ماتحتی مین مقدمۃ الجیش بناکر طلیعہ کے طور پر لشکر اسلام کی سُراغ رسانی کی غرض سے بھیج چکے تھے۔ قریش کی یہہ جمعیت غمیم تک پہونچ چکی تھی۔ اور خاص لشکر قریش کی چھاؤنی مقام بلاح مین قائم تھی۔

مقام حدیبیہ مین نزول رسالت اور صحابہ سے مشورت

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قریش کی طیاریون کی خبر ملی تو آپ ایک غیر متعارف راہ سے کترا کر مقام حدیبیہ مین پہونچ گئے۔ یہان صرف ایک کنوان تھا جو چودہ سو آدمیون کی جمعیت کو صرف ایکبار سے زیادہ پانی نہ پلا سکا۔ خالد بن ولید نے۔ مقام غمیم سے پوشیدہ آکر قریش کو مکہ مین آنحضرت صلعم کے حدیبیہ مین اوترنے کی خبر پہونچادی۔ کمال عاقبت بینی اور مآل اندیشی کے خیال سے آپنے حدیبیہ سے آگے بڑھنے کا قصد نفرمایا۔ صحابہ سے مشورت فرمائی۔ مواہب لدنیہ کی عبارت سے الفاظ استفسار یہہ تھے۔

اشیروا علیّ۔ ایھا الناس اترون ان امیل الی عیالھم وذراری ھولاء الذین یریدون ان یصدونا عن البیت وفیہ

لوگو اب تمھاری کیا رائے ہوتی ہے۔ کیا تم لوگ اپنے مال بچون کی طرف لوٹ جانا چاہتے ہو۔ اسلیے کہ یہہ لوگ ہمین بیت محترم مین جانے سے ضرور روکین گے۔

مجمع مین حضرت ابوبکر بول اوٹھے۔

یارسول اللہ خرجت عامدا لھذا البیت لا ترید قتل احد ولا حرب احد فتوجہ لہ فمن صدنا

یارسول اللہ صلعم۔ ہم تو زیارت بیت محترم کے قصد سے باہر نکلے ہیں نہ کسی کو قتل کرنے کا ارادہ ہے اور نہ کسی سے لڑنے کا قصد ہے۔ آپ خانہ کعبہ کی طرف چلے چلین۔ جو ہماری راہ روکیگا ہم اوس سے لڑین گے۔

انکے بعد جماعت انصار کی طرف سے۔ مقداد بن عمر۔ جو ابوالاسود کی کنیت سے زیادہ مشہور ہین اوٹھکر اظہار عقیدت کرنے لگے۔ انھون نے اس موقع پر بھی اپنی اوسی تقریر کا اعادہ کیا جس کو وہ جنگ بدر کے موقع پر عرض کر چکے تھے جسکو ہم جلد دوم مین پوری تفصیل سے لکھ چکے ہین۔

بدیل بن ورقا۔ رئیس خزاعہ کی معرفت قریش کے پاس پیغام صلح

جان نثاران اسلام کی موجودہ شان جان نثاری و وفاداری دیکھکر بھی کمال احتیاط کے خیال سے فوری پیشقدمی کا قصد نفرمایا گیا اور حدیبیہ سے آگے قدم نہ بڑھایا گیا۔ قبیلہ خزاعہ جو اسوقت تک اسلام نہین لایا تھا۔ لیکن قدیم الایام سے یہہ قبیلہ مکہ کے نواح مین آباد تھا اور اپنی آبادی کے وقت سے قبیلہ بنی ہاشم کا حلیف تھا۔ (زرقانی ص ۲۱۵) وہی مراسم و روابط ابھی تک قائم تھے اور اسی بنا پر برابر قریش کی حرکات و سکنات کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین پہونچایا کرتے تھے حسن اتفاق سے اونکا رئیس القبیلہ۔ بدیل بن ورقا۔ یہہ خبر پاکر کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آبادی سے

قریب مین مقیم ہین۔ بقصد زیارت خدمت مین حاضر ہوا۔ اور آپ کا قصد وارادہ سنکر عرض کرنے لگا کہ کفار قریش کا لشکر عظیم مخالفت پر طیار ہے۔ وہ آپ کو مکہ جانے نہین دیگا۔ آپنے ارشاد فرمایا کہ تم میری طرف سے بطور سفارت قریش کے پاس جاؤ اور کہدو کہ ہم صرف زیارت کعبہ کے قصد سے آئے ہین۔ ہمکو تم سے جنگ و پیکار کرنا ذرا بھی منظور نہین ہے۔ اگر تم لوگ اپنی موجودہ حالتون کے متعلق۔ جنگ و پیکار کے موجودہ سامان وارادہ سے قطع نظر کرکے۔ میری تجویز و صلاح سے کام لینا چاہو۔ تو مین تمکو یہی راے دونگا۔ کہ مختلف معرکہاے جنگ مین متواتر شکست کھانے اور ہزیمت اوٹھانے سے تمھاری حالتین اس قابل نہین رہی ہین کہ تم کسی فوری جنگ کا ارادہ کرسکو۔ اس لیئے بہتر یہ ہے کہ تم ایک مدت مقررہ تک میرے ساتھ مصالحت قائم کرلو۔ اور عرب کے دیگر قوم و قبائل کو چھوڑ دو۔ ہم اور وہ آپس مین تصفیہ کرلین گے۔ اگر قریش میری اس صلاح سے اتفاق نکرین گے اور ان شرایط پر راضی نہون گے۔ تو خدا کی قسم۔ جس کے قبضۂ قدرت مین میری جان ہے۔ وہ جان لین اور سمجھ رکھین کہ جبتک میری گردن پر میرا سرباقی رہیگا۔ مین اون سے لڑتا رہون گا۔ یہانتک کہ خداوند عالم کو ہمارے اونکے جو فیصلہ کرنا منظور ہوگا وہ کردے گا۔ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ۔ پروردگارا۔ تو ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان کشود کار فرما کیونکہ تو ہی سب سے بہتر کشود کار فرمانے والا ہے۔

بدیل خدمت رسالت سے یہہ پیغام مصالحت لیکر قریش کے پاس آیا۔ اتفاق سے تمام عمایدواکابر قریش حرم مین جلسہ جماے بیٹھے تھے۔ بدیل نے اونکو مخاطب کرکے کہا کہ مین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے پیغام لیکر آیا ہون اگر آپ لوگ سُننا چاہین تو مین سنا دون۔ یہہ سنکر چند شریر الطبع اور فتنہ جو بول اوٹھے کہ ہمکو اونکے کسی نامہ و پیام سُننے کی کوئی ضرورت نہین ہے۔ لیکن اکثر معتدل مزاج متین بیشتر کین کہنے لگے۔ کچھ مضائقہ نہین۔ بدیل کہو نہ کیا پیام لائے ہو۔ بدیل نے لفظاً لفظاً آنحضرت صلعم کا پیام کہہ سُنایا۔ **عروہ ابن مسعود ثقفی**۔ جو اُمراے قریش مین اسوقت سب سے زیادہ کبیر السن اور تجربہ کار تھا پیام مبارک اور شرایط صلح کو سُنکر اوٹھکھڑا ہوا۔ اور قریش کے تمام مجمع کو مخاطب کرکے کہنے لگا کہ کیا تم لوگ سن و سال اور تجربہ و کمال کے لحاظ سے میرے بچون کے برابر نہین ہو۔ اور مین تمھارے باپ کے ہمسر نہین ہون سب نے کہا ہان۔ ہم مین سے کسی کو تمھاری عظمت و بزرگی اور عقل و دانشمندی مین عذر نہین۔ عُروہ بولا۔ تمکو میری طرف سے کسی سازش یا کسی قسم کی اثر پذیری وغیرہ کا گمان تو نہین۔ سب نے کہا۔ کبھی نہین۔ عُروہ نے کہا۔ تو مین تم سے کہتا ہون کہ محمدؐ نے جو شرطین پیش کی ہین وہ سب معقول ہین۔ اچھا تو بدیل کی طرح اپنا پیامبر بناکر تم لوگ مجھکو اُن کے پاس بھیجدو مین جاتا ہون اور محمدؐ سے ملکر بالمشافہ تمام امور طے کراتا ہون۔ تمام قریش نے اسکی سفارت کو قبول کرلیا۔

بارگاہ رسالت مین عروہ سفیر قریش کی گفتگو۔

عُروہ ابن مسعود ثقفی مکہ سے حدیبیہ مین آیا۔ اور بارگاہ رسالت مین باریاب ہوکر عرض کرنیلگا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تھوڑی دیر کے لیے ہم اسکو مان لیتے ہین کہ تم نے تمام افراد قریش کا کامل استیصال کردیا۔ لیکن یاد رکھو۔ اسکے ساتھ ہی ساتھ۔ یہہ مثال بھی تمھارے ساتھ ہمیشہ کے لیے قائم ہوجائیگی کہ تم نے اپنی قوم وقبیلہ کو اپنے ہی ہاتھون سے تباہ وبرباد کرڈالا۔ اور اگر جنگ دوسرا رُو۔ اسکے خلاف نتیجہ معرض ظہور مین آیا تو یہہ چند اوُباش جو تمھارے گردوپیش جمع ہین آناً فاناً۔ ذرہاے ریگ کی طرح ہوا مین اوڑ جائینگے۔ زرقانی کی زبانی عُروہ کے یہہ آخر الفاظ تھے۔

وانی لاری اشوابا یعنی اخلاط من الناس۔ جلیقا ان یفروا عنك ویدعوك۔ ویروی اوباشا بتقدیم الواو علی لباء الموحدۃ۔ اشوابا الاخلاط من انواع شتی والاوباش الاخلاط من السفلۃ (صفحہ ۲۱۰ جلد دوم مصر)

مین آپکے اشواب یعنی ہر قسم کے آدمیون کا مخلوط گروہ دیکھتا ہون۔ یہہ آپکو چھوڑکر بھاگ جائینگے اور آپ انھین بلاتے رہجائینگے۔ اور ایک روایت مین ہے کہ اشواب کی جگہہ اوباش کہا تھا (حرف بے پر واؤ کی تقدیم کے ساتھ) اشواب قسم قسم کے لوگون کے خلط ملط کو کہتے ہین اور اوباش چھوٹے درجہ کے لوگون کی جماعت کو کہتے ہین۔

عُروہ کا یہہ کلام سنکر حضرت ابوبکر کو سخت غصہ آگیا۔ یہان تک کہ عروہ کو بہت بے نقط سُنائی۔ شبلی صاحب لکھتے ہین:

عروہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا یہہ کون ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ابوبکر۔ عروہ نے کہا مین انکی سخت کلامی کا جواب دیتا۔ لیکن انکا ایک احسان میری گردن پر ہے۔ جسکا بدلہ۔ مین ابھی تک ادا نہین کرسکا۔ سیرۃ النبی جلد اول ص ۱۳۳۱ [۱]

عروہ پوری آزادی اور بے تکلفی سے مقابل بیٹھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے باتین کررہا تھا اور عرب کے

---

[۱] حضرت ابوبکر نے عروہ سے جو سخت کلامی کی تھی اوسکے الفاظ باتفاق مورخین ومحدثین یہہ تھے امصص بظر اللات اس کلمہ کی شرح مین زرقانی لکھتے ہین۔ قال العلماء ھذا مبالغۃ من ابی بکر فی سب عروۃ فانہ اقام معبود عروۃ وھو صنمہ مقام امہ علما کہتے ہین کہ ابوبکر نے عروہ کے گالی دینے مین بہت مبالغہ کیا۔ اور اوسکی مان کی بجاے عروہ کے معبود کا نام لیا۔ پھر زرقانی امام قسطلانی کے اس قول کی شرح مین لکھتے ہین۔ لان عادۃ العرب بذلك للفظ الام فاید له الصدیق باللات فنزله منزلۃ امرأۃ تحقیر المعبود ہ عرب کی عادت تھی کہ اس کلمہ سب وشتم کو مان کی طرف مخاطب کرتے تھے۔ ابوبکر نے مانکی جگہہ اوسکے معبود کی طرف اوسکو منسوب کیا کہ اوس کے معبود کی تحقیر ہو الفاظ سب وشتم تو معلوم ہوے۔ اوسکے معنی کیا ہوے۔ اوسکے اردو ترجمہ مین اگرچہ تہذیب مانع ہے۔ لیکن قدیم مورخین ومحدثین ہونیکی طرح ہم کو بھی مؤلف ہونیکے فرائض سے مجبوری ہے۔ اسلیے محدث شیرازی حافظ جمال الدین صاحب روضۃ الاحباب نے اس کلمہ دشنام کے جو معنی بتلاے ہین اور اپنی عبارت خاص مین لکھتے ہین ہم اوسکو ذیل مین نقل کیے دیتے ہین۔ کلمہ دشنامی وامصص بظر اللات مصص در لغت مکیدن است وبظر قطعہ ایست کہ بعد از ختنہ کردن زنان در فرج او باقی می ماند۔

روضۃ الاحباب ص ۳۵۱ مطبوعہ لکھنو قریب قریب یہی عبارت شرح زرقانی جلد دوم ص ۲۱۹ مطبوعہ مصر مین بھی مرقوم ہے۔ ہم نے فارسی ہی عبارت پر اکتفا کردی۔ اردو ترجمہ سے ناظرین خود معنی لگاکر اندازہ کرلین کہ حضرت صدیق اکبر کی زبان سے یہہ کلمہ کس قدر پُر لطف اور خوش ذائقہ معلوم ہوا ہوگا مؤلف عفی عنہ۔

قدیم دستور کے مطابق کہ متکلم باتین کرتے وقت مخاطب کی ڈاڑہی پکڑ لیا کرتا ہے۔ ریش مبارک پر بار بار ہاتھ ڈالتا تھا مغیرہ ابن شعبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت پر ہتیار باندہے کھڑا تھا۔ اور وہ ان حرکات کو داب رسالت کے خلاف سمجھکر کہنے لگا۔ عُروہ۔ اپنا ہاتھ ریش مبارک سے ہٹالے۔ ورنہ۔ ابکی بار تیرا ہاتھ توڑ کر نکالیگا۔ عُروہ نے مغیرہ کی طرف دیکھکر کہا۔ اے مکار۔ کیا تیری موجودہ مکاری کی حالت مین بھی۔ مین تیرا کام نہین چلا رہا ہون ؀

عُروہ۔ سفیر قریش کی واپسی اور قریش سے گفتگو

حضرت ابوبکر اور مغیرہ کے اظہار عقیدت کے علاوہ۔ عُروہ۔ اثنائے گفتگو مین تمام صحابہ کی شان وفاداری اور انداز جان نثاری کو اپنی آنکھون سے دیکھتا رہا۔ اور آداب رسالت اور محاسن عقیدت کے تعجب انگیز اور حیرت خیز اثر لیکر رسول اللہ صلعم کی خدمت اور مسلمانون کی جماعت سے رخصت ہُوا۔ مکہ مین قریش کے پاس آیا۔ اور بڑی آزادی سے صاف صاف لفظون مین تمام صنادید قریش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

تم لوگون کو معلوم ہے کہ مین نے شاہان روم۔ کجکلاہان فارس اور ملوک حبشہ کے بڑے بڑے دربار دیکھے ہین۔ اونکی تہذیب۔ تمدّن۔ اخلاق۔ معاشرت۔ اور عقیدت کو متعدد اور متواتر بار مشاہدہ کیا ہے۔ لیکن تم یقین جانو۔ مین اسوقت اوس صحبت اور اوس بارگاہ سے چلا آرہا ہون۔ جسکی تہذیب۔ شائستگی اور حُسن عقیدت کی مثال سے سلاطین کے دربار بالکل خالی ہین۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باتین کرنے لگتے ہین۔ تو سب کے سب ہمہ تن تصویر بنکر چپ چپ سُنا کرتے ہین۔ کچھ عرض کرنے لگتے ہین تو افراط ادب سے سلسلۂ کلام مین کبھی اپنی صدا کو آنحضرت کی آواز سے بلند ہونے نہین دیتے۔ کوئی شخص اون سے نظر اوٹھا کر یا آنکھین ملا کر باتین کرنیکی جرأت نہین کرسکتا۔ ایک کو حکم دیتے ہین تو تعمیل کے لیے سو ٹوٹ پڑتے ہین۔ وضو کرتے ہین تو پانی کا قطرہ قطرہ تبرک بنکر رفقا مین تقسیم ہوجاتا ہے۔ بلغم یا تھوک گرتا ہے تو عقیدتمند ہاتھون ہاتھ لیکر روی و محاسن کا غازہ بنا لیتے ہین۔ اس لیے میری صلاح یہی ہے کہ جو شرائط وہ پیش کرین۔ اون سے مصالحت کر لیجاے۔ ملک و قوم کی اسی مین بھلائی ہے ورنہ

؀ عروہ کے اس قول و خطاب کی شرح کیلیے طویل تفصیل کی ضرورت ہے جو مفصل طور پر تمام محدثین و مورخین نے اپنے اپنے تالیفات و تصنیفات مین درج فرمائی ہے۔ جسکا ذکر طوالت کا باعث ہوگا۔ مختصراً عروہ کے دو نو اقوال کی شرح یہ ہے حضرت ابوبکر کے جس احسان کی طرف عُروہ نے اشارہ کیا اوسکی تفصیل یہ ہے کہ ایام جہالت مین عُروہ پر کسی کا قرض تھا اوسکی ضمانت و ذمہ داری حضرت ابوبکر نے اپنے ذمے لے لی تھی۔ اور عروہ ابھی تک اوسکو ادا نکر سکا تھا۔ زرقانی جلد دوم ص ۲۲۲ مصر۔ مغیرہ کے متعلق یہ قصہ ہے کہ ایام جہالت مین مغیرہ نے محض دغا سے تیرہ آدمیون کو قتل کرڈالا تھا جنکی دیت عُروہ کو مغیرہ کی طرف سے دینی ہوئی تھی۔ وہ رقم مغیرہ نے آجتک عروہ کو واپس نہین دی تھی۔ اس سے زیادہ تفصیل روضۃ الاحباب ص ۳۵۳ مطبوعہ لکھنؤ مین قلمبند ہے۔ المولف احقر اولاد حیدر عفی عنہ

جس لشکر کو مین اون کے ساتھ دیکھ آیا ہون وہ ایسا ہی ہے کہ جنگ و مقابلہ سے کبھی موتھہ نہ پھیرین گے تاوقتیکہ سب کے سب اپنے گلے نہ کٹوا لین۔ یا تمھارے گلے کاٹ کر تم پر غالب آئین۔ زرقانی جلد دوم ص ۲۲۲ مطبوعہ مصر روضۃ الاحباب مطبوعہ لکھنؤ ۳۵۳۔

عروہ کی تقریر کا جلیس۔ رئیس قبیلہ حبش پر اثر اور اوسکی دربار رسالت مین سفارت

عُروہ بن مسعود ثقفی کی یہہ تقریر سنکر قریش کے مجمع مین سناٹا ہو گیا۔ عُروہ کے مشاہدات کے خلاف کسی کی زبان نہ کھلی۔ عُروہ کی تقریر نے جلیس۔ جو قبیلہ احابیش[۵] (حبشیون) کا رئیس تھا۔ اور اسوقت قریش کی طلبی پر اپنی فوج کثیر لیکر مکہ مین مقیم تھا۔ بڑی تاثیر کی۔ وہ ایکبار اوٹھکھڑا ہوا اور تمام مجمع کو مخاطب کرکے کہنے لگا۔ عُروہ تو دیکھ آے۔ اب آپ لوگ ہمین بھی دیکھ آنے دین۔ سب نے جلیس کو اجازت دیدی۔ جلیس وہان سے چلا۔ جب قافلہ اسلام کے پاس پہونچا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسکو دُور سے آتے دیکھکر صحابہ سے ارشاد کیا کہ اسوقت ہماری طرف اوس قوم کا آدمی آرہا ہے جو مراسم قربانی کو بڑی تعظیم کی نگاہ سے دیکھتے ہین۔ امام قسطلانی لکھتے ہین۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھذا فلان وھو من قوم یعظمون البدن فابعثوھا لہ فبعثوھا لہ لیعتبر بروہ ویتحقق انھم لم یریدوا حربا فبعثھم علی دخول مکۃ لنسکھم واستقبلہ الناس یلبون

جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ یہہ فلان شخص ہے (نام لیکر) اور اوس قوم کا آدمی ہے جو اشیاے قربانی کی بڑی تعظیم کرتے ہین پس ان پر اثر ڈالو۔ یہہ سنکر تمام لوگون نے قربانی کے اونٹون کو یکجا کھڑا کر دیا تاکہ وہ دیکھ لے اور تحقیق کرلے کہ جماعت اسلام کا ارادہ مکہ کے داخلہ سے سواے مناسکات قربانی بجالانیکے کچھ اور نہین ہے۔ پھر سب نے ملکر اوسکا استقبال کیا اور لبیک کہی۔

جماعت مسلمان کے یہہ سامان اور عنوان دیکھکر وہ متحیر ہو گیا۔ اور مسلمانون کی سلیقہ شعاری اور دینداری سے موثر ہوکر آبدیدہ ہوا اور بیساختہ پکار اوٹھا۔ ھلکت قریش ورب الکعبۃ خداے کعبہ کی قسم۔ قوم قریش ہلاک ہو گئی۔

جلیس کی واپسی اور قریش پر اوس کی تقریر کا اثر

یہہ کہکر اوس نے اپنی راے کا یون اظہار کیا کہ یہہ لوگ (مسلمان) تو سواے عمرہ و زیارت کعبہ کے اور کسی قصد و ارادہ سے نہین آئے ہین۔ یہہ کہا اور اولٹے پاؤن پھرا اور اکابر و عمائد قریش کے

---

[۵] قبائل حبشیہ کے نام سے اکثر ناظرین کو یہہ غلط فہمی واقع ہوتی ہے کہ حبشہ کے لوگ (حبشی) مکہ مین کہان سے آگئے؟ اونکی اطلاع و اطمینان کیلیے روضۃ الاحباب کی یہہ تشریح کافی ہے۔

الاحابیش جمع احبوش وھم بنو الحرث بن خزیمۃ بن مدرکۃ وبنو الحارث بن عبد مناف بن کنانۃ وبنو المصطلق من خزاعۃ کانوا حلفاء قریش تحت جبل یقال لہ الحبشی فی اسفل مکۃ وقیل سموا بذلک لتحبشھم والتحبش التجمع والحباشۃ الجماعۃ (کما فی شرح ابن حجر)

احابیش احبوش کی جمع ہے اور احبوش قبائل بنو حرث بن خزیمہ بن مدرکہ اور بنو حارث بن عبد مناف بن کنانہ اور بنو مصطلق جو خزاعہ کی شاخ مین نام ہین اور انکی وجہ تسمیہ یہہ ہے کہ یہہ لوگ اپنی جماعت کیساتھ قوم قریش سے معاہدہ کرچکے تھے اوس پہاڑ کے نیچے جمع ہوئے تھے جسکا نام حبشی تھا اور جو پایین مکہ کی طرف واقع ہے بعضون نے وجہ تسمیہ بتلائی ہے کہ یہہ اپنی جماعت کثیر ہونیکی وجہ سے احابیش کہلائے کیونکہ لغت عرب مین تحبش کے معنی جمع کثیر کے اور حباشہ کے معنی جماعت کے کئے ہین۔ روضہ ص ۳۴۹

مجمع مین واپس آکر کہنے لگا۔

امام قسطلانی نے اوسکی تقریر کے یہہ الفاظ لکھے ہین۔

رأیت البدن قد قلدت واشعرت فما اری	مین تو اون لوگون کی قربانی کے جانور اور اون مین علامات قربانی لٹکی
ان تصدوا عن البیت	ہوئی مین دیکھ آیا۔ ایسی حالت مین تم انکو بیت اللہ مین داخل ہونے کیلئے روک سکتے ہو

قریش نے اوسے مغرورانہ لہجہ مین ڈانٹ کر کہا:۔

اجلس فانما انت اعرابی لا علم لہ	بیٹھ جا۔ تو صحرائی عرب ہے۔ تو کیا جانے۔

حلیس بھی آخر عرب تھا۔ یہہ تحقیرانہ ڈانٹ سُنکر چراغ پا ہوگیا۔ قریش کے بھرے مجمع کو مخاطب کرکے باآواز بلند کہنے لگا۔

یا معشر قریش واللہ ما علی ہذا حالفنا کم ولا علی ہذا	اے گروہ قریش ہم نے اس امر پر تم سے عہد و پیمان نہین کیا ہے اور نہ
عاہدنا کم ایصد عن بیت اللہ من جاء معظما لہ والذی	اسلیے تمہارا ساتھ دیا ہے کہ جو شخص زیارت خانہ کعبہ کے قصد سے آئے
نفس الحلیس بیدہ لتخلن بین محمد وبین ما جاء لہ	اوسے آنے سے منع کیا جاوے۔ اوس خدا کی قسم جس کے ہاتھ مین حلیس
اولا نفرن بالاحابیش نفرۃ رجل واحد فقالوا لہ	کی جان ہے۔ اگر تم لوگون نے محمدؐ کو اون کے رفقا کے ساتھ اجازت نہین دی
اکفف عنا یا حلیس حتی تاخذ لانفسنا ما ترضی بہ	کہ وہ زیارت کعبہ سے مشرف ہون تو مین ابھی ابھی ایک ایک کرکے تمام
زرقانی شرح مواہب لدنیہ ص ۲۳۲ ج ۲	افراد قوم احابیش کو لیکر چلا جاؤنگا۔

یہہ سنکر قریش سمجھ گیے بُرا ہُوا۔ منت و سماجت کرکے اوسکی کسی نہ کسی طرح تشفی و تسکین کر دی اور سمجھا دیا کہ اس معاملہ کو ہمارے استصواب رائے پر چھوڑ دو۔ ہم خود اپنی تجویز و صلاح سے اون کے (محمد صلعم) ساتھ صلح کرلین گے۔

تعجب ہے کہ شبلی صاحب نے یہہ واقعہ کا واقعہ چھوڑ دیا۔ نہیں معلوم کیا مصلحت سمجھی گئی۔

قریش کے پاس اسلام کا بار دیگر پیام صلح

چونکہ عروہ کی رسالت کا کوئی نتیجہ ابتک معلوم نہین ہوا تھا۔ اس لیے جناب سالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خراش بن اُمیہ کو اپنا خاص اونٹ ثعلب نامی دیکر اپنی طرف سے بغرض استفسار قریش کے پاس بھیجا۔ کوئی حالت۔ کوئی طریقہ اور انداز نہ اختیار کیا جاوے۔ قریش کی شقاوت اسلام کی طرف سے کم ہونے والی نہین تھی۔ خراش کے پہونچتے ہی قریش ایکبار اوس پر ٹوٹ پڑے۔ پہلے اوسکے اونٹ کو ٹکڑے بوٹی کر ڈالا اور قریب تھا کہ خراش کے بھی پرزے پرزے اوڑا دیے جائین لیکن قوم احابیش نے بیچ بچاؤ کرکے بچا لیا اور یہہ غریب اپنی جان لیکر بھاگ آیا۔

کفر و اسلام کے اخلاق کی بےنظیر مثال

قریش نے ان ظالمانہ حرکتون سے اہل اسلام کو مرعوب کرنا چاہا تھا۔ مدعا یہہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور آپکے رفقا خائف ہوکر ناکامیاب واپس جائین لیکن اب یہہ محال تھا۔ اہل اسلام کو

قریش پر غلبہ حاصل ہوچکا تھا۔ وہ قریش کو شکست دیکر متعدد معرکون مین اونکی تاب طاقت کو آزما چکے تھے۔ پھر اُن سے کیا ڈرتے اور کب دبتے۔

مزید شقاوت اور دہشت انگیزی کے قصد سے قریش نے خفیہ طور پر پچاس تیرانداز جوانون کا ایک دستہ قافلہ اسلام پر تیرباری کیلیے بھیجدیا لیکن اتفاقاً سب کے سب گرفتار کرلیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین حاضر کئے گئے۔ اگرچہ ان خطاکارون کی خطائ جرم بالکل کھُلے تھے اور صاف اور ایسے تھے کہ کسی طرح عفو کے قابل نہین تھے لیکن رحمت عالم اور خلق مجسم نے قبل از ارتکاب جرم مجرمین کی سزادہی کو انصاف رسالت کے خلاف اور مصلحت وقت کے منافی سمجھا اور سب کو چھوڑدیا۔ خدا کی قدرت۔ جو لوگ مخالفت کرنے آئے تھے وہ خود مخالف ہوکر جدہر سے آئے تھے اودہر واپس گیے۔ قرآن مجید مین اسی واقعہ کی طرف اشارت کی گئی ہے۔

هُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ	وہ وہی خدا ہے جس نے مکہ میں ان لوگون کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ
بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ	اون سے روک دیئے بعد اسکے کہ تم کو اون پر قابو دیدیا تھا۔

قریش کے پاس تیسری بار پیام صلح حضرت عمر کے اغماض پر حضرت عثمان کا ارسال

نہ عُروہ کے معاملہ کا نتیجہ نکلا اور نہ جلیس کے مشاہدہ کا فایدہ۔ خراش ابن اُمیہ کا ارسال بھی مفید کار نہُوا۔ بالآخر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر کو قریش کے پاس تنقیح حالات کی غرض سے بھیجنا چاہا مگر اونھون نے صاف انکار کردیا۔ ابن ہشام لکھتے ہین:۔

دعا عمر ابن الخطاب ليبعثه الى مكة فيبلغ عنه	جناب سول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر بن الخطاب کو اسلیے
اشراف قريش ما جاء له فقال يا رسول الله انى	بُلایا کہ اونکو اشراف قریش کے پاس بھیجین اور پیام صلح دین حضرت عمر
اخاف قريشا على نفسى وليس بمكة من بنى عدى	بولے۔ یا رسول اللہ مجھکو قریش کی طرف سے اپنی جان کا خوف ہے اور
بن كعب احد يمنعنى وقد عرفت قريش عداوتى	اسوقت میرے قبیلہ عدی بن کعب کا کوئی آدمی مکہ مین نہین ہے جو میری
اياها وغلظتى عليها ولكنى ادلك على رجل اعز بها	اعانت کرے۔ قریش کے ساتھ میری سختی و عداوت بھی ظاہر ہے لیکن اپنے سے
منى عثمان بن عفان ص٢٥١ مصر دوم	زیادہ معزز آدمی اس کام کیلیے آپکو بتلائے دیتا ہون وہ عثمان بن عفان ہین۔

حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُنکے اغماض کا کیا جواب دیتے خموش رہگیے۔ اُنکے کہنے کے مطابق حضرت عثمان بلائے گیے۔ سب امور کہکر وہ بھیجے گیے۔ یہہ بھی اپنے ایک عزیز خاندان ابان بن سعید کی حمایت و ضمانت مین ہوکر مکہ پہونچے اور ابوسفیان وغیرہم اکابر و عمائد قریش سے ملکر جناب سولخدا صلعم کا پیام پہونچایا۔

حضرت عثمان اور قریش سے گفتگو　تاریخ ابن الوردی مین ہے

ثم دعا رسول الله عمر بن الخطاب ليبعثه الى قريش	پیغمبر صاحب نے حضرت عمر سے فرمایا کہ تم جاکر قریش کو مطلع کردو کہ ہم لوگ

يعلمهم انه لم يأت بحرب وانما جاء زائراً فخافهم عمر فبعث صلعم عثمان بن عفان الى ابوسفيان واشراف قريش فخبرهم ذلك فقالوا ان احببت ان تطوف فطف فقال ما كنت لافعله حتى يطوف رسول الله صلعم فحبسوه وبلغ رسول الله صلعم ان عثمان قتل فقال لا نبرح حتى نناجز القوم ودعا صلعم الى بيعة الرضوان تحت الشجرة۔

لڑنے کے قصد سے نہیں آئے ہیں۔ بلکہ زیارت کعبہ کے قصد سے آئے ہیں حضرت عمر قریش سے خائف ہوئے پیغمبر صاحب نے حضرت عثمان کو ابوسفیان وغیرہ کے پاس بھیجا چنانچہ حضرت عثمان نے جاکر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام پہونچایا۔ انھوں نے کہا کہ اگر تم خود طواف کرنا چاہتے ہو تو کرلو حضرت عثمان نے کہا میں بغیر رسول اللہ صلعم کے ایسا نہیں کرسکتا۔ یہ سنکر کفار قریش نے انکو قید کرلیا۔ یہاں رسول مقبول صلعم کو یہ خبر پہونچی کہ عثمان قتل کردئیے گئے پیغمبر صاحب نے کہا کہ اب ہم اس قوم سے بغیر مقابلہ کیے نہیں رہ سکتے پس آنحضرت صلعم نے سب لوگوں کو زیر درخت بیعت رضوان کیلیے طلب فرمایا۔[1]

بیعت رضوان! تاریخ طبری میں ہے

بیعت تحت الشجرۃ عن سلمۃ ابن الاکوع

قال نادى منادي النبي صلى الله عليه واله وسلم ايها الناس البيعة البيعة نزل روح القدس فاتينا الى رسول الله صلعم وهو تحت شجرة سمرة فبايعناه

سلمہ ابن الاکوع کہتے ہیں کہ منادی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ندا کی کہ ایہا الناس حکم خدا آیا ہے کہ بیعت کے لیے حاضر آؤ یہ یہ سنکر سب لوگ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلعم درخت سمرہ کے نیچے تشریف فرما تھے ہم سب نے بیعت نبوی کا شرف حاصل کیا۔

تاریخ ابن ہشام میں ہے:۔

حدثني عبد الله بن ابو بكر ان رسول الله صلى الله عليه واله وسلم قال حين بلغه ان عثمان قد قتل

عبد اللہ بن ابی بکر سے مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عثمان کے قتل ہونیکی خبر پہونچی تو آپنے فرمایا کہ میں عثمان کے خون کا بدلہ

---

[1] شبلی صاحب کی بوقلموں نیرنگ نگاری کیا کہنا اس واقعہ (ارسال حضرت عثمان) کی ابتدا یوں فرمائی گئی ہے۔ بالآخر اپنے گفتگو سے صلح کیلیے حضرت عمر کو انتخاب فرمایا مذکورہ بالا دونوں عربی ماخذوں کی عبارتوں سے ثابت ہوگیا ہے کہ بدیل کے بعد جتنے لوگ بھیجے گئے وہ صرف تحقیق حال کی غرض سے اس بنا پر رسول اللہ صلعم کی ان سفارتوں کو آپ زیادہ سے زیادہ پیام صلح سے تعبیر فرماسکتے ہیں تعین صلح۔ یا تصفیہ تقرر شرائط مصالحت نہیں کہہ سکتے اور یہ بیامبری گفتگوئے مصالحت کی غرض سے تجویز کی گئی تھی لیکن آپنے حضرت عمر کی اہمیت اور شخصیت بڑھانیکی خاص ضرورت سے اتنی قلم آرائی فرمائی ہے جو بالکل خلاف واقع اور مخالف عبارت مواخذ تاریخی ہے۔ افسوس یہ ہے کہ جس منصب سے آپنے حضرت عمر کی اہمیت بڑھانی چاہی وہ خود حضرت عمر کو پسند نہ آئی۔ اور جناب موصوف نے اس منصب کی قبولیت سے خود جناب سرور خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے انکار صاف کردیا۔ تو پھر آپکی اس تحصیل حاصل سے کیا فائدہ ہوا حضرت عمر شرائط صلح طے کرنے جاتے ہوں یا کفر یا سلام کی کنجی لیجانے کیلیے بھیجے جاتے ہوں۔ اس سے بحث نہیں جب یہ تاریخوں سے مسلم ہے کہ انھوں نے اس منصب کی قبولیت سے انکار کردیا اور آپ بھی اپنے ان لفظوں میں تسلیم کرچکے ہیں کہ انھوں نے معذرت کی۔ تو جب گفتگوئے صلح کے منصب کو نہ انھوں نے قبول کیا اور نہ وہاں تشریف لے گئے۔ تو پھر اسکا اظہار ہی محض بیکار ہے

بہر رنگیکہ خواہی جامہ می پوش من انداز قدت را می شناسم

المولف عفی عنہ

لا نبرح حتی نناجز القوم ودعا رسول اللہ صلعم الی البیعۃ فکانت بیعۃ الرضوان تحت الشجرۃ فکان الناس یقولون بایعھم رسول اللہ صلعم علی الموت وکان جابر بن عبد اللہ یقول ان رسول اللہ صلعم لم یبایعنا علی الموت لکن بایعنا علی ان لا نفر فبایع رسول اللہ صلعم الناس ولم یتخلف عنہ احد من المسلمین حضرھا الا الجد بن قیس اخو بنی سلمۃ وکان جابر بن عبد اللہ یقول واللہ لکانی انظر الیہ لاصقا بابط ناقتہ قد ضبا الیھا یستتر بھا من الناس ثم اتی رسول اللہ صلعم ان الذی ذکر من امر عثمان باطل

لیے بغیر نہین رہ سکتا۔ اسکے بعد آپنے تمام لوگون کو بیعت کیلیے ایک درخت کے نیچے بلایا اور لوگون نے آپسے مرجانیکی شرط پر بیعت نہین کی تھی۔ بلکہ اسـس شرط پر بیعت کی تھی کہ لڑائی سے نہین بھاگین گے۔ چنانچہ سواے جد بن قیس کے موجودہ مسلمانون مین سے کوئی فرد واحد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس شرط بیعت سے رُوگردان نہین ہُوا۔ جابر ابن عبد اللہ کہتے ہین کہ گویا مین اوسکو دیکھ رہا ہون کہ وہ (جد بن قیس) اونٹ کی بغل مین اپنے اوس ناقہ سے اوترا۔ جسکے دونو لب پکے ہُوئے تھے۔ لوگون سے چھپکر آنحضرت صلعم کی خدمت مین عرض کی کہ قتل عثمان کی خبر غلط ہے۔ ص ۱۰۹ جلد دوم مصر۔

شبلی صاحب۔ بیعت رضوان کے متعلق یہہ تفصیل فرماتے ہین۔

آپنے ایک ببول کے درخت کے نیچے بیٹھکر صحابہ سے جان نثاری کی بیعت لی۔ تمام صحابہ نے جنمین زن ومرد سب شامل تھے۔ ولولہ انگیز جوش کے ساتھ دست مبارک پر جان نثاری کا عہد کیا۔ یہہ تاریخ اسلام کا ایک مہتم بالشان واقعہ ہے اس بیعت کا نام بیعت الرضوان ہے سورہ فتح مین اس بیعت اور واقعہ کا ذکر ہے۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْھِمْ وَاَثَابَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا

خدا مسلمانون (کی قومون) سے راضی تھا جبکہ وہ تیرے ہاتھون درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔ سو خدا نے جان لیا جو انلوگون کے دلون مین تھا تو خدا نے ان پر تسلی نازل فرمائی اور عاجلانہ فتح دی۔

لیکن بعد کو معلوم ہوا وہ خبر (قتل عثمان) صحیح نہین تھی۔ ص ۳۳۲ سیرۃ النبی۔

شبلی صاحب نے اسواقعہ کو مہتم بالشان واقعہ اسلام بتلایا ہے۔ اور حقیقتاً ہے بھی ایسا ہی لیکن اسوقت کے ایسا ولولہ انگیز جوش مسلمانون مین ہمیشہ بنا رہتا تو البتہ اسکی مستقبل حیثیت پر ہمیشہ افتخار کیا جاسکتا تھا۔ واقعات تو بتلا رہے ہین کہ یہہ جوش وخروش بالکل وقتی تھا۔ صحیح بخاری کی مفصلہ ذیل حدیث سے اس پر پوری روشنی پڑتی ہے۔

عن العلاء بن المسیب عن ابیہ قال لقیت البراء بن عازب رضی اللہ عنھما فقلت طوبی لک صحبت النبی صلعم وبایعتہ تحت الشجرۃ فقال یا ابن اخی انک لا تدری ما احدثناہ بعدہ

علاء بن مسیب اپنے باپ کی زبانی بیان کرتے ہین کہ ہم نے براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے ملاقات کی اور کہا کہ خوشا حال تمہارا کہ تم نے رسول مقبول کی صحبت اور بیعت رضوان کا شرف حاصل کیا۔ براء نے کہا۔ اے بھتیجے یہہ بھی جانتے ہو کہ ہم لوگون نے آنحضرت صلعم کے بعد کیا کیا احداث کیا۔ بحوالہ تاریخ احمدی مطبوعہ لکھنو ص ۵۳

بارگاہ رسالت مین سہیل بن عمرو سفیر قریش کی آمد اور گفتگوے صلح

بیعت رضوان بھی ہو چکی۔ اور مسلمانون کے خلوص وعقیدت کا امتحان بھی۔ جب اس بیعت کی خبر مکہ مین پھیلی تو قریش کو بھی تشویش دامنگیر ہوئی مکرز بن حفص۔ ایک خلقی

شریر الطبع اور مفسد شخص بیعت رضوان کی حقیقت دریافت کرنیکی غرض سے جمعیت اسلام کی طرف چلا مواہب اللدنیہ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسے دیکھکر فرمایا ھذا مکرز وھو رجل فاجر یہہ مکرز مرد فاجر ہے اور روضۃ الاحباب مین ہے کہ آپنے اپنے اصحاب سے کہدیا کہ یہہ دغاباز شخص ہے۔ اس سے کوئی بات نہ کرے مین خود اس سے گفتگو کرونگا لیکن قبل اسکے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہونچکر ہمکلام ہو کہ سہیل بن عمر آگیا اور جناب سرورکائنات صلعم اوس سے مخاطب ہوگئے۔

قریش نے سہیل بن عمر کو خاص طور پر منتخب کرکے سفارت کیلیے بھیجا تھا۔ اور احتیاطاً حویطب بن عبدالعزیٰ کو اوسکے ہمراہ کردیا تھا سہیل بڑا فصیح و بلیغ مشہور تھا۔ اور زرقانی کے قول کے مطابق خطیب عرب کہا جاتا تھا ص ۲۲۳۔ قریش نے رخصت کرتے وقت کہدیا تھا کہ شرائط صلح اسی امر پر منظور کیے جائینگے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغیر عمرہ کیے واپس جائین۔

سہیل بن عمر کو آتا دیکھکر ارشاد فرمایا کہ اس شخص کے بھیجنے سے مجھے یقین ہوگیا کہ قریش کو ہمارے ساتھ صلح منظور ہے اور روضۃ الاحباب مین ہے کہ آپنے سہیل کو آتے ہی پہچان لیا اور فرمایا سھل امرنا ہمارے کام سہل ہوگئے۔ زرقانی نے بھی ان کلمات کو ابن ابی شیبہ اور طبرانی کے اسناد سے لکھا ہے۔

قریش کے پیش کردہ شرائط صلح اور آنحضرت صلعم کی منظوری

سہیل حاضر خدمت ہوا۔ آنحضرت صلعم کی پشت مبارک پر اوسوقت سعد بن عبادہ اور بشر بن عبادہ انصاری بنظر استحفاظ ہتیار باندھے کھڑے تھے سہیل نے قریش کی طرف سے گفتگو صلح شروع کی۔ اور بیان کیا کہ آپ دس مہینون تک (یا بقولے دو برسون تک) حج و عمرہ کا قصد نکرین۔ تو فیما بین مصالحت ممکن ہے۔ ورنہ نہین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے منظور کرلیا۔

اسکے بعد سہیل بن عمر اور آنحضرت صلعم کے درمیان دیر تک شرائط صلح پر گفتگو ہوتی رہی۔ یہانتک کہ جملہ شرائط فیمابین طے ہوگئے صرف کتابت رہگئی۔ مسلمانون مین حضرت عمر اس صلح کے سخت مخالف نکلے تفصیل یہہ ہے۔

حضرت عمر اور صلح حدیبیہ سے مخالفت

ابن ہشام لکھتے ہین۔

فلما انتھی سھیل بن عمر الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکلم فاطال الکلام وتراجعا ثم جری بینھما الصلح فلما التام الامر ولم یبق الا الکتاب وثب عمر بن الخطاب فاتی ابوبکر فقال یا ابابکر الیس برسول اللہ قال بلی قال اولسنا بالمسلمین قال بلی قال اولیسوا بالمشرکین قال بلی قال فعلام نعطی الدنیۃ فی دیننا قال ابوبکر یا عمر الزم غرزہ فانی اشھد انہ

سہیل بن عمر آنحضرت صلعم کی خدمت مین پہونچگیا اور باتین شروع کین اور فیمابین دیر تک باتین رہین۔ یہان تک کہ آپس مین اتفاق رائے اور شرائط صلح بھی تجویز ہوگئے اور جملہ امور طے ہوگئے صرف ادنکا قلمبند ہونا باقی رہگیا۔ اس اثنا مین حضرت عمر بن الخطاب حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور کہنے لگے اے ابوبکر کیا یہہ رسول اللہ نہین ہین حضرت ابوبکر نے کہا ہان ہین حضرت عمر نے پوچھا ہم لوگ مسلمان نہین ہین: حضرت ابوبکر نے کہا ہان ہین حضرت عمر بولے کہ وہ لوگ (قریش) مشرک نہین ہین۔ حضرت ابوبکر بولے ہان ہین حضرت عمر نے کہا ہم کیون اسوقت اپنے دین مین ... اور نقص گوارا کرین حضرت ابوبکر نے کہا۔ یہہ اعتراض نکرو مین شہادت دیتا ہون

رسول اللہ قال عمر وانا اشھد انہ رسول اللہ ص
ثم اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال
یا رسول اللہ الست برسول اللہ قال بلی قال ولسنا
بالمسلمین قال بلی قال اولیسو بالمشرکین قال بلی
قال فعلام نعطی الدنیۃ فی دیننا قال انا عبد اللہ
ورسولہ ان اخالف امرہ وان یضیعنی قال فکان عمر
یقول ما زلت اتصدق واصوم واصلی واعتق من
الذی صنعت یومئذ من مخافۃ کلامی الذی تکلمت بہ
حتی رجوت ان یکون خیرا ص ۹۰۱ مصر جلد دوم

کہ وہ خدا کے رسول ہیں حضرت عمر بولے میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ وہ خدا کے رسول ہیں
پھر حضرت عمر خود جناب رسولخدا ص کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ
آپ رسولخدا نہیں ہیں ارشاد ہوا۔ ہاں حضرت عمر بولے کیا ہم مسلمان نہیں ہیں ارشاد ہوا
ہاں ہو حضرت عمر نے پوچھا اور یہ لوگ (قریش) مشرکین نہیں ہیں ارشاد ہوا۔ ہاں ہیں
حضرت عمر نے کہا تو پھر کیوں اپنے دین میں خست و نقص گوارا کریں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔
سنو عمر! میں خدا کا رسول بھی ہوں اور اوسکا بندہ بھی اگر میں اوسکے خلاف کروں تو وہ مجھپر
عذاب نازل کریگا حضرت عمر کا بیان ہے کہ آپ اس گستاخانہ کلام کے کفارہ میں میں
ہمیشہ صدقہ دیتا رہا۔ زکواۃ دیتا رہا روزے رکھتا رہا۔ نمازیں پڑھتا رہا۔ اور غلام
آزاد کرتا رہا۔ یہانتک کہ مجھے یقین ہوگیا کہ وہ امر خیر تھا۔"

صحیح بخاری میں بھی حضرت عمر کی یہہ گفتگو درج ہے لیکن حضرت ابوبکر سے استفسار کا ذکر نہیں ہے بخاری کی عبارت یہہ ہے:۔

قال عمر بن الخطاب فاتیت النبی
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقلت الست نبی اللہ حقا
قال بلی قال قلت السنا علی الحق وعدونا علی
الباطل قال بلی قلت فلم نعطی الدنیۃ
فی دیننا قال انی رسول اللہ ولست اعصیہ
وھو ناصری

حضرت عمر نے فرمایا کہ روز صلح حدیبیہ میں نے پیغمبر صاحب سے کہا کہ آپ نبی برحق
نہیں ہیں آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ بیشک میں ہوں پھر میں نے کہا کیا ہم حق پر اور
ہمارے دشمن ناحق پر نہیں ہیں آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ بیشک ہیں۔ تو میں نے کہا تو
پھر ہم کیوں اسوقت اپنے دین میں خست اور نقص گوارا کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سنو! میں خدا کا رسول ہوں۔ اوسکے خلاف کچھ نہیں کر سکتا۔
وہی میرا مددگار ہے۔ بحوالہ تاریخ احمدی ص۵۵ ۔

حدیبیہ کے مسئلہ صلح میں حضرت عمر کی مخالفت۔ شک فی النبوۃ کے درجہ تک پہونچگئی تھی جسکا اعتراف خود حضرت عمر ان الفاظ میں فرماتے ہیں

واللہ ما شککت منذ اسلمت الا یومئذ
فاتیت النبی صلعم فقلت الست نبی اللہ حقا قال بلی قلت
السنا علی الحق وعدونا علی الباطل قال بلی قلت الیس
قتلانا فی الجنۃ وقتلاھم فی النار قال بلی قلت
فلم نعطی الدنیۃ فی دیننا قال انی رسول اللہ ولست
اعصیہ وھو ناصری

آج کے دن کے سوا۔ اسلام لانے کے دن سے آجتک مجھے کبھی ایسا شک نہیں ہوا تھا
میں آنحضرت کی خدمت میں گیا اور کہا کیا آپ نبی برحق نہیں آنحضرت صلعم نے
فرمایا ہاں پھر میں نے کہا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں اور کیا ہمارے
مقتول جنت اور اونکے مقتول دوزخ میں نہیں ہیں آپنے فرمایا ہاں۔ میں نے کہا
کہ پھر دین میں نقص و خست کیا معنی (یعنی آپ کیوں صلح کرتے ہیں) آنحضرت صلعم نے
ارشاد فرمایا کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ اوسکی نافرمانی نہیں کر سکتا اور وہ
میرا معین و مددگار ہے[1]۔ بحوالہ تاریخ احمدی ص۵۵

---

[1] ظاہر ہے کہ جب حضرت عمر باین تقارب شان رسول کو ابتک نہ سمجھے تو شبلی صاحب باین تفاصل کیا سمجھتے سمجھ سمجھکے نہ سمجھیں تو پھر اللہ ۔۔۔ سمجھے ۔ المولف عفی عنہ

شبلی صاحب نے خدا جانے کس مصلحت سے حضرت عمر کے اختلاف رائے کے واقعہ کو تحریر صلحنامہ کے بعد لکھا ہے۔ حالانکہ تاریخ و سیرت کیا تمام کتب حدیث کی ترتیب بیان کے بھی خلاف ہے۔

حضرت عمر کی اس بیوقت مخالفت اور بیجا تعریض نے صحابہ پر بہت بُرا اثر ڈالا جیسا کہ حلبیہ معلوم ہوتا ہے۔

ابن ہشام اور طبری لکھتے ہیں کہ حضرت عمر کی اس تقریر کے بعد۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰؑ کو بلا کر صلحنامہ لکھوایا۔ تحریر صلحنامہ کے حالات تاریخ کامل ابن اثیر کی مفصلہ ذیل عبارت میں ملاحظہ ہوں۔

تحریر صلحنامہ از حضرت علی کا کمال ادب

فدعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی بن ابی طالب فقال اکتب بسم اللہ الرحمن الرحیم قال سھیل لا نعرف ھذا ولکن اکتب باسمک اللھم فاکتبھا ثم قال اکتب ھذا ما صالح علیہ محمد رسول اللہ فقال سھیل لو نعلم انک لرسول اللہ لم نقاتلک ولکن اکتب اسمک واسم ابیک فقال لعلی امح رسول اللہ فقال لا امحی ابدا فاخذہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فکتب موضع رسول اللہ محمد بن عبد اللہ وقال لعلی لتبلین بمثلھا (ابن اثیر احمدی)	رسول مقبول صلعم نے حضرت علی کو بلا کر ارشاد کیا کہ لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم سہیل نے کہا کہ یہ ہم نہیں جانتے۔ لکھو باسمک اللھم۔ چنانچہ یہی لکھا گیا۔ پھر جناب رسالتمآب صلعم نے حضرت علیؑ سے کہا کہ لکھو یہ صلحنامہ وہ ہے جسکی بنا پر محمد رسول اللہ نے سہل بن عمر سے صلح کی۔ سہیل نے کہا کہ اگر ہم تمہیں رسول اللہ جانتے تو قتال پر آمادہ کیوں ہوتے۔ لہذا بجائے رسول اللہؐ اپنا اور اپنے والد کا نام لکھوا دو۔ آنحضرت صلعم نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ اچھا رسول اللہ کے لفظ کو نکال دو۔ انھوں نے عرض کی کہ میری مجال نہیں کہ میں رسول اللہ کے لفظ کو محو کر سکوں۔ یہ سنکر آنحضرت صلعم نے وہ کاغذ لیلیا اور لفظ رسول اللہؐ کی جگہہ محمدؐ بن عبد اللہ لکھ کر حضرت علیؑ سے فرمایا کہ ایک دن تمہیں بھی ایسا ہی معاملہ پیش آئیگا۔[۵۱]

خصائص امام نسائی میں ہے:-

قال صلعم اما انک ستاتیھا مضطھدا	آنحضرت صلعم نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ عنقریب تمکو بھی ایسا ہی کرنا پڑیگا۔[۵۲]

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ اُمّی تھے اور لکھنے پڑھنے سے فارغ تھے۔ اس لیے ابن اثیر مورخ اور امام مسلم محدث وغیرہ کے اس قول کے متعلق کہ آپنے خود محمد بن عبد اللہ لکھدیا علماء میں بڑی بڑی بحثیں ہوئی ہیں اور شرح زرقانی میں مفصل مرقوم ہیں۔ شبلی صاحب نے اسکے متعلق جو رائے قائم کی ہے ہمکو اوس سے اتفاق ہے وہ لکھتے ہیں۔

---

۵۱ اسی ایک واقعہ سے حضرت عمر کی معرفت رسولؐ اور حضرت علیؑ کی تصدیق رسالت کی حقیقت کا اندازہ کر لیا جائے۔ مولف عفی عنہ

۵۲ جس معاملہ کی طرف جناب مخبر صادقؐ نے حضرت علی سے پیشین گوئی فرمائی وہ جنگ صفین کا صلحنامہ ہے۔ جو خوارج کے دباؤ سے معاویہ اور حضرت علی کے فیما بین لکھا جاتا تھا۔ اوسوقت بھی علیؑ کی امامت کے اقرار کی نسبت ایسا ہی عذر پیش کیا گیا تھا۔ تاریخ ابو الفدا میں ہے فقال عمرو عاص ھو امیرکم واما امیرنا فلا عمرو عاص بولا علی تمہارے امیر ہیں ہمارے امیر نہیں فاجاب علی وقال علی اللہ اکبر مثبۃ فی السنۃ واللہ انی لکاتب رسول اللہ یوم الحدیبیۃ فکتب محمد رسول اللہ م فقالوا لست برسول اللہ فامرنی رسول اللہ بمحوہ حضرت علی نے کہا کہ اپنے ہاتھ سے امیر المومنین کا لفظ کاٹ دیا۔ اور کہا اللہ اکبر یہ وہی حالت ہے مطابق سنت نبوی جسکی خبر مخبر صادقؐ نے دی تھی جب بروز حدیبیہ صلحنامہ میں میں نے محمد رسولؐ لکھا تو کفار قریش نے لفظ رسول اللہ کے متعلق ایسا ہی قیل و قال کیا اور آپنے خود کاغذ لیکر لفظ رسول اللہ کو محو کر دیا۔ تفصیل کیلیے دیکھو تاریخ احمدی ص ۱۸۵ وغیرہم۔

آنحضرت صلعم کو لکھنا نہین آتا تھا۔ اس بنا پر آپکو اُمّی کہتے تھے۔ یہہ واقعہ جہان مسلم مین منقول ہے وہان لکھا ہے کہ آپنے رسول اللہؐ کا لفظ مٹا کر ابن عبداللہ لکھدیا بخاری مین یہہ واقعہ چونکہ عام روایت کے خلاف ہے اسلیے ایک معرکۃ الآرا مباحثہ بن گیا۔ لیکن حقیقت یہہ ہے کہ لکھنے پڑھنے کا کام روزمرہ جب نظر سے گزرتا رہتا ہے تو ناخواندہ شخص بھی اپنے نام سے حرف آشنا ہو جاتا ہے اس سے اسکی اُمیت مین فرق نہین آتا۔ بیشبہ اُمّی ہونا آپکا فخر ہے اور خود قرآن مجید مین یہہ وصف شرف و عزت کے موقع پر استعمال ہوا ہے اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ وہ لوگ جو بنی اُمّی کی پیروی کرتے ہین۔

شرایط صلح | صلح کی یہہ شرطین قائم ہوئین۔ ابن ہشام لکھتے ہین۔

اصطلحا علی وضع الحرب عن الناس عشر سنین یامن فیھن الناس ویکف بعضھم عن بعض (۲) علی من اتی محمداً من قریش بغیر اذن ولیہ ردہ علیھم و من جاء قریشا ممن مع محمد لم یردوہ علیہ (۳) و ان بیننا عیبۃ مکفوفۃ وانہ لا اسلال ولا اغلال (۴) وانہ من احب ان یدخل فی عقد محمد وعھدہ فدخل فیہ وانہ من احب ان یدخل فی عقد قریش وعھدھم دخل فیہ (۵) فانک ترجع عنا عامک فلا تدخل علینا مکۃ (۶) اذا کان عام قابل خرجنا عنک فدخلتھا باصحابک فاقمت بھا ثلاثا معک سلاح الراکب السیوف فی القرب لا یدخلھا بغیرھا ہشام ص ۱۰۰ ج ۲ طبری ۱۵۴۷

(۱) جانبین سے دس برس تک جنگ و قتال نہو۔ اور طرفین امن و امان مین رہین۔ اور ایک دوسرے پر ہاتھ نہ اوٹھایا جاوے (۲) قریش کا جو شخص اپنے ولی کی بلا اجازت محمد صلعم سے جا کر مل جاوے تو وہ واپس کیا جاویگا لیکن اگر محمد صلعم کا آدمی (مسلمان) مکہ مین آکر قریش کے پاس چلا آوے تو وہ واپس نہین کیا جاویگا (۳) جانبین سے کوئی اپنی مطلب برآری کیلیے چوری اور رشوت ستانی کے عیوب عمل مین نہین لائیگا (۴) قبائل عرب کو اختیار ہے۔ جو چاہے محمد صلعم کی بیعت مین آکر انکا ہم معاہد ہو اور جو چاہے قریش کا تابع اور شریک حال ہو۔ طرفین کو اسمین کلام نہ ہوگا (۵) مسلمان امسال بغیر زیارت کعبہ بجالائے واپس جائین (۶) سال آیندہ آئین لیکن تین دن سے زیادہ مکہ مین قیام نکرین ہتیار لگا کر نہ آئین صرف تلوارین لائین وہ بھی نیام کے اندر۔

معاہدہ صلح سے مسلمانونکی ناراضی | صلح لکھکر مرتب ہو گئی۔ لیکن اکثر مسلمان اس سے راضی نہوے۔ وہ اس صلح کو اسلام کی توہین سمجھتے تھے۔ ابن ہشام لکھتے ہین

وقد کان اصحاب رسول اللہ حین خرجوا وھم لا یشکون فی الفتح الرؤیا اراھا رسول اللہ صلعم فی نفسہ دخل علی الناس من ذالک امر عظیم حتی کادوا یھلکون

مسلمان جب مدینہ سے مکہ کی طرف چلے تھے تو انکو جناب رسول خدا کی خواب کے مطابق فتح کا پورا یقین تھا لیکن ان معاملات کی وجہہ (امر صلح) سے ایک امر (شک) عظیم مین مبتلا ہو گئے تھے اور قریب بہلاکت پہونچ گئے تھے۔

اس امر عظیم کی ابتدا حضرت عمر سے ہوئی تھی۔ محدث شیرازی روضۃ الاحباب مین لکھتے ہین۔

ہر کس از قریش بے اذن ولی خویش پیش محمد بیاید او را بایشان باز بفرستند و ہر مسلمان کہ نزد قریش رود ایشان باز نفرستند

اگر قریش کا کوئی آدمی اپنے ولی کی اجازت بغیر محمد صلعم کے پاس آئے تو واپس کر دیا جائے اور اگر کوئی مسلمان قریش کے پاس چلا آوے تو واپس

مسلمانان ازین شرط تعجب کردند و گفتند سبحان اللہ چگونہ باز فرستیم کسے را کہ مسلمان آمدہ باشد و در روایتے آنکہ چون سہیل ذکر این شرط نمود۔ حضرت صلعم فرمود چنین باشد۔ حضرت عمر گفت یا رسول اللہ صلعم آیا بر این شرط راضی می شوی۔ آن سرور تبسمے نمود و گفت ہر کہ از ایشان نبزد ما مسلمان آید دما او را باز بگردانیم خداوند تعالی او را فرجے و مخرجے روزی گرداند و ہر کہ از ما اعراض نماید و بسوے کفار رود ما را با او کارے نیست بلکہ دے بمصاحبت کفار سزاوار است۔

ص ۳۵۷۔ لکھنؤ

ملکا جاوے۔ مسلمانوں کو اس شرط پر سخت تعجب ہوا اور کہنے لگے سبحان اللہ ہم کیونکر اوس شخص کو واپس کرین گے جو بذات خاص مسلمان ہو چکا ہے ایک روایت میں وارد ہے کہ جب اس شرط کو سہیل نے آنحضرت صلعم کی خدمت مین عرض کیا تو ارشاد ہوا کہ ہان یہہ شرط رکھی جائے حضرت عمر نے عرض کی یا رسول اللہ صلعم کیا آپ اس شرط پر راضی ہو گئے آپنے تبسم فرمایا اور کہا جو شخص اونکا ہماری طرف آجائیگا اور ہم اوسکو پھر اونھین واپس دینگے تو خدائے سبحانہ تعالی اوس کیلیے کشایش و مخلصی کے سامان و اسباب عطا فرمائیگا اور جو شخص کہ ہم سے جدا ہوکر اونکے پاس جائیگا ہمکو اوس سے کوئی کام نہین ہے اسلیے کہ وہ کفار ہی کی صحبت کے قابل ہے۔

اسلام کی عدالت اور کفار کی شقاوت کی بینظیر مثال

ابھی یہہ گفتگو ہو رہی تھی کہ باتفاق جمہور محدثین و مورخین ابو جندل کا۔ (جو اسی سہیل بن عمر موجودہ سفیر قریش کا بیٹا تھا) دردناک واقعہ پیش آیا ہم اسکے پورے واقعہ کو شبلی صاحب کے الفاظ مین بیان کرتے ہین۔

یہہ شرطین بظاہر مسلمانون کے سخت خلاف تھین۔ اتفاق یہہ کہ عین اوسیوقت جسوقت معاہدہ لکھا جا رہا تھا سہیل کے صاحبزادے ابو جندل جو اسلام لاچکے تھے اور مکہ مین کافرون نے اونھین قید کر رکھا تھا اور طرح طرح کی اذیتین دیتے تھے کسی طرح بھاگ کر پاؤن مین بیڑیان پہنے ہوے آئے اور آپکے پاؤن پر گر پڑے سہیل نے کہا محمد صلعم صلح کی تعمیل کا یہہ پہلا موقع ہے اس (ابو جندل) کو شرائط صلح کے موافق مجھکو واپس دیدو۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ابھی معاہدہ قلمبند نہین ہو چکا سہیل نے کہا تو صلح ہمکو منظور نہین۔ آنحضرت صلعم نے کہا تو اچھا انکو یہین رہنے دو۔ سہیل نے نامنظور کیا۔ آپنے چند دفعہ اصرار فرمایا۔ لیکن سہیل کسی طرح راضی نہوا مجبورًا آنحضرت صلعم کو تسلیم کرنا پڑا۔ ابو جندل کو کافرون نے اسقدر مارا تھا کہ اوسکے جسم پر نشان تھے مجمع کے سامنے تمام زخم دکھائے اور کہا۔ برادران اسلام۔ کیا پھر مجھکو اسی حالت مین دیکھنا چاہتے ہو مین اسلام لاچکا ہون۔ کیا پھر مجھکو کافرون کے ہاتھ مین دیتے ہو۔ تمام مسلمان تڑپ اوٹھے۔ حضرت عمر ضبط نکر سکے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین آئے اور کہا یا رسول اللہ آپ پیغمبر برحق نہین ہین۔ آپنے فرمایا۔ ہان ہون۔ حضرت عمر نے کہا کیا ہم حق پر نہین ہین۔ آپنے ارشاد فرمایا۔ ہان حق پر ہو۔ حضرت عمر نے کہا تو پھر دین مین یہہ ذلت کیون گوارا کرین۔ آپنے فرمایا مین خدا کا پیغمبر ہون اور خدا کے حکم کی نافرمانی نہین کرسکتا۔ خدا میری مدد کریگا۔ حضرت عمر نے کہا کیا آپنے یہہ نہین فرمایا تھا کہ ہم لوگ

کعبہ کا طواف کرین گے۔ آپ نے فرمایا لیکن یہہ تو نہین کہا تھا کہ اسی سال کرین گے۔ حضرت عمر اوٹھکر حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور وہی گفتگو ہوئی۔ حضرت ابوبکر نے کہا وہ پیغمبر خدا ہین۔ جو کرتے ہین وہ خدا کے حکم سے کرتے ہین۔ حضرت عمر کو اپنے ان گستاخانہ معروضات کا جو بے اختیاری مین اون سے سرزد ہوئین۔ تمام عمر سخت رنج رہا اور اوسکے کفارہ کے لیے اونھون نے نمازین پڑہین روزے رکھے۔ خیرات کی۔ غلام آزاد کیے۔ بخاری مین اگرچہ ان اعمال کا ذکر اجمالاً ہے لیکن ابن اسحٰق نے تفصیل سے یہہ تمام باتین گنائی ہین۔ اس حالت کا گوارا کرنا صحابی کی اطاعت شعاری کا سخت خطرناک امتحان تھا۔ ایک طرف (ظاہر مین) اسلام کی توہین ہے۔ ابوجندل بیڑیان پہنے ہم اسوجانثاران اسلام سے استغاثہ کرتے ہین۔ سب کے دل جوش سے لبریز ہین اور اگر ذرا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایما ہو جائے تو تلوار فیصلہ قاطع کے لیے موجود ہے۔ دوسری طرف معاہدہ پر تحفظ ہو چکے ہین اور ایفاے عہد کی ذمہ داری ہے۔ سیرۃ النبی ج ۱ ص ۳۳۶۔

شبلی صاحب نے ابوجندل کے معاملہ مین جان نثاران اسلام کی پرجوشی مگر تدبیر و تجویز رسالت کی وجہ سے ضبط و خاموشی جو کچھ لکھی ہے وہ صحیح اور فی الواقع ہے لیکن بخلاف تمام مسلمانون کے حضرت عمر اسوقت بھی ضبط نکر سکے اور ابل پڑے جس طرح شرائط صلحنامہ کی تجویز کے وقت جامہ سے باہر ہو گئے تھے۔ ہم خود متعجب تھے کہ شبلی صاحب نے حدیث و تاریخ کے تمام ماخذون کے خلاف حضرت عمر کے اختلاف راے کے واقعہ کو شرائط صلح کے تجویز کیے جانیکے موقع پر کیون نہ لکھا۔ اب اوس کا سبب معلوم ہوا۔ آپنے گویا وہان کا جوڑ یہان لگایا ہے اور دو پیوندون کا ایک پیوند بنایا ہے اسلیے کہ اختلاف کا واقعہ جہان تک ہوسکے تکرار سے بچے اور کمی وقوع کی طرف جھکے۔ مگر افسوس شبلی صاحب تاریخ و حدیث کے ماخذون کو کیسے ڈہونڈ ہالین گے۔ جو ہر ہر واقعہ کو اپنے وقت و مقام وقوع پر لکھکر بتلاتے ہین۔ دیکھیے آپ حضرت عمر کی مخالفانہ تقریر و گفتگو کو ابوجندل کے استغاثہ کے بعد کھینچ لاتے ہین۔ حالانکہ اس موقع پر حضرت عمر نے کوئی تقریر ہی نہین فرمائی بلکہ ایک دوسری ترکیب سے نظم صلح کو درہم و برہم کر دینا چاہا۔ محدث شیرازی روضۃ الاحباب مین لکھتے ہین۔

عمر خطاب رضی اللہ عنہ از جاے خویش برجست و با ابوجندل
می رفت و میگفت صبر کن وایشان مشرکانند و خون ایشان
خون سگ است و قبضۂ شمشیر خود را پیش او فرامی داشت
و او را بسبیل تعریض و کنایت تحریض میکرد بر آنکہ پدر را بکشد
و آن صلح را درہم بورزد چنانکہ از عمر رضی اللہ عنہ منقول است
کہ گفت امیدوار بودم و توقع آن می داشتم کہ ابوجندل
شمشیر از من بگیرد و گردن پدر بزند و لکن وے بکشتن پدر خویش

عمر خطاب رضی اللہ عنہ (استغاثہ ابوجندل کے وقت) اپنے مقام سے
جست کرکے ابوجندل کے پاس گئے اور اوس کے ساتھ ٹہل کر
باتین کرنے لگے اور کہنے لگے صبر کرو۔ یہہ سب مشرک ہین اور
ان سب کا خون کتّے کے خون کے برابر ہے یہہ کہتے جاتے تھے اور
اپنی تلوار کا قبضہ ابوجندل کے سامنے بڑہاتے جاتے تھے۔
یہہ حرکات آپکی بغرض تعریض اور بارادہ تحریض اس امر کے تھی
کہ ابوجندل اپنے باپ کو قتل کردے اور یہہ صلح درہم و برہم

تجلیلی نمود۔ و در روایتی آنکہ ابوجندل گفت ای عمر تو چرا این کار نمی کنی و چرا نمی کشی سہیل را۔ عمر جواب داد کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرا از قتل نہی کردہ است ابوجندل گفت یا عمر تو احق نیستی بطاعت پیغمبر صلعم از من ص ۳۵۸۔

ہوجائے۔ چنانچہ عمرؓ سے منقول ہے کہ مجھے امید تھی اور اس امر کی توقع تھی کہ ابوجندل مجھسے میری تلوار لے لے اور اپنے باپ کو مار ڈالے لیکن اوس نے اپنے باپ کے مارنے مین بخل کیا اور ایک روایت مین یون ہے کہ ابوجندل نے حضرت عمر سے (جوابًا) کہا کہ آپ خود کیون سہیل کو قتل نہین کرڈالتے حضرت عمر بولے کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسکے قتل سے منع فرمایا ہے۔

ابوجندل نے جوابدیا۔ آپ اس امر مین مجھسے زیادہ اطاعت رسولؐ کے مستحق نہین ہین۔

قریب قریب یہی واقعہ ابن ہشام جلد دوم ص ۱۸۰ مطبوعہ مصر مین بھی درج ہے۔

آغاز ہی سے معاملات حدیبیہ مین حضرت عمر کی مخالفت اتنی بڑھ گئی تھی کہ کسی طرح سے کم نہین ہوتی تھی حالانکہ حضرت ابوبکر اور خاص جناب سوخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریب قریب اپنے تمام ظنیات و قیاسات کو استفسار کر چکے تھے لیکن تاہم ابھی تک برہم مزاجی وہی تھی۔ سبب یہ تھا کہ حکم رسالت کی موجودہ مصالح۔ جو مآل و عاقبت کار کے فواید و منافع پر کُلیتاً مبنی تھے۔ وہ ابھی تک آپکی سمجھ مین نہین آئے تھے اسلیے کہ پیش نظر نہین تھے۔ اور جو کچھ پیش نظر تھا وہ بظاہر بالکل مخالف مدعا تھا اسی بنا پر۔ ظاہری ناموزونیت اور غیر مناسبت دخل قیاس پر جراءت دلاتی تھی۔ اعتراض کراتی تھی اور اختلاف کی راہین بتلاتی تھی اور حضرت عمر بھی اپنی غایت خوش فہمی سے اپنی مقدار عقل و ربساط فہم کو اسرار قدرت کا ہمراز سمجھتے تھے حالانکہ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (جن چیزون کو تم نہین جان سکتے خدا اونکو پورے طور سے جانتا ہے) کی نص صریح پیش نظر تھی۔

جناب سوخدا اور ابوجندل کو صبر و تحمل کی ہدایت

حضرت عمر کی مخالفت والے جملہ معترضہ کو تمام کر کے پھر ہم اپنے سلسلہ بیان پر آجاتے ہین اتنا معلوم ہو چکا ہے کہ ابوجندل کے معاملہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو ترمیمین پیش کین ان مین سے ایک کو بھی سہیل نے منظور نہین کیا۔ باپکا بیٹے کی طرف سے ایسا دل پتھر کر لینا صرف مخالفت اسلام کی وجہ سے تھا۔ اسی سے سمجھ لینا چاہیے کہ کفار قریش کے دل مین کس عصبیت اور شقاوت کیساتھ اسلام کی مخالفت جاگزین تھی۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بالآخر مجبور ہو کر نگاہ حسرت آلود سے ابوجندل کی طرف دیکھا اور راضی برضائے الٰہی رہنے کیلیے اوسکو ذیل کے الفاظ مین تعلیم و ہدایت فرمائی۔

یا ابا جندل اصبر واحتسب فان اللہ جاعل لک ولمن معک من المستضعفین فرجا ومخرجا انا قد عقدنا صلحا وانا لا نغدر بہم (ابن ہشام ص ۱۸۰)

اے ابا جندل ضبط و صبر سے کام لو خدا تمھارے لیے اور نیز اون مظلومین کیلیے جو تمھارے ہمراہ ہین سہولیت اور مخلصی کی راہ ضرور نکالے گا ہم چونکہ اُن لوگون سے صلح کر چکے اسلیے خلاف ورزی نہین کر سکتے۔

صلحنامہ پر جانبین سے دستخط ہو گئے اور سہیل صلحنامہ لیکر مکہ کی طرف واپس گیا۔

حضرت عمر کی مخالفت رائے کا اثر
حکم رسول صلعم سے صحابہ کی سرتابی

ان تمام امور سے فراغت ہو چکی تو جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام اہل اسلام کو مخاطب کرکے حکم عام دیا۔

قوموا فانحروا ثم احلقوا قال (الراوی) فواللہ ما قام منھم رجل حتی قال ذلک ثلاث مرات فلما لم یقم منھم احد دخل علی ام سلمۃ فذکر لھا ما لقی من الناس فقالت لہ ام سلمۃ یا نبی اللہ ام اتحب ذلک اخرج لا تکلم احدا منھم کلمۃ حتی تنحر بدنک وتدعو حالقک فیحلقک فقام فخرج فلم تکلم احد منھم کلمۃ حتی فعل ذلک نحر بدنتہ ودعا حالقہ فحلقہ فلما راء وذلک قاموا فنحروا وجعل بعضھم یحلق حتی کاد بعضھم یقتل بعضا غما

(بخاری ص ۱۵۰)

سب کھڑے ہو جاؤ۔ اپنی اپنی قربانیاں کرو۔ پھر سر منڈواؤ۔ راوی حدیث کا بیان ہے کہ مسلمانوں سے ایک شخص بھی باہر نہ نکلا۔ یہانتک کہ آپ نے اس حکم کو تین مرتبہ دُہرایا لیکن تاہم کوئی شخص تعمیل حکم کیلیے باہر نہ نکلا۔ یہہ دیکھکر آپ حضرت ام سلمہ کے خیمہ میں تشریف لے گئے۔ اور صحابہ سے جو کچھ پیش آیا تھا دُہرا دیا حضرت ام سلمہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ اگر آپ یہہ امور بجالایا جانا چاہتے ہیں تو باہر تشریف لیجائیں ان لوگوں سے ایک لفظ بھی سکے متعلق نہ کہیں۔ یہانتک کہ آپ خود اپنی قربانی کے اونٹ کو نحر نہ کرلیں سر نہ منڈالیں۔ یہہ سنکر جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوراً باہر تشریف لائے اور اپنے شتران قربانی کو ذبح فرمایا۔ حجام کو بلا کر اصلاح فرمائی۔ جب مسلمانوں نے آپکو قربانی کرتے دیکھ لیا تو اپنی قربانیاں بھی کیں اور بعض نے سر بھی منڈوائے۔

صحابہ کی یہہ سرتابی آنحضرت صلعم کو بہت بُری معلوم ہوئی۔ اور آپ بہت رنجیدہ اور کبیدہ خاطر ہوے۔ ملا معین لاہوری معارج النبوۃ میں لکھتے ہیں۔

حضرت عمر سے عتاب آمیز خطاب

بعد ازان روبعمر آورد و گفت شما را فراموش شد کہ در روز احد راہ گریز پیش گرفتہ بودید و من شما را میخواندم و ہیچ یک را از شما بمن مجال التفات نبود و فراموش کردید روز احزاب را کہ دشمنان از اعلیٰ و اسفل متوجہ بودند و آنچہ وعدۂ حق تعالیٰ بود بایجاز پیوستہ و بعد ازان یک یک از اقسام الطاف الٰہی را بایجاز وعد بود۔ بیاد یاران آورد و ہمہ را در مقام انصاف گفتند ہرچہ خدا و رسول او فرماید براست است ص ۱۹۶۔

دوران گفتگو میں پھر آنحضرت صلعم نے حضرت عمر سے مخاطب ہو کر ارشاد کیا کہ کیا تم لوگ وہ دن بھول گئے کہ جنگ احد میں تم سب بھاگے جاتے تھے اور میں تمکو اپنے پاس بُلاتا تھا اور تم میں سے کوئی میرے پاس نہیں آتا تھا اسیطرح تم جنگ خندق کے دن کو بھی بھول گئے کہ دشمن تمپر بالائی اور زیرین حصہ سے تم پر ٹوٹ پڑے تھے اور خدا تعالیٰ نے اوسدن بھی اپنے اون وعدوں کو جو تم سے کیا تھا پورا کردیا اسیطرح آپنے ایک ایک کرکے اون تمام نعمات کو یاد دلایا جنہیں خدا وند عالم نے مسلمانوں کیساتھ عطا یا ہے الطاف اور ایفائے عہد فرمائے تھے تمام صحابہ نے حقیقت حال سنکر بطریق انصاف جواب دیا کہ جو کچھ خدا و رسول صلعم نے ارشاد کیا وہ سب صحیح و درست ہے۔

جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضی اور رنجیدگی کی یہی حالت روانگی کے وقت تک قائم رہی

طبری مین ہے۔

عن ابن عباس قال حلق رجال یوم الحدیبیہ وقصّر آخرون فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یرحم اللہ المحلقین قالوا والمقصرین یا رسول اللہ قال یرحم اللہ المحلقین قالوا والمقصرین یارسول اللہ قال یرحم اللہ المحلقین قالوا والمقصرین یارسول اللہ قال والمقصرین قالوا یارسول اللہ فلم ظاهرت الترحم للمحلقین دون المقصرین قال لانهم لم یشکوا ص ۱۵۵۰	ابن عباس سے منقول ہے کہ حدیبیہ مین پہلے لوگون نے سر منڈوایا پیچھے لوگون نے بال کتروائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا پروردگار تو سر منڈوانے والون پر رحم فرما لوگون نے پوچھا اور بال کتروانیوالون پر آپنے فرمایا سر منڈوانیوالون پر خدا رحم فرما۔ لوگون نے پوچھا اور بال کتروانے والون پر آپنے فرمایا سر منڈوانیوالون پر خدا رحم فرما لوگون نے پوچھا اور بال کتروانیوالون پر۔ آپنے فرمایا بال کتروانیوالون پر بھی پھر لوگون نے پوچھا یارسول اللہ آپنے سر منڈوانیوالون کو بال کتروانے والون پر ترجیح دی۔ فرمایا اسلیے کہ اونھون نے شک نہین کیا۔

اس کے بعد آپ نے حدیبیہ سے جمعیت مسلمین کے ہمراہ مدینہ کی طرف مراجعت فرمائی۔

نزول آیہ انا فتحنا لک فتحاً مبیناً شبلی صاحب رقمطراز ہین۔

صلح کے بعد تین دن تک آپنے حدیبیہ مین قیام فرمایا۔ پھر روانہ ہوئے تو راہ مین یہہ سورت اوتری اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ہم نے تجھکو کھلی ہوئی فتح عنایت کی۔ تمام مسلمان جس چیز کو شکست سمجھے ہوئے تھے خدا نے اوسکو فتح کہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر کو بلا کر فرمایا کہ یہہ آیت نازل ہوئی ہے[1] تعجب سے پوچھا کہ یہہ کیا فتح ہے ارشاد ہوا کہ ہان صحیح مسلم مین ہے کہ حضرت عمر کو تسکین ہوگئی۔ اور مطمئن ہوگئے نتائج مابعد نے اس راز سربستہ کی عقدہ کشائی کی ۳۳۶۔

شبلی صاحب نے اپنے خاص طریقہ اختصار کی شان مین مناسبت موضع کے اعتبار سے اس واقعہ کو زیب قلم فرمایا ہے لیکن اکثر محدثین نے اسکی حقیقت کو پوری تفصیل سے نقل کیا ہے۔ اونمین سے ہم محدث شیرازی کی عبارت ذیل مین پیش کرتے ہین۔

بصحت پیوستہ کہ چون پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از حدیبیہ مراجعت نمود شبے از شبہا در راہ منزل ضجنان عمر خطاب رضی اللہ عنہ با حضرت رسالت پناہ	روایت صحیحہ مین ہے کہ جب پیغمبر خدا صلعم حدیبیہ سے واپس ہوئے تو واپسی مین منزل ضجنان مین شب کے وقت حضرت عمر آپکے ہمراہ ہولیے تین بار متواتر اونھون نے کسی شے کی نسبت جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استفسار کیا

---

[1] دوران بیان مین ہم برابر متواتر اسانید سے دکھلاتے آئے ہین کہ تعلیم و تنبیہ اور تبلیغ و تاکید کے تمام موقعون پر حضرت عمر سے خطاب فرمایا گیا ہے چنانچہ شبلی صاحب نے تو آخر خطاب کا خود لکھکر اعتراف عمر کا لیا اور تا نزول آیہ انا فتحنا حضرت عمر کو اپنے شکوک پر مصر رہنے کا اقرار کر لیا۔

علیہ افضل الصلواۃ و السلام ہمراہ شد و از وے
سہ نوبت چیزے پرسید و ہیچ جواب نشنید۔
مرویست از عمرؓ کہ گفت با خود خطاب کردم کہ
ثکلتک الامک۔ مبالغہ نمودی سہ بار و رسول اللہؐ
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جواب تو نداد پس شتر خود را
تیز راندم و پیش پیش لشکری رفتم و ترسان بودم کہ
مبادا در شان من قرآن نازل شود بعد از لحظہ شنیدم
کہ شخصے فریاد میکرد و مرا میخواند کہ ترا رسول خدا
میطلبد۔ آن ترس بر من زیادہ شد پس بنزد آنحضرت
رفتم و سلام کردم جواب من داد و گفت با من سخن
کردی و جوابت ندادم زیرا کہ بسمع وحی مشغول بودم
انیست بر من سورۂ نازل شدہ کہ دوستر میدارم
از آنچہ آفتاب بر آن طالع میشود۔ بعد ازان
سورۂ کریمہ انا فتحنا لک فتحاً مبیناً بخواند و یاران را
تہنیت گفت و اصحاب نیز او را مبارک باد گفتند
و نزد مفسران مراد از فتح مبین صلح حدیبیہ است صـ۲۹۱

لیکن تینون بار کوئی جواب نپایا حضرت عمر خود بیان کرتے ہین کہ مجھکو
جواب نملنے سے اسقدر صدمہ ہوا کہ مین نے اپنے نفس کو۔ یون مخاطب کرکے
کہ تیری مان تیرے سوگ مین بیٹھے۔ کہا کہ مین نے بمبالغہ تمام رسول اللہ
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حضور مین عرض مدعا کیا اور کوئی جواب نپایا۔
یہہ کہکر حضرت عمر بیان کرتے ہین کہ مین نے اپنے اونٹ کو تازیانہ مارکر تیز کیا
اور تمام لشکر کے آگے کرلیا۔ اور سب کے آگے آگے چلا۔ اور اپنے دل مین برابر یہی خوف
کرتا جاتا تھا کہ مبادا کوئی حکم قرآن میرے خلاف مین نازل ہوگا اس اثنا مین کسی
شخص نے پیچھے سے مجھے یہہ کہکر پکارا کہ عمر تمھین جناب رسولخدا صلعم بلاتے ہین
یہہ آواز سنکر مین فوراً لوٹا۔ اور میرا خوف زیادہ ہوگیا آنحضرت صلعم کی خدمت
مین پہونچا سلام عرض کیا۔ آپنے جواب سلام دیکر مجھسے ارشاد فرمایا کہ اے
عمر تم نے تین بار ایک بات مجھسے پوچھی۔ لیکن مین نے تمھین کوئی جواب نہ دیا اسلیے
کہ مین وحی آلہی کی سماعت مین ہمہ تن مصروف تھا آج رات کو ایک ایسی سورہ نازل
ہوئی ہے جو مجھے دنیا کی اون تمام چیزون سے جن پر آفتاب روشن ہوتا ہے۔
عزیز تر ہے اس کے بعد آپنے آیہ کریمہ انا فتحنا لک فتحاً مبیناً تلاوت فرمایا اور
تمام صحابہ کو بلاکر تہنیت دی اور صحابہ نے بھی آپکی خدمت مین مبارکباد عرض کی۔ اور
مفسرین کے نزدیک فتح مبین سے صلح حدیبیہ مراد ہے۔

ہم نے ان تمام واقعات کو اس تفصیل سے اسلیے لکھدیا ہے کہ انھین واقعات و حالات سے تدبیر ربانی اور تجویز و قیاس انسانی کے امتیاز معلوم ہوتے ہین جمعیت اسلام مین۔ جیساکہ واقعات بتلا رہے ہین۔ سب سے پہلے حضرت عمر ہی نے صرف معاملات کی صورت ظاہری پر اعتبار کرکے اپنی سوء قیاسی اور حقیقت ناشناسی سے مدعاے مشیت اور منشاء رسالت کے خلاف تصور فرمایا۔ خود جناب رسالتمآب صلعم اور حضرت ابوبکر سے استفسار بھی فرما چکے۔ اور جواب بھی پا چکے۔ لیکن تاہم آپکے شکوک و شبہات کا ازالہ نہین ہوا۔ ان کے ایک شبہ نے جیساکہ ہم واقعات مرقومہ بالا سے اوپر ثابت کرائے ہین قریب قریب تمام لشکر اسلام کی عقیدت کو متزلزل کردیا۔ اور اس شدت کے ساتھ کہ صدور حکم قربانی وغیرہ کے وقت تقریباً سب لوگ سرتابی اور عدول حکمی پر آمادہ ہوگئے۔ اور بالآخر جناب ام سلمہؓ کی صلاح سے حضرت رسولخداؐ کو۔ کمال غیظ و غضب مین تنہا اپنے قربانی کے اونٹون کو نحر فرمانے۔ اپنے سر مبارک کی اصلاح بنوانے کی مثال قائم فرمانی ہوئی۔ خدا خدا کرکے جب جاکر

مسلمانون کو اتنی توفیق ہوئی کہ اونھون نے رسول اللہ صلعم کو قربانی کرتا ہوا دیکھکر اپنی اپنی قربانیان تو کردین مگر سر منڈوانیکے وقت کتنون نے سر منڈا لیے اور کتنون نے صرف بال کتروا لیے۔ یہہ تخفیف حکم بھی طبع رسالت کے ناگوار ہوئی۔ اور باربار کے اصرار پر بھی آپنے دعائے رحمت مین مقصرین کو شامل نفرمایا۔ اور تیسری بار کی الحاح وزاری کے بعد اوالمقصرین کو دعاے مبارک مین شامل فرمایا بھی تو یہہ یاد دلا کر اور بتلا کر کہ محلقین (سر منڈوانے والے) الزام شک سے بری ہین اور مقصرین (بال کتروانے والے) شک و شبہہ کے ارتکاب جرم مین داخل ہین۔ اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام اہل اسلام کو عموماً اور حضرت عمر کو خصوصاً مخاطب کر کے۔ خدائے سبحانہٗ تعالیٰ کے وہ تمام احسانات و تفضلات یاد دلائے جو اون پر سخت سے سخت آفت و مصیبت کے مختلف اور متواتر موقعون پر خاصکر مبذول فرمائے گئے تھے۔ اور پھر اون احسانات و تفضلات کے مقابلہ مین اُنکی احسان فراموشی اور ناسپاسگذاری کے موجودہ طریقہ و انداز کو دکھلا کر اونکو سخت عبرت و غیرت دلائی گئی جس پر تمام اہل اسلام کے مجمع نے آپکی خدمت بابرکت مین اپنے قصور کا اعتراف کر کے اپنی طرف سے ندامت و معذرت کا اقرار کیا۔ جیسا کہ معارج النبوۃ کی مندرجہ بالا عبارت سے ظاہر ہوا۔ ان واقعات سے علوم رسالت کے یقینیات اور عقول صحابیت کے قیاسات و ظنیات کا پورا اندازہ ہو سکتا ہے جبکی ابتدا حضرت عمر کے ایسے تیز طبع اور سریع الفہم صحابہ سے ہوتی ہے۔

عورتین شرایط معاہدہ سے مستثنیٰ فرمائی گئین۔

شرایط صلحنامہ مین بیان ہو چکا ہے کہ جو شخص قریش مین سے مسلمانون کے پاس چلا جائے وہ واپس دیدیا جاے بخلاف اسکے جو شخص قریش کے پاس مسلمانون کا چلا جائے وہ واپس ندیا جائے۔ عورتین اس شرط سے بالکل مستثنیٰ تھین۔ اس صنف نازک کی نسبت جو حکم منصوص مخصوص طور پر نازل ہوا وہ یہہ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ وَآتُوهُمْ مَا أَنْفَقُوا وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ

مسلمانو اجب تمھارے پاس عورتین ہجرت کر کے آئین تو تم اُن کو جانچ لو۔ خدا اون کے ایمان کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اب اگر تمکو معلوم ہو کہ وہ حقیقتاً مسلمان ہین تو اونکو کافرون کے ہان واپس ندو۔ نہ وہ عورتین کافرون کے قابل ہین اور نہ کافر اِن عورتون کے قابل ہین۔ اور ان عورتون پر اون لوگون نے جو خرچ کیا ہے وہ تم اونکو دیدو۔ اور تم اون سے خود شادی کر سکتے ہو۔ بشرطیکہ اون کے مہر ادا کر دو اور کافرہ عورتون کو اپنے عقد نکاح مین کبھی نرکھو۔

سیرۃ النبی جلد اول صـــ

چنانچہ صلح حدیبیہ کے بعد۔ ام کلثوم بنت عقبہ ابن معیط کا واقعہ پیش آیا۔ یہہ قبل سے اسلام لا چکی تھین صلح کے بعد

مکہ سے مدینہ چلی آئین۔ اُن کے دو نو بھائی عمارہ اور ولید۔ اُن کی واپسی کی غرض سے مدینہ پہونچے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے شرط صلحنامہ کے مطابق واپس ندیا۔ اسی طرح جن صحابہ کی عورتین ابھی تک مکہ مین مقیم تھین اور وہ اسلام سے محروم تھین صحابہ نے اونھین طلاق دیکر ان سے دائمی مفارقت اختیار کرلی۔

صلح حدیبیہ کے مفیدانہ اور فاتحانہ نتائج

صلح حدیبیہ کے مفیدانہ اور فاتحانہ نتائج کے متعلق ابھی صلحنامہ کی تحریر کے کئی دن ہوے تھے تحریر صلحنامہ تعیین شرائط کے وقت۔ کفار قریش کی مخالفانہ شدت۔ مخاصمانہ عصبیت۔ اسلام سے قطعی نفرت۔ تحکمانہ اظہار زور و قوت نے کیسے خوفناک و دہشت انگیز منظر پیش کئے تھے۔ اور اونکی اوس وقت کے انداز سے کوئی ظاہر بین یہہ راے قائم نہین کرسکتا تھا کہ یہہ سرکش اور مغرور قوم اسلام کے آگے کبھی اپنا سر بیچا کرے گی۔ یا ایسے اور اتنے سخت شرایط صلح لکھوا لینے کے بعد بھی کسی وقت و موقع پر مشرکین مکہ اور متمردین قریش کو اہل اسلام کے پاس ملتجی بنکر جانیکی ضرورت اور مجبوری ہوگی۔ ان حق فراموشون نے تو اپنے انسانی غور و خوض۔ فکر و تامل اور تفہم و تعقل کی امکانی قوت کے مطابق ایسی شرطین لکھوائی تھین کہ ان تمام معاملات مین اونکو مسلمانون پر قابو اور دسترس حاصل رہے اور اون کے مقابلہ مین اہل اسلام مغلوب ضعیف اور اُن کے زیر اثر و دست نگر بنے رہین۔

لیکن بالآخر تھین تو یہہ تمام انسانی تدبیرین۔ جو زیادہ سے زیادہ انسانی تخیلات و تصورات کے دائرہ تک محدود تھین۔ پھر اُنکے استقرار و استمرار کا اعتبار کیا۔ ان کوتہ بینون کو تقدیر ربانی اور اسرار روحانی کی کیا خبر تھی کہ خدا کا نظام جبروت اس مین کیا انقلابات پیدا کرے گا۔ صلحنامہ کے چند ہی روز دن کے بعد مغروران قریش کی سرکوبی۔ تنبیہہ۔ خجالت اور پشیمانی کے جو اسباب بارگاہ مسبب الاسباب سے فراہم ہوے اونکی تفصیل ذیل مین قلمبند ہے۔

ابو جندل کی مصیبتناک داستان اوپر بیان ہوچکی ہے۔ محدث شیرازی اوس مین اتنا اور اضافہ فرماتے ہین کہ جب جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے معاہدہ صلح سے مجبور ہوکر اور بہ ہدایت ضبط و صبر فرماکر اوسکو بید رد باپ کے حوالے کردیا تو وہ شقیق القلب اسکو لیکر اوٹھا۔ سامنے والے ببول کی ایک شاخ توڑلی اور اوسی خاردار شاخ سے بیٹے کو مارتا ہوا مکہ لے گیا۔ روضۃ الاحباب ص ۳۵۸۔

ابو جندل کی تبلیغ دین اور مخلصی

مدبر قدرت نے اس مظلوم اور مجبور مسلمان قیدی (ابو جندل) سے تبلیغ و تعلیم اسلام کا جس آسانی سے کام لیا اور جس سہولیت سے اُسکی (ابو جندل) کی نجات و مخلصی کا سامان فراہم فرمایا۔ وہ اُسکی تدبیر قدرت کی خاص مثال ثابت ہوتا ہے۔ صاحب رحمۃ العالمین لکھتے ہین۔

ابو جندل نے قید خانہ مکہ مین پہونچکر دین حق کی تبلیغ شروع کردی۔ جو کوئی اوسکی نگرانی پر مامور ہوتا وہ

اوسے توحید کی خوبیان سُناتا۔ اللہ کی عظمت وجلال بیان کرکے ایمان کی ہدایت کرتا۔ خدا کی قدرت کہ ابوجندل اپنے سچے ارادے اور عزم مین کامیاب ہوجاتا تھا اور وہ شخص (نگران محبس) مسلمان ہوجاتا تھا۔ قریش اس دوسرے ایمان لانے والے کو بھی قید کردیتے اب یہہ دونون ملکر تبلیغ کا کام اوسی قیدخانہ مین کرتے۔ الغرض اسی طرح پر ایک ابوجندل کے قید ہوکر مکّہ پہونچ جانے کا نتیجہ یہہ ہوا کہ ایک سال کے اندر تین سو اشخاص ایمان لاے۔ رحمتہ العلمین ص۔ ۲۴۰۔

عتبہ ابن اسید کا واقعہ ابوجندل کے ایسے اکثر بے یار و مددگار مسلمان مکّہ مین گرفتار تھے۔ اور شب و روز ظالمان قریش کے ہاتھون ناقابل برداشت مصائب اوٹھا رہے تھے۔ آخر صبر وتحمّل کی تاب وطاقت کہان تک۔ وقت اور موقع پاکر اُن مین اکثر ادہر اودہر نکلجاتے تھے۔ اُن مین عتبہ ابن اسید۔ جن کی کنیت ابوبصیر تھی۔ مکّہ سے بھاگ کر مدینہ مین چلے آئے۔ قریش کو خبر ہوئی۔ دو آدمی اُن کے پکڑنے کو آئے۔ ابوبصیر بلائے گئے اور بارگاہ رسالت سے فوراً واپس جانے کا حکم ہوا۔ (اللہ ہذا رسولؐ صادقؐ امینؐ) عتبہ نے عرض کی حضور ہمین پھر کافرون مین بھیجے دیتے ہین کہ وہ ہمین کافر بنالین۔ ارشاد ہُوا۔ خدائے مسبب الاسباب تمھاری نجات و مخلصی کی راستہ نکال دیگا۔ ابوبصیر مجبور ہوکر اپنے دونو کافر رفیقون کے ساتھ مدینہ سے مکّہ واپس ہوئے۔ منزل ذوالحلیفہ مین پہونچکر اپنے دونو محافظون سے ایک کو موقع پاکر مار ڈالا۔ دوسرا شخص جو بچ رہا تھا۔ اوس نے مدینہ مین جاکر جناب رسالتمآب صلعم کی خدمت مین روئداد عرض کردی۔ اوسکے پیچھے ابوبصیر بھی خدمت مبارک مین حاضر ہوے اور عرض کی کہ حضوؐر نے اپنے عہد کو پورا کردیا۔ آپ بری الذمّہ ہین۔ اب جو الزام ہے وہ مجھپر۔ مین مدینہ مین بھی نہین رہنے کا۔ یہہ کہا اور اوسی وقت مدینہ سے چلے گئے۔ اور مقام عیص مین۔ جو سمندر کے ساحل پر ذو مرّہ کے قریب ہے۔ سکونت اختیار کی۔

اب سُنئے۔ جب عیص مین ابوبصیر کی سکونت کی خبر معلوم ہوئی تو باقیماندہ مقیدین اسلام جو مکّہ مین پڑے کفار قریش کی مصیبتین جھیل رہے تھے۔ ایک ایک کرکے موقع اور وقت سے بھاگ کر انکے پاس پناہ گزین ہونے لگے۔ یہان تک کہ اون کے پاس تھوڑے ہی دنون مین ایک معتد بہ جماعت ہوگئی۔ اور پھر تو رفتہ رفتہ اونہین اتنی قوّت آگئی کہ مکّہ سے آنے والے قافلہا سے تجارت کو سرراہ روک لینے لگے۔ اور اس رد و کد مین اسباب قافلہ بھی اونکو جو کچھ دستیاب ہوجاتا تھا وہی اونکے آذوقہ اور مدد معاش کے لیے کافی ہوتا تھا۔ قریش ساحل کے مقامات وحالات سے واقف بھی نہین تھے جو اُن کے معاملات کی کوئی انسداد و اصلاح کی فکر کرتے۔

بالآخر قریش نے عاجز اور تنگ ہوکر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین اپنے آدمی بھیجے

اور بڑی منت و عاجزی سے گزارش کی کہ صلحنامہ کے شرائط سے یہہ شرط خارج کردیجاے اور اب جو مسلمان چاہے مکّہ سے بلاخوف و ہراس اور بغیر عذر و کلام مدینہ مین جاکر مقیم ہو۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا عذر تھا۔ فوراً منظور ہوگیا۔

مسلم مقیدین قریش اور محصورین مکّہ کی رہائی ابوبصیر کی آخری سرگزشت

اوسی وقت تمام مسلم مقیدین کو مدینہ مین واپسی کا حکم عام لکھ کر بھیجدیا گیا۔ ابوبصیر کو بھی اطلاع دیدی گئی۔ محدث شیرازی لکھتے ہین کہ جسوقت یہہ نامہ مبارک عیص مین پہونچا۔ غریب ابوبصیر پر عالم نزع طاری تھا۔ ابوجندل جو مکّہ سے آکر اوکے پاس مقیم تھے سرہانے تیمارداری کررہے تھے۔ ابوبصیر کے کان مین چلّاکر نامۂ مقدس کی آمد کی بشارت دی ابوبصیر نے یہہ مژدہ جانفزا سنکر آنکھین کھولدین اور ابوجندل کے ہاتھ سے نامۂ مبارک لیکر اپنے سینہ پر رکھ لیا اور روح عالم قدس کی طرف پرواز کرگئی ابوجندل کا بیان ہے کہ ہم سب نے ملکر ابوبصیر کو دفن کردیا اور ایک مسجد وہان تعمیر کردی۔ پھر وہان سے ہملوگ مدینہ منورہ مین چلے آے۔ روضۃ الاحباب ص ۳۶۳۔

جب اتنے مشاہدات متواتر مسلمانون کی چشم ظاہر سے گزرچکے تب جاکر اونکو صلح حدیبیہ کے فواید مخفیہ کی حقیقت کا یقین ہوا۔ اور اوسوقت یہہ سمجھے کہ حقیقت مین وہ جس صلح کو اپنی شکست سمجھے تھے۔ وہ حقیقت مین اونکی وہی فتح مبین تھی جسکو خود خداے سبحانہ تعالی وحی بھیجکر بتلاچکا تھا۔ صدق اللہ ورسولہ۔

وعسیٰ ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم	جو چیزین تم کروہ سمجھتے ہو وہ تمھارے حق مین بہتر نکلتی ہین اور
واللہ اعلم ان کنتم لا تعلمون	خدا اون چیزون کو جنکو تم نہین جانتے تم سے بہتر جانتا ہے۔

فتح مبین کی تفسیر مین محدث شیرازی لکھتے ہین۔

مراد از صلح حدیبیہ است و آنچہ در بعضی از اخبار وارد شدہ کہ اصحاب از حضرت پرسیدند افتح ھو (حضرت عمر کا کلمہ مستفسرہ ہے) فرمود نعم۔ مویّد این سخن است و صلح حدیبیہ را فتح خواندہ۔ زیراکہ مقدّمۂ فتوح بسیار و بواسطہ این صلح جمعے از مومنان کہ در مکّہ بودند و ایمانؔ خود در امخفی می داشتند سرگزار شدند و مسلمانان با کفار بر سبیل مجاہرہ و مناظرہ	فتح مبین سے مراد صلح حدیبیہ ہے۔ بعض اخبار مین وارد ہوا ہے کہ صحابہ نے آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ کیا یہہ واقعی فتح ہے (حضرت عمر کا کلمہ مستفسرہ ہے) فرمایا۔ ہان۔ آپکا قول مبارک اسکا موید ہے۔ آپ نے صلح حدیبیہ کو اس لیے فتح کہا کہ یہہ صلح بہت سے فتوحات کی مقدمہ تھی اور اسکے ذریعہ سے بہتیرے مسلمان جو اسوقت مکّہ مین مقید تھے اور اپنے ایمان کو چھپاتے تھے بالکل آزاد ہوگیے اور مسلمان کُفار کے ساتھ مجاہرہ اور مناظرہ کرنے پر پورے طور سے آزاد ہوگیے۔ اور قرآن مجید

ؔ کیا اس سے حکم تقیہ پر عمل صحابہ ثابت نہین ہے۔ موٴلف عفی عنہ

می نمودند و قرآن برایشان می خواندند و بآن سبب بسیارے از کفار مسلمان شدند۔

اونکو سُنانے لگے۔ اور اس سبب سے بہت سے کفار مسلمان ہو گئے۔

آخر مین محدث شیرازی تحریر فرماتے ہین

در بعضے از تفاسیر و کتب اہل سیر ہست کہ در آن دو سال کہ صلح میان ایشان باقی بود چندان از کفار مسلمان گشتند کہ موازی بود بر آنکہ قبل از صلح باسلام آمدہ بودند۔

بعض کتب تفسیر و سیرت سے ظاہر ہوتا ہے کہ دو سال صلح کے زمانہ مین اس تعداد مین قریش (کفار) اتنے مسلمان ہوئے جتنے ایکسی صلح سے پہلے اسلام لا چکے تھے۔

شبلی صاحب بھی انھین مضامین کو ان الفاظ مین تحریر فرماتے ہین۔

اب تک مسلمان اور کفار باہم ملتے جُلتے نہ تھے۔ اب صلح کی وجہ سے آمد و رفت شروع ہوئی۔ خاندانی اور تجارتی تعلقات کی وجہ سے کفار مدینہ مین آتے۔ مہینون قیام کرتے اور مسلمانون سے ملتے جُلتے تھے۔ باتون باتون مین اسلامی مسائل کا تذکرہ آتا تھا۔ اسکے ساتھ ہر مسلمان۔ اخلاص۔ حسن عمل۔ نیکوکاری۔ پاکیزہ اخلاقی کی ایک زندہ تصویر تھا۔ جو مسلمان مکہ جاتے تھے اونکی صورتین یہی مناظر پیش کرتی تھین۔ اس سے خود بخود کفار کے دل اسلام کی طرف کھنچے آتے تھے۔ مورخین کا بیان ہے کہ اس معاہدۂ صلح سے لیکر فتح مکہ تک اسقدر لوگ کثرت سے اسلام لائے کہ کبھی نہ لائے تھے حضرت خالد (فاتح شام) اور عمر ابن عاص (فاتح مصر) کا اسلام بھی اسی زمانہ کا یادگار ہے۔ سیرۃ النبی ۳۳۷۔

صاحب رحمۃ للعلمین اسکو زیادہ دلیل و تفصیل کے ساتھ یون بیان کرتے ہین۔

صلح کا حقیقی فائدہ۔ امام زہری نے معاہدہ کی دفعہ اول کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ جانبین سے آمد و رفت کی روک ٹوک اوٹھ جانے سے یہ فائدہ ہوا کہ لوگ مسلمانون سے ملنے جلنے لگے۔ اور اس طرح اونکو اسلام کی حقیقت معلوم کرنے کے ذریعے ملے اور اسی وجہ سے اوس سال اتنے زیادہ لوگون نے اسلام قبول کیا کہ اس سے بیشتر کسی سال اتنے مسلمان نہین ہوئے تھے۔ معاہدۂ حدیبیہ کی شرط دوم کے رُو سے مسلمان اس سال مکہ پہونچکر عمرہ کرنے کا حق رکھتے تھے۔ اسی لیے اللہ کا رسول دو ہزار صحابہ کو لیے مکہ مین پہونچا۔ مکہ والون نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ مین آنے سے تو نہ روکا لیکن خود گھرون مین قفل لگا کر کوہ بو قبیس کی چوٹی پر جس کے نیچے مکہ آباد ہے۔ چلے گیے۔ پہاڑ پر سے مسلمانون کے حال کو دیکھتے رہے۔ خدا کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین دن تک عمرہ کے لیے مکہ مین ٹھہر رہا۔ اور پھر ساری جمعیت کے ساتھ مدینہ کو واپس گیا۔ ان منکرون پر مسلمانون کے سچے جوش۔ سادہ اور سچے موثر طریق عبادت کا اور اونکی اعلا دیانت و امانت کا (کہ خالی شدہ شہر مین کسی کا ایک پائی کا بھی نقصان نہین ہوا) عجیب اثر ہوا۔ جس نے سیکڑون کو اسلام کی طرف مائل کر دیا ص ۲۴۱۔

ان مفید اور خوشگوار نتائج صلح کو دیکھکر اب تمام اہل اسلام کو یقین ہو گیا کہ وہ تدبیر قدرت اور تجویز رسالت کی تفہیم سے کتنے دُور تھے۔ معاملہ صُلح کی صرف صورت ظاہری پر اعتبار کر کے جو شکوک اُن کے دلون مین خطور کر رہے تھے اور جن پر وہ کسی قدر عمل پیرا بھی ہو گئے تھے۔ وہ حالت حاضرہ مین اُن کے لیے کسقدر ندامت و خجالت کے باعث ثابت ہوئے اور آیہ وافی ہدایہ۔

عَسٰی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْئًا وَّهُوَ کُرْهٌ لَّکُمْ	اکثر ایسی چیزین جنھین تم ناپسند کرتے ہو تمھارے حق مین اچھی نکل آتی ہین
وَعَسٰی اَنْ تَکْرَهُوْا شَیْئًا وَّهُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ	اور اکثر ایسی ہوتی ہین جنھین تم پسند کرتے ہو مگر وہ تمھارے لیے بُری ہو جاتی
وَاللّٰہُ اَعْلَمُ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ	ہین اور خدا ان چیزون کو جنھین تم نہین جانتے تم سے بہتر جانتا ہے۔

کے خطاب سے کے اصلی مخاطب بھی قرار پا گیے۔

سلاطین ممالک اور رئیسان قبائل کے نام تبلیغ اسلام کے خطوط

سلاطین ممالک اور رئیسان قبائل کے نام تبلیغ اسلام کے خطوط

صلح حدیبیہ کے ان تمام منافع و فواید کے علاوہ جو کامل تفصیل و تشریح سے اوپر بیان ہو چکے ہین۔ ایک بہت بڑا فائدہ یہہ ہُوا کہ اس مصالحت کے ہوتے ہی اشاعت اسلام کے لیے جس طرح ملک کے اندرونی مقامات مین فتح الباب ہو گیا۔ اوسی طرح تمام بیرونی ممالک مین اسکی اشاعت و اعلان کے راستے کھُل گئے۔

قریش کی مخالفت۔ خفیہ سازشین اور پوشیدہ ریشہ دوانیان ابتک توسیع اسلام کی سدّ راہ ہو رہی تھین لیکن اب اسلام بالکل آزاد تھا۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ (اے رسولؐ ہم نے تمکو تمام دنیا کے لوگون کی ہدایت کے لیے مبعوث کیا ہے) کے حکم برحق کے موافق بیرونی ممالک کے غیر مسلم سلاطین اور غیر مسلم امیران قبائل کے نام دعوت اسلام کے خطوط لکھے اور صحابہ متعدین مین سے حسب ذیل نامگزاروں کو خطوط دیکر غیر اسلامی سلاطین و امراے قبائل کے دربار مین عہدۂ سفارت پر روانہ فرمایا

۱۔ دحیہ کلبی	قیصر روم	۴۔ عمرو بن اُمیۃ الضمیری	نجاشی بادشاہ حبش
۲۔ عبداللہ بن حذافہ سہمی	خسرو پرویز (کجکلاہ ایران)	۵۔ سلیط بن عمرو بن عبد شمس	رؤساے یمامہ
۳۔ حاطب بن بلتعہ	عزیز مصر	۶۔ شجاع بن وہب الاسدی	رئیس حدود شام

صحابہ موصوفین تعمیل حکم کے لیے بسر و چشم حاضر تھے۔ ان تمام سُفراے اسلام کو رخصت کرتے وقت جو ہدایت فرمائی گئی۔ وہ شبلی صاحب کے الفاظ مین یہہ تھی۔

ایُّہا الناس۔ خدا نے مجھکو تمام دنیا کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ دیکھو حواریون عیسیٰؑ کی طرح اختلاف

نکرنا۔ جاؤ۔ اور میری طرف سے پیغام حق ادا کرو۔

شبلی صاحب پھر اشارون مین بات کرگئے۔ آپ کی کتاب دیکھنے والون کو یہہ نہ معلوم ہوا کہ حواریان عیسیٰ نے کیا اختلاف کیا تھا جس سے بچنے اور احتیاط کرنے کے لیے آپ اپنے اصحاب کو خاص طور پر ہدایت فرماتے ہین نہین معلوم معلوم اسکے بیان کردینے مین کیا دشواری تھی۔ حالانکہ آپ طبری کی جس عبارت سے اس مضمون کو نقل کررہے ہین اوسی عبارت کے سلسلہ مین اسکی توجیہہ بھی لکھی ہوئی ہے۔ اگر آپ چاہتے تو اوسے لکھ کر اپنے کلام کے موجودہ ابہام کو بہت آسانی سے رفع کرسکتے تھے۔ مگر آپ نے نہین کیا۔ اور یہہ کام مجھے لیا۔

طبری اسی سلسلہ بیان مین لکھتے ہین۔

قالوا یا رسول اللہ صلعم وکیف کان اختلافہم قال دعا الی مثل ما دعوتکم الیہ فاما من قرب بہ فاحبہ وسلم واما من بعد بہ فکرہ وابی فشکا ذلک منہم عیسی الی اللہ عز وجل فصبحوا من لیلتہم تلک وکل رجل منہم بلغۃ القوم الذین بعث الیہم فقال عیسی ہذا امر قد عزم اللہ لکم علیہ فامضوا

صحابہ نے عرض کی کہ وہ کیا اختلاف تھا جو اون سے سرزد ہوا۔ ارشاد فرمایا کہ حضرت عیسی نے اونکو بھی ویسی ہی دعوت دینی دی تھی جیسی مین نے تملوگون کو دی ہے۔ لیکن جب تک وہ لوگ حضرت عیسی کے پاس رہے اوسکے ساتھ خلوص و محبّت بھی رکھا کیے اور اطاعت بھی کی۔ لیکن جب اون سے عیسیٰؑ سے دور چلے گئے۔ تو اوس سے نفرت کرنے لگے۔ اور انکار کرنے لگے۔ اون کے امور کی شکایت حضرت عیسیٰؑ نے خدا سے کی۔ پھر اوسی رات کی صبح کو اون مین سے ہر شخص اوس قوم کی زبان مین حضرت عیسی کے متعلق کلام کرنے لگا جس قوم کی طرف وہ بھیجے گئے تھے۔ حضرت عیسی نے کہا یہہ امر جیسا اون کے لیے منجانب اللہ مقدر ہوچکا تھا بالآخر ویسا ہی ہوکر رہا۔

ص ۱۵۶۰

اس عبارت نے حواریون عیسیٰؑ کے اختلاف کا انکشاف کردیا اور بتلادیا کہ حواریون کے اس اختلاف کی مثال دکھلاکر آنحضرت صلعم نے صحابہ کو ثبات دینی اور غیر قومون کی اثر پذیری سے بچنے اور احتیاط قائم رکھنے کی تعلیم دی تھی اور تاکید کی تھی۔

دعوت اسلام کا خط قیصر روم کے نام

شاہان روم و فارس کی موجودہ اقتدار و عظمت کے اعتبار سے تمہیداً اتنا لکھدینا ضروری ہے کہ چند سال پیشتر ایرانیون نے رومیون کو شکست سخت پہونچائی تھی۔ جسکا اشارہ قرآن مجید مین اذ غلبت الروم مین موجود ہے۔ ہرقل موجودہ قیصر روم نے بعد چندے ایرانیون کو ہزیمت کامل پہونچاکر اپنے تمام نقصانات کا پورا معاوضہ لے لیا۔ ان ایام مین کہ فرمان مبارک ہرقل کے نام صادر ہوا وہ اپنے اس موجودہ فتح کی

اوس شکرانہ کے لیے بیت المقدس مین جاکر مقیم تھا۔ کہ وحیہ کلبیؓ نامہ مقدس لیکر حارث غسانی کے پاس۔ جو قیصر کی طرف سے علاقہ شام کا گورنر تھا اور بصرے مین جو آج کل حوران کے نام سے مشہور ہے۔ اور اوسوقت علاقہ شام کا دارالسلطنت تھا مقیم تھا حارث نے وہ نامہ مبارک۔ وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ سے لیکر اپنے ایک معتمد خاص کی معرفت ہرقل قیصر روم کے پاس بیت المقدس مین بھجوا دیا۔ ہرقل کو جب نامہ مقدس ملا تو اوس نے بڑا شاندار دربار کیا۔ اور اپنے ہر طبقہ کے ملازمین و رعایا کو جمع کیا۔ خود لباس شاہی پہنکر تخت پر جلوس کیا۔ اور تمام مسیحی پیشوایان مذہب اور عالمان دین کو حاضر رہنے کا حکم دیا۔ جب تمام لوگ جمع ہو چکے تو اوس نے حکم دیا کہ اگر کوئی عرب بیت المقدس مین موجود ہو تو اوسکو خدمت ترجمانی کے لیے حاضر کرو۔ حسن اتفاق سے ابو سفیان تجار قریش کے ساتھ اون دنون بیت المقدس مین مقیم تھا۔ لوگ ابو سفیان کو دربار مین بُلا لاے۔ نامہ مبارک کھولا گیا تو اوسکی عبارت یہہ تھی۔

بسم الله الرحمن الرحيم	بسم اللہ الرحمن الرحیم
من محمد رسول الله الى هرقل	محمد رسول اللہؐ کی طرف سے ہرقل بادشاہ روم کے نام۔ سلامتی
عظيم الروم السلام على من اتبع الهدى	اون لوگون کے لیے ہے جو ہدایت کی پیروی کرتے ہین۔ تم اسلام
اما بعد اسلم تسلم واسلم لربك	قبول کرو اگر تم نے اسلام قبول کر لیا تو تمھارا پروردگار تمھین دو بڑے
الله اجرك مرتين وان تتول فان اثم	ثواب عطا فرمائے گا اور اگر تم نے نا توجہی کی تو تم عذاب منکر کا مواخذہ
الاكارين عليك	لیا جائیگا۔

صحیح بخاری مین نامہ مقدس کی آخر عبارت کے بعد یہہ آیہ قرآنی تحریر تھی۔

يَآ اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا	اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہم مین اور تم مین یکسان
وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا	ہے وہ یہہ کہ خدا کے سوا کسی کو نہ پوجین اور ہم مین سے کوئی خدا کو
يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا	چھوڑ کر کسی کو خدا نہ بنائے۔ اور اگر تم نہین مانتے تو گواہ رہو کہ ہم ماننے
فَاشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ	والے ہین۔

قیصر کے دربار مین نامۂ مقدس

اس نامہ مبارک کی صاف اور بیلوث عبارت و عظمت کو سنکر تمام مجمع حیرت مین آگیا عیسائی پیشوایان مذہب و عالمان دین نے طیش مین آکر سخت اظہار نفرت کیا لیکن قیصر پر اونکی متعصبانہ مخالفت کا کوئی اثر نہوا۔ اوس نے خط مبارک کو تخت پر رکھ لیا اور ابو سفیانؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات دریافت کرنے لگا جنمین یون گفتگو شروع ہوئی۔

قیصر۔ مدعی نبوت کا خاندان کیسا ہے۔

ابوسفیان۔ شریف ہے۔

قیصر۔ محمدؐ سے پہلے بھی کسی نے اُنکے خاندان مین نبوت کا دعوے کیا ہے۔

ابوسفیان۔ نہین۔

قیصر۔ اُنکے خاندان مین کوئی بادشاہ گزرا ہے۔

ابوسفیان۔ نہین۔

قیصر۔ جن لوگون نے اُنکا دین اختیار کیا ہے وہ غریب و مسکین ہین یا صاحب اثر و مقتدر۔

ابوسفیان۔ وہ سب مساکین و غربائے قوم ہین۔

قیصر۔ اونکے پیرو بڑہتے جاتے ہین یا گھٹتے جاتے ہین۔

ابوسفیان۔ بڑہتے جاتے ہین۔

قیصر۔ کبھی تملوگون کو اُس مدعی نبوّت پر جھوٹ بولنے کا بھی علم و تجربہ ہُوا ہے۔

ابوسفیان۔ کبھی نہین۔

قیصر۔ کبھی انھون نے تم سے بدعہدی اور پیان شکنی کی ہے۔

ابوسفیان۔ نہین کبھی نہین۔ لیکن اب جو نیا معاہدہ صلح (حدیبیہ) ہوا ہے۔ اسمین دیکھین وہ قائم رہتا ہے یا نہین

قیصر۔ تملوگون نے کبھی اُن سے جنگ کی ہے۔

ابوسفیان۔ ہان کی ہے۔

قیصر۔ نتیجہ جنگ کیا رہا ہے۔

ابوسفیان۔ کبھی ہم غالب آئے۔ کبھی وہ۔

قیصر۔ اونکی تعلیم کیا ہے۔

ابوسفیان۔ کہتا ہے کہ ایک خدا کی عبادت کرو۔ کسی اور کو خدا کا شریک نہ بناؤ۔ نماز پڑہو۔ پاکدامنی اختیار کرو۔ سچ بولو صلہ رحم ادا کرو۔" سیرۃ النبیؐ

شبلی صاحب۔ اس مکالمہ کی شرح و تفصیل مین لکھتے ہین۔

اس گفتگو کے بعد قیصر نے مترجم کے ذریعہ سے کہا کہ تم نے اُسکو شریف النسب بتلایا۔ پیغمبر ہمیشہ اچھے خاندانون سے ہوتے ہین تم نے کہا کہ اسکے خاندان مین کسی اور نے نبوّت کا دعویٰ نہین کیا۔ اگر ایسا ہوتا تو مین سمجھتا کہ یہہ خاندانی خیال کا اثر ہے۔ تم تسلیم کرتے ہو کہ اس خاندان مین کوئی بادشاہ نہین تھا۔ اگر ہوتا تو مین سمجھتا اسکو بادشاہت کی

ہوس ہے۔ تم مانتے ہو اُس نے کبھی جھوٹ نہین بولا۔ جو شخص کسی آدمی سے جھوٹ نہین بولتا وہ خدا پر کیونکر جھوٹ باندھ سکتا ہے تم کہتے ہو کہ کمزوروں نے اُسکی پیروی کی ہے پیغمبر دن کے ابتدائی پیرو غریب ہی لوگ ہوتے ہین۔ تم نے تسلیم کیا ہے کہ اُس کا مذہب بڑھتا جاتا ہے۔ سچے مذہب کا یہی حال ہے کہ بڑھتا جاتا ہے۔ تم تسلیم کرتے ہو کہ اُس نے کبھی فریب نہین کیا پیغمبر لوگ فریب نہین کرتے۔ تم کہتے ہو کہ وہ نماز تقوی اور عفاف کی ہدایت کرتا ہے۔ اگر یہہ سچ ہے تو میری قدم گاہ تک اُسکا قبضہ ہوجائے گا۔ مجھکو یہہ خیال تھا کہ ایک پیغمبر صؐ آنے والا ہے۔ لیکن یہہ خیال نہ تھا کہ وہ عرب مین پیدا ہوگا۔ مین اگر وہان جاتا تو خود اوسکے پاؤن دھوتا۔

قیصر نے ابوسفیان سے جو گفتگو کی تھی اوس سے بطارقہ اور اہل دربار سخت برہم ہوئے تھے۔ یہہ دیکھ کر قیصر نے اہل عرب کو دربار سے ہٹوا دیا اور گو اوس کے دل مین نور اسلام آچکا تھا لیکن تاج و تخت کی تاریکی مین وہ روشنی بجھکر رہگئی۔ سیرۃ النبی صـ ۲۴۲۔

ابوسفیان کا بیان ہے کہ اُسی روز سے میرے دل مین اپنی ذلت کا نقش اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عظمت کا یقین ہوگیا۔ رحمتہ ۱۷۰۔

خسرو پرویز شاہ ایران کے نام خط مبارک

عبد اللہ بن حذافہ سہمی خسرو پرویز کے نام جو نامہ مقدس لے گئے تھے اوسکی عبارت یہہ تھی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من محمد رسول اللہ الی کسریٰ عظیم فارس السلام علی من اتبع الھدیٰ و امن باللہ و رسولہ واشھد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ الی الناس کافۃ لینذر من کان حیا اسلم تسلم فان ابیت فعلیک اثم المجوس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد پیغمبر خدا کی طرف سے۔ کسریٰ شاہ فارس کے نام۔ سلامتی اوس شخص کے لیے جو ہدایت کا پیرو اور خدا و پیغمبر خدا پر ایمان لائے اور یہہ گواہی دے کہ خدا صرف ایک خدا ہے اور یہہ کہ خدا نے مجھے تمام لوگون کا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تاکہ وہ ہر زندہ شخص کو خوف دلائے۔ تو اسلام قبول کر تو سلامت رہیگا ورنہ مجوسیون کا وبال تیری گردن پر رہیگا

خسرو پرویز۔ موجودہ فرمانروائے فارس نہایت عظمت و شان کا تاجدار تھا۔ عجم کا ہمیشہ سے دستور تھا کہ ہر خط کے عنوان پر نام بادشاہ وقت کا عظمت کے خیال سے لکھا کرتے تھے۔ نامۂ مقدس مین اونکے دستور کا فراشکے خلاف عنوان خدا اور خدا کے رسولؐ کے نام سے شروع کیا گیا تھا۔ اور خسرو کا نام سب سے آخر مین رکھا گیا تھا فرمان رسالت مین اسی ایک بات کو دیکھکر خسرو غیظ و غضب کی شدت مین آگ کا پتلا بنگیا اور نامہ مبارک کو چاک چاک کر ڈالا اور اپنے عزو رشاہی مین آکر کہنے لگا کہ میرا رعایا اور میرا غلام اپنی تحریر مین میرے مراتب خاندانی اور مدارج سلطانی کی

یون تحقیر کرے۔

آنحضرت کی گرفتاری کا حکم اور اوس کا نتیجہ

پھر اوس نے باذان کو جو اوسکی طرف سے علاقہ یمن کا عامل تھا لکھا کہ محمد صلعم کو (نعوذ باللہ) پابزنجیر کرکے میرے پاس بھیجدو۔ باذان نے دو آدمیون کو اس خدمت پر تعنات کیا۔ ایک کا نام بانویہ تھا۔ دوسرے کا خرخسرو۔ اُن دونو نے، مدینہ مین آکر شہنشاہ رسالت کی خدمت مین عرض کی کہ کسریٰ خسرو پرویز نے آپ کو طلب کیا ہے۔ اگر آپ اوسکے حکم کو نمانین گے تو وہ آپکے تمام ملک و انتظام کو تباہ وسیاہ کردیگا۔ آپ نے جواب دیا کہ کل اس کے متعلق کہون گا۔ دوسرے دن۔ وہ جواب لینے آئے تو آپنے ارشاد فرمایا کہ خسرو تو خود چلا گیا۔ اب کس کے پاس جاؤ گے۔ کل رات کو اوسکے بیٹے شیرویہ نے اوسے قتل کرڈالا۔ یہہ دونون ایرانی افسر یمن مین واپس آئے تو وہان اُن کے آنے سے پہلے خسرو کے قتل کی خبر پہونچ چکی تھی۔

عبد اللہ بن حذافۃ السہمی نے مدینہ منورہ مین واپس آکر اپنی سفارت کی جب ساری روئداد بیان کی اور نامۂ مبارک کے چاک کردیے جانے کا حال عرض کیا تو اوسیوقت ارشاد کیا گیا تھا کہ یونہین سلطنت عجم کے پرزے پرزے اوڑجائین گے۔

حاطب ابن بلتعہ اور عزیز مصر کے دربار مین سفارت

حاطب ابن بلتعہ عزیز مصر کے دربار مین سفارت کے عہدے پر مامور ہوکر بھیجے گئے تھے۔ اسکندریہ ملک مصر کا دار السلطنت تھا۔ جریج ابن متی جس کا لقب مقوقس تھا مصر کا موجودہ فرمانروا تھا۔ حاطب نے عزیز مصر کو فرمان رسالت سُنانے سے پہلے ان الفاظ مین موعظت فرمائی۔ اور اسلام کی حقیقت تبلائی۔

ایہا الملک۔ آپ سے پہلے تخت مصر پر۔ ایک فرمانروا ایسا بھی گزرا ہے جو انا ربکم الاعلیٰ کا جھوٹا دعویٰ کرتا تھا۔ نتیجہ یہہ ہوا کہ دنیا و آخرت کی ذلت ورسوائی کے سوا اوسکو کچھ بھی ہاتھہ نہ آیا۔ دریا کی تہہ مین ایسا سمایا کہ پھر نہ اوبھرا۔ نزول عذاب کے وقت نہ اوسکی دولت اوسکے کام آسکی نہ فوج و سلطنت اوسے بچا سکی۔ مناسب ہے کہ موجودہ فرمانروا بھی اوسکی مثال سے عبرت کا سبق لے اور ایسا نکرے کہ دوسرے اوسکے حال و مثال سے عبرت پذیری اختیار کرین۔

مقوقس نے جوابدیا۔ یہہ صحیح ہے لیکن فرعون تو کافر تھا۔ اور کوئی مذہب و ملت نہین رکھتا تھا مین تو ایک مذہب کا پیرو ہون اور مین اوس سے علٰحدہ نہین ہوسکتا جبتک بہتر کوئی دوسرا مذہب مجھے تحقیق نہ ہولے۔

حاطب نے کہا اسی لیے تو مین آپکو دین اسلام کی طرف دعوت دیتا ہون۔ جو تمام دنیا کے مذہب پر حاوی اور اون کیلیے

کافی ہے۔ ہمارے پیغمبر خاتم المرسلین صلعم نے اکیلے قریش ہی کو تھوڑے اسلام کی دعوت دی ہے وہ تمام دنیا کو اس دین کی دعوت دیتے آئے ہین۔ قریش نے اون سے مخالفت کی اور اسی طرح یہود بھی اون کے دشمن بن گئے۔ مگر مین آپکو یقین دلاتا ہون کہ بخلاف ان مذاہب اقوام کے مذہب مسیحی اور قوم نصاریٰ اسلام سے قریب تر ہے خدا کی قسم جس طرح موسیٰؑ نے عیسیٰ کی بشارت دی ہے اوسی طرح حضرت عیسیٰؑ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی خوشخبری دی ہے قرآن مجید کی طرف ہم آپکو بھی اسوقت ویسے ہی دعوت دیتے ہین۔ جیسے قوم یہود اور توریت والون کو انجیل مقدس والون کی دعوت دیتے ہین۔

انبیائے سابقین اور امم ماضیہ کے احوال پر غور کیجیے۔ دستور ہمیشہ سے چلا آتا ہے کہ نبی جس قوم کے زمانہ مین مبعوث ہوتا ہے وہی اب قوم اوسکی اُمت کہلاتے ہین۔ اس دستور قدیم کے مطابق آپنے ہمارے پیغمبر آخر الزمان علیہ السلام کا زمانہ پایا ہے اسلیے آپ اوسکے ضرور حقدار ہین کہ آپ اوسکے پیرو اور اوسکی شریعت کے معین و مددگار بنجائین اور یہ بھی سمجھ لین کہ ہم آپکو حضرت مسیح ہی کے دین کی طرف گویا دعوت دیتے ہین۔

مقوقس نے کہا مین نے ابھی تمھارے پیغمبر آخر الزمان کی طرف غور نہین کیا ہے اسلیے اونکے دین کی طرف ابھی میرا میلان خاطر نہین ہے۔ اگرچہ جہان تک مجھے علم و اطلاع ہے اونکا مذہب مجھے کسی شئے مطلوب و محبوب سے نہین روکتا اور یہہ بھی مجھے پورا یقین ہے کہ تمھارا پیغمبر آخر الزمان نہ ساحر ضرر رسان ہے نہ کاہن کذب البیان۔ اور اون مین جو علامتین اور تعریفین ہین وہ سب صفات نبوت ہی کے متعلق ہین۔ مگر بات یہہ ہے کہ مین اِس مسئلہ خاص مین مزید غور کرنا چاہتا ہون۔

مقوقس کی طرف سے آنحضرت صلعم کے خط کا جواب

یہہ کہکر مقوقس نے ایک فیل دندان کی نفیس و بیش بہا ڈبیہ مین نامۂ مبارک کو رکھوایا اور اوس پر اپنی مُہر لگا کر خزانہ شاہی مین رکھوا دیا۔ اسکے بعد ان الفاظ مین نامہ مقدس کا جواب لکھا۔

لمحمد بن عبد الله من المقوقس عظيم القبط
سلام عليك اما بعد فقد قرأت كتابك وفهمت ما
ذكرت وما تدعوا اليه وقد علمت ان نبيا بقي وكنت
اظن انه يخرج بالشام وقد اكرمت رسولك وبعثت
اليك بجاريتين لهما مكان في القبط عظيم
وبكسوة واهديت اليك بغلة لتركبها و
السلام عليك

محمد بن عبد اللہ کے نام مقوقس رئیس قوم قبط کی طرف سے۔ سلام علیک کے بعد
مین نے آپکا خط پڑھا اور اوسکے مضمون و مطلب کو سمجھا مجھکو اسقدر
معلوم تھا کہ ایک پیغمبر آنے والا ہے لیکن مین یہہ سمجھا تھا کہ وہ ملک شام مین
ظہور فرمائینگے۔ مین نے آپکے قاصد کی عزت کی۔ اور دو لڑکیاں
بھیجتا ہون جن مین قبطیون (مصر کی قوم) مین بڑی عزت کی جاتی ہے۔
اور مین آپ کیلیے ملبوس بھی بھیجتا ہون اور ایک خچر بھی روانہ کرتا ہون
کہ آپ اوس پر سوار ہون۔ آپ پر میرا سلام ہو۔

شبلی صاحب لکھتے ہین۔ باایہمہ عزیز مصر اسلام نہین لایا۔ دو لڑکیاں بھیجی تھین۔ اون مین ایک **ماریہ قبطیہ** تھین۔ جو حرم نبوی مین داخل ہوئین۔ دوسری **سیرین** تھین۔ جو حضرت حسان کے ملک مین آئین۔ **خچر** کا نام

دُلدُل تھا جس کا ذکر اکثر حدیث کی کتابون مین آیا ہے۔ جنگ حنین مین آپ اسی پر سوار تھے۔ طبری نے لکھا ہے کہ ماریہ اور سیرین شفیقی بہنین تھین۔ اور حاطب بن بلتعہ جنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مقوقس کے پاس خط دیکر بھیجا تھا۔ اونکی تعلیم سے دو نو خاتونین خدمت نبوی مین پہونچنے سے پہلے اسلام قبول کر چکی تھین اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ماریہ سے نکاح کیا ہوگا نہ کہ لونڈی کی حیثیت سے وہ آپ کے حرم مین آئین

پھر حاشیہ کی عبارت مین لفظ جاریہ کے متعلق شبلی صاحب نے لکھکر یہہ ہدایت فرمائی ہے کہ ہم نے جاریہ کا ترجمہ لڑکی کیا ہے۔ اس لیے کہ عربی مین جاریہ لڑکی کو کہتے ہین اور لونڈی کو بھی۔ ارباب سیرۃ ماریہ قبطیہ کو لونڈی کہتے ہین۔ لیکن مقوقس نے جو لفظ اُن کی نسبت لکھا ہے۔ یعنی کہ مصریون مین اُنکی بڑی عزت ہے۔ یہہ لونڈیون کی شان مین استعمال نہین کیے جا سکتے۔ ص۳۴۶۔

مجھکو شبلی صاحب کی اس راے سے پورا اتفاق ہے۔ لیکن صرف اتنی گزارش ہے کہ اس معاملہ مین بھی آپنے صرف سیرت والون ہی کو مجرم قرار دیا۔ اور محدثین کو صاف نکالدیا۔ حالانکہ صحاح و مسانید سے لیکر سُنن و تفاسیر کی چھوٹی بڑی کتاب ایسی نہین چھوٹی ہے۔ جن مین علماے محدثین نے ماریہ قبطیہ کو کنیز لکھکر اقرار نکیا ہو۔ ان حضرات کے خلاف آپ نے خود بھی اس مسئلہ خاص کے متعلق جو کچھ اطلاع و حقیقت پائی ہے وہ صرف طبری ہی کی مرویات سے۔ جو اگر سیرت نگار نہین تو تاریخ نویس ضرور ہے۔ نہ محدث مشہور ہے۔ اور نہ مفسر۔ دنیا اور آپ بھی اوسکو امام المورخین ہی لکھتے ہین۔ پھر فرد جرم مین تنہا سیرت و تاریخ والون کے نام لکھنا۔ حقیقت سے کتنا دُور ہے۔

عمرابن امیۃ الضمیری اور نجاشی۔ شاہ حبشہ کے نام نامۂ مقدس

عمر ابن امیۃ الضمیری کو جو نامہ مقدس۔ نجاشی۔ بادشاہ حبشہ کے نام دیا گیا تھا اوسکے یہہ الفاظ تھے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من محمد رسول اللہ الی النجاشی اصحم ملك الحبشۃ۔ سلام۔ انت وانی احمد الیك اللہ الملك القدوس السلام المومن المھیمن واشھد ان عیسی بن مریم روح اللہ وکلمتہ القاھا الی المریم البتول الطیبۃ الحصینۃ فحملت بعیسی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد رسول اللہ کی طرف سے نجاشی اصحم۔ بادشاہ حبشہ کے نام تجھے سلامتی ہو۔ سُن پہلے اللہ کی تیری طرف سے اور اپنی جانب سے تعریف کرتا ہون۔ جو مالک ہے۔ قدوس ہے۔ مومن ہے اور مہیمن ہے اور گواہی دیتا ہون کہ عیسی ابن مریم خدا کی روح اور کلمہ ہین جو مریم۔ دوشیزہ۔ طیبہ اور عفیفہ کی جانب بھیجے گئے اور وہ اونھین عیسی کا حمل ہوگیا۔

خلقه الله من روحه ونفخه كما خلق آدم بيده ونفخه وانى ادعوك الى الله وحده لا شريك له والموالاة على طاعته وان تتبعني وتؤمن بالذى جاءنى فانى رسول الله وقد بعثت اليك ابن عمى جعفرا ونفرا معه من المسلمين فاذا جاءوك فاقرهم ودع التجبر وانى ادعوك وجنودك الى الله فقد بلغت ونصحت فاقبلوا نصحى والسلام على من اتبع الهدى

خدا نے عیسیٰؑ کو اپنی روح اور نفخ سے اوسی طرح پیدا کیا جیسا کہ آدمؑ کو اپنے ہاتھ اور نفخ سے پیدا کیا اب میری دعوت یہ ہے کہ تو خدا پر جو اکیلا اور بالکل لاشریک ہے ایمان لے آ۔ اور ہمیشہ اوسی کی فرمان برداری مین رہا کر اور میری اتباع کر۔ اور میری تعلیم کا سچے دل سے اقرار کر۔ کیونکہ مین اللہ کا رسولؐ ہون مین قبل ازین اپنے برادر عم حضرت جعفر کو مسلمانون کی ایک جماعت سے بھیج چکا ہون۔ تم اوسے بہ آرام ٹھہرانا۔ تکبّر چھوڑ دو۔ کیونکہ مین تمکو اور تمھارے اہل دربار کو خدا کی طرف بُلاتا ہون۔ دیکھو مین نے اللہ کا حکم پہونچا دیا اور تمھین بخوبی سمجھا دیا۔ اب مناسب ہے کہ میری نصیحت مان لو سلام ہو اوس پر جو سیدھی راہ چلتا ہے طبری ص ۱۵۶۹

نجاشی کا اسلام اور بارگاہ رسالت مین اوسکا عقیدت نامہ

تمام مورخین عرب کا اسپر اتفاق ہے کہ اس نامہ مقدس کی عبارت پڑھتے ہی نجاشی مسلمان ہوگیا نامۂ مبارک کے جواب مین جو عقیدت نامہ اوس نے بارگاہ رسالت مین لکھا اوسکے الفاظ یہ تھے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الى محمد رسول الله صلعم من النجاشى الاصحم بن الجبر سلام عليك يا نبى الله ورحمة الله وبركاته من الله الذى لا اله الا هو الذى هدانى الى الاسلام اما بعد فقد بلغنى كتابك يا رسول الله فى ما ذكرت من امر عيسى فورب السماء والارض ان عيسى ما يزيد على ما ذكرت وقد عرفنا ما بعثت به الينا وقد قربنا ابن عمك واصحابه فاشهد انك رسول الله صادقا مصدقا وقد بايعتك وبايعت ابن عمك واسلمت على يديه لله رب العلمين وقد بعث اليك ابنى ارحا بن الاصحم بن الجبر فانى

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہؐ کی خدمت مین نجاشی۔ اضحم بن ابجر کی طرف سے۔ اے نبی اللہ آپ پر اللہ کی سلامتی۔ رحمت اور برکت ہو۔ اوس خدا کے سوا کوئی معبود نہین ہے جس نے مجھے اسلام کی ہدایت فرمائی۔ اب عرض یہ ہے کہ حضور کا فرمان میرے پاس پہونچا عیسیٰؑ کے متعلق جو کچھ آپنے تحریر فرمایا ہے۔ خدائے آسمان و زمین کی قسم۔ وہ اس سے ذرہ برابر بڑھکر نہین ہے۔ اونکی حیثیت اوتنی ہی ہے جو آپنے تحریر فرمائی ہے۔ مین نے آپکی تعلیم سیکھ لی ہے اور آپکے ابن عم اور مسلمان میرے پاس بارام تمام ہین۔ مین اقرار کرتا ہون کہ آپ اللہ کے رسول ہین۔ سچے ہین۔ راست بازون کی سچائی ظاہر کرنے والے ہین مین آپ سے (مزید) بیعت کرتا ہون۔ مین نے آپکے ابن عم کے ہاتھ پر آپکی بیعت اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا اقرار کیا ہے اور مین حضور کی خدمت مین اپنے فرزند ارحا کو روانہ کرتا ہون مین تو

لا املک الا نفسی وان شئت ان اتیک فعلت یا رسول اللہ صلعم فانی اشھد ان ما تقول حق السلام علیک یا رسول اللہ ص م

اپنے نفس کا مالک ہوں۔ اگر حضور کا منشا یہہ ہو کہ مین حاضر خدمت ہو جاؤن تو مین ضرور حاضر ہون گا۔ کیونکہ مین شہادت دیتا ہون کہ آپ جو کچھ فرماتے ہین وہ سب سچ ہے۔ آپ پر یا رسول اللہ میرا سلام ہو۔

نجاشی نے حسب الوعدہ اپنے بیٹے کو مع اوسکے رفقا کے بھیجا۔ لیکن افسوس ہے کہ قضائے الٰہی سے وہ باریاب خدمت نہو سکا۔ طبری مین اوسکی یہہ کیفیت لکھی ہے۔

قال ابن اسحاق ان النجاشی بعث ابنہ فی ستین من الحبشۃ فی سفینۃ فاذا کانوا فی وسط من البحر غرقت لھم سفینتھم فھلکوا ص ۱۵۷۰

ابن اسحاق کہتے ہین کہ نجاشی نے اپنے لڑکے کو ساٹھ اہل حبش کی جماعت ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین روانہ کیا۔ لیکن حکم الٰہی سے کشتی بیچ سمندر مین ہو نچکر ڈوب گئی اور سبکے سب مر گئے۔

ام المومنین حضرت ام حبیبہ سے عقد

مہاجرین حبشہ مین اکثر لوگ ابھی تک حبشہ ہی مین مقیم تھے۔ انھین مین ام حبیبہ بنت ابوسفیان معاویہ کی بہن بھی تھین جو اپنے شوہر کے ساتھ وہین سکونت پذیر تھین۔ قضائے الٰہی سے اُنکے شوہر وہین انتقال کر گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجاشی کو لکھ بھیجا کہ میری طرف سے ام حبیبہ کی خواستگاری کرد۔ نجاشی نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور سعید بن العاص کی وساطت سے آنحضرت صلعم کا پیام بھیجا۔ ام حبیبہ کو کوئی عذر نہین تھا۔ نجاشی نے چار سو اشرفیون کے مہر پر آنحضرت صلعم کا عقد کر دیا اور رقم مہر ادا کر کے ام المومنین ام حبیبہ کو آپ کی خدمت بابرکت مین بار آم تمام بھیجدیا۔ طبری ص ۱۵۷۱

سردار قبائل کے نام خطوط حاکم بحرین کے نام نامہ مبارک

ملوک سلاطین کے علاوہ سرداران قبائل کے نام بھی لکھے گئے تھے۔ انہین سے۔ حاکم بحرین۔ منذر بن سادی کے نام بھی نامہ مقدس لکھا گیا۔ اور علا بن الحضرمی صحابی فرمان رسالت لیکر اسکے پاس گئے۔ منذر شاہان فارس کا ماتحت تھا۔ اوس نے آپکے فرمان کو پڑہا۔ اور فوراً مسلمان ہو گیا اور اُسکی رعایا کے اکثر طبقات بھی مسلمان ہو گئے۔ اوس نے جو عریضہ فرمان نبوت کے جواب مین ارسال خدمت کیا اوسمین عرض کی کہ میری رعایا کے بعض طبقے نے تو اسلام کو بہت ہی پسند کیا ہے لیکن بعض لوگ کراہت کرتے ہین۔ اور بعض ایسے محروم القسمت بھی ہین جو مخالفت کا ارادہ رکھتے ہین میرے علاقے مین یہودی اور مجوسی بھی کثرت سے آباد ہین۔ ان کے لیے کیا حکم ہوتا ہے۔

منذر کی عرضی کا جواب

جناب سوخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب مین تحریر فرمایا۔

من ینصح انما ینصح لنفسہ من اقام علی یھودیۃ او مجوسیۃ فعلیہ الجزیۃ

جو نصیحت پذیر ہوتا ہے وہ صرف اپنی ذات واحد کے لیے۔ جو مذہب یہود و مجوس پر قائم رہے اوسکو جزیہ[۱] دینا ہوگا۔

۱؎ جزیہ فارسی لفظ گزیت کا معرب ہے۔ اور اصطلاح مین اوس محصول کو کہتے ہین جو ملوک فارس غیر اقوام و مذاہب سے انکے امن و امان اور حفاظت اہل و جان کے مصارف کیلیے لیتے تھے۔ المولف عفی عنہ

رئیس یمامہ کے نام خط ہوذہ بن علی کو بھی شقہ نبوت لکھا گیا تھا۔ جو سلیط بن عمر کی معرفت بھیجا گیا تھا۔ ہوذہ بن علیؔ نے جواباً لکھا۔ آپ نے جو باتین لکھی ہین۔ وہ نہایت اچھی ہین۔ اگر حکومت مین کچھ میرا بھی حصہ ہو تو مین بھی تمھاری اقتدا کے لیے طیّار ہون"۔ اسلام ہوس ملک کے لیے نہین آیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا۔ زمین کا ایک ٹکڑا بھی ہو تو مین ند ون گا"۔ صـ ۲۴۶ سیرۃ النبی۔

حاکم عمان کے نام فرمان حاکم عمّان کے نام کا خط عمر عاص لیکر گئے تھے۔ حاکم عمّان۔ دو بھائی تھے جیفر۔ عبد طبری عباد لکھتے ہین۔ اُنکے باپ کا جلندی لکھا ہے۔ عمر عاص عمّان پہونچے تو پہلے اُنکو عبد ملا یہی اصلاً سردار ملک تھا۔ اور اخلاق و سیرت مین اپنے بھائی سے بھی زیادہ خلیق و کریم مشہور تھا۔ عمر عاص نے اپنی آپ معرفی کرائی۔ اور بتلایا کہ مین خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا سفیر ہون۔ رسول اللہ صلعم کی طرف سے دعوت اسلام کا تحفہ تمھارے اور تمھارے بھائی کیلیے لایا ہون پھر فریقین مین مکالمت ہوئی

عبد۔ میرا بھائی جیفر۔ مجھسے عمر مین بڑا ہے اور ملک کا وہی مالک ہے۔ مین تمھین اوسکی خدمت مین پہونچا دونگا لیکن یہہ تو بتلاؤ۔ تمھاری دعوت کیا ہے۔

عمر عاص اوس خدائے واحد کی معرفت اور پرستش کرنا جسکا کوئی شریک نہین اور ہمارے رسول محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نبوت کا اقرار کرنا۔

عبد تم تو عمائد قریش مین خود ایک رئیس قوم کے بیٹے ہو۔ پہلے یہہ تو کہو کہ اس معاملہ مین تمھارے باپ نے کیا روش اختیار کی ہے۔ ہم چاہتے ہین اس امر مین ہم اونھین کی تقلید کرین۔

عمر عاص۔ میرا باپ تو ہمارے رسولؐ کی شہادت دینے اور اونکی نبوت قبول کرنے سے پہلے مرگیا میری دلی تمنا تھی کہ وہ آنحضرت صلعم پر ایمان لاتا۔ اس سے پہلے مین بھی اپنے باپ کی رائے پر تھا۔ یہان تک کہ خدا کی توفیق میری رفیق ہوئی اور مین اسلام سے مشرف ہوا۔

عبد۔ تم کب سے اسلام لائے۔

عمر عاص۔ تھوڑے دن سے۔

عبد۔ کہان۔

عمر عاص۔ نجاشی کے دربار مین اور نجاشی بھی مسلمان ہوگیا۔

---

۵۱ افسوس رسول صلعم کے بعد ہوس ملک اور طمع زر اسلام کا اصلی مدعا قرار پاگیا ۵۲ العادۃ طبیعۃ الثانیۃ عادت انسان کی طبیعت ثانی ہوجاتی ہے جس سے چھٹنا دشوار ہے۔ عمر عاص اپنی عادت کی وجہ سے اسوقت بھی غلط گوئی اور حرفت یاری سے نہ چوکے۔ عبد پر اثر ڈالنے کی غرض سے اپنا اسلام لانا نجاشی کے دربار مین اونھالے گئے۔ ان سے کون پوچھے کہ آپ لانے گئے تھے یا کفار قریش کی طرف سے سفیر بنکر ملک حبشہ سے مسلم مہاجرین کو نکلوانے گئے تھے۔ آپکو وہان گئے ہوئے تقریباً ۸ برس ہوئے اور اسلام لائے ہوئے ابھی دو تین مہینون سے بھی زیادہ عرصہ نہین گزرا جسکا اعتراف آپ خود اپنی تقریرین کرچکے ہین۔ نجاشی کے اسلام لانے کا واقعہ بھی آپکی موجودگی کا نہین ہے۔ کیونکہ جو سفیر نجاشی کے پاس بارگاہ رسالت سے بھیجا گیا تھا اور جسکے سامنے وہ حضرت جیفرؑ کے دست مبارک پر ایمان لایا وہ عمر ابن امیۃ الضمیری تھے۔ نہ آپ۔ پھر آپ نے جو یہہ جھوٹی داستان کی داستان اور پیچھے کے پیچھے تراشے وہ سب آپکی حرفت آمیز یادہ گوئی ہے۔ جو کسی غرض مدعا سے ہو اسلام کی راست گوئی اور صدق بیانی کے سخت خلاف ہے۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ اسلام لانے پر بھی آپ نے صرف اوسکے زبانی اقرار سے واسطہ رکھا اوسکی تعلیم آداب و اخلاق سے آپ کورے رہے

المولف عفی عنہ

عبد۔ نجاشی کی رعایا نجاشی کے ساتھ اوسکے اسلام لانیکے بعد کیسے پیش آئی۔

عمرعاص۔ نجاشی نے سابق دستور اپنا حاکم اور فرمانروا برقرار رکھا۔ اور طبقہ رعایا مین بھی اکثرون نے اسلام قبول کیا۔

عبد۔ (تعجب سے) کیا بیشاپ اور پادریون نے بھی۔

عمرعاص۔ ہانؐ

عبد۔ عمرا۔ خوب غور کرلو۔ سوچ لو۔ سمجھلو۔ جو کچھ کہہ رہے ہو یاد رکھو۔ جھوٹ بولنے سے زیادہ کوئی شے آدمی کو رسوا کرنے والی نہین ہے۔

عمرعاص۔ مین نے ایک حرف بھی جھوٹ نہین کہا اور نہ جھوٹ بولنا اسلام مین درست ہے۔

عبد۔ ہرقل نے کیا کیا۔ کیا اوسے نجاشی کے اسلام لانے کا حال معلوم ہے۔

عمرعاص۔ ہان معلوم ہے۔

عبد۔ تم کیسے ایسا کہتے ہو۔

عمرعاص۔ اسلام لانے سے پہلے نجاشی ہرقل کو خراج دیتا تھا۔ لیکن اب اوس نے صاف صاف کہدیا کہ آج سے ایک درم بھی ہرقل کو نہ دونگا۔

تمھین حقیقت معلوم نہین۔ ہرقل تک یہ خبر پہونچ بھی گئی۔ اوسکے بھائی نیاق نے پہونچائی کہ نجاشی سلطنت روم کا باجگذار۔ غلام اور تابعدار ہو کر اتنا شوخ گستاخ اور خودمختار ہوگیا کہ خراج دینے سے انکار کرتا ہے اور قیصر کے دین وملت کو چھوڑ کر اوس نے اپنے لیے نیا مذہب اختیار کرلیا ہے۔ ہرقل نے بھائی کو جواب دیا۔ تو پھر مین کیا کرون اوسے اختیار ہے۔ جو مذہب چاہے اختیار کرے۔ بھائی اگر مجھے اپنے تخت وتاج کی ہوس گلوگیر نہوتی تو نجاشی سے قبل مین نے وہ دین قبول کرلیا ہوتا۔

عبد۔ (پھر تعجب سے) عمرعاص یہہ کیا یاوہ گوئی کر رہے ہو۔

عمرعاص۔ خدا کی قسم۔ بالکل سچ کہہ رہا ہون۔

عبد۔ اچھا بتلاو۔ تمھارا نبی کن کن چیزون کے کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اور کن کن چیزون کے ارتکاب سے منع کرتا ہے۔

عمرعاص۔ خدائے واحد کی عبادت واطاعت کا حکم دیتا ہے معصیت الٰہی سے منع کرتا ہے۔ ارتکاب نا استعمال

---

۵۱ کسقدر غلاوت واقع ہے۔ نجاشی کے دربار مین مسیحی علما کا صرف آبدیدہ ہونے کا ذکر قرآن مجید مین بھی ہے۔ لیکن اونکا مسلمان ہونا نہ قرآن مین ہے نہ حدیث وتاریخ مین۔ المؤلف عفی عنہ

شراب پتھر اور صلیب کی پرستش سے قطعاً ممانعت فرماتا ہے۔

عبد۔ کیسے اچھے کام ہین جسکی تعلیم و دعوت وہ دیتا ہے میری دلی تمنا ہے کہ میرا بھائی بھی اُنکی دعوت کو قبول کرلے اور ہم دونون بھائی رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوکر اسلام سے مشرف ہون۔ میرا اپنا خیال ہے کہ اسکے برعکس اگر میرا بھائی دنیا طلبی مین مبتلا رہا اور اسلام کی موجودہ دعوت کو اوس نے رد کر دیا تو یہہ امر اوسکی سلطنت کے لئے بھی مُضر ہوگا

عمر عاص۔ اگر تمھارے بھائی نے اسلام قبول کر لیا تو آنحضرت صلعم بھی اوسے اس ملک کا فرمانروا تسلیم کرلین گے ہان صرف اتنا کرینگے کہ یہان کے مالدار اور دولتمند لوگون سے رقم صدقہ وصول کرینگے اور یہین کے غربا کو تقسیم کر دینگے

عبد۔ بات تو اچھی ہے۔ مگر صدقہ سے مُراد کیا ہے۔

عمر عاص (زکواۃ وصدقات کے مسائل بتلاکر) اونٹ مین بھی زکوٰۃ دینی ہوگی۔

عبد۔ تو پھر ہمکو اپنی مویشیون مین سے بھی زکوٰۃ دینی ہوگی۔ اونکی زکوٰۃ کیسی۔ وہ تو خود جنگل کی گھاس۔ درختون کی پتّی اور دریا کا پانی پی لیتے ہین۔

عمر عاص۔ جو کچھ بھی ہو۔ اونٹون کی بھی زکوٰۃ دینی ہوگی۔

عبد۔ مجھے نہین معلوم ہوتا کہ میری قوم کے کثیر التعداد لوگ جو دور و دراز مقامات مین پھیلے ہوے۔ کیسے اس حکم کی تعمیل کرسکین گے

عمر عاص عبد کے پاس انتظار جواب مین مقیم رہے۔ عبد روز کی خبر اپنے بھائی جیفر کو لکھکر بھیجدیا کرتا تھا ایک دن بادشاہ (جیفر) نے عمر عاص کو اپنے دربار مین طلب کیا۔ یہہ چلے۔ دربار کے دروازے پر پہونچے تو چوبدارون نے اُن کے بازو تھامکر بادشاہ کے سامنے کھڑا کر دیا۔ بادشاہ نے کہا اسے چھوڑ دو۔ اونھون نے چھوڑ دیا۔ جب یہہ چھوٹ گئے تو بیٹھنے لگے۔ چوبدارون نے ڈانٹا۔ اونھون نے بادشاہ کی طرف دیکھا۔ بادشاہ نے پوچھا تمھارا کیا کام ہے۔ عمر عاص نے نامہ مبارک پیش کیا اور جیفر سے یہہ گفتگو ہوئی۔

جیفر۔ قریش کا کیا حال ہے۔

عمر عاص۔ تمام قریش نے طوعاً وکرہاً اسلام کو قبول کر لیا ہے۔

جیفر نے مُہر توڑ کر نامۂ مقدس کو پڑھا۔ پھر عبد کو دیا۔ اوس نے بھی پڑھا۔ عمر عاص نے اندازسے اوسی وقت سمجھ لیا کہ بھائی سے زیادہ نرم دل ہے۔ پھر عمر عاص اور جیفر سے یہہ گفتگو ہوئی۔

جیفر۔ قریش کا کیا حال ہے۔

عمر عاص۔ تمام قریش نے طوعاً وکرہاً اسلام قبول کر لیا ہے۔

جیفر - اُسکے رفقا کون لوگ ہین۔

عمر عاص - وہی لوگ ہین جو اوسپر ایمان لاچکے ہین۔ گھر بار اور تمام کاروبار سے دست بردار ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین ہمہ وقت حاضر ہین۔ اور کامل خوض وغور۔ فکر وتعمق اور تحقیق وتفتیش حالات کے بعد آپکی متابعت کو اختیار کرچکے ہین۔

جیفر - اچھا۔ تم کل پھر ہم سے ملنا۔

عمر عاص عبد سے ملا۔ وہ کہنے لگا میری رائے یہہ ہے کہ اگر ہمارے ملک کو کوئی صدمہ نہ پہونچے تو بادشاہ مسلمان ہوجائیگا

عمر عاص جب دوسرے دن بادشاہ سے ملا تو جیفر سے کہا کہ تم نے ہماری دعوت کے معاملہ پرغور نہین کیا۔ جیفر نے کہا مین نے تمھارے معاملہ پرغور کیا۔ مین اونکی اگر اطاعت قبول کرتا ہون تو وہ ہم سے اتنی مسافت بعید پر ہین کہ اونکی فوج وقت پر مجھے مدد نہین پہونچاسکتی۔ اس لیے مجھے تمام عرب مین کمزور ہوکر رہنا پڑے گا۔ حالانکہ اگر اونکی فوج اس ملک مین آئے تو مین ایسی سخت لڑائی لڑون گا کہ کبھی تمھین سابقہ نہ پڑا ہو۔ عمر عاص نے کہا کہ اچھا تو مین پھر کل واپس جاؤن۔ جیفر نے کہا کل بھر اور ٹھہر جاؤ۔

دوسرے دن جیفر نے پھر عمر عاص کو آدمی بھیجکر بلایا اور دونون بھائی بغیر کسی عذر وکلام کے مسلمان ہوگئے۔ اور ملکی رعایا کا بھی اکثر حصہ مسلمان ہوگیا۔ بحوالہ زاد المعاد ابن القیم ص۳[له]

سردار قبیلہ غسان کے نام خط

حارث نامی۔ قبیلہ غسان کا سردار۔ جو حدود شام کا رئیس تھا اور قیصر رومی کا باجگذار۔ اوسکو جب نامۂ مقدس پہونچا تو بخلاف ہرقل قیصر روم کے نامۂ مبارک پڑھکر بگڑ کھڑا ہوا اور پھر ایسا کہ فوج کو فوراً طیاری کا حکم دے ہی دیا اور سال ڈیڑھ سال ترتیب فوج اور سامانِ جنگ کرتا رہا۔ مسلمان یہہ خبر پاکر ہمیشہ اوسکے حملہ کے منتظر تھے جنگ موتہ اور غزوہ تبوک اسی مبتدی کی خبرین تھین۔

له حافظ ابن القیم نے یہہ روایت اپنے استاد سے لکھی ہے۔ جو کسی تاریخ وسیر سند مین مروی نہین ہے۔ علاوہ نقل کے عقل وواقعہ کے خلاف بھی ہے۔ اس لیے کہ ۸ھ ہجری کے قبل عمر عاص کا اسلام لانا ہی ثابت نہین ہے۔ جیسا کہ عنقریب بیان کیا جاتا ہے۔ تو سفارت کیسی؟ اس تفصیلی بیان اور طویل داستان مین چونکہ حقیقت اسلام کے اکثر جزئیات قابل الذکر تھے۔ اور غالباً اسی ضرورت سے صاحب رحمۃ العالمین نے بھی نقل کیا ہے اس بنا پر مین نے بھی اسکا چھوڑ دینا پسند نہین کیا۔ ممکن ہے کہ یہہ گفتگو جس سفیر دربار رسالت سے پیش آئی اونکا نام بھی عمر ہو۔ جو رواۃ نے اپنے قیاس سے عمر عاص سمجھ لیا ہو۔ اور پھر اوسی طرح نقل ہوتا ہوا حافظ ابن القیم تک چلا آیا ہو۔ عمر عاص کے فاتح مصر ہونے کی تخصیص نے اونکی اس غلط فہمی کو اور قوی کردیا ہو۔ لیکن واقعیت اور اصلیت عمر عاص کی اس سفارت کے بالکل خلاف ہے اور حافظ ابن القیم کا حدیث وتاریخ مین اتنا پایہ بھی نہین جو انکے منفردات بھی قابل استناد سمجھے جائین۔ المولف عفی عنہ

خالد بن ولید اور عمر عاص کا اسلام

اسلام کی قدرت نما تاثیر کا خاص انداز ہے کہ اوسکا احساس زیادہ تر اونھین لوگون پر بہت جلد اور گہرا ہوتا ہے۔ جو اُس کے شدید مخالف بلکہ دشمن جان ہوتے ہین۔ خالد ابن ولید اور عمر عاص کی مخالفت اسلام ابتدا سے لیکر اس وقت تک اتنی عام اور علی الاعلان ہین کہ محتاج بیان نہین۔ صلح حدیبیہ کے محاسن نتائج کا بہت بڑا اثر تازیانہ بنکر تمام کفار قریش مین سب سے پہلے انھین دو شخصون پر پڑا۔ اور پھر اس شدت سے کہ اوسکے جذبات کو پھر ایکدم کے لیے بھی یہہ لوگ روک نہ سکے۔

قدرت کے عجیب تیر تگ ہین۔ کُل یوم ہو فی شان۔ یہی حضرات ہین جو آج چھ برس بار بار سخت جذبات کے ساتھ مدینہ مین استیصال اسلام کے لیے مضطربانہ طور پر جایا کرتے تھے۔ آج بھی یہہ وہی لوگ ہین جو محسوسات و جذبات قلبی کے ساتھ اوسی اسلام کے قدمون پر اپنی متابعت و فرمان برداری کے سر جھکانے کے لیے دوڑے جاتے ہین شبلی صاحب قمطراز ہین۔

حدیبیہ کی صلح کو خدا نے فتح کہا ہے لیکن اجسام کی نہین۔ قلوب کی۔ اسلام کو اپنی اشاعت کے لیے امن درکار تھا اور وہ اسی صلح سے حاصل ہو گیا۔ اس صلح کو دشمن بھی فتح سمجھتے تھے[1]۔ قریش اور مسلمانون مین جو معرکے ہوئے۔ فوجی حیثیت سے قریش کی صف مین ہر جگہہ خالد ابن ولید کا نام ممتاز نظر آتا ہے۔ جاہلیت مین رسالہ کی افسری انھین کی سپرد تھی۔ احد مین مشرکین کے اوکھڑے ہوئے پاؤن انھین کی کوشش سے سنبھلے تھے حدیبیہ کے موقع پر بھی قریش کا طلایہ انھین کی زیر افسری نظر آتا تھا لیکن قریش کا یہہ سپہ سالار اعظم بھی آخر اسلام کے حملہ کاری سے نہین بچا۔ صلح حدیبیہ کے بعد حضرت خالد نے مکہ سے نکلکر مدینہ کا رُخ کیا۔ راستہ مین حضرت عمر عاص ملے پوچھا کدھر کا قصد ہے۔ بولے اسلام لانے جاتا ہون۔ عمر عاص نے کہا ہمارا بھی یہی ارادہ ہے۔ دو صاحب ایکبار بارگاہ نبوی مین حاضر ہو کر اسلام سے مشرف ہوئے۔ اور اب وہ جوہر جو اسلام کی مخالفت مین صرف ہو رہا تھا۔ اسلام کی محبت مین صرف ہونے لگا۔ سیرۃ النبی صفحہ ۲۴۷

لیکن آپ کے مختار اور ابن حجر کے قول کے خلاف جسکی سند پر آپ نے خالد کا اسلام صلح حدیبیہ کے بعد بتلایا ہے امام عبد البر۔ ابن اثیر اور علامہ ابن وردی کے مختار و اقوال سے بالکل غلط ثابت ہوتا ہے

ملاحظہ ہو ذیل کی عبارت:۔

قال ابن الوردی ثم دخلت سنۃ ثمان فیھا قدم خالد بن ولید و عمر بن عاص و عثمان بن طلحہ

علامہ ابن (اپنی تاریخ مین) وردی کہتے ہین کہ پھر سنہ ۸ ہجری شروع ہوا اور خالد بن ولید۔ عمر بن عاص اور عثمان بن طلحہ

[1] مگر افسوس حضرت عمر نہین سمجھتے تھے اور حضرت ابوبکر کے سمجھانے سے بھی نہین سمجھتے تھے۔

فاسلموا ولکن قال ابن عبد البر فی الاستیعاب وابن اثیر فی الاسد الغابہ لا یصح لخالد ابن الولید مشھد مع رسول اللہ صلعم قبل الفتح

حضور نبوی مین آکر اسلام لائے۔ لیکن حافظ ابن عبد البر نے استیعاب مین اور ابن اثیر نے اسد الغابہ مین لکھا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے خالد بن ولید کا شرف بعیت ہونا صحیح نہین ہے۔

بحوالہ تاریخ احمدی صـ۲۵

آغاز سال ۷ سنہ ہجری

غزوۂ خیبر

غزوہ خیبر محرم ۷ سنہ ہجری

خیبر۔ عبرانی لفظ خبر سے ماخوذ ہے۔ جو اصلاً قلعون کے معنیون مین آیا ہے مدینہ منورّہ سے آٹھ منزل کی مسافت پر واقع ہے۔ سیاحین یوروپ مسٹر ڈاوٹی (Mr Diotie) نے ۱۸۷۷ء مین مہینون خیبر کی سیر کی ہے۔ اور نگاہ تحقیق سے خیبر کے تمام مقامات کا کامل مشاہدہ کیا ہے۔ ڈاوٹی کا بیان ہے کہ نخلستان خیبر کی زمین بڑی زرخیز ہے۔ قوم یہود کے یہان بڑے بڑے مضبوط اور مستحکم قلعہ بنے ہوے تھے۔ اونمین سے چند قلعون کے آثار ابتک زندہ ہین۔"

جلد دوم مین یہودیون کی جلا وطنی اور مقام خیبر مین اونکی سکونت پذیری کے مفصل حالات بیان ہو چکے ہین۔ سمجھ لینے کے لیے مجملاً یہی کافی ہے کہ مدینہ منورّہ اور اوسکے گرد و نواح سے یہودیون کے قبائل اوکھڑتے گئے اور گرد و پیش بستے گئے۔ مال و دولت کی کثرت سے یہان بھی اونکی عالی شان عمارتین بنگئین اور مضبوط و مستحکم قلعے تیار ہو گئے۔ کاروبار کی بڑی بڑی منڈیان کھل گئین اور اطراف و جوانب مین دور دور تک اونکی ثروت و اقتدار کے سکے جمگئے۔ واقعات مین توصّل و تسلسل قائم رکھنے کی ضرورت سے ہمکو پھر بالاختصار یہودان مدینہ کی جلا وطنی سے لیکر خیبر مین سکونت اختیار کرنیکے موجودہ وقت تک حالات دُہرانے کی ضرورت و مجبوری ہے۔

جلد دوم مین یہان تک معلوم ہوچکا ہے کہ بنی نضیر کے یہودی مدینہ سے اوکھڑے تو خیبر مین جمگئے۔ اور اپنی فطرتی خونخواری اور غداری کے تقاضون سے یہان بھی مخالفت اسلام کی نیش زنی سے باز نہ آئے۔ اطراف و جوانب کے تمام قبائل کو استیصال اسلام پر آمادہ و طیار کرکے مدینہ پر چڑھا لاے اور جنگ احزاب برپا کی۔ پھر جنگ قریظہ کی بنا ڈالی۔ لیکن یہودیون کا سردار حیّ ابن اخطب خود ہی قتل ہوگیا۔ حیّ ابن اخطب کے بعد ابو رافع اوس کا جانشین ہوا۔ اُس کا پورا نام سلام بن الحقیق تھا۔ یہہ عرب کا ملک التجار تھا۔ اور بڑا عظیم الشان صاحب کاروبار۔ قبیلہ غطفان کی آبادی کی آبادی خیبر سے بالکل ملی ہوئی تھی۔ یہہ لوگ یہود ان خیبر کے ساتھ قدیم الایام سے معاہدہ مین شریک تھے۔ اور ہر صورت سے اونکے معین و رفیق

سنہ ۶ ہجری مین سلام ابن الحقیق نے جسکی کنیت ابو رافع ہے۔ خود اُنکے پاس جاکر سب لوگون کو اسلام کے استیصال پر برانگیختہ کیا۔ ابن سعد طبقات جلد دوم مین لکھتے ہین۔

ان ابو رافع بن ابی الحقیق قد اجلب فی غطفان ومن حولہ من مشرکی العرب وجعل لھم الحفل لعظیم الحرب رسول اللہ صلعم ص۶۶

ابو رافع نے غطفان اور آس پاس کے مشرکین عرب کو جنگ پر ترغیب دیکر اور آنحضرت صلعم سے جنگ کرنے کی ضرورت دکھلا کر اُن لوگون کی ایک بڑی بھیڑ جمع کی تھی۔

جب مدینہ پر اس حملہ کی طیاریان معلوم ہوئین تو عبد اللہ بن نہیک انصاری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اذن سے سلام بن ابی الحقیق کو اوسکے قلعہ کے اندر ہی مار ڈالا[۵۱]۔ سلام کے بعد۔ یہودیون نے اسیر بن زرام کو اپنا امیر بنایا۔ اسکی فتنہ انگیزی کی کیفیت شبلی صاحب ان الفاظ مین بیان فرماتے ہین۔

یہود کی غداری

اسیر نے قبائل یہود کو جمع کرکے تقریر کی اور کہا کہ میرے پیشرون نے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مقابلہ مین جو تدبیرین کین وہ غلط تھین۔ صحیح تدبیر یہ ہے کہ خود محمدؐ صلعم کے دار الریاست پر حملہ کیا جاوے اور مین یہی طریقہ اختیار کرونگا۔" اس غرض سے اسیر نے غطفان اور دیگر قبائل مین دورہ کیا۔ اور ایک فوج گران طیار کی۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہہ خبرین پہونچین تو آپ نے اس افواہ پر اعتبار نہین کیا بلکہ عبد اللہ بن رواحہ کو بھیجا کہ خود خیبر جاکر اصل واقعہ کی تحقیق کرین۔ چنانچہ وہ چند آدمیون کو لیکر گئے۔ اور چھپکر خود اسیر کی زبانی اوسکی تدبیرین اور مشورے سُن لئے۔ یہہ حالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین عرض کیے۔ آپ نے عبد اللہ بن رواحہ کو تیس آدمی دیکر خیبر کو روانہ کیا۔ انلوگون نے اسیر سے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمکو اسلیے بھیجا ہے کہ تم اگر حاضر ہو جاؤ تو خیبر کی حکومت تمکو دیدیجائیگی۔ چنانچہ وہ تیس آدمی لیکر خیبر سے نکلا اور احتیاط کی بنا پر یہہ مخلوط قافلہ اسطرح چلا کہ دو دو شخص ہمرکاب چلتے تھے جن مین ایک یہودی ایک مسلمان ہوتا تھا۔ قرقرہ پہونچکر اسیر کے دل مین بدگمانی پیدا ہوگئی۔ اوس نے ہاتھ بڑہا کر عبد اللہ ابن انیس کی تلوار چھیننی چاہی۔ انھون نے کہا او دشمن خدا بدعہدی کرنا چاہتا ہے۔ یہہ کہکر سواری بڑھائی اور جب اسیر زد پر آگیا تو تلوار ماری کہ اوسکی ران کٹ گئی۔ گرتے گرتے عبد اللہ کو بھی زخمی کیا۔ اب مسلمان ہیشیدستی کرکے یہود پر ٹوٹ پڑے نتیجہ جنگ یہہ تھا کہ یہود ایک کے سوا کوئی نہین بچا۔ یہہ آخر سنہ ۶ ہجری یا محرم سنہ ۷ ہجری کا واقعہ ہے[۵۲]۔

---

۵۱ ابو رافع کے قتل کے تعیین وقت مین بہت اختلاف ہے جیسا کہ جلد دوم مین مذکور ہوچکا ہے۔ صاحب روضۃ الاحباب نے باسناد صحاح سنہ ۶ ہجری سے پہلے تبلایا ہے اور ارباب سیر و تاریخ سنہ ۶ ہجری کا خاص واقعہ ٹھہراتے ہین۔ المؤلف عفی عنہ

۵۲ شبلی صاحب رقمطراز ہین۔ یہہ تمام واقعات ابن سعد سے منقول ہین۔ بہت سی کتابون مین لکھا ہے کہ عبد اللہ ابن انیس نے خود ابتدا کی اور سلام کو قتل کر ڈالا لیکن صحیح واقعہ وہی ہے جو ابن سعد سے منقول ہے اور وہی ایسے معرکہ کی وجہ ہوسکتا ہے۔" شبلی صاحب کو اس نظریہ مین پورا تسامح ہوگیا ہے۔

قوم یہود کی تمام فتنہ انگیزیان ایک ایک کرکے جلد دوم مین بیان ہوچکی ہین۔ یہی یہود تھے۔ جو قریش کے ہمزبان ہوکر قبائل عرب کو مخالفت اسلام پر آمادہ اور طیار کرتے تھے۔ ان مخالفانہ تدبیرون اور معاندانہ ترکیبون کا نتیجہ۔ جنگ احزاب تھی جس مین شکست کامل اوٹھا کر اونکے دل بیٹھ گئے۔ لیکن اب بھی اونکی غدارانہ فطرت چین سے نہ بیٹھی۔ کفار قریش سے بھی معاملات بنی قریظہ مین ان بن ہوگئی۔ اور ایسی کہ آیندہ رفاقت وحمایت کی کوئی امید باقی نہین رہی طبعی ناہمواری اور خلقی خونخواری سے فتنہ انگیز طبیعت والون کا بچنا محال ہے۔ کوئی حالت بھی ہو۔ وہ اپنی نیش زنی اور بجکلی سے باز نہین آتے۔

قبائل گرد ونیش کے ساتھ یہود کی سازش

جب قریش اور اہل حجاز سے کوئی امید باقی نہین رہی۔ تو یہودیون نے خیبر اور اوسکے آس پاس کے تمام قبائل واقوام کو اسلام کی مخالفت پر آمادہ کیا۔ ابن ابی الحقیق۔ یہود ان بنی نضیر کا رئیس۔ مدینہ سے آکر خیبر مین آباد ہوا تھا۔ اوس نے یہان کے مشہور ومعروف قلعہ القموص پر قبضہ کرلیا تھا۔ سلام ابن ابی الحقیق جسکا تذکرہ اوپر ہوچکا ہے۔ اس قلعہ کا سردار تھا۔ اوس کے قتل کے بعد اوس کا بھتیجا کنانہ بن الربیع بن ابی الحقیق سردار قبیلہ نامزد ہوا مخالفت اسلام یہودیون کی خاندانی وصیت تھی جسکی تعمیل باپ کے بعد بیٹے پر واجب ہوجاتی تھی۔ سلام بن ابی الحقیق کی سازشون کے بعد کنانہ نے بھی۔ باپ دادا کی طرح مخالفت اسلام مین بڑی سرگرمی دکھلائی۔ غطفان سے لیکر بنو فرازہ تک کی تمام قومون کو اسلام کا دشمن بنا دیا۔ کنانہ کی اس تجویز وتدبیر مین خیبر کے تمام یہود شریک تھے۔ اسلیے کہ وہ اُسکو اپنے قومی ہستی کا اصل ذریعہ قرار دیتے تھے۔ یہود ادھر یہہ سامان کرتے تھے ادھر منافقین مدینہ دربار رسالت کی روزانہ خبرین پہونچاتے تھے اور مسلمانون کی قلت اعداد عسرت اور کمی سامان کی بنا پر یہودیونکو اُنکی کامیابیکا یقین دلاتے تھے۔

منافقین کی فتنہ انگیز تحریر

جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ان شورشون کی خبر پہونچتی تھی لیکن آپ برابر سکوت فرماتے تھے۔ سبب خاموشی یہہ تھا کہ آپ معاملات کو صلح وآشتی کے ساتھ طے فرما دینا چاہتے تھے چنانچہ آپ نے ایکبار پھر آپ نے اوسی طرح کوشش فرمائی جس طرح اسیر بن زرام کے وقت مین تجویز فرمائی تھی اسی تجویز کی بنا پر پھر عبداللہ بن رواحہ کو آپ نے اہل خیبر کے پاس پیام صلح دیکر بھیجا۔ سفیر رسالت نے نامہ مقدس دیا۔ جواب کا منتظر تھا کہ دفعتاً راس المنافقین عبداللہ بن ابی سلول کا قاصد یہہ خبر لایا کہ آنحضرت صلعم خیبر پر عنقریب

بقیہ عبارت صفحہ گزشتہ ۔ "اسیر" لکھنے کو لکھ گئے "سلام" واقعات مین اسیر بن زرام کی روانگی مدینہ کے حالات لکھ رہے ہین اور عبداللہ بن انیس کے ساتھ اوسکی غداری اور عیاری کے واقعات خود بیان کر رہے ہین اور حاشیہ کی عبارت مین تحریر فرماتے ہین کہ عبداللہ بن انیس نے خود ابتدا کی اور سلام کو قتل کر ڈالا یہہ کیا؟ سلسلہ بیان مین آپ اوپر لکھ آئے ہین کہ سلام کے بعد یہود نے اسیر بن زرام کو مسند ریاست پر بٹھلایا۔ پھر اُسوقت سلام زندہ کہان تھا جو قافلہ کے ساتھ ملا لیا گیا جیسا کہ عبداللہ بن انیس کی سبقت والا واقعہ غلط ہے اوسیطرح سلام کی موجودگی بھی جھوٹی ہے۔ اگر آپنے اسیر کی جگہہ سلام کا نام خود نہین لکھا اور صرف سبقت والی روایت کے راویون کا قول نقل کر دیا ہے تب بھی غلطی کی۔ پہلے آپکو اس امر کی صحت کر دینی تھی۔ بعدہ سبقت کی حقیقت لکھنی تھی۔ المولف عفی عنہ

لشکر گران لیکر حملہ کرنے والے ہین۔ ہوشیار ہوجاؤ۔ لیکن اسی کے ساتھ کوئی خوف وہراس دل مین نہ لاؤ۔ مسلمانون کی قلیل جماعت تمھاری کثیر جمعیت کا کچھ بھی بگاڑ نہین سکتی۔ تمھارے مقابلہ مین اونکو سوائے نقصان کے نفع کی کوئی امید نہین ہے"۔

یہود ایک تو فطرتاً یونہین غدّار اور خونخوار تھے۔ اب عبد اللہ بن ابی سلول کا یہ اشتعال آمیز اور فساد انگیز خط پاکر اور بھی آمادۂ فساد ہوگئے۔ عبد اللہ بن رواحہ رنگ بیرنگ دیکھکر مدینہ واپس آئے۔ خط پاتے ہی کنانہ بن ابی الربیع اور یہود بن قیس قبیلہ غطفان کے امیر کے پاس چلے گئے۔

بنی غطفان سے سازش رئیس غطفان سے سب حالات کہہ سنکر اوسکو نخلستان خیبر کی نصف پیداوار دیئے جانیکی شرط پر اپنے ساتھ معاہدہ مین شریک کرلیا۔ غطفان کا ایک قوت دار اور نمود دار قبیلہ بنو فرازہ بھی تھا۔ اوسکے سردار بھی خیبر پہنچ بلائے گئے کہ شریک ہوکر مسلمانون سے لڑین۔

بنو فرازہ کے پاس آنحضرت کا پیام صلح جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ نے بنو فرازہ کو اس مضمون کا خط لکھا کہ اگر تم یہود کی اعانت سے باز رہو تو ہم وہی شرط تمھارے ساتھ کرنے پر آمادہ ہین۔

معجم البلدان مین باسناد مغازی موسیٰ بن عقبہ تحریر ہے۔

عن ابن شہاب قال کان بنو فزارۃ ممن قدم علی اھل خیبر لیعینوھم فارسلھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لا تعینوا ھم وسألھم ان یخرجوا عنھم	ابن شہاب سے منقول ہے کہ جب بنی فرازہ اہل خیبر کے پاس اونکی حمایت مین آئے تو آنحضرت صلعم نے اونکو لکھ بھیجا کہ تم اون لوگون کی حمایت نہ کرو بلکہ اون سے درخواست کی کہ اہل خیبر کے معاہدہ وشرائط سے نکل آؤ"۔

لیکن بنو فرازہ۔ بنی غطفان کے اغوا اور اہل خیبر کے سطوت وثروت کی وجہ سے اسلام کے پیام کی طرف شنوا نہین ہوئے۔

ذی قرد۔ محرم سنہ ۷ ہجری واقعہ ذی قرد۔ جنگ خیبر کا دیباچہ یا بنی غطفان کی شرکت جنگ کا عنوان ہے۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک خاص چراگاہ ذی قرد مین واقع تھی جس مین آپ کی اونٹنیان ہمیشہ سے چرا کرتی تھین۔ بنی غطفان کے ایک دستہ فوج نے اپنے سردار عبد الرحمن بن عیینہ کی ماتحتی مین حملہ کیا۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے اونٹنیون کے محافظ تھے۔ اونکی والدہ گرامی قدر بھی ہمراہ تھین۔ قزاقان غطفان سے مزاحم ہوئے۔ خونخوار دشمنون نے اُنھین وہین قتل کرڈالا گلہ سے ۲۰ اونٹنیان ہانک لے گئے۔ اور اونھین کے ساتھ حضرت ابوذر غفاریؓ کی داغ رسیدہ زوجہ محترمہ کو بھی گرفتار کرلے گئے۔ قریب مین مسلمانون کا بھی ایک دستہ فوج تھا۔ اوسکو خبر ہوئی تو

فوراً لٹیرون کے تعاقب مین پہونچ گیا۔ وہ لوگ دوڑ کر پہاڑ کے ایک درّہ مین چھپ گئے۔ چونکہ پہلے سے انتظام کر چکے تھے اسلئے عینیہ بن حصین جو قبیلہ عظفان کا سردار تھا۔ اونکی کمک کو پہلے سے طیار تھا۔ اہل اسلام کی موجودہ جمعیت مین سلمہ بن الاکوع بہت بڑے تیرانداز تھے۔ وہ واصباہ کا نعرہ مار کر ایک معتدبہ جمعیت اسلامی کے ساتھ مقابل ہوے۔ اور دشمن کی جماعت کو عین اوسی حالت مین کہ وہ اپنے اونٹون کو پانی پلا رہے تھے اپنے تیرون کے نیچے رکھ لیا۔ دشمنون نے تھوڑی دیر تک مقابلہ مین استقامت دکھلائی۔ لیکن پھر سب کے سب بھاگ نکلے مسلمانون نے اپنی سب اونٹنیان چھڑا لین اور جناب ابوذرؓ کی بی بی کو بھی مستخلص کرا لیا۔ اور مدینہ مین آکر جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سارا واقعہ بیان کرکے عرض کی کہ عظفان سے انتقام کا یہی تو پورا موقع ہے۔ اجازت دیجائے تو دم کے دم مین سب کے سب ہین ڈھیر کر دئے جائین۔

رحمت عالم نے ارشاد فرمایا اداملکت فاسجح - جب دشمن پر قابو پاجاؤ تو عفو سے کام لو۔

طبری نے اس واقعہ کو خیبر سے کل تین دن پہلے بتلایا ہے۔ جنگ خیبر کے یہی اسباب وقوع تھے۔ جو تفصیل سے بیان کر دیئے گئے۔ اور اسمین کوئی کلام نہین کہ غزوات اسلامی مین غزوہ خیبر اپنی اہمیت کے اعتبار سے امتیاز خاص رکھتا ہے۔ اسلیئے کہ اس سے پہلے جو معارک اسلامی پیش آے وہ بھی گو اپنی اپنی مقدار اہمیت سے خاص خاص امتیاز ضرور رکھتے تھے۔ مگر غور سے دیکھا جاوے تو معلوم ہو جائیگا کہ اون مین صرف جنگی اور دفاعی نظم امتیاز تھے اور اسمین دفاعی نظام کے ساتھ اسلام کے نظام تسلّط وتصرّف کے امتیازی اقتدار قائم ہوتے ہین جنکی مثال سے اور غزوات وفتوحات کے کارنامے خالی ہین۔

شبلی صاحب ان الفاظ مین اسکی امتیازی خصوصیت کو دکھلاتے ہین:۔

اب تک جو لڑائیان وقوع مین آئین وہ محض دفاعی تھین۔ یہہ پہلا غزوہ ہے جس مین غیر مسلم رعایا بنائے گئے اور طرز حکومت کی بنیاد قائم ہوئی۔ اسلام کا اصلی مقصد تبلیغ ودعوت ہے۔ اب اگر کوئی قوم اس دعوت کی سدراہ نہو تو اسلام کو نہ تو اوس سے جنگ ہے نہ اوسکی رعایا بنانے کی ضرورت ہے صرف معاہدہ صلح کافی ہے جسکی بہت سی مثالین اسلام مین موجود ہین لیکن جب کوئی قوم خود اسلام کی مخالفت پر آمادہ ہو اور اوسکو مٹا دینا چاہے تو اسلام کو مدافعت کے لیے تلوار ہاتھ مین لینا پڑتی ہے۔ اور اوسکو اپنے زیر اثر رکھنا پڑتا ہے خیبر اس قاعدہ کے موافق اسلام کا پہلا غزوہ ہے۔ سیرۃ النبی ص ۳۵۲۔

غزوہ خیبر جنگ دفاعی تھی شبلی صاحب نے اس غزوہ کی آخری صورت حال تو بالکل سچّی اور صحیح بیان کی ہے لیکن افسوس ہے کہ عنوان بیان اور آغاز داستان ہی مین ابہام پیدا کر دیا ہے۔ آپکے تمہیدی الفاظ یہہ ہین "اب تک جو لڑائیان وقوع مین آئین وہ محض دفاعی تھین۔ یہہ پہلا غزوہ جس مین غیر مسلم رعایا بنائے گئے۔ اور طرز حکومت کی بنیاد قائم ہوئی"

اس سے پہلے تو یہہ معلوم ہوا کہ سابق غزوات اسلامی کی طرح یہہ غزوہ دفاعی نہین تھا۔ دوم یہہ کہ ضرورت مدافعت کے برخلاف ملک گیری کی خواہش اور حکمرانی کی داغ بیل قائم کرنے کی غرض وغایت سے یہہ غزوہ اختیار کیا گیا تھا۔

جہانتک۔ تاریخ و سیر۔ احادیث و تفاسیر سے تلاش واقعات کی گئی ہے معلوم ہوا ہے کہ یہہ صرف شبلی صاحب کی طباعی کا نمونہ ہے۔ جو اصول مسلمہ اسلام کے بالکل خلاف ہے۔ اسلام مین جو جنگ بلا ضرورت مدافعت اور حکم شریعت اختیار کیجائیگی۔ وہ جہاد نہ کہلائیگی۔ بلکہ عام ملک گیری سمجھی جائیگی۔ اسی بنا پر معتقدات کا یہہ مسلمہ ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام غزوات اصول مدافعت کے موافق جہاد دفاعی کی صورت علینی رکھتے تھے اور اسی خصوصیت سے جہاد کہلاتے تھے۔ اور اسی لیے غزوہ خیبر سب سے پہلے جہاد دفاعی کہلائیگا۔ اوسکے بعد اسلام کے نظم املاک کا مقدمہ۔ شبلی صاحب نے غضب کیا۔ غزوہ خیبر کو پہلے جہاد کی تعریف پھر دفاعی ہونیکی خصوصیت امتیازی سے نکال ڈالا حالانکہ اسباب وقوع کی تفصیل مین یہود اور اونکے حلیف بنی غطفان کے خونخوارانہ مظالم جو مسلمانون کی جانون اور مالون پر ٹوٹے خود بیان فرما چکے ہین۔ اور یہہ بھی آپ ہی تحریر کر چکے ہین کہ اونکے اقدام حملات سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونکے پاس صلح و آشتی کے خود پیغام بھیجے تھے اور اونکے قطعی انکاری جواب پانے پر بھی آپنے سوائے سکوت و خاموشی کے اور کچھ نہین کیا۔ اور اسکے بعد۔ تاوقتیکہ وہ لوگ خود سبقت کر کے مسلمانون پر حملہ آور ہوے اور اونکی جان و مال کا نقصان نہ کر چکے۔ آپنے پیشدستی نہین کی۔ ربیعہ بن کنانہ اور ابو رافع وغیرہ کی فتنہ انگیزیون سے۔ جیسے آپنے خود لکھ چکے ہین۔ قطع نظر کر کے۔ ذی قرد کا پورا واقعہ جسکو آپ اسانید و دلائل معتبرہ سے خیبر سے کل تین دن پہلے کا واقعہ ثابت فرما چکے ہین۔ آپ کی کتاب مین پوری تفصیل سے قلمبند ہے کیا اس واقعہ مین حضرت ابوذر غفاری کے صاحبزادے کا خون ناحق۔ اونکی والدہ ماجدہ کی گرفتاری۔ ناقہائے رسول اللہ صلعم کا سرقہ یہود اور اونکے حلیف بنی غطفان کا پیشدستانہ اور جارحانہ حملہ نہین تھا۔ کیا ان مظالم و مفاسد کی حیثیت و مقدار آپ کے نزدیک نصاب قصاص و نظام دفاع قائم کرنے کیلیے کامل نہین تھی؟ اور کیا آپکے نزدیک یہود کی اتنی بڑی عظیم الشان طیاری غطفان اور بنو فزارہ کی مشارکت حمایت و مددگاری کے کثیر التعداد سامان کی مدافعت و مقابلت اسلام کیلیے ضروری نہین تھی؟ کیا اونکی اتنی اور ایسی طیاریان کارروائی کے حدود تک ہوکر ضرورت دفاع پیدا کرنیکے قابل نہین تھین؟ جب ان تمام مظالم مین یہود اور شرکائے یہود کی سبقت خود آپ کی تفصیل و تحریر سے ثابت ہے تو پھر غزوہ خیبر کو جنگ دفاعی کی تعریف تخصیص سے مرفوع القلم فرمانا آپکی خوش فہمی کے سوا اور کیا سمجھا جاے۔

حالانکہ ارباب سیر و تاریخ پر وقوع اسباب لکھنے پر تبصرہ فرماتے ہوے خود لکھتے ہین۔ خیبر کا آغاز۔ اور غزوات کی بہ نسبت ایک امتیاز خاص رکھتا ہے اور اگرچہ ارباب سیر کی نظر اس نکتہ پر نہین پڑی کہ اس امتیاز کے اسباب کیا تھے۔ تاہم اس واقعہ کی حیثیت سے امتیازی امور اونکی زبان سے بلا قصد نکل گئے ہین۔ سب سے مقدم یہہ ہے کہ جب آپنے خیبر کا قصد کیا تو اعلان عام کردیا لا تخرجن معنا الا راغب فی الجہاد (ابن سعد) ہمارے ساتھ صرف وہ لوگ آئین جو طالب جہاد ہون۔ سیرۃ النبی صفحہ ۳۵۲

جنگ خیبر کے جہاد ہونیکا اس سے بہتر اور کون ثبوت ہو سکتا ہے جو خاص قول رسالت سے ثابت ہے۔ اب اسکے ساتھ مظالم

یہود کے واقعات جو ابھی اوپر بیان ہو چکے ہیں ملا لیے جاوین تو پھر اس غزوہ کے جہاد دفاعی ثابت ہونے مین کوئی شبہ باقی نہین رہتا۔

شبلی صاحب کے اس بیان تمہید کی تنقید اس وجہہ سے مجھکو ضروری معلوم ہوئی کہ آپکے اس مبہم بیان سے مخالفین اسلام کو اس تعریض کا موقع مل جاتا ہے کہ خیبر کی جنگ مملوکات و مقبوضات یہود پر قابض ہونے کی غرض خاص سے اختیار فرمائی گئی تھی اور آئین تبلیغ دین اور حفاظت خود اختیاری کی کوئی وجہہ قائم نہین کی جاسکتی۔ اسلام نے بلا ضرورت سبقت کر کے یہود کو اُن کے مقبوضات سے بیدخل کر دیا اور مملوکات سے نکال دیا۔ کوتہ بین مخالفین کی عیب جو نگاہین آپکے اس ایہام فی البیان سے منتفع ہو کر غزوۂ خیبر کے اصلی مقاصد کو مختلف تعریضات و تشنیعات کا اسی طرح ہدف بنالیتین شبلی صاحب کے محتاط قلم سے ایسی بد احتیاطی سخت افسوسناک ہے۔

اسی طرح شبلی صاحب کا یہ لکھنا کہ "سن قاعدے (تبلیغ اسلام) کے مطابق خیبر اسلام کا پہلا ملک تھا" صحیح نہین معلوم ہوتا۔ باعتبار اراضی۔ آبادی۔ پیداوار اور آمدنی کے علاقہ خیبر کو ملک کی مبالغہ آمیز تعریف کے اندر لائین۔ تو کسی قدر جائز ہو سکتا ہے۔ اسلیے پہلا ملک ہونیکی جگہہ یہہ کسی طرح اسلام کی پہلی ملک نہین قرار پاسکتا! اس لئے کہ اس سے پہلے یہودان بنی قینقاع۔ بنی نضیر اور بنی قریظہ کے مقبوضات مثل اراضیات زراعت و نخلستان و مکانات مسکونہ اسلام کی تملیک و تصرف مین آچکے تھے اور بحکم رسالت و بقاعدۂ شریعت عام مسلمانون مین تقسیم ہو چکے تھے۔

مضامین تمہید کے آخر مین لکھا گیا ہے کہ غزوات کے خاتمہ کے بعد یہہ بحث بتفصیل آئیگی کہ ایک مُدت تک لوگ جہاد کو عرب کے قدیم طریقہ کے مطابق معاش کا ذریعہ سمجھتے رہے۔ اس لڑائی (خیبر) تک یہی غلط فہمی قائم رہی۔ یہہ پہلا غزوہ ہے جسمین یہہ پردہ اوٹھا دیا گیا اور اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس لڑائی مین صرف وہ لوگ شریک ہون جنکا مقصد محض جہاد اور اعلاے کلمۃ اللہ ہو۔ سیرۃ النبی صہ ۳۵۲۔

آپکے اس مختصرہ سے صحابہ دنیا پسندی سے بری نہین ہوتے۔ بلکہ اس مظاہرہ سے تو شروع اسلام سے لیکر خیبر کے موجودہ زمانہ تک تو طمع دنیاوی مین اونکا انہماک ثابت ہوتا ہے۔ یہہ بالکل صحیح ہے اور اسی بناپر آنحضرت صلعم نے بار بار کے تجربے اور مشاہدے کے بعد صحابہ کو ایکی بار اس قصد و خیال سے باز رہنے کے لیے نہایت سختی کے ساتھ ہدایت و موعظت فرمائی۔ مگر افسوس کہ اتنی تاکید و تہدید کے بعد بھی صحابہ مین خالص مجاہدین بہت ہی کم نکلے۔ چنانچہ مسند امام احمد ابن حنبل کی یہہ روایت شاہد ہے۔

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال لما کان یوم خیبر اقبل نفر من اصحاب رسول اللہ صلعم فقالوا فلان شہید حتی مروا علی رجل فقالوا فلان شہید فقال رسول اللہ صلعم کلا انی رأیتہ فی النار ثم قال رسول اللہ صلعم یا ابن الخطاب اذھب فنادی فی الناس انہ

حضرت عمر سے مروی ہے کہ بروز جنگ خیبر چند اصحاب رسولؐ نے آکر ذکر کیا کہ فلان شخص شہید ہوا۔ اسی طرح پھر دوسرے شخص کی نسبت کہا کہ فلان شخص شہید ہوا۔ یہہ سنکر جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسا ہرگز نہ کہو۔ مین نے اوس شخص کو نار جہنم مین دیکھا ہے بعد ازان حضرت عمر سے فرمایا کہ جاکر لوگون مین منادی کردو کہ سوا مومنین کے

لا یدخل الجنۃ الا المومنون قال فخرجت فنادیت انہ لا یدخل الجنۃ الا المومنون۔

کوئی شخص جنت میں داخل نہوگا حضرت عمر فرماتے ہیں پس میں نے جاکر آنحضرت صلعم کے حکم کے مواقق اس بات کا اعلان کردیا کہ مومنین کے سوا جنت میں کوئی نہ داخل ہوگا بحوالہ تاریخ احمدی ص۱۷۱ بحوالہ مدارج ص۲۶۱

اگر اس ہدایت کا اثر تھوڑی دیر کے لیے مان بھی لیا جاوے۔ تو وہ صحابہ کے طبقہ مین ہرگز دیرپا نرہا اس لیے کہ دولت اندوزی کی بنا پر یہی جہاد۔ وفات رسولؐ کے بعد تمام عرب مین تنہا ذریعہ معاش بنا لیا گیا اور تمام مشاغل قدیم تجارت وفلاحت موقوف و متروک کردیئے گئے۔ اوران تمام جہادون کے مقاصد تبلیغ دینی اور اعلائے کلمۃ اللہ کے اصول حقیقی سے علحدہ ہوکر صاف صاف ملک گیری اور کھُلی کھُلی کشورستانی وجہانبانی کے دستور قدیم پر قائم ہوگئے۔ جیسا کہ ہم جلد اوّل کے تبصرہ مین پوری تفصیل کے ساتھ بیان کر آئے ہین۔

اپنے موجودہ مضامین تنقیدی کو ختم کرکے ہم پھر اپنے سلسلۂ بیان پر آجاتے ہین۔

مذکورۂ بالا واقعات غزوۂ خیبر کے اصلی اسباب وقوع ثابت ہوتے ہین۔ اور اسلام کی طرف سے اس کی دفاعی صورت قائم کرتے ہین مذکورۂ بالا اسباب وقوع کے سلسلہ مین یہودیون کی قدیم مخالفت اور معاندت ثابت ہوتی ہے جس کا خونین منظر پہلے ذی قرد مین مسلمانون کے خون ناحق کا محضر پیش کرچکا ہے۔ خیبر کی جنگ اسلام کی انھین مخالفانہ حملات کی مدافعت تھی۔ جسکے سامان وہ سالہا سال سے فراہم کررہے تھے۔ اور خود تو خود غیر جانبدارانہ قومون کو بھی اپنی طرف سے اسلام کی مخالفت پر آمادہ اور طیار کررہے تھے۔

واقعات مندرجہ بالا سے ثابت ہوچکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تمام مفسدون کی خبر پاکر بھی اپنی طرف سے کسی مخالفانہ کارروائی کا قصد نفرمایا۔ بلکہ ایک بار نہین کئی بار خود اپنی طرف سے قاصد بھیجکر اور صلح و آشتی کے خطوط لکھ لکھ کر اونکے معاملات کو بمصالحت ومسالمت طے فرمادیا لیکن یہود کی ناشنوا قوم شنوانہ ہوئی اور اونسنے تجویز رسالت کی اخلاقی خوبیون کو قدر کی نگاہون سے ندیکھا۔ اور صاف صاف لفظون مین انکار کردیا۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مایوس ہوکر خیبر کی جنگ مدافعانہ کا اعلان فرمادیا۔

یہان ایک امر ضرور ذہن نشین کرلینا چاہیے کہ بخلاف جنگ احد وخندق وغیرہ کے اس جنگ مین مخالف کی حملہ آوری معلوم نہین ہوتی۔ بلکہ خود آنحضرت صلعم کا مدینہ سے آٹھ میل خیبر تک لشکر لیجانا ظاہر ہوتا ہے۔ اس بنا پر یہہ شبہہ ہوسکتا ہے کہ پھر یہہ جنگ دفاعی کیسے کہی جائیگی۔ اسی شبہے نے غالبًا شبلی صاحب کے قلم کو بھی دہوکا دیکر روکدیا ہے۔

جواب یہہ ہے کہ جنگ احد وخندق کی مشکلات نے بتلادیا تھا کہ دار الاسلام مدینہ مین پہونچکر دشمنون کے حملات کتنے شدید تکلیف دہ اور ضرر رسان ہوجاتے ہین اسلیے جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے ہی سے ایندہ ایسے موقعون پر مخالف کو اپنے قریب آنے کی مہلت دینی بالکل نامناسب ورخلاف مصلحت سمجھ لیا تھا۔ ذی قرد کے خونخوارانہ حملے نے جو جنگ خیبر سے کل تین روز پہلے واقع ہوا تھا۔ آپ کی اس تجویز کو حقیقت اور مصلحت کے بالکل مطابق ثابت کردیا یون تو یہودیون کے حملہ کی خبر مدت سے گرم تھی۔

لیکن ذی قرد کے خونین مناظر نے اونکا مشاہدۂ عینی کرا دیا تھا۔ اسی وجہہ سے جنگ خیبر مین آپ نے غنیم کو اتنا وقت نہین دیا کہ وہ مدینہ منورہ پر چڑھ آئین اور شہر کا محاصرہ کرکے اہل اسلام کو محصور و مجبور کرلین۔ بلکہ غزوہ بدر کی طرح ابو جہل کے لشکر کی آمد سنتے ہی آپ نے مدینہ سے ۸۰ میل آگے بڑھکر چشمہ بدر پر روکدیا اور بڑی ہمت و استقلال سے اوسکو ہزیمت کامل پہونچائی۔ بالکل یہی صورت جنگ خیبر کی تھی۔ وہ غزوہ (بدر) مشرکان مکہ کے حملات مخالفانہ کی مدافعت کی غرض سے قائم ہوا تھا۔ اور یہہ یہودان خیبر کی غدارانہ مفسدہ انگیزی کی تنبیہہ و تادیب کی ضرورت سے اختیار فرمایا گیا۔ مدّعاے دفاع دونون مین مشترک تھا۔ اس لیے خیبر کی جنگ بھی جہاد دفاعی ضرور تھی۔

خیبر کی طرف روانگی جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے محرم ۷ھ ہجری مین چودہ سو مسلمانون کی جمعیت کے ساتھ خیبر کا قصد فرمایا۔ منزل صہبا مین پہونچکر راہ بہت ہی پر پیچ اور کج مج پائی گئی۔ زمین تو ناہموار تھی ہی۔ اور صحرائی درختون سے اور جنگلی جھاڑیون سے بالکل پُر خار۔ اگرچہ متفرق جادے معلوم ہوتے تھے۔ مگر یہہ معلوم ہونا دشوار تھا کہ براہ راست خیبر کو کس جادے سے جانا چاہیے۔ اسلیے دلیل کی ضرورت ہوئی۔

دوسری ضرورت یہہ تھی کہ تدبیر قدرت اور تجویز رسالت یہہ تھی کہ لشکر اسلام ایک ایسے قریب و سہل اور جلد پہونچا دینے والے رستہ سے خیبر مین پہونچ جائے کہ غطفان کا قبیلہ یہودان خیبر کے پاس جمع نہ ہونے پاے اور فوج اسلام پہلے پہونچ جانیکی وجہہ سے جانبین کی سدّ راہ ہوجائے۔ انھین ضرورتون کی وجہہ سے دلیل بُلایا گیا۔ حُسَیل نامی ایک دلیل پیش کیا گیا اور وہ اجرت پر ہمراہ لیا گیا۔ وہ ایک ایسے مقام پر لے آیا جہان سے مختلف راہین مختلف مقامات پر جاتی تھین۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ان راستون کے نام مجھکو بتلاؤ۔ مین جس راستہ کو پسند کرون تم اوسی راستہ سے مجھے لیچلو۔ اوس نے کہا کہ ایک راہ کا نام حیران ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے یہہ راہ نہ پسند ہے اور نہ مین اس راہ سے جانا چاہتا ہون۔ پھر اوس نے بتلایا دوسرے راستہ کا نام شاش ہے۔ ارشاد ہوا یہہ بھی نہین۔ پھر اوس نے کہا تیسری راہ کا نام حاطب ہے۔ آپنے فرمایا یہہ بھی میری راہ نہین ہے اور نہ اس راہ سے جانا مجھے منظور ہے۔ حضرت عمر فرماتے ہین کہ مجھے تعجّب ہوتا تھا کہ وہ شخص (دلیل) جو نام لیتا تھا۔ وہ حضور کے نزدیک قبیح نکلتا تھا۔ اور آنحضرت صلعم اوس راہ کو مکروہ سمجھتے تھے۔ اب ایک ہی راہ باقی تھی۔ دلیل نے عرض کی اس راہ کا نام مرحب ہے۔ آپنے فرمایا مجھے اسی راہ سے لیچلو۔ کہ مجھے اسی سے کام ہے۔ حضرت عمر نے خفا ہوکر دلیل سے کہا کہ تو نے پہلے ہی کیون نہ اس راہ کا نام لے لیا اور اتنی دیر تک الجھا رہا۔

منزل صہبا سے کوچ موکب رسالت منزل صہبا سے اوٹھکر اسی راستہ سے خیبر کی طرف چلا۔ رات کو سفر کیا جاتا تھا اور دن کے وقت لشکر کو آرام لینے کے لیے ٹھہرا دیا جاتا تھا۔ راہ کٹنے کے لیے صحابہ مجاہدین اور تمام اسلامی مبارزین بلکہ اونکے شتربان تک۔ حُدی خوانیان (رجز خوانیان) کرتے جاتے تھے۔ جو سُننے والون کی لطافت اور نیز سہولیت مسافت کے

وسافرت کا باعث ہوتا تھا۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی ان اشعار سے محظوظ خاطر ہوتے تھے حدی خوانون مین عامر بن الاکوع بہت مشہور تھا۔ اوسکے اشعار یہہ تھے۔

اللهم لولا انت ما اهتدينا — اے خدا اگر تو ہدایت ہمین نہ فرماتا تو ہم ہدایت نہ پاتے

ولا تصدقنا ولا صلينا — نہ خیرات کرتے اور نہ روزہ نماز ادا کرتے

فاغفر فداء لك ما اقتفينا — ہم تجھ پر فدا ہون ہم جو تیرے احکام بجا نہین لاتے

والقين سكينة علينا — تو اون کو معاف فرمادے اور ہمپر تسلی نازل فرما

انا اذا صيح بنا اتينا — ہم جب فریاد مین پکارے جاتے ہین۔ تو پہونچ جاتے ہین

وثبت الاقدام ان لاقينا — اور جب مقابلہ ہو تو ہمکو ثابت قدم رکھ۔ لوگون نے

وبالصياح عولوا علينا — پکارکر ہم سے استغاثہ چاہا ہے۔

یہہ اشعار صحیح بخاری مین نقل کئے ہین۔ مسند بن حنبل مین یہہ اشعار زیادہ ہین۔

ان الذين قد بغوا علينا — جن لوگون نے ہم پر دست درازی کی ہے۔ جب وہ کوئی

اذا ارادوا فتنة ابينا — فتنہ برپا کرنا چاہتے ہین تو ہم اون سے دبتے نہین ہین

ونحن عن فضلك ما استغنينا — اور اے خدا ہم تیری عنایت سے بے نیاز نہین۔ سیرۃ النبی ص ۲۵۳

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عباد بن بشر انصاری کو طلیعہ فوج اسلامی بناکر روانہ کیا۔ اور مخالف کی خبر رسانی کیلیے تاکید فرمادی۔ حسن اتفاق سے بشر بن عباد کو آگے جاکر تھوڑے ہی دور پر خیبریون کا ایک جاسوس مل گیا۔ جسے عباد نے فوراً گرفتار کرلیا۔ اوس سے استفسار حال کیا تو اوس مکار نے پہلے حقیقت حال پر پردہ ڈالا۔ اور کہا۔ میرا اونٹ گم ہوگیا ہے۔ اوسکو تلاش کر رہا ہون۔ بشر بن عباد نے بہت سی ایسی حرفتین دیکھی تھین۔ اوسکی حیلۃ الوقتی پر کوئی اعتنا نہ کی۔ بلکہ پہلے سے بھی زیادہ تنبیہہ و تادیب پر مستعدی دکھلائی اور اوس سے پوچھا کہ خیبریون کی کیا خبر ہے اوس نے کہا کہ مین صرف اتنا جانتا ہون کہ یہود ابن قیس نے کنانہ بن ابی الحقیق کو بنی غطفان کے پاس بھیجکر حمایت کے لیے بلایا ہے۔ وعیینہ بن بدر سلاح پوش جوانون کی معتد بہ جماعت کے ساتھ خیبر مین پہونچ گیا ہے۔ سب ملاکر خیبر مین اسوقت دس ہزار فوج مسلمانون سے مقابلہ کے لیے طیار ہے۔

عباد تو پہلے ہی جان گئے تھے کہ یہہ خیبریون کا جاسوس ہے۔ مگر وہ خوف جان سے اظہار حال نکر سکا۔ عباد نے چشم نمائی کی تو اوس نے صاف صاف لفظون مین پھر کہا کہ میری جان بخشی کردیجائے تو مین حقیقت حال عرض کردون عباد بن بشر نے اوسکی استدعا قبول کرلی۔ اوس نے سب سے پہلے اپنے جاسوس ہونے کا اقرار کیا پھر کہا کہ باوجود دس ہزار

سلاح پوش جوانون کے موجود ہوتے کے بھی۔ یہودان خیبر بنی نضیر و بنی قریظہ کے معاملات کو پیش نظر رکھ کر اہل اسلام سے سخت ہراسان ہو رہے ہین۔ اگرچہ مدینہ کے منافقین نے اونکے پاس کہلا بھیجا ہے اور بہت کچھ اطمینان دلایا ہے کہ تم کو مسلمانون سے ذرا بھی ڈرنا نہین چاہیے۔ تمھاری جمعیت کثیر کے سامنے اونکے مٹھی بھر آدمی کچھ کام نہین کر سکتے۔ تمھارے پاس لشکر اور سامان جنگ بھی افراط سے ہے۔ اونکے پاس تو لڑنے کو ہتیار بھی کافی نہین ہین۔ پھر تم کیون دبنے لگے؟ اس اطمینان و سامان سے بھی خیبر والون کو تسکین نہین۔ سب کے سب یسے ہی مخوف ہین۔ دلون مین مارے خوف کے پنکھے لگے ہین۔ اب خیبر والون نے مجھے خاصکر مسلمانون کی تعداد لشکر دریافت کرنے کو بھیجا ہے۔ یہہ حال سنکر بشر ابن عباد مجھکو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین لے آے۔

بارگاہ رسالت مین غنیم کا جاسوس

جاسوس بارگاہ رسالت مین حاضر ہوا۔ بشر ابن عباد نے روئداد عرض کی حضرت عمر نے واقعہ سنکر عرض کی کہ اسکی گردن اوتار لی جاے۔ بشر ابن عباد بولے یہہ نہین ہو سکتا مین اسے امان دیکر لایا ہون۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بشر ابن عباد سے ارشاد فرمایا کہ اسکو بآرام تمام اوسوقت تک اپنی حراست و حفاظت مین رکھو۔ جبتک کہ اسکے بیان کی صداقت نہ ہو جاے۔ چنانچہ جب آپ خیبر مین پہونچگئے تو وہ خود مسلمان ہو گیا۔ روضۃ الاحباب صفحہ ۳۰۔ افسوس ہے کہ حضرت عمر کی عجلت و مداخلت علی الاکثر قبل از وقت کام کرنا چاہتے تھے اور آیہ وافی ہدایہ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ کے مفاد پر جناب کی توجہ بہت کم رہتی تھی۔

میدان جنگ کی تبدیلی حباب ابن منذر کا مفید مشورہ

موکب رسالت وادی حرضہ کی راہ سے خیبر کی طرف بڑہا اور قریب خیبر پہونچکر ایک مقام پر خیمہ زن ہوا۔ تو حباب بن منذر جو معارک جنگ کے بڑے تجربہ کار بزرگ تھے۔ خدمت اقدس مین حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ اگر حکم خدا کے رُو سے یہان قیام فرمایا گیا ہے تو مجھے کوئی عذر نہین اور اگر یوہین قیام کیا گیا ہے تو مجھے کچھ عرض کرنیکی اجازت دی جاے۔ آپنے ارشاد فرمایا۔ نہین مین نے خدا کے حکم سے یہان قیام نہین کیا ہے۔ بلکہ یوہین اوتر پڑا ہون۔ حباب نے عرض کی کہ یہہ مقام یہود کے قلعہ نطاۃ سے اتنا قریب ہے کہ ہماری آوازین اونکی سماعت تک پہونچ سکتی ہین۔ لیکن ہم اونکی باتون کو نہین سُن سکتے۔ اسی طرح اون کے پتھر بلا مزاحمت ہم تک آسکتے ہین لیکن ہمارے پتھر اون تک نہین پہونچ سکتے۔ اسی سے سمجھ لینا چاہیے کہ ہم پر اونکا قابو ہر طرح حاصل ہو سکتا ہے اور ہمارا اون پر نہین۔ اُسکے علاوہ یہہ غدار اور خونخوار قوم جس طرح شبخون کی عادی اور مشتاق ہے وہ معلوم ہے۔ اس لیے اونکی اس خونخواری کی طرف سے بھی خاص اندیشے لگے ہین۔ ان تمام باتون سے بھی قطع نظر کی جاے تاہم یہہ مقام بالکل نشیب مین واقع نظر آتا ہے۔ اور چارون طرف

سالہا سال کی غلاظت اور عفونت سے بھرا پڑا ہے۔ ممکن نہین کہ مجاہدین اسلام یہان قیام کرین اور انکی صحت قائم رہ جائے۔ حباب کی اس مفید تجویز سے آنحضرت صلعم نے اتفاق فرمایا۔ اور محمد بن مسلمہ نے حباب ابن منذر کی ہدایت کے مطابق مقام رجیع کو جو وہان سے قریب تھا۔ پسند کیا۔ چنانچہ لشکر اسلام وہان سے اوٹھکر مقام رجیع مین خیمہ زن ہوا۔ روضۃ الاحباب صہ ۳۴۲۔

شبلی صاحب سیرۃ النبیؐ مین لکھتے ہین۔

چونکہ معلوم تھا کہ بنی غطفان خیبریون کی مدد کو ضرور آئینگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقام رجیع مین فوجین اوتارین جو غطفان اور خیبر کے بیچ مین ہے۔ اسباب باربرداری خیمہ خرگاہ اور مستورات یہین چھوڑ دی گئین اور فوجین خیبر کی طرف بڑہین غطفان یہہ سنکر کہ اسلامی فوجین خیبر کی طرف بڑھ رہی ہین ہتیار سجکر نکلے لیکن آگے بڑہکر جب اون کو معلوم ہوا کہ خود انکا گھر خطرہ مین ہے تو واپس چلے گئے۔ طبری مین ہے۔

ان عظفان لما سمعت بمنزل رسول اللہ صلعم من خیبر جمعوا لہ ثم خرجوا لیظاھروا یھود علیہ حتی اذا ساروا منقلۃ خلفھم فی اموالھم واھالیھم حسًا ظنوا ان القوم قد خالفوا الیھم فرجعوا الی عقابھم فقاموا فی اھالیھم واموالھم وخلوا بین رسول اللہ وبین خیبر ۱۵۷۵

جب جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قیام کی خبر غطفان کو پہونچی تو سلاح جنگ پہنکر یہودیون کی حمایت مین نکلے۔ لیکن پھر انکو اپنے مال اور اہل وعیال کی تباہی وبربادی کا خیال آیا اور یہہ بھی سوچے کہ قوم یہود ان سے خلاف معاہدہ نہ کرے۔ اس بنا پر وہ واپس جاکر اپنے بال بچون مین بیٹھ رہے اور جناب رسولخدا صلعم اور اہل خیبر کے باہم مقابلہ کے لیے راہ خالی کردی۔

رایت خیبر مین حضرت عائشہ کی چادر کا پھریرا

عرب مین اظہار مفاخرت ومسابقت ہمیشہ سے ہر قبیلہ اور عشیرہ کا نصب العین تھا اور مذہبی قومی اور سیاسی امور مین اسکا اجرا وذکر ضروری سمجھا جاتا تھا۔ قدیم الایام سے عرب کے تمام اقوام وقبائل نے ان امور کے اظہار کے لیے ایک خاص شعار اور نشان مقرر کرلیا تھا۔ اونکی انھین تخصیصی علامات مین علم ورایات بھی تھے۔ جو تجمیع قبائل واقوام کے ضروری موقعون مین آراستہ کئے جاتے تھے۔ اس کا دستور سفر کے وقتون مین بھی سب سے زیادہ ضروری تھا۔ جلد دوم مین اسکی اہمیت تفصیل سے بیان ہوچکی ہے۔ عرب کے جلیل القدر مناصب مین لواء کا بھی ایک خاص امتیازی منصب تھا۔ اور صاحب اللواء قافلہ مین معزز اور ممتاز عہدہ دار شمار ہوتا تھا۔ لواء قومی کی ترتیب بھی سردار قوم کے مخصوص ہاتھون سے ہوتی تھی۔ اور لوائے قومی ایک خاص عزت وعظمت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ چنانچہ قبیلہ قریش کے لوائے قوم کی ترتیب سوائے بنی ہاشم کے کوئی دوسرا نہین کرسکتا تھا ہم اس منصب خاص کی تفصیل قصی کے زمانہ سے لیکر حضرت عبدالمطلب کے وقت تک جلد دوم مین بیان کرچکے ہین۔

اس منصب کی عظمت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ واقعہ احد مین۔ علمداران کفار مین ایکا ایک کر کے جب سب کا خاتمہ ہوگیا تو آخر خاندان بنی عبد الدار کے ایک غلام نے صرف اوس خاندان کے غلام ہونے کی عزت کے باعث قریش کی علمداری کا منصب پایا لیکن جب حضرت علی مرتضیٰؑ کی تیغ ابدار نے اوسکو بھی قتل کر ڈالا تو علقمہ نامی خاندان بنی عبد الدار کی ایک عورت نے وہ علم اوٹھا لیا۔ اور اس صنف نازک کی یہہ قوت و جگرداری دیکھکر جوانان قریش کی پُر جوشیون مین ایک نیا ہیجان پیدا ہوگیا۔

ان واقعات سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ عرب مین علم و رایت ایک قومی علامت امتیاز ہے اور اونکا علمبردار افراد قوم کا ممتاز ممبر ہے لیکن تحقیق سے یہہ ثابت ہوتا ہے کہ یہہ عظمت واقتدار اوسی علم و لواء کے ساتھ مخصوص ہے جو معرکہاے جنگ مین آراستہ کیا جاتا ہے۔ عام تجارتی کاروان یا دیگر قومی اور ملکی قافلون کے ساتھ جو علم ہوتے تھے وہ نہ اسقدر معزز خیال کئے جاتے تھے اور نہ اون کے علمدار اتنے ممتاز عرب کے خاص محاورے مین ایسے علمون کو رایات کہتے تھے لیکن وہ علم جو غنیم سے مقابلہ و مقاتلہ کے وقت اعزاز قوم کا نشان امتیاز بناکر ساتھ لیا جاتا تھا وہ لواء کہلاتا تھا۔ اور مجازاً رایت بھی بولا جاتا تھا۔ چنانچہ زرقانی لکھتے ہین۔

قد صرح جماعۃ من اللغویین بترادف الرایۃ	اہل لغت رایت ولواکو باہم مترادف ٹہراتے ہین۔ اور اوس علم کا
واللواء وھو العلم الذی یحمل فی الحرب لکن	نام بتلاتے ہین جو موقع جنگ پر آراستہ کیا جاتا ہے۔ لیکن امام احمد۔
روی احمد و ترمذی عن ابن عباس والطبرانی	ترمذی حضرت ابن عباس سے اور طبرانی بریدہ سے اور ابن عدی
عن بریدہ وابن عدی عن ابی ھریرۃ قالوا کانت	ابوہریرہ کے اسناد سے بیان کرتے ہین کہ آنحضرت صلعم کے رایت کا
رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سوداء	رنگ سیاہ تھا اور لواء کا سفید۔
ولواء ابیض	صفحہ ۲۵۶

شبلی صاحب کی موقع شناسی اور دقت رسی البتہ قابل تعریف ہے۔ اپنے مطلب کا ایک شوشہ ملنا چاہیئے دم کے دم مین مسلسل مضمون طیار۔ چونکہ اس غزوہ مین منصب علمداری کی تفویض ایک شرف خاص اور امتیاز تخصیص رکھتی ہے۔ اور وہ حسن اتفاق سے ایک ایسے ذی قسمت بزرگوار کی خوش تقدیری کا حصہ ٹھہری ہے۔ جو آپ کی طبع نفیس کے نزدیک مطبوع و ممدوح نہین۔ اس لئے ابتدا ہی سے اس تخصیص کو بھی محض معمولی واقعات کے نقل کا پردہ ڈالکر تعمیم و معمول کے عام تمثیلی صورت مین دکھلانیکی کوشش فرمائی گئی ہے۔ اگر ان نقش و نگار مصنوعی پر تقیضیات قیاس بھی کرلیا جاے۔ تاہم آپکے مفید مطلب نہین ہوتا۔ اسلیے کہ جس علم مخصوص کو امتیاز خاص حاصل تھا وہ آپ ہی کے اقراری الفاظ سے ایک فرد جداگانہ ثابت ہوتا ہے۔ آپکے الفاظ یہہ ہین۔

غرض آپ غطفان اور یہود کے حملہ کی مدافعت کے لیے مدینہ سے محرم ۷ھ مین سباع بن عرفطہ انصاری کو مدینہ کا افسر مقرر کرکے مدینہ سے روانہ ہوئے۔ ازواج مطہرات مین حضرت ام سلمہ ساتھ تھین۔ فوج کی تعداد ۱۴۰۰ تھی ۲۰۰ سوار اور باقی پیدل تھے۔ اس وقت تک لڑائیون مین علم کا رواج نہ تھا چھوٹی چھوٹی جھنڈیان ہوتی تھین۔ یہ پہلا مرتبہ تھا کہ آپ نے تین علم طیار کرائے۔ دو حباب ابن منذر اور سعد بن عبادہ کو عنایت ہوئے اور خاص علم نبویؐ جس کا پھریرا حضرت عائشہ کی چادر سے طیار ہوا تھا۔ جناب امیرؑ کو مرحمت ہوا۔ سیرۃ ص ۳۵۲۔

شبلی صاحب کے مندرجہ بالا طلسم الفاظی کی پہلے قلعہ کشائی کر لی جائے تو اس کے بعد حقیقت کی جلوہ نمائی کیجائے گی آپ فرماتے ہین اسوقت تک لڑائیون مین علم کا دستور نہین تھا۔ چھوٹی چھوٹی جھنڈیان ہوتی تھین۔ چھوٹے بڑے سے بحث نہین۔ آپ کے پہلے فقرہ عبارت کے بعد دوسرے ہی فقرہ سے ثابت ہے کہ لڑائیون مین علم کا رواج دستور قدیم تھا۔ افسوس ہے کہ آپ نے غلط دعوی کی شان بیان مین واقعیت کی طرف ذرا بھی متوجہ نہین ہوتے۔

اگر آپ کا یہ دعوی صحیح ہے کہ اوسوقت تک لڑائیون مین علم کا رواج نہ تھا۔ تو بتلایا جائے کہ امارت مکہ اور خدمات کعبہ کے ذکر مین منصب لواء۔ جو قریش کے منصبہائے عظیم وقدیم کی فہرست مین ایک خاص جدول کے اندر سیرۃ النبی جلد اول ص ۱۵۵ پر لگایا گیا ہے اور اوسکو خاندان امیہ کا عموماً اور ابوسفیان کا خصوصاً التمغا بنایا گیا ہے۔ کیا شے بتلایا جائیگا۔ شاید ان سے وہی چھوٹی چھوٹی جھنڈیان مراد ہون۔ تب بھی تو قوم وملک مین علم کا دستور ثابت ہوتا ہے۔ عام اس سے کہ ایک بڑے نشان کی صورت مین ہو۔ یا ہاتھ بھر کی جھنڈی کی قدوقامت مین۔

اگر معترض کہا ئے جنگ مین اسکی عدم موجودگی مخصوص ہے تو آپ خود ظہور اسلام سے سابق زمانہ مین حرب الفجار کے سلسلہ بیان مین لکھتے ہین۔

یہ لڑائی قریش اور قیس کے قبیلہ مین ہوئی۔ قریش کے تمام خاندانون نے اس معرکہ مین اپنی اپنی الگ فوجین طیار کی تھین۔ آل ہاشم کے لیے علمبردار زبیر ابن عبد المطلب تھے۔ جب لڑائیون مین علم کا دستور ہی نہین تھا تو یہ علم اور علمدار کہان سے نکل آئے۔ سیرۃ النبی ص ۱۲۲۔

پھر ظہور اسلام کے خاص ایام مین اور مخصوص غزوات مین۔ غزوہ خیبر سے پہلے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کا اپنے دست مبارک سے متعدد علم آراستہ فرما کر مختلف ممتازین اسلام کو عنایت کرنا تمام حدیث وتاریخ کی کتابون مین لکھا ہے۔ جنگ احد کے اسلامی علمدارون کے نام امام قسطلانی نے یہ بتلائے ہین۔

وعقد علیہ الصلوۃ والسلام ثلاثۃ الویۃ لواء للاوس بیدا سید بن الحضیر ولواء للمهاجرین بید علی ابن ابیطالب	(جنگ احد مین) آنحضرت صلعم نے تین علم طیار فرمائے۔ قبیلہ اوس کا علم اسید بن حضیر کو۔ اور مہاجرین کا علم حضرت علی ابن ابیطالب

وقیل بید مصعب بن عمیر ولواء الخزرج بید الحباب بن منذر وقیل بید سعد بن عبادہ — اور بعض کہتے ہین مصعب ابن عمیر کو۔ اور قبیلہ خزرج کا علم جناب بن منذر کو اور بعض کہتے ہین کہ سعد بن عبادہ کو عنایت فرمایا۔ (زرقانی جلد دوم ص۲۲۵)

اب تو شبلی صاحب کو معلوم ہو گیا کہ انعقاد علم کا رواج عرب مین۔ ایام جہالت سے لیکر اسلام کی اشاعت تک برابر جاری رہا۔ تو پھر آپکے یہ دو نو دعوی کہ اسوقت تک لڑائیون مین علم کا رواج نہ تھا اور یہ (خیبر) پہلا مرتبہ ہے کہ آپنے تین علم طیار کرائے" کسقدر رواقیت اور حقیقت کے خلاف ہو کر لغو ثابت ہوتا ہے۔

اب یہ دیکھنا اور دکھلانا باقی رہگیا ہے کہ شبلی صاحب کو ایسی لغو خامہ فرسائی کی کیا ضرورت واقع ہوئی۔ ضرورت تو وہی ثابت ہوتی ہے جسکی طرف ہم اوپر اشارہ کر آئے ہین۔ اور وہ یہ ہے کہ خیبر کے علم مین بمقابلہ دیگر علمہاے معارک اسلامی کے ایک خاص شرف اعزاز اور شان امتیاز تھی۔ اور وہ حقیقت و واقعیت کے اعتبار سے ایک ایسے بزرگوار کا خاص طور پر معیار فضیلت ثابت ہوتی ہے جسکو آپ کسی امتیازی اور اختصاصی نگاہ نہ خود دیکھنا چاہتے ہین اور نہ کسی کو دکھلانا چاہتے ہین اِسی وجہ خاص سے پہلے منصب لواء کو انکاری پھر استخفافی الفاظ مین مٹانا اور گھٹانا چاہا۔ اوّل تو معارک جنگ مین سرے سے اسکے وجود ہی سے یہ کہکر انکار فرمایا کہ اسوقت تک لڑائیون مین اسکا دستور ہی نہ تھا لیکن فورًا اسکی قدامت اور مرویات مین اسکے ذکر متواتر و متکاثر کا خیال ثانی آگیا تو اوسکی عظمت اور اہمیت کو استخفاف کے درجہ تک گھٹا کر ان لفظون مین بیان کیا کہ "چھوٹی چھوٹی جھنڈیان ہوتی تھین" ان تمام لفظی قلعہ بندیون کا مدعاے خاص یہ تھا کہ لوآے جنگ اور صاحب لواء (خصوصًا صاحب لواے خیبر) کے اعزاز خاص کا اثر ناواقف مسلمانون کے دل پر نہ پڑنے پائے۔ اور وہ لواے خیبر کے روحانی عظمت و اقتدار کو تعمیم کے اصول معمول سے بڑھا کر خصوصیت کے مرتبہ تک نہ لیجائین۔ کیونکہ ایسا یقین و اعتقاد آپ کے اوس مدعاے حقیقی اور منشاء اصلی کے بالکل خلاف ثابت ہوگا جس کی بنا پر مجلدات سیرۃ النبی کی تصنیف کی ضرورت آپکو واقع ہوئی ہے۔

شبلی صاحب کے دونون بیان دعویون کی لغویت ثابت کردی گئی۔ اب آپ کی ایک نئی قلمکاری ملاحظہ کی جائے۔ سابق عبارت کے آگے لکھتے ہین۔ "دو علم حباب بن منذر اور سعد بن عبادہ کو عنایت ہوے اور خاص علم نبوی جس کا پھریرا حضرت عایشہ کی چادر کا طیار کیا ہوا تھا۔ جناب امیرؑ کو مرحمت ہوا"

چونکہ اس غزوہ مین تفویض علم سے جناب امیر علیہ السلام کا خاص اعزاز و امتیاز ثابت ہوتا ہے۔ اس لیے شبلی صاحب کی طبع نازک پر اونکی یہ شان اعزاز ناگوار گذری۔ لیکن چونکہ یہ واقعات اعزاز و امتیاز خاص متواترات کے درجون سے بڑھکر یقینیات تک پہونچے ہوئے تھے۔ اس لئے ان سے انکار تو ہو ہی نہین سکتا تھا۔ ہان قلمکاری

ہوسکتی تھی اور وہ اسطرح کی گئی کہ جناب امیر علیہ السلام کے اس نشان اعزاز واختصاص مین بدعواے حضرت عائشہ کی شرکت کا پیوند لگا دیا گیا۔ مُدعا یہ ہے کہ حضرت علیؑ کے دامن فضائل مخصوصہ پر شرکت وتعمیم کا ہلکا سا رنگ آجاے ؎
بہر رنگیکہ خواہی جامہ می پوش ؛ من انداز قدت را می شناسم پہلے تو اس روایت کی حقیقت اور شبلی صاحب کے اصول نقل واستنباط کے نیرنگ ملاحظہ ہون ۔ یہ روایت مواہب لدنیہ مین امام قسطلانی نے علامہ دمیاطی کی سیرۃ دمیاطی کے حوالہ سے نقل کی ہے۔ امام قسطلانی کا شمار محدثین مین ہے اور دمیاطی کا صاحبان سیرۃ مین سوائے اس ایک محدث اور اس ایک اہل سیرۃ کے۔ نہ کسی اور محدث نے رواے حضرت عائشہ کی تصریح کی ہے نہ کسی اور اہل سیرۃ نے۔ طبری۔ ابن ہشام ابن سعد۔ ابن اثیر۔ ابو الفدا وغیرہم سیرت وتاریخ کی اتنی کتابین۔ بخاری۔ مسلم۔ ترمذی۔ نسائی۔ مسند امام ابن حنبل۔ مشکوات وغیرہم احادیث کی اتنی کتابین موجود ہین۔ کسی مین تو اس تصریح کا نشان نہین نہین معلوم دمیاطی کو یہ تصریح کس حوالہ سے پہونچی۔ ضرور ہے کہ یہ خبر منفرد وموضوع عہد معویہ کی موضوعات کے حواشی مین داخل ہو۔ ورنہ کیا معنی کہ تفاسیر۔ احادیث۔ سیرت اور تاریخ اسلامی کے اتنے بڑے بڑے خوش عقیدہ مولفین ومصنفین حضرت ام المومنین کی ایسی فضیلت خاص کے استظہار واستشہار سے سعادت اندوز نہوتے۔

اسی لیئے شبلی صاحب کے مقرر کردہ معیار واصول نقل واستنباط کے موافق تو یہ روایت کبھی نقل وذکر کے قابل ہی نہین تھی۔ کیونکہ صاحبان صحاح مین سے اسکو کسی نے نہین لکھا۔ سیرت کے نقول آپکو قبول نہین۔ کیونکہ درجہ استناد مین سیرت کا پایہ صاحبان حدیث سے فروتر رکھا گیا ہے۔ پھر شبلی صاحب نے اپنے اصول مقررہ کے خلاف اس روایت کی نقل واستنباط پر کیسے جرأت کی۔ جو نہ کسی صحیح مین ہے نہ کسی مسند مین۔ مواہب لدنیہ مین سیرۃ دمیاطی سے نقل کی گئی ہے اور آپ خود ان دونو کتابون کی مجہولیت ان الفاظ مین بیان کرتے ہین۔

مواہب لدنیہ مشہور کتاب ہے اور متاخرین کا یہی ماخذ ہے۔ اسکے مصنف قسطلانی ہین جو بخاری کے مشہور شارح ہین۔ حافظ ابن حجر کے شاگرد تھے۔ یہ کتاب اگرچہ نہایت مفصل ہے لیکن ہزارون موضوع اور غلط روایتین بھی موجود ہین۔ دیباچہ ص۲۷۔ کیا عجب کہ یہ تصریح بھی انہین موضوعات مین ہو۔

سیرۃ دمیاطی کے متعلق تحریر ہے۔ کہ مصنفین سیرت مین سے بعض لوگون نے اس نکتہ کو سمجھا اور جب احادیث کی چھان بین کی تو انکو تسلیم کرنا پڑا کہ اون کی (دمیاطی) کتابون مین بہت سی روایتین صحیح حدیث کے خلاف درج ہوگئی ہین لیکن چونکہ انکی تصنیف پھیل چکی تھی اس لیے اصلاح نہ ہوسکی۔ حافظ ابن حجر ایک موقع پر دمیاطی کا ایک قول نقل کرکے لکھتے ہین۔

ودل ھذا علی انہ کان یعتقد الرجوع عن یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ اکثر واقعات جن مین دمیاطی نے

کثیر مما وافق فیہ اھل السیرۃ وخالف الاحادیث	اہل سیر کی موافقت اور صحیح حدیثون کی مخالفت کی تھی۔ اپنی سے
الصحیحۃ وان ذلک کان منہ قبل تضعیفہ منھا والرجوع	رجوع کیا لیکن چونکہ اونکی کتاب کے نسخے تمام پھیل گئے تھے اس لیے
نسخ کتابہ وانتشارہ لم یتمکن من تغییرہ	اون کی اصلاح نکر سکے۔ سیرۃ النبی۔ دیباچہ صلا ۔

باوجود اتنی مذکورہ بالا خامہ فرسائی کے پھر آپنے انھین دونون ناقابل استناد کتابون کے حوالون پر اعتبار کیا طرفہ یہ ہے کہ آپ کو انکے حوالے دیتے وقت صحیحین بخاری و مسلم کی ساتھ خوش اعتقادی اور ذی اعتمادی کا بھی خیال نہ آیا۔ آخر کیون؟ صرف اسلیے کہ استخفاف فضیلت علیؑ اور اظہار فضیلت عائیشہ کی ضرورت پیش تھی اور یہ دونون ضرورتین ایسی شدید و ناگزیر تھین کہ انکی نقل وتحریر کے آگے۔ اگرچہ اپنے معیار مقررہ سے اختلاف ہو۔ اقرار رقم کردہ سے انحراف ہو۔ کچھ بھی ہو اغراض وتغافل اور تسامح وتساہل ممکن نہین تھا۔ سبق آموزی بخاری کا یہ پہلا قاعدہ ہے۔

بہرحال۔ ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ آپ کی یہ قلمکاری بھی آپکے مفید مطلب نہین ہوی۔ کیونکہ جس علم کو آپنے علم نبویؐ لکھکر تمام مسلمانون کو خیبر کے لواے بیشرہ پر گمان کرنے کا دھوکا دیا ہے وہ اصل مین وہی رایت تھا جو قافلہ اور لشکر کی جمعیت عام مین امتیاز قوم وقبائل کی ضرورت سے ہمراہ لیا جاتا ہے۔ نہ حقیقتاً وہ علم مبارک اور وہ لواے مقدس تھا۔ خیبر مین جسکے اشتیاق حصول مین تمام ممتازین صحابہ کو شب بھر سخت اضطراب وبیقراری اور اختر شماری مین کٹ گئی۔ علامہ زرقانی کی مرقومۂ ذیل عبارت ملاحظہ ہو۔

روی احمد والترمذی عن ابن عباس و	امام احمد اور ترمذی نے ابن عباس سے اور طبرانی نے بریدہ
الطبرانی عن بریدۃ وابن عدی عن ابی ھریرہ	سے اور ابن عدی نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ جناب
قالوا کانت رایۃ رسول اللہ صلعم سوداء ولواءہ	رسول خدا صلعم کے رایات سیاہ تھے۔ اور لواے فوج
ابیض وزاد ابوھریرۃ مکتوب فیہ لا الہ الا اللہ	آپ کا سفید تھا۔ اور ابوہریرہ نے اس مین یہ اضافہ
محمد رسول اللہ وھو ظاھر فی التغایر۔	کیا ہے کہ اسپر لا الہ الا اللہ و محمداً رسول اللہ لکھا تھا۔
فلعل التفرقۃ بینھما عرفیۃ قالہ الحافظ و	یہ قول ابن حجر کا ہے۔ اور مصباح مین منقول ہے کہ
فی المصباح لواء الجیش علمہ وھو دون الرایۃ	لواے فوج آپ کا علم کہلاتا تھا اور وہ آپکے رایات سے
وقال الدمیاطی وکانت متانف فی جواب	علیحدہ تھا۔ دمیاطی نے اون لوگون کے سوال کے
سوال نشا من ذکر الرایات ھو مم کانت رایتہ	جواب مین کہا ہے جو آنحضرت صلعم کے رایات کے بابت
فقال کانت رایۃ النبی صلعم السوداء من	پوچھتے ہین کہ وہ (رایت) سیاہ تھا اور حضرت عائشہ کی
برد العائشۃ رض والاولی سوداء بالتنکیر	چادر سے بنا تھا۔ زرقانی لکھتے ہین کہ سیاہ رنگ کا ہونا بالتنکیر

كما قاله الصحابة الثلاثة لانه لم يتقدم ذكرها وكانت تسمى العقاب

یعنی بالعموم ہے اسلیے کہ آپ کے تمام رایات سیاہ ہوا کرتے تھے جیسا کہ تین صحابہ کے اقوال سے پہلے بیان ہو چکا ہے اور اُن میں سے کسی ایک نے بھی اس رایت کو مقدم نہیں کیا۔ اور وہ علم وہ تھا جس کا نام عقاب تھا۔

زرقانی جلد دوم صفحہ ۲۵۶ مصر

مگر شبلی صاحب ہیں کہ بخلاف اتباع صحابۂ کرام ذکر رایات کو مقدم کرتے ہیں صرف اس لئے کہ فضیلت حضرت عائشہ۔ الم نشرح ہو اور آپ کی چادر کے نیچے علمبردار خیبر کے فضائل مخصوصہ چھپ جائیں۔ یا کم سے کم حضرت علیؑ کی فضیلت مخصوصہ میں جناب عائشہ بھی شریک ہو جائیں۔ اوّل تو علاّمہ زرقانی کی شرح و معانی سے جس علم کی تفویض نے جناب امیر علیہ السلام کو شرف مخصوص بخشا تھا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان سیاہ علموں سے بالکل جدا تھا اور وہ سفید تھا۔ اور وہ معارک جنگ کیلیے مخصوص تھا۔ اور اوس کا نام عقاب تھا اس علم خاص کے علاوہ جو سیاہ رنگ والے علم تھے وہ رایات کہے جاتے تھے اور قوم و قبیلہ کی تمیز و شناخت کے بہمراہ لیے جاتے تھے۔ انھیں رایات میں سے جو جمعیت خیبر کے موقع پر ساتھ لیگئے تھے ممکن ہے کہ ایک میں حضرت عائشہ کی ردا پھرہرہ کی جگہہ لگادی گئی ہو۔ اگرچہ بالکل خلاف قیاس و خلاف واقع ہے اسلیے کہ زرقانی نے اسکو بھی لکھکر صاف کر دیا ہے کہ آنحضرت صلعم کے رایات بالعموم سیاہ ہوتے تھے۔ تو اگر صرف سیاہ رنگ کی وجہہ سے ردائے حضرت عائشہ کا قیاس کیا جاتا ہے تو پھر یہ ماننا ہو گا کہ آپکے تمام رایات سیاہ میں حضرت عائشہ کی چادریں لگی تھیں اور یہ محال ہے کہ اتنی ردائیں حضرت عائشہ کے پاس موجود ہوں۔ کیونکہ آپ خود فرماتی ہیں کہ ازواج پیغمبر میں کسی کے پاس کبھی ایک جوڑے سے زیادہ پہننے کو نہیں رہتا تھا۔ اس بناپر حضرت عائشہ کی چادر سے رایات کی آراستگی موضوعات کے حواشی ہیں اور کچھ بھی نہیں۔

اگر بفرض محال ہم اسکو تھوڑی دیر کے لئے مان بھی لیں تب بھی تو شبلی صاحب کا مطلب نہیں نکلتا۔ کیونکہ ان رایات میں جو کچھ عظمت و برکت تھی وہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس نسبت سے تھی نہ اسوجہہ سے کہ یہ حضرت عائشہ کی ردا کا بنا تھا یا کسی صحابہ کے دامان عبا کا۔ نہ اس رعایت سے کہ سعد ابن عبادہ کے ہاتھ میں تھا یا حباب ابن منذر کے کاندھے پر۔ ان وجوہ و اسباب کی بناپر یہ یقین کر لینا چاہیے کہ رایات یا لوایات جنگ کی عظمت و اہمیت جناب رسولخدا صلعم کی نسبت اور یمن و برکت کی بدولت تھی نہ کسی دوسرے کی نسبت و رعایت مخصوص سے۔

اسی طرح اگر شبلی صاحب کا یہ بیان کہ مدینہ سے روانگی لشکر کے وقت رایات بناکر دو سعد و حباب کو اور ایک جناب امیر علیہ السلام کو مرحمت ہوا صحیح بھی مان لیا جاوے۔ تو حقیقت اور واقعیت صرف اتنی ثابت ہو گی کہ جناب امیرؑ کو

دست اقدس میں جناب سرورِ کائنات صلعم کا رایت مبارک تھا۔ جو آپ کے امیرالمومنین اور رئیس المہاجرین ہونے کا معیار کامل تھا۔ پھر چند دنوں کے بعد جب غزوہ خیبر کا لواے موعود و مخصوص زینت دوش مطہر ہوا تو اس رایت برداری و علمداری کی شان والا و بالا ہو گئی۔ جیسا کہ عنقریب مفصل طور پر معلوم ہو گی۔

تعجب ہوتا ہے کہ شبلی صاحب کا ایسا محقق۔ مورخ اور محدث ہو کر ایسی ایسی موضوع اور غیر مفید مرویات سے استدلال فضائل کی بنیاد قائم کرے اور خاصکر ایسی حالت میں وہ ذاتی طور پر خود جانتا ہو کہ جناب امیر علیہ السلام کا ایسا بزرگوار جو بالنفس النفیس اصحاب کسا میں داخل۔ آل عبا میں شامل ہو۔ اور جسکی تصدیق فضائل میں آیۂ تطہیر نازل ہو چکا ہو وہ کسی کی چادر کا کیونکر منت کش ٹھہرایا جا سکتا ہے۔

خیبر میں داخلہ شبلی صاحب کی تمہید غیر مفید کی مرقومہ بالا تنقید کو ختم کر کے ہم پھر اپنے سلسلہ بیان پر آجاتے ہیں۔ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ منزل صہبا سے رجیع میں قیام کی جگہ بدل دی گئی۔ یہاں ٹھہر کر فوج میں رسد تقسیم کی گئی۔ جو صرف پسے ہوئے ستو تھے۔ یہی خاصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھی آگے رکھا گیا۔ آپ نے بطیب خاطر پانی میں گھول کر اوسے نوش فرما لیا اور شکر خدا ادا کیا۔ خیبر وہاں سے متصل تھا۔ رجیع سے کوچ فرما کر مغرب کے بعد موکب رسالت خیبر میں داخل ہو گیا۔ ہمیشہ سے شہنشاہ رسالت کا دستور تھا۔ کہ جب کسی نئے مقام۔ شہر۔ قریہ یا آبادی میں داخل ہوتے تھے تو حرف ذیل دعا داخلہ پڑھ لیتے تھے

اللھم انا نسئلک خیر ھذہ القریۃ و	اے خدا ہم تجھ سے اس قصبہ۔ اور اس قصبہ کے رہنے والوں اور قصبہ کی تمام داخلی
خیر اھلھا وخیر ما فیھا ونعوذ بک من شرھا	چیزوں کی بھلائی چاہتے ہیں اور اس قصبہ اور قصبہ والوں اور قصبہ کی داخلی چیزوں کی
وشر اھلھا وشر ما فیھا۔	برائی کے لیے تجھ سے پناہ مانگتے ہیں۔ زرقانی جلد دوم واصح ہتام جلد دوم ۱۵۸

خیبر کے قلعوں کی تفصیل یہ دعا فرما کر تمام لشکر کو حکم ہوا کہ بسم اللہ کہکر آگے بڑھو۔ خیبر میں رات بھر کامل خموشی اور سکوت سے قیام کیا گیا۔ چونکہ رات کو غنیم پر حملہ کرنا فرمان نبوت کے مطابق بالکل ممنوع ہو چکا تھا۔ اسلیے لشکر اسلام نے رات بھر پورے اطمینان سے آرام کیا۔

خیبر میں چھوٹے بڑے ملا کر کچھ قلعے تھے۔ جو تھوڑے تھوڑے فاصلے پر یکے بادیگرے واقع تھے مورخ یعقوبی نے ان قلعوں کے یہ نام بتلائے ہیں۔ سالم۔ نطاۃ۔ قصارہ۔ شق۔ حریطہ۔ اور القموص ان قلعوں میں یہود کی مجموعاً بیس ہزار فوج موجود تھی۔ ان تمام قلعوں میں قموص نہایت مستحکم محفوظ اور مضبوط مشہور تھا۔ مرحب جسکو یعقوبی یہود کا رستم دستان اور ہزار جوانوں کے برابر ایک جوان تسلیم کرتا ہے۔ اسی قلعہ کا قلعہ دار اور یہاں کی فوج کا سردار تھا۔ ابن ابی الحقیق کا خاندان جو مدینہ منورہ سے جلا وطنی کے بعد خیبر پر قابض ہو گیا تھا۔ اسی قلعہ میں رہتا تھا۔ یہود پہلے ہی سے ہوشیار تھے۔ استحفاظ و مدافعت کے انتظام قبل ہی سے درست کر چکے تھے۔ اپنی مستورات کو ان قلعوں سے ہٹا کر ایک محفوظ و مستور جگہ میں بھجوا دیا۔ اور رسد و غلہ کا ذخیرہ قلعہ ناعم میں رکھوا دیا۔ اور فوجیں قلعہاے نطاۃ و قموص میں جمع کرا دیں۔

اس انتظام کے اعتبار سے صرف قلعہ قموص اور نطاۃ مقابلہ جنگ کی ضرورت کے لیے منتخب کر لیا گیا تھا اور باقی قلعون کو دوسرے سامانون کے لیے۔

مقابلہ و مقاتلہ پر یہود کی طیاری اور اسلام کی احتیاط

اسلام کی مخالفت اور مسلمانون کے استیصال پر وہ اسقدر آمادہ تھے کہ باوجود سخت بیمار لاغر و ناتوان ہونے کے بھی سلام بن مشکم نصیری نے قلعہ نطاۃ کی قلعہ داری اپنے ذمہ لی اور وہان کی فوجین اوسکی ماتحتی مین جنود اسلامی کے مقابلہ کا انتظار کرنے لگین۔ اتنے متواتر اور عینی واقعات کی موجودگی مین بھی جو ہمہ دم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیش نظر تھے ابتک آپ کا ارادہ کشت وخون کا نہین تھا۔ اور جیسا کہ ہم اوپر لکھکر بتلا آئے ہین۔ آغاز معاملات سے لیکر اسوقت تک آپ کی خواہش دلی یہی تھی کہ صلح و آشتی کے شرائط پر جانبین سے معاملات طے ہوجائین۔ لیکن یہود کی طرف سے یہ خونخوارانہ طیاریان دیکھکر آپ کو اونکے معاملات کی طرف سے مایوسی ہوگئی تو چار و ناچار جناب رسول خدا صلعم نے لشکر اسلامی کو طیاری کا حکم دیا۔

علامہ حسین دیار بکری تاریخ الخمیس مین لکھتے ہین۔

ولما تیقن النبی صلعم ان الیھود تحارب وعظ اصحابہ ونصحھم وحرضھم علی الجھاد

آنحضرت صلعم کو جب اسکا یقین ہوگیا کہ یہود ہم سے ضرور لڑین گے تو آپ نے تمام مسلمانون کو وعظ و نصیحت کی۔ شرائط و نصاب جہاد بتلائے اور جہاد پر آمادہ کیا۔

چند عورتین بھی اس غزوہ مین خدمت مجاہدین کرتی تھین۔

جائزہ لشکر کے وقت چند خواتین اسلامی کو ہمراہ لشکر دیکھکر فرمایا گیا کہ تمہارا آنا کس غرض سے ہے۔ محترمات نے عرض کی مجاہدین کی خدمت کے لیے ہم نے اپنی امکانی قوتون کی نذر کر لی ہے۔ ایام سکون مین ہم لشکر کے ساتھ چرخہ کاتین گے اوس سے جو کچھ مال دنیا نصیب ہوگا وہ لشکر کے مصارف مین نذر کرین گے۔ دوران قتال مین مبارزان مجروحین کی خدمت کرین گے اونکے زخمون کی مرہم پٹی کرینگے۔ ہمارے ساتھ دوائین بھی ہمراہ ہین۔ اون سے علاج کرینگے۔

جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پرہمت خواتین کے مردانہ وار جواب سنکر بیحد متاثر ہوے اور اونکو ہمراہی لشکر کی اجازت دیدی۔ چنانچہ فتح خیبر کے بعد تقسیم غنیمت مین ان عورتون کو مردون کے برابر حصہ دیا گیا۔ یہ مال غنیمت نہ روپے تھے، نہ اشرفیان، نہ موتی تھے نہ جواہر۔ بلکہ صرف خشک کھجورین تھین جو سرفروش ووفادار مبارزین کو بھی ملین اور ان خدمت گزار خواتین کو بھی۔

احکام و آداب لشکر

ہم اس سے قبل تمام غزوات اسلامی کی خصوصیات مین لکھکر دکھلاتے آئے ہین کہ آداب و تہذیب فوج کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ خاص توجہ رکھتے تھے اور عرب کے عام دستور جنگ کے

مطابق شور و غوغا کے خلاف سکوت و خاموشی اختیار کرنے کی لشکر اسلامی کو سخت تاکید فرمائی گئی۔ غزوہ مین ایک موقع پر مبارزین اسلام نے ملکر زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ اصول خاموشی کے اعتبار سے ہدایتاً ارشاد ہوا کہ آہستہ آہستہ تکبیرین کہو سمجھ لو۔ جیسے تم پکارتے ہو وہ گران گوش نہین۔ اور نہ تمھاری نگاہون سے اتنا دور ہے کہ تمھین چلا کر پکارنے کی ضرورت ہو۔ وہ تو تم سے بالکل قریب ہے پھر اتنے زور سے پکارنا کیا۔

قلعہ ناعم (سالم) کا محاصرہ محمود بن مسلمہ کی شہادت

شبلی صاحب نے بھی یہ دونون واقعے بخاری باب غزوہ خیبر اور سنن ابوداؤد کے اسناد سے۔ سیرۃ النبی جلد اول ص۳۵۳ مین تحریر فرمائے ہین۔ ترتیب فوج سے فراغت پاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخالف کی طرف سے آغاز جنگ کا انتظار کرنے لگے۔ اس اثناء مین یہود کی طرف سے قلعہ ناعم کی فوج نے لشکر اسلام پر تیر باری شروع کی۔ محمود بن مسلمہ نے لشکر اسلام سے بڑھکر مخالف کے حملات کو روکا اور بڑی ہمت و دلیری سے اونکے خونخوارانہ محاربات کا کلہ بکلہ جواب دیا۔ یہانتک کہ تکان جنگ سے تھک کر دیوار قلعہ کے نیچے دم لینے کے لیے بیٹھ گئے۔ مکاری اور غداری یہودیون کی فطرت تھی۔ وہ ایسا موقع کب چوکنے والے تھے۔ کنانہ بن الربیع نے موقع پاکر اور نامردانگی دکھا کر فصیل قلعہ سے چکی کا پاٹ ایسا تاک کر گرایا جو محمود بن مسلمہ کے وسط سر پر گرا اور وہ غریب نادانستہ اوسکے نیچے دب کر شہید ہوگئے۔ رضی اللہ عنہ لیکن اہل اسلام نے قلعہ کو بھی بہت جلد خالی کرا لیا۔

شبلی صاحب لکھنے کو تو تاریخ لکھتے ہین اور سیرت نبوی کی ترتیب دیتے ہین لیکن نہین معلوم کہ نقل و تحریر واقعات مین اتنی عجلت کو کس مصلحت سے اختیار فرماتے ہین کہ واقعات کے واقعات۔ حالات کے حالات جن سے اسلام کے محاسن تاثیر اور اوسکی تبلیغ و تعلیم کے روحانی فیوض ثابت ہوتے تھے۔ قلم انداز فرماتے جاتے ہین۔ حالانکہ حدیث و سیرت کے بحث عنوان مین مسلّم ہوچکا ہے کہ سیرت و تاریخ واقعات و حالات کے ذخائر کا نام ہے۔ اور احادیث و فقہہ احکام و نصابات شرعیہ کے مرتب دفاتر ہین۔ باوجود ان اعتراضات کے واقعات ضروری کے بیان سے تاریخ و سیرت مین تغافل و تساہل کرنا مؤلف کی شان اور تالیف کے طریق و عنوان سے بالکل مخالف ہے۔

اکثر علمائے محدثین قلعہ نطاۃ کو اسلام کے اوّل فتوحات مین شمار کرتے ہین۔ لیکن امام المغازی ابن اسحق قلعہ ناعم کو فتح اسلام کا دروازہ قرار دیتے ہین۔ اہل سیر و تاریخ نے زیادہ تر قول ابن اسحاق کو اپنا مختار قرار دیا ہے اور اسی لئے ہم نے حصُون خیبر کے فتوحات کا فتح ناعم ہی سے فتح الباب کیا ہے۔

قلعہ نطاۃ کی فتح

قلعہ ناعم کو فتح کرکے لشکر اسلام نے قلعہ نطاۃ و شوق جو بالکل ایک دوسرے سے ملحق تھے۔ محاصرہ کیا۔ عامر یہودی ان دو قلعون کا سردار تھا۔ عامر کا ایک حبشی غلام تھا۔ جو اوسکے گوسفندون کی گلہ بانی کرتا تھا۔ لشکر اسلام کے محاصرہ کی خبر گرم تھی۔ وہ سویرے سے بھیڑون کے گلون کو لیکر صحرا مین نکل گیا تھا۔ شام کو حسب المعمول

جب واپس آیا تو تمام اہل قلعہ کو مسلح اور آمادہ جنگ دیکھا۔ اسنے آقا عامر سے پوچھا کہ آج یہ کیسی طیاری ہے۔ عامر نے جواب دیا کہ ہمارا ارادہ ہے کہ اس شخص سے جس نے چند دنوں سے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ جنگ کریں۔

مردِ نیکو بال کا قبول ایمان اوس غلام حبشی پر یہ جواب سنکر ایک خاص حالت طاری ہوگئی۔ لیکن وہ خموش رہگیا جب لشکر اسلام قلعہ کے مقابل آگیا تو وہ حسب المعمول اپنے بھیڑوں کے گلّے کو لیکر باہر نکلا۔ اور اپنی بھیڑوں سمیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بلا تکلف آپکے سامنے زمین پر دوزانو بیٹھ گیا اور عرض کرنے لگا آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں۔ ارشاد ہوا اسلام کی اور وہ خدا کی وحدانیت اور میری رسالت کی تصدیق ہے۔ اوس نے کہا کہ اگر میں آپ کی دعوت کی تصدیق کروں تو اسکے معاوضہ میں مجھے کیا ملےگا۔ ارشاد ہوا بہشت بشرطیکہ پہول اسلام پر تم مستقل رہسکو۔ یہ سنتے ہی وہ غلام حبشی فوراً مسلمان ہوگیا۔ اور عرض کرنے لگا میرے پاس یہ بھیڑیاں امانت ہیں انہیں واپس دیکر فوراً حاضر ہوتا ہوں۔ آپنے ارشاد فرمایا کہ اگر حصار کے اندر جاؤگے۔ تو یہود تمہارا مسلمان ہوجانا سنکر تمہیں فوراً قتل کر ڈالینگے۔ مصلحت وقت یہ ہے کہ حصار کے قریب جاکر اپنے مالک کو آواز دو کہ اپنی بھیڑیاں لیجاوے۔ تم بھیڑیاں دیکر چلے آؤ۔

حسب الحکم اوس غلام حبشی نے ایسا ہی کیا۔ قلعہ کے نیچے جاکر آواز دی اور کہا کہ اپنی بھیڑیاں اندر کرلو۔ عامر فوراً پہچان گیا حبشی بھیڑیاں واپس دیکر مبارزین اسلام کی صف میں چلا آیا۔ اور شان سے آناً فاناً شیر میدان میں گیا اور شریک جنگ ہوکر یہودیوں سے خوب لڑا۔ یہانتک کہ درجہ شہادت پر فائز ہوا۔ لوگ اوسکو میدان جنگ سے اوٹھالاے اور ایک خیمہ میں رکھدیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اوسکے خاتمہ احوال کی اطلاع کی تو آپنے ارشاد فرمایا عَمِلَ قَلِیْلًا وَاُجِرَ کَثِیْرًا۔ کام تو کم ہیں لیکن اوسکے اجر بہت زیادہ ہیں۔

ایک روایت سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ جب اوسکے خاتمہ کی خبر آپ کو پہونچائی گئی تو آپ اوس خیمہ میں تشریف لاے جہاں اوسکی لاش رکھی تھی۔ اوسکی لاش کو دیکھکر فرمایا۔ خداے سبحانہ تعالیٰ نے یقیناً اپنے اس بندہ پر عنایت و رحمت فرمائی اور اوسکو بہشت میں درجات عالی عطا فرماے۔ روضۃ الاحباب ص ۳۸۳۔

جاسوس یہود کی گرفتاری دستور جنگ کے موافق۔ ایام محاصرہ میں۔ دن بھر لڑائی ہوتی تھی۔ رات کو جانبین کے لشکر اپنے اپنے مقامات پر واپس جاتے تھے۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ انتظام کر رکھا تھا کہ ہر روز شب کے وقت ایک شخص محافظت لشکر کی خدمت پر خاص طور پر مقرر ہوتا تھا اور وہ اپنے رفقا کے ساتھ لشکرگاہ کی حفاظت کرتا تھا۔ ایکبار حضرت عمر کی باری کی رات تھی۔ یہ پہرہ داری میں مشغول تھے انکے رفقا ایک مرد یہودی کو پکڑ کر انکے پاس لے آے۔ اونہوں نے اوسکے قتل کا حکم دیا۔ یہودی نے حکم سنکر عرض کی کہ مجھے قتل نکیا جاوے بلکہ پیغمبر اسلام کی خدمت میں لیجایا جاوے

مجھے خدمت رسالت میں کچھ باتیں عرض کرنی ہیں۔ اور میں اسی غرض سے شب کے وقت قلعہ سے چھپکر نکل آیا ہوں حضرت عمر نے اوسکی استدعا قبول کی اور اوسکو خدمت رسول صلعم میں حاضر کیا۔ یہودی نے آتے ہی سلام عرض کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کیا خبر لائے ہو۔ عرض کی کہ اگر میری جان بخشی ہو۔ تو صحیح خبریں عرض کروں۔ ارشاد ہوا تمہاری امان کا حکم ہے۔ اُس نے عرض کی کہ میں یہودان قلعہ کو ابھی ابھی اس حالت میں چھوڑ کے آتا ہوں کہ اسوقت تک اُن میں کسی قسم کا نظم درست نہیں ہوا ہے۔ اسلیے کہ لشکر اسلام کی ہیبت سے سب کے ہوش و حواس زائل ہوگئے ہیں اور اُس شدت سے خوف وہراس طاری ہے کہ مجھے یقین ہے کہ وہ قلعہ چھوڑ کر بھاگ جائینگے۔ اور نطاۃ سے نکل کر قلعہ شق میں کیونکہ شق میں نطاۃ سے زیادہ فوج بھی ہے اور سامان و اسلحات جنگ بھی۔ صبح کو آپ قلعہ نطاۃ میں بے خوف وہراس چلینگے تو میں آپ کو وہاں کے ذرہ ذرہ سے آگاہ کروں گا۔ حضرتؐ نے فرمایا انشاءاللہ۔ اُس یہودی نے بھی کہا انشاءاللہ چنانچہ صبح کو ایک خفیف سی لڑائی کے بعد قلعہ نطاۃ مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔

قلعہ شق کی فتح نطاۃ کے بعد لشکر اسلامی قلعہ شق پر جا پڑا۔ اور دم کے دم میں وہ بھی فتح ہوگیا۔ اور مسلمانوں نے اُسپر بھی قبضہ کرلیا۔

قلعہ صعب کی فتح یوہیں اور چھوٹے چھوٹے قلعے فتح ہوتے گئے۔ اور اہل اسلام اُنپر متصرف ہوتے گئے یہانتک کہ قلعہ صعب کا محاصرہ ہوا۔ یہ قلعہ مضبوطی اور استحکامی میں اور قلعوں سے زیادہ مضبوط و مستحکم تھا۔ یہود نے لشکر اسلام میں رسد قبل ہی سے روک دی تھی مسلمانوں کے پاس جو کچھ ذخیرہ تھا وہ بھی ختم ہوچکا تھا۔ اس وجہ سے فوج اسلامی میں فاقوں کی نوبت تھی معتب بن قتیبر اسلمی کا بیان ہے کہ ہم نے ان تکلیفوں سے تنگ آکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض حال کی تو آپنے فرمایا تھوڑا صبر و تحمل اور کرو۔ انشاءاللہ تمھارے رزق میں بہت جلد وسعت عطا کی جاتی ہے۔

دوسرے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حباب ابن منذر کو فوج دے کر اہل قلعہ کے مقابلہ کے لیے بھیجا اور اُن کو ہدایت کردی کہ ایکبا تمام جمیعت سے حملہ کردو۔ اُس دن قبیلہ اسلم کے تمام لوگ حباب بن منذر کی ماتحتی میں خدمت جہاد میں مصروف تھے۔ آنحضرت صلعم کی ہدایت کے موافق سب نے ایکبار حملہ کرکے قلعہ صعب کو نہایت آسانی سے فتح کرلیا۔ قلعہ میں داخل ہوئے تو اُمید سے زاید زر و مال اور کھانے پینے کی چیزیں دستیاب ہوئیں۔

ایک صحابی کی شرابخواری لطیف تر یہ ہے کہ ان تمام چیزوں سے زیادہ شراب کا ذخیرہ ہاتھ آیا۔ راوی حدیث کا بیان ہے کہ وہ منظر میری آنکھوں سے نہیں ہٹتا کہ شرابوں کی مشکوں پر مشکیں قلعہ سے باہر لاکر زمین پر پانی کی طرح بہائی جاتی ہیں۔ یہانتک کہ یہود کا یہ سالہا سال کا ذخیرہ دم کے دم میں تباہ و برباد ہوگیا۔ عبد اللہ حمار مسلمان ہوچکا تھا لیکن اُسکو ابھی تک اسکا چسکا پڑا تھا کبھی کبھی مفت کی مل جاتی تھی تو پی لیا کرتا تھا وہ یوں تو پیتا نہیں پی لیتا ہوں کا ہے مانع

وہ بھی تھوڑی سی مزہ مُنھ کا بدلنے کے لئے۔ اس حرکت ناشائستہ کے لئے اُسکی دوایک مرتبہ تادیب وتنبیہ بھی ہوچکی تھی۔ عبداللہ حمار اس سیلاب سے کو دیکھ کر خون رونے لگا۔ اور ضبط نہ کرسکا۔ تھوڑی سی اُٹھا کر پی لی یارون نے دیکھ لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین پکڑ لائے۔ آپ کو بھی اُسکی یہ حرکت نہایت بُری معلوم ہوئی نعلین مبارک سے اُس شرابخوار صحابی کی خود بھی تنبیہ کی اور حاضرین صحابہ کو بھی اسی طریقہ سے اُس کی تادیب کا حکم فرمایا اور صحابہ کرام نے بھی حسب الحکم اُنکی پوری مرمت فرمائی۔ حضرت عمر کی زہ غضبی اب نہ اسکی فرمانے لگے۔ اللھم العنہ خدا اس پر لعنت کرے۔ بار بار اس شخص سے کہا جاتا ہے۔ تاہم یہ اپنی عادت سے باز نہین آتا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ اے عمر اسے بُرا نہ کہو۔ بااینہمہ۔ یہ شخص خدا اور رسولؐ کو دوست رکھتا ہے۔ روضۃ الاحباب ص ۳۸۵

قلعہ القموص کا محاصرہ | علمبرداران خیبر کا فرار

اسی طرح ایک ایک کرکے یہود کے تمام قلعے فتح ہوتے گئے۔ صرف قلعہ القموص رہ گیا۔ اور اسی پر یہود کی قسمت کا آخر فیصلہ موقوف تھا۔ اور اس مین کوئی کلام نہین کہ مورخین ومحدثین کی متفقہ بیان کے مطابق قلعہ قموص۔ یہود کے تمام قلعون سے زیادہ مضبوط اور مستحکم تھا۔ زرقانی لکھتے ہین وھو اعظم حصون۔ سب قلعوں سے عظیم ترین تھا۔ ص ۲۶۳ ج ۲

شبلی صاحب۔ قموص کی قلعہ کشائی کے متعلق رقمطراز ہین:۔

تاہم کے بعد اور قلعے بآسانی فتح ہوگئے لیکن قلعہ قموص مرحب کا تختگاہ تھا۔ اس مہم پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو بھیجا۔ لیکن دونوں ناکام واپس آئے۔ طبری مین روایت ہے کہ جب خیبری قلعہ سے نکلے تو حضرت عمر کے پاؤن نہ جم سکے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین آکر عرض کی کہ فوج نے نامردی کی۔ لیکن فوج نے اُن کی نسبت بھی یہی شکایت کی۔

اس روایت کو طبری نے جس سلسلہ سے نقل کیا ہے۔ اُسکے راوی عوف ہین۔ اُن کو بہت سے لوگون نے ثقہ لکھا ہے لیکن بندار جب ان کی روایت بیان کرتے تھے تو کہتے تھے وہ رافضی اور شیطان تھا۔ یہ لفظ نہایت سخت ہے۔ لیکن اُنکی شیعیت سب کو تسلیم ہے۔ اور گو شیعہ ہونا بے اعتباری کی دلیل نہین۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ جس روایت مین حضرت عمر کے بھاگنے کا واقعہ بیان کیا جاوے۔ شیعہ کی زبان سے اُس کا رتبہ کیا رہ جاتا ہے۔ اسکے علاوہ اوپر کے راوی عبداللہ بن بریدہ ہین جو اپنے والد سے روایت کرتے ہین۔ لیکن محدثین کو اس بات مین شبہ ہے کہ انکی جو روایتین باپ کے سلسلہ سے منقول ہین صحیح بھی ہین یا نہین۔ سیرۃ النبیؐ ج ا ص ۳۵۶

شبلی صاحب کی خدمت مین گذارش

شبلی صاحب کی مرقومہ بالا عبارت مین۔ پہلے تو ہم کو آپ کا وہی انداز اختصار دکھلاتا ہے جو ایسے خاص مقامات پر آپ کی تحریر کا معیار خاص ثابت ہوتا ہے۔ اس بنا پر آپ نے

صرف اتنا لکھ کر کہ اس ؐ نے حضرت ابوبکر و حضرت عمر کو بھیجا لیکن دونوں ناکام واپس آئے گویا تمام واقعہ کو ختم کر دیا۔ حالانکہ آپ کے اس مختصر اور مبہم بیان نے اصل واقعیت ہی کو خبط و بے ربط کر دیا۔ سطحی علم و اطلاع رکھنے والے مسلمان یہ سمجھیں گے کہ گویا یہ واقعہ بیک روز و بیک وقت گذر گیا پہلے حضرت ابوبکر گئے پھر حضرت عمر گئے لوٹ آئے اور تھوڑی تھوڑی سی لڑائیوں کے بعد محض اتفاقی طور پر ان دونوں صاحبوں کو کامیابی نہ ہوئی۔"

شبلی صاحب۔ آپ نے اپنے مفہوم میں جو مطلب پیدا کرنا چاہا ہے وہ تو واقعیت نہیں ہے اور نہ آپ کی یہ تحریر صحیح واقعہ کی اطلاع دیتی ہے۔ واقعیت یہ ہے کہ ایک دن حضرت ابوبکر قلعہ کشائی کے لیے بھیجے گئے۔ اور دن بھر انھوں نے سعی الامکان کوشش کی۔ مگر کشود کار نہ ہوئی۔ ہزیمت اٹھا کر واپس آئے۔ دوسرے دن حضرت عمر خیبر کشا بن کر قلعہ خیبر کے نیچے آئے اور آپ نے بھی دن بھر اڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن کچھ مفید کار نہ ہوا۔ سوا اس کے زیادہ آج کے روز مسلمانوں کو بلا و مصیبت اٹھانی ہوئی۔ ملاحظہ ہو امام نسائی خصائص میں لکھتے ہیں

عن ابی بریدۃ قال حاصرنا خیبر فاخذ اللوایۃ ابوبکر ولم یفتح لہ فاخذہ من الغد عمر فانصرف ولم یفتح لہ و اصاب الناس شدۃ و جھد

ابو بریدہ کا بیان ہے کہ جب ہم لوگوں نے قلعہ خیبر کا محاصرہ کیا۔ حضرت ابوبکر علم لے کر گئے مگر بغیر فتح کیے واپس آئے دوسرے دن حضرت عمر علم لیکر گئے وہ بھی بے نیل مرام واپس آئے اور سخت مشقت لوگوں کو اٹھانی پڑی

ہم خوب جانتے ہیں شبلی صاحب کے ٹھہرنے کا یہ میدان نہیں ہے۔ آپ ان مقامات سے بہت جلد نکل جایا کرتے ہیں اور اپنی اختصار نویسی کے پردے میں اصل حقیقت اور نفس واقعیت کو چھپا ڈالتے ہیں کیوں؟ اس لیے کہ آپ کے ممدوحین کی لغزشیں طشت از بام اور مشہور عام نہ ہوں۔

علمبرداران خیبر کی گریز کا انکشاف

شبلی صاحب کو طبری کے اس لکھ دینے پر کہ حبیبہ اصحابہ و یجبنہم ہمراہیان حضرت عمر، حضرت عمر پر بزدلی کا الزام لگاتے تھے اور حضرت عمر ان پر سخت طیش آگیا ہے۔ اور اس کے عقلی و نقلی دونوں طریقہ تنقید پر تیار ہو گئے ہیں لیکن حقیقت یہ بتلا رہی ہے کہ آپ اپنے دونوں طریقہ تنقیدی میں سے کسی ایک میں بھی کامیاب نہ ہوئے تفصیل یہ ہے۔

اوّل اعتراض یہ ہے کہ اس روایت طبری کا ایک راوی شیعہ ہے۔ اس وجہ سے گویا قابل اعتبار نہیں لیکن یہ دلیل تنقیدی جیسی ضعیف تھی وہ شبلی صاحب کو خود معلوم تھی۔ اس لیے ایک طرف اسکی مجہولیت کا اظہار بھی مقصود تھا اور دوسری طرف اسکی تائید بھی منظور تھی۔ اس لیے گویا اجتماع ضدین کے غیر امکان بناء و عنوان پر یہ لکھی گئی اسکی مجہولیت اور جہلیت کے لیے خود آپ کے الفاظ عبارت شاہد ہیں اور وہ یہ ہیں۔

اس روایت کو طبری نے جس سلسلہ سے نقل کیا ہے۔ اسکے راوی حوف ہیں۔ ان کو بہت سے لوگوں نے

ثقہ کہا ہے۔ لیکن بندار جب اُن کی روایت بیان کرتے تھے تو کہتے تھے کہ وہ رافضی اور شیطان تھا
یہ لفظ نہایت سخت ہے۔ لیکن اُن کی شیعیت سب کو تسلیم ہے اور گو یا شیعہ ہونا بے اعتباری کی دلیل
نہین۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ جس روایت مین حضرت عمر کے بھاگنے کا واقعہ بیان کیا جاوے شیعہ کی
زبان سے اُس کا رتبہ کیا رہ جاتا ہے"

شبلی صاحب کی یہ عبارت اجتماع ضدین اور مؤلف کی ذوجہتی کے مزے دے رہی ہے یعنی شیعہ ہونا آپ کے نزدیک دلیل بے اعتباری بھی نہین۔ پھر آپ اُسی بے اعتباری کی بنا پر عوف کی روایت کو مانتے بھی نہین اور بندار کے قول منفرد اور رائے واحد کے مطابق لکھتے ہین کہ جس روایت مین حضرت عمر کے بھاگنے کا واقعہ بیان کیا جاوے شیعہ کی زبان سے اُس کا رتبہ کیا رہ جاتا ہے یعنی وہ بیان قابلِ اعتبار نہین رہتا۔

اب ہم آپ سے پوچھتے ہین کہ آپ کے ان دونون متناقص اور متخالف بیان نے آپ کے موجودہ استدلال کا کیا رتبہ باقی رکھا جو کسی کے آگے قابل تسلیم مانا جاے۔ آپ خود لکھ کر اعتراف کر چکے ہین کہ عوف کو بہت سے لوگون نے ثقہ کہا ہے۔ لیکن بندار جب ان کی روایت بیان کرتے تھے تو کہتے تھے وہ رافضی تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عوف کو غیر ثقہ سواے بندار کے کسی اور نے نہین کہا۔ ورنہ بندار کے ساتھ آپ اُسکا نام بھی ضرور لکھ دیتے۔ آپ کی دلیل کے اس ضعف کو ہمیکہ اہل تحقیق و انصاف خود یقین کر لینگے کہ آپ ایک گروہ کثیر کے قول متفقہ کو چھوڑ کر۔ جو عوف کو ثقہ ہونے کے بارے مین منقول ہین۔ صرف بندار کے قول احاد پر اعتبار کرتے ہین۔ اور قول منفرد سے قول کثیر کی تکذیب کرنا چاہتے ہین۔ جو عقلاً و نقلاً ممنوع ہے۔ اور اصول تنقید و تحقیق کے بالکل منافی ہے۔ اس لیے کوئی بھی اسے قبول نہین کر سکتا۔

اب بندار کی حیثیت خاص بھی ملاحظہ فرمائی جاے کہ وہ کس پایہ کا ہے اور کس اہلیت و صلاحیت کے بزرگ ثابت ہوتے ہین جن کے قول کو آپ اتنی اہمیت دیتے ہین کہ انکے قول واحد کے مقابلہ مین اپنے علماے کثیر کے اقوال متفقہ کو فضول و بیکار اور ساقط از اعتبار کیے دیتے ہین انکی تفصیل شخصیت یہ ہے۔

آپ کا اصلی نام محمد بن بشار ہے اور بندار کے لقب سے مشہور ہین۔ میزان الاعتدال مین علامہ ذہبی انکی نسبت لکھتے ہین کذبہ الفلاس۔ فلاس نے ان کی تکذیب کی ہے۔ پھر اُسی میزان الاعتدال کی جلد دوم ص ۳۵۲ مین انکی نسبت تحریر ہے۔

قال عبد الله بن الدورقی کنّا عند یحیی بن معین	عبداللہ بن الدورقی کا بیان ہے کہ ہم لوگ یحیی بن معین
یجری ذکر بندار فرأیت یحیی لا یعبأ به	کی صحبت مین تھے کہ بندار کا ذکر آیا تو مین نے دیکھا کہ انھون نے

ولیستصعه — اُسکی طرف کوئی توجہ نہین کی بلکہ تضعیف کی

یہ تو میزان الاعتدال کی عبارت سے بندار کی حقیقت معلوم ہوئی - اب تہذیب التہذیب کے الفاظ مین انکی تفصیلی حقیقت ملاحظہ ہو۔

قال اسحاق بن ابراهیم القرازی کنا عند بندار فقال فی حدیث عن عائشة قال قالت رسول الله فقال له رجل یسخر منه اعندك بالله ما افضحك فقال اذ خرجنا من عند روح دخلنا الی ابی عبیدة فقال قد بان ذلك علیك وقال عبد الله بن اسمعیل بن سیار سمعت عمر بن علی یحلف ان بندار یکذب فیما یروی عن یحیی وقال علی بن مدینی سمعت ابی وصاله عن حدیث رواه بندار قال یسحروا فان فی السحور برکة فقال هذا کذب وانکره اشد الانکار وقال حدثنی ابوداود موقوفا وقال رایت القواریری لا یرضاه وقال کان صاحب الحمام۔ صفحہ ۲۷ جلد ۹

اسحق ابن ابراہیم القرازی کہتے ہیں کہ ہم بندار کے پاس تھے تو اس نے کہا کہ عائشہ نے کہا کہ نعوذ باللہ رسول اللہ فرماتی تھین - تو ایک شخص نے فوراً ٹوک کر کہا کہ حدیث مین تو رسولؐ سے تمسخر کرنا ہے خدا کی پناہ۔ دیکھو کیا نصیحت لیا تمکو۔ وہ کہتا تھا جب ہم رُوحؓ کے پاس سے ابو عبیدہ کے پاس جاتے تھے۔ تو وہ کہتا تھا تیری بات فاش ہوگئی۔ اور عبداللہ بن اسمعیل بن سیار کہتے تھے کہ ہم نے عمر بن علی کو حلفاً کہتے ہوئے سُنا ہے کہ بندار جھوٹا ہے اُن حدیثون مین جو یحییٰ سے روایت کرتا ہے علی بن مدینی (اُستاد امام بخاری) کہتے ہین کہ ہم نے ابن ابی وصالہ سے یہ حدیث بندار یسحروا فان فی السحور برکۃ کے متعلق پوچھا تو اُسنے کہا کہ یہ بالکل جھوٹ اور غلط ہے اور اسنے انکار شدید کیا ابوداؤد نے انکو موقوف بتلایا اسی طرح قواریری بھی بندار کو پسند نہین کرتا بلکہ کہتا تھا کہ وہ تو کبوتر باز تھا

بندار پر شبلی صاحب کی دلیل تنقیدی کا دارومدار تھا - وہ خود ہی ناقدین فن حدیث کے نزدیک ناقابلِ اعتماد اور ساقط الاستناد ثابت ہوئے - یحییٰ بن معین اُنھین ناقابلِ توجہ سمجھ کر اُن کی تضعیف کرتے ہین - قلاسی اُسے سرے سے کاذب بتلاتے ہین - عمر بن علی ضعیف الاسناد ٹھہراتے ہین - ابن سیار عمر بن علی کا قول حلفی لکھ کر انکی تائید مزید فرماتے ہین - ابن مدینی اُستاد امام بخاری کاذب اور منکر الحدیث دونون بتاتے ہین ابوداؤد اُس سے روایت کرنے مین احتیاط فرماتے ہین - قواریری اسکو خفیف الحرکات اور کبوتر بازی کے لہو لعب مین مبتلا بتلاتے ہین - تو پھر ایسے مجہول الحال شخص کے قول منفرد سے استدلال کرنا کسقدر مضحکہ انگیز ہے - حقیقت یہ ہے کہ آپ کو بندار کے تلاش حال کی کوئی ضرورت نہ تھی - اسلیے کہ آپ کا مدعا تو اس روایت کی تضعیف تھی - خواہ وہ کیسی ہی ضعیف طریقہ سے نہ وارد ہوئی ہو - وہ آپ نے پوری کردی لیکن خوش فہمی سے آپ یہ نہ سمجھے کہ بندار کے جاننے والے انکی حیثیت

وصلاحیت کے پہچاننے والے اور بھی بہت سے ہین جو انکی بے اعتباری اور آپ کی قلمکاری کی حقیقت کھول دے سکتے ہین اس بنا پر آپ کا ثبوت استدلال جو اس روایت مندرجہ کی تنقید مین آپنے پیش کیا ہے بالکل لغو ثابت ہوا۔ اور عوف کی نا اعتباری ثابت ہونے کی جگہ خود بندار ہی کی تکذیب ثابت ہوگی۔

باقی رہا آپ کا یہ فقرہ کہ عوف کی تشیعیت سب کو تسلیم ہے۔ ایک مغویانہ چکمہ سے زاید نہین۔ سب کو۔ یہ لفظ عام کس جماعت کی طرف راجع ہے۔ اگر اس سے سواد اعظم اہلسنت مقصود ہے۔ جیسا کہ ظن غالب بتلاتا ہے۔ تو یہ شیعون کے لئے کیسے قابل تسلیم ہو سکتا ہے۔ آپکے تالیفی تدیّن کا مقتضے تو یہ ہونا چاہتا تھا کہ آپ شیعون کے اعترافات سے اُس کا شیعہ ہونا ثابت کردیتے تب البتہ آپکے استدلال مین کچھ قوت آتی۔ شیعون کے اقرار سے عوف کا شیعہ ہونا کہان تک ثابت کیا جائیگا آپ تو اپنے فرقہ کے قول و آرا سے بھی اُس کے تشیعہ ہونے کا اظہار نہ فرما سکے۔ عام مسلمانون کے بدظن بنانے اور اپنے محقق ہونے کی سطوت جمانے کی غرض خاص سے لکھدیا کہ عوف کی شیعیت سبکو تسلیم ہے جبر دعوے کے شہود موجود نہون وہ صریح یادہ گوئی ہے۔

لیکن ہم آپ کی اس ترکیب کو بھی آپ کی ایجاد و طبعزاد خاص نہین کہینگے۔ بلکہ یہ تو آپکے سلف صالحین کا قدیم طریقہ چلا آتا ہے کہ جب کسی بحث مین کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہین دیکھی گئی اُسکے راوی کو شیعہ کہدیا گیا۔ آپ کے علم کلام کی کتابین اسکی مثالون سے بھری پڑی ہین خصوصاً آپ کے امام المتکلمین حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی اس ترکیب خاص کے بہت بڑے باکمال مشاق گذرے ہین۔

اگر بفرض محال عوف شیعہ ہی تھا۔ جیسا آپ لکھکر بتلانا چاہتے ہین تو آپ ہی کے اقراری قول کے موافق اُسکی شیعیت اُسکی بے اعتباری کی کیونکر دلیل ہوسکتی ہے چنانچہ اس اصول کو آپ خود متعدد جگہون پر لکھ چکے ہین۔ اور بتلاچکے ہین کہ رواۃ شیعہ قابل الاستناد ہین۔ چنانچہ دیباچہ صفحہ ۴۴ مین بذکر عبدالرزاق بن ہمام بن نافع الحمیری المتوفی ۲۱۱ھ ہجری مرقوم ہے۔

ثقات محدثین مین انکا شمار ہے۔ مزاج مین کسیقدر تشیع تھا۔ ابن معین کہتے ہین کہ عبدالرزاق اگر مرتد بھی ہوجائے۔ تب بھی ہم ان سے حدیث ترک نہین کر سکتے ۔"

آپ خود اس عبارت شیعہ رواۃ کی ذی اعتمادی اور قوی الاسنادی کا اسقدر پایہ بلند کرچکے۔ اب اُنکو گرانا تو گویا خود گرنا ہے۔ پھر اُسی دیباچہ کے صفحہ ۱۹ مین انھین امام طبری کی تصدیق و توثیق مین۔ جن کی روایت کی یہان ضرورتاً تنقید کی جاتی ہے۔ یہ عبارت لکھی گئی ہے۔

تاریخی سلسلہ مین سب سے جامع اور مفصل کتاب امام طبری کی تاریخ کبیر ہے۔ طبری اس درجہ کے شخص ہین کہ تمام محدثین انکے فضل وکمال تثقہ (ثقاہت) اور وسعت علم کے معترف ہین

ان کی تفسیر احسن التفاسیر خیال کی باتی ہے۔ محدث ابن جزیمہ کا قول ہے کہ دنیا مین
مین کسی کو ان سے بڑھکر عالم نہین جانتا ۳۱۰ھ مین وفات پائی
نے اُن کی نسبت لکھا ہے کہ یہ شیعون کے لئے حدیثین وضع کیا کرتے تھے لیکن علامہ ذہبی نے
میزان الاعتدال مین لکھا ہے۔

ھذا رجم بالظن انکاذب بل ابن یہ جھوٹی بدگمانی ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ابن جریر ؒ
جریر من کبار ائمۃ الاسلام المعتمدین کے معتمد اماموں مین سے ایک بڑے امام ہین۔
علامہ ذہبی نے اس موقع پر لکھا ہے کہ ان مین فی الجملہ تشیع تھا۔ لیکن مضر نہین۔ تمام مستند
اور مفصل تاریخین مثلاً تاریخ کامل ابن اثیر۔ ابن خلدون۔ ابوالفدا وغیرہ انھین کی کتاب کے
مختصرات ہین۔ یہ کتاب بھی ناپید تھی۔ یورپ کی بدولت شائع ہوئی۔

اب اہل تحقیق خود انصاف کرلین۔ کہ شبلی صاحب کو ان اقرار و اعترافات کے مقابلہ مین شیعہ رواۃ کی بے اعتباری عموماً اور امام طبری کی روایت کی خصوصاً بے اعتمادی کیسے ثابت ہوسکتی ہے۔ امام طبری کی تاریخ وتفسیر پر کیا موقوف و منحصر ہے صحیحین مسلم و بخاری کے رواۃ پر نظر غور فرمائیے تو جسطرح بخاری مین خوارج رواۃ کا ذخیرہ پایا جائے گا اُسی طرح مسلم مین شیعہ رواۃ کی کثرت دکھلائی دے گی۔ اگر شیعہ رواۃ کی تکذیب وتغلیظ پر آئندہ جرأت کی جائے گی تو صحیح مسلم کی صحت سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ اس بنا پر یہ لکھ کر بتلا دینا بہت ضروری ہے کہ شبلی صاحب پر اُن کے اس اعتراض سے پہلے تناقص فی الکلام اور انحراف عن الاعتراف کے دو چارج بیک وقت قائم ہوجاتے ہین۔

اب شبلی صاحب کا آخری الفقرہ کہ "یہ ظاہر ہے کہ جس روایت مین حضرت عمر کے بھاگنے کا واقعہ بیان کیا جاوے شیعہ کی زبان سے اس روایت کا کیا رتبہ رہ جاتا ہے"

بالکل خلاف اصول اور فضول اعتراض ہے۔ اور ایسا مضحکہ خیز کہ شبلی صاحب کی اس طفلانہ ضد پر بچے بھی ہنس پڑین گے۔ جناب والا۔ اگر یہی وجہ اعتراض ہے تو ہر شیعہ اس کہنے کا مستحق ہے کہ فضائل خلفا مین جتنی روایتین اہلسنت کی زبان وقلم سے نکلی ہین اُنکی کیا وقعت باقی رہ جائے گی۔ اسی کے ساتھ نحن معاشر الانبیا والی روایت احاد و منفرد کی کیا حقیقت رہ جائے گی۔ اسکو ابھی سے سونچ لیا جاوے فافہم فتدبر

شبلی صاحب اپنی خود غرضی کی پُرجوشی مین ایسے وارفتہ ہوگئے کہ عوف اور طبری کو تو جانے دیجیے۔ صحابہ اور تابعین کی بھی بے اعتباری ثابت کرنے لگے۔ چنانچہ اسی بحث کے آخر عبداللہ بن بریدہ پر بھی بے اعتباری کا

چیر کر دے گئے ۔ ۵ ایک چھری اور لگاتے گئے جاتے جاتے ۔ تحریر فرماتے ہیں ۔

اس کے علاوہ عبداللہ بن بریدہ ہیں ۔ جو اپنے والد سے روایت کرتے ہیں ۔ لیکن محدثین کو اس بات میں شبہ ہے کہ ان کی جو روایتیں باپ کے سلسلہ سے منقول ہیں صحیح بھی ہیں یا نہیں ۔

حالانکہ خود امام بخاری اپنی صحیح میں اور اُنکے شیخ الشیوخ امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں ۔ انھیں عبداللہ بن بریدہ سے بلا عذر و تامل روایت کرتے ہیں ۔ چنانچہ صحیح بخاری وسط مغازی میں ۔ بذیل ذکر محاصرۂ یمن و قصہ کنیز سلسلہ رواۃ یوں ہے ۔

حدثنی محمد بن بشار قال حدثنا روح ابن عبادہ قال حدثنا علی بن سوید بن منجوق عن عبداللہ ابن بریدہ عن ابیہ

محمد بن بشار کہتے ہیں کہ مجھ سے روح ابن عبادہ نے حدیث کی اُس سے علی بن سوید ابن منجوق نے حدیث کی اُسے عبداللہ بن بریدہ نے اپنے باپ کی زبانی حدیث کی

اس روایت کی سند میں عبداللہ بن بریدہ داخل ہیں اور اپنے باپ بریدہ سے روایت کرتے ہیں ۔ اور یہی وہ سلسلہ ہے جسکو شبلی صاحب محدثین کے نزدیک مشتبہ بتلاتے ہیں ۔ محدثین کے نام بھی نہیں لکھتے اور اگر لکھتے بھی تو اُنکے حکم و منشا کا امام بخاری کے آگے کیا اعتبار ہوتا ۔

اب اسمیں یہ نکتہ بھی خاص طور پر لحاظ و غور کے قابل ہے کہ بخاری نے اس روایت کو پہلے محمد بن بشار ملقب بہ بندار ہی سے نقل کیا ہے ۔ جو شبلی صاحب کے نزدیک نہایت معتبر اور معتمد ثابت ہوئے ہیں اور انھیں کے قول سے طبری کی روایت کی تردید فرمائی گئی ہے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ بندار اور امام بخاری دونوں کے نزدیک عبداللہ بن بریدہ کی وہ مرویات جو وہ اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں ۔ صحیح الاسناد اور قابل الاستناد ہیں ۔ پھر شبلی صاحب کے گمنام محدثین کے قیاس سے عبداللہ بن بریدہ کی تضعیف کیسے قابل تسلیم ہو سکتی ہے ۔

تو امام بخاری کی سلسلہ رواۃ کی سند نقل تھی اب امام احمد بن حنبل کا سلسلہ ملاحظہ ہو ۔

حدثنا یحییٰ بن سعید حدثنا عبدالجلیل قال انتھیت الی حلقۃ فیھا ابو مجلز و ابنا بریدہ فقال عبداللہ بن بریدہ

یحییٰ بن سعید نے لوگوں سے حدیث کی ۔ اُنسے عبدالجلیل اور عبدالجلیل نے (سلسلہ رواۃ) اس حلقہ پر تمام کیا جسمیں ابو مجلز اور بریدہ کے دونوں بیٹے داخل ہیں ۔ عبداللہ بن بریدہ نے کہا :-

اسمیں بھی وہی عبداللہ بن بریدہ داخل ہیں اور امام احمد بن حنبل نے بلا تامل اُن سے روایت کی ہے ۔ آخر حدیث میں عبداللہ بن بریدہ کے خاص الفاظ اس حدیث کی تصدیق و صحت میں یوں مرقوم ہیں ۔

قال عبداللہ فوالذی لا الہ الا غیرہ ما بینی و بین رسول اللہ صلعم فی ھذا الحدیث غیر ابی بریدہ

قسم اُس خدا کی جسکے سوا کوئی خدا نہیں ہے ۔ کہ اس حدیث میں میرے اور رسول اللہ صلعم کے درمیان سوائے میرے باپ کے اور کوئی دوسرا واسطہ نہیں ہے

اگر اتنے مشاہدے کے بعد بھی شبلی صاحب کو عبداللہ بن بریدہ کی تضعیف پر اصرار قائم رہے تو نہایت حیرت انگیز ہے

شبلی صاحب نے اپنی حیاۃ القلمی سے اصل واقعات پر جو پردہ ڈالا تھا اُسکو چاک کر کے باقی حالات خیبر کی مفصلہ ذیل بیان میں شیرازہ بندی کی جاتی ہے۔

علم خیبر کی گرانمایہ عطا

ہم برابر لکھتے آتے ہیں کہ حقیقت کسی حال سے نہ چھپی ہے اور نہ چھپ سکتی ہے شبلی صاحب نے حضرت علی مرتضیٰ کے فضائل مخصوص چھپانے اور گھٹانے میں تو ابتدا ہی سے کوشش بلیغ فرمائی تھی اور مرقومہ بالا مقام پر تو گویا حضرت عمر کی جنبہ داری پر آستین چڑھا کر تُل گئے تھے جیسا کہ اوپر کی عبارت سے ظاہر ہو چکا ہے۔ مگر غیرت الٰہی کہ چند ہی سطور کے بعد وہ پُرجوشی بالکل دھیمی پڑ گئی۔ اسلیے صرف کہ حقیقت تھی چھپ نہ سکی۔ چنانچہ مرقومہ بالا عبارت کے آگے تحریر فرماتے ہیں:

تاہم اسقدر صحیح ہے کہ اس مہم پر پہلے اور بڑے بڑے صحابہ بھیجے گئے تھے۔ لیکن فتح کا فخر کسی اور کی قسمت میں تھا۔ جب مہم میں دیر ہوئی تو ایکدن شام کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کل میں علم اس شخص کو دونگا جسکے ہاتھ پر خدا فتح دیگا۔ اور جو خدا اور خدا کے رسولؐ کو چاہتا ہے اور خدا اور خدا کا رسولؐ بھی اُسے چاہتے ہیں۔ یہ رات نہایت اُمید اور انتظار کی رات تھی صحابہ نے تمام رات اسی بیقراری میں کاٹی کہ دیکھیے یہ تاج فخر کسکے فرق پر آتا ہے۔ حضرت عمر نے تمام عمر پست دنی اور بلند نظری کی بنا پر کبھی حکومت اور سرداری کی آرزو نہیں کی بلکہ جیسا کہ صحیح مسلم باب فضائل علیؑ میں مذکور ہے۔ انکو خود اعتراف ہے کہ اس موقع کی تمنا میں اُنکی خودداری بھی قائم نہ رہ سکی۔

شبلی صاحب نے اس واقعہ بین عطائے لوا کے متعلق جو حدیث لکھی ہے اُسمیں سے تین لفظوں والا کلمہ بالکل نکال ڈالا۔ اسلیے کہ اُن کلمات رسالت سے آپ کے اُن مرقومہ واقعات کا پورا انکشاف ہو جاتا تھا جسکو آپنے چھپایا ہی نہیں تھا بلکہ اُس کی حقیقت کی بڑی زوروں سے تضعیف و تردید فرمائی تھی۔ ہم آپ کے ترجمہ حدیث کی اصل عبارت کو امام احمد بن حنبل اور امام نسائی کے خاص الفاظ میں نقل کرتے ہیں:

عن عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ عن ابیہ انہ قال لعلیؑ وکان یسیر معہ ان الناس قد انکروا منک انک تخرج فی البرد فی الملاءِ وتخرج فی الحر فی الحشو والثوب الغلیظ قال ار لم تکن معنا بخیبر قال فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعث ابوبکر وعقد لہ اللوایۃ فخرج فبعث عمرا وعقد لہ الرایۃ فرجع بالناس فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لاعطین الرایۃ غدا رجلا	عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ سفر میں جناب امیر علیہ السلام کے ہمرکاب تھے جناب امیر سے کہنے لگے کہ لوگ آپ کی اس بات کو بُرا جانتے ہیں کہ آپ جاڑے میں باریک کپڑا اور گرمی کے دنوں میں گندہ اور موٹا کپڑا پہنتے ہیں جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کیا تم ہملوگوں کے ساتھ خیبر میں نہیں تھے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو بھیجا اور علم اُنکے ہاتھ میں دیا اور وہ لوٹ آئے۔ پھر حضرت عمر کو بھیجا اور علم اُنکے ہمراہ کیا وہ بھی لوگوں کے ساتھ واپس آئے۔ پھر حضرت نے فرمایا البتہ کل ہم علم ایسے آدمی کو دینگے جو اللہ اور اللہ کے

یحب اللّٰہ ورسولہ ویحبہ اللّٰہ ورسولہ کرار غیر فرار

رسولؐ سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اللہ کا رسول اُس سے محبت کرتا ہے۔ ضربوں پہ ضرب لگانے والا ہے اور بھاگنے والا نہیں

امام احمد بن حنبل نے اس حدیث کو بہ تغیر الفاظ ابو رافع اور ابو سعید خدری سے بھی نقل کیا ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام قسطنطنیہ امام سلیمان البلخی القندوزی اپنی کتاب ینابیع المودۃ فی القربیٰ میں لکھتے ہیں۔

عن ابی رافع و ابو سعید خدری ان النبی صلعم اخذ الرایۃ وھزھا ثلاثا ثم قال من یاخذھا بحقھا فجاء فلان فقال انا فقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم والذی کرم وجہ محمد لاعطینھا رجلا لا یفر ھاک یا علی خذ ھذہ فانطلق بھا حتی فتح اللّٰہ خیبر (اخرجہ احمد)

ینابیع المودہ
صفحہ ۱۲۳
مطبوعہ بمبئی

ابو رافع اور ابو سعید خدری ناقل ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم اٹھا کر ہلایا جسکو تین دفعہ ہلایا۔ پھر آپ نے کہا کون شخص ہے جو اس علم کو اسکے حق کی ادائیگی کی شرط کے ساتھ اٹھائے۔ فلان شخص (راوی حدیث نام ظاہر کرنا نہیں چاہتا) اٹھا اور کہنے لگا میں اٹھاؤں گا۔ آپ نے کہا خدا کی قسم جس نے حال محمدؐ کو انوار رحمت عطا فرمایا ہے۔ یہ علم ایسے شخص کو دونگا جو کبھی ایسا بھاگ نہ آئیگا۔ یہ فرماکر آپ نے ارشاد کیا۔ اے علیؑ آؤ اور اسکو لو اور چلے جاؤ۔ چنانچہ حضرت علیؑ اسکو لیکر چلے اور خداوند عالم نے خیبر کو آپ کے دست مبارک سے فتح کرایا

امام الغسانی ابن اسحٰق اپنی سیرۃ میں تحریر فرماتے ہیں :-

عن سلمہ (بن الاکوع) قال بعث رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم ابابکر الصدیق بالرایۃ الی بعض حصون خیبر فقاتل و لم تکن فتح لہ وقد جھد ثم بعث الغد عمر بن الخطاب فقاتل ثم رجع و لم تکن لہ فتح وقد جھد فقال رسول اللّٰہ صلعم لاعطین الرایۃ غدا رجلا یحب اللّٰہ و رسولہ ویحبہ اللّٰہ ورسولہ یفتح اللّٰہ علی یدیہ کرار لیس بفرار

سلمہ سے مروی ہے کہ جناب رسولخدا صلعم نے ابوبکر الصدیق کو خیبر کے بعض قلعوں کی طرف روانہ کیا وہ لڑے۔ بہت کوشش کی مگر فتح نہوئی دوسرے دن حضرت عمرؓ بھیجے گئے وہ بھی لڑے۔ بڑی کوشش کی مگر فتح نہوئی تو آنحضرت صلعم نے کہا کہ کل میں علم ایسے شخص کو دونگا جو اللہ اور اللہ کے رسولؐ سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اللہ کا رسولؐ اس سے محبت کرتے ہیں اور اُس کے ہاتھ سے اللہ فتح دیوائے گا وہ حملہ کرنے والا ہے اور بھاگنے والا نہیں ہے (منقول از مدارج المطالب جلد اول ص ۵۶۰ - مطبوعہ لاہور)

نوٹ نوٹ شبلی صاحب پر منحصر نہیں - یہ الفاظ زمانہ موجودہ کے تمام علماے سواد اعظم کی آنکھوں میں کھٹکتے ہیں - شبلی صاحب تو وہ حدیث ہی نہیں لکھی جسمیں یہ الفاظ تھے - خواجہ صاحب امرتسری نے تو قیامت کی کہ متن میں تو یہ الفاظ لکھے مگر ترجمہ میں غائب کر دیے - اسکا کیا علاج (المؤلف)

محدث شیرازی روضۃ الاحباب میں مرقوم فرماتے ہیں

ودر احادیث صحیحہ بہ ثبوت پیوستہ کہ یک روز ابوبکر علم رسول را برداشت وبپای قلعہ آمد ومقاتلہ شدید نمود وفتح ناکردہ باز گشت۔ روز دیگر عمر علم برداشت ومقابلہ کرد اشد از مقابلہ روز سابق واو را نیز فتح نشد ودر روایتے آنکہ روز اول عمر جنگ کرد وروز دیگر ابوبکر رضی اللہ عنہ وروز سوم باز عمر بجنگ رفت وہمچنین بےفتح گشت ہنگام شب حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود لاعطین الرایۃ غدا رجلا کرارا غیر فرار یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ یفتح اللہ علی یدیہ ص ۳۸

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ ایک روز حضرت ابوبکر علم رسول صلعم لے کر قلعہ کے پاس آئے اور سخت جنگ کرتے رہے لیکن بغیر فتح واپس گئے۔ دوسرے دن حضرت عمر علم لیکر نکلے۔ پہلے دن سے بھی زیادہ سختی کے ساتھ لڑے لیکن کامیابی نصیب نہیں ہوئی اور ایک روایت میں آیا ہے کہ اول روز حضرت عمر جنگ کیلئے نکلے اور دوسرے روز حضرت ابوبکر لڑنے کو نکلے اور تیسرے دن پھر حضرت عمر مقابلہ کو گئے لیکن فتح نہ ہوا تو رات کے وقت جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کل صبح کو علم میں ایک ایسے شخص کو دونگا جو بار بار حملہ کرنے والا ہے اور بھاگنے والا نہیں ہے اور خدائے سبحانہ تعالیٰ اور اسکا رسول اُس سے محبت کرتا ہے اور وہ خدا اور اسکے رسول سے محبت کرتا ہے

محبت علی کی حقیقت اور اس کی تاکید شدید

چنانچہ علامہ زرقانی بھی ان الفاظ کو باسناد ابن اسحٰق داخل حدیث لوا قرار دیتے ہیں اور محبت علی کی تاکید کے متعلق تحریر کرتے ہیں۔

قال الحافظ فی المناقب اراد وجود حقیقۃ المحبۃ والا فکل مسلم یشترک مع علی فی مطلق ہذہ الصفۃ وفیہ تلمیح بقولہ تعالیٰ ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ فکانہ اشار الی ان تمام الاتباع لہ صلعم حتی وصفہ بصفۃ المحبۃ لہ ولہذا کانت محبتہ علامۃ الایمان وبغضہ علامۃ النفاق کما فی مسلم عن علی والذی فلق الحبۃ وبرأ النسمۃ انہ لعہد النبی صلعم ان لا یحبک الا مومن ولا یبغضک الا منافق وله شاهد من حديث ام سلمه عند احمد مطبوعہ مصر ص ۲۵۷ جلد دوم

حافظ ابن حجر مناقب میں لکھتے ہیں کہ اس قول میں وجود محبت مراد ہے ورنہ تمام اہل اسلام حضرت علی کے ساتھ اس صفت میں شریک ہو جاتے اور اس قول رسول صلعم میں اشارہ ہے آیہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ کی طرف۔ اور یہ اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ حضرت علی کو اتباع رسول میں کمال تام حاصل تھا اسلئے جناب رسول خدا نے حضرت علی کو محب اللہ کی صفت خاص سے موصوف فرمایا اور اسی صفت خاص کے باعث حضرت علی کی محبت ایمان کی علامت اور انکے ساتھ بغض نفاق کی علامت قرار دی گئی ہے اور صحیح مسلم میں حضرت علی سے مروی ہے کہ قسم ہے اس خالق کی جو دانہ کو شگافتہ کرتا ہے اور ذی روح کو پیدا کرتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے میرے لیے یہ عہد کیا ہے کہ مجھ سے نہیں محبت کرے گا سوائے مومن کے اور نہیں بغض رکھیگا سوائے منافق کے اور اسپر روایت حضرت ام سلمہ بھی شاہد ہے جسکو امام احمد بن حنبل نے لکھا ہے۔

اتنی متعدد و متواتر حدیثون سے معلوم ہوگیا کہ اس ارشاد نبویؐ مین کرار غیر فرار کے الفاظ بھی ضرور تھے جن سے سابقین مجاہدین کی پست ہمتی اور کمی جرات کی حقیقت فاش ہوتی تھی اور حضرت علیؑ کی شجاعت و دلیری کے کمال ظاہر ہوتے تھے۔ اگرچہ شبلی صاحب نے اسکا اقرار کیا ہے۔ مگر اقرار مین ایسے الفاظ استعمال کیے ہین جن سے سابقین مبارزین کی گریز پائی کی واقعیت ظاہر نہونے پائے۔ یہ اہتمام صرف اسلیے تھا کہ صحابہ کبار کی سبکی نہو۔ ہم بار بار اور خاصکر غزوۂ خندق کے ذکر مین لکھ کر بتلا آئے ہین کہ یہ حضرات میرسامان ضرور تھے۔ مرد میدان ہرگز نہین۔ پھر اپنے ذاتی مدعا کے لیے خودغرضانہ طور سے حقیقت حال کو پوشیدہ کرنا۔ نہ محققانہ طرز تالیف کہا جا سکتا ہے اور نہ منصفانہ طریقہ تحریر۔

اس کے آگے تحریر ہے۔

حضرت علی اور لواے خیبر کی عطا

صبح کو یہ آواز کانون مین آئی۔ علی کہان ہین؟ یہ بالکل غیر متوقع آواز تھی۔ کیونکہ جناب موصوف کی آنکھون مین آشوب تھا۔ اور سب کو معلوم تھا کہ وہ جنگ سے معذور ہین غرض حسب طلب وہ حاضر ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنکی آنکھون مین لعاب دہن لگایا اور دعا فرمائی۔ جب انکو علم عنایت ہوا تو انھون نے عرض کی کہ کیا یہود کو مار کر مسلمان بناؤن۔ ارشاد ہوا کہ نرمی سے اُنپر اسلام پیش کرو۔ اگر ایک شخص بھی تمھاری ہدایت سے اسلام لایا تو سو سُرخ اونٹون سے بہتر ہے۔ سیرۃ النبی ص ۵۰۳ بحوالہ بخاری۔

شبلی صاحب۔ بہت بڑے موقع شناس ہین۔ آپ نے موجودہ زمانہ کی اسپی افسانہ نویسی کی شان مین اس عظیم الشان معرکۃ الآرا واقعہ کے بیان کو کُل تین چار سطرون مین تمام کر دیا۔ کیون؟ اسلیے کہ یہ حضرت علی مرتضی کے اظہار فضائل و مناقب کے خاص مقامات تھے۔ اور آپ کو بخاری صاحب کی طرح اس راہ دشوار گذار سے بہت جلد گذر جانا منظور ہے۔ بہرحال اب ہم اس واقعہ کی تفصیل شرح زرقانی سے ذیل مین نقل کرتے ہین۔ اور دکھلاتے ہین کہ آپکے اور آپکے محدثین کے بیانات مین کتنا فرق ہے۔

و فی البخاری عن سلمۃ کان علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تخلف عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی خیبر وکان رمد ولابن ابی شیبۃ عن علی ارمد والطبرانی عن جابر رمد شدید الرمد وابونعیم عن ابن عمر ارمد لا یبصر فقال انا اتخلف عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال الحافظ کانہ انکر

بخاری مین سلمہ سے منقول ہے کہ حضرت علیؑ خیبر مین آنحضرت صلعم کی ہمراہی سے پیچھے رہگئے تھے اسلیے کہ آپ کو آشوب چشم لاحق تھا۔ اور ابن ابی شیبہ حضرت علیؑ سے روایت کرتے ہین کہ مجھکو آشوب چشم تھا۔ اور طبرانی مین جابر کے یہ الفاظ ہین کہ آپ کو نہایت سخت آشوب چشم عارض تھا اور ابونعیم ابن عمر کا یہ قول نقل کرتے ہین کہ اُسدن آپ کو ایسا آشوب چشم تھا کہ آپ دیکھ نہین سکتے تھے۔ اُسوقت حضرت علیؑ کہتے تھے کہ مین آنحضرت صلعم سے کیون پیچھے رہ گیا۔ حافظ ابن حجر اسکی شرح مین لکھتے ہین کہ آپ کا یہ فرمانا شرکت جنگ کی محرومی پر مبنی تھا اور اپنے نفس سے خطاب خاص تھا۔ یہ کہکر آپ

علیؑ بنفسہ تاخر لاجل فقال ذلک فلحق زاد الکشمیھینی بہ یحتمل قبل وصولہ الی خیبر ویحتمل بعد وصولہ الیہا

اُٹھے اور لشکر سے مل گئے کیتھیمینی کہتے ہیں کہ اس سے دونوں باتوں کا احتمال ہوتا ہے یہ بھی کہ آپ اُسیوقت مدینہ سے خیبر میں آئے اور یہ بھی کہ آپ پہلے سے خیبر میں آ گئے تھے لیکن بوجہ رمد شریک جنگ نہیں ہوتے تھے۔

اس کے آگے زرقانی اپنے سلسلۂ بیان میں لکھتے ہیں۔

فلما اصبح الناس غدوا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کلھم یرجون ان یعطاھا ای الرایہ وفی مسلم عن ابی ھریرۃ ان عمر قال ما احببت الامارۃ الا یومئذ وفی حدیث بریدۃ فما منا رجل لہ منزلۃ عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الا وھو یرجو ان یکون ذلک الرجل حتی تطاولت انا لھا فقال علیہ السلام این علی بن ابیطالب فقالوا یا رسول اللہ صلعم ھو یشتکی عینیہ قال ارسلوا الیہ قال سھل ای الصحابۃ الی علی وھو بخیبر لم یقدر علی مباشرۃ القتال لرمدہ ولمسلم عن سلمۃ فارسلنی الی علیؑ فجئت بہ اقودہ ارمد اھ ص ۲۷۵ جلد دوم

جب صبح ہوئی تو تمام لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حصول علم موعودہ کی اُمید لگا کر حاضر ہوئے اور مسلم میں حضرت عمر کا یہ قول ابوہریرہ کی زبانی لکھا ہے کہ مجھکو کبھی ایسا شوق امارت نہیں ہوا تھا جیسا آج کے دن۔ بریدہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگوں میں کوئی شخص ایسا نہیں تھا کہ جسکو آنحضرت صلعم کی خدمت میں رسوخ و منزلت ہو اور وہ یہ نہ چاہتا ہو کہ وہ شخص (صاحب علم) میں ہی بنایا جاؤں یہانتک کہ لوگوں کی اُمیدوں کو طول ہو گیا۔ تو اسی اثنا میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ علی کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کی اُنکو آنکھوں کی شکایت ہے۔ آپنے فرمایا اُنکو بلا بھیجو۔ سہل (بن سعد انصاری) کا بیان ہے کہ اس حکم سے یہ مراد تھی کہ کوئی صحابی اُنکو جا کر بلا لائے کیونکہ وہ خیبر میں آ چکے تھے لیکن آشوب چشم کی وجہ سے شریک جنگ نہیں ہو سکتے تھے۔ اور صحیح مسلم میں سلمہ سے منقول ہے کہ میں حضرت علی مرتضی علیہ السلام کے بلانے کے لیے گیا تھا اور میں آپ کو درد چشم کی شدت کی وجہ سے ہاتھ پکڑ کر خدمت رسالت میں لے آیا تھا۔

علیؑ کی آنکھوں کا علاج اور اسکی معجزنما تاثیر

زرقانی اس کے آگے بیان کرتے ہیں:-

فبصق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی عینیہ عند الحاکم عن علی فوضع راسی فی حجرہ ثم بزق الیہ راحتہ فدلک بھا عینی ودعا لہ فقال اللھم اذھب عنہ الحر والقر فبرا حتی کان لم یکن بہ وجع ص ۲۷۵

اسکے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ نے اُنکی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگا دیا۔ اور امام حاکم حضرت علیؑ کی زبانی اس علاج کی یہ صورت بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے میرا سر اپنی گود میں لے لیا اور اپنا لعاب دہن اپنی ہتھیلی پر لیکر میری آنکھوں میں لگا دیا اور میرے لیے یہ دعا فرمائی کہ بار الہا علیؑ سے حرارت اور برودت کی مضرت کو دور فرما دے اُسیوقت سے میرا درد چشم زائل ہو گیا۔

اب اس اجمال کا خلاصہ محدث شیرازی کی مفصلہ ذیل عبارت میں ملاحظہ ہو۔

سہیل بن ساعد الساعدی رضی اللہ عنہ گوید چون حضرت صلی اللہ
علیہ و آلہ وسلم این سخن بزبان راندان شب یاران بشورش افتادند کہ
آیا این رایت بکدام یک از ایشان خواہد داد و بریدہ بن الحصیب گوید
کہ ہیچکس از ما یاران نبود کہ نزد رسول منزلتی داشت الا کہ امیدوار
بودیم کہ آن مرد وے باشد و در روایتی آنکہ جمعے از قریش با یکدیگر میگفتند
کہ مراد علی ابن ابیطالب نخواہد بود۔ زیرا کہ وے را آشوب چشم درد میکند
بحدے کہ پیش پاے خود نمی بیند و منقول است کہ چون امیرالمومنین
این خبر شنید کہ آنحضرت صلعم آن سخن فرمودہ گفت -
اللهم لا مانع لما اعطیت و لا معطی لما منعت
و گویند جناب ولایت مآب بواسطہ درد چشم از ان سفر تخلف
نمودہ در مدینہ ماندہ بود و درد وے بغایت صعب داشت
چنانچہ ہیچ چیز نمی دید۔ با خویشتن گفت تخلف کردن من از
رسول اللہ خوب نیست۔ کار سازی کردہ از مدینہ بیرون آمد
و در اثنائے راہ یا بعد از وصول بخیبر بپیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم
ملحق گشت ایاس بن سلمہ بن الاکوع از پدر خویش سلمہ روایت
می کند کہ چون بامداد شد یاران ہمہ بہ خیمہ حضرت آمدند
و متوقع ہر یک آن بود کہ بآن دولت فائز آید۔ از سعد بن
وقاص منقول است کہ گفت در برابر چشم رسول اللہ صلی اللہ علیہ
و آلہ وسلم برآمدم و برخاستم و باستادم بامید آنکہ بنگرد من
باشم و ابوہریرہ از عمر بن خطاب نقل میکند کہ گفت ہرگز امارت
را دوست نداشتم الا آن روز۔ القصہ حضرت از خیمہ بیرون آمد
و فرمود علی ابن ابی طالب کجاست گفتند چشمش درد می کند
فرمود وے را بیارید۔ سلمہ بن الاکوع رفت و دست وے را
می کشید و می آورد تا بنزد پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم رسانید

سہل بن ساعدی کہتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ
وسلم نے اپنی زبان مبارک سے یہ کلمات بشارت ارشاد فرمائے تو
صحابہ میں اُس رات کو عام طور سے بیچینی پھیل گئی کہ دیکھیں
علَم موعودہ کل کس شخص کو عنایت ہوتا ہے۔ بریدہ بن الحصیب
کہتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی ایسا شخص جسکی منزلت آنحضرتؐ کے
نزدیک کچھ بھی تھی نہیں باقی رہا تھا جسکو یہ تمنا نہ ہوئی ہو کہ وہ شخص
(صاحب علَم) میں ہوتا۔ اور ایک روایت میں یوں وارد ہوا
ہے کہ قریش کی ایک جماعت کہنے لگی کہ اس اشارت سے ہون
نہوں علی ابن ابیطالب مراد ہیں۔ مگر وہ تو درد چشم میں ایسے
مبتلا ہیں کہ آگے کی کوئی چیز بھی نہیں دیکھ سکتے منقول ہے
کہ جب امیرالمومنین علیہ السلام کو اسکی خبر ہوئی اور آپ نے
آنحضرت صلعم کے قول کو سُنا تو فرمایا۔ پروردگار تو جس کو
کوئی چیز عطا فرمائے کوئی شخص اُسے منع نہیں کر سکتا اور
جو چیز کہ تو کسی کو نہ عطا فرمائے کوئی شخص اُسے دے
نہیں سکتا۔ منقول ہے کہ جناب ولایت مآبؑ درد چشم کی وجہ
سے مدینہ میں پیچھے رہ گئے تھے۔ اور آپ کو ایسا سخت آشوب
چشم لاحق تھا کہ آپ کسی چیز کو دیکھ نہیں سکتے تھے۔ اس
حالت میں آپ نے دل میں سوچا کہ ایسے وقت میں آنحضرت
صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ترک رفاقت میرے لیے بہتر نہیں ہے
یہ سوچکر آپ کسی تدبیر سے مدینہ سے روانہ ہوئے۔ اثناے
راہ میں تھے یا خیبر میں پہونچگئے تھے کہ آپ کو اس ارشاد رسولؐ
(حدیث لواء) کی خبر ملی۔ اس کے بعد آپ لشکر سے ملحق ہوگئے

ایاس سلمہ بن الاکوع۔ اپنے باپ سلمہ کی زبانی بیان
کرتے ہیں کہ جب صبح ہوئی تمام صحابہ خیمہ رسولؐ میں حاضر

واز امیرؑ منقول است کہ چون بخدمت آنحضرت رسیدم سرِ مرا در کنار خویش نہاد و آب دہن در چشمان من ریخت و برو آن آب دہن خود را در کف خویش انداخت و در چشمان من مالید ببرکت لعاب دہن آنحضرتؐ فی الحال درد از چشم من زائل گشت و شفائے کلی یافتم۔ و از آن روز بار دیگر درد چشم و درد سر نکشیدیم و در روایتے آنکہ علیؑ گفت حضرتؐ در شان من دعائے خیر بتقدیم رسانید و فرمود اللھم اذھب عنہ الحر والقر امیرؑ گوید بعد از آن دیگر بار ہرگز سرما و گرما نیافتم روضۃ الاحباب ص ۳۶۸

ہوئے۔ ہر شخص اسکا متوقع تھا کہ حصول دولت علم بیروہی حاضر ہوگا۔ سعد بن ابی وقاص خود اپنی حالت یوں بیان کرتے ہیں کہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آکر دو زانو زمین پر بیٹھ گیا اور پھر بیٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ کھڑے ہو کر بیٹھ گیا اس امید میں کہ وہ شخص (صاحب علم) میں ہی ثابت ہوں اور ابوہریرہ حضرت عمر کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ مجھ کو اتنا شوق امارت کسی دن نہیں ہوا تھا جتنا آج کے دن۔

القصہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیمہ سے برآمد ہوئے اور فرمایا علی ابن ابیطالب کہاں ہیں۔ لوگوں نے عرض کی کہ ان کی آنکھیں دکھتی ہیں۔ آپ نے فرمایا انکو میرے پاس بلا لاؤ۔ سلمہ بن الاکوع گئے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر خدمت مبارک میں لے آئے۔ جناب امیرؑ سے منقول ہے کہ میں جب آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے میرا سر گود میں لے لیا۔ اور اپنا لعاب دہن میری آنکھوں میں لگایا اور ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا لعاب دہن اپنی ہتھیلی پر لیا اور میری آنکھوں میں لگا دیا۔ اسیوقت میری آنکھوں کا درد زائل ہو گیا اور مجھ کو شفائے کلی حاصل ہو گئی۔ پھر مجھے کبھی نہ درد چشم عارض ہوا اور نہ کبھی درد سر لاحق ہوا اور ایک روایت میں یوں وارد ہوا ہے کہ آنحضرت صلعم نے پھر میرے لیے یہ دعا فرمائی کہ پروردگار تو ان سے سردی اور گرمی کی مضرت کو دور فرما دے۔ جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ آپ کی اس دعا فرمانے کے بعد مجھکو گرمی اور سردی کی شدت کبھی نہ معلوم ہوئی۔

عطائے والے خیبر کے تفصیلی واقعات ہیں جنکو شبلی صاحب نے اپنی مجبوری کی خاص رعایت سے قلم انداز کر دیا آپ کو جو مجبوری عارض تھی وہ صرف فضائل علیؑ کے اظہار کی وجہ سے تھی۔ جو اوپر بیان ہو چکی ہے۔

اب اس سلسلہ میں شبلی صاحب آگے بیان فرماتے ہیں :۔

مرحب سے مقابلہ

مرحب قلعہ سے یہ رجز پڑھتا ہوا باہر نکلا ؎

شاکی السلاح بطل مجرب۔ دلیر ہوں۔ تجربہ کار ہوں۔ سلاح پوش ہوں" مرحب کے سر پر یمنی زرد رنگ کا مغفر اور اُس پر سنگی خود تھا۔ قدیم زمانہ میں گول پتھر خالی کر لیتے تھے یہی خود کہلاتا تھا۔ مرحب کے جواب میں حضرت علیؑ نے یہ رجز پڑھا۔

انا الذی سمیتنی امی حیدرہ — میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام شیر رکھا ہے

کلیث غابات کریہ المنظرۃ میں شیر نیستان کی طرح کریہ المنظر ہوں سیرۃ النبی ص ۲۵۱

مندرجۂ بالا مضامین میں لوائے خیبر کے عطا ہونے کے واقعہ سے لیکر حضرت علی کے روانہ ہونے تک کے حالات شبلی صاحب کی عبارت کتاب سے نقل ہوچکے ہیں۔ اسکے بعد شبلی صاحب نے مندرجۂ بالا اشعار رجز لکھکر جانبین کے مقابلہ کی کیفیت شروع کردی ہے۔ اور حضرت علی کی آمد اور آپ کی ہیبت و جلالت کا اثر جو یہودیوں پر پڑا۔ وہ بالکل قلم انداز فرمادیا گیا۔ اسلیے کہ اسمین وہی فضائل علیؑ کے اظہار کا نقص واقع تھا۔ اب دیکھیئے کہ آپکے علما اسکے متعلق کیا لکھتے ہیں:۔ علامہ زرقانی اور ابن ہشام تحریر فرماتے ہیں۔

قال سلمہ فخرج علی واللہ یھرول وانا لخلفہ نتبع اثرہ حتی رکز رایتہ فی رضم من حجارۃ تحت الحصن فاطلع علیہ یھودی من راس الحصن فقال من انت قال علی بن ابی طالب قال غلبتم وما انزل علی موسیٰ۔

سلمہ (ابن اکوع) کا بیان ہے کہ حضرت علیؑ علم خیبر لیکر بطریق ہراول لشکر کے آگے آگے چلے اور ہم لوگ اُنکے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے یہانتک کہ قلعہ کے پاس پہونچے تو حضرت علیؑ نے اُس علم کو پتھر کی ایک چٹان پر قلعہ کے نیچے گاڑدیا۔ قلعہ کے اوپر سے ایک یہودی نے آپ کی اس نبظر قوت کے دیکھکر پوچھا تم کون ہو۔ آپنے جواباً ارشاد فرمایا میں علی ابن ابیطالب ہوں۔ یہ جواب سُن کر وہ اپنی قوم کو چلایا اور کہنے لگا کہ قسم موسیٰ کی اور جو کچھ اُن پر نازل ہوا ہے کہ تم سب کے سب مغلوب ہوگئے۔

زرقانی صفحہ ۲۵۰ مصر ابن ہشام ص ۱۸۰ جلد دوم مصر

محدث شیرازی بھی۔ بلفظہ وبحرفہ اس واقعہ کو روضۃ الاحباب میں اس عبارت کے ساتھ نقل فرماتے ہیں:۔

پس علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ علم برگرفتہ روان شد تاپپائے حصار قموص درآمد علم را بر کودے از سنگریزہ کہ درانجا بود بزد۔ یہودی از بالائے حصار خود رانمود و از وے پرسید تو کیستی۔ جواب داد منم علی ابن ابیطالبؑ۔ یہودی فریاد بر آورد کہ اے اہل خیبر مغلوب شدید و در روایتے آنکہ یہودی گفت بحق آن خدائے کہ توریت بموسیٰ فرستادہ کہ این مرد فتح ناکردہ باز نخواہد گشت۔

ص ۳۸۵

حضرت علی کرم اللہ وجہہ علم لیکر روانہ ہوئے۔ جب قلعہ قموص کے نزدیک پہونچے تو علم کو ایک پتھر کی چٹان پر جو وہاں پڑا تھا گاڑ دیا ایک یہودی نے قلعہ کے اوپر سے سر نکال کر پوچھا تم کون ہو۔ ارشاد ہوا علی ابن ابیطالبؑ یہ سنکر اُسنے فریاد بلند کی اور یہودیوں سے چلا کر کہا کہ اے اہل خیبر تم سب کے سب مغلوب ہوگئے۔ اور ایک روایت کے مطابق اُسنے کہا کہ اُس خدا کی قسم جس نے موسیٰ پر توریت بھیجا نازل فرمایا ہے کہ یہ شخص بغیر قلعہ فتح کیے کبھی واپس نہ جائے گا۔

شبلی صاحب نے مقابلہ سے پہلے کے اس واقعہ کو اگر اظہار فضائل علیؑ کے سبب سے متروک فرمادیا تھا تو لشکر اسلام کی فوج یہود پر ہیبت و جلالت کے غیر متحمل اثر پیدا کرنے کے ثبوت میں تو اسکو لکھکر دکھلادیا ہوتا۔ اسمین تو حضرت علیؑ کے اظہار فضائل کا نہ خوف تھا نہ دہشت۔

شبلی صاحب اور اُنکے اکثر محدثین نے۔جنمین اصحاب صحاح بھی شامل ہین۔مرحب کے مقابلے سے خیبر کے جنگ کا آغاز کیا ہے اور اس کے خاتمہ پر اس عظیم الشان غزوہ کا خاتمہ کر دیا ہے۔جس سے ہر شخص عموماً یہ سمجھ سکتا ہے کہ مرحب کے تنہا مقابلہ اور اُسکے قتل ہوجانے کے بعد ہی خیبر کی مہم سر ہوگئی۔اور یہودیون کا اتنا بڑا مستحکم اور مشہور و معروف قلعہ قموص فتح ہوگیا۔حالانکہ یہ واقعیت کی تفصیل کے خلاف ہے۔اگر تفصیل واقعیت مدنظر رکھی جائے اور تحقیق سے کام لیا جائے تو ثابت ہوجائے گا کہ مرحب کے مقابلہ سے قبل اور اُسکے قتل کے بعد بھی معرکۂ کارزار اور میدان گیرودار بڑی دیر تک گرم رہا۔اور یہودنے مرحب کے مارے جانے کے بعد بھی قلعہ پر مسلمانون کا قبضہ نہونے دیا۔جبتک کہ اُنکے تمام نبرد آزما اور شجاع روزگار سردار ایک ایک کرکے ذوالفقار آبدار سے مقتول نہو چکے۔محدثین نے عموماً اور متقین صحاح نے خصوصاً اسکی تفصیل و تصریح کو کیون قلم انداز فرمایا۔اسلیے کہ اُنکے موضوع تالیف سے زائد تھا۔بخلاف انکے ارباب سیر و تاریخ نے اسکی تفصیل کو قلمبند کیا۔اسلیے کہ وہ اُن کا عین موضوع تھا۔اس بنا پر محدثین نے کم اور تاریخ و سیر نے علی الاکثر ان واقعات کو مسلسل اور مفصل طریقہ سے قلمبند فرمایا ہے۔کیا شبلی صاحب اب بھی حدیث و تاریخ کے فرق مابہ الامتیاز کو نہ سمجھیں گے۔کیا اب بھی آپ کو اسلامی سیرتون کی تدوین تاریخ و سیر کی جگہ مرویات نقل کرنے پر اصرار قائم رہے گا۔

ان واقعات کے قلم انداز کرنے کی ایک دوسری وجہ یہ بھی خاص طور پر معلوم ہوتی ہے کہ انکی تفصیل سے حضرت علی مرتضیٰ کی خدمات تفصیل ثابت ہوتی تھی اور یہ اُن حضرات کے بالکل ناگوار خاطر تھا۔اور انکے اثبات عقائد کیلیے بالکل مضر۔اسوجہ سے ان واقعات کی تفصیل کا قلم انداز ہی کر دینا بہتر اور مناسب تھا۔ارباب سیر و تاریخ کو استحفاظ عقاید سے زیادہ استحفاظ وقائع کی ضرورت مدنظر رہتی ہے۔وہ ہر واقعہ کو اُسکی واقعیت اور اصلیت کی مستی تفصیل سے بیان کرنا چاہتے ہین جس انداز و طریقہ سے وہ عملی طور پر وقوع پذیر ہوئے ہین۔یہی اصلی اسباب ہین جنکی بنا پر ارباب سیر نے لکھا اور اصحاب حدیث نے نہ لکھا۔

تمہید آ اتنا عرض کرکے ہم میدان کارزار مین حضرت علیؑ کی آمد سے لیکر خاتمۂ جنگ تک کے تمام حالات و واقعات اُسی تفصیل و تشریح سے لکھتے ہین جس طرح ارباب تاریخ و سیر نے لکھا ہے۔بلکہ اُنکے علاوہ اکثر علماے محدثین نے بھی قلمبند فرمایا ہے۔محدث شیرازی۔روضۃ الاحباب مین۔محدث دہلوی مدارج النبوۃ مین۔واقدی اپنی تاریخ مین۔ابن اثیر اپنی کامل التواریخ مین۔علامہ حسین دیاربکری تاریخ الخمیس مین۔حبیب السیر اور روضۃ الصفا مین مرقوم ہے۔

اُس عالم یہود کے مندرجہ بالا اعلان اور فریاد و فغان کے بعد اول شخص جو حضرت علی مرتضیٰؑ کے مقابلہ کے لیے نکلا۔وہ حارث۔مرحب کا بھائی تھا۔اسکے نام مین اختلاف ہے۔بعض اسکو حارث لکھتے ہین۔بعض یاسر اور بعض

عنتر کہتے ہین۔ یہ شخص یہود کا وہی چابکدست اور دلیر پہلوان ہے جسنے تین دن متواتر لشکر اسلامی کو شکست پر شکست پہنچائی تھی۔ اور اپنے متواتر حملات سے اُنکو پسپا کر رکھا تھا۔ اسوقت بھی وہ اپنی کامیابیون کی پُرجوشیون مین آمادۂ پیکار ہو کر قلعہ سے نکل پڑا۔ محدث دہلوی لکھتے ہین۔

عنتر کا قتل

اول کسے کہ از حصار بیرون آمد۔ حارث یہودی بود برادر مرحب کہ سنان نیزۂ وے سہ من بود۔ و بجنگ پیوست۔ و چند نفر را از اہل اسلام شہید ساخت پس علی مرتضیٰؑ بر سر او راند و بیک ضرب وے را بدوزخ فرستاد۔

پہلا شخص جو قلعہ سے باہر آیا وہ حارث یہودی مرحب کا بھائی تھا اُسکے نیزے کی انی تین من کی وزنی تھی۔ وہ میدان مین آکر مشغول کارزار ہوا۔ اور اہل اسلام کے چند نفر مسلمانون کو فوراً شہید کر ڈالا یہ دیکھکر حضرت علیؑ مرتضیٰ نے اُسپر حملہ کرکے اُسکو واصل جہنم فرمایا۔

محدث شیرازی کے بھی یہی الفاظ ہین لیکن شہدائے اسلام مین وہ صرف دو شہدا کی تصریح خاص کرتے ہین۔

مرحب کا قتل

بھائی کا خون دیکھ کر مرحب لال ہو گیا۔ بیتاب ہو کر قلعہ سے باہر نکل پڑا۔ محدث دہلوی تفصیلاً لکھتے ہین۔

مرحب چون بقتل برادر واقف شد با جماعت از شجاعان خیبر اسلحہ پوشیدہ در صدد انتقام بیرون آمد و گویند کہ وے در میان خیبریان مبارزے بود بغایت دلاور۔ بلند بالا و تناور و در شجاعت و مبارزت از میان ابطال این اہل بطلان ہمتا نداشت و آنروز دو زرہ پوشیدہ۔ و دو شمشیر حمائل کردہ و دو عمامہ بر سر بستہ و خودے بر بالاے آن نہادہ و رجز گویان در معرکۂ جنگ درآمد۔ و ہیچ کس را از اہل اسلام طاقت نشد کہ با وے معارضہ نماید و در میدان قتال بیاید

مرحب کو اپنے بھائی کے قتل کی اطلاع ہوئی تو وہ مع سپاہ خیبر مسلح ہو کر بھائی کا انتقام لینے کو قلعہ سے باہر آیا۔ کہتے ہین کہ مرحب تمام خیبریون مین ایک ایسا بلند قامت۔ قد آور مرد بہادر تھا کہ تمام دلیرون مین اپنا جواب نہین رکھتا تھا۔ اُس وہ دو زرہین پہنے ہوئے تھا۔ دو تلوارین لٹکائے ہوئے تھا دو عمامے سر پر باندھے تھا۔ اُن عمامون پر خود رکھے تھا۔ رجز پڑھتا ہوا معرکۂ جنگ مین آیا۔ اہل اسلام مین سے کسی کو ہمت نہوئی کہ اُس سے جنگ کو نکلے حضرت علیؑ رجز پڑھتے ہوئے اُس سے مقابل ہوئے۔ مرحب نے

سلہ ۵ نئی روشنی کے ناظرین تین من کی نوک سنان پر متعجبانہ تبسم فرمائین گے اور اُسکو بھارت والے ارجن کی بان سے تمثیل دیکر پرتیا ہو جائینگے۔ اُنکو حقیقت حال سمجھا دینی ضرور ہے۔ یہ اصلاً من کا اختلاف وزن ہے۔ ہندوستان مین غلہ کی افراط اور پیداوار کی کثرت نے چالیس سیر کا۔ اور کہین کہین اس سے بھی زیادہ وزن من کے قرار دے رکھے ہین۔ اوزان کی تعیین مین حکومت کا بھی اثر کثیر تھا۔ سلاطین مغلیہ کے وقت مین ۱۲ روپیہ کلدار کا من۔ سلاطین اودھ کے علاقہ مین چھیانوے ۹۶ روپیہ اور دولت انگلشیہ مین فی الحال ۴۰ سیر کا من رائج ہے لیکن ہندوستان کے خلاف عرب اور فارس وغیرہ ممالک مین جہان غلہ کی پیداوار کم ہے وہان تحقیق کی جاے تو ڈھائی سیر ۲۔۱ سے زیادہ کا من نہیں پایا جائیگا۔ اسلیے عربی کے مروجہ وزن کے حساب سے حارث کے نیزے کی انی ساڑھے سات سیر سے زیادہ نہین ثابت ہوتی اور یہ کسی طریقہ سے مستبعد نہین ہے المولف

پس علی مرتضیٰ رضوان اللہ علیہ نیز رجزے خواندہ و مقابل او
شد۔ مرحب پیشدستی نمودہ خواست کہ تیغے بر سر علیؑ بزند
پس امیر کبیر سبقت جستہ ذوالفقار بر سر آن ملعون غدار
فرود آوردہ۔ چنانکہ از سر خود و دستارش گذشتہ تا بہ حلق
و بر دو پستانش تا بزانہا و بر دو پا تا قابوس زین او رسید
و دو نیم ساخت پس اہل اسلام با حضرت امیرؑ در میدان آمدہ
بقتل جہودان دست دراز کردند و حضرت امیرؑ ہفت کس
از رؤسا و شجاعان یہود را بقتل آورد۔ و باقی ایشان ہزیمت
نمودہ رو بقلعہ آوردند۔ وے رضی اللہ عنہ در عقب ایشان
می رفت۔ درین حالت یکے از مخالفان ضربے بر دست
مبارک وے زد۔ چنانکہ سپر از دست بزمین افتاد یہودی
دیگر سپر را ربودہ بگریخت۔ حضرت امیرؑ در غضب درآمد
و یک حالتے از عالم قدرت ربانی بقوت روحانی وارد شد
کہ از خندق جستہ نمودہ بر دروازۂ حصار افتاد و یک
درِ آہنی حصار را برکند و سپر خود ساخت و بہ جنگ
پیوست

پیشدستی کرکے چاہا کہ تلوار کا وار کرے مگر حضرت علی نے اُس کو
موقع نہ دیا۔ اور ذوالفقار کی ایسی ضرب اُس ملعون غدار
کے سر پر لگائی کہ اُسکے خود اور عامون[۱] کو کاٹتی ہوئی حلق تک اور
بر دو پستان تا زانون تک اور بر دو پا تا قابوس زین تک اُتر آئی۔ اور
مرحب دو ٹکڑے ہوکر واصل جہنم ہوگیا۔ اہل اسلام نے برفاقت
حضرت علی مرتضیٰؑ میدان جنگ میں پہونچکر یہود کو قتل کرنا
شروع کیا اور حضرت علی نے یہودیوں کے سات فوجی سرداروں کو
جو بہادر اور رئیس سمجھے جاتے تھے قتل کیا۔ جنکے قتل ہوتے ہی
باقیماندہ اشخاص قلعہ کی طرف بھاگ گئے۔ اور حضرت علیؑ نے اُنکا
تعاقب کیا۔ اسی حالت میں ایک یہودی نے آپ کے ہاتھ پر ایسی
ضرب لگائی کہ سپر ہاتھ سے زمین پر گر پڑی اور ایک دوسرا یہودی
سپر اُٹھاکر بھاگ گیا۔ حضرت امیرؑ غصہ میں آئے اور ایک
حالت قدرت ربانی اور قوت روحانی کی آپ پر طاری ہوگئی کہ آپ
ایکبار جست فرماکر باب قلعہ پر پہونچ گئے۔ اور اُسی حالت میں
آپنے اُسکے آہنی پھاٹک کا ایک پلہ نکال کر بجائے سپر ہاتھ
میں لے لیا اور بدستور جنگ میں مصروف ہوگئے۔

محدث شیرازی نے بھی روضۃ الاحباب ص ۳۸۳ میں یہی مضامین لکھے ہیں۔

قوت روحانی اور طاقت انسانی کی آزمائش

تاریخ کامل ابن اثیر اور تاریخ ابو الفدا میں مرقوم ہے:-

عن ابی رافع مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال خرجنا مع علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ حین بعثہ رسول اللہ صلعم برایتہ فلما دنا من الحصن خرج الیہ اہلہ فقاتلہم فضربہ رجل من یہود فطرح ترسہ من یدہ فتناول علی علیہ السلام بابا کان

ابو رافع غلام رسول اللہ سے مروی ہے کہ جب پیغمبر صاحب نے حضرت علیؑ کو
علم دیکر خیبریوں سے جنگ کے لیے بھیجا تو ہم بھی اُنکی معیت میں تھے پس
جب حضرت علیؑ قتال کرتے ہوئے قریب قلعہ پہونچے تو ایک یہودی
نے حضرت علیؑ کے دست مبارک پر ایسی ضرب لگائی کہ ڈھال ہاتھ
سے گر گئی۔ آپ نے فوراً ایک دروازہ باب خیبر کا کھینچ لیا۔

[۱] عامون کی تفصیل تواریخ معتبرہ کی اسناد سے آگے آتی ہے۔ المولف عفی عنہ

عند الحصن فترس به عن نفسه فلم یزل فی یده وھو یقاتل حتی فتح اللہ علیه ثم القاہ من یدہ حتی فرغ فلقد رائیتنی فی نفر سبعة معی انا ثامنھم نجھد علی ان نقلب ذلك الباب فما نقلبه

اور اُسی کو بجائے سپر ہاتھ مین لے لیا۔ اور قتال کرنے لگے۔ یہانتک کہ خدا نے آپ کو فتح نمایان عطا فرمائی۔ پھر جنگ سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے دروازہ قلعہ کو ہاتھ سے ڈالدیا۔ اور وہ اسقدر بھاری تھا کہ ہم آٹھ آدمی مل کر بھی اُسکو نہ اُلٹ سکے۔

در خیبر کا اُکھاڑنا غلط ہے

اب دیکھئے شبلی صاحب کی قلمکاریان اسکی حاشیہ نگاریون مین کیا زہر اُگلتی ہین۔ تحریر ہوتا ہے:
مرحب بڑے طمطراق سے آیا لیکن حضرت علیؑ نے اس زور سے تلوار ماری کہ سر کو کاٹتی ہوئی دانتون تک اُتر آئی۔ اور ضرب کی آواز فوج تک پہونچی (بحوالہ طبری ۹۷ ۱۵۱) معالم التنزیل مین ہے کہ حضرت علیؑ کی تلوار سر کو کاٹتی ہوئی دانتون تک اُتر آئی۔ مرحب کے مارے جانے پر یہود نے جب عام حملہ کیا تو اتفاق سے حضرت علیؑ کے ہاتھ سے سپر چھوٹ گئی۔ آپنے قلعہ کا در جو سرتاپا سنگ تھا اُکھاڑ کر اُس سے سپر کا کام لیا۔ اس واقعہ کے بعد ابورافع نے سات آدمیون کے ساتھ مل کر اُسکو اُٹھانا چاہا تو جگہ سے بھی نہ ہل سکا۔ یہ روایتین ابن اسحٰق اور حاکم نے روایت کی ہین۔ علامہ سخاوی نے مقاصد حسنہ مین تصریح کی ہے کہ کلھا واھیه۔ سب لغو روایتین ہین۔ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں علی ابن احمد فروح کے حال مین اس روایت کو نقل کرکے لکھا ہے کہ یہ روایت منکر ہے۔ ابن ہشام نے جن سلسلون سے یہ روایتین نقل کی ہیں اُن مین سے ایک روایت مین تو بیچ کے ایک راوی کا نام سرے سے چھوٹ گیا ہے اور دوسری مین اس مشترک نقص کے ساتھ۔ بریدہ بن سفیان بھی ایک راوی ہے جسکو امام بخاری اور ابوداؤد اور دارقطنی قابل اعتبار نہین سمجھتے (بحوالہ میزان الاعتدال۔ ترجمہ بریدہ بن سفیان) سیرۃ النبیؐ جلد اول ص ۳۵۸

غلط بتلانا ہی غلط ہے

ہم نے تو اسی لیے اپنی تمہید مین پہلے ہی لکھدیا ہے کہ ان واقعات کی تصریح۔ اول تو محدثین کی تالیفات کا موضوع ہی نہین۔ دوسرے فضائل علی کی تفضیل ہونے کے باعث اُنکو مطبوع بھی نہین ہے۔ اسلیے ہم نے اسکو محدثین کے اقوال واسناد سے لکھا ہی نہین۔ صرف اصحاب سیر و تواریخ کی اسناد سے اسکو قلمبند کیا اس لیے کہ اُن کا خاص موضوع تھا۔ لیکن خدا بھلا کرے شبلی صاحب کا کہ انھون نے ان تفصیلات کو امام حاکم صاحب المستدرک۔ امام بیہقی۔ صاحب سنن کا بھی مختار ثابت کردیا۔ مزید تحقیقات سے علی بن برہان الدین شافعی محدث۔ صاحب سیرۃ انسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون۔ صاحب سیرۃ الحلبیه محدث۔ حافظ جمال الدین شیرازی محدث۔ صاحب روضۃ الاحباب اور شاہ عبدالحق صاحب دہلوی محدث۔ صاحب مدارج النبوۃ۔ علامہ ابن اثیر جزری اور علامہ طبری کا بھی یہی مختار متفقہ ثابت ہوتا ہے۔ افسوس تو یہ ہے کہ شبلی صاحب اپنے طرز بیان مین اپنے قول کی آپ رد فرماتے ہین اور انحراف عن الاعتراف کے نقص و عیب سے ذرا بھی نہین شرماتے۔

یہ ذوجہتی کی شان اچھی نہین - اور تدیّن مولفانہ کے بالکل خلاف ہے۔

یہی مرویات جنکو لکھکر آپ غلط بتلاتے ہین اگر حقیقتاً آپ کے نزدیک سخاوی اور ذہبی کے اقوال سے غلط ثابت ہوئی تھین تو ان کے لکھنے ہی کی کیا ضرورت تھی - مگر نہین آپ تو اسلاف کی تقلید اور بخاری کی تائید کے دلدادہ ہین - استخفاف ممکن نہین تھا تو خیر - ان کا استرداد ہی سہی - اور حقیقت یہ ہے کہ نہ آپکے قلم مین اتنی قوت ہے اور نہ اتنی طاقت کہ ان واقعات کو آپ بالکل مرفوع القلم فرمادین اور نہ آپ کے استدلال مین اتنا زور ہے کہ اسکو قوی دلیلون سے رد و باطل اور قطعی طور پر مستاصل کردین - اس لیے مجبوراً ذوجہتی کی وہی قدیم لکیر پیٹی گئی - لکھا بھی گیا اور گویا مٹا بھی دیا گیا۔

بہرحال - آپ کے استدلال کا دارومدار سخاوی کے قول منفرد پر ہے - جو ان تفصیلات کو واہی بتلاتے ہین - لیکن خیریت ہے کہ آپ سوائے سخاوی کے کسی اور محدث کا قول انکے واہی ہونے کے ثبوت مین پیش نہین کرتے تو اب ارباب تحقیق خود سمجھ لینگے کہ آپ کے اس طریقۂ استدلال اور اُسکی اسناد مین - محض ایک ایسے شخص کے قول سے جو محدثین کے طبقہ متقدمین مین بھی نہین ہے - امام حاکم - امام بیہقی - محدث ابن جوزی - علامہ حلبی - محدث شیرازی اور محدث دہلوی جیسے اتنے محدثین کی - پھر امام المغازی ابن اسحق - ابن جریر طبری - ابن اثیر اور ابوالفدا وغیرہم - اتنے مورخین کی تردید و تغلیط فرماتے ہین - کوئی سمجھ والا اسے قبول کرے گا -

دوسرا طریقہ استدلال تنقیدی آپ کا یہ ہے کہ علامہ ذہبی نے اسکو روایت منکر بتلایا ہے - آپ تو صرف اپنے مطلب کی لکھ کر رہ گئے - اور سمجھ گئے کہ ذہبی کی تفصیلی عبارت کون دیکھتا ہے - یہ آپ کی صریح مغالطہ دہی - علامہ ذہبی نے اسکے اُس حصہ روایت کو صرف منکر بتلایا ہے جسمین یہ بتلایا گیا ہے کہ اس دروازے کو گرادینے کے بعد چالیس آدمی نہ اُٹھا سکے - علامہ زرقانی نے اس واقعہ کو پوری تصریح کے ساتھ لکھا ہے -- ملاحظہ ہو اُنکی مفصلہ ذیل عبارت -

کالحافظ الذھبی فانہ بعد ان ذکر روایۃ الاربعین قال ھذا منکر ص ۲۶۵ جلد دوم

مثل حافظ ذہبی کے جو چالیس آدمیون والی روایت کو کہتے ہین کہ یہ منکر ہے۔

زرقانی کی اس تصریح قول ذہبی سے ثابت ہوگیا کہ صرف چالیس آدمیون کے ناکامیاب رہ جانے والی روایت ذہبی کے نزدیک نامعتبر ہے اس قول سے ذہبی کے نہ اصل واقعہ مین کوئی نقص واقع ہوا اور نہ سات یا آٹھ آدمیون والی روایت غلط ٹھہری - جسکو محدثین کے علاوہ مورخین - ابن اسحق - طبری اور ابن اثیر نے حضرت ابو رافع کی اسناد سے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاص صحابی - واقعہ کے خاص شریک ہین نقل کی ہے اور جسکو ہم اپنے سلسلۂ بیان مین اوپر لکھ آئے ہین - جب ذہبی کے انکار کی یہ صورت حقیقت سے معلوم ہوئی - تو اصل واقعہ اور سات یا آٹھ آدمیون والی روایت کی تردید کہان ہوئی - بلکہ ایک دوسرے طریقہ سے اُنکی توثیق ہوگئی - کیونکہ جب ذہبی کا انکار

روایت اربعین تک محدود ہو چکا اور روایت سبعہ کا کوئی ذکر نہین کیا گیا تو معلوم ہوا کہ ذہبی کو اُنکی صحت مین کوئی کلام نہین۔ ہان اگر سخاوی کی طرح ذہبی کلھا منکرۃ لکھدیتے تو البتہ آپ ذہبی کا یہ قول اپنے استدلال مین پیش کرتے۔ لیکن وہ صاف صاف ھذا منکر لکھکر جیسا زرقانی تبلاتے ہین۔ صرف روایت اربعین کی تخصیص کردیتے ہین۔ یہی تو شبلی صاحب کا طریقہ استدلال ہے اور اسی پر تمام دُنیا سے دادطلبی کا سوال ہے۔

اب آپ کے دوسرے طریقہ استدلال کی حقیقت حال ملاحظہ ہو۔ پہلا اعتراض یہ ہے کہ مؤرخ ابن ہشام نے اس روایت کے دونو طریقون مین بیچ کا ایک راوی چھوڑدیا ہے۔ دوسرا یہ کہ اسکا ایک راوی بریدہ بن سفیان ہے جسکو امام بخاری۔ ابوداؤد اور دارقطنی قابل اعتبار نہین سمجھتے۔

افسوس ہے شبلی صاحب کا کوئی طریقہ استدلال ایسا نہین پایا جاتا جسمین کچھ نہ کچھ غلط بیانی نہو۔ یہ اُنکی مؤلف ومحقق ہونے کی شان سے بالکل خلاف ہے۔ آپ استدلالاً لکھتے ہین:۔

ابن ہشام نے جن سلسلون سے یہ روایتین لکھی ہین۔ اُن مین سے ایک روایت مین تو بیچ کے ایک راوی کا نام سرے سے چھوڑدیا ہے اور دوسرے میں اس مشترک نقص کے ساتھ بریدہ بن سفیان ایک راوی ہے جن کو امام بخاری وغیرہم قابل اعتبار نہیں سمجھتے۔

آپ کا یہ حصہ عبارت اور دوسرے حصہ مین وہ اس مشترک نقص کے ساتھ کے الفاظ تبلا رہے ہین کہ ان دونون سلسلہ رواۃ مین بیچ کا ایک راوی چھوٹ گیا ہے۔ مگر جب اصل کتاب کی عبارت سے مقابلہ کیا جاتا ہے تو آپ کا دعویٰ مشترک محض غلط ثابت ہوتا ہے۔ تاریخ ابن ہشام مین جسکے صفحہ کا نشان شاید عمداً چھوڑدیا گیا ہو ان دونون روایتون کے مفصلہ ذیل سلسلہ رواۃ درج ہین۔ پہلی رواۃ کا سلسلہ یہ ہے۔

حدثنی بریدہ بن سفیان بن فروۃ الاسلمی	بریدہ بن سفیان بن فروۃ الاسلمی اپنے باپ سفیان سے اور
عن ابیہ سفیان عن سلمہ بن عمر بن الاکوع	سفیان سلمہ بن عمر بن اکوع سے روایت کرتے ہین

اب آنکھ والے تبلادین کہ اس سلسلے مین کون راوی بیچ کا چھوٹ گیا ہے۔ صاف صاف بریدہ اپنے باپ سفیان سے روایت کرتا ہے۔ اور سفیان سلمہ کی زبانی بیان کرتا ہے اور سلمہ وہ بزرگ صحابی ہین۔ جو خود شریک واقعہ ہین۔ افسوس شبلی صاحب کے ایسا محقق اور ایسا مغالطہ وہ طریقہ استدلال۔

ابن ہشام کا دوسرا سلسلہ ملاحظہ ہو۔

حدثنی عبد اللہ بن الحسن عن بعض اھلہ	عبد بن حسنؑ نے اپنے لوگون مین سے بعض کی زبانی اور
عن ابو رافع	اُس نے ابورافع کی زبانی

اس روایت مین عبداللہ بن حسن نے اپنے اُس عزیز کا نام جس سے اُنھون نے یہ بیان سُنا تھا سہو فرمایا ہے۔ لیکن اس سہو سے سلسلہ رواۃ مین کوئی فرق نہین آتا۔ یہ روایت اُسوقت مقطوع البنہ کہلاتی جب عبداللہ بن حسن بیچ کے راوی کا ذکر نہ فرماتے حقیقتاً نہ یہ انقطاع روایت ہے نہ اسقاط نام راوی۔ بلکہ ایک سہو ذہنی ہے جس سے کوئی انسان خالی نہین۔ اور یہ ایک ایسا عام امر ہے کہ دفاتر صحاح بھی اس سے خالی نہین ہین۔ ہم دیباچہ مین اس مسئلہ پر پوری بحث کر چکے ہین اور خود امام بخاری کی مقطوع الاسنادی لکھکر دکھلا چکے ہین۔ بخاری مین لیلۃ القدر والی روایت والی روایت موجود ہے۔ جسکو امام صاحب نے بغیر کسی سند کے عن سفیان بن عینیہ کے عنوان شروع کیا ہے۔ بھلا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ بخاری نے کبھی سفیان بن عینیہ کو دیکھا بھی تھا۔ کہان آپ کا وقت کہان سفیان کا زمانہ۔ پھر یہ عن کیسا؟ ملاحظہ ہو دیباچہ جلد اوّل

جب خود امام بخاری کی مقطوع الاسنادی کی یہ کیفیت ہے تب حدیث مین کسی راوی کی نسبت اُن کی بے اعتمادی کب قابل اعتماد و اعتبار ہو سکتی ہے۔ اسکے علاوہ۔ انھین بخاری صاحب نے راہب بحیرہ کے واقعات مین اسمعیل بن اویس ایسے منکر الحدیث شخص سے خود روایت کی ہے۔ اور اسیطرح آغاز نزول وحی مین جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مخوف ہوجانا۔ بخاری صاحب نے امام زہری کے بلاغات (اسنادہ منفردہ) سے نقل فرمایا ہے جسکا سلسلہ رواۃ صرف امام زہری تک پہونچکر تمام ہوجاتا ہے۔ اور پھر رسول اللہؐ تک ایک راوی کا نام نہین۔ طرفہ تر تو یہ ہے کہ شبلی صاحب نے ان مقامات پر بخاری کی تردید کی ہے اور اُنکے مختار مرویات کی تنقید لکھی ہے اور اب خدا کی شان۔ وہی شبلی صاحب اُنھین بخاری صاحب کے اسناد سے دوسرون کی بے اعتمادی پر استدلال کرتے ہین جو جمع الفاسد علے الفاسد کے اصول سے خود واہی ہے اور سراپا غلط۔

ہم ان افترایات کو شبلی صاحب کے طبعزاد بھی نہین کہہ سکتے اس لیے کہ مخالفت علیؑ کا مواد بہت قدیم ہے جو پہلے استحکام اصول عقاید کا ضروری عنصر اور پھر استقرار سلطنت و حکومت کا قوی جوہر بن کر پیکر اسلام کے رگ و پے مین داخل کیا گیا تھا۔ اور اس بنا پر مخالفین علیؑ نے آپ کی تخصیص کو تعمیم کی صورت مین بدل دینے کے لیے انواع اقسام کے موضوعات و مصنوعات سے کام لیا۔ اگرچہ مخالفت علی کی بنا زمانہ رسولؐ ہی مین پڑ چکی تھی (دیکھو بریدہ اسلمی اور معاملہ کنیز متعلقہ فتح یمن) لیکن پوشیدہ رہی۔ زمانۂ خلافت مین کھُل پڑی اور دورہ معویہ یا خلافت پنجم مین تو یہ اپنے تمام اقسام کے ساتھ عام ہو گئی اور معویہ کے ایک خاص تاکیدی فرمان شاہی کے مطابق اس کا عام دستور تمام ممالک اسلامی مین قائم ہو گیا۔ معویہ کا فرمان شاہی اور اُس کے تاکیدی الفاظ یہ ہین۔

ثم کتب الی عماله ان الحدیث فی عثمان قد کثر و فشا فی کل مصر و فی کل وجه و ناحیة فاذا جاءکم کتابی هذا فادعوا الناس الی الروایة فی فضائل الصحابة والخلفاء الاولین ولا تترکوا خبرا یرویه احد من المسلمین فی ابی تراب الا واتونی بمناقض له فی الصحابه فان هذا احب الیّ واقر لعینی

عبقات الانوار جلد ۵

معاویہ نے اپنے عمال ملکی کو لکھ بھیجا کہ حدیثیں فضائل میں کثرت سے ہوگئیں اور وہ تمام شہر و اطراف میں شائع بھی ہوگئیں پس جب تم لوگوں کو میرا یہ فرمان پہونچے تو تم حدیثیں اخبار کو فضائل صحابہ خلفائے راشدین کی ترتیب کی طرف دعوت دو اور اُن سے کہدو کہ وہ لوگ کوئی حدیث فضیلت علیؑ کی ایسی باقی نہ چھوڑیں جسکی نقیض صحابہ کے لیے نہ تیار کر لیں۔ کیونکہ یہ امر میرے لیے محبوب تریں ہے اور اس سے میری آنکھوں کو ٹھنڈک پہونچتی ہے۔ عبقات الانوار جلد پنجم

بحوالہ کتاب الاحداث امام مداینی ص ۲۲ مطبوعہ لکھنؤ۔

اسی فرمان کی ہدایت اور اسکے جلدو میں حکومت کے وظیفے اور مالی اعانت نے حضرت علیؑ کے مخصوص اوصاف وخدمات کے مقابل و مماثل مرویات طیار کرالیں اور پھر اس ترتیب وتفصیل سے کہ آپ کی تخصیص کسی زمانہ میں ایسی نہیں چھوڑی گئی جسکی مماثل ومقابل شکل کا ہیولانہ قائم کر لیا گیا تحقیق سے کام لینے والے اور ہر امر کا تفحص فرمانے والے جانتے ہیں کہ اس صنف خاص میں ولادت کعبہ سے حضرت علیؑ کی خصوصیات کا آغاز ہوتا ہے۔ اسمین مصعب بن زبیر نے غالباً حکومت کی فرمائش یا باشتغال طبع خاص حکیم بن حزام کو کعبہ کا مولود اول قرار دیا بالآخر امام حاکم کو باین الفاظ مصعب کی تکذیب کرنی پڑی۔

وهم مصعب ابن عبد الله فی الحرف الاخیر فقد تواترت الاخبار ان فاطمة بنت اسد ولدت امیرالمومنین علی بن ابیطالب کرم الله وجهه فی جوف الکعبة

مصعب ابن عبداللہ کو اس حدیث آخر میں وہم ہوگیا ہے۔ اسلیے کہ اخبار متواترہ میں وارد ہوا ہے کہ فاطمہ بنت اسد نے حضرت امیرالمومنین علی ابن ابیطالب کرم اللہ وجہہ کو کعبے کے اندر پیدا کیا

چونکہ قلعہ خیبر کی فتح بھی حضرت علی مرتضیٰ کی خدمات مخصوص میں داخل ہے۔ اس لیے۔ اس میں نکتہ لگایا گیا۔ ہم اسکو شبلی صاحب ہی کی زبانی سنوانا اور سُننا چاہتے ہیں۔ تحریر فرماتے ہیں۔

ابن اسحاق۔ موسیٰ بن عقبہ اور واقدی کا بیان ہے کہ مرحب کو محمد بن مسلمہ نے مارا تھا۔ مسند امام حنبل اور صحیح مسلم میں بھی ایک روایت ہے لیکن صحیح بخاری میں حضرت علی ہی کو مرحب کا قاتل اور فاتح خیبر تبلایا ہے اور یہی اصح الروایات ہے۔

خیریت ہوگئی کہ بخاری صاحب نے لکھدیا۔ نہیں تو شبلی صاحب شیخین بخاری و مسلم کے آگے کب کسی کی سُنتے اور وہ ضرور ابن اسحٰق اور موسیٰ ابن عقبہ کی تقلید کرتے۔ مگر اب بخاری نے لکھدیا تو پھر آپ سے اب انکار

کہاں ممکن ہو سکتا ہے۔ لیکن اسکے ساتھ یہ بھی ملحوظ رہے کہ مسلم کی توثیق رخصت ہو گئی۔ اسلیے کہ وہ موسیٰ ابن عقبہ کی روایت کی تصدیق کرتے ہیں۔ حالانکہ شبلی صاحب خود دیباچہ میں صحیحین بخاری و مسلم کی بابت الفاظ تصدیق کر چکے ہیں کہ حدیث میں متعدد کتابیں ایسی موجود ہیں جنمیں ایک حدیث بھی ضعیف نہیں مثلاً صحیح بخاری و مسلم۔ اب اسی مسلم کی اس روایت کے متعلق جسکی آپ خود اس موقع پر تکذیب فرما رہے ہیں کیا ارشاد فرمائیں گے۔ بینوا توجروا۔ اس تنقید کے بعد بھی کیا آپ کو صحیح مسلم کی نسبت یہ اعتقاد اور اصرار قائم رہے گا کہ مسلم میں ایک حدیث بھی ضعیف نہیں؟ اگر نہیں ہے تو ضعیف کیسی بالکل غلط حدیث یہ کہاں سے نکل آئی؟ اسکا جواب شبلی صاحب کے ذمہ قیامت تک باقی رہ گیا۔

شبلی صاحب تو ہمیشہ اشارات سے کام لیتے ہیں۔ اور تاریخی مضامین میں شاعرانہ استعارات سے عمل پیرا ہوتے ہیں۔ آپ نے اہل سیر کے چند نام لکھکر ان موضوعات کا الزام صرف انھیں کے سر لگا کر ختم کر دیا ہے اور محدثین کو بال بال بچا لیا۔ تحقیق کی جاتی ہے تو ثابت ہوتا ہے کہ ان تمام مفاسد کے باعث تو اُستاد المحدثین حضرت امام احمد بن حنبل ہیں جنھوں نے اس حدیث میں اپنی غلط تاویلوں کے بے تکے جوڑ لگائے ہیں۔ جو بالآخر نقادان فن کو تانکو ادھیڑنے پڑے ملاحظہ ہو شرح زرقانی کی مفصلہ ذیل عبارت۔

وخالف فی ذالک اهل السیر فجزم ابن اسحاق و ابن عقبه والواقدی بانّ الذی قتل مرحبا هو محمّد بن مسلمه وکذا روی احمد باسناد حسن عن جابر وقیل انّ مسلمه کان بارزه فقطع رجلیه فاجهز علیٰ علیه وقیل انّ الذی قتله هو الحرث اخو مرحب فاشتبه علی بعض الرواة فان یکن کذالک والّا فما فی الصحیح مقدّم علی ماسواه ولاسیّما قد جاء عن بریده ایضا عند احمد والنسائی وابن حبان والحاکم وقال ابن عبد البر انه الصحیح وابن الاثیر الصحیح الذی علیه اهل السّیر والحدیث ان علیا قاتله وقال الشامی ما فی مسلم مقدّم علیه من وجهین احدهما انه اصح الاسناد الثانی ان جابر لم یشهد

واقعۂ قتل مرحب۔ سے اہل سیر نے اختلاف کیا ہے اور ابن اسحٰق اور موسیٰ بن عقبہ اور واقدی نے اپنے اسناد سے لکھا ہے کہ جس شخص نے مرحب کو قتل کیا وہ محمد بن مسلمہ ہیں اور امام احمد بن حنبل نے بھی اسناد حسن کے ساتھ جابر کی سند سے لکھا ہے اور یہ تفصیل بیان کی ہے کہ محمد بن مسلمہ نے مرحب سے مقابلہ کر کے اُسکے دونوں پاؤں کاٹ ڈالے پھر حضرت علیؑ نے اسکے بعد اُسپر حملہ کر کے اُسکو مار ڈالا اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے تو حارث مرحب کے بھائی کو قتل کیا تھا بعض راویوں نے اس واقعہ کو اسطرح سمجھنے میں شبہ ہو گیا ہے ورنہ جو صحیح میں ہے وہ مقدم ہے اُن تمام روایات پر جو صحیح کے خلاف بیان ہوئے ہیں خصوصاً وہ روایات صحیحہ جو بریدہ کی زبانی انھیں امام احمد امام نسائی۔ ابن حبان اور امام حاکم نے مرقوم کی ہیں۔ اور انھیں کی نسبت امام عبد البر کہتے ہیں کہ یہی صحیح ہیں اور ابن اثیر کہتے ہیں کہ صحیح وہی واقعات ہیں جنکو ارباب سیر و احادیث دونوں نے لکھا ہے اور وہ یہی ہے کہ مرحب کو علیؑ نے قتل کیا اور ابن کثیر شامی کہتے ہیں کہ جو روایت مسلم نے پہلے لکھی ہے وہی صحیح تر ہے۔ دو وجہوں سے

خیبر کما ذکر ابن اسحٰق والواقدی وغیرھما وقد شھدھا سلمہ وبریدہ وابو رافع فھم اعلم ممن لم یشھدھا وما قیل ان ابن سلمہ قطع ساقی مرحب ولم یجھز علیہ ومربہ علیؑ فاجھز علیہ فاباہ حدیث سلمہ وابو رافع

زرقانی جلد دوم ص ۲۵۹ مطبوعہ مصر

اُنھین کے ایک وجہ تو یہ ہے کہ اُسکے اسناد زیادہ تر صحیح ہیں اور دوسری یہ ہے کہ جابرؓ جو ان روایات اختلافی کے راوی ہین خیبر مین شریک ہی نہین تھے جیسا کہ خود ابن اسحٰق اور واقدی وغیرہ نے ذکر کیا ہے اور جن لوگون نے خیبر کی جنگ مین شرکت کی وہ سلمہ بریدہ اور ابی رافع تھے۔ اسلیے یہ لوگ بمقابلہ اُنکے (جابرؓ) جو شریک جنگ نہوے ان واقعات کے زیادہ جاننے والے تھے۔ اور یہ جو بیان کیا جاتا ہے کہ محمد بن مسلمہ نے مرحب کے دونون پاؤن کاٹ ڈالے تھے۔ اُسکو مارا نہین تھا۔ علیؑ نے حملہ کر کے اُسکو مار ڈالا صحیح نہین ہوسکتا اسلیے کہ سلمہ اور ابو رافع دونون (حاضرین واقعہ) اس بیان سے انکار کرتے ہین۔

تنقیص خصائص حضرت علیؑ کی بنا پر اس موضوع ومصنوع واقعہ کی یہ حقیقت حال تھی جسکی توضیح وتصحیح موجودہ استدلال تنقیدی مین کردی گئی۔ اسکے ایسے موضوعات ومصنوعات کے بیشمار انبار لگے ہین لیکن تاہم یہ بہت بڑی شکر گذاری کا موقع ہے کہ جن حضرات نے ان مفتریات کی تدوین کی اُنھین کے محققین ومتقدمین نے اُنکے ان برسون کے ریاض پر سیاہی کا قلم پھیر دیا۔ یہ اُنکی دیانت وصداقت کہی جاوے۔ یا اصل واقعہ کی حقیقت۔ جو آخر نہ چھپ سکی۔

> مرحب کے بعد رئیسان یہود سے مقابلہ ومقاتلہ

شبلی صاحب کو کیا پڑی ہے کہ حضرت علیؑ کی خدمات کی تفصیل کرین۔ مرحب قتل ہوا۔ خیبر فتح ہوگیا۔ قصہ تمام شد۔ کیونکہ خیبر کشائی وغیرہ کے حالات مابعد کو تو کلھا واھیۃ کہکر غلط بتلا ہی دیا گیا ہے۔ پھر تفصیل کی ضرورت ہی کیا ہے۔ مگر آپ ایک لکھنے والے تو ہین نہین آپ سے پہلے متعدد لکھنے والے ان واقعات کے لکھنے والے گذر گئے ہین۔ ان حضرات مین ایک تو آپ کے علامہ حسین میبذی۔ صاحب فواتح میبذی ہین جنکے فیوض سے آپ درسیات ہی کے وقت سے بہرہ مند ہونے لگتے ہین۔ اُنھون نے اپنی کتاب فواتح مین۔ مرحب کے قتل کے بعد سات رئیسان یہود سے حضرت علیؑ کا مقابلہ کرنا اور اُنکو قتل کرنا پوری تفصیل کے ساتھ نام بنام تحریر فرمایا ہے۔ محدث شیرازی بھی روضۃ الاحباب مین لکھتے ہین۔

امیر المومنینؑ آنروز ہفت کس از رؤسا وشجاعان را بقتل آورد۔ ص ۳۸۷

امیر المومنینؑ نے اُسدن یہودیون کے سات رئیسون اور دلیرون کو قتل فرمایا۔

ہم نے ان واقعات کی پوری تفصیل حضرت علی علیہ السلام کی خاص کتاب سیرۃ سراج المبین جلد اول مین (ص ۱۰۶ سے لیکر صفحہ ۱۱۱ تک) کردی ہے۔ ہم بخوف طوالت اُس تفصیل کو یہان باردیگر بیان کرنا نہین چاہتے صرف اُن دلیران ورئیسان یہود کے نام لکھدینے پر اکتفا کرتے ہین جو مرحب کے قتل کے بعد سے لیکر آخر وقت فتح تک بلکے بادیگرے

قلعہ سے نکل نکل کر حضرت علی مرتضیٰؑ سے مقابل ہوتے گئے اور ضرب ذوالفقار سے مقتول ہوتے گئے۔ فواتح میبذی کے اسناد سے مفصلہ ذیل یہودان مقتول کے نام معلوم کر لیے جائیں۔

(۱) داؤد بن قابوس (فواتح ص ۲۱۷) (۲) ربیع ابن الحقیق (فواتح ص ۲۱۸) (۳) عنتر خیبری (فواتح ص ۲۴۰) (۴) مرۃ بن مروان (فواتح ص ۱۱۹) (۵) یاسر خیبری (فواتح ص ۲۴۰) (۶) ضجیج خیبری (فواتح میبذی صفحہ ۲۴۰)

درگاہ رسالت سے فتح خیبر کے صلہ میں حضرت علیؑ کو بشارت

انھیں واقعات کے ایسا شبلی صاحب نے یہ بھی نہیں لکھا کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جس اہتمام و عظمت سے فاتح خیبر کو لوائے خیبر دیکر جہاد کے لیے روانہ کیا تھا اُن کی اس بےنظیر اور عدیم المثال خدمات جہاد کی بجا آوری پر اُنکی واپسی کے وقت زبانِ رسالت سے اظہار قبولیت و خوشنودی کے متعلق زبان رسالت سے کیا الفاظ نکلے۔ شبلی صاحب کی خموشی بجا ہے۔ اور اسکا یہی خاص موقع ہے۔ کیونکہ فضیلت علیؑ کا ذکر آجائے گا لیکن حقیقت حال تبلا رہی ہے کہ شبلی صاحب کی خموشی کے خلاف۔ زبان رسالت قبولیت کے اعلان اور حسن خدمات کے اظہار و بیان سے آپ کی طرح ساکت نہیں رہی۔ اور کیونکر رہ سکتی تھی۔ اخلاق نبوت کے سراسر خلاف تھا۔ چنانچہ واپسی پر حضرت علی مرتضیٰؑ سے جو الفاظ ارشاد فرمائے گئے وہ محدث شیرازی کی زبانی یہ ہیں۔

خبر بحضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم رسانیدند کہ قلاع خیبر بدست علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ بکیفیت مذکورہ مفتوح گشت۔ آن سرور بسبب شادی نمود چون امیر متوجہ ملازمت نبی صلعم شد آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم باستقبال وے از خیمہ بیرون آمد و ویرا در بر گرفت و درمیان ہر دو چشمش بوسید و فرمود وقد بلغنی نباؤک المشکور وصنیعک المذکور و در روایتے آنکہ حضرت فرمود من از تو راضی ام علیؑ را رقت آمد و بگریست حضرت فرمود اے علیؑ این گریہ فرح است یا گریۂ اندوہ۔ جواب داد کہ یا رسول اللہ گریہ فرح است و چگونہ شادمان نہ گردم کہ تو از من راضی باشی۔ سید عالم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم فرمود نہ تنہا من از تو راضی ام بلکہ خداوند تعالیٰ و ملائکہ و جبریل و میکائیل نیز از تو راضی اند۔ ص ۳۸۸ روضۃ الاحباب

جب جناب رسالت پناہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو خیبر کے فتح ہونے کی مندرجہ بالا کیفیت معلوم ہوئی تو آپ نہایت مسرور الحال ہوے اور جب جناب امیرؑ آپکی خدمت میں حاضر ہوے تو آپ نے خیمہ سے نکل کر اُنکا استقبال کیا۔ اور جب قریب آئے تو اُنسے بغلگیر ہوئے اور حضرت علی مرتضیٰ کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا کہ تمھاری سعی مشکور اور کارہائے نمایاں کی خبر مجھکو پہونچ چکی ہے۔ اور ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ اے علیؑ میں تم سے رضامند ہوا۔ یہ سُن کر حضرت علی کو رقت آئی اور وہ رونے لگے۔ یہ دیکھکر آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے پوچھا کہ اے علیؑ یہ گریۂ مسرت ہے یا گریۂ اندوہ و حسرت ہے۔ حضرت علیؑ نے عرض کی گریۂ مسرت ہے اور میں کیونکر مسرور نہ ہوں جب آپ مجھ سے راضی ہوں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اے علیؑ تنہا میں ہی تم سے راضی نہیں ہوا بلکہ خدا اور ملائکہ جبریل اور میکائیل سب کے سب تم سے راضی و خوشنود ہیں۔

شہدائے خیبر اور انکی جنگی خدمتیں

شبلی صاحب کو خیبر سے بھاگا بھاگ پڑی ہے۔ قلم سرعت رقم سے تحریر فرماتے ہین۔

غرض یہ قلعہ (قموص) ۲۰ دن کے محاصرے کے بعد فتح ہو گیا۔ ان معرکون مین ۹۳ یہود مارے گئے جنمین حارث۔ مرحب۔ اسیر (کوئی نام نہیں۔ شاید عنتر ہو یا یاسر) یاسر۔ عامر۔ زیادہ مشہور ہین صحابہ مین سے ۱۵ بزرگون نے شہادت حاصل کی جنکے نام ابن سعد نے تفصیل لکھے ہین۔ ۲۵۸ سیرۃ النبیؐ جلد اوّل۔

افسوس شبلی صاحب نے مقتولین یہود کے ساتھ تو اتنی ہمدردی دکھلائی کہ تین چار مقتولین یہود کے نام بھی لکھدیے لیکن آپ کی ناتوجہی اور بے التفاتی مستشہدین خیبر مین سے ایک کا نام لینا بھی گوارا نہ کر سکی۔ ابن سعد کے صرف حوالے تو عام اطلاع وواقفیت کا فرض تالیفی پورا ہو نہین سکتا جب ہر شخص ابن سعد کی کتاب کو پڑھ سکتا اور سمجھ سکتا تو پھر اردو مین سیرۃ النبیؐ کے طیار کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ غزوۂ خیبر پر موقوف نہین۔ ہم قریب قریب تمام غزوات مین آپکی فروگذاشت کی اس شان خاص کو دکھلاتے آئے ہین۔ گویا آپ انھین حضرات کے تذکرے تک اپنی تفصیلات کو محدود کرنا چاہتے ہین۔ جنکے حالات سے آپکو دلچسپی ہے یا جنکو آپ عقیدت کی نگاہون سے دیکھتے ہیں۔ یہ آپکے معیار تعمیم اور اشعار مساوات کے بالکل خلاف ہے

بہر حال ابن سعد کے علاوہ۔ تاریخ ابن ہشام مین شہدائے خیبر کے حسب ذیل نام بتلائے گئے ہین:

قبیلہ بنو امیہ۔ (۱) ربیعہ بن اکثم (۲) ثقیف بن عمر (۳) رفاعہ بن مسروح

قبیلہ بنی اسد۔ (۴) بشر بن البراء (۵) عبداللہ بن الحصیب (۶) فضیل بن النعمان

دیگر قبائل مختلفہ (۷) مسعود بن قیس (۸) محمود بن مسلمہ۔ (۹) ابو ضیاح (۱۰) حرث بن حاطب (۱۱) عروہ بن مرّہ (۱۲) اوس بن القاید (۱۳) انیف بن حنیف (۱۴) ثابت بن واثلہ (۱۵) طلحہ بن عقبہ (۱۶) عامر بن الاکوع۔

یہ تمام شہدا قبائل انصار کی مختلف شاخون سے تھے۔

امام زہری کی بلاغات سے دو شہدا کے اور نام بتلائے گئے ہین۔ مسعود بن ربیعہ (بنی زہرہ) اور اوس بن قتادہ بنی عوف قبیلہ انصار کی ایک شاخ خاص ہے۔ ابن ہشام جلد دوم ۱۹۱ مطبوعہ مصر

محمود بن مسلمہ کی شہادت

محمود بن مسلمہ تو وہی بزرگ ہین جنکو کنانہ بن ابی الحقیق نے قلعہ ناعم کے محاصرے مین دغا بازی سے مار ڈالا تھا تفصیل یہ ہے۔

قلعہ ناعم پر محمود بن مسلمہ فوج لیگئے اور بڑی شجاعت کے ساتھ ایک عرصہ تک مبارزت کرتے رہے۔ اسدن سخت گرمی پڑ رہی تھی۔ اور آفتاب بھی اپنی پوری حرارت دکھلا رہا تھا محمود لڑتے لڑتے تھک گئے۔ تو دم لینے کے لیے دیوار قلعہ سے لگ کر بیٹھ گئے۔ کنانہ بن الربیع نے انھین تنہا بیٹھا پا کر قلعہ کی فصیل سے ایک چکّی کا پاٹ انکے سر پر دے مارا۔ اور یہ اسلامی مجاہد اسکے نیچے کچل کر رہ گیا۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون۔

عامر بن الاکوع کی شہادت

عامر بن الاکوع بھی انھیں شہدا مین ہین۔ یہ بزرگ قلعہ قموص کے محاصرے مین ایکدن مرحب سے اُلجھے۔ مرحب کی تلوار انکے جسم کے پائین حصہ پر پڑی۔ اور اُنکی تلوار مرحب کے بالائی حصۂ جسم پر۔ اسی کشمکش مین اپنی تلوار سے اُنکی رگ اکحل کُھل پڑی اور اسقدر خون بہا کہ غریب جانبر نہو سکے۔ مجروح ہونے کے بعد یارون نے مزاحاً کہنا شروع کیا کہ اگر تم مر بھی جاؤگے تو درجۂ شہادت نپاؤگے۔ اس لیے کہ تم تو اپنے زخم سے ختم ہوگے۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے تمھارے سب اعمال حبط کرلیے۔ یہ سُننا تھا کہ یہ خالص مسلمان اور جان نثار بیقرار ہوگیا۔ چھوٹا بھائی سلمہ دوڑتا ہوا خدمت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مین پہونچا۔ سلمہ بیان کرتے ہین۔

قلت یارسول اللہ فداك ابی وامی زعموا ان عامراحبط عمله فقال النبی صلی اللہ علیه واله وسلم کذب من قاله وان له اجرین وجمع بین اصبعیه انه لجاهد و مجاهد زرقانی طبع ۲ مصر

مین نے عرض کی یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے مان باپ آپ پر فدا ہون لوگ کہتے ہین کہ عامر کے اعمال حبط ہوگئے۔ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا وہ لوگ جھوٹ کہتے ہین۔ اُسکو تو دو ثواب ملے ہین۔ یہ کہکر آپ نے اپنی دو انگلیان ملائین اور فرمایا کہ جاہد بھی ہے اور مجاہد بھی

علامہ ابن التین کہتے ہین کہ جاہد وہ ہے جو خدا کی راہ مین تکلیف اختیار کرے اور مجاہد وہ ہے جو حکم خدا کے موافق دشمنان خدا سے مقابلہ و مقاتلہ کرے۔ زرقانی ص ایضاً

تمام مقتولین درجۂ شہادت پر فائز نہین ہوئے

مسند امام حنبل مین ہے

عن عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنه قال لما کان یوم خیبر اقبل نفر من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیه واله وسلم فقالوا فلان شهید حتی مروا علی رجل فقالوا فلان شهید فقال رسول اللہ صلعم کلا انی رایته فی النار ثم قال رسول صلعم یا ابن الخطاب اذهب فناد فی الناس انه لا یدخل الجنة الا المومنون قال فخرجت فنادیت انه لا یدخل الجنة الا المؤمنون

زرقانی جلد دوم ص ۲۶۰ تاریخ احمدی ص ۶۱

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بروز جنگ خیبر چند اصحاب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذکر کیا کہ فلان شخص شہید ہوگیا اسی طرح پھر دوسرے شخص کی نسبت کہا کہ فلان شخص شہید ہوگیا یہ سُنکر جناب سالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسا ہرگز نہ کہو کیونکہ مین نے اُس شخص کو جہنم مین دیکھا ہے۔ بعد ازان حضرت عمر سے فرمایا کہ جاکر لوگون مین منادی کردو کہ سوا مومنین کے کوئی شخص جنت مین داخل نہوگا حضرت عمر فرماتے ہین کہ مین نے جاکر آنحضرت صلعم کے حکم کے مطابق اس امر کا اعلان کردیا کہ مومنین کے سوا کوئی شخص جنت مین داخل نہوگا۔[۱]

اراضیات مفتوحہ خیبر کا بندوبست

خیبر اور اُسکے توابع کو چونکہ اسلام نے فتح سے حاصل کیا تھا۔ اسلیے خیبر اور اُسکے متعلقہ اراضیات پر اسلام کا قبضہ ہوگیا۔ لیکن چونکہ یہود مقتول و مفتوح ہونے کے بعد بھی اپنی اراضیات سے

[۱] یہ حدیث اُس بدبخت مقتول کی طرف ہے جسنے مال غنیمت مین خیانت کی تھی تفصیل کیلیے دیکھو شرح زرقانی ص ۲۵۲ ج ۲ و روضۃ الاحباب ص ۳۸۹

جدا ہونا نہین چاہتے تھے۔ اور معاملات مین اسلام کی طرف سے اُنھون نے کوئی خلاف ورزی بھی نہین دیکھی تھی اس بنا پر اُن لوگون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر آکر درخواست کی کہ یہ قطعات زمین اُنھین کے ساتھ بندوبست مین قائم رکھے جائین۔ جناب رسولخدا صلعم کے محاسن اخلاق کا بھی یہی تقاضہ تھا کہ جبتک دشمن سے کسی بدمعاملگی کا اظہار نہولے اُسکے معروضات مسترد نہ فرمائے جائین۔ اسلیے یہودیون کی درخواست منظور کر لی گئی۔ اور وہ تمام اراضیات اُسی طرح یہود کے قبضہ اور بندوبست مین اس شرط و اقرار کے ساتھ کہ اُنکی نصف پیداوار دربار رسالت مین ہمیشہ پہونچا یا کرین۔ اور نصف اپنے تصرف مین لائین۔ قائم رکھی گئین۔

یہود کے یقین کے موافق اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ السلام نے بھی اُنکے ساتھ معاملات مین ایسی عدالت و صفائی دکھلائی کہ آخرکار بقول شبلی صاحب۔ یہود کو اقرار کرنا پڑا کہ زمین اور آسمان ایسے ہی عدل سے قائم ہین۔ بحوالہ فتوح البلدان بلاذری و تاریخ طبری ص ۱۵۱۹

عہد رسالت مین عبداللہ بن رواحہ صحابی یہودان خیبر سے نصف پیداوار وصول کرنے کے لیے جاتے تھے علامہ طبری اپنی تاریخ مین لکھتے ہین کہ فصل طیار ہوجانے پر عبداللہ جاتے تھے۔ اراضیات خیبر کے تمام غلون کو اکٹھا کرواکے دو مساوی حصون مین جمع کر دیتے تھے۔ پھر یہود سے کہتے تھے کہ ان مین سے جو حصہ تمھارا جی چاہے لے لو اور دوسرا میرے لیے چھوڑدو۔ وہ اپنا حصہ اُٹھا لیتے تھے اور عبداللہ اپنا حصہ لے کر مدینہ واپس آتے تھے۔

حضرت صفیہ کا قصہ

حضرت صفیہ کے قصہ کے متعلق۔ شبلی صاحب تحریر فرماتے ہین۔

حضرت صفیہ کی نسبت بعض کتب حدیث و سیر مین یہ واقعہ مذکور ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے اُن کو دحیہ کلبی کو دیا تھا۔ پھر کسی نے اُنکے حسن وجمال کی تعریف کی تو اُن سے مانگ لیا اور اسکے معاوضہ مین اُن کو سات لونڈیان بھی دین۔ مخالفین نے اس روایت کو نہایت بدنما پیرایہ مین ادا کیا ہے اور جب اصلی روایت مین اتنی بات موجود ہے تو ظاہر ہے کہ مخالف اس سے کہان تک کام لے سکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت صفیہ کا یہ واقعہ حضرت انس سے منقول ہے۔ لیکن خود حضرت انس سے متعدد روایتین ہین اور وہ باہم مختلف ہین۔ بخاری کی جو روایت خیبر کے ذکر مین ہے اُسمین یہ تصریح ہے کہ جب قلعہ خیبر فتح ہوا تو لوگون نے آپکے سامنے حضرت صفیہ کے حسن کا ذکر کیا۔ آپ نے اُن کو اپنے لیے لے لیا۔ اصلی الفاظ یہ ہین۔

فلما فتح اللہ علیہ الحصن ذکر لہ جمال صفیۃ بنت حیّ بن اخطب وقد قتل زوجھا وکانت عروسًا فاصطفاھا النبی صلی اللہ

جب خدا نے قلعہ فتح کرا دیا تو لوگون نے آپ سے حی بن اخطب کی لڑکی صفیہ کے حسن وجمال کی تعریف کی۔ اسکا شوہر جنگ مین مارا گیا تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

علیہ و الہ وسلم لنفسہ — اُسے اپنے لیے پسند کرلیا۔

لیکن بخاری کتاب الصلوٰۃ (باب ما یذکر فی الفخذ) ور صحیح مسلم (باب فضل عتق الامۃ) مین خود انس کی یہ روایت اس طریقہ سے منقول ہے کہ جب لڑائی کے بعد قیدی جمع کیے گئے تو حضرت دحیہ کلبی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے درخواست کی کہ ان مین سے ایک لونڈی مجھے عنایت ہو۔ آپ نے اُنکو اختیار دیا کہ خود جا کر کوئی لونڈی لے لو۔ اُنھون نے حضرت صفیہ کو انتخاب کیا۔ لیکن لوگون کو اعتراض ہوا۔ ایک شخص نے آکر آنحضرت صلعم سے کہا

یا نبی اللہ اعطیت دحیہ صفیۃ بنت حی ابن اخطب سیدۃ قریظۃ والنضیر لا تصلح الا لک	اے پیغمبر خدا آپ نے صفیۃ بنت حی کو دحیہ کے حوالے کردیا وہ قریظہ اور بنی نضیر کی رئیسہ ہین اور آپ کے سوا اور کوئی اُن کے لائق نہیں۔

اس کے بعد آپ نے صفیہ کو آزاد کر کے اُن سے نکاح کرلیا۔ ابوداؤد مین یہ دونون روایتین ہین۔ اور دونون حضرت انس سے مروی ہین۔ ابوداؤد کی شرح مین ماوردی (مشہور محدث) کا یہ قول نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے صفیہ کو دحیہ سے اس لیے واپس لے کر اُن سے عقد کرلیا کہ ما فیہ من انتھاکھا مع مرتبتھا وکونھا بنت سیدھم۔ چونکہ وہ عالی مرتبہ اور رئیس یہود کی صاحبزادی تھین اسلیے اور کسی کے پاس جانا اُنکی توہین تھی۔ حافظ ابن حجر نے بھی فتح الباری مین اسی کے قریب قریب لکھا ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ حضرت صفیہ خاندان کے تباہ ہوجانے کے بعد خاندان سے باہر بیوی یا کنیز بنکر رہتین۔ وہ رئیس خیبر کی بیٹی تھین۔ اُن کا شوہر بھی قبیلہ بنی نضیر کا رئیس تھا۔ باپ اور شوہر دونون قتل کیے جاچکے تھے اس حالت مین اُن کے پاس خاطر، حفظ مراتب اور رفع غم کے لیے اسکے سوا کوئی اور تدبیر نہین تھی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اُنکو اپنے عقد مین لے لین۔ وہ کنیز ہوکر بھی رہ سکتی تھین۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اُنکی خاندانی عزت کے لحاظ سے اُنکو آزاد کردیا۔ اور پھر نکاح پڑھایا۔ حسن خلق۔ رحم اور مصیبت زدہ کی چارہ نوازی[1] کے علاوہ۔ سیاسی اور مذہبی حیثیت سے بھی یہ کارروائی نہایت موزون اور بجا تھی۔ اور اس قسم کے طرز عمل سے عرب کو اسلام کی طرف رغبت اور کشش ہوتی تھی کہ اسلام اپنے دشمنون کے ورثہ کے ساتھ بھی اس قسم کا محسنانہ اور ہمدردانہ

---

[1] اس لفظ کی ترکیب میری سمجھ مین نہین آتی۔ شاید شبلی صاحب سا فاضل ادیب اسکی کوئی خاص ترکیب جانتا ہو کہین چارہ سازی تو نہین؟ ہم تو چارہ ساختن کے محاورۂ فارسی سے چارہ سازی کی ترکیب کو صحیح جانتے ہین۔ اور اسیطرح بندہ نوازی۔ غربا نوازی۔ مہمان نوازی وغیرہ کی ترکیب کو بھی درست جانتے ہین۔ اور ہر شخص اس مشہور شعر فارسی کو بھی جانتا ہے ؎ کار احباب ساختن رسم است ٭ دوستان را نواختن رسم است

سلوک کرتا ہے۔ سیرۃ النبیؐ جلد اوّل - ۵۸ - ۴۶۰ ص۔

غزوۂ بنی المصطلق میں حضرت جویریہ کے ساتھ بھی یہی واقعہ پیش آیا تھا۔ اور اس سلوک کا جو اثر ہوا تھا وہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔

شبلی صاحب نے جس صفائی سے اصل حقیقت کی چہرہ کشائی کی ہے وہ قابل تعریف ضرور ہے اور حقیقت حال بھی یہی ہے جو لکھکر بتلائی گئی ہے۔ لیکن اتنا عرض کر دینا ضروری ہے کہ ان تمام مفاسد کے اصلی باعث سوائے اصحاب صحاح اور اُنکے رُواۃ کے آپکے نزدیک کیا کوئی اور لوگ بھی ثابت ہوتے ہیں؟ اور کیا شبلی صاحب اب بھی اسکے ماننے پر تیار نہوں گے کہ دفاتر صحاح بھی ابھی تک مخالف و معارض مرویات سے بھرے پڑے ہیں۔ اور مسانید و سنن کی طرح اچھا بُرا ہر قسم کا مواد اُن میں بھی موجود ہے؟ امام المحدثین بخاری ہی کی مثال پہلے لیجائے۔ آپ خود اُنھیں کی صحیح سے اس واقعہ میں دو معارض روایتوں کو لکھ کر بتلا چکے ہیں کہ یہ مفید بحث ہے اور وہ غیر مفید۔ اور پھر بھی آپ کے نزدیک عموماً صحاح اور خصوصاً صحیح بخاری سے بڑھکر کوئی کتاب قابل اعتبار و استناد نہیں ہے جنہیں بقول آپکے کوئی غلط کیا ضعیف روایت تک نہیں ہے" پھر آپ ہی بتلائیں کہ آپ کے ان منقدانہ اعترافات کے سامنے تصدیق و توثیق بخاری کا دعویٰ کیسا بے دلیل ثابت ہو جاتا ہے۔

جیسے جیسے تحقیق کیجاتی ہے ویسے ویسے یہ امر ثابت ہوتا جاتا ہے کہ مخالفین اسلام کی تمام تعریضات کے اصلی باعث یہی صحاح کی مرویات ہیں۔ بقول شبلی صاحب کے "جب اصل روایتوں میں اتنا موجود ہے تو ظاہر ہے کہ مخالف اس سے کہاں تک کام لے سکتا ہے" حقیقت آپ خود لکھ چکے تو ہم کو اب اور لکھنے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی مگر تعجب ہے تو بخاری صاحب پر۔ اور خاصکر اُنکی نظر فی الحدیث پر کہ باوجود اس اعلمیت اور تبحر کے بھی وہ اپنی مرویات کتاب میں حُسن و قبح۔ مفید غیر مفید اور مستند و غیر مستند کی خود تمیز نہ کر سکے۔ اور ہر قسم کے مواد فاسد سے کتاب کی کتاب بھر دی جو معترضین اور مخالفین کی تعریضات کے لیے سرمایۂ نازشنگی ہے تا وقتیکہ یہ تمام مفسدہ انگیز مرویات کتب صحاح سے نکالکر صحاح کی کتابیں صاف و پاک نہ کر دی جائینگی مخالفین کے اعتراضوں کے دروازے بند نہونگے۔ فافہم فتدبر

زینب یہودیہ کا آنحضرت صلعم کو زہر دینا آپ کا عمرہ قضا فرمانا

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے انتظامات میں کچھ دنوں تک قیام فرمایا چونکہ معاملات صلح و آشتی کے طریقہ سے طے ہونے والے تھے اسلیے آپ کو یہودیوں کی طرف سے پورا اطمینان تھا

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اس شعر کے اعتبار ترکیب سے چارہ سازی ہونا چاہیے۔ نہ چارہ نوازی۔ جو بالکل بے قاعدہ ہے۔ شاید اصل میں بیچارہ نوازی ہو۔ چھپنے میں "بے" رہگیا ہو۔ اگر یہ بھی ہو تا ہم ثقیل اور غیر مستعمل ہوگا المؤلف عفی عنہ

کوئی اندیشہ نہین تھا۔ اور رسول اللہ صلعم کے اُسوۂ حسنہ کا تقاضہ بھی یہی تھا۔ لیکن یہود کی غدار اور مکار قوم اپنی فطرتی مفسدہ انگیزیون سے کب چوکنے والی تھی۔ دو تین ہی روز کے بعد یہود نے اپنی طرف سے بدی کے اظہار شروع کردیے۔ اسکی پہلی مثال زینب یہودیہ کی مکاری اور خونخواری سے شروع ہوتی ہے تاریخ وحدیث کی کتابون مین اس کا طول وطویل قصہ تمام اختلافات اقوال وآرا کے ساتھ لکھا ہوا ہے اور زرقانی نے اپنی شرح مطبوعہ مصر مین صفحہ ۲۷۰ سے لے کر صفحہ ۲۷۹ تک بڑی شرح وبسط سے لکھا ہے۔ لیکن شبلی صاحب نے جسقدر خلاصہ کرکے لکھا ہے۔ ہم اُسی کی نقل کو اپنے مدعا کے لیے کافی سمجھ کر ذیل مین تحریر کرتے ہین۔

اگرچہ یہود کو کامل امن وامان دیا گیا اور اُنکے ساتھ ہر قسم کی مراعات کی گئی تاہم انکا طرز عمل ہمیشہ مفسدانہ اور باغیانہ رہا۔ پہلا دیباچہ یہ تھا کہ ایک دن زینب نے جو سلام بن مشکم کی بیوی اور مرحب کی بھاوج تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چند صحابہ کے ساتھ دعوت کی۔ آپ نے فرط کرم سے قبول فرمایا۔ زینب نے کھانے مین زہر ملادیا تھا۔ آپنے ایک لقمہ کھا کر ہاتھ کھینچ لیا۔ لیکن بشر بن براء نے پیٹ بھر کھایا۔ اور زہر کے اثر سے بالآخر ہلاک ہوگئے آنحضرت صلعم نے زینب کو بلاکر پوچھا۔ اُس نے جرم کا اقبال کیا۔ یہودیہ نے کہا ہم نے اس لیے آپمین زہر دیا کہ اگر آپ پیغمبر ہین تو زہر خود اثر نہ کرے گا۔ اور پیغمبر نہین ہین تو ہم کو آپ کے ہاتھ سے نجات مل جائے گی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ذات کے لیے کبھی کسی سے انتقام نہین لیتے تھے۔ اس بنا پر آپ نے زینب سے کچھ تعرض نہ فرمایا۔ لیکن جب دو تین دن کے بعد بشر بن براء زہر کے اثر سے انتقال کر گئے تو وہ قصاص مین قتل کردیگئی سیرالنبی جلد اول ص ۳۶۱

زینب کا قتل

زرقانی نے صورت قتل یون لکھی ہے۔

انہ صلعم دفعھا الی ولاۃ بشر فقتلوہ ص ۲۷۹ آپنے زینب کو وارثان بشر کے حوالہ کردیا اور اُنھوں نے قصاص لیکے اسے قتل کردیا۔

دوسری مثال یہود کی غداری کی یہ ہے۔

عبداللہ بن سہیل کا بیرحمانہ قتل اور رسول کی عفو

اسلام نے یہود کے ساتھ جن رعایات وخوش اسلوبی سے معاملات طے کیے تھے وہ بتلا رہے ہین کہ فتح کے بعد بھی اُنکی املاک اُنکے قبضہ مین چھوڑ دی گئی۔ گویا مفتوح ہوجانے کے بعد بھی یہ اپنی املاک پر ویسے ہی مالک ومتصرف رہے جیسے سابق مین تھے۔ مگر افسوس اُنکی کج فطرتی نے اسلام کی اس محسنانہ مراعات کی کوئی قدر نہین کی۔ چند دنون کے بعد مدینہ مین قحط پڑا اور غلہ کی گرانی ہوئی تو عبداللہ بن سہیل صحابی عیال کے آذوقہ کے لیے خیبر سے غلہ خریدنے لانے کی غرض سے گئے۔ یہود نے صرف اس مخاصمت پر کہ یہ مسلمان ہین ان کا خون انکی جان حلال ہے۔ انکو دھوکے سے نہر مین ڈبو دیا محیصہ جو انکے ہمراہی کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی تو وہ

تنہا ہونے کی وجہ سے یہود سے کوئی باز پرس نہ کرسکے۔ مدینہ لوٹ آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روئداد عرض کی اور یہود انِ خیبر سے عبداللہ کی دیت دلوادی جانے کی استدعا کی۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اس بیان کی صداقت پر حلف شرعی لے سکتے ہو۔ محیصہ نے عرض کی مین تو ضرور حلفاً بیان کروں گا لیکن یہود تو ایک کیا پچاس مسلمانوں کو بھی قتل کر ڈالیں تاہم جھوٹی قسمیں کھانے سے باز نہ آئینگے۔ رحمت عالم نے اسکی بار بھی یہود کی اس خونخوارانہ حرکت سے چشم پوشی اختیار فرمائی۔ اور معاملہ کو زیادہ طول دینا نہ چاہا۔ بیت المال سے عبداللہ کی دیت دلوادی اور قصہ رفت و گذشت ہو گیا۔

خزانہ نہ بتلانے کے جرم کو کنانہ کے قتل کا باعث ٹھہرانا بالکل غلط ہے

خیبر کے متعلق۔ حضرت صفیہ کے ایسے غلط واقعہ کی ایک اور غلط خبر حدیث و سیر کی کتابوں مین منقول ہو کر مشہور ہوگئی ہے اور معترضین اسلام کی مغویانہ قلمکاریوں کا ذریعہ بنگئی ہے شبلی صاحب نے اسکی کافی تنقید تفصیل سے کردی ہے۔ مگر افسوس اپنی قدیم عادت کے موافق اہل سیرت ہی کو صرف اس کا خاص مجرم قرار دیا ہے اور اہل حدیث کا نام بھی نہین لیا۔ چنانچہ آپ کا عنوان عبارت یہ ہے۔

خیبر کے واقعات مین ارباب سیرت نے ایک سخت غلط روایت نقل کی ہے اور وہ اکثر کتابوں میں منقول ہو کر متداول ہوگئی ہے سیرۃ النبی ص ۳۶۱

تحقیق کی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے۔ امام قسطلانی۔ امام بیہقی۔ علامہ بلاذری اور علامہ زرقانی بھی اس غلط بیانی مین اہل سیرت کے ہمزبان ہین۔ ملاحظہ ہو زرقانی جلد دوم مطبوعہ مصر ص ۲۶۴-۲۶۳۔ انکے علاوہ آپ خود بھی اہل صحاح میں سے ابوداؤد اور اہل حدیث مین سے حافظ ابن القیم کو بھی اسی فہرست مین داخل کرتے ہین۔ جیسا کہ عنقریب آپ ہی کی عبارت تنقیدی سے ظاہر ہوتا ہے۔ پھر حق ناحق اہل سیرت کو تنہا اس غلطی کا قصوروار ٹھہرانا ندیّن مؤلفانہ کے سراسر خلاف ہے۔ اتنا تمہیداً عرض کرکے ہم اصل مدعا کی طرف رجوع کرتے ہین۔

شبلی صاحب نے سیرت و حدیث کی اس غلط روایت کی تنقید مین مفصلہ ذیل انکشافات فرمائے ہین اور ہمین کوئی کلام نہین کہ حقیقت حال اتنی ہی تھی جتنی ذیعلم مولف نے اپنے انکشافات ذیل مین دکھلائی ہے۔

غلطی یہ ہے کہ اول آپ (آنحضرت صلعم) نے یہود کو اس شرط پر امن عام دیا تھا کہ کوئی چیز نہ چھپائینگے۔ لیکن جب کنانہ بن ابی الربیع نے خزانہ بتانے سے انکار کیا تو آپ نے زبیر کو حکم دیا کہ سختی کرکے اس سے خزانہ کا پتا لگائیں۔ حضرت زبیر چقماق جلا کر اس کے سینہ کو داغتے تھے۔ یہان تک کہ اسکی جان نکلنے کے قریب ہو گئی

(یہ تفصیل تاریخ طبری مین مذکور ہے اور ابن ہشام مین بھی اسی کے قریب قریب ہے)

بالآخر آپ نے کنانہ کو قتل کرادیا اور تمام یہودی غلام بنالیے گئے۔ فتوح البلاد بلاذری

اس روایت کا اسقدر حصہ صحیح ہے کہ کنانہ قتل کرا دیا گیا لیکن اسکی یہ وجہ نہیں کہ وہ خزانہ کے بتانے سے انکار کرتا تھا بلکہ اسکی وجہ یہ ہے کہ کنانہ نے محمود بن مسلمہ کو قتل کیا تھا - طبری میں تصریح ہے ثم دفعہ رسول اللہ صلعم الی محمد بن مسلمہ فضرب عنقہ باخیہ محمود بن مسلمہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کنانہ کو محمد بن مسلمہ کے حوالہ کر دیا انھوں نے اپنے بھائی محمود بن مسلمہ کے قصاص میں اُسے قتل کر دیا - ص ۱۵۸۲ مطبوعہ یورپ

باقی روایت کا یہ حال ہے کہ یہ روایت طبری اور ابن ہشام کی ہے اور دونوں نے ابن اسحق سے روایت کی ہے لیکن ابن اسحق نے اوپر کے کسی راوی کا نام نہیں بتایا ہے - محدثین نے رجال کی کتابوں میں تصریح کی ہے کہ ابن اسحق یہودیوں سے مغازی نبوی کے واقعات روایت کرتے تھے - اس روایت کو بھی انہیں روایتوں میں سمجھنا چاہئیے - اور یہی وجہ ہے کہ ابن اسحق ان راویوں کا نام نہیں لیتے کسی شخص پر خزانہ بتانے کے لیے اسقدر سختی کرنا کہ اُسکے سینہ پر چقماق سے آگ جھاڑی جائے - رحمۃ للعالمین کی شان اس سے بہت ارفع ہے - وہی شخص جو اپنے زہر دینے والے سے مطلق تعرض نہیں کرتا - کیا چند سکوں کے لیے کسی کو آگ سے جلانے کا حکم دیسکتا ہے ؟ اصل واقعہ اسقدر تھا کہ کنانہ بن ابی الربیع کو اس شرط پر امان دیگئی تھی کہ کسی قسم کی بدعہدی اور خلاف بیانی نہیں کریگا - اُسنے یہ منظور بھی کر لیا تھا کہ اگر وہ اسکے خلاف کچھ کریگا تو قتل کا مستحق ہوگا (ابوداؤد باب حکم ارض خیبر و طبقات ابن سعد غزوہ خیبر ص ۷۷ سطر ۲۴) کنانہ نے بدعہدی کی اور جو امن اُسکو دیا گیا تھا ٹوٹ گیا - کنانہ نے محمود بن مسلمہ کو قتل کیا تھا - اب اُسکے قصاص میں وہ قتل کر دیا گیا جیسا کہ ابھی ہم نے طبری کی روایت سے نقل کیا ہے -

اب دیکھو اس روایت میں کیا کیا واقعات اضافہ ہوگئے (۱) قتل کا واقعہ کنانہ کے ساتھ خاص تھا خزانہ کے چھپانے کا وہی مجرم تھا - محمود بن مسلمہ کو اُسی نے قتل کیا تھا اس لیے وہی قتل کیا جا سکتا تھا - اضافہ کا پہلا قدم یہ ہے کہ ابن سعد نے بکر بن عبدالرحمن سے جو روایت متصل نقل کی ہے اُسمیں کنانہ کے ساتھ اُسکے بھائی کا بھی نام بڑھا دیا ہے یعنی دونوں قتل کیے گئے - فضرب اعناقھما وسبی اھلیھما دونوں کو قتل کرا دیا اور انکی عورتوں اور بچوں کو لونڈی غلام (۲) یہانتک بھی خیریت تھی - لیکن ابن سعد نے عفان بن مسلم سے جو روایت نقل کی ہے وہ اس سے بھی زیادہ وسیع ہوگئی ہے یعنی دونوں بھائیوں کے ساتھ تمام یہودی بھی گرفتار اور لونڈی غلام بنا لیے گئے - فلما وجد المال الذی غیبوہ فی مسک الجمل سبی نساءھم جب وہ خزانہ مل گیا جسکو انھوں نے اونٹ کی کھال میں چھپا رکھا تھا تو اُنکی عورتیں گرفتار کیں اور لونڈیاں بنا لیں (دیکھو ابن سعد ص ۸۱ و ۸۰)

لیکن جب یہ روایتیں محدثانہ اصول تنقید سے جانچی جاتی ہیں تو چھلکے اُتر جاتے ہیں اور اصل حقیقت رہ جاتی ہے تمام یہود کا قتل اور زن و بچہ کا گرفتار ہونا ایک طرف - خود صحیح بخاری سے ثابت ہے کہ کنانہ کا بھائی تک قتل نہیں کیا گیا اور حضرت عمر کے زمانہ خلافت تک زندہ تھا صحیح بخاری میں ہے

فلما اجمع عمر على ذالك اتاه احد بنى ابى الحقيق قال يا امير المومنين اتخرجنا وقد اقرنا محمد وعاملنا على الاموال ـ

پھر جب حضرت عمر نے یہ (اخراج یہود) ارادہ کر لیا تو ابو الحقیق کا ایک بیٹا انکے پاس آیا اور کہا کہ امیر المومنین آپ ہم کو نکالتے ہیں حالانکہ ہم کو محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رہنے دیا تھا ـ

حافظ ابن حجر نے تصریح کی ہے کہ یہ وہی کنانہ بن ابی الحقیق کا بھائی تھا ـ

حافظ ابن القیم نے عام روایتوں کی وسعت کو گھٹا کر زاد المعاد میں اس حد تک پہونچایا ہے ـ

ولم يقتل رسول الله صلے الله عليه وآله وسلم بعد الصلح الا ابنى ابى الحقيق

جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلح کے بعد ابی الحقیق کے دونوں بیٹوں کے سوا اور کسی کو قتل نہیں کیا ـ

لیکن حافظ موصوف کو اگر صحیح بخاری کی عبارت مذکورہ پیش نظر ہوتی تو غالباً یہ مقدار اور بھی گھٹ جاتی ـ

ابو داؤد میں جہاں ارض خیبر کا عنوان باندھا ہے وہاں صرف ابن ابی الحقیق کے مارے جانے کا ذکر کیا ہے ـ یہ نکتہ بھی محفوظ رکھنا چاہیے کہ ابو داؤد میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم نے سعیہ (حی ابن اخطب کے چچا) سے پوچھا تھا کہ وہ خزانہ کیا ہو گیا ـ اس نے کہا لڑائیوں میں صرف ہو گیا ـ باوجود اسکے حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف کنانہ کے قتل کا حکم کیا ـ یہ اس بات کی صاف دلیل ہے کہ کنانہ کا قتل محمود بن مسلمہ کے قصاص میں ہوا تھا ورنہ اگر خزانے کے چھپانے کا جرم قتل کا باعث ہوتا تو اس جرم کے مجرم اور بھی تھے ـ مورخین نے پہلے غلطی یہ کی کہ کنانہ کے قتل کا سبب اخفائے خزانہ سمجھے اور چونکہ اس جرم میں اور لوگ بھی شریک تھے ـ اس لیے تعمیم کی گئی یہ نتیجہ ہوا کہ کنانہ کا تمام خاندان قتل کر دیا گیا ـ سیرۃ النبی ج ۱ ص ۶۳-۲۶۴

حضرت جعفر کا مہاجرین حبشہ کے ساتھ خیبر میں حاضر ہونا

شبلی صاحب نے خیبر کے متعلق اتنے ہی واقعات لکھے ہیں تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ خیبر کے متعلق ابھی اور قابل الذکر واقعات ہیں جن کو آپ نے نہیں لکھا ہے ـ ان میں حضرت جعفر کی مہاجرین حبشہ کی جماعت لے کر ملک حبشہ سے مدت کے بعد واپس آنا ہے ـ قبیلہ اشعریین کے وفد کا حاضر خدمت ہونا جس میں ابو موسیٰ الاشعری بھی داخل تھے اور سب کا اسلام لانا ـ خیبر کے خاص مقامی واقعات ثابت ہوتے ہیں ـ

جناب جعفر ابن ابیطالب کی معاودت کی مفصل کیفیت زرقانی کی مفصلہ ذیل عبارت میں ملاحظہ ہو ـ

روى البيهقى عن جابر ان جعفر لما قدم عليه صلے الله عليه وآله وسلم تلقاه فقبل جبهته ثم قال ما ادرى بايهما افرح بفتح خيبر ام بقدوم جعفر

بیہقی نے جابر سے روایت کی ہے جب حضرت جعفر خیبر میں آ کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے تو آپ نے فرط محبت سے انکی پیشانی کا بوسہ لیا اور ارشاد فرمایا کہ میں نہیں سمجھتا کہ میں اپنی ان دو خوشیوں میں سے کس پر اظہار مسرت کروں ـ فتح خیبر پر یا آمد جعفر پر ـ

اسکے بعد غنائم خیبر کی تقسیم کے ذیل مین زرقانی ابو موسی الاشعریؓ کی زبانی لکھتے ہین۔

حتی قدمنا معہ (جعفر) جمیعا فوافقنا النبی صلعم حین افتتح خیبر فاسھم لنا ولم یسھم لاحد غاب من فتح خیبر منھا شیئا الا لمن شھد ھا معہ الا اصحاب سفینتنا مع جعفرؓ و اصحابہ فانہ قسم لھم معنا

جلد دوم ص۲۸۳ مصر

(ابو موسیٰ کہتے ہین) تا اینکہ ہم لوگ ہمراہی حضرت جعفر روانہ ہوئے اور فتح خیبر کے موقع پر خدمت نبوی مین حاضر ہوئے آنحضرت صلعم نے ہم لوگون کو غنیمت خیبر مین حصّہ دیا اور کسی شخص واحد کو جو فتح خیبر مین شریک یا حاضر نہین تھا حصّہ نہین دیا۔ سوائے اُنکے جو حضرت کے ساتھ جنگ مین شریک تھے یا ہم لوگ اہل سفینہ (مہاجرین حبشہ) کے جو ہمراہی حضرت جعفر آئے تھے انھین البتہ غنیمت مین حصّہ دیا۔

انھین واقعات کے ذیل مین حضرت عمر کی بحث فضیلت کا جملہ معترضہ بھی داخل ہے جسکی کیفیت حسب ذیل زرقانی کی عبارت مین نقل کی جاتی ہے۔

ان عمر قال لاسماء بنت عمیس سبقناکم بالھجرۃ فنحن احق برسول اللہ منکم فغضبت وذکرتہ لہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فلیس باحق لی منکم لہ ولاصحابہ ھجرتہ واحدۃ ولکم انتم اہل السفینۃ ھجرتان ص۲۸۳

حضرت عمر نے حضرت اسماء بنت عمیس (زوجہ حضرت جعفرؓ) سے کہا کہ ہم لوگ تم لوگون سے مرتبہ ہجرت مین بڑھے ہوئے ہین اور ہم لوگ رسول اللہ صلعم کے ساتھ تم لوگون سے زیادہ مستحق ہین۔ یہ سنکر اسماء بنت عمیس کو سخت طیش آیا۔ اور آنحضرت صلعم سے جاکر اسکا ذکر کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ تم سے زیادہ میرے مستحق نہین ہین۔ اُنکے (عمر کے) اور اُنکے اصحاب کی صرف ایک ہجرت ہوئی ہے اور تم لوگ اہل سفینہ کی دو ہجرتین ہوئی ہین۔

وفد اشعریین خیبر مین

اشعریین کے اسلام لانے کے متعلق خود جلد دوم مین تحریر فرمایا گیا ہے۔

اشعریین سنہ ۷ ہجری مین۔ یمن کا ایک نہایت معزز قافلہ اشعری تھا۔ ابو موسیٰ الاشعری اسی قبیلہ سے ہین۔ ان لوگون نے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کی خبر سُنی تو ترپن شخصون نے مدینہ کی ہجرت کا قصد کیا۔ اس قافلہ مین حضرت موسی الاشعری بھی تھے۔ یہ لوگ جہاز مین سوار ہوکر چلے لیکن ہوائے مخالف نے جہاز کو حبش مین پہونچادیا وہان حضرت جعفر طیار بھی موجود تھے۔ وہ اپنے ساتھ لے کر عرب کو روانہ ہوئے۔ اسی زمانہ مین خیبر فتح ہوا تھا اور آنحضرت صلعم یہین تشریف فرما تھے۔ چنانچہ یہین ان لوگون نے شرف باریابی حاصل کیا۔ سیرۃ النبی جلد دوم

معاودت حضرت جعفر کے حالات نہ لکھنے کی تو یہ وجہ ہوسکتی ہے کہ اسکے ذکر سے ایک بنی ہاشم کی فضیلت اور حضرت عمر کی بیجا معارضت کا اظہار ہوتا ہے لیکن وفد اشعریین کے اس مقام خاص سے مرفوع القلم فرمادیے جانے کی کوئی وجہ معلوم نہین ہوتی۔ حالانکہ آپکی عبارت مندرجۂ بالا سے بصراحت ثابت ہوتا ہے کہ اشعریین کا وفد خاص خیبر ہی کے دوران قیام مین مشرف بہ زیارت ہوا ہے۔

تقسیم خمس خیبر مین بنی ہاشم کی ترجیح (واقعہ ۷ھ ہجری)

شبلی صاحب نے ایک اور واقعہ چھوڑ دیا ہے۔ وہ خمس خیبر کی تقسیم کے متعلق ہے چونکہ اس واقعہ مین بنی اُمیہ پر بنی ہاشم کی فضیلت ظاہر ہوتی تھی اور اُنکی مساوات فی الاصل والنسل کے دلائل تمامیت باطل ہوتے تھے۔ اسلیے شبلی صاحب کو کف لسان ضرور تھا لیکن استخراج خمس کا عنوان تو آپ خود یہ لکھکر قائم کر چکے ہین کہ خیبر کی زمین تمام مجاہدین پر جو اس جنگ مین شریک تھے تقسیم کردی گئی۔ اسی مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خمس بھی تھا۔ ص ۳۵۸

اب اس رقم خاص کی تقسیم مین کیا واقعات پیش آئے وہ محدث شیرازی کی مفصلہ ذیل عبارت مین ملاحظہ ہو۔

ونصیب کامل از خمس بہ بنی ہاشم و بنی المطلب ارزانی داشت چنانچہ از جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ مرویست کہ چون پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سہم ذوی القربی را از غنائم خیبر بہ بنی ہاشم و بنی مطلب داد من و عثمان بن عفان بنزد حضرت رفتیم و گفتیم ما انکار فضل برادران خویش از بنی ہاشم نمی کنیم زیرا کہ وجود شریف تو از ایشان است فاما مراتب ما و بنو مطلب بہ نسبت تو یکیست چون است کہ ایشان را سہم ذوی القربی دادی و مارا محروم گذاشتی۔ در جواب فرمود کہ بنو ہاشم و بنو مطلب نیستند مگر شے واحد۔ پنجہ بین و صابع مبارک را تشبیک فرمود و در روایتے آنکہ فرمود ما و بنو مطلب از ہم جدا نہ گشتند۔ نہ در جاہلیت و نہ در اسلام ص ۳۹۰ روضۃ الاحباب۔

آپ نے خمس کی کل رقم بنی ہاشم و بنو مطلب کو عنایت کردی چنانچہ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آنے خمس کی رقم ذوالقربیٰ مین بنی ہاشم و بنی مطلب کو دیدی تو ہم اور عثمان بن عفان آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوے اور عرض کی کہ ہم لوگون کو اپنے برادران بنی ہاشم کی فضیلت کا انکار نہیں ہے کیونکہ حضور کا وجود اقدس انھین سے ہے لیکن حضور کے ساتھ قرابت رکھنے کے اعتبار سے ہم اور بنو مطلب ایک ہین۔ پھر یہ کیسے ہوا کہ اُن لوگون کو ذوی القربیٰ کے حصہ دیدیے گئے۔ اور ہم لوگ اُس سے بالکل محروم رکھے گئے۔ جواب مین ارشاد ہوا کہ بنی ہاشم و بنی مطلب جدا نہین ہین بلکہ ایک ہی چیز ہین جیسے کہ یہ انگلیان۔ اسکے ساتھ ہی آپنے اپنی انگلیان جدا کرکے پھر ملالیں اور ایک روایت مین یون آیا ہے کہ ہم اور بنو مطلب کبھی جدا نہوے نہ جہالت کے ایام مین اور نہ اسلام مین

تقسیم غنیمت خیبر

تقسیم غنائم کی نسبت تو شبلی صاحب نے گویا کچھ بھی نہین لکھا اور نہ اُن خاص احکام نبوتی کا ذکر کیا ہے جو حصول غنائم کے متعلق نافذ فرمائے گئے تھے۔ اور نہ ارض خیبر کی نسبت کوئی تفصیلی حالت معلوم ہوتی ہے۔ بلکہ انہین سے اکثر واقعات کو مبہم چھوڑ دیا ہے۔ جن کا انکشاف حقیقت عام واقفیت کی ضرورت سے ہمارا فرض ہے۔ اس بنا پر ہم اُسکو پوری تفصیل کے ساتھ محدث شیرازی کی عبارت سے ذیل مین نقل کرتے ہین۔

فروہ بن عمر بیاضی را امر فرمود تا غنائم خیبر را در حصار نطاۃ جمع کند۔ فروہ حسب فرمودہ بدان مہم قیام نمودہ و اقمشہ و امتعہ و اسلحہ و اطعمہ بسیار و نعم بیشمار جمع کردہ و در آن

فروہ بن بیاضی کو حکم ہوا کہ خیبر کے تمام غنیمت کو قلعہ نطاۃ مین جمع کرو۔ فروہ نے حسب الحکم تمام اموال غنیمت جمع کردیا۔ ہر قسم کے لباس، مال و اسباب جنگی اسلحات اور کھانے پینے کی کثرت سے چیزین اکٹھا ہوگئین۔

ومیان صحائف متعدده از توریت بود یہود بطلب آنہا
آمدند حضرت امر فرمود کہ صحائف بآنہا گردانیدند و منادی
رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در ایام جمع غنائم ندا میکرد
ادّوا الخیط والمخیط فانّ الغلول عار وشنار ونار یوم
القیامہ سوزن وریسمانے ہم از غنیمت بامیر غنیمت
برسانید و پوشیدہ و پنہان مدارید بدرستیکہ خیانت در
غنیمت موجب عار و نار دوزخ است در روز قیامت و
بصحت رسیدہ کہ غلامے سیاہے بود کہ رحل و متاع
سفر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعہدہ او بود و در روایتے
آنکہ عنان دابہ حضرت نگاہ می داشت در وقت مقابلہ او را
کرکرہ می گفتند۔ در ان ایام بمرد حضرت فرمود کہ وے
در آتش دوزخ است اصحاب بتفحص بار او مشغول شدند
و در ان میان گلیمے پشمینے یافتند کہ از غنائم پیش از قسمت
گرفتہ بود و مروی است کہ در روز خیبر مردے از صحابہ
وفات یافت حضرت را اعلام کردند فرمودند بر صاحب
خود نماز گذارید رنگ روے مردم متغیر شد از ین
سخن۔ فرمود کہ این یار شما خیانت کردہ در غنیمت۔
راوی گوید کہ متاع او را تفتیش کردیم مہرہ چند از
مہرہائے یہود یافتیم کہ بدو درہم نمی ارزید
و در روز جمع غنائم و اخذ سبایا حضرت فرمود کہ ہر کہ
ایمان بخدا و بروز جزا دارد باید کہ آب خود را بزراعت
دیگرے ندہد و باید کہ از زنان سبایا ہیچ زن را وطی
نکند تا عدۃ او منقضی نشود۔ باید کہ ہیچ چیز از
غنیمت قبل از قسمت نفروشد چون تمام غنائم جمع شد

انھیں اخبار میں توریت کے متعدد نسخے بھی تھے۔ یہود نے انکو واپس
مانگا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ انکی کتابیں انکو
دیدو پھر آپ نے جمع غنائم کی نسبت یہ عام منادی کرادی کہ اگر کسی کے پاس
بقدر ایک سوئی یا ایک سوتی کے ٹکڑے کے بھی کوئی چیز غنیمت کے مال میں
ہو وہ اپنے امیر کے پاس جمع کردے کیونکہ غنیمت میں خیانت ذلت اور
معصیت اور آتش دوزخ کا قیامت میں باعث ہوگی اور روایات صحیحہ سے
ثابت ہے کہ ایک حبشی آپ کا غلام تھا کہ آپ کی سواری اور اسباب سفری
کے متعلق رہا کرتا تھا اور ایک روایت میں یون ہے کہ مقابلہ کے وقت آپکی
سواری کی لگام پکڑے رہتا تھا۔ اسکا نام کرکرہ تھا۔ وہ اتفاقاً راستہ
مرگیا آپنے فرمایا کہ وہ جہنم میں ہے لوگ متعجب ہوکر اسکی تفتیش حال کرنے لگے
تو اسکے پاس ایک اونی کمل پایا گیا جسکو اسنے تقسیم غنیمت سے قبل لیکے پاس
چھپا رکھا تھا اور یہ بھی منقول ہے کہ اسی دن ایک صحابی نے انتقال
فرمایا آنحضرت صلعم کو خبر کی گئی آپنے ارشاد فرمایا تم لوگ اپنے رفیق
کی نماز پڑھ لو۔ یہ ارشاد سنکر سب کے چہرے متغیر ہوگئے یہ حالت دیکھکر
آپنے فرمایا کہ تمہارے رفیق نے غنیمت میں خیانت کی ہے۔ لوگ تلاش
کرنے لگے تو اسکے اسباب میں یہود کی چند انگوٹھیاں پائی گئیں
جو دو درم کی قیمت کی بھی نہیں۔

جمع غنائم اور گرفتاری اسرا کے متعلق آپنے اپنی زبان مبارک سے یہ
اعلان فرمایا تھا کہ جو شخص خدا اور روز جزا پر ایمان رکھتا ہو اسکو چاہیے کہ اپنا
پانی دوسروں کی زراعت پر نہ نقصان کرے اسکو چاہیے کہ اسیر عورتوں
میں سے کسی کے ساتھ مقاربت نہ کرے جبتک کہ ایام عدت اسکے پورے
نہولین اور غنیمت کی کوئی چیز قبل از تقسیم نہ فروخت کرے۔ جب تمام
مال غنیمت جمع ہوگیا تو آپنے زید بن ثابت کو حکم دیا کہ اہل لشکر کی تعداد
کو شمار کرو۔ شمار کیا گیا تو چودہ سو آدمی نکلے پس آپنے تمام و کمال اموال

زید بن ثابت را امر فرمود - مردے را یک سہم	غنیمت جملہ اہل لشکر پر اس طرح تقسیم فرمادی کہ پیدل کو
و اسپے را دو سہم و زنان را کہ بجہت خدمت اہل	ایک حصہ اور سوار کو دو حصہ عنایت کیے - عورتون کو جو اہل لشکر کی
لشکر و تداوی مرضے و جرحے ہمراہ شدہ بود چیزے عطا	خدمت اور علاج مرض جراحت کی ضرورت سے ہمراہ آئین تھین کچھ
فرمود - لیکن سہم بایشان نداد و در بعض کتب سیر است کہ	معاوضہ کے طور پر عنایت ہوا لیکن انکو حصہ نہین دیا گیا - اور بعض
ایشان را نیز داخل سہام گردانید ۳۸۹ لکھنؤ	اہل سیر کہتے ہین کہ انکو بھی سہم غنیمت مین داخل کیا -

تمام روایات صحیحہ سے ثابت ہے کہ غنیمت مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لیے ایک ہی حصہ
لیا معمولی پیدل سپاہی کے برابر یہ رسالت کی عادلانہ مساوات تھی - شبلی صاحب بلاذری کی سند سے لکھتے ہین -

ولرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سھم احدھم	آنحضرت صلعم کا حصہ بھی عام لوگون کی طرح ایک حصہ تھا -

سنن ابو داؤد کے حکم ارض خیبر کے ذکر مین بھی مرقوم ہے -

النبی صلعم معھم لہ سھم کسھم	آنحضرت صلعم بھی مجاہدین کے ساتھ تھے - اور آپ کا سہم بھی ایک
احدھم	آدمی کے سہم کے برابر تھا

خیبر مین بعض احکام فقہیہ کا نزول

شبلی صاحب نے موقع خیبر کو بعض احکام فقہیہ کے نزول کا خاص موقع بھی تبلایا ہے - آپ کی عبارت یہ ہے -

(۱) ارباب سیر نے غزوہ خیبر کے تذکرہ مین عموماً ذکر کیا ہے کہ اس موقع پر متعدد جدید فقہی احکام نازل ہوے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکی تبلیغ کی انکی تفصیل یہ ہے -

(۱) پنجہ دار[۱] جانور حرام ہو گئے -

(۲) درندہ جانور حرام ہو گئے -

(۳) گدھا اور خچر حرام ہو گیا -

(۴) اب تک معمول تھا کہ لونڈیون سے فوراً تمتع جائز تھا - اب استبرا کی قید ہو گئی یعنی اگر وہ حاملہ ہے تو وضع حمل تک - ورنہ تین مہینون تک تمتع جائز نہین -

(۵) سونے چاندی کا بتفاضل خرید نا حرام ہوا -

(۶) بعض روایتون مین ہے کہ متعہ بھی اسی غزوہ مین حرام ہوا -

---

[۱] پنجہ دار و ذوالمخلب کا لفظ صحیح المعنی اور قریب المفہوم نہین - اسلیے کہ ہر جانور پنجہ دار ہے اسلیے کہ اسکے پنجے ہوتے ہین - پنجہ کس شی ہونا چاہیے تھا - جو پنجہ سے شکار کرنے والے جانور کی تخصیص تبلاتا ہے - المولف عفی عنہ

ہم کو شبلی صاحب کی اس فہرست میں کسی کی حرمت کی نسبت تصریح و تشریح کی ضرورت نہیں۔ صرف آخر نمبر۷ حرمت متعہ کی حقیقت کا انکشاف کرنا ہے۔ شبلی صاحب نے اپنی عادت کے مطابق اس مختلف فیہ مسئلہ کی حرمت لکھ کر اپنی کتاب میں گویا قائم کر گئے۔ حالانکہ بعض روایتوں میں ہی صاف صاف بتلا رہا ہے کہ یہ مختلف فیہ مسئلہ ہے۔ اور اسکی حرمت ویسی قطعی ثابت نہیں جسطرح اور محرمات کی۔ لیکن آپ کو تائید عقاید اور تقلید اسلاف منظور ہے۔ اسلیے باوجود اعتراف اختلاف کے آپنے مثل اور محرمات کے اسکو بھی داخل کتاب کر ہی دیا۔ اب دیکھیے خیبر میں متعۃ النساء کی حرمت کا نازل ہونا۔ آپ ہی کے علما کی اسناد سے کہاں تک ثابت ہے۔ جسکو آپ اس دلیری سے بغیر کسی حوالے کے لکھتے ہیں۔ ملاحظہ ہو ذیل کی عبارت۔

فی صحیح البخاری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نہی عن متعۃ النساء یوم خیبر و عن اکل الحمار الانسیہ

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خیبر میں متعۃ النساء اور خر اہلی کا گوشت کھانے سے ممانعت فرمائی۔

علامہ عینی شارح صحیح بخاری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

قال ابن عبد البر ذکر النہی عن المتعۃ یوم خیبر غلط و قال السہیلی النہی عن المتعۃ یوم خیبر لا یعرفہ احد من اہل السیرۃ و رواۃ الاثر و قد روی الشافعی عن مالک باسنادہ عن علی رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نہی یوم خیبر عن اکل لحوم الحمر الاہلیۃ لم یزد علی ذلک و سکت عن قصۃ المتعۃ و فی زاد المعاد لابن القیم قال قاسم ابن اسبغ قال سفیان بن عیینہ یعنی انہ نہی عن لحوم الحمر الاہلیۃ زمن خیبر لا عن نکاح المتعۃ ذکرہ ابو عمر فی التمہید تاریخ احمدی ص ۶۳

حافظ ابن عبد البر کا قول ہے کہ بروز خیبر متعۃ النساء سے ممانعت ہونیکا قول غلط ہے۔ علامہ سہیلی کہتے ہیں کہ اہل سیر و تاریخ اور رواۃ اثر میں سے کوئی بھی اس بات کو نہیں جانتا کہ بروز خیبر متعۃ النساء سے ممانعت کی گئی ہو۔ اور امام شافعی نے اپنے اسناد کے ساتھ مالک سے حضرت علیؑ کی یہ روایت بیان کی ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خیبر کے دن صرف گوشت خر کے استعمال سے ممانعت فرمائی اور اس حدیث میں متعۃ النساء کی ممانعت کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اور زاد المعاد ابن قیم میں ہے کہ سفیان بن عیینہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے جنگ خیبر کے زمانہ میں گوشت خر کے استعمال سے ممانعت فرمائی ہے۔ نکاح متعۃ النساء سے ممانعت نہیں کی۔ جیسا کہ ابو عمر (ابن عبد البر) نے تمہید میں ذکر کیا ہے

جنگ خیبر بالکل دفاعی تھی شبلی صاحب نے خیبر کے عنوان ہی میں غزوۂ خیبر پر سیاسی جنگ کا ہلکا سا رنگ چڑھا دیا ہے مگر پھر جیسے جیسے واقعات لکھتے گئے ہیں اور سمجھتے گئے ہیں۔ اُنپر اسکی دفاعی اور حفاظت خود اختیاری کی حقیقت روشن ہوتی گئی ہے ہم نے تمہید ہی میں آپ کے اس خیال و قیاس کی تنقید کر دی ہے۔ لیکن آپ کو خود ہی اس غلط فہمی کا خیال لگا تھا۔ چنانچہ حالات خیبر کے خاتمہ پر جب آپ نے اس کو ایام محرمات میں واقع ہونے پر بحث کی ہے۔ تو آپ کو اسکی دفاعی

ہونے کی حقیقت کا اقرار کرنا پڑا ہے - ملاحظہ ہو اپنی حسب ذیل عبارت -

ایک اور نکتہ - اس قدر عموماً مسلّم ہے کہ یہ واقعہ محرم میں پیش آیا یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ سے نکلے تو محرم کی اخیر تاریخیں تھیں - محرم میں لڑائی شرعاً ممنوع ہے - اس لیے محدثین اور فقہا میں اسکی توجیہ کے متعلق اختلاف پیدا ہوا بہت سے فقہا کا یہ مذہب ہے کہ اوائل میں البتہ ان مہینوں میں لڑائی ممنوع تھی لیکن پھر وہ حکم منسوخ ہوگیا - ابن القیم نے لکھا ہے کہ حرمت کا پہلا حکم جو نازل ہوا تھا وہ اس آیت کے رُو سے تھا -

قل قتال فیہ کبیر و صدّ عن سبیل اللہ　　کہدو کہ اس مہینہ میں لڑائی گناہ ہے اور خدا کی راہ سے روکنا ہے

پھر سورۂ مائدہ میں یہ آیت اُتری

یاایھاالذین امنوا لاتحلوا شعائر اللہ ولا الشھر الحرام　　مسلمانو - خدا کی حد بندیوں اور ماہ ہائے حرام کی بےحرمتی نہ کرو -

یہ پچھلی آیت پہلی آیت کے آٹھ برس بعد نازل ہوئی - اس وسیع زمانہ تک تو حرمت کا حکم باقی رہا - اب وہ کونسی آیت یا حدیث ہے جس سے یہ حکم منسوخ ہوگیا - ولیس فی کتاب اللہ ولا سنۃ رسولہ ناسخ لحکمھا اور خدا کی کتاب اور حدیث میں ان آیتوں کے حکم کا کوئی ناسخ نہیں ہے

مجوزین نے یہ استدلال کیا ہے کہ فتح حرم - طائف کا محاصرہ - بیعت الرضوان سب ماہ حرام میں ہوئے تھے - اس لیے اگر ماہ حرام میں لڑائی جائز نہ ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انکو کیونکر جائز رکھتے - حافظ ابن القیم نے جواب دیا ہے کہ ماہ حرام میں ابتداءً جنگ کرنا حرام ہے لیکن اگر دشمن کا مدافعہ مقصود ہے تو بالاتفاق جائز ہے - وہ سب واقعات دفاعی تھے یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشدستی نہیں کی تھی - بلکہ دفاع کیا تھا - بیعت رضوان اسی لیے لی گئی تھی کہ یہ خبر مشہور ہو گئی تھی کہ کفار نے حضرت عثمان کو جو سفیر ہو کر گئے تھے - قتل کر دیا تھا - طائف کا محاصرہ کوئی مستقل جنگ نہ تھی - بلکہ غزوہ حنین کا بقیہ تھا جسمیں خود کفار ہر طرف سے جمع ہو کر حملہ آور ہوئے تھے - فتح حرم کا واقعہ حدیبیہ کی شکست صلح کا نتیجہ تھا جس کی ابتدا کفار نے کی تھی -

حافظ ابن القیم نے نہایت صحیح جواب دیا - لیکن خاص خیبر کے معاملہ میں اس گرہ کو نہ کھول سکے اور بحث نامفصل رکھی - حافظ ابن القیم کے استاد علامہ ابن تیمیہ کو بھی اس موقع پر اشتباہ ہوا - اُنھوں نے الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسقدر لڑائیاں کیں سب دفاعی تھیں بصرف بدر اور خیبر اس سے مستثنیٰ ہیں لیکن اگر علامہ موصوف زیادہ استقصا کرتے تو ثابت ہوتا کہ بدر اور خیبر بھی مستثنیٰ نہیں - بدر کا بیان اوپر گذر چکا ہے خیبر کے اسباب و واقعات کو ترتیب دے کر دیکھو تو صاف نظر آجائیگا کہ یہود اور غطفان مدینہ پر حملہ کی تیاریاں کر چکے تھے[1]

[1] شبلی صاحب کے اس نکتہ پر ہمکو یہ نکتہ لگانا ہے کہ شبلی صاحب دیباچہ میں اہل سیرت پر واقعات کے معلول نہ لکھنے کا الزام لگاتے ہیں - اور اسکے عدم اندراج

وادی القریٰ اور فدک کے معاملات

وادی القریٰ اور فدک کے معاملات

غزوۂ خیبر کے بعد۔ وادی القریٰ۔ تیما اور فدک کے واقعات یکے بعد دیگرے پیش آئے اور حقیقتاً یہ تمام واقعات خیبر کے سلسلۂ وقائع کے ساتھ منسلک ہین۔ لیکن چونکہ ان مین فدک کے واقعات بھی داخل ہین۔ جسکا تفصیلی بیان شبلی صاحب کے مُدّعاے تالیف کے لیے حسبقدر ضرر رسان ہین وہ محتاج بیان نہین۔ اسلیے آپ اس وادی کو بڑی سرعت کے ساتھ طے کرجاتے ہین۔ چونکہ تاریخ لکھ رہے ہین انکار تو ممکن نہین تھا اس لیے وادی القریٰ کے ساتھ فدک کا نام تو ضرور لکھ دیا گیا۔ مگر بیان کچھ بھی نہین۔ ملاحظہ ہو آپ کا حسب ذیل عنوان اور اُسکا طرز بیان۔

وادی القریٰ اور فدک

تیما اور خیبر کے درمیان ایک وادی ہے۔ جسمین بہت سی بستیان آباد ہین انکو وادی القریٰ کہتے ہین۔ قدیم زمانے مین یہان عاد و ثمود آباد تھے۔ یاقوت نے معجم البلدان مین لکھا ہے کہ تمود و عاد کے آثار اب بھی باقی ہین۔ اسلام سے پہلے ان بستیون مین آکر یہود آباد ہوے اور زراعت و آب رسانی کو بہت ترقی دی۔ اور اب یہ یہود کا خاص مرکز بن گیا تھا۔ (بحوالہ معجم البلدان لفظ قریٰ)

خیبر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وادی القریٰ کا رُخ کیا۔ لیکن لڑنا مقصود نہین تھا۔ مگر یہود پہلے سے تیار تھے۔ اُنھون نے فوراً تیر اندازی شروع کردی۔ آنحضرت صلعم کا (کی) محمل آپ کا غلام (مدعم) اُتار رہا تھا کہ ایک تیر آیا اور وہ جان بحق ہوئے۔ مورخین نے یہود کی تیاری کا ذکر نہین کیا ہے۔ لیکن امام بیہقی نے صاف تصریح کی۔ وقد استقبلتنا یھود بالرمی ولم نکن علی تعبیة۔ یہود ہمارے مقابلہ کو تیر چلانے لگے اور ہم تیار نہ تھے۔

بہرحال جنگ شروع ہوگئی۔ لیکن تھوڑے سے مقابلہ کے بعد یہود نے سپر ڈالدی اور خیبر کے شرائط کے موافق صلح ہوگئی۔ سیرۃ النبی جلد اوّل ص ۲۶۸

فدک کے خاص معاملات

تیما مین کیا ہوا۔ فدک مین کیا گذری۔ کچھ بھی نہین۔ صرف اتنا معلوم ہوا کہ خیبر کی شرایط کے موافق اہل فدک سے بھی صلح ہوگئی۔ شبلی صاحب کی موقع شناسی بیش بہا قابل داد ہے۔ آپنے فدک کے معاملات مین صرف مصالحت کی ظاہری صورت انتشالی قائم کرکے اسکو خیبر کے معاملات کے موافق بتلادیا۔ اسلیے کہ اس ظاہری تمثیل کا پردہ حقیقت حال پر پڑجائے اور اصل واقعیت نہ معلوم ہو۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱) انکی بے اعتباری کا باعث بتلاتے ہین۔ ہم تبصرہ دیباچہ مین عرض کرچکے ہین۔ پھر یہان اُسی کی ذراسی یاددہانی کرو یجاتی ہے کہ ان تمام اہم ترین وجوہات مین تو آپ ہی کی تحریر سے آپکے معمولی نہ بتلانے کا الزام خاصکر آپکے محدثین اور فقہاے تبحرین کے سرجاتا ہے۔ پھر اکیلے سیرت والون کو ملزم کرنا کیا معنی۔ المولف عفی عنہ

اسمین کلام نہیں کہ صلح خیبر مین بھی ہوئی تھی اور فدک مین بھی۔ لیکن اُن دونون مین جو فرق امتیازی تھا وہ نکھر کر بتلایا گیا۔ اسلیے کہ آپکے مقاصد و مطالب کے مخالف تھا۔ حالانکہ تمام عربی تاریخ و حدیث کی کتابین اس فرق کو بالاتفاق بتلا رہی ہین۔ تاریخ ابن ہشام مین ہے۔

قال ابن اسحٰق فلمّا فرغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم من خیبر قذف اللہ الرعب فی قلوب اھل فدک حین بلغھم ما اوقع اللہ تعالیٰ باھل خیبر فبعثوا الی رسول اللہ صلعم یصالحونہ علی النصف من فدک فقدّمت علیہ رسلھم بخیبر او بالطریق او بعد ما قدم المدینہ فقبل ذلک منھم فکانت فدک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خالصۃ لانّہ لم یوجف علیھا بخیل ولا رکاب

ابن ہشام جلد دوم ص ۱۹۵

ابن اسحٰق کہتے ہین کہ جب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے معاملات خیبر سے فراغت پائی تو خداوند عالم نے اہل فدک کے قلوب مین ایسا رعب پیدا کر دیا کہ اُنھون نے خود نصف حاصل فدک پر مصالحت کرنیکے لئے آنحضرت صلعم کیخدمت مین کہلا بھیجا۔ چنانچہ اُن لوگون کا قاصد حاضر خدمت ہوا۔ بعض کہتے ہین کہ قیام خیبر ہی کے زمانہ مین آیا۔ اور بعض کہتے ہین کہ راستہ مین شرفیاب خدمت ہوا اور بعض کہتے ہین کہ مدینہ مین آپکے داخلہ کے بعد شرف حضوری سے بہرہ اندوز ہوا بہرحال آنحضرت صلعم نے اُنکی درخواست کو قبول فرما لیا لیکن فدک آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا خالصہ قرار پایا۔ اس لیے کہ اسمین جنگ و جہاد اور سوار و پیادہ سے کام لینے کی ضرورت نہین ہوئی۔

زرقانی بھی شرح مواہب لدنیّہ مین ابن اسحٰق کا یہی قول نقل کرتے ہین۔ طبری مین بھی بجنسہ یہی الفاظ ہین۔

فکانت فدک لرسول اللہ خالصۃ لانّہ لم یوجف علیھا بخیل ولا رکاب طبری ص ۱۵۸۹ جز من

فدک جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا خالصہ قرار پایا اسلیے کہ بغیر لشکر کشی کے حاصل ہوا تھا۔

تاریخ ابوالفدا مین ہے۔

کان فتح خیبر فی صفر سنۃ سبع للھجرۃ وسئل اھل خیبر رسول اللہ صلعم الصلح علی ان یساقیھم علی النصف من ثمارھم و یخرجھم متی شاء ففعل ذلک وفعل ذلک اھل فدک وکانت خیبر للمسلمین وکانت فدک خاصۃ لرسول اللہ لانھا فتحت بغیر ایجاف خیل بحوالہ تاریخ احمدی ص ۲۴۶ لکھنؤ

خیبر ماہ صفر ۷ھ مین فتح ہوا اور اہل خیبر نے پیغمبر صاحب سے اس شرط پر صلح کر لی چاہی کہ اُنکو اُنکے باغات کے پھل نصف ملا کرین اور آنحضرت صلعم جب چاہین اُنکو خارج البلد کر دین چنانچہ اُنکی درخواست منظور کر لی گئی اور ایسا ہی معاملہ اہل فدک کے ساتھ بھی طے پایا۔ خیبر کی آمدنی مسلمانون کے لیے تھی۔ اور فدک کی خالص رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لیے۔ اسلیے کہ وہ بغیر حرب و ضرب فتح ہوا تھا۔

ان تاریخی مشاہدات کی جلوہ نمائیون سے شبلی صاحب کے استخفاف حقیقت کا پورا انکشاف ہوگیا۔ اور مؤرخ ابوالفدا کی

عبارت سے جو فرق امتیازی صلح خیبر اور مصالحہ فدک کے درمیان واقع ہے وہ پورے طور سے ظاہر ہو گیا۔ اور ثابت ہو گیا کہ صلح ترود و فون معاملات مین ہوئی۔ لیکن خیبر کی مصالحت سے جو جائداد حاصل ہوئی وہ عام اسلامی املاک قائم ہوئی اور فدک کے مصالحہ سے جو محاصل قبضہ مین آئی وہ خاص رسول اللہ صلعم کی جائداد قرار پائی۔

چونکہ عموماً معاملہ فدک سے اور خصوصاً استنطہار، و سنفرار خالصہ رسول اللہ سے شبلی صاحب کے ایک اعظم ترین اصول عقائد کی بیخکنی ہوتی تھی۔ اس لیے آپ نے خالصہ کے لفظ کو کیا اُسکے ذکر ہی کو مرفوع القلم فرما دیا۔ اور یہ آپکی موقع شناسی پیش بینی۔ مآل اندیشی۔ تقلید اسلاف اور تعلیم اخلاف کے اعتبار سے بہت ہی ضروری تھا۔ اسلیے فدک کے معاملات کو مختصر لفظون مین خیبر کے واقعات کا مماثل بتلا کر قصہ ختم اور تحقیق کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ لیکن ؎ کجا ماند نہان رازے کزو سازند محفلہا۔

آخر شبلی صاحب خود ہی کھُل پڑے۔ اس موقع پر تو نہین۔ جلد دوم مین جو تجکر **متروکات رسول** صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر مین پہونچکر اس مبتدا کی خبر نکالی گئی۔ جسکو ہم بہت جلد اپنے سلسلۂ بیان مین آگے نقل کرتے ہین۔ ابھی ہم اپنے موجودہ سلسلۂ بیان کو قائم رکھنا ضروری سمجھتے ہین۔

ہبہ فدک ۷ھ ہجری

ہبہ فدک کے واقعات حسب ذیل ہین۔ امام جلال الدین السیوطی تفسیر درمنثور مین لکھتے ہین۔

اخرج البزار و ابو یعلی و ابن ابی حاتم عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت ھذہ الایۃ وات ذی القربی حقہ اقطع رسول اللہ صلعم فاطمۃ فدکا

بزار۔ ابو یعلی اور ابن ابو حاتم نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ جب آیۂ وَاٰتِ ذَا القُربٰی حقہ نازل ہوا تو پیغمبر صاحب نے فدک کی جائداد حضرت فاطمہؑ کو عطا کی۔ تاریخ احمدی ص ۶۴

تنہا امام سیوطی ہی نے اس واقعہ کو نہین لکھا ہے۔ بلکہ اور محدثین نے بھی مثل امام حاکم اور مُلّا علی متقی وغیرہم نے بھی اسکو قلمبند کیا ہے۔ چنانچہ مُلّا علی متقی کی عبارت ملاحظہ ہو۔

فی کنز العمال للشیخ علی متقی فی صلۃ الرحم من کتاب الاخلاق عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت وات ذا القربی حقہ قال النبی یا فاطمۃ لک فدک رواہ الحاکم

شیخ علی متقی نے کنز العمال کی کتاب الاخلاق کی فصل صلۂ رحم مین لکھا ہے کہ ابو سعید خدری نے روایت کی ہے کہ جب آیۂ وات ذا القربی حقہ نازل ہوا تو جناب رسول خدا صلعم نے حضرت فاطمہؑ سے ارشاد کیا کہ اے فاطمہؑ فدک مین نے تجھے دیدیا۔

اگرچہ امام حاکم نے محض مختصر الفاظ مین بالکل سرسری طور پر اس واقعہ کا اعتراف کیا ہے۔ اُتنا بھی نہین جتنا امام سیوطی نے انھین ابو سعید کی زبانی بزار۔ ابو یعلی اور ابن ابی حاتم کی اسناد سے مندرج فرمایا ہے لیکن

ہم اس مختصر ہی کو بہت غنیمت سمجھتے ہیں۔

اب اس واقعہ کی اصل تفصیل۔ کتاب معارج النبوۃ۔ ملا معین ہروی ثم اللاہوری کے ذکر وقائع ۷ھ ہجری سے حسب ذیل ملاحظہ ہو۔

در مقصد اقصی باین عبارت مذکور است بعضی گویند کہ حضرت رسول خدا صلعم بسوے خیبر امیر المومنین علیؑ را فرستاد و مصالحہ بر دست حضرت امیر واقع شد بر آن نہج کہ حضرت امیرؑ قصد خون ایشان نکند و حوائط و خواص ازان رسولؐ باشد پس جبرئیل نازل شدہ گفت کہ حقتعالے میفرماید کہ حق خویشان بدہ۔ رسولؐ اللہ گفت خویشان من کیستند و حق ایشان چیست۔ جبرئیلؑ گفت فاطمہؑ است حوائط فدک را باو دہ وانچہ از خدا و رسولؐ اوست در فدک ہم باو بدہ۔ پیغمبرؐ فاطمہ را بخواند و برائے وے حجت نوشت و آن وثیقہ کہ فاطمہؑ بعد از وفات رسولؐ پیش ابوبکر صدیق آورد و گفت این کتاب رسول خداؐ است کہ برائے من و حسنؑ و حسینؑ نوشتہ است۔

مقصد اقصےٰ میں مرقوم ہے کہ بعضوں کا قول ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے حضرت امیر المومنین علیؑ کو حوالی خیبر میں بھیجا اور وہاں مصالحت آپ ہی کے توسط سے ہوئی۔ اس شرط و اقرار سے کہ حضرت امیرؑ انکے قتل کا ارادہ نکریں اور وہ علاقہ خالصہ رسولؐ قرار پائے پس حضرت جبرئیل نازل ہوے اور فرمایا کہ حقتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اپنے قرابتداروں کا حق دے دو۔ رسول اللہ صلعم نے پوچھا کہ میرے قرابتدار کون ہیں اور انکا حق کیا ہے حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا کہ فاطمہ ہیں حوائط فدک انکو دے دو اور جو کچھ خدا و رسولؐ کا حق اسمیں ہے وہ بھی انھیں کو دیدو پس آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہراؑ کو بلایا اور انکے لیے ایک وثیقہ لکھدیا۔ یہ وہی وثیقہ تھا جسکو حضرت رسول خداؐ کی وفات کے بعد حضرت فاطمہؑ نے حضرت ابوبکر صدیق کے سامنے پیش کیا تھا اور بیان کیا تھا کہ یہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا وثیقہ ہے جسکو آپنے میرے اور حسنؑ و حسینؑ علیہم السلام کے لیے تحریر فرمایا ہے"

بالکل یہی عبارت۔ تاریخ حبیب السیر اور تاریخ روضۃ الصفا میں بھی مرقوم ہے۔ ملخص از کتاب تشئید المطاعن مطبوعہ لکھنؤ جلد ۲ ص ۲۳۔

ہبہ فدک کی یہ حقیقت حال تھی جو اتنے متواتر اور معتبر اسناد سے لکھی گئی۔ اب شبلی صاحب نے اسکے متعلق جلد دوم میں جو گلفشانی فرمائی ہے وہ یہ ہے۔ جلد دوم صفحہ ۱۶۴ میں مرقوم ہے۔

بہر حال اگر متروکات میں تھیں تو یہی تین چیزیں۔ کچھ زمین۔ سواری کے جانور۔ اور ہتھیار۔ زمین حضرت عمر بن حارث نے جس زمین کا ذکر کیا ہے وہ مدینہ۔ خیبر۔ اور فدک کے چند باغ تھے۔ مدینہ کی جائداد سے بنو نضیر کی جائداد مراد ہے۔ یا مخیریق نام ایک یہودی نے ۳ھ ہجری میں (غزوہ احد کے موقع پر) آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو چند باغ وصیتہً ہبہ کردیے۔ مراد ہیں۔ لیکن صحیح روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے یہ باغ اسیوقت مستحقین کو تقسیم کردیے تھے (بحوالہ بخاری و فتح الباری جلد ۶ ص ۱۴۱۔ دیکھو نیز بخاری میں کتاب المغازی ذکر نضیر)

فدک اور خیبر کی نسبت ابتدا ہی سے شیعہ اور اہل سنت مین اختلاف ہے۔ شیعہ کہتے ہین یہ آپ کی ذاتی جائداد تھی اور وراثت کے طور پر اہل بیت پر تقسیم ہونی چاہیے اہا منی تھی۔ اہل سُنت کہتے ہین کہ بطور ولایت اس کا انتظام آپ کے قبضہ مین تھی۔ اور ذاتی ہو بھی تو آپ نے خود اقرار فرمایا تھا کہ ہمارا جو ترکہ ہو وہ صدقہ ہے۔ اصل یہ ہے کہ یہ اختلاف خود صحابہ کے زمانہ مین پیدا ہو چکا تھا۔ حضرت عباس آپ کے چچا۔ حضرت فاطمہؑ صاحبزادی اور اکثر ازواج مطہرات مدعی تھین کہ اس جائداد کو بطور وراثت تقسیم ہونا چاہیے۔ حضرت ابوبکر حضرت عمر اور دیگر اکابر صحابہ نے کہا کہ یہ وقف عام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے زمانہ حیات مین ان تینون جائداد کی آمدنی مختلف مدون پر متعین کر دی تھی۔ بنو نضیر کی آمدنی ناگہانی ضرورت کے لیے مخصوص تھی۔ فدک کی آمدنی مسافرون کے لیے وقف تھی۔ خیبر کی آمدنی کو آپ تین حصون پر تقسیم کرتے تھے۔ دو حصے عام مسلمانون کے لیے تھے اور ایک حصہ ازواج مطہرات کو سالانہ مصارف کے لیے ملتا تھا۔ اس مین سے جو بچ جاتا تھا وہ غریب مہاجرین کے کام آتا تھا۔

آخر مین حضرت عمر نے اپنے زمانۂ خلافت مین حضرت علیؑ اور حضرت عباس کے اصرار پر مدینہ کی جائداد ان دونون کی تولیت مین دیدی تھی۔ لیکن حضرت علیؑ نے اس پر قبضہ کر لیا تھا۔ خیبر اور فدک بدستور حضرت عمر ابن عبدالعزیز کے زمانہ تک خلفا کے ہاتھ مین رہے۔ بحوالہ سنن ابوداؤد۔

پھر اسی صفحہ کے حاشیہ مین ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے باغ فدک سادات کو دیا تھا۔ سیرۃ النبی جلد دوم ص ۱۴۷

حقیقت تو چھپ ہی نہین سکتی۔ لیکن اُسکے ساتھ اُسکے چھپانے کے انداز بھی نہین چھپ سکتے۔ شبلی صاحب کی مرقومہ بالا عبارت کو پڑھئے! ایسے تو ثابت ہو جائے گا کہ آپ کے دعوے کو نہ اُسکی دلیل سے کوئی واسطہ ہے اور نہ آپ کے سلسلہ بیان کے ایک سلسلہ کو دوسرے سلسلہ سے کوئی مناسبت۔ یہی بے ربطی اس مسئلہ کی لاجوابی کی قطعی دلیل ہے۔ حقیقت کا بے حقیقت وجود کا لاوجود اور واقع کا غیر واقع ثابت کرنا محال ہے۔ آپ نے جس عنوان سے اس بحث کی ابتدا کی ہے وہ آپ کے اضطراب اور پیچ و تاب کو صاف بتلا رہا ہے۔ آپ لکھتے ہین۔

"اگر متروکات مین تھین تو یہی تین چیزین۔ کچھ زمین۔ سواری کے جانور۔ اور ہتیار" اگر کے حرف شرط سے آپ کا عنوان بیان ظاہر کر رہا ہے کہ آپ متروکات رسولؐ کا ذکر کرنا نہین چاہتے۔ اور انکو قطعی لاوجود سمجھتے ہین۔ لیکن تمام کتابون مین منقول و مذکور ہونے کی وجہ سے مجبور ہین۔ دیکھیے حقیقت تھی۔ چھپ نہ سکی۔ آپ نے چھپانے کا قصد کیا۔ وہ بھی نہ ہوا۔ اسطرح کہ آپ ہی نے اپنے ہی دست قلم سے ڈھائی صفحون کے رُو و پشت مین متروکات رسول صلعم کی تفصیلی فہرست قلمبند فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو جلد دوم از صفحہ ۱۴۷ تا صفحہ ۱۵۱۔ تو "اگر تھین" کا جملہ شرطیہ پہلے لگانے سے کیا حاصل ہوا۔ بہرحال۔ آگے چلیے۔

گویا آپ کی طومار تفصیل فہرست متروکات مندرجۂ جلد دوم سے ظاہر ہوگیا کہ آپ کے نزدیک اتنی چیزین متروکات رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مین ثابت ہین اب آپ کی یہ پیش کردہ فہرست ایک طرف رکھی جاے اور حضرت عائشہ کی وہ خاص روایت جسکو آپ نے سنن ابوداؤد کے حوالہ سے لکھا ہے کہ

ماترك رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وآله وسلم دینارا ولا درهما ولا بعیرا ولا شاتا — آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وقت وفات کوئی چیز از قسم دینار و درہم اور اونٹ اور بکری کے نہین چھوڑی

ایک طرف رکھی جائے تو معلوم ہوجائے گا کہ تصریح صدیقہ کے خلاف نبی صلعم کی وفات کے بعد گھر مین عضبا کے ایسی مشہور و معروف اونٹنی موجود تھی۔ ایک خچر بھی تھا جس کا نام عفیر تھا ایک استر بھی تھا جس نام دُلدُل تھا۔ اور غالبًا آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد سے لیکر معرکۂ کربلا تک زندہ تھا۔ ایک گھوڑا بھی اصطبل مین تھا جس کا نام لحیف تھا اور وہ بقول آپ کے ابی ابن عباس کے باغ مین بندھتا تھا اور جسکا ذکر امام بخاری نے کتاب الجہاد مین کیا ہے۔ ان کے علاوہ اسلحات بھی تھے۔ اور متعدد۔ جنکے جدا جدا نام آپنے اپنی فہرست مندرجہ مین گنوائے ہین۔ تو اب آپ کی طویل فہرست حضرت عائشہ کی مختصر حدیث سے مقابل کیجا وے تو معلوم ہوجائے گا کہ آپ کی پیش کردہ فہرست ام المومنین کی حدیث کی مخالف ہے اور ام المومنین کی حدیث آپ کی فہرست کی معارض۔ تو اب دونون مین سے کس پر اعتبار کیا جاوے۔ تدوین کتاب کے وقت یا تو ام المومنین کی حدیث کی نقل کافی سمجھی جاتی۔ اپنی فہرست رکھدی جاتی۔ یا اپنی فہرست لکھی جاتی اور ام المومنین والی حدیث تہ کردی جاتی۔

شاید یہ تاویل کیجائے کہ حدیث مین بعیر (اونٹ) کا لفظ ہے۔ ناقہ (اونٹنی) کا لفظ نہین ہے۔ اور یہان اونٹنی (عضباء) پائی جاتی ہے اسی طرح گدھے۔ خچر۔ اور گھوڑے کی موجودگی کے لیے یون بات بنائی جائے کہ حدیث عائشہ مین تو صرف اونٹ اور بکری کا نہونا لکھا ہے۔ دوسرے جانور کا ذکر نہین۔ تو آپ خود سمجھ سکتے ہین اور ایک بچہ بھی آپ کو سمجھا سکتا ہے کہ یہ تاویلات بالکل لغویات ہین اور سراپا مہملات بقول غالب مرحوم؎

کیا بنے بات جہان بات بنائے نہ بنے۔

؎ باتفاق فریقین منقول ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد دلدل اسطرف اُسطرف دوڑنے لگا تو عمر سعد نے یہ دیکھکر لوگون سے کہا کہ اسکو احتیاط سے پکڑو اور آرام سے رکھو اس لیے کہ مرکب رسول اللہ صلعم ہے۔ خبر ہے کوئی صاحب حق گو بھی وہین موجود تھے کہنے لگے تعجب ہے کہ تو نے رسول اللہ کے نواسے کو تو ذبح کردیا۔ کوئی تعظیم نہین کی اور نہ اُنکا کوئی درد تجھکو آیا۔ اب اس خچر کی تجھے اسقدر تکریم و منزلت ادب و احترام اور آرام و حفاظت منظور ہے۔" فاعتبروا المؤلف عفی عنہ

حدیث عائشہ کے خلاف جو حدیث آپ نے بخاری کی کتاب الجہاد سے بحوالہ عمر بن حریث لکھی ہے وہی آپکے مطلب کے لیے بالکل مفید تھی کیونکہ اُسمین جعلھا صدقۃ کا فقرہ موجود تھا۔ اور یہی آپ کی تمام قلمکاریوں کا اصل مدّعا تھا۔ حدیث عائشہ مین تو یہ فقرہ موجود بھی نہین۔ اور اُسمین اتنے مناقضات و اختلافات موجود تھے تو پھر اس حدیث عائشہ کو عمر بن حریث کی حدیث کی موجودگی مین لکھنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ آپکے اس خلط مبحث اور اجتماع اختلافات کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلسلۂ بیان و استدلال مین ضعف و بے ربطی پیدا ہوگئی۔ وہان کوئی اونٹ یا کوئی جانور نہین تھا۔ یہان اصطبل مین مختلف جنس و قسم کے اتنے جانور نکل آئے۔

اسلحات کے متروکات مین تو ام المومنین ایک نام بھی نہین لیتین۔ لیکن آپ اپنی فہرست مین ۹ عدد تلوارین چھ عدد کمانین ایک ترکش جسکا نام کافور تھا۔ ایک کمر سے لگانے کی چمڑے کی پیٹی جسمین چاندی کے حلقے لگے تھے۔ ایک ڈھال جسکا نام زلوق تھا۔ پانچ عدد برچھیان۔ دو عدد لوہے کی مغفر۔ ایک کا نام موشح دوسرے کا سبوغ۔ انکے علاوہ تین جُبّے جنکو آپ لڑائی مین پہنتے تھے۔ اُنمین سے ایک دیبائے سبز کا تھا ایک سیاہ علم جسکا نام عقاب تھا۔ اور بھی سفید و سیاہ علم تھے۔ لکھکر بتلاتے ہین اور یہ سب چیزین متروکات رسول صلعم مین ملکر مجموعًا اُنتیس[۲۹] ثابت ہوتی ہین۔ مگر حضرت عائشہ صدیقہ ان مین سے ایک کا ذکر کیسا نام بھی نہین لیتین

شبلی صاحب نے متروکات کی فہرست ابھی تمام نہین کی۔ دو چیزین اور نکال لائے ایک خاتم اور ایک عصائے مبارک۔ جنکی نسبت یہ تفصیل کی گئی ہے۔

استحقاق خلافت کی بنا پر خاتم (مہر) اور عصائے مبارک جنکا احادیث مین ذکر آیا ہے۔ پہلے حضرت ابوبکر پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان (اصل تو اس کا لکھنا اور ترتیب خلافت کی بنیاد قائم کرنا تھا مولف) کے قبضے مین آئے لیکن پھر عثمان کے عہد مین یہ دونون چیزین ضائع ہوگئین۔ انگوٹھی تو حضرت عثمان کے ہاتھ سے ایک کنوین مین گر گئی اور عصائے مبارک کو جہجاہ غفاری نے توڑ ڈالا سیرۃ النبی جلد دوم ص ۱۵۱

اب یہ دونون چیزین ملاکر مجموعًا اکتیس[۳۱] چیزین متروکات رسول مین آپکے نزدیک ثابت ہوئین اب اس تفصیل کے بعد مساکن مبارک کے متعلق ذیل مین تحریر ہے

---

[۱۵] آپکے استحقاق خلافت والے فقرے نے ایکدم سے راز کا عقدہ کھولدیا اور وہ یہ ہے جیسا کہ آپ فرماتے ہین خاتم و عصائے مبارک کی موجودگی استحقاق خلافت کا ثبوت تھی اور دنیاوی سلطنتون مین آجتک یہ دونون چیزین (رنگ اینڈ سپٹر) علامات شاہی مین داخل بھی ہین لیکن اسی کے ساتھ ہی آپ کی اس دلیل نے خلافت رابعہ اور آپکے خلیفۂ رابع کی حقیت خلافت اور انکے استحقاق خلافت کا خاتمہ کردیا کیونکہ نہ انکے ہاتھ مین انگوٹھی تھی اور نہ عصا انکو معلوم کہ انکی خلافت کے وقت اسکا کسی نے خیال رکھا۔ یہانتک کہ مؤلفین بھی کبھی اس نقص کو عدم استحقاق کی دلیل مین انکے سامنے پیش کیا۔ مگر شبلی صاحب کا ذہن یہانتک پہونچگیا۔ بہرحال خلافت کے لیے جو اشیا نہ ضروری ہون انسے ہمکو بحث نہین مگر گذارش اتنی ہے کہ خلافت رسالت کو دنیاوی سلطنت کے رنگ مین لا کر غارت کیجیے موقوف عشق

مدینہ مین تشریف آوری کے بعد چھ مہینے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حضرت ابو ایوب انصاری کے گھر قیام فرمار ہے اس اثنا مین آپ تنہا تھے اہل وعیال مکہ مین تھے جب آپ نے مسجد نبوی کی بنیاد ڈالی تو اسی کے اطراف مین چھوٹے چھوٹے حجرے تیار فرمالیے اور اوسوقت آدمی بھیجکر آپنے اہل وعیال کو مکے سے بلوالیا اور ان ہی حجرون مین تاآخر ایام مین آنحضرت صلعم کی نو بیویان تھین اور الگ الگ حجرون مین رہتی تھین جنمین نہ صحن تھے نہ دالان نہ ضرورت کے الگ الگ کمرے تھے۔ ہر حجرہ کی وسعت چھ سات ہاتھ سے زیادہ کی نہ تھی۔ دیوارین مٹی کی تھین جو اسقدر کمزور تھین کہ انمین شگاف ہوگیا تھا اور اُن سے اندر دھوپ آتی تھی چھت کھجور کی شاخون اور پتیون سے چھائی تھی بارش سے بچنے کے لیے بال کے کمّل لپیٹ دیے جاتے تھے بلندی اتنی تھی کہ آدمی کھڑا ہو کر چھت کو ہاتھ سے چھو سکتا تھا گھر کے دروازون پر پردہ یا ایک پٹ کا کنواڑ ہوتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہمیشہ باری باری سے ایک ایک شب ایک ایک حجرے مین بسر فرماتے تھے۔ دن کو عموماً اصحاب کی مجلس مین مسجد مین تشریف رکھتے جو گویا ان حجرون کا صحن یا گھر کی مردانہ نشستگاہ تھی۔

ان حجرون کے علاوہ ایک بالاخانہ بھی تھا جسکو احادیث مین شربہ کہتے ہین ۹ سنہ ہجری مین جب آپ نے ایلا کیا تھا اور تیز گھوڑے پر سے گر کر چوٹ کھائی تھی تو ایک مہینہ اسی پر اقامت فرمائی تھی۔ اس بالاخانہ پر سامان آرائش کیا تھا۔ ایک چٹائی کا بستر۔ چمڑے کا ایک تکیہ جسمین کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور ادھر اُدھر چند کھالین لٹکی ہوئی تھین۔"

شبلی صاحب نے یہ کیا کیا! متروکات کی ذیل مین انکو بھی لکھدیا مصلحت اور ضرورت تو یہ تھی کہ انکا ذکر ہی نہین فرماتے۔ اور انکو نہ رسول کا بنوایا قرار دیتے اور نہ تیار کرایا بتلاتے جب لکھدیا تو وہی حضرت عبد اللہ بن عباس والی تعریضی شعر کی بحث چھڑ جاے گی۔

ولہا التسع من الثمن وعلی کل تصرّفت

یعنے اُنکا حصہ تو آٹھ مین نوان تھا ۔ لیکن اُنھون نے کل پر قبضہ کر لیا

آپ کے سلسلۂ بیان سے یہ مکانات ازواج مطہرات بھی متروکات و تملیکات رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مین داخل تھے رحمہ اللہ آپ نے ایک بہت بڑے مسئلہ کی حقیقت پر روشنی ڈالی۔ یہ آپ کی عدالت ہو یا وہی حقیقت جو نہ چھپائے چھپے الحق یعلوا ولا یعلی۔

اسلیے آپ کی شہادت وتصدیق کی بنا پر یہ قطعیات خانہاے ازواج مطہرات جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اُن تملیکی اراضیات مین شامل ہونا چاہیے۔ جو مدینہ مین آپکے

قبضہ و تصرف مین قائم تھین جنکو آپ ان مختصرات مین بیان فرماتے ہین۔

زمین ۔حضرت عمر بن حارث نے جس زمین کا ذکر کیا ہے۔ وہ مدینہ خیبر اور فدک کے چند باغ تھے۔ مدینہ کی جائداد سے بنو نضیر کی جائداد کی مراد ہے یا مخریق نام ایک یہودی نے سنہ ہجری مین (غزوہ احد کے موقع پر) آنحضرت صلعم کو چند باغ وصیۃً ہبہ کر دیے تھے وہ مراد ہین لیکن صحیح روایتون سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ باغ اُسی وقت مستحقین کو تقسیم کر دیے۔ جلد دوم ص ۱۴۱

پھر چار سطرون کے بعد اسی صفحہ مین لکھا جاتا ہے کہ۔ "بنو نضیر کی جائداد کی آمدنی ناگہانی ضروریات کے لیے مخصوص تھی"

ابھی ابھی آپ لکھ چکے ہین کہ مدینہ کی جائداد سے بنو نضیر کی جائداد مراد ہے اور صحیح روایتون سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم نے یہ باغ اُسیوقت مستحقین کو تقسیم کر دیے" تو پھر بنو نضیر کی وہ اور کون سی جائداد نکل آئی جسکی آمدنی ناگہانی ضروریات کے لیے مخصوص کی گئی تھی۔ وہ جائداد تو بنو نضیر کے وہی نخلستان تھے۔ جو بقول آپ کے اُسی وقت مستحقین پر تقسیم کر دیے گئے۔

آپ نے بھی اسکو بے دیکھے نہین لکھا ہے بلکہ بخاری باب فرض الخمس اور نیز بخاری۔ باب المغازی ذکر نضیر سے نقل فرمایا ہے۔ پھر بخاری کے اس اجمال بیان انکشاف کی غرض سے لکھا ہے کہ ان باغون کی تفصیل کے لیے فتح الباری جلد ۶ ص ۱۴۰ دیکھو"

معلوم ہوا کہ یہ سب املاک رسولؐ باغات ہی تھے۔ تو اس بنا پر جائداد بنی نضیر بھی باغات ہی ہونگے خیر بہر حال ثمرہ ہون یا غیر ثمرہ باغات۔ اس سے بحث نہین۔ وہ تو بقول آپ کے اور نیز بقول بخاری اور ابن حجر صاحب کے سب کے سب صدقہ ہو گئے۔ اور اُسیوقت مستحقین کو تقسیم بھی ہو گئے۔ تو پھر رسول اللہ صلعم کے پاس آمدنی کس کی آتی تھی جو ناگہانی مصارف مین اُٹھائی جاتی تھی۔ آپ نے ان دونون متناقض و متضاد بیان کو ایک ساتھ لکھدیا ہے مشکل ہے کسکو صحیح مانا جائے اور کسکو غلط۔ تا وقتیکہ آپ اپنی اس غلط نگاری کی یون تاویل نفرمائین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف وہی چند باغ صدقے مین مستحقین کو تقسیم کیے تھے۔ جو بقول آپ کے مخریق نام ایک یہودی نے سنہ ہجری مین (غزوہ احد کے موقع پر) آنحضرت صلعم کو وصیۃً ہبہ کر دیے تھے۔ واقعیت اور اصلیت معلوم ہو نہین سکتی۔

لیکن افسوس ہے کہ آپ ایسی تاویل کر ہی نہیں سکتے۔ اسلیے کہ آپ کا مقصود لانورث ساتر کناہ صدقۃ کو ثابت اور بنیاد خلافت کو قائم کرنا ہے۔ پھر آپ کا قلم حقیقت نگاری کی طرف کیسے چل سکتا ہے۔ لیکن پھر ہم آپ کو بتلائے دیتے ہیں کہ آپ سے حقیقت چھپ بھی نہ سکی۔ آخر قدرت کے دست جبروت نے آپ سے لکھوا ہی چھوڑا کہ بنی نضیر کی جائداد کی آمدنی (قبضہ رسول میں رکھکر) ناگہانی مصارف میں اُٹھائی جاتی تھی۔ یعنی نہ صدقہ ہوئی تھی اور نہ مستحقین پر تقسیم کی گئی تھی۔

اب اس بحث کو دوسرے پہلو سے بھی ملاحظہ فرمایئے۔ آپ کی اس عبارت سے کہ

مدینہ کی جائداد سے بنونضیر کی جائداد مراد ہے۔ یا مخریق نام ایک یہودی نے ۳ھ ہجری میں (غزوۂ اُحد کے موقع پر) آنحضرت صلعم کو چند باغ وصیۃ ہبہ کر دیئے تھے وہ مُراد ہیں لیکن صحیح روایتوں سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ باغ اُسیوقت مستحقین کو تقسیم کر دیئے تھے۔

صاف ظاہر ہے کہ جو باغات کہ اُسیوقت مستحقین پر تقسیم کر دیئے گئے وہ وہی تھے جو اُس یہودی نے آپکے نام سے وصیّت کر کے ہبہ کر دیئے تھے۔ جیسا کہ آپ کے آخر حصہ عبارت سے ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ مشرک کا ہدیہ قبول کرنا استغنائے رسالت کے خلاف ہے جیسا کہ آپ خود حکیم بن حزام کے جبّہ والے واقعہ میں لکھکر اقرار کر چکے ہیں (سیرۃ النبیؐ جلد اول ص ۲۸۲) لیکن چونکہ یہ ہبہ وصیت کے ذریعہ سے کی گئی تھی اور کارخیر کا ادا ے وصیت لازم و واجب ہے۔ اسلیے یہ ہبہ قبول تو کر لی گئی مگر شئے موہوبہ اُسیوقت مستحقین پر تقسیم کر دی گئی۔ جیسا کہ آپ اپنی صحیح روایتوں کی اسناد سے لکھتے ہیں۔

اسمیں بنونضیر کی جائداد کا تو اشارتاً و کنایۃً بھی کہیں ذکر نہیں ہے شبلی صاحب خواہ مخواہ "یا" کا حرف تشترک فیہ۔ بڑھا کر۔ یہودی کے اُن باغات موہوبہ کے ساتھ۔ بنی نضیر کی جائداد کو بھی تقسیم علی المستحقین کے واقعہ میں شامل کیے دیتے ہیں حالانکہ اس قیاس و اشتباہ کا تصفیہ علامہ زرقانی کامل طور سے کر چکے ہیں شرح زرقانیؒ ص ۸۰ مطبوعہ مصر کی حسب ذیل عبارت ملاحظہ ہو۔

قال الغنوی کان یزدرع تحت النخیل فی ارضہم فیدخر من ذلک قوت اھلہ وازواجہ سنۃ وما فضل جعلہ فی الکراع والسلاح انتہی فہذا اصریح فی انہ لم یقسم الارض والنخل بین المھاجرین بل الثّمر والاموال	علامہ غنوی کہتے ہیں کہ ان باغات (بنونضیر) میں کھیتی ہوتی تھی اُنکی آمدنی سے آپ کو اہلبیت اور ازواج کے سال بھر کھانے پینے کا سامان ہوتا تھا جو فاضل ہوتا تھا وہ لشکرکشی اور سلاح کے مصارف میں لایا جاتا تھا زرقانی کہتے ہیں کہ اس سے صریح طور پر ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی نضیر کی زمین (مستحقین پر)

مہاجرین پر تقسیم نہین فرمائی تھی۔ صرف اُن کے مال اور گھر جو دستیاب ہوئے تھے۔ وہی تقسیم ہوے تھے"
تعجب ہے کہ شبلی صاحب نے زرقانی کے اس صریح فیصلہ کے بعد بھی جائداد بنی نضیر کو بھی جائداد تقسیم شدہ کی فہرست مین داخل کر دیا۔ حالانکہ شرح زرقانی جیسا کہ معلوم ہوتا ہے سیرۃ النبی کی تالیف کے وقت ہر وقت پیش نظر تھی مگر ہم آپکے تغافل ہولغافانہ کو تجاہل عارفانہ کے معینون مین لینگے۔ اسلیے کہ ممکن نہین کہ زرقانی کی مرقومۂ بالا عبارت آپ کی نظر سے نہ گذری ہو اور حقیقت حال آپ کو نہ معلوم ہوئی ہو لیکن مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ کی تقلید اسلاف اور تعلیم اخلاف کی تاکیدون نے آپ کو مجبور کر دیا اور آپ کسی طرح اُسکے لکھنے پر قادر نہو سکے۔
صرف یہی نہین کہ آپنے اسکو نہین لکھا۔ بلکہ بڑی دلیری سے اسکے مصارف کو بھی بدل دیا۔ زرقانی کی عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ اس اپنی نضیر کی جائداد کی آمدنی سے پہلے ازواج اور اہلبیت کا سالانہ خرچ نکالا جاتا تھا اور جو اُس سے بچتا تھا وہ ترتیب لشکر کی ضرورت اور خرید اسلحہ جات کے مصارف مین اُٹھایا جاتا تھا۔ آپ کہتے ہین بنو نضیر کی جائداد آمدنی ناگہانی ضروریات کے لیے مخصوص تھی ؎ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ کہان اہل و عیال اور اسکے بعد ترتیب لشکر کی ضرورت۔ کہان امور اتفاقیہ اور غیر متوقع ضرورتون کی صورت۔ کوئی صحیح الدماغ بتلا سکتا ہے کہ دونون مصارف ایک ہی تعریف کے اندر آتے ہین۔ لطف تو یہ ہے کہ آپنے اپنے اس بیان تحریری پر کسی حوالہ ثبوت کا نمبر بھی نہین لگایا ہے ملاحظہ ہو جلد دوم ص ۱۴۷ اس سے تو یہ مضمون طبع زاد خاص معلوم ہوتا ہے۔ الغرض بنی نضیر کی جائداد کا کسی عنوان سے تقسیم ہونا ثابت نہین ہوتا۔ وہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاص قبضہ و تصرف مین رہی اور آپ اُسکو اپنی تجویز سے حسب ضرورت صرف فرماتے رہے۔
خیبر کی آمدنی کے مصارف مین بھی آپنے تنہا ابوداؤد کی روایت پر اعتبار کیا ہے اور اُسکی آمدنی مین جو خاص بیت المال کی رقم تھی۔ مصارف اہلبیت کو اس غرض خاص سے شامل کر دیا ہے کہ عامۂ اُمت کے ساتھ اُنکی مساوات اور تعمیم ظاہر ہو۔ اور اُنکے لیے کسی رقم مخصوصہ کی تعیین قائم نہونے پائے۔ یہ سب فدک کی ضبطی کا دیباچہ ہے۔
بہرحال جب ابوداؤد کے اس قول پر جسکو آپنے اپنا مختار بنایا ہے تحقیق کیجاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ خیبر کی جائداد اسیوقت عام مسلمین پر تقسیم ہوگئی۔ چنانچہ آپ خود جلد اول صفحہ ۵۰۲ مین بعد ذکر فتح خیبر لکھتے ہین۔
خیبر کی زمین تمام مجاہدین پر تقسیم کر دی گئی۔ اسی مین آنحضرت صلعم کا خمس بھی تھا۔
باقی رہین وہ زمینین جو یہودون کی خاص کاشت مین تھین انکی نسبت یہ قرار پایا۔ جیسا کہ آپ تحریر فرماتے ہین
فتح مکہ کے بعد زمین مفتوحہ پر قبضہ کر لیا گیا۔ لیکن یہود نے درخواست کی کہ زمین ہمارے قبضہ مین رہنے دیجائے

ہم بید اوارکا نصف حصہ ادا کیا کرینگے یہ درخواست منظور ہوئی۔ بٹائی کا وقت آتا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبداللہ بن رواحہ کو بھیجتے تھے وہ غلہ کو دو حصوں مین تقسیم کرکے یہود سے کہتے تھے کہ اسمین سے جو حصہ چاہو لے لو ص ۳۵۸

خیبر کی جائداد مین نصف آمدنی تو قائم ہوگئی۔ اب اسکا خرچ دیکھنا ہے۔ جلد اوّل مین خرچ کی کوئی تفصیل نہین۔ جلد دوم مین ابوداؤد کے حوالے سے یون تفصیل کی گئی ہے۔

خیبر کی آمدنی کو آپ تین حصون مین تقسیم کرتے تھے۔ دو حصے مسلمانون کے لیے تھے۔ اور ایک حصہ ازواج مطہرات کو سالانہ مصارف کے لیے ملتا تھا۔ اسمین سے جو بچ جاتا تھا وہ غریب مہاجرین کے کام آتا تھا۔ ص ۱۴۷

مگر افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ آپ کی یہ رقم کردہ تفصیل حدیث و تاریخ کی کسی کتاب مین پائی نہین جاتی زرقانی کی ایسی جامع اور بسیط شرح بھی آپ کی تفصیل مرقومہ سے خالی ہے۔ وہ بھی انھین ابوداؤد کے قول سے صرف تنصیف کی صورت حال لکھتے ہین اور کچھ نہین۔

اخرجہ ابوداؤد انّ النبیّ صلعم لما قسم خیبر عزل نصفھا لنوائبہ و قسم نصفھا للمسلمین	آنحضرت صلعم نے نصف زمین خیبر اُن کے مالکون کو چھوڑ دی اور مسلمانون پر تقسیم کردی۔ زرقانی ص ۲۰۲ مصر

محدث شیرازی لکھتے ہین

منقول است کہ چون غدر یہود خیبر ظاہر شد و پیغمبر صلعم بترک قتل منت نہاد بر ایشان۔ حکم فرمود از زمین خیبر بیرون روید۔ ایشان تضرع و زاری بسیار کردند و گفتند مسلمانان را بضرورت جماعتی مے باید کہ درین باغات کارکنند و غمخواری آنہا نمایند۔ ما را باُجرت بگیرند تا باین خدمت قیام نمایم و دراصل ملک ہیچ دخل نداشتہ باشیم حضرت منت نہادہ بر ایشان۔ بران کار تعیین نمودہ فرمود کہ ما دام ماخواہیم این کارمی کنید و از ہرچہ حاصل شود نصفے باُجرۃ العمل خویش بگیرید و نصف دیگر بہ بیت المال بسپارید و ہر سال عبداللہ بن رواحہ را میفرستاد تا حاصل باغات ایشان بنگرد و نصفے	جب یہود کی غداری ظاہر ہوئی تو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنکی جان بخشی فرما کر حکم دیا کہ خیبر سے نکل جائین۔ تمام یہود گریہ وزاری کرنے لگے اور بہ ہزار منت کہنے لگے کہ آخر مسلمانون کو مزدورون کی ضرورت ہوگی کہ اُنکے باغات مین کام کیا کرین تو ہمکو یہان رہنے دیا جائے ہم اُنکی مزدوری کیا کرین گے اور ہمکو ملک خاص مین کوئی دخل نہو گا آنحضرت صلعم نے بطور احسان خاص اُن کی استدعا کو قبول فرمایا اور حکم کیا کہ جب تک ہمکو منظور رہے گا تم لوگ یہ کام کیا کرنا اور ان اراضیات کا نصف محاصل اپنی اُجرت مین لے لینا اور نصف محاصل بیت الاسلامی کے لیے ادا کرتے رہنا۔ چنانچہ ہر سال عبداللہ بن رواحہ آتے تھے اُن کے محاصل باغات کا اندازہ کرتے

کہ تعلق بہ بیت المال داشت از ایشان میگرفت — تھے اور بیت المال کا آدھا حصہ وصول کر لیتے تھے

روضۃ الاحباب ۳۹۲

اس عبارت سے بھی آپ کی رقم کردہ تفصیل خرج نہ معلوم ہوئی۔

زرقانی نے ص ۳۸۲ میں محدثین کی ایک جماعت کثیر کے اقوال جمع کیے ہیں۔ مگر کسی قول سے آپ کی تفصیل نہیں ظاہر ہوتی۔ آپنے بھی سوائے ابوداؤد کے اور کسی محدث کا اصحاب صحاح سے قول لکھا ہے نہ ارباب سنن سے۔ اس بنا پر آپ ہی کے مقرر کردہ اصول نقد روایات و نقل مرویات کے مطابق تو ابوداؤد کی اس روایت کو لکھنا ہی نہیں چاہیے تھا۔ اس لیے کہ اسکی تفصیل کو نہ بخاری ہی نے لکھا ہے اور نہ مسلم نے۔

اصحاب حدیث کی تحقیق ہو چکی۔ اب ارباب تاریخ کی تصریح ملاحظہ فرمائیے۔ ابن ہشام اور طبری کے قدیم ماخذ بھی اس تفصیل سے خالی ہیں لیکن ابوالفدا نے اس تمام بحث کا حسب ذیل فیصلہ کامل کر دیا ہے۔

کان فتح خیبر فی صفر سنة سبع للهجرة وسأل	خیبر ماہ صفر سنہ ہجری میں فتح ہوا اور اہل خیبر نے پیغمبر صاحب
اهل خیبر رسول الله صلعم الصلح علی ان	سے اس شرط پر صلح کرنی چاہی کہ انکو اُن کے باغات کے نصف
یساقیهم علی النصف من ثمارهم ویخرجهم	پھل ملا کریں اور آنحضرت صلعم جب چاہیں اُن کو خارج البلد کر دیں
متی شاء ففعل ذلك وفعل مثل ذلك اهل	چنانچہ اُنکی درخواست منظور کر لی گئی اور ایسا ہی معاملہ اہل فدک کے ساتھ
فدك وکانت خیبر للمسلمین وکانت فدك	بھی طے پایا۔ خیبر کی آمدنی عام مسلمانوں کے لیے تھی اور فدک
خاصة لرسول الله صلعم لانها فتحت بغیر ایجاف الخیل	کی خاص رسول اللہ صلعم کے لیے۔ اسلیے کہ وہ (فدک)

بغیر حرب و ضرب کے فتح ہوا تھا۔ تاریخ احمدی ص ۶۲

مرقومہ بالا عبارت میں کسی محدث و مورخ کے قول سے یہ تفصیل ظاہر نہیں ہوتی۔ جو آپنے تحریر فرمائی ہے۔ اسلیے ابوداؤد کی یہ روایت یا تو متروک ہے یا بالکل منفرد۔ مشکل تو یہ ہے کہ آپ ایسی جھوٹی اور وضعی مرویات بخوف و خطر لکھتے چلے جاتے ہیں اور اسکی صحت پر اصرار بھی فرماتے ہیں چنانچہ اسی جھوٹی روایت کے سلسلہ میں دوسری وضعی قصہ اور جھوٹے افسانہ کی کڑی ملاتے ہیں۔ اور لکھتے ہیں۔

آخر میں حضرت عمر نے اپنے زمانۂ خلافت میں حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے اصرار پر مدینہ کی جائداد ان دونوں کی تولیت میں دیدی تھی۔ لیکن حضرت علیؓ نے اُسپر قبضہ کر لیا تھا ص ۴۷۱

اوّل تو آپنے اس واقعہ ہی کو مبہم طریقہ سے لکھا ہے تفصیل کچھ نہیں اسلیے کہ اصل واقعہ کی حقیقت نہ معلوم ہو

اس واقعہ کی حقیقت ہی یہی ہے کہ یہ واقعہ کا قصہ ہی بے اصل ہے اور اسکو آپ خود لکھکر تسلیم فرما چکے ہین
حقیقت یہ ہے کہ یہ واقعہ حضرت علیؑ اور حضرت عباس کے درمیان مشاجرت ثابت کرنے کی غرض خاص سے وضع کیا گیا ہے اور خاص کر معاویہ شاہی دار المصنفین کی صناعت ہے اسکے ثبوت مین کہ حضرت علی سے مسلمانون مین ایسی عام ناراضی اور نفرت پھیلی ہوئی تھی کہ اُنکے گھر والے تک اُن سے راضی و خوشنود نہین تھے مسلم نے غضب کیا کہ اسکو اپنی صحیح مین لکھدیا۔ لیکن اُنکے شارحین نے فوراً اس روایت کی رد و قدح کردی۔ چنانچہ خود اُسکی نسبت دیباچہ ص ۴۵ مین لکھتے ہین۔

صحیح مسلم کتاب الجہاد۔ باب الفیٔ مین روایت ہے کہ حضرت عباس اور حضرت علی۔ حضرت عمر کے پاس آئے۔
حضرت عباس نے حضرت عمر سے کہا اقض بینی و بین ھذا الکاذب الاثم الغادر الخائن میرے اور اس جھوٹے مجرم دھوکے باز اور خائن کے درمیان فیصلہ کر دیجیے۔" چونکہ حضرت علی کی شان مین یہ الفاظ کسی مسلمان کی زبان سے زبان سے" نکل سکتے۔ اسلیے بعض محدثین نے اپنے نسخے مین سے یہ الفاظ نکال ڈالے (بحوالہ نووی شرح صحیح مسلم۔ ذکر حدیث مذکور)
علامہ مازری اس حدیث کی نسبت لکھتے ہین اذا انسدت طرق تاویلھا نسبنا الکذب الی رواتھا
جب اس حدیث کے تاویل کے سب ستے بند ہوجائین گے تو ہم اسکے راویون کو جھوٹا کہینگے۔
(بحوالہ نووی شرح صحیح مسلم کتاب الجہاد باب الفیٔ) دیباچہ سیرۃ النبیؐ جلد اول ص ۵۴

افسوس ہے کہ شبلی صاحب یہ سب طومار لکھکر۔ اور ان مفتریات کی تنقید و تردید فرما کر بھی۔ ان موضوعات کی طرف بطور تصدیق تلمیح و اشارت فرماتے ہین۔ گویا اپنے مسترد فیصلہ کو پھر اپنے ثبوت مین پیش کرتے ہین۔ یہ کسقدر مؤلف کی دیانت کے خلاف ہے۔

فدک کی آمدنی فدک کی آمدنی مسافرون کے لیے وقف تھی۔" آمدم بر سر مطلب۔ اس تفصیل و طویل تصریح کی غرض یہی تھی کہ لانورث ما ترکناہ صدقۃ کی بنیاد قائم ہوجائے ؎ داریم روا چو او روا می دارد۔ آبادی دیگران ز بربادی ما۔

اچھا تھوڑی دیر کے لیے یون ہی سہی۔ فدک کی آمدنی مسافرون کے لیے وقف تھی۔ لیکن شبلی صاحب سے اتنی عرض ہے کہ یہ کس حوالہ اور کس سند سے لکھا جاتا ہے۔ آپنے تو اس عبارت پر کسی حوالہ کا نشان بھی نہین لگایا ہے اور اسیطرح بنی نضیر کی جائداد کی تفصیل خرچ کو بھی بلا سند و حوالہ چھوڑ دیا ہے۔ تو ایسی حالت مین تحقیق کے متلاشی آپکے اس قول کو طبعزاد خاص نہ سمجھین تو کیا کرین۔ اگر کوئی سند ہوتی۔ کوئی حوالہ دیا گیا ہوتا تو اُسکے معتمد

غیر معتمد، مستند غیر مستند ہونے کی حقیقت معلوم کی جاتی۔ آپنے تو عام مسلمانون کو مرعوب بنانے کے لیے اپنا تحکما نہ قول لکھکر تحقیق کا دروازہ ہی بند کر دیا۔ حالانکہ اسوقت حدیث و تاریخ کی جتنی کتابین میرے پیش نظر ہین اُنمین سے کسی ایک مین بھی یہ نہین لکھا ہو کہ فدک کی آمدنی خاص مسافرون کے لیے وقف تھی۔،، علی الاتفاق سبنے یہ لکھا ہو کہ خیبر کی فدک کے یہود سے بھی شرط تنصیف پر مصالحت کر لی گئی یعنی نصف محاصل یہودان فدک لیتے تھے اور نصف خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پاتے تھے۔ اسلیے کہ فدک بغیر لڑے حاصل ہوا تھا۔ جیسا کہ ابن ہشام اور طبری اور ابو الفدا وغیرہم کے اسناد سے اوپر لکھا گیا ہو۔

آپ خود اسکے مخالف لکھ چکے ہین۔ ملاحظہ ہو۔ جلد دوم صفحہ ۲۶۴ کی حسب ذیل عبارت۔

رئیس فدک نے ایک دفعہ چار اونٹ پر غلہ بار کر کے خدمت نبوی مین بھیجا۔ حضرت بلال نے بازار مین غلہ فروخت کر کے ایک یہودی کا قرض تھا وہ ادا کر دیا۔ پھر آنحضرت صلعم کی خدمت آکر اطلاع کی آپنے پوچھا کچھ بچ تو نہیں رہا۔ بولے ہان کچھ بچ رہا ہو۔ فرمایا جب تک کچھ باقی رہے گا۔ مین گھر نہین جا سکتا۔ حضرت بلال نے عرض کیا۔ دکی، مین کیا کرون۔ کوئی سائل نہین ہو آنحضرت صلعم نے مسجد مین رات بسر کی۔ دوسرے دن بلال نے آکر کہا یا رسول اللہ خدا نے آپ کو سبکدوش کر دیا۔ یعنی جو کچھ تھا وہ بھی تقسیم کر دیا گیا۔

حالانکہ یہ روایت بھی موضوع ہو لیکن شبلی صاحب کی تصریح کی بھی مخالف ہو۔ اسلیے ہم صرف مخالفت مدعا کے ثبوت مین اسکو استدلالاً پیش کرتے ہین۔ آپ کہتے ہین کہ فدک کی آمدنی مخصوص مسافرون کے لیے وقف تھی۔ اور یہان اس روایت مین ہو کہ رسول اللہ کے ذاتی قرض کی ادا کاری مین اُٹھائی گئی جو بچ رہی وہ بلال نے اپنی تجویز و راے سے بلا امتیاز مسافرین عام فقرا و محتاجین مین تقسیم کر کے رسول اللہ کو سبکدوش کر دیا۔ اس روایت نے ثابت کر دیا کہ محاصل فدک مسافرون کے لیے مخصوص نہین تھی بلکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ذاتی مصارف مین لائی جاتی تھی اور عام فقرا و محتاجین کو بھی دیجاتی تھی۔ شبلی صاحب۔ ذرا لکھتے وقت آگے پیچھے کا بھی خیال رکھا کیجیے

ہم کو بحث فدک لکھنا منظور نہین۔ کیونکہ اس بحث کا یہ مقام نہین ہو۔ ہمکو تو صرف آپ ہی کے بیان سے اس واقعہ کی حقیقت دکھلانی ہے۔

یہ امر تو گویا مسلم ہو چکا ہو کہ نظم خلافت کی ابتدا ہی سے فدک کی جائداد خاندان رسالت کے خالصہ سے نکل کر خلافت کے اموال اجمال مین مل گئی تھی۔ بہتر یون ہی سہی۔ اب دیکھنا یہ ہو کہ اس قرارداد وقف اجمال اور صدقہ عام کی حیثیت سے نکلکر پھر یہ جائداد خالصہ کی صورت مین کبھی آئی یا نہین؟ اور کسی خلیفہ رسول ص نے اسپر سے اپنا استولیا نہ قبضہ و تصرف کسی غیر خلیفہ شخص کو دیا یا نہین؟

جب کی تحقیق کی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ کل دو ڈھائی برسون کے بعد ہی جسطرح طریقہ انتخاب بالاجماع کا اصول تعین خلیفہ کے لیے استخلاف کے قاعدے پر بدل دیا گیا اسی طرح تھوڑے ہی دنون کے بعد خلیفہ نے ان جائداد کے متولیانہ قبض و تصرف مین تغیر و تبدل پیدا کر دیا۔ جیسا کہ جائداد بنی نضیر کو جو فدک ہی کی طرح ناگہانی ضرورتون کے لیے مخصوص تھی بقول آپ کے حضرت عمر نے اپنے زمانۂ خلافت مین حضرت علی اور حضرت عباس کو دیدی سنت رسول کی اتباع سے خلیفۂ رسول کا اختلاف کیسا؟

شبلی صاحب خود اس بحث کے عنوان مین (ص ۱۷۰ ج ۲) بڑے شد و مد سے لکھ چکے ہین۔

یہ اختلاف خود صحابہ کے وقت مین پیدا ہو چکا تھا حضرت عباس آپ کے چچا، حضرت فاطمہ (آپ کی صاحبزادی) اور اکثر ازواج مطہرات مدعی تھین کہ اس جائداد کو بطور وراثت تقسیم ہونا چاہیے حضرت ابوبکر حضرت عمر اور دیگر اکابر صحابہ نے کہا کہ یہ وقف عام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود اپنی زندگی مین جسطرح اور جن مصارف مین انکی آمدنی صرف کرتے تھے۔ اُس مین تغیر نہو گا۔

تو جناب والا۔ عرض ہے کہ یہ تغیر کیسا ہے؟ رسول اللہ صلعم نے تو اپنی مقدس حیات کے زمانہ مین اسکی تولیت نہ حضرت عباس ہی کو دی تھی نہ حضرت علیؑ کو عنایت فرمائی تھی۔ بلکہ بقول آپ کے متولیانہ حیثیت سے اپنی ہی ذات مبارک تک محدود و مخصوص رکھی۔ آپ کے بعد حضرت ابوبکر بطور متولی قابض رہے۔ لیکن اُنکے بعد بقول آپ کے حضرت عمر نے خلیفہ ہو کر۔ خلاف اتباع رسول و تقلید حضرت صدیق۔ غیر خلیفہ اشخاص کو ان جائداد موقوفۂ مسلمین کا متولی کر دیا۔ پھر اس صورت مین خود بدولت کیا رہے؟ اور رہے بھی تو کس مصرف کے؟ تعجب ہے کہ صحابہ نے حضرت عمر کے اس فعل کو مستحسن سمجھکر کیسے قبول کر لیا۔

بہر حال۔ چونکہ ہم عباس اور علیؑ کی اس تولیت کے واقعہ کو افترائے محض ثابت کر چکے ہین اسلیے ہم اسکی بحث مین زیادہ اُلجھنا نہین چاہتے۔ شبلی صاحب اور اُنکے مویدین جو اس موضوع روایت کے قائل ہین وہ حضرت عمر کے اس عمل خلاف سنت رسول و عمل صدیق کے لیے جواب دہ ہین وہ جانین اور حضرت عمر۔

حضرت عمر کے زمانہ مین تو اسکی تولیت کی تبدیلی کی یہ حالت دکھلائی گئی۔ حضرت عثمان کے دوران خلافت مین تو یہ تولیت بالکل خالصۃً شخصی کیا۔ ملکیت ذاتی کی صورت مین تبدیل ہو گئی اور برابر تین پشت تک بطور وراثت منتقل ہوتی رہی۔ حضرت عثمان نے بڑی فیاضی اور کشادہ دلی سے فدک کو مروان کو عطا فرمایا۔ ابن ابی شحنہ روضۃ المناظرین مین لکھتے ہین　　۳۴ھ ہجری مین عثمان بن عفان نے فدک کی جائداد مروان بن حکم کو عطا فرما دی۔

و فی سنۃ اربع وثلثین اقطع عثمان بن عفان مروان بن الحکم فدک

علامہ ابن عبد ربہ عقد الفرید میں تحریر فرماتے ہیں

و مما نقم الناس علی عثمان انه ادی طرید رسول اللّٰہ صلعم الحکم بن ابی العاص ولم یؤوه ابو بکر ولا عمر وسیّر ابا ذر الی الربذة (الی ان قال) وتصدق رسول اللّٰہ صلعم بمهزور موضع سوق المدینه علی المسلمین واقطعها الحارث بن الحکم اخا مروان واقطع فدك مروان

جن باتوں نے مسلمانوں کے دلوں میں حضرت عثمان کی جانب سے کدورت پیدا کر دیا اُن سے بعض یہ ہیں کہ حضرت عثمان نے حکم بن عاص رد دُو بارگاہ نبوی کو اپنے ظل عاطفت میں پناہ دی جسکو حضرت ابو بکر و حضرت عمر نے بھی اپنے عہد میں پناہ نہیں دی تھی۔ اور ابو ذر غفاری کو صحرائے ربذہ میں شہر بدر کیا نیز موضع مہزور (مدینہ میں ایک بازار تھا جسے رسول مقبولؐ نے مسلمانوں پر صدقہ کیا تھا)۔ حارث بن حکم برادر مروان کو عطا فرما دیا۔ اور مروان کو فدک عطا کیا۔

مورخ ابو الفدا لکھتے ہیں۔

و مما نقم الناس علیه ردّه الحکم بن العاص طرید رسول اللّٰہ وطرید ابو بکر وعمر ایضاً واعطاءه مروان بن الحکم خمس غنائم افریقیه وهو خمس مائة الف دینار (الی ان قال) واقطع مروان بن الحکم فدك

جن باتوں نے لوگوں کو حضرت عثمان پر برانگیختہ کیا وہ یہ ہیں کہ اُنھوں نے حکم بن عاص کو بلا لیا جسے حضرت رسولؐ اللہ نے رد کر کے نکلوا دیا اور حضرت ابو بکر و حضرت عمر کے زمانہ میں بھی وہ مردود رہا پھر حضرت عثمانؓ نے مروان کو خمس غنائم افریقیہ عطا کیا جسکی آمدنی پانچ لاکھ دینار تھی اور اسی (مروان) کو فدک بھی عنایت کیا۔ بحوالہ تاریخ احمدی ص ۱۴۴

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خالصہ کے بعد فدک پھر مروان کا خالصہ قرار پایا گویا ۲۴ برسوں کے بعد یہ پھر اپنی اصلی حالت پر بظاہر آیا۔ اس بنا پر شبلی صاحب کا یہ لکھنا کہ فدک حضرت عمر بن عبد العزیز کے وقت تک خلفاء کے قبضہ میں رہا۔ بالکل خلاف واقع ہے۔ اسلیے کہ حضرت عثمان کے وقت ہی سے یہ مروان کی ملک قرار پا گیا پھر مروانی خلفا کے سلسلہ میں عمر ابن عبد العزیز تک خلافت کی رعایت سے نہ پہونچا بلکہ وراثت کے طریقہ سے۔ اتنے تغیرات کے بعد خلفائے سابقین کی تقلید رسولؐ میں وہ گرما گرمی اور پرجوشی جو آپ نے عنوان بحث میں تحریر فرمائی ہے اُن کے ما بعد کے طرز عمل سے آپ کہاں تک صحیح اور سچی ثابت کر سکینگے اس کا جواب شبلی صاحب کے ذمہ ہے

اگر حقیقتاً یہ جائداد یہ املاک خالصہ رسول اللہ صلعم نہیں تھی اور بقول آپکے وقف تھی۔ صدقہ تھی۔ یا عام مسلمین کی حقوق قرار پا چکی تھی اور بقول آپکے جناب رسولخدا صلعم بھی اسکے محاصل کو انھیں مصارف میں اُٹھاتے تھے تو پھر آپکے خلفا کو باین ادعای اتباع سنت رسولؐ اسمیں ذاتی تصرف و تغیر کا کون حق حاصل تھا

اب رہا یہ امر کہ حضرت عمر نے جائداد مدینہ بقول آپکے حضرت عباس و حضرت علی کو دیدی۔ یا عمر بن عبد العزیز نے سادات کو واپس دیدی تو اسکو یوں سمجھیے کہ یہ وہی حقیقت تھی جو نہ کسی سے چھپی ہے اور نہ چھپ سکتی ہے

حضرت عمر بن الخطاب ہون یا حضرت عمر بن عبد العزیز حقیقت کو جان جان کر سب چھپاتے تھے لیکن یہ اُسی حقیقت کا اثر تھا کہ وہ انھین کے عملیات و اعترافات سے ظاہر ہوجاتی تھی ــــ اور کرشمۂ قدرت پتھر سے روشنی نکالکر دنیا کی غافل نگاہون مین انوار حقیقت کی جلوہ نمائی کرادیتا تھا۔

شبلی صاحب نے یہان بھی ذکر اہلبیت سے باز رہنے کے لیے اپنی حد درجہ کی قلمی احتیاط دکھلائی ہے۔ لکھا ہے

(حضرت عمر بن عبد العزیز نے باغ فدک سادات کو دیدیا تھا۔ حاشیہ ص ۔ ۱۴)

نہین معلوم آپنے باغ فدک کو فدک کے صُرف نے سمجھا ہے یا کیا۔ کہ ٹوکرا اُٹھایا اور سادات کو لُٹا دیا۔ جناب ۔ وہ اراضیات تھین جنمین نخلستان تھے جنکی کافی محاصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت مین آتی تھی جسے آپ خود لال والی روایت مین بیان کرچکے ہین۔ وہ جائداد اگرچہ عموماً سادات ہی کے مصارف کے لیے واگذاشت کی گئی تھی ۔ مگر اُن مین سے کسی بزرگوار کے انتظام و اہتمام مین دی گئی ہوگی۔ آپ اپنی سنن ابی داؤد کھولکر دیکھین جنکو فدک کی جائداد واپس دی گئی تھی وہ راس الرئیس سادات و اہلبیت طاہر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام تھے ۔

ردشمس کا مشہور و معروف واقعہ

فدک کے حالات کو تمام کرکے ہم پھر اپنے سلسلۂ بیان کو آگے بڑھاتے ہین ۔ خیبر اور مضافات وادی القریٰ کے معاملات کو بروایتے ایک مہینے کی مدت مین باطمینان تمام ختم فرماکر موکب رسالت، عاودت فرمائے سمت مدینہ ہوا ۔ منزل صہبا مین پہونچکر ردشمس کا مشہور و معروف واقعہ مشاہدہ مین آیا۔

شبلی صاحب ایسے کیا تھے جو اسواقعہ کو قابل ذکر سمجھتے ۔ اور اپنی کتاب مین درج فرماتے ۔ حالانکہ اس مشاہدہ قدیم سے اعلام نبوّت کے آثار عظیم نمایان ہوتے تھے ۔ جو سیرت نبویؐ کے لکھنے والے کے لیے خاصکر قابل الذکر تھا لیکن چونکہ آپنے اپنی سیر کو تاریخ کی فلسفانہ اصول کے مطابق لکھنے کا انداز اختیار فرمایا ہے۔ اسلیے نبوت کے تصرفات روحانیہ او رتجلیات نورانیہ کی بحث و بیان کو آغاز ہی سے قلمزد فرمادیا ہے۔

یا تو اس وجہ خاص سے اسواقعہ کو نہین لکھا۔ یا اس ضرورت خاص سے کہ اس واقعہ سے فضیلت و منزلت علی کی ایک شان خاص نمایان ہوتی تھی جو ابتدا ہی سے آپکے ناگوار طبع ہے۔ اسکو مرفوع القلم فرمادیا واللہ اعلم مگر میری عرض یہ ہے کہ چاہے جس سبب سے آپنے اسکی نقل و بیان کو متروک فرمایا ہو وہ آپ جانین لیکن اسکے ترک کردینے سے آپنے اپنے بڑے اصول مقرر کردہ کو ترک کردیا ہے وہ یہ ہے کہ

آپنے اپنے دیباچہ مین ایک جگہ نہین متواتر او رمتعدد مقامات پر لکھکر ہدایت فرمائی ہے کہ مرویات حدیث کے مقابلہ مین مرویات سیر و تاریخ قابل استناد نہین۔ اسلیے کہ انکے ذریعہ اسناد ضعیف ہوتے ہین اور

فروتر ، اس بنا پر جہاں تک تحقیق کیجاتی ہے۔ اس واقعہ کو زیادہ تر ارباب حدیث ہی نے بیان کیا ہے۔ ارباب سیر وتاریخ نے کم۔ اسلیے شبلی صاحب کو اپنے معیار و مختار مرقومہ بالا کے مطابق اس واقعہ کو ضرور قابل الذکر قرار دیکر نقل کرنا تھا لیکن افسوس ایک اظہار فضیلت علیؑ کے خوف نے آپکے تمام اصول مقررہ کو نسیاً منسیا کرا دیا ۔ اللہ کرے اور بھی توفیق زیادہ ۔

بہر حال ہم سب سے پہلے اس واقعہ قدیم و عظیم کو کتاب مشکل الآثار امام طحاوی کی اصل عبارت ذیل میں نقل کرتے ہیں

عن اسماء بنت عمیس انّ النّبیّ صلّی اللہ علیہ واٰلہ وسلم صلی الظهر بالصهباء ثم ارسل علیّاً فی حاجته فرجع وقد صلّی النّبیّ صلّی اللہ علیہ واٰلہ وسلم العصر فوضع النّبیّ صلعم راسه فی حجر علی فلم یحرّکه حتی غابت الشمس فقال اللّٰهم ان عبدك علیّاً احتبس بنفسه علی نبیّك فردّ علیه شرقها قالت اسماء فطلعت الشمس حتی وقعت علی الجبال وعلی الارض ثم قام علی فتوضّاء وصلی العصر ثم غابت۔

اسماء بنت عمیس سے مروی ہے کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مقام صہبا میں پہونچکر نماز ظہر ادا فرمائی اُسوقت حضرت علی کو ایک ضرورت کے لیے بھیجا تھا جب وہ واپس آئے آنحضرت نماز عصر پڑھ چکے تھے اور حضرت علی کے آتے ہی اُن کے زانو پر سر رکھکر آرام فرمانے لگے ۔ تا اینکہ آفتاب غروب ہوگیا جب رسول اللہ صلعم بیدار ہوے اور اُن کو معلوم ہوا کہ حضرت علی نے نماز نہیں پڑھی تو دعا کی کہ الٰہی تیرے عبد خاص علیؑ نے تیرے نبیؐ کے لیے ایثار نفس کیا اُسکے لیے آفتاب کو بار دیگر طالع فرما۔ اسماء کہتی ہیں کہ ناگہاں آفتاب نکلا اور اُسکی شعاع پہاڑوں اور زمین پر ضیا فگن ہوئی اور حضرت علیؑ نے وضو کرکے نماز عصر پڑھی اسکے بعد پھر آفتاب غروب ہوگیا۔

قاضی عیاض شفاء میں لکھتے ہیں۔

عن اسماء بنت عمیس انّ النّبیّ صلعم کان یوحی الیه وراسه فی حجر علیؑ فلم یصلی العصر حتی غربت الشمس فقال النّبیّ اصلّیت یا علیؑ قال لا فقال اللّٰهم انه کان فی طاعتك وطاعة رسولك فاردد علیه الشمس قالت اسماء فرأیتها طلعت بعد ما غربت و وقفت علی الجبال والارض وذلك بالصهباء من خیبر تاریخ احمدی ص۲

اسماء بنت عمیس سے مروی ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر مبارک حضرت علی کے زانو پر تھا۔ اسی حالت میں رسول مقبول پر وحی کا نزول ہوا جسکی وجہ سے حضرت علی نماز عصر نہ پڑھ سکے پس جب وہ حالت نزول وحی رفع ہوگئی تو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی سے پوچھا کہ تم نے نماز عصر پڑھی ہے آنھوں نے کہا کہ نہیں پڑھ سکا آنحضرت صلعم نے مناجات کی کہ خداوندا علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں مصروف تھا

اُس کے لیے آفتاب کو بار دیگر طالع فرما۔ اسماء کہتی ہیں کہ ناگہاں دیکھا میں نے کہ آفتاب نکل آیا جسکی شعاعیں زمین اور پہاڑوں پر پڑیں اور یہ واقعہ مقام صہبا کا ہے جو خیبر کی راہ میں ہے۔

اس واقعہ کو صرف امام طحاوی اور قاضی عیاض ہی نے لکھا ہے۔ بلکہ علّامہ ابن مغازلی۔ علّامہ حموینی اور موفق ابن احمد خوارزمی نے بھی یوہیں لکھا ہے اور کتاب الارشاد میں یہ واقعہ حضرت ام سلمہ۔ اسماء بنت عمیس۔ جابر بن عبد اللہ اور ابو سعید خدری وغیرہم اکثر صحابہ کی زبانی منقول ہے۔ بلکہ صاحب کتاب الارشاد نے تو حسان بن ثابت کی زبانی یہ اشعار بھی اسو اقعہ کے متعلق نقل کیے ہیں

یا قوم من مثل علیّ وقد | ردّت علیہ الشمس من غائب
کون شخص علی کے مثل ہو سکتا ہے | جسکے لیے آفتاب غروب ہو کر پھر طالع ہوا
اخو رسول اللہ وصھرہ | والاخ لا یعدل بالصاحب
وہ رسول اللہ کے بھائی بھی ہیں اور داماد بھی | بھائی کا موازنہ دوستوں کے ساتھ نہیں ہو سکتا

آخر میں صاحب کتاب الارشاد امام طحاوی کی اس روایت کی تصدیق میں یہ قول لکھتے ہیں

وھذا الحدیثان ای شق القمر وردّ الشمس ثابتان ورواتھما ثقاۃ
یہ دونوں حدیثیں شق القمر اور ردّ الشمس ثابت ہیں اور انکے رواۃ ثقاۃ ہیں۔

علّامہ ابن حجر صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں۔

ومن کراماتہ الباھرۃ ان الشمس ردت الیہ لما کان راس النبی صلعم فی حجرہ والوحی ینزل علیہ وعلی لم یصل العصر وغربت الشمس فلما سری الوحی عنہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال اللھم ان علیا فی طاعتک وطاعۃ نبیک فارددعلیہ الشمس فطلعت بعد ما غربت صححہ الطحاوی والقاضی فی الشفاء وحسنہ شیخ الاسلام ابو ذرعہ وتبعہ غیرہ

جناب علی مرتضیٰ کی کرامات باہرہ میں سے آفتاب کی رجعت ہے اور اُسکا واقعہ یوں ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ کا سر مبارک انکی گود میں تھا اور آپ پر نزول وحی کی حالت طاری تھی۔ اور حضرت علیؑ نے نماز عصر نہیں پڑھی تھی اور آفتاب غروب ہو چکا تھا جب آنحضرت صلعم حالت وحی سے فارغ ہوے تو آپنے خدا سے دعا فرمائی کہ الٰہی علی تیری اور تیرے نبی کی طاعت میں تھا تو اُسکے لیے آفتاب کو پھیر لا۔ تو آفتاب غروب ہونے کے بعد پھر طالع ہو گیا۔ اس حدیث کو طحاوی نے صحیح بتلایا ہے اور قاضی نے شفاء میں بھی نقل کیا ہے اور شیخ الاسلام ابو ذرعہ نے بھی اسکو حسن لکھا ہے اور بہت لوگوں نے شیخ الاسلام کی اتباع میں اسکو صحیح تسلیم کیا ہے۔

(تفصیل کے لیے دیکھو ینابیع المودۃ فی القربیٰ مطبوعہ بمبئی ص ۱۴۱)

محدث دہلوی شاہ عبدالحق صاحب نے بھی مدارج النبوۃ میں مرقومۂ بالا تصریح و تفصیل کے ساتھ اس واقعہ کو لکھا ہے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تاریخ احمدی ص ۱۱ لکھنؤ)

محدث شیرازی۔ حافظ جمال الدین فضل اللہ شیرازی نے روضۃ الاحباب میں بھی اس واقعہ کو اسی تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اور نقل روایت کے بعد اسکی تصدیق و توثیق کی نسبت یہ محاکمہ فرمایا ہے۔

طحاوی کہ از اکابر علمای حنفیہ است در شرح آثار خویش گفتہ رواۃ این حدیث ثقاۃ اند و از احمد بن صالح نقل کردہ اہل علم را سزاوار نیست کہ تغافل کنند از حفظ این حدیث زیرا کہ از علامات نبوت است قاضی عیاض حصیبی مالکی در شفاے خویش این سخن از طحاوی نقل کردہ و شیخ ابوسعید گازرونی کہ از علمائے شافعیہ است نیز در منتقی خود آوردہ لیکن ذہبی در کتاب میزان الاعتدال تضعیف این حدیث نمودہ۔ بنابر آنکہ بعضے از اہل حدیث عمارہ بن مطر راوی را کہ یکے از رواۃ اینحدیث است تضعیف کردہ اند بنابر آنکہ مرویست از ابوہریرہ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرمود لم ترد الشمس الا علی یوشع بن نون این فقیر حقیر عفی عنہ گوید عمارہ بن مطر را بعض دیگر از اہل حدیث توثیق کردہ اند و بعضے وصف حفظ او کردہ اند چنانچہ از کلام ذہبی نیز معلوم مے شود۔ پس ضعف او دران مرتبہ نباشد کہ موجب رد حدیث او مطلقاً گردد۔ با آنکہ ائمہ مذکورین ایراد ان در کتاب خویش کردہ اند و اما حدیث ابوہریرہ احتمال دارد کہ مراد حضرت ازان این باشد کہ از جملہ انبیای ماتقدم بر من غیر یوشع علیہ السلام آفتاب مرد و نگشتہ باشد در آن حدیث از انسر و قبیل از واقعہ رد شمس بجہت علیؑ بودہ باشد مطبوعہ لکھنؤ ص ۲۹۵

طحاوی نے کہ اکابر علمائے حنفیہ میں سے ہیں اپنی کتاب شرح آثار میں لکھا ہے کہ اس حدیث کے سب راوی ثقہ ہیں اور احمد بن صالح کا یہ قول نقل کیا ہے کہ تمام علما کو یہ حدیث خاص طور پر یاد کر لینا چاہیے اسلیے کہ یہ حدیث علامات نبوت میں داخل ہے اور قاضی عیاض حصیبی مالکی اپنی کتاب شفار میں طحاوی کے یہ تمام اقوال لکھتے ہیں اور تضعیف نہیں کرتے اور شیخ سعید گازرونی نے بھی جو علمائے شافعیہ میں ہیں۔ اس حدیث کو اپنی کتاب منتقی میں لکھا ہے۔ لیکن ذہبی نے میزان الاعتدال میں اس حدیث کی تضعیف کی ہے اسوجہ سے کہ اس روایت کے ایک راوی عمارہ بن مطر راوی کو بعض علمائے حدیث نے ضعیف لکھا ہے اور نیز اسوجہ سے کہ ابوہریرہ سے منقول ہے کہ فرمایا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کہ رجعت شمس کسی کے لیے سوائے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے واقع نہیں ہوئی فقیر حقیر (محدث شیرازی) خدا اُس کو معاف کرے کہتا ہے کہ عمارہ بن مطر کی بعض دوسرے ارباب حدیث نے توثیق بھی کی ہے اور بعض نے اسکو وصف حفظ حدیث کے ساتھ موصوف بتلایا ہے۔ جیسا کہ ذہبی کے قول سے بھی معلوم ہوتا ہے اسلیے اسکا ضعف اس درجہ کا

نہین ہے کہ اوس سے روایت نہ لیجاے۔ حالانکہ اوسکی مرویات مذکورۂ بالا کو امامان حدیث نے اپنی کتابون مین نقل کیا ہے۔ اب رہی ابوہریرہ کی حدیث۔ اوسمین یہ احتمال ہوسکتا ہے کہ مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی یہ ہو کہ مخصوص طبقہ انبیا مین سواے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے اور کسی کے لیے رجعت شمس نہین ہوئی۔ یا آپ نے یہ حدیث اس مشاہدہ کے وقوع سے پہلے بیان فرمائی ہو۔

عمرۃ الصلح (۷ھ ہجری)

صلح حدیبیہ کے شرایط مین ایک شرط یہ بھی تھی کہ جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم اس مرتبہ حج نہ بجالائین بلکہ سال آیندہ اداے حج فرمائین

چونکہ صلح کو سال بھر ہوچکا تھا اس لیے آپ نے اداے حج عمرہ کا قصد فرمایا اور حکم دیا کہ جو لوگ صلح حدیبیہ کے موقع پر شریک تھے یہ سب مناسک عمرہ بجالائین حکم کی دیر تھی تمام لوگ ہوکدب سالت کے ہمرکاب تھے۔ مدینہ کے انتظام حضرت ابوذرغفاریؓ کو سپرد ہوے اور ۲۵ ذیقعدہ ۷ھ ہجری کو مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کی طرف روانگی ہوئی۔ ناجیہ اسلمی کو قربانی کے اونٹ جو شمار مین ۶۰ تھے یا شتر اور باربرداری کے جانور۔ سواری کے گھوڑے محمدؐ بن مسلمہ کی محافظت مین اور اسلحہ جات وغیرہ بشیر بن سعد کی سپردگی مین ایک روز قبل روانہ فرمادیے گئے۔ کم وبیش چھ سو مہاجرو انصار کی جمعیت آنحضرت صلعم کے ہمراہ روانہ ہوئی۔ منزل ذوالحلیفہ مین پہونچکر احرام باندھا گیا۔ اور وہین سے مسلمانون کا قافلہ لبیک گویان آگے بڑھا۔

خدا کے خالص بندون اور عقیدتمندون کی قلبی مسرت وجذبات کی کوئی حد نہ تھی۔ قلب پُرنور رسالت بھی ان محسوسات سے خالی نہین تھا۔ فیضان قدرت کے مناظر پیش نظر تھے۔ جس آبائی مسکن ووطن سے ہجرت فرمانیکی مجبوری ہوئی تھی۔ اور جس شہر ومقام کی طرف ظلمہ وقت کی شدت مخالفت کی وجہ سے معاودت ومراجعت فرمانا تو کہان صرف قصد وارادہ کرنا بھی خطرہ سے خالی نہین تھا۔ اوسی مقام اور اوسی شہر خاص مین آپ اسوقت بخوف وہراس اور بلا تامل ووسواس اس شوکت واہتمام اور اطمینان وآرام سے اتنی بڑی جمعیت کے ساتھ تشریف لیے جارہے ہین۔ اکثر السفر مفتاح الظفر (سفر کامیابی کی کنجی ہے) کا قدیم اور مشہور قول اسی مبارک سفر پر پورے طور سے صادق آتا ہے۔ جسکی ایک ایک منزل کیا ایک ایک قدم اسلام کی فتح عظیم کا نقش کالحجر تھا۔

قریش سے راہ مین ملاقات محمدؐ بن مسلمہ کے ہمراہی جب منزل مراء الظہران مین پہونچے۔ تو وہان کفار قریش کے چند لوگ ملے۔ اونھون نے محمد بن مسلمہ کے ساتھ یہ سامان دیکھکر دریافت کیا اور حقیقت حال معلوم کرکے سیل بیا بان کی طرح دوڑے اور قریش کو خبر کردی۔ مشرکین مین اب جان تو باقی نہین تھی۔ جو کچھ تھی وہ جہالت کی

اینچ تان تھی۔ سب کے سب سطوت اسلام سے مرعوب ہو کر پہاڑون پر چلے گئے۔ لیکن خلاف شرط معاہدہ اسلحہ جات کا ہمراہ لانا سنکر اونھون نے مکرز بن حفص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین بغرض استفسار بھیجا۔ مکرز بن حفص راستہ پر کھڑا ہو گیا۔ جب موکب رسالت اودھر سے گزرا تو مکرز نے حاضر ہو کر عرض کی ہتیار ون کا لانا خلاف شرط ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہم تمام شرائط معاہدہ پر ثابت قدم ہین۔ اور انشاء اللہ سر مو اوس سے تجاوز نکرینگے ہم نے ہتیار صرف راستہ کی محافظت کے خیال سے ہمراہ لیا ہے۔ ان مین سے ایک حربہ بھی مکہ مین نہین جائیگا اور شہر سے منزل دو منزل آگے چھوڑ دیا جائیگا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ مکرز بن حفص نے واپس اگر قریش سے حضرتؐ کا جواب کہدیا۔ وہ بھی سنکر مطمئن ہو گئے۔

بطن یاجج مین سب اسلحات چھوڑ دیے گئے۔ اور دو سو مسلمانون کا دستہ اونکی حفاظت پر مقرر کر دیا گیا اور قربانی کے اونٹ مقام ذوی طوی مین بھیجدیئے گئے۔ صرف ایک ایک تلوار وہ بھی نیام کے اندر حمائل کر کے مہاجر و انصار کا قافلہ جناب رسولخدا صلعم کے ہمراہ آگے بڑھا۔ مقام حجون مین پہونچ کر آپ اپنے ناقہ قصوا پر سوار ہو کر لبیک گویان بکمال شوکت و جلال داخل مکہ ہوے۔ عبد اللہ بن رواحہ ناقہ کی مہار تھامے تھے اور یہہ اشعار پڑہتے جاتے تھے۔

مکہ مین موکب رسالت کا داخلہ

خلوا بنی الکفار عن سبیلہ — الیوم نضربکم علی تنزیلہ

کافرو، سامنے سے ہٹ جاؤ — آج جو تم نے اوترنے سے روکا تو ہم تلوار کا وار کرینگے

ضربا یزیل الہام عن مقیلہ — ویذھل الخلیل عن خلیلہ

وہ وار جو سر کو جو ابگاہ سر سے الگ کردے — اور دوست کے دل سے دوست کا دل بھلادے

یا رب انی مومن بقیلہ — انی رایت الحق فی قبولہ

خدایا۔ ہم تحویل حکم قبلہ پر ایمان لائے ہین — اور قول رسولؐ کو عین حق تسلیم کر چکے ہین

ان اشعار پڑہنے سے حضرت عمر کی ممانعت

امام قسطلانی لکھتے ہین کہ حضرت عمر نے عبد اللہ بن رواحہ کو اس رجز کے پڑہنے سے منع کرنا چاہا۔ یہ کہکر کہ خدمت رسولؐ مین اشعار پڑھنا مناسب نہین ہین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سن لیا۔ ارشاد فرمایا۔ اے عمر مین خود سنتا ہون۔ یہ ارشاد سنکر حضرت عمر چپ ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے عبد اللہ بن رواحہ کو حکم دیا کہ یہ اشعار پڑہو۔

لا الہ الا اللہ وحدہ — نصر عبدہ واعز جندہ

خدائے واحد کے سوا کوئی خدا نہین ہے — اوسی نے اپنے بندہ کی مدد کی اور اوسکے لشکر کو عزت دی۔

وھزم الاحزاب وحدہ — اور اوسکی وحدت نے جماعت کفار کو مار بھگایا (زرقانی صفحہ ۲۹۶ جلد ۲)

جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام ہمراہیون کے ساتھ باطمینان وآرام تمام مناسکات حج ادا فرمائے۔

سُنّت رَمل — مکّہ والے مدینہ والون کو عموماً کمزور اور ضعیف سمجھتے تھے۔ اور اسی کے ساتھ تمام مہاجرین کو بھی مدینہ کی بو دو باش کی وجہ سے لاغر و ناتوان تعیین کرنے لگے تھے۔ آنحضرت صلعم نے اونکے ان توہمات کی اصلاح کے خیال سے تمام مہاجرین و انصار کو حکم دیا کہ طواف کے پہلے تین شوطون (گشت) مین وہ اکڑتے ہوئے چلین کہ تنگدل مخالفین کو اون کی کشادہ ہمی کے مشاہدے ہو جائین۔ عربی مین اس طریق سے چلنے کو رَمل کہتے ہین۔ مسلمانون نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور بقول شبلی صاحب آجتک یہ سُنّت باقی ہے۔

کفار اس منظر کو کیا ٹھنڈے دل سے دیکھتے تھے۔ کبھی نہین۔ وہ دل ہی دل مین اس فتح عظیم اسلام اور تکمیل بشارت حضرت خیر الانام علیہ وآلہ السلام کو دیکھ دیکھ کر جلے جاتے تھے۔ لیکن کر ہی کیا سکتے تھے۔ معاہدہ لکھ چکے تھے شرط کر چکے تھے۔ اقرار سے انکار۔ اعتراف سے انحراف ممکن نہین تھا۔ خون کے گھونٹ پی پیکر رہگئے۔ جیون ہی تیسرا دن تمام ہوا۔ چند عمائد قریش حضرت علی مرتضیٰ کے پاس آئے اور کہا کہ ایام شرط پورے ہوگئے۔ آپ آنحضرت صلعم سے کہدین کہ شہر خالی کر دین اور شرط معاہدہ کے موافق مدینہ واپس جائین۔ حضرت علی ؑ نے اونکا پیام خدمت رسالت مین پہونچایا۔ آپ نے اوسی وقت مراجعت کا قصد کر دیا اور ارشاد فرمایا کہ بدعہدی اسلام کا شعار نہین ہے۔

امامہ بنت حضرت حمزہ علیہ السلام — مکّہ سے روانگی کے وقت حضرت حمزہ ؑ کی صغیر السن صاحبزادی۔ جن کا نام امامہ تھا اور روایتاً مکّہ ہی مین تھین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چچا۔ چچا۔ کہتی ہوئی دوڑی آئین اور عرض کرنے لگین ہمین بھی ساتھ لیتے چلئے۔ حضرت علی مرتضیٰ ؑ نے فرط محبت سے گود مین اوٹھا لیا۔ اور بروایت قسطلانی و زرقانی۔ جناب سیدہ حضرت فاطمۃ الزہرا ؑ کی محمل کے پاس لاکر بچی کو اونکے سپرد فرما دیا۔ جب مدینہ مین پہونچے تو آنحضرت صلعم کی خدمت مین امامہ کی ولایت و کفالت کے تین برابر کے دعویدار حاضر ہوئے اونمین ایک زید بن حارثہ تھے۔ دوسرے جعفر ابن ابیطالب۔ تیسرے علی ابن ابیطالب۔ زید کا دعویٰ تھا کہ عقد مواخاۃ کے رُو سے حضرت حمزہ ؑ ہمارے بھائی تھے۔ چنانچہ شہادت کے وقت وہ مجھی کو اپنا وصی قرار دیچکے ہین۔ اس بنا پر امامہ کی ولایت کا مجھسے زیادہ مستحق کوئی نہین ہوسکتا۔ حضرت جعفر ؑ کا بیان تھا کہ" یہ میرے چچا کی لڑکی ہے۔ لہذا مجھسے بڑھکر نہ اس کا کوئی ولی ہوسکتا ہے اور نہ قریب تر خیرخواہ۔ حضرت علی فرماتے تھے کہ آپ سب حضرات تو وہین موجود تھے۔ لیکن یہ بچی سب کو چھوڑ کر سب سے پہلے میری گود مین چلی آئی۔ گویا اسکے نزدیک مجھسے بڑھکر کوئی اور اسکا ولی نہین تھا۔ چنانچہ وہ اسوقت تک میرے پاس ہے۔ اس سے زیادہ اثبات استحقاق اور کیا ہوگا۔ جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کے دعوے سُنکر امامہ بنت حضرت حمزہ کو

اسماء بنت عمیس کو نہیں دیا کہ وہ حقیقی خالہ تھیں۔ اور ارشاد فرمایا کہ خالہ ماں کے برابر ہوتی ہے۔ اسماء اوس وقت حضرت جعفر کے نکاح میں تھیں۔ (زرقانی از صـ ۱۹۹-۲)

عمر عاص اور خالد بن ولید کا اسلام

زرقانی اور روضۃ الاحباب میں ان دونوں حضرات کے اسلام لانیکی کیفیت خود انکی زبانی یوں مرقوم ہے۔

عمر عاص بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ خندق کی شکست کے بعد سے مجھے یقین ہو گیا کہ آنحضرت صلعم کے امور ضرور بلند ہوتے جائینگے اور آپ اب کسی قوم و قبیلہ کی طاقت سے مغلوب نہیں ہونگے۔ یہ سوچکر میں نے اپنے احباب سے مشورت کی۔ اور اون سے اپنی یہ تجویز بیان کی کہ مناسب یہ ہے کہ ہم نجاشی کے پاس چلے جائیں۔ اور طرفین کے امور کا انتظار کریں۔ اگر ہماری قوم غالب ہو جائے تو ہم باطمینان تمام مکہ واپس آئیں۔ اور اگر مسلمان غالب آئیں تو ہم وہیں پناہ گزین ہو جائیں۔ میرے احباب نے میری تجویز کو بہت پسند کیا اور میں نجاشی بادشاہ حبشہ کے لیے بہت سے نفیس اور گرانبہا تحفے لیکر نجاشی کے پاس پہونچا۔ میرے پہونچنے سے پہلے عمر بن امیہ ضمیری نامۂ رسالت لیکر نجاشی کے پاس پہونچ چکے تھے۔ اور بادشاہ نے بڑے اعزاز و اکرام سے نامۂ مقدس لیکر اونکو اپنا مہمان کیا تھا۔ میں نے نجاشی سے خلوت میں ملاقات کر کے کہا کہ عمر بن امیہ کو مجھے حوالہ کر دیجیے کہ میں اوسے قتل کر ڈالوں۔ اوسکے قتل کر دینے سے قریش میں میری آبرو رہجائے گی۔ اور عزت بڑھ جائیگی۔ یہ سنکر نجاشی نے مارے غیرت کے اپنے مونہہ پر طمانچے مارلیے اور کہا یہ مجھسے کیسے ہو سکتا ہے کہ میں کسی شخص کے ایلچی کو دشمن کے ہاتھ میں قتل کر دینے کے لیے دیدوں اور اپنے لیے ابد الآباد تک یہ ننگ و عار قائم کر لوں۔ اور پھر کس مقدس بزرگ کا ایلچی اور فرستادہ جس پر ناموس اکبر (جبرئیل ع) کا نزول ہوتا ہے۔ میں نے کہا۔ اے بادشاہ۔ کیا واقعی ایسا ہوتا ہے اور آپ بھی اسپر اعتقاد رکھتے ہیں۔ نجاشی بولا۔ حیف ہے عمر عاص۔ تم قریب رہکر اتنا بھی نہیں جانتے۔ میں تمھیں آگاہ کیئے دیتا ہوں کہ وہ ضرور نبی برحق ہے۔ اوسکی اطاعت اختیار کرو۔ اوسکی باتوں کو سنو اور مانو۔ اور جان لو کہ اوس پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ بلکہ وہی اپنے سب مخالفین پر غالب ہو کر رہے گا۔ جیساکہ موسیٰ ع۔ فرعون اور اوسکی تمام قوم پر غالب آئے یہ سنکر میں نجاشی کے ہاتھ پر مسلمان ہوا۔ اور ملک حبش سے واپس آیا۔

یہاں تک لکھکر زرقانی بطور مطایبہ لکھتے ہیں

وفی اسلام عمر عاص علی ید النجاشی لطیفۃ	نجاشی کے ہاتھ پر عمر عاص کے مسلمان ہونے میں ایک خاص لطیفہ ہے
ھی صحابی اسلم علی ید تابعی ولا یعرف مثلہ	وہ یہ کہ صحابی تابعی کے ہاتھ پر اسلام لاتا ہے اور اسو اقعہ کی
ص ۲۰۶ مصر	کوئی اور مثال مجھے معلوم نہیں ہے (مصر صـ ۲۰۶)

عمر عاص اپنی کیفیت آگے یون بیان کرتے ہین۔

مین حبش سے لوٹ کر مکہ آیا اور اپنے مذہب اسلام کو تمام احباب سے چھپایا۔ اور مدینہ کے قصد سے روانہ ہُوا۔ راستہ مین خالد ابن ولید ملے۔ پوچھا کہان جاتے ہو۔ بولے۔ مدینہ جاتے ہین۔ اسلیے کہ خدا کی قسم اب مجھے یقین ہو گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی برحق ہین۔ اب مجھپر صراط مستقیم ہویدا اور آشکار ہو گئی۔ اور اب مین رکنے کا نہین۔ جاؤنگا اور اون پر ایمان لاؤنگا۔ مین نے کہا۔ سبحان اللہ۔ مین بھی تو اسی قصد سے جاتا ہون۔ غرضکہ ہم اور خالد دونون مدینہ پہونچکر خدمت رسالت مین حاضر ہوے اور شرف اسلام سے مشرف ہوئے۔ زرقانی ص ۳۰۰ روضۃ الاحباب ص ۳۴۹

اسلام خالد بن ولید

خالد بن ولید اپنے ایمان لانیکی کیفیت یون بیان کرتے ہین۔

واقعہ حدیبیہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز خوف پڑھ رہے تھے۔ مین کمین گاہ مین تھا۔ اس موقع کو غنیمت سمجھکر مین نے اپنے ہمراہی دستہ فوج کے ساتھ حملہ کر کے آپ کا وہین خاتمہ کر دینا چاہا۔ مگر مین کامیاب نہو سکا۔ اور آپ تک دسترس نہ پا سکا۔ اوسی وقت سے مجھے یقین ہو گیا کہ خداے برحق آپ کا نگہبان ہے۔ اور آپ ضرور ہماری قوم پر غالب آئینگے۔ اسکے بعد معاملات فیمابین مصالحت سے طے پا گئے۔ اسکے ساتھ ہی مجھے یقین ہو گیا کہ قوم قریش مین نہ اب کوئی جلادت و قوت باقی ہے نہ شان و شوکت۔ بہتر ہے کہ ہجرت وطن اختیار کر کے کسی اور ملک مین نکل جاؤن نجاشی کے پاس مجھے منظور نہین۔ اسلیے کہ وہ مسلمان ہو چکا ہے۔ اس سے بہتر ہے کہ ہرقل رومی کے پاس چلا جاون اور یہودی یا نصرانی ہو جاؤن۔ لیکن پھر اس ارادے کو بھی فسخ کر دیا۔

مین اسی حالت مین تھا کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکہ مین بغرض ادا ے عمرہ آمد آمد مشہور ہوئی مجھے اسکے سننے کی تاب نہ آئی۔ مین عمداً مکہ سے باہر چلا گیا۔ آپ تشریف لاکر مکہ مین تین دن تک مقیم رہے۔ اسی اثنا مین میرا بھائی ولید بن ولید مشرف باسلام ہو گیا۔ آنحضرت صلعم نے اوس سے میری نسبت دریافت کیا۔ بھائی نے حقیقت عرض کر دی۔ جب آپ تشریف لے گئے تو بھائی نے مجھے خط مین لکھ بھیجا کہ آنحضرت صلعم تمھین پوچھتے تھے اور فرماتے تھے کہ خالد ایسا شخص نہین ہے کہ اوس سے اسلام کی حقیقت ابھی تک چھپی ہو۔ اگر وہ مسلمان ہو کر مہاجرین و انصار کے ساتھ ہو کر جوہر شجاعت دکھلاے تو اوسکے لیے ہر طرح بہتر ہو گا۔ مین تو خدا کے فضل و کرم سے مسلمان ہو گیا تعجب ہے کہ تم ابتک مسلمان نہین ہوے۔

خالد کا بیان ہے کہ بھائی کا یہ خط پا کر مین کمال مسرور ہوا۔ اور مکہ مین واپس آکر مدینہ جانے کا سامان کرنے لگا اور عثمان بن طلحہ عبدری کو جو میرا قدیم رفیق تھا اپنے ساتھ لیکر مدینہ روانہ ہو گیا۔ جب منزل ہدی پر پہونچا تو عمر عاص سے ملاقات ہوئی۔ ہم دونون مین اظہار خیالات ہوے اور اب یہان سے ہم تینون ملکر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوکے مدینہ

پہونچکر ہلوگون نے غسل کیا۔ نئے کپڑے پہنے۔ خدمت نبویؐ مین حاضر ہوئے۔ جمال مبارک کو دیکھتے ہی عرض کی السلام علیک یا رسول اللہ واشھد ان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ۔ آپ نے تبسم ہو کر ارشاد فرمایا۔

الحمد للہ الذی ھدٰک الی الاسلام اوس خدا کا شکر ہے جس نے تمکو اسلام کی طرف ہدایت فرمائی

غزوۂ موتہ

(آغاز سال ۸ہجری)

علاقہ شام مین شہر بلقاء سے پورب کی طرف ایک مقام کا نام موتہ ہے۔ جہان کی تلوارین عرب مین بہت مشہور تھین اسکے ثبوت مین عرب کے قدیم شاعر کثیر کا یہ مصرعہ موجود ہے۔

صوادم یجلو ھا بموتۃ صیقل وہ تلوارین جنکو موتہ مین صیقل گر جلا دیتا ہے۔

جلد دوم مین ارسال نامجات کے باب مین بیان ہو چکا ہے کہ تبلیغ اسلام کی غرض خاص سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلاطین ملکی اور امراء و رؤسا قبائل کے نام خط لکھے تھے۔ انھین مین شرحبیل بن عمر کے نام بھی نامۂ رسالت حارث بن عمیر کی معرفت بھیجا گیا تھا۔ شرحبیل علاقہ حوران کا حکمران تھا شہر بصرہ اوسکا دار الحکومت تھا شرحبیل قیصر کا باجگزار اور زیر اقتدار تھا شرحبیل نے نامۂ رسالت کے ساتھ بے ادبی کی اور عمیر کے ساتھ یہ قساوت قلبی کہ انکو فوراً قتل کر ڈالا۔

جناب رسولخدا صلعم نے ان کے خون ناحق کے قصاص و معاوضہ کی غرض خاص سے تین ہزار فوج طیار کی اور زید بن حارثہ کو اس لشکر کا امیر بنایا۔ اور تمام اکابر صحابہ کو سوائے حضرت علی مرتضیٰ کے انکی ماتحتی مین روانگی کا حکم دیا اور ہدایت فرمادی کہ اگر زید شہید ہو جائین تو حضرت جعفر بن ابیطالب امیر لشکر ہون۔ وہ بھی فائز بشہادت ہون تو عبد اللہ بن رواحہ سردار لشکر بنائے جائین۔

زید بن الحارثہ آنحضرت صلعم کے غلام تھے۔ حالانکہ آزاد ہو چکے تھے۔ اور مساوات اسلامی اور صحبت نبوی کے فیوض سے ہر طرح ممدوح تھے۔ لیکن تاہم بقول شبلی صاحب۔

حضرت جعفر طیار حضرت علی کے حقیقی بھائی تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقرب خاص تھے عبد اللہ ابن رواحہ معزز انصاری اور مشہور شاعر تھے۔ اس بنا پر لوگون کو تعجب ہوا کہ جعفر و عبد اللہ کے ہوتے زید کو افسر کرنا کس بنا پر ہے۔ چنانچہ لوگون مین چرچے ہوئے۔ لیکن اسلام جس مساوات عام کے قائم کرنے کے لیے آیا تھا اوس کے لیے اسی قسم کا ایثار درکار تھا۔ اسامہ کی مہم مین جسمین تمام مہاجرین کو شرکت کا حکم ہوا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھین زید کے صاحبزادے حضرت اسامہ کو فوج کا افسر مقرر کیا تھا اس وقت بھی لوگون مین چرچے ہوئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنا تو خطبہ دیا اور فرمایا کہ ان لوگون نے انکے باپ کی افسری پر بھی اعتراض کیا تھا حالانکہ یقیناً وہ افسری کے قابل تھے۔ چنانچہ صحیح البخاری باب المغازی مین یہ تفصیل یہ واقعہ مذکور ہے۔ سیرۃ النبیؐ جلد اول صلا۳۷

بہرحال لشکر اسلام آراستہ ہوکر مدینہ منورہ سے روانہ ہوا۔ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثنیۃ الوداع کے مقام تک بالنفس النفیس لشکر اسلامی کی مشایعت فرمائی۔ اور شام کی طرف اونکو رخصت فرماکر واپس آئے۔ یہ ظاہر ہے کہ اس لشکر کشی سے سوائے قصاص حارث کے اسلام کی اور کوئی غرض نہین تھی۔ لیکن چونکہ تبلیغ اسلام اور تعلیم ایمان اسکے ہر جزوی اور کلی امور مین داخل تھی اس لیے لشکر کو رخصت کرتے وقت امراء لشکر کو حسب ذیل احکام خاص طور پر نافذ فرمائے گئے۔

امراء لشکر کو خاص احکام

(۱) مقابلہ سے پہلے مخالف کو اسلام کی دعوت دینا۔ اگر خوش قسمتی سے وہ قبول کرلین تو پھر مقابلہ و مقاتلہ کی مطلق ضرورت باقی نہین۔ (۲) اخوت اسلامی اور محبت انسانی کا مقتضا یہی ہے کہ اوس مقام پر ضرور جانا جہان حارث ابن عمیر کا خون ناحق بہایا گیا ہے۔

شرحیل کے جاسوس تمام لگے ہوئے تھے لشکر اسلام کی منزل منزل کی خبر برابر پہونچاتے رہتے تھے۔ لشکر اسلامی کی شوکت وسطوت نے شرحیل کو اتنا مرعوب بنا دیا تھا کہ بالآخر وہ قلعہ بند ہوگیا اور اوس نے ہرقل رومی (قیصر) سے مدد مانگی۔ قیصر بیشمار فوج لیکر چلا۔ اور مقام مآب مین۔ جو اضلاع جابلقاء مین واقع ہے مقیم ہوا۔

زید بن حارثہ کو بھی غنیم کی خبر برابر ملتی رہتی تھی۔ مخالف کی طیاری اور کثرت تعداد معلوم کرکے زید نے دربار رسالت مین خبر دینا اور حکم ثانی تک انتظار کرنا چاہا۔ لیکن عبداللہ بن رواحہ نے اونکی تجویز سے اختلاف کرکے کہا کہ ہمارا مقصود نہ ملک گیری ہے اور نہ عیسائیون پر فتحیابی۔ بلکہ قصاص حارث کی کوششون مین شرف شہادت سے بہرہ اندوزی ہمارا نصب العین ہے اور وہ ہمکو ہر وقت حاصل ہوسکتی ہے۔ عبداللہ کی اس پرجوش اور مردانہ صلاح سے سب نے اتفاق کیا۔ اور اسلام کا یہ لشکر قلیل آگے بڑھا۔

غنیم سے مقابلہ زید کی شہادت

غنیم بھی اپنا ٹڈی دل۔ لشکر عظیم لیے بڑھتا ہوا چلا آیا۔ اور شہر موتہ کے میدان مین طرفین کی فوجین مقابلہ پر طیار ہوگئین۔ غنیم اپنی ایک لاکھ فوج طیار لیکر اسلام کی مٹھی بھر جمعیت پر حملہ آور ہوا۔ پہلے ہی حملہ مین زید بن حارثہ زخم سنان سے مجروح شہید ہوگئے۔ رحمہ اللہ تعالی رحمۃ واسعۃ۔

حضرت جعفر کی شہادت

جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے موافق۔ زید کی شہادت کے بعد

حضرت جعفرؓ علم لیکر آگے بڑھے۔ اور اظہار شجاعت مین مبارزان عرب کے قدیم دستور کے مطابق میدان مین پہونچتے ہی اپنے گھوڑے کی کونچین کاٹ ڈالین۔ گویا یہ اپنی ثابت قدمی کا ثبوت تھا کہ کوئی ذریعۂ فرار بطور ظاہر باقی نرہے اسکے بعد پیدل ہوکر غنیم سے دیر تک بڑی جگرداری اور پامردی کے ساتھ لڑتے رہے۔ کسی کا ہاتھ انکے سیدھے ہاتھ پر پڑ گیا۔ اور پورا پڑ گیا۔ فوراً ہاتھ کٹ کر زمین پر آ رہا۔ حضرت جعفر بکمال استقلال علم کو بائین ہاتھ کی بغل مین دابکر لڑتے رہے۔ اس اثنا مین بائین ہاتھ پر بھی ویسی ہی ضرب پڑی اور وہ ہاتھ بھی شانہ سے جدا ہو گیا۔ پھر غنیم نے انکو بیقابو پاکر ہتیارون سے چور چور کر دیا۔

صحیح بخاری مین حضرت عبد اللہ بن عمر کا چشم دید بیان لکھا ہے کہ مین نے اوس دن جعفرؓ کی لاش کو دیکھا تو تلوارون اور برچھیون کے نوے زخم لگے تھے۔ لیکن سب کے سب سامنے کے جانب تھے۔ پشت نے یہ داغ نہین اوٹھایا تھا۔ سیرۃ النبیؐ ص ۳۷۱۔

عبد اللہ بن رواحہ کی شہادت حضرت جعفر کے شہید ہو جانیکے بعد حسب الحکم رسالت عبد اللہ ابن رواحۃ الانصاری علم فوج لیکر آگے بڑھے۔ روضۃ الاحباب مین مرقوم ہے کہ عبد اللہ بن رواحہ نے طلب شہادت کے شوق مین تین روزے نذر کے رکھے تھے۔ اوس روز روزے پورے ہو چکے تھے۔ گویا یہ روز عید اور یوم افطار تھا۔ دسترخوان پر بیٹھکر کھانا کھانا ہی چاہتے تھے۔ کہ میدان جنگ سے حضرت جعفر کی شہادت کی خبر آئی۔ کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا اور کہا کہ اب جعفر کے بعد نعمت دنیا سے لذت پذیر ہونا بیکار ہے۔ بھائی سامنے کھڑے تھے ہر چند اونھون نے کھانا کھا لینے کے لیے اصرار کیا لیکن یہ ویسے ہی اوٹھکھڑے ہوئے۔ اور میدان جنگ مین آکر مشغول حرب وضرب ہوے۔ اس اثنا مین اون کی اونگلی مین ضرب آئی اور وہ تیغ زنی مین حارج ہونے لگی۔ عبد اللہ گھوڑے سے نیچے اوتر پڑے اور مجروح اونگلی کو پاؤن کے نیچے دابکر مقام جراحت سے فوراً جدا کر دیا۔ پھر گھوڑے پر سوار ہو کر باستقلال تمام لڑتے رہے۔ شہادت مین جیوان چون دیر ہوتی تھی یہ اپنے دل مین کہنے جاتے تھے۔ کہ اگر میری روح اہل وعیال کے تعلّقات کی وجہ سے جدا ہونا نہین چاہتی تو مین نے اسی وقت بی بی کو طلاق دی اور بچون سے افتراق اختیار کیا۔ اگر غلامون کی محبت سے دنیا چھوڑتی نہین جاتی تو مین نے اون سب کو اسی وقت فی سبیل اللہ آزاد کر دیا۔ اور اگر دولت وملکیت کے سبب سے میری اجل نہین آتی تو مین نے اپنی تمام دولت وملکیت جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین نذر کر دی۔ روضۃ الاحباب ص ۴۰۸۔

شہادت کا یہ خالص طلب گار۔ اسلام کا سچا جان نثار۔ دیر تک بکمال شجاعت و دلیری مصروف کارزار رہا بالآخر اپنی تمنا و آرزو کے موافق شاہد شہادت سے ہمکنار ہوا۔

خالد کی امارت غیر منصوص چونکہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقرر کردہ امیران لشکر سب کے سب شہید ہو چکے تھے اس لئے ثابت ابن قرم نے عبد اللہ بن رواحہ کے بعد علم فوج تو لے لیا۔ لیکن لشکر کو مخاطب کر کے کہا کہ آپ لوگ جلد ایک امیر مقرر کر لین ورنہ مخالف ہماری بدنظمی سے فائدہ اوٹھا کر ہم پر غالب آجائے گا۔ لوگون نے کہا ہم تعین کو امیر بناتے ہین۔ ثابت نے کہا مجھین اسکی صلاحیت ہی نہین۔ تب لوگون نے خالد بن ولید کو جلدی سے علمدار فوج بنا کر بھیجا اور ثابت نے علم فوج اونکے حوالے کر دیا۔ چنانچہ زرقانی جلد دوم مین ہے۔

ثم اخذ اللواء خالد بن ولید ولم پھر خالد ابن ولید نے علم لیا۔ وہ امیر (مقرر شدہ) مین سے تکن من الامراء وھو امیر نفسہ ص۲۷۱ بلکہ اونھون نے اپنے جی سے امارت قبول کر لی تھی۔

تینون امرا کے یکے بادیگرے شہید ہو جانیکے باعث لشکر اسلامی مین انتشار پیدا ہو گیا تھا اور ہر شخص فرار کرنے پر طیار ہو گیا تھا خالد نے میدان جنگ کا رنگ بیرنگ دیکھکر اُکھڑی ہوی فوج کو جما لینا چاہا اور قطبیہ بن عامر نے جیسا کہ محدث شیرازی لکھتے ہین۔ مبارزان اسلام کو بہت متنبہ کیا اور کہا کہ تملوگون کے ارادے کے خلاف مین تو گریز پائی کے شرم و عار اختیار کرنے سے میدان جنگ مین تھا را پارہ پارہ ہو کر دشمنون کے ہاتھ سے مارا جانا کہین بہتر سمجھتا ہون۔ خدا کی قسم میرے لیے تیغ و سنان کے زخم اہل مدینہ کی طعن زبان سے زیادہ خوشگوار ہین جو گھر بھاگ کر مجھکو اور تمکو سُننے پڑینگے۔

اس کلمہ و کلام مین شام ہو گئی۔ اور رات کی وجہہ سے جانبین کی لڑائی موقوف کر کے اپنے اپنے فرودگاہ پر واپس گئے۔ اہل اسلام کی شجاعت و دلیری کا پردہ رہگیا۔ خالد بن ولید کو فوج کی بیدلی کا اصلی سبب اونکی قلت معلوم ہوئی۔ اور اس مین کوئی کلام نہین کہ مخالف کی کثرت کے مقابلہ مین مسلمانون کی تعداد کچھ بھی نہین تھی۔ خالد اس اصلی راز کو سمجھ گئے۔ دوسرے دن صبح کو اونھون نے ایک خاص حیلہ سے کام لیا۔ فوج اسلامی کی قلیل تعداد کو معرکہ آرائی کے اصول پر۔ مقدمہ۔ ساقہ۔ میمنہ اور میسرہ مین تقسیم کر کے غنیم کی نگاہ مین تھوڑی تعداد کو بہت دکھلایا۔ اس تدبیر کا یہ اثر ہوا کہ عیسائیون نے سمجھ لیا کہ مسلمانون کی امدادی فوج آگئی اس لیے روز گذشتہ کی ایسی ہمت اون مین نہین رہی۔ اور مسلمانون کی فوج بھی خالد کی ماتحتی مین بڑی جگرداری سے لڑی۔ خالد کا بیان ہے کہ اوس روز یکے بادیگرے نو تلوارین میرے ہاتھ مین ٹوٹ گئین۔

یہ سب کچھ تو ہوا۔ لیکن اسکا علاج کیا تھا کہ باوجود اسکے کہ مسلمانون نے عیسائیون کی جمعیت کثیر کو مقتول کیا۔ لیکن اونکی کثرت اتنی تھی کہ اونکی طرف کی افراد ذرا بھی معلوم نہین ہوتی تھی۔ بخلاف انکے۔ اگرچہ مسلمان بہت کم شہید ہوئے تھے۔ لیکن قلت تعداد کی وجہہ سے اون مین صاف صاف کمی ظاہر ہوتی تھی۔ ان امور پر

نظر کر کے خالد بن ولید نے عام مجاہدان اسلام کی استصواب رائے سے ۔ دشمنون کے محاصرے سے فوج کا نکال لیجانا اور بخیر و خوبی باقیماندہ لوگون کو واپس لیجانا مصلحت سمجھا ۔ شبلی صاحب لکھتے ہین ۔

حضرت خالد سردار فوج تھے ۔ نہایت بہادری سے لڑے ۔ صحیح بخاری مین ہے کہ آٹھ تلوارین اُنکے ہاتھ سے ٹوٹ کر گر پڑین ۔ لیکن ایک لاکھ سے تین ہزار کا کیا مقابلہ ۔ بڑی کامیابی یہی تھی کہ فوج ان کو دشمن کی رو سے بچالائے جب یہ شکست خوردہ فوج مدینہ کے قریب پہونچی اور اہل شہر اونکی مشایعت کو نکلے تو لوگ غمخواری کے بجائے اون کے چہرون پر خاک پھینکتے تھے ۔ کہ او فراریو ۔ تم خدا کی راہ سے بھاگ آئے ۔ سیرۃ النبی صہ ۳۷۲ جلد ۲

تھی تو حقیقت مین شکست ۔ لیکن خالد بن ولید کے مویدین نے اسکو اسلام کی فتح تبلایا ہے اور زمانہ حال کے محققین معتدلانہ طریقہ سے اسکو اسلام کی شاندار واپسی لکھتے ہین خیر جو کچھ ہو لشکر اسلام بے نیل مرام واپس آیا ۔

حضرت جعفر (ذوالجناحین) طیار کی شہادت پر آنحضرتؐ کا ملال ۔

اس مین کوئی کلام نہین کہ جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکوت اختیار فرمایا ۔ شہیدان معرکہ مین سب سے زیادہ حضرت جعفر کی مفارقت کا صدمہ آپکو ہوا ۔ جب آپ کو خالد کی مراجعت کی خبر معلوم ہوئی تو آپ سوار ہو کر مدینہ سے نکلے ۔ بہت سے لڑکے اور اہل شہر آپ کے ہمراہ ہوئے جب لشکر اسلامی قریب آگیا تو بہت بھیڑ ہو گئی ۔ ابن ہشام لکھتے ہین ۔

عن عروہ قال لما دنوا من المدینۃ تلقاھم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی دابتہ والمسلمون والصبیان یشتدون فقال خذوا الصبیان فاحملوھم واعطونی ابن جعفر فاتی بعبداللہ فحملہ بین یدیہ زرقانی صہ ۲۱۹ ج ۲ ۔ ابن ہشام ص ۲	عروہ سے مروی ہے کہ جب خالد لشکر کے ساتھ مدینہ کے قریب پہونچے تو آنحضرت صلعم کی زیارت سے مشرف ہوئے آپ سواری پر تھے اور کثرت سے مسلمان اور اونکے لڑکے ہمراہ تھے ۔ آپنے فرمایا کہ بچون کو سواریون پر اوٹھالو اور جعفرؑ کے بیٹے کو مجھے دیدو ۔ چنانچہ لوگون نے عبداللہ بن جعفر کو اوٹھا کر آپکی سواری پر دیدیا اور آپنے اونکو لیکر اپنی گود مین اوٹھالیا

ابن ہشام ۔ طبری قسطلانی ۔ زرقانی اور محدث شیرازی متفق اللفظ بیان کرتے ہین ۔

اسماء بنت عمیس (ازوجہ حضرت جعفر) کہتی ہین کہ جب حضرت جعفر کی شہادت کی خبر آپ کو معلوم ہوئی تو آپ مسجد سے اوٹھکر میرے گھر تشریف لائے اور مجھ سے پوچھنے لگے جعفر کے لڑکے کہان مین ۔ مین لڑکون کو لیکر آپکی خدمت مین حاضر ہوئی (اوسوقت تک مجھے اس حادثہ کی خبر نہین ہوئی تھی) آپ نے بیقرار ہو کر بچون کو گود مین اوٹھالیا ۔ پیار کیا ۔ اون کے گیسوون کو سونگھا ۔ اور آنسو آپ کی آنکھون سے جاری ہو گئے ۔ یہ عالم

دیکھکر مجھے جعفرؑ کی طرف سے دھڑکا ہوا۔ اور مین مضطرب ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھنے لگی کہ کیا جعفرؑ کی خبر آئی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ ہان۔ اسماء۔ وہ شہید ہوئے۔ یہ سنکر مین بے خود ہو گئی اور نالہ و فریاد کرنے لگی۔ اور زنان محلہ بھی میری آہ و زاری سنکر میرے پاس بغرض تعزیت جمع ہو گئین۔ آنحضرت صلعم نے بکمال دلجوئی مجھسے ارشاد فرمایا کہ اے اسماء نالہ و فریاد نکرو۔ کلمات ناشائستہ زبان سے نہ نکالو۔ سر و سینہ نہ پیٹو۔

رسول کی طرف سے جعفرؑ کے گھر مین ارسال طعام تعزیت

یہ فرماکر آپ باچشم گریان وہان سے اوٹھے۔ جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کے گھر مین آئے۔ اونکو بھی واعماہ (ہائے چچا) کہہ کہکر روتے دیکھا ارشاد ہوا۔

علی مثل جعفر فلتبك الباكية (جعفرؑ کی مثل اب کون اور ہوگا جسکے لیئے رونیوالیان روئین گی)

یہ فرماکر آپ نے ارشاد کیا فاطمہؑ۔ اولاد جعفرؑ کے لیے طعام تعزیت طیار کرو۔ کیونکہ وہ سب کے سب ایسے بحال ہو رہے ہین کہ خور و نوش کا ہوش نہین رکھتے۔

زرقانی۔ زبیر بن بکار کے حوالہ سے حضرت عبد اللہ بن جعفرؑ کی زبانی لکھتے ہین:۔

فعمدت سلمی مولاة رسول الله صلی الله علیه واله وسلم الی شعیر فطحنته ثم ادمته بزیت وجعلت علیه فلفلا قال عبد الله فاکلت منه وحبسنی صلی الله علیه واله وسلم مع اخوتی فی بیته ثلاثة ایام

سلمی۔ خادمۂ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کا آٹا گوندھا۔ اوسکو خمیر کیا۔ پھر روغن زیتون ملا کر روٹیان پکائین اور اوس پر باقلہ کی پھلیان رکھکر لے آئین۔ اور ہم نے اوس مین سے کھایا۔ عبد اللہ بن جعفرؑ کہتے ہین کہ اسی طرح جناب رسالتمآب صلعم نے ہم لوگون کو تین روز تک اپنے گھر مین رکھا۔ زرقانی جلد دوم ص۳۱۹ مصر

زرقانی۔ طبرانی۔ قسطلانی۔ امام احمد بن حنبل اور امام نسائی کی سند صحیح کے حوالہ سے لکھتے ہین۔

عن عبد الله ابن جعفر ثم امهل صلی الله علیه واله وسلم آل جعفر ثلاثا ثم اتاهم فقال لهم لا تبکوا علی اخی بعد الیوم ثم قال ایتونی ببنی اخی فجیء بنا کانا افرخ فدعا الحلاق فحلق رؤسنا ثم قال اما محمد فشبیه عمنا ابی طالب واما عبد الله فشبیه خلقی وخلقی ثم دعا لهم۔

عبد اللہ بن جعفرؑ سے منقول ہے کہ حضرت جعفرؑ کی اولاد کو جناب رسولخدا صلعم نے تین روز تک اپنے گھر مین رکھا۔ پھر اونکو پاس بلا کر کہا کہ آج سے اب میرے بھائی کے لیے نہ رونا۔ پھر آپنے فرمایا میرے بھتیجون کو میرے پاس لاؤ۔ جب ہم آپکی خدمت مین لائے گئے تو آپ نے بکمال شفقت و دلجوئی ہم لوگون کو باہر لئے۔ حجام کو بلوایا اور ہماری حجامت بنوائی۔ پھر میرے بھائی محمدؑ کی طرف دیکھکر لوگون کو مخاطب کر کے فرمایا۔ محمد تو میرے چچا ابی طالبؑ سے مشابہ ہے اور عبد اللہ باعتبار ترکیب جسم و توصیف خلق مجھسے مشابہ ہے۔

(زرقانی ص۳۱۶ جلد ۲ مصر)

یہ فرماکر آپنے ہمارے لیے دعا فرمائی۔

حضرت جعفرؑ کے واقعہ مین اونکے اہل وعیال کی گریہ وزاری کی نسبت منع گریہ کی بھی حدیثین آئی ہین۔ چنانچہ زرقانی حضرت عائشہ کی زبانی لکھتے ہین۔

فجاء رجل فقال ان نساء جعفر وذکر بکاءھن فامرہ صلعم ان ینھاھن فذھب ثم اتی فقال قد نھیتھن وذکر انھن لم یطعنہ فامر ایضا فذھب ثم اتی فقال واللہ لقد غلبتنا قال فاحث فی افواھھن من التراب قالت عائشہ فقلت ارغم اللہ انفک فواللہ ما انت تفعل وما ترک رسول اللہ من العناء وعند ابن اسحق قالت عائشۃ وعرفت انہ لایقدر ان یحثو فی افواھھن التراب قالت ربما ضرب التکلف اھلہ

ص ۳۱۶ مصر

حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ مسجد مین جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محزون وملول بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا کہ جعفرؑ کی عورتین شیون وشین اور مین کررہی ہین آپنے ارشاد فرمایا کہ اونھین منع کردو۔ وہ شخص گیا اور لوٹ کر آیا اور کہنے لگا کہ مین نے اونھین منع کیا وہ نہین مانتین۔ پھر آپنے وہی فرمایا۔ اور پھر وہ شخص گیا اور پھر ویسے ہی آکر کہنے لگا کہ وہ اپنے شیون وشین اور مین موقوف نہین کرتین اور میرا کہنا نہین مانتین۔ آپنے فرمایا کہ اونکے موٹھ مین خاک جھونک دو۔ یہ سنکر مین نے (حضرت عائشہ نے) اوس شخص سے کہا کہ خدا تیری ناک ملے۔ تو ایسا کرنا۔ اور جناب رسول خدا صلعم نے اپنا حزن وملال نہین ترک فرمایا تھا۔ اور ابن اسحاق نے اپنی روایت مین حضرت عائشہ کا یہ قول لکھا ہے کہ مین آپکے کہنے پر جانتی تھی کہ وہ شخص کبھی انکے موٹھ مین خاک جھونکنے پر قادر نہین ہوسکتا۔ اس لیے کہ اس حرکت سے آپکے اہل بیت کو تکلیف پہونچے گی۔

اس روایت سے محدثین کے ایک گروہ خاص نے منع گریہ وبکا کے معنی لیے ہین۔ اوّل تو اس حدیث کی صحت کا حال معلوم نہین۔ اور اگر صحیح بھی ہو تو اس سے جزع وفزع کے بجائے صبر ورضا اور سکون وسکوت کی تعلیم وہدایت مقصود ہے نہ امتناع وحرمت۔ چنانچہ محدث شیرازی اس حدیث کے لکھنے کے بعد روضۃ الاحباب مین تحریر فرماتے ہین۔

تنبیہ از ضمن خبر جعفرؑ وگریہ حزن وملال رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بوت او معلوم میشود کہ شخصے در مصیبت بمجرّد بکا وحزن از دائرہ صابران وراضیان بقضاء حق تعالی بیرون نمیرود مادام کہ دل او مطمئن بود بر آن۔ زیرا کہ آن حال اثریست از آثار رحمت و رقتے کہ خداوند تعالی در دل بندۂ مومن ایجاد فرمودہ بلکہ توان گفت کہ شخصے اگر از مصیبت متاثر گردد و معالجۂ نفس خویش بصبر ورضا کند رتبہ وے ارفع

جعفرؑ کی شہادت کی مرویات اور اونکی شہادت پر آنحضرت صلعم کی حزن وملال کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص صرف مصیبت مین گریہ وبکا کرنیکی وجہ سے صابرون اور راہ الٰہی کے رضامندون کے دائرہ سے باہر نہین ہوسکتا تاوقتیکہ اوسکا قلب (رضائے الٰہی سے) مطمئن ہے۔ کیونکہ مصیبت مین یہ حالت (گریہ وبکا) اون رحمت ورقت کے آثار مین سے ایک اثر خاص کی کیفیت ہے جو خدائے تعالی کی طرف سے ہر بندۂ مومن کے دل مین ودیعت فرمائی

خواہد بود از کسے کہ باک ندارد از وقوع مصیبت و منجزع نگردد از انکہ زیرا کہ آن علامت از قساوت قلب است

گئی ہے۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جس شخص پر مصیبت پڑے اور وہ اپنے درد دل کا علاج صبر و رضا سے کرے تو اوس کا مرتبہ اوس شخص سے جو مصیبت سے درد مند نہین ہوتا اور رقت قلب سے گریہ نہین کرتا۔ زیادہ بلند ہوگا۔ کیونکہ مصیبت مین درد مند ہونا اور گریہ و بکا نکرنا۔ قساوت قلبی کی علامت ہے۔

اس بحث مین زرقانی نے بھی ابن حجر کی قریب قریب یہی رائے نقل کی ہے۔ وہو ہذا۔

قال الحافظ ای لما جعل اللہ فیہ الرّحمۃ ولا ینافی ذلک الرضا بالقضاء و یوخذ منہ ان الانسان اذا اصیب بمصیبۃ فحزن لا یخرجہ عن کونہ صابرا راضیا اذا کان قلبہ مطمئنّاً بل قد یقال انّ من کان ینزعج بالمصیبۃ و یعالج نفسہ علی الصبر والرّضا ارفع رتبۃ ممن لا یبالی بوقوع المصیبۃ اصلا اشار الی ذلک الطّبری واطال فی تقریرہ۔

حافظ ابن حجر کہتے ہین کہ اس (گریہ و بکا) مین خدا نے اپنی رحمت ودیعت فرمائی ہے اور یہ امر راضی بقضائے الٰہی ہونیکا منافی نہین ہے اور اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ جب انسان کسی مصیبت مین مبتلا ہوتا ہے تو اظہار حزن و ملال کرتا ہے اور اس عمل سے تا وقتیکہ اوس کا قلب مصیبت مین مطمئن ہے۔ دائرہ راضیین و صابرین سے خارج نہین ہوتا۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جو شخص مصیبت کے وقت بے قابو اور بیتاب نہین ہو جاتا ہے اور اپنے دل دردمند کا علاج صبر و سکوت سے کرتا ہے اوسکا مرتبہ اوس شخص سے بلند ہے جو مصیبت کے وقت بے قابو اور بیتاب ہو جاتا ہے۔ اسی قول کی طرف علامہ طبری نے بھی اشارہ کیا ہے اور اس پر ایک طویل بحث کی ہے۔

ص ۳۱۶

یہ ظاہر ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم معصوم تھے۔ اور مرتبۂ اصطفاء پر فائز۔ اس بناپر آپ نے بکمال استقلال بھائی کے واقعہ پر رضائے الٰہی پر صابر رہکر صبر و سکوت اختیار فرمایا۔ لیکن رقّت قلب اور رحمدلی کے تقاضے سے جو عین ودیعت الٰہی بتلائی گئی ہے چشم پُرنم فرمائی۔ لیکن حضرت جعفرؑ کے عیال تو معصوم نہین تھے اور نہ محفوظ تھے۔ اس بناپر عام فطرت انسانی کے موافق اونھون نے اپنے سرپرست اور ولی النعم کی مفارقت مین جزع و فزع کی۔ تو بقول طبری۔ ابن حجر۔ زرقانی اور محدث شیرازی اس سے امتناع بکا کیونکر ثابت ہوئی۔

جعفر ذوالجناحین طبرانی سالم ابن ابی الجعد کی زبانی لکھتے ہین۔

قال رای صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جعفرا ملکا ذا جناحین

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت جعفرؑ کو ملائکہ کی شکل مین دو پرون کے ساتھ دیکھا۔ زرقانی ۳۱۶

زرقانی مین ہے کہ ابن سعد نے بھی اس کو ابوہریرہ کی سند سے لکھا ہے۔ اسکے بعد زرقانی لکھتے ہین:۔

کان ابن عمر اذا سلم علی عبد اللہ بن جعفر قال السلام علیک یا بن ذو الجناحین کما فی الصحیح ص۳۱۶

(عبد اللہ) ابن عمر عبد اللہ بن جعفرؑ کو سلام کرتے تھے تو یہ کہتے تھے کہ سلام ہو تم پر اسے دو پر والے کے بیٹے۔ جیسا کہ صحیح میں وارد ہوا ہے۔

جعفر طیار

پھر اوسی کتاب میں ہے:-

باسناد حسن حضرت عبد اللہ ابن جعفر کی زبانی طبرانی میں مرقوم ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان جعفر یطیر مع جبریل ومیکائیل لہ جناحان عوضہ اللہ من یدیہ

فرمایا جناب سولخدا صلعم نے کہ جعفرؑ جبریل اور میکائیل کے ساتھ پرواز کرتے ہیں۔ خداوند عالم نے اون کو اونکے ہاتھوں کے عوض میں دو پر عنایت کئے ہیں۔

ایضاً۔ عبد اللہ بن جعفر کی زبانی منقول ہے۔

قال قال لی رسول اللہ صلعم ھنیئاً لک ابوک یطیر مع الملئکۃ فی السماء

جناب سولخدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مجھسے ارشاد کیا کہ تمکو مبارک ہو۔ تمھارے باپ ملائکہ آسمان کے ساتھ پرواز کرتے ہیں۔

حضرت کی فضیلت اور آپ کا سن شریف

اس مرتبہ عالی کی خصوصیت سے جناب جعفرؑ کو جعفر طیار کہا جاتا ہے اور انھیں خصائص عُلیہ کی بنا پر صحیح ترمذی اور صحیح نسائی میں حضرت ابوہریرہ کا یہ قول مذکور ہے۔

انہ افضل الناس بعد المصطفی

جعفرؑ بعد رسول مقبول افضل الناس بزرگ ہیں۔

بخاری صاحب نے بھی اپنی صحیح میں یہی قول لکھا ہے۔ مگر تھوڑی ترمیم کے ساتھ۔ اسلیئے کہ آپکے نزدیک افضل الناس کوئی اور بزرگ تھے چنانچہ لکھتے ہیں۔

کان جعفر خیر الناس للمساکین

جعفر مساکین کے لیے سب آدمیوں سے اچھے تھے۔ زرقانی ص ۲۱۷

حضرت جعفرؑ کا سن مبارک وقت شہادت اکتالیس برس کا بتلایا گیا ہے۔ اقوال مختلفہ میں امام عبد البر نے اسی کو صحیح بتلایا ہے۔ زید بن حارثہ حضرت جعفر طیار اور عبد اللہ بن رواحہ انصاری۔ یہ تینوں شہدا ایک ہی قبر میں مدفون کردئے گیے۔ رضوان اللہ علیہم

فتح مکہ

(رمضان ۸ھ مطابق جنوری ۶۳۰ء)

اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِينًا وَكَانَ حَقًّا عَلَيۡنَا نَصۡرُ الۡمُؤۡمِنِينَ

اے پیغمبر ہم نے تمکو فتح مبین عطا فرمائی مومنین کی حمایت کرنا تو ہمارا حق ہے

منتظم قدرت اور مہتمم مشیت نے سلسلہ ابراہیمی اور خانوادۂ اسماعیلی میں اس متمم رسالت کو جن منشاء و مدعاے خاص کے لیے مبعوث فرمایا تھا اون میں بیت اللہ کعبہ کی جہالت وضلالت کی ظلمت اور فسق وکفر کی غلاظت سے صفائی بھی تھی۔

مصلائے ابراہیمی کو ایک زمانہ بیشمار کے بعد بُت پرستی کے قبیح حانہ سے تکبیر و تہلیل کا تسبیح خانہ بنا دینا اُسکی رسالت کے خاص فرائض مین داخل تھا۔

بحکم اَتٰی اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ خدا کا حکم آپہونچا ہے۔ لوگ کیون جلدی کرتے ہین۔ وہ مدعائے قدرت اکیس ۲۱ برسون کے بعد آج اس حسن و خوبی سے جلوہ آرا ہوا کہ خیرہ ماند درآن دیدۂ اولی الابصار۔ پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام نے کفار قریش کے بیشمار مصائب و مظالم اوٹھا کر بالتدریج تبلیغ دین۔ تعلیم اخلاق اور تاسیس ملک و قوم کے فرائض جس خموشی۔ آہستگی اور صلح جوئی سے ادا فرمائے تھے۔ وہ اپنی آپ نظیر تھے اور شہنشاہ رسالت کے محاسن تدبیر ہجرت کے بعد بھی آٹھ برس تک مشرکین قریش۔ ۳۰۰ میل کی مسافت طے کرکے سُلطان رسالت پر برابر جارحانہ حملے کرتے رہے اور جنگ احد سے لیکر جنگ خندق کے آخر معرکہ تک انہدام اسلام اور قتل و خون جناب سید الانام علیہ السّلام کی مسلسل کوششین کرتے رہے۔ لیکن کسی ایک مین بھی کامیاب نہوئے۔ بالآخر مجبور ہوکر حدیبیہ مین صُلح کی۔ اور محض عارضی طور پر شرائط صلح پر قائم رہے۔ اتنا ضرور ہوا کہ اس صلح کے دوسرے سال تمنّیان اسلام سات برسون کی لگاتار محرومی کے بعد زیارت مسجد الحرام سے فائز المرام ہوئے لیکن کفار قریش اپنی کج فطرتی سے مجبور تھے۔ شرارت نفسی اونکو چین سے بیٹھنے نہین دیتی تھی۔ اس لیے پورے دو سال بھی صلح پر قائم نرہ سکے۔

اوپر بیان ہوچکا ہے کہ اداے حج عمرہ کے گزشتہ موقع پر وہ اہل اسلام کی موجودہ جمعیت اور شان و شوکت کو ٹھنڈی آنکھون سے نہ دیکھ سکے۔ دل ہی دل مین جل بھُن کر خاک ہوگئے۔ حجاج کی واپسی پر فتنہ و فساد کی پھر آگ بھڑکا دی تفصیل یہ ہے۔

صلح حدیبیہ کے شرائط مین ایک شرط یہ بھی تھی کہ قبائل عرب کو اختیار ہوگا جس سے چاہین معاہدہ کرین۔ مشرکین سے یا مسلمین سے۔ اس بنا پر قبیلہ بنی خزاعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معاہدہ کرکے اسلام کے زیر حمایت آگئے تھے۔ اور بنوبکر قریش کے ہمعہد بنکر اون کے شریک بن گئے۔ یہ دونون قبیلے قدیم الایام سے ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ ظہور اسلام کے وقت سے آپس کے کشت و خون کا سلسلہ اسلیے منقطع کردیا گیا تھا کہ تمام عرب کی متحدہ قوت سے اسلام کا انہدام مقصود تھا مگر خدا کی شان عرب کی تمام متفقہ قوت مُٹھی بھر مسلمانون سے سر نہو سکی۔ اور بالآخر اونھین کے قدمون پر سر تسلیم خم کرنے لگی جیسا کہ عنقریب ظاہر ہوتا ہے۔

حدیبیہ کی صلح نے امن و امان کا اعلان کرکے تمام جنگجو قبائل و عشائر کو گھر بٹھلا دیا تھا صورت تو خاموش لیکن فطرت اور سیرت تو خاموش رہنی والی نہین تھی۔ بنوبکر نے بنوخزاعہ سے قتل و قصاص کی قدیم داستان پھر شروع کردی وہ ایکباری بنوخزاعہ پر ٹوٹ پڑے۔ قریش مکہ نے بڑے بزدلانہ اور نامردانہ طریقہ سے بنوبکر کی حمایت کی کیونکہ وہ اُنکے ہم عہد تھے لیکن اونکو اپنی حمایت کے ساتھ اسلام کی مخالفت کا بھی خوف لگا تھا کیونکہ اوّل تو بنوخزاعہ مسلمانون کے حلیف تھے۔

اونکی حمایت و اعانت کا ڈر تھا۔ دوسرے یہ کہ صلحنامہ مین شرط تھی کہ قبائل عرب کے خاص معاملات مین جانبین کو مداخلت کا حق نہوگا اس بنا پر بخوف اسلام اپنی حمایت کو ظاہر کرنا بھی نہین چاہتے تھے۔ بالآخر مونھ پر نقابین ڈالکر اور تبدیل لباس کر کے قریب قریب تمام عمائد و اکابر قریش بنی بکر کے قبیلہ کی طرف سے جنگ مین شریک ہوے جن مین خصوصیت کے ساتھ عکرمہ بن ابی جہل۔ صفوان ابن امیہ۔ سہیل ابن عمر۔ حویطب ابن عبد العزیٰ۔ اور مکرز بن حفص وغیرہم کے نام تمام سیر و تاریخ کی کتابون مین لکھے ہین۔

پہلے تو بنو بکر اور اونکے شرکاء جنگ نے بقول محدث شیرازی (روضۃ الاحباب ص ۴۱۶) بنو خزاعہ پر شبخون مارا صبح کو ان کے چشمۂ آب پر جسکو وتیر کہتے تھے۔ فیمابین جنگ عظیم واقع ہوئی۔ بنو خزاعہ۔ محض بے یار و مددگار تھے۔ اور بنو بکر کثیر التعداد۔ اس لیے دم کے دم مین بنو بکر نے بنو خزاعہ کے بیس آدمی میدان جنگ مین گرا دیے۔ بنو خزاعہ قلت اعوان و انصار کی مجبوری سے تاب مقاومت نلائے۔ بنو بکر نے تعاقب کر کے بنو خزاعہ کے آدمیون کو یہان تک قتل کیا کہ بالآخر وہ حرم محترم مین آکر پناہ گزین ہوئے۔ اور نوفل بن معاویہ دئلی سے جو بنو بکر کا سردار تھا گڑ گڑا کر کہنے لگے۔

یا نوفل قد دخلنا حرم الھك فقال — اے نوفل۔ خدا کے واسطے اب تو ہم تیرے خدا کے حرم مین چلے آئے نوفل نے

کلمۃ عظیمۃ انہ لا الہ لہ الیوم طبری ص ۱۶۲۲ — کہا۔ یہہ کلمہ عظیم تو ضرور ہے لیکن آج میرے لیے خدا نہین ہے۔

آخر کار بدیل بن ورقاء خزاعی نے بیچ مین پڑ کر کسی نہ کسی طرح ان غیر یبون کی جان بچائی اور بقیۃ السیف مرد عورت اور بچون کو اپنے گھر لے گیے۔ روضۃ الاحباب ص ۴۱۷۔

بارگاہ رسالت مین بنو خزاعہ کے فریادی

بنو خزاعہ کے چالیس مظلوم استغاثہ لیکر مدینہ پہونچے۔ جناب سالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد مین تشریف رکھتے تھے۔ کہ ایک طرف سے کئی لوگون کی ملکر یہ آواز گوش زد ہوئی۔

لاھم انی ناشد محمدا — حلف ابینا وابیہ الاتلدا

کوئی پروا نہین۔ ہم محمد صلعم کو وہ معاہدہ یاد دلائین گے — جو ہمارے اونکے قدیم خاندان مین ہوا ہے

فوالدا کنا وکنت ولدا — ثمت اسلمنا فلم ننزع یدا

اس عہد پر ہم پیدا ہوے ہین اور اسی پر ہماری اولاد بھی قائم رہے گی — ہم اسکے بعد اسلام بھی لائے اور اب اس سے دست بردار نہین ہو سکتے

ان القریش اخلفوك الموعدا — ونقضوا میثاقك الموکدا

قریش نے آپ کے معاہدے کے خلاف کیا — اور آپ کے عہد تاکیدی کو توڑ ڈالا

ھم تبیتونا بالوتیر ھجدا — فقتلونا رکعا و سجدا

مخالف ہمارے گھر پر چڑھ دوڑ آئے — اور ہمکو کھڑے بیٹھے قتل کر ڈالا

رسول اللہ نصرا عتدا وادع عباد اللہ یاتوا مددا طبری ۱۶۲۱

اے پیغمبر خدا ہماری اعانت کر اور خدا کے بندون کو بلا سب مدد کو حاضر ہو ن گے۔ روضۃ الاحباب ۱۴۱

دریافت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ بنو خزاعہ کے چالیس فریادی ہین۔ بنو بکر کے مظالم کی فریاد لائے ہین۔ یہ سنکر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سخت ملال ہوا۔ مظلومین بنوخزاعہ کو بلوایا۔ وہ آئے تو بکمال اخلاق و اشفاق پاس بٹھلایا۔ حالات پوچھے غریبون نے اپنی مصیبت کی کہانی اپنی ہی زبانی کہہ سنائی۔ صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہین۔

فرمود حسبک یا عمر (عمر ابن سالم متکلم خزاعہ) و برخاست ورداے مبارک در زمین می کشید و می گفت نصرت دادہ نشوم اگر نصرت ندہم (بنوخزاعہ بن) بنی کعب را و با ایشان باز گردید بدیار خویش بعون اللہ تعالیٰ۔

آپ نے سنکر فرمایا۔ اے عمر ابن سالم بس کرو۔ یہ کہکر آپ ازیادہ سننے کی تاب نہ لاکر) اوٹھ کھڑے ہوئے اس حالت سے کہ رداے مبارک زمین پر کھنچتی جاتی تھی اور فرماتے جاتے تھے کہ اگر مین بنوخزاعہ بن بنی کعب کی مدد نکرون تو خدا کی طرف سے میری مدد نہ کی جاے۔

یہ کہکر آپ نے اونلوگون سے کہا کہ تم لوگ بعون و حفاظت الٰہی اپنے گھرون کو واپس جاؤ ص ۱۴۱

قریش کے مظالم ہرگز التوا و تاخیر کے قابل نہین تھے۔ لیکن رحمت عالم نے خاص رعایت کے ساتھ تامل فرمایا مگر بقول شبلی صاحب۔ اوسی وقت قریش کے پاس قاصد بھیجا اور تین شرطین پیش کین کہ ان مین سے کوئی منظور کیجاے (۱) مقتولین کا خونبہا دیدیا جاے (۲) قریش بنوبکر کی حمایت سے علیحدہ ہو جائین (۳) اعلان کردیا جاے کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔

ابوسفیان کی ناکامیاب سفارت ہم اوپر لکھ آئے ہین کہ قریش مین اب نہ ہمت رہی تھی۔ نہ جان۔ جہالت کی شان البتہ باقی تھی اور غرور و نخوت کی تان۔ دربار نبوت کے موجودہ اعلان کو سنکر سب کے حواس باختہ ہو گئے۔ ہاتھ پاؤن پھول گئے۔ اب کسی سے کچھ کیے دھرے بن نہین پڑتا۔ بالآخر اسلام ہی کے قدمون پر گر کر صلحنامہ حدیبیہ کی توسیع میعاد کرالینے کی تجویز ٹھہرائی۔ تجویز بالاتفاق منظور ہو چکی تو پھر یہ سوال پیش ہوا کہ اسکی تعمیل کے لیئے جاے کون؟ کیونکہ قریب قریب سب خلاف معاہدہ۔ بنوبکر کے طرفدار اور حامی و مددگار بنوخزاعہ کی قتل و غارت مین شریک ہو چکے تھے۔ بالآخر سب نے ابوسفیان کے بھیجے جانے پر اتفاق کیا اس لیے کہ وہ اتفاق سے معرکہ بنوخزاعہ مین حاضر نہین تھے۔ چنانچہ شبلی صاحب رقمطراز ہین۔

قریش نے ابوسفیان کو سفیر بنا کر بھیجا کہ حدیبیہ کے معاہدے کی تجدید کرا لائین۔ ابوسفیان نے آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین درخواست کی۔ بارگاہ رسالت سے کچھ جواب نملا۔ ابوسفیان نے حضرت ابوبکر و عمر کو بیچ مین ڈالنا چاہا۔ لیکن سب نے کانون پر ہاتھ رکھا۔ ہر طرف سے مجبور ہو کر جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے

پاس آیا۔ امام حسن علیہ السلام پانچ برس کے بچے تھے۔ ابوسفیان نے اونکی طرف اشارہ کرکے کہا اگر یہ بچہ اتنا زبان سے کہدے کہ مین نے دونون فریقون مین بیچ بچاؤ کرادیا تو آج سے عرب کا سردار نکارا جائیگا۔ جناب سیدہ نے فرمایا بچون کو ان معاملات مین کیا دخل۔ بالآخر ابوسفیان نے حضرت علیؑ کے ایما سے مسجد نبوی مین جاکر اعلان کردیا کہ مین نے معاہدۂ حدیبیہ کی تجدید کردی۔ سیرۃ النبی ص۴۸۳

اس عبارت مین دو امور کا انکشاف نہایت ضروری ہے جن مین سے ایک امر کا تو شبلی صاحب نے ذکر ہی نہین کیا حالانکہ تمام حدیث و تاریخ کے ماخذون مین موجود ہے۔ دوسرے امر کو مبہم و مشتبہ چھوڑ دیا ہے۔ حالانکہ اونھین ماخذون مین اوسکی تصریح و توجیہہ بھی موجود ہے۔ بہرحال۔ وہ جانین اور اونکا انداز تحریر۔

پہلا امر جو مدینہ مین سفارت ابوسفیان کے متعلق قلمزد فرمادیا گیا ہے وہ ام المومنین ام حبیبہ کی احتیاط اور تقوی و پرہیزگاری کا ثبوت کامل ہے۔ جو اونھون نے اپنے باپ ابوسفیان کے ساتھ اونکی آمد مدینہ کے موقع پر پیش کیا۔ ایسا مشہور و متواتر واقعہ کو جسکو تاریخ و سیرت کے تمام مولفین و مصنفین نے ابوسفیان کی سفارت کے متعلق سب سے پہلے لکھا ہے نہین معلوم شبلی صاحب نے کس مصلحت سے مرفوع القلم فرمادیا۔ شاید اموی خلفاے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مورث اعلی کا حفظان مراتب منظور ہو۔ کیونکہ آپ کو اس سلسلہ سے ہیروز اف اسلام (Heroes of Islam) مین انتخاب کی ضرورت پیش آنیوالی تھی۔

بہرحال ہم اسکو زرقانی کی مفصلہ ذیل عبارت سے نقل کرتے ہین۔

فدخل علی بنتہ ام حبیبہ فذھب لیجلس علی فراشہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فطوتہ عنہ قال یا بنتیہ ما ادری ارغبت بی عن ھذا الفراش ام رغبت بہ عنی قال بل ھو فراش رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم وانت رجل مشرک نجس ولم احب ان تجلس علی فراشہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم قال واللہ لقد اصابک یا بنیۃ بعدی شر فقالت بل ھدانی اللہ تعالی للاسلام فانت یا ابت سید قریش وکبیرھا کیف یسقط عنک الدخول فی الاسلام وانت تعبد حجرا لا یسمع ولا یبصر فقام من عندھا جلد دوم ص ۳۰۳ مصر	ابوسفیان مدینہ پہونچے تو پہلے اپنی بیٹی ام حبیبہ کے ہان گئے اور چاہا کہ بستر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بیٹھین تو ام حبیبہ نے جھپٹ کر اوس بستر کو اولٹ دیا ابوسفیان بولے۔ بیٹی کیا تو نے میری وجہ سے بستر کو اولٹ دیا۔ ام حبیبہ نے کہا ہان۔ اسلیے کہ تم مشرک ہو اور مشرک نجس ہوتے ہین اور مجھے یہ ہرگز گوارا نہین کہ تم فرش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بیٹھو۔ ابوسفیان بولے کہ تم مجھسے جدا ہوکر شر مین مبتلا ہوگئین۔ ام حبیبہ نے کہا نہین۔ بلکہ خداے سبحانہ تعالے نے مجھے اسلام کی طرف ہدایت فرمائی۔ اے باپ تعجب ہے کہ تم سرداران قریش اور اکابر قریش مین شمار ہوتے ہو اور ابتک دائرہ اسلام مین داخل نہین ہوتے اور پتھرون کو پوجا کرتے ہو۔ جو نہ سنتے ہین اور نہ دیکھتے ہین۔ یہ سنکر ابوسفیان وہان سے اوٹھ آئے۔ ابن ہشام جلد دوم ص۲۱۱ مصر طبری ص۱۶۲۳ جرمن

دوسرا امر جو مبہم رہگیا ہے اور اسلیئے تنقیح طلب ہے وہ یہ ہے کہ شبلی صاحب کی اس تحریر سے کہ ابوسفیان نے حضرت علیؑ کے ایما سے مسجد مین اعلان کر دیا معلوم ہوتا ہے کہ بخلاف رضائے رسولؐ و دیگر صحابہ مسلمین گویا حضرت علیؑ ہی تے ابوسفیان کو اس امر کی ترغیب جرأت دلائی۔ حالانکہ واقعیت اور حقیقت حال دونو اسکے خلاف ہے۔ تاریخی مشاہد صاف صاف بتلا رہے ہین کہ آپنے اوسکی استدعا کے خلاف اوسکی سفارش اور مداخلت فی الامر کے کرنے سے قطعی انکار کر دیا۔ پھر ابوسفیان کی شدید منت و سماجت پر آپنے یہ صورت بتلائی۔ مگر اسی وقت یہ بھی فرما دیا کہ مجھے امید نہین ہے کہ جناب سولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے قبول کرینگے۔ لیکن اب تم کر ہی کیا کرسکتے ہو۔ کیونکہ سوائے اسکے تمھارے لیے کوئی چارہ ہی نہین ہے۔ اس سے حضرت علیؑ کی مشورت۔ رضا یا ایما کیسے ثابت ہوا۔

ہم کہتے ہین کہ آپ کا اتنا فرما دینا بھی یا تو اوسکے جلد دفع کر دینے کی ضرورت سے تھا جو دیر سے سر کھائے جاتا تھا اور بیکار باتون مین آپ کا وقت عزیز ضایع کر رہا تھا۔ یا۔ اون کریمانہ اخلاق و اشفاق کا مقتضاے خاص تھا جو اہلبیت علیہم السلام کی فطرت صالحہ کے ساتھ خاص طور پر ودیعت فرمائے گئے تھے۔ اور جن کا اجرا و اظہار دشمنون اور مخالفون کے ساتھ کیا۔ اپنے قاتلون کے ساتھ بھی ہمیشہ رفق و مدارا کی مختلف صورتون مین مرتے دم تک کیا جاتا تھا جسکی معرفت شبلی صاحب کو مشکل سے ہوسکتی ہے۔

اب میرے بیان کو زرقانی کے مفصلۂ ذیل مضامین عبارت سے ملا لیا جاوے۔

ثم دخل علی علیؑ وعندہ فاطمۃؑ وحسنؑ غلام یدب بین یدیھا فقال یا علیؑ انک امس القوم لی رحما وانی جئت فی حاجۃ فلا ارجع کما جئت خائبا فاشفع لی فقال علیؑ ویحک یا ابا سفیان واللہ لقد عزم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی امر ما نستطیع ان نکلمہ فیہ	ابوسفیان پھر حضرت علی مرتضی کی خدمت مین آیا۔ اوسوقت جناب سیدہ پاس بیٹھی تھین اور جناب امام حسن علیہ السلام بچے تھے وہ آپکی گود مین تھے۔ اور عرض کرنے لگا کہ آپ ہماری قوم مین باعتبار صلۂ رحم کے مجھسے قریب ہین مین اسوقت ایک حاجت لیکر آیا ہون اور اوس حاجت کو نادم ہوکر آپکی طرف رجوع کرتا ہون وہ یہ ہے کہ آپ آنحضرت صلعم سے میری سفارش فرما دیجیے۔ آپنے کہا وائے ہو تجھپر اے ابوسفیان۔ خدا کی قسم جب آنحضرت صلعم کسی امر کا ارادہ فرما لیتے ہین تو پھر کسی کو اوسمین کلمہ و کلام کی گنجائش نہین رہتی۔
جلد دوم ص ۲۳۰ مصر	

تب ابوسفیان نے کہا۔

یا ابا حسن انی اری الامور قد اشتدت علیّ فانصحنی قال واللہ ما اعلم شیئا یغنی عنك	اے ابوالحسن۔ مین دیکھتا ہون کہ میرے معاملات دشوار تر ہوگئے آپ مجھے کچھ نصیحت فرمائین۔ آپنے فرمایا خدا کی قسم مین کوئی ایسی شے

ولکنک سید بنی کنانہ فاقم فاجر بین الناس ثم الحق بارضک قال اوتری ذلک مغنیا عنی شیئا قال لا واللہ ما اظنہ ولکن لا اجد غیر ذلک

نہیں جانتا جس سے تیرا اطمینان ہو جائے۔ مگر تو قریش کا سردار ہے اپنی طرف سے لوگوں میں اعلان صلح کر کے چلا جا۔ ابوسفیان بولا کیا اس سے مجھے اطمینان کرلینا چاہیے۔ آپ نے فرمایا۔ خدا کی قسم۔ مجھے تو اس سے یقین نہیں ہے کہ تجھے اس سے اطمینان کرلینا چاہیے مگر تو کر ہی کیا سکتا ہے تیرے لیے تو سوائے اسکے دوسرا چارہ ہی نہیں ہے۔

ص ۳۳۸

زرقانی کی عبارت مندرجہ بالا پڑھکر ہر عقل سلیم اور دماغ صحیح رکھنے والا شخص سمجھ لے گا کہ اس کلام وگفتگو سے ایما واجازت کہاں ثابت ہوتی ہے۔ صورت حال تو تبلا رہی ہے کہ ابوسفیان کے اوّل ہی سوال میں انکار قطعی کر دیا گیا۔ لیکن اوس کے خودغرضانہ بار بار کے اصرار اور پھر ملتجیانہ درخواست واستفسار پر اوّل تو اوسکے دفعیہ کے خیال سے۔ دوسرے اس باعث سے کہ کسی سائل کے سوال کا رد کرنا آپ کے خلاف اخلاق تھا۔ اوسکو ہدایت کر دی گئی کہ وہ اپنی التجا پیش کر کے چلا جاے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اختیار ہے۔ چاہے قبول فرمائیں یا نفرمائیں۔ یہ تبلا کر بھی فوراً ارشاد ہوتا ہے کہ یقین نہیں کہ یہ شرکت بھی دربار رسالت میں تیرے لئے مفید کار ثابت ہو۔

تعجب ہے کہ ایسی صاف اور بے لوث رائے تبلا دینے کے بعد بھی شبلی صاحب اسکو حضرت علی کا خاص ایما تحریر فرماتے ہیں۔ ایسے ہی مقام پر کہنا پڑتا ہے ؎ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ۔ ہم اونکو تبلائے دیتے ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام کے اس ارشاد کی تصدیق کہ اس پر بھی مجھے یقین نہیں کہ تو کامیاب ہو۔ کفار قریش نے بھی کر دی۔ چنانچہ آپ خود لکھتے ہیں۔

ابوسفیان نے مکہ میں جاکر یہ واقعہ بیان کیا تو سب نے کہا یہ تو نہ صلح ہے کہ ہم اطمینان سے بیٹھ جائیں۔ نہ جنگ ہے کہ لڑائی کا سامان کیا جاوے۔ ص ۳۷۵

بہرحال ابوسفیان نے مسجد رسول میں جاکر باواز بلند اعلان کر دیا کہ ہم نے معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کر دی۔ ابوسفیان کی یہ آواز صدائے صحرا سے زیادہ نہیں تھی اوسکی طرف کسی نے اعتنا بھی نہیں کی ابوسفیان مکہ واپس گیا۔

حاطب بن ابی بلتعہ صحابی کا افشاء راز کرنا اور معفو ہونا

ابوسفیان کے چلے جانیکے بعد جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ کا قصد فرمایا۔ ہم معاہد قبائل کو طلبی کے خطوط لکھے گئے۔ سامان سفر درست ہونے لگے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مصلحت خاص کی بنا پر اپنے اس عزم کو عام شہرت سے مخفی رکھے جانے کا حکم دیا مگر بقول لیکہ ؎ عرفی از دست خویشتن نالد۔ ایک سیدھے سادھے صحابی نے محض نیک نیتی سے اس کا افشا فرما دیا۔ چنانچہ شبلی صاحب اسواقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں۔

حاطب بن ابی بلتعہ ایک معزز صحابی تھے۔ اونھوں نے قریش کو مخفی خط لکھ بھیجا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مکہ کی طیاریان کر رہے ہین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر ہوگئی حضرت علیؑ کو بھیجا کہ قاصد سے خط چھین لائین۔ خط آنحضرت صلعم کی خدمت مین پیش ہوا تو تمام لوگون کو حاطب کے افشاء راز پر حیرت ہوئی حضرت عمر بیتاب ہوگئے۔ اور عرض کی حکم ہو تو اونکی گردن اوڑادون۔ لیکن جبین رحمت پر شکن نہین تھی۔ ارشاد ہوا۔ عمر تمکو کیا معلوم ہے۔ ممکن ہے کہ خدا نے اہل بدر کو مخاطب کر کے کہدیا ہو کہ تم سے کچھ مواخذہ نہین ہے۔

شبلی صاحب کی وسعت تحقیق اور ہمت و توفیق اتناہی بیان کرسکی۔ وہ خط کیا تھا۔ اوسکے کیا مضمون تھے۔ کون قاصد تھا۔ کیسے گرفتار ہوا۔ ان تمام واقعات کی تفصیل کے لیے جو وجہہ آپ کو سد راہ ہوئی وہ صرف حضرت علیؑ کی خدمتون کی تصریح تھی جن کے اظہار سے بمقابلہ دیگر صحابہ حضرت علیؑ کی منتہائے تصدیق رسالت اور معرفت نبوت ثابت ہوتی ہے۔ جب یہ خلیج حائل تھی تو پھر اسکی تفصیل پر آپ کا قدم ہی اوٹھ سکتا تھا اور نہ قلم اگر یہ کہا جاوے کہ یہ تفصیل ضرورت سے زاید تھی۔ تو سوال یہ ہے کہ حضرت عمر کی بیتابانہ درخواست قتل حاطب بھی تو اوسی زواید کے شمار مین تھی۔ اوس کا خوامخواہ اظہار کیون کیا گیا۔ حالانکہ آپ کے اس اظہار سے حضرت عمر کے قول و رائے کی زبان رسالت سے تصدیق و تائید تو ہوئی نہین بلکہ تردید و تکذیب ثابت ہوئی۔ اس طرح کہ جس صحابی کو یہ اپنے قیاس و وہم مین واجب القتل ٹھہراتے تھے۔ وہ زبان رسالت سے معفو عند اللہ بتلایا گیا۔ افسوس۔ یہی حضرت عمر کی اصابت رائے ہے جسکی نسبت آجتک شبلی صاحب اور اونکے ہمطریق حضرات کا اعتقاد ہے کہ (نعوذ باللہ) اُنکی رائے کے مطابق وحی الٰہی کا نزول ہوتا تھا۔ بہرحال۔ اب اس واقعہ کی تفصیلی حقیقت۔ ابن ہشام۔ طبری۔ مواہب لدنیہ اور اوسکی شرح زرقانی کی مفصلہ ذیل عبارت مین ملاحظہ ہو۔

عن عروۃ بن الزبیر قال لما اجمع رسول اللّٰہ المسیر الی مکۃ کتب حاطب ابن ابی بلتعہ کتابا الی قریش یخبرھم بالذی اجمع علیہ رسول اللہ من الامر فی المسیر الیھم ثم اعطاہ یزعم محمد بن جعفر انھا مزنیۃ وزعم غیرہ انھا سارہ مولاۃ لبعض بنو اعبد المطلب وجعل لھا جعلا علی ان تبلغہ قریشا فجعلتہ فی راسھا ثم فتلت علیہ قرونھا ثم خرجت بہ واتی رسول اللہ صلعم الخبر من السماء بما

عروہ بن زبیر سے منقول ہے کہ جب سالتمآب صلعم مکہ کے قصد سے جمع لشکر فرمانے لگے تو حاطب بن ابی بلتعہ نے قریش کو ایک خط مین آنحضرت صلعم کے ارادہ اور جمعیت لشکر کی خبر لکھدی۔ محمد بن جعفر کے قول کے مطابق حاطب نے اپنے اس خط کو قبیلہ مزنیہ کی ایک عورت کو دیا تھا اور دوسرے لوگون کی روایت کے موافق سارہ نامی ایک عورت کو سپرد کیا کہ اوس خط کو قریش تک پہونچادے۔ یہ عورت قبیلہ بنو عبد مطلب مین کسی کی لونڈی تھی۔ اوس نے وہ خط اپنے سر کے بالون مین رکھ لیا اور اوپر سے پٹیان گوندہ لین اور خط لیکر چلدی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی کے ذریعہ سے حاطب کی اس حرکت کی خبر مل گئی

صنع حاطب فبعث علی ابن ابیطالب والزبیر
بن العوام فقال ادرکا امراۃ قد کتب معھا
حاطب بکتاب الی قریش یحذرھم ما قد
اجمع اللہ فی امرھم فخرجا حتی ادرکاھا
بالحلیفۃ ابن ابی احمد فاستنزلاہ
فالتمسا فی رحلھا فلم یجدا شیئاً فقال لھا
علی ابن ابیطالب انی احلف ما کذب
رسول اللہؐ ولا کذبنا ولتخرجن الیّ ھذا الکتاب
او لنکشفنّک فلمّا رأت الجدّ منہ قالت
اعرض عنّی فاعرض عنھا فحلّت قرون رأسھا
فاستخرجت الکتاب منہ فدفعتہ الیہ
فجاء بہ الی رسول اللہ صلعم فدعا رسول
اللہ حاطباً فقال یا حاطب ما حملک علی
ھذا فقال یا رسول اللہ اما واللہ انّی
مؤمن باللہ ورسولہ ما غیّرت ولا بدّلت
ولکنی کنت امرأ لیس لی فی القوم اصل ولا
عشیرۃ وکان لی بین اظھرھم اھل وولد
فصانعتھم علیہ فقال عمر بن الخطاب یا رسول
اللہ دعنی فلاضرب عنقہ فان الرجل قد
نافق فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم وما یدریک یا عمر لعل اللہ قد اطلع
الی اصحاب بدر یوم بدر فقال اعملوا ما شئتم
فقد غفرت لکم فانزل اللہ عزّ وجلّ فی حاطب
یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ

پس آپ نے حضرت علی ابن ابیطالب اور زبیر بن العوام (و بقول
زرقانی باسناد صحیحین مقدادؓ و باسناد عسقلانی عمار یاسرؓ) کو بلایا اور
حکم فرمایا کہ ایک عورت کو حاطب نے ہمارے حالات کی خبر لکھکر قریش کے
پاس بھیجا ہے۔ تم لوگ اوسے تلاش کر کے لاؤ۔ یہ دونو صاحب چلے
اور اوسکو (مقام) حلیفہ ابن ابی احمد مین پہونچکر گرفتار کرلیا اور
اوسکے سامان کی ہرچند تلاش کی مگر کچھ نہ دستیاب ہوا یہ حالت
دیکھکر جناب علی مرتضی نے فرمایا کہ یہ تو ہو ہی نہین سکتا کہ (نعوذباللہ)
جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غلط ارشاد فرمایا یا ہم لوگ
جھوٹ کہتے ہین۔ ہم تو وہ خط اسی کے پاس سے ضرور نکالین گے
اور اوس عورت سے کہا کہ وہ خط دیدے ورنہ تجھے برہنہ کردینگے۔
یہ ارشاد سنکر وہ عورت سخت خوف زدہ ہو کر کہنے لگی۔ آپ ہمین
چھوڑ دین ہم وہ خط نکالے دیتے ہین۔ حضرت علیؑ نے اوسے
چھوڑ دیا۔ اوس نے اپنی چٹیون کی گرہون کو کھولا اور وہ خط
عقدہ کشا کے سامنے رکھدیا۔ حضرت علی پھر اوسکو مع خط کے آنحضرت صلعم
کی خدمت مین لے آئے۔ آپنے حاطب کو بلایا اور اونسے استفسار
فرمایا کہ کس باعث سے یہ خط تم نے لکھا تھا حاطب نے عرض کی۔
خدا کی قسم مین خدا اور رسولؐ پر ابتک کامل ایمان رکھتا ہون میرے
ایمان مین ابتک نہ کوئی تغیر واقع ہوا ہے اور نہ تبدل۔ لیکن
بات یہ ہے کہ مشرکین مکہ کے درمیان مکہ مین میرے اہل وعیال
ابتک مقیم ہین۔ کوئی میرے قبیلہ کا وہان اونکا محافظ ہے۔
نہ نگہبان ہے۔ اس لیے مین نے قریش کو اطلاعی خط لکھدیا کہ وہ
میرے عیال کے ساتھ رعایت کرین۔ یہ سنکر عمر بن الخطاب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کرنے لگے کہ حاطب نے نفاق کیا۔
آپ مجھے حکم دین۔ مین انکی گردن ماردون۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

وآلہ وسلم نے ارشاد کیا۔ اے عمر تم کیا نہیں جانتے ہو کہ اہل بدر[۵۱] کے واسطے یہ حکم باری نازل ہو چکا ہے۔ تم جو چاہو کرو۔ میں نے تمھیں بخشدیا ہے پھر حاطب کی خاص معافی میں آیت نازل ہوئی۔ اے ایمان والو تم خدا کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو اپنا دوست نہ بناؤ الی آخر الآیہ (سورۂ ممتحنہ جزو ۲۸)

اس سے زیادہ صاف اور واضح تفصیل روضۃ الاحباب میں مندرج ہے وہو ہذا

چون سرور کائنات علیہ افضل الصلواۃ والتسلیمات عزیمت مکہ مصمم گردانید۔ حاطب ابن ابی بلتعہ مکتوبے بقریش نوشت مضمون مکتوب[۵۲] آنکہ یا معشر قریش ان رسول اللہ جاء کم بجیش بسیر کالسیل وبخدا سوگند کہ اگر تنہا ہم بمکہ آید۔ خدا تعالی ویرا نصرت دہد وانجاز وعدہ خویش نماید فکرے درکار خویش بکنید والسلام۔ وروایتے آنکہ نوشتہ بود کہ از حاطب بن ابی بلتعہ بسہیل بن عمر وصفوان بن امیہ وعکرمہ بن ابی جہل نوشتہ می شود کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجہیز لشکرے می کند ودر قبائل نداد ردادکہ بغزا می روم وگمان نمی برم کہ بجاے دیگر غیر از مکہ خواہد رفت خواستم کہ مرا برشما حقے بود براے آن اخبار نمودم والسلام۔ آن مکتوب بزنے از قبیلہ مزینہ کہ ویرا سارہ مولاۃ عمرو بروایتے اُم سارہ وبروایتے کنود می گفتند واد تا بقریش رساند وده دینار زر سرخ وبُردے جہت حق السعی وصول این مکتوب بایشان مقرر کرد۔ ان زن مکتوب حاطب را

جب سرور کائنات علیہ افضل الصلواۃ والتسلیمات نے مکہ کا قصد مصمم کرلیا تو حاطب ابن ابی بلتعہ نے قریش کو اس مضمون کا خط لکھا یا معشر قریش رسول اللہ صلعم تم لوگوں پر لشکر گران مثل سیل رواں لیکر آتے ہیں اور خدا کی قسم اگر وہ تنہا بھی مکہ میں چلے آئیں تا ہم ضرور فتحیاب ہو کر رہیں گے۔ خداوند عالم انکی نصرت فرمائے گا۔ اور اپنے وعدے کو ضرور پورا کر دکھلائیگا لہذا تم لوگ اپنی فکر کرلو والسلام اور ایک روایت کے مطابق خط کا مضمون یہ تھا۔ حاطب کی طرف سے سہیل بن عمر صفوان بن امیّہ اور عکرمہ بن ابو جہل کو یہ خط لکھا گیا ہے کہ جناب رسول خدا صلعم فوجکشی کا سامان کر رہے ہیں اور قبائل میں بھی اطلاع بھیج چکے ہیں کہ ہم لڑائی پر جا رہے ہیں میرا گمان ہے کہ آپ سوائے مکہ کے اور کہیں نجائیں گے۔ میں نے تمھیں یہ خط اسلیے لکھدیا ہے کہ میرا حق واحسان تم لوگوں پر باقی رہے والسلام اس خط کو قبیلہ مزینہ کی ایک عورت کو حوالہ کیا جسکو سارہ کنیز عمر کہتے تھے اور ایک روایت میں اوس کا نام ام سارہ لکھا ہے اور دوسری روایت میں اوسکا نام کنود بتلایا گیا ہے۔ عورت سے کہا گیا کہ یہ خط قریش کو پہونچادے اور دس دینار سُرخ اور ایک چادر اوسکی اُجرت میں دی اوس عورت نے وہ خط لیکر

---

[۵۱] اہل بدر کی یہ قدر و منزلت اور فضل و مرتبت ثابت ہوتی ہے لیکن امیر معاویہ کے وقت سے عمر بن عبد العزیز کے زمانہ تک تقریباً سو برس تک فاتح بدر حضرت علیؑ کی مسجدوں میں مذمت اور سب و شتم تمام اہل اسلام برابر سنتے رہے اور کسی کو اس حدیث رسولؐ کی یاد دہانی پر جرأت نہوئی فاعتبروا

[۵۲] زرقانی میں ان خطوط کی عبارت یہ لکھی ہے (۱) اما بعد یا معشر قریش فان رسول اللہ صلعم جاءکم بجیش عظیم یسیر کالسیل فو اللہ لو جاءکم وحدہ لنصرہ اللہ وانجزلہ وعدہ فانظروا لانفسکم والسلام (۲) الی سہیل بن عمر وصفوان بن امیہ وعکرمہ بن ابوجہل ان رسول اللہ صلعم اذن فی الناس بالغزو ولا اراہ یرید غیرکم وقد احببت ان تکون لی عندکم ید　　زرقانی جلد دوم ص ۲۶۳ مصر

درمیان موئے خویش نہان ساخت و موے رابران تافت
و بجانب مکہ روان شد و از آسمان پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ
وسلم را ازاینواقعہ خبر دادند پس علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ و زبیر ابن
العوام و ابو مرثد غنوی و بروایتے بجائے ابو مرثد مقداد بن
اسود کندی و بروایتے عمار یاسر را طلبید و فرمود بروید
تا بموضع خاخ برسید و در انجا می یابید زنے راکہ با وے
مکتوب است آنرا از وے بگیرید و بیارید علی مرتضیٰ ؑ
با یاران بموجب فرمودۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روان
شد و در موضع خاخ بآن زنے رسیدند و از وے تفحص
مکتوب نمودند۔ انکار کرد در خت و بار او را باہتمام
تمام بکافتند ہیچ نیافتند قصد مراجعت نمودند علیؑ ابن
ابیطالب گفت بخدا سوگند کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم
با من دروغ نگفتہ و از آسمان با وے دروغ نگفتہ اند
صفحہ ۲۴۰ لکھنؤ

اپنے بالوں میں رکھ لیا اور اوپر سے پٹیان گوندھ لیں اور مکہ
کی طرف روانہ ہو گئی جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو
بذریعہ وحی اس واقعہ کی خبر کر دی گئی آپ نے علی مرتضیٰ کرم اللہ
وجہہ اور ابو مرثد غنوی۔ اور ایک روایت کے مطابق ابو مرثد
کی جگہہ مقداد بن اسود کندی اور دوسری روایت کے
موافق عمار بن یاسرؓ کو طلب فرما کر ارشاد کیا کہ موضع خاخ تک
چلے جاؤ۔ وہان پہونچ کر تعین ایک عورت ملے گی جس کے
پاس ایک خط ہے اوسے گرفتار کر لو اور میرے پاس لے آؤ جناب
علی مرتضیٰؑ حسب الارشاد اپنے ہمراہیون کے ساتھ روانہ ہوے مقام خاخ
مین پہونچے۔ وہ عورت ملی۔ اوس سے اوس خط کی نسبت دریافت کیا گیا
اوس نے قطعی انکار کیا۔ لوگوں نے اوسکے تمام سامان کو ایک ایک کرکے بخوبی
ڈھونڈھ لیا لیکن کچھ نملا۔ ہمراہیون نے واپسی کا قصد کیا حضرت علی ابن
ابیطالبؑ نے فرمایا کہ خدا کی قسم۔ نہ تو یہی ہو سکتا کہ جناب رسولخدا صلعم نے
ہملوگونکو غلط خبر دی ہو۔ یا خود آنحضرت صلعم کو آسمان سے غلط خبر پہونچائی گئی ہو

ہم نے عربی اور فارسی کے قدیم ماخذون کے تاریخی اقتباسات دکھلا دئیے۔ واقعات تاریخی کے بیان کے یہ
انداز ہوتے ہین۔ جن کا اصلی مقصود و مدّعا۔ عام اطلاع و افہام ہوتی ہے۔ نہ اپنی خود غرضانہ ضرورت اور حاجت۔
روضۃ الاحباب کی عبارت ہم نے خاصکر اس لئے لکھی ہے کہ اس مین طبری و ہشام کی عبارتوں سے واقعہ کی زیادہ
تفصیل و صاحت کے ساتھ قلمبند کی گئی ہے۔ اور حاطب بن ابی بلتعہ کے اصلی خط کے مضامین دو مختلف روایتون سے
نقل کر دئے گئے ہین۔ لیکن ان تفصیلات کے علاوہ میرا خاص مُدعا تو جناب علی مرتضیٰؑ کے محاسن خدمات کی
تفصیل سے تھا جنکی حقیقت۔ طبری۔ ابن ہشام۔ زرقانی اور محدث شیرازی کے متفقہ اور متواترہ عبارت سے
دکھلا دی گئی اور بتلا دی گئی کہ رسولؐ کی تصدیق کی یہ شان ہوتی ہے اور معرفت خدا اور رسولؐ کی یہ انتہاے
عرفان۔ جب ہی تو ابن عساکر اپنی تاریخ اور حافظ ابو نعیم حلیۃ الاولیا مین اور ابن مغازلی مناقب مین بزیر تفسیر آیہ
اَلَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ لکھتے ہین۔

عَنْ مُجَاهِدٍ اَلَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ

مجاہد سے منقول ہے کہ اس آیہ مین جاء بالصدق سے جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصدق بہ قال علیؑ — رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہین اور صدق بہ سے حضرت علیؑ۔

پھر اسی کی تفسیر مین ابن مردویہ مناقب مین اور سیوطی درمنثور مین تحریر کرتے ہین۔

عن ابو ھریرۃ والذی جاء بالصدق رسول اللہ صلعم وصدق بہ قال علیؑ — ابوہریرہ سے منقول ہے کہ جاء بالصدق سے مراد جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم ہین اور صدق بہ سے حضرت علیؑ مراد ہین۔

(بحوالہ سوانح حضرت علی ص۶۶ لاہور)

مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کی طرف روانگی۔

یکم رمضان سے دہم تک دس روز درستی فوج اور ترتیب سامان کی ضرورتون مین صرف ہوئے۔ اس اثنا مین بیرونجات سے اتحادی قبائل۔ قبیلہ اسلم۔ غفار۔ مزینہ۔ جہینہ اور بنی اشجع اپنی اپنی جمعیت لشکر لیکر مدینہ پہونچ گئے صرف بنی سلیم کا قبیلہ رہگیا۔ وہ بھی منزل قدید مین آکر حاضر ہوگیا دسوین رمضان المبارک کو جناب ختمی مرتبت علیہ وآلہ السلام والتحیۃ دس ہزار فوج جرار کے ساتھ بکمال عزّ ووقار فتح مکہ اور تصفیۂ بیت اللہ معظم کے قصد سے روانہ ہوئے۔

سفر مین افطار صوم کا حکم

اوسوقت تک آپ بھی روزہ سے تھے۔ اور تمام لشکر مسلمین بھی۔ مقام کراع غمیم مین پہونچکر آپنے روزہ افطار فرمایا اور تمام لشکر کو افطار کا حکم دیا صحیح مسلم مین ہے۔

عن جابر ابن عبد اللہ ان رسول اللہ صلعم خرج عام الفتح الی مکۃ فی رمضان حتے بلغ کراع غمیم وصام الناس ثم دعا بقدح من ماء فرفعہ حتی نظر الناس ثم شرب فقیل لہ بعض الناس قد صام فقال اولئک العصاۃ لہ

جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ بزمان فتح مکہ ماہ رمضان مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحالت صوم عازم مکہ ہوئے حتّٰی کہ مقام کراع غمیم مین پہونچے۔ وہان آنحضرت صلعم نے قدح آب طلب فرمایا اور سب کو دکھلا کر روزہ افطار فرمایا۔ اسکے بعد لوگون نے عرض کی کہ بعض اشخاص نے روزہ نہین کھولا ہے۔ ارشاد کیا جنھون نے ایسا کیا وہ گنہگار اور نافرمان ہین بحوالہ تاریخ احمدی ص۶۶ لکھنو

ابوسفیان اور عبد اللہ بن امیہ سے ملاقات

صاحب رحمۃ العالمین حافظ ابن القیم۔ تلمیذ امام ابن تیمیہ کی کتاب زاد المعاد ص۴۱۳ جلد اوّل کے حوالہ سے لکھتے ہین۔

مدینہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو منزل چلے تھے کہ راہ مین ابوسفیان بن الحارث بن عبد المطلب

لہ لیکن امام المحدثین ابن تیمیہ صاحب نے صلاح الدین کی فوج مسلمین کو جنگ بیت المقدس مین جو اسی رمضان کے مہینہ مین واقع ہوئی تھی روزے رکھوا رکھوا کر لڑوایا۔ کیا اچھی تقلید رسولؐ ہے۔ المؤلف عفی عنہ

دو بھائیون سے راہ مین ملاقات اور عفو تقصیرات

اور عبداللہ بن امیہ (بن عاتکہ بنت عبدالمطلب) سے ملاقی ہوئے۔ یہ وہ لوگ تھے جنھون نے نبی صلعم کو سخت ایذائین دی تھین اور اسلام کے مٹانے مین بڑی بڑی کوششین کی تھین۔ آنحضرت صلعم نے اونھین دیکھا اور مونھ پھیر لیا۔ ام المومنین ام سلمہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! ابو سفیان آپ کے حقیقی چچا کا بیٹا ہے اور عبداللہ آپ کی حقیقی پھوپی (عاتکہ) کا لڑکا ہے۔ اتنے قریبی تو رحمت سے محروم نہ رکھنے چاہیین۔

اسکے بعد حضرت علیؑ نے ان دونون کو یہ ترکیب بتلائی کہ جن الفاظ مین برادران یوسف علیہ السلام نے معافی کی درخواست کی تھی۔ تم بھی آنحضرت صلعم کی خدمت مین جاکر اونھین الفاظ مین استدعاے معافی کرو۔ نبی صلعم کے عفو و رحم سے امید ہے کہ ضرور کامیاب ہو جاؤ گے۔ اونھون نے آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہو کر یہ آیت پڑھی۔

تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ　بخدا کچھ شک نہین کہ تمکو اللہ نے ہم پر برتری دی اور بیشک ہم قصور وار ہین۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جوابدیا۔

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ　جاؤ آج کے دن تمپر کوئی الزام نہین۔ خدا تمکو بخشدے۔ وہ بڑا رحم کرنے والا ہے۔

اوسوقت ابو سفیان (ابن الحارث بن عبدالمطلب) نے عجیب جوش و نشاط سے یہ اشعار پڑھے

لعمرك اني حين احمل رأيته　لتغلب خيل اللات خيل محمدٍ

قسم ہے جن دنون مین نشان اس لئے اوٹھایا　کرتا تھا کہ لات کا لشکر محمد کے لشکر پر غالب آجائے

لكالمدلج الحيران اظلم ليله　فهذا اواني حين اهدى فاهتدى

اُن دنون مین اوس خابشت جیسا تھا جو اندھیری رات مین ٹھوکرین کھاتا ہو　اب وہ وقت آگیا کہ مین ہدایت پاؤن اور سیدھے راستہ پر آجاؤن

هداني هادٍ غير نفسي ودلّني　الى الله من طرّدته كل مطرّد

مجھے ہادی نے (نہ کہ میرے نفس نے) ہدایت دی ہے اور خدا کا رستہ مجھے　اوس شخص نے بتلایا ہے جسکو مین نے دھتکار دیا اور چھوڑ دیا تھا

نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے سنکر فرمایا۔ ہان سچ تو ہے۔ تم تو مجھے چھوڑ بیٹھے تھے۔ رحمۃ العالمین ص ۱۱۸

لشکر اسلامی مین ابو سفیان بن حرب کی آمد اور حضرت عمر کا بیحساب عتاب

دس ہزار اخلاصمندون کا طیار لشکر فتح و نصرت آلہی کے کامل یقین و بشارت کے ساتھ منزلین طے کرتا ہوا۔ مرّ الظہران کے آخر منزل تک بخیر و خوبی پہونچ گیا یہ مقام۔ مکہ معظمہ سے ایک منزل سے بھی کم کی مسافت پر واقع ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے تمام لشکر کو یہین قیام اور صعوبت سفر سے آرام کرنے کے لیے ٹھہرنے کا حکم فرمایا۔ حکم کی وجہ یہ تھی۔ دو میل کے مربع مین اوس وادی کے چارون طرف

لشکر اسلامی نے پڑاؤ ڈال دیئے۔ مہاجرین و انصار کے گروہ مخصوصین کے علاوہ عرب کے دوسرے ہمراہی قبیلوں نے خوب پھیل پھیل اپنے قبیلے کے ڈیرے خیمے لگائے گویا اوس وسیع ریگستان مین چھوٹی چھوٹی بستیان بسالین۔ وہ خاک زار کوسون تک مردم زار بنگیا۔ عجیب لطف انگیز منظر تھا اور مسرت خیز سمان۔ نہین معلوم کئے ہزار برسون کے بعد اس ریگستان کو اپنے دامن مین انسانون کی اتنی بڑی آبادی دیکھنی نصیب ہوئی تھی۔ یہ بھی اسلام کے قدمون کی برکت تھی دن تو دن رات کا نظارہ اس سے بھی زیادہ دلکش و دلآویز تھا۔ لشکر اسلام کے جانفروشون نے چارون طرف کچھ تو اپنی خاص ضرورت اور زیادہ تر جانوران صحرائی سے محافظت کی غرض سے آگ جلا کر اوس وادی پرخار کو رشک گلزار بنا رکھا تھا

قریش کو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی کچھ خبر لگ گئی تھی لیکن خبر تھوڑی پہونچی ہو یا بہت اب اون مین اسلام سے مقابلہ کی صلاحیت ہی باقی نہین تھی۔ اسی بنا پر اونھون نے۔ بدیل بن ورقا، حکیم بن حزام اور ابوسفیان بن حرب کو جاسوسی کی خدمت پر بھیجا اور تاکید کردی کہ اگر رسول اللہ صلعم تشریف لائے ہون اور اون سے شرف ملازمت ہو تو معاہدۂ حدیبیہ کی درخواست منظور کرا کے آپ کو راستہ ہی سے واپس کر دینا۔

چونکہ جاسوسی کی خدمت تھی اور یہ معلوم نہ تھا کہ آنحضرت صلعم کس راہ سے تشریف لارہے ہین۔ اسلیئے تینون نے تین راہین پکڑین۔ بدیل اور حکیم تو دوسرے راستون سے گھوم کر پیچھے آئے۔ لیکن ابوسفیان رات ہی کو سب سے پہلے لشکر اسلامی مین پہونچ گیا۔ خلاف معمول چارون طرف میدان مین آگ روشن دیکھ کر اوسکے حواس باختہ ہوگئے۔ ابھی وہ اپنی اسی حیرت مین غلطان پیچان تھا کہ حسن اتفاق سے حضرت عباس ابن عبدالمطلب بنے خچر پر گذران نکلے۔ ابوسفیان کی آواز پہچان کر پکارے۔ ابن ہشام حضرت عباس کی زبانی بیان کرتے ہین۔

فقال یا ابا الفضل قلت نعم قال مالك	ابوسفیان نے کہا یا ابا الفضل۔ مین نے کہا ہان۔ ابوسفیان بولا۔
فداك امی وابی قال قلت ویحك یا اباسفیان	میرے مان باپ آپ پر فدا ہون۔ یہ کیا ہے۔ مین نے کہا۔ یہ رسول اللہ
هذا رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم	صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لشکر ہے اور قریش کے لیئے خدا کی قسم اب
فی الناس واصباح قریش والله قال فما	صبح ہے ابوسفیان بولا اب میرے بچنے کا کوئی حیلہ ہے۔ میرے
الحیلة فداك امی وابی قال قلت والله لئن	مان باپ آپ پر فدا ہون مین نے کہا۔ یہ سمجھ لے کہ فتح ہوتے ہی
ظفر بك لیضربن عنقك فارکب فی عجز هذه	تیری گردن ماری جائے گی۔ بہتر یہ ہے کہ میرے خچر کے پیچھے سوار
البغلة حتی اتی بك رسول الله صلی الله	ہولے۔ مین تجھے جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین
علیه وآله وسلم فاستامنه	لیجا کر امان دلوا دون۔

شبلی صاحب نے اس واقعہ کو بھی چھوڑ دیا ہے اور سلسلہ کلام ابوسفیان کی حاضری سے آغاز کیا ہے۔ جو اس

واقعہ کے بعد تمام کتاب میں مذکور ہے۔ نہیں معلوم شبلی صاحب نے اپنی کتاب اپنے معتقدین خاص کے لیے لکھی ہے یا عام مسلمین کی اطلاع و واقفیت کے لیے۔ بہرحال شبلی صاحب۔ آیندہ واقعات بڑی عبارت آرائی کے ساتھ۔ اختصار کے طریقہ خاص مین یون زیب قرطاس فرماتے ہین۔

حضرت عمر جذبۂ انتقام کو ضبط نہ کر سکے۔ تیز قدمی سے آگے بڑھے اور بارگاہ رسالت میں عرض کی کہ کفر کے استیصال کا وقت آگیا۔ لیکن حضرت عباس نے جان بخشی کی درخواست کی۔ حضرت عمر نے دوبارہ عرض کیا۔ حضرت عباس نے کہا۔ عمر۔ اگر یہ شخص تمہارے قبیلہ کا ہوتا تو تم اسقدر سخت دل نہ کرتے۔ حضرت عمر نے کہا۔ آپ یہ نہ فرمائیں۔ آپ جسدن اسلام لائے۔ مجھکو جو مسرت ہوئی تھی۔ خود میرا باپ خطاب اسلام لاتا تو مجھکو اسقدر خوشی نہ ہوتی۔ ۱۲

معلوم ہوتا ہے کہ شبلی صاحب کے طریقہ تحریر مین سلسلہ بیان قائم رکھنے کی کوئی ضرورت نہین۔ حضرت عباس سے ملاقات ہونے۔ باہم گفتگو کرنے۔ خدمت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہمراہی حضرت عباس اور ابوسفیان کے آنے کے ذکر و حالات کی تفصیل و تصریح تو ندارد۔ حضرت عباس کی شفاعت اور حضرت عمر کی معارضت موجود۔ مبتدا تو غائب۔ خبر حاضر۔ کوئی تبلادے۔ یہ کیسا طرز کلام ہے اور کیسا انداز بیان۔ اور اس سے کسی واقعہ کی حقیقت اور واقعیت کی اطلاع عام کیسے ہوسکتی ہے اب ان حالات کی تفصیل کیون نہ کی گئی۔ صرف اس لیے کہ ایک بزرگ بنی ہاشم (عباس بن عبد المطلب) کے آگے ایک رئیس بنی امیہ (ابوسفیان بن حرب) کی۔ جو خوش قسمتی سے خلیفہ پنجم امیر معاویہ کے باپ تھے ہیٹی ہوتی تھی اور آپ کو اپنے ہیروز اف اسلام HiRoiz of islam کے مورث اعلی کی یہ توہین ذاتی کسی طرح گوارا نہین تھی اس لیے بنی ہاشم (حضرت عباس) کے ادنٰی اعلٰی ترین محاسن اخلاق کو جو دشمنون اور قاتلون کے ساتھ بھی برتا جانا من جانب اللہ انکی فطرت صالحہ مین ودیعت ہوا تھا۔ بالکل نسیًا منسیًا کر دیا۔

لیکن اسکی جگہہ حضرت عمر کی گہر فشانی کو جو آخر مین محض فضول بیانی ثابت ہوتی ہے پوری تفصیل سے قلمبند فرمایا۔ وہ نہ زوائد کے شمار مین آیا۔ نہ خلاف موضوع قرار پایا اور اختصار کے پیرایہ مین لایا گیا۔ کیون؟ اس لیے کہ سیرۃ النبی تو حقیقت مین سیرۃ الخلفا (خصوصًا حضرت ابوبکر و حضرت عمر) کا مقدمہ ہے اور اسکا موضوع تو خاصکر انھین کے موضوع مفاخر و مشارف کی تجمیع۔ تاسیس اور تدوین خاص ہے۔ حالانکہ حضرت عمر کے ان کلمات تعریضی سے اگر موصوف کا استقلال فی الایمان دکھلانا منظور تھا تو وہ بھی ثابت نہین ہوتا۔ اگر آپ کی اصابت رائے کا اعلان مقصود تھا۔ تو وہ بھی ظاہر نہین ہوتا۔ اگر خدمت رسول صلعم مین موصوف کا کمال رسوخ دکھانا مدنظر تھا تو وہ بھی حاصل نہین اسلیے کہ حضرت عمر نے چاہے اپنے جس وصف خاص کی وجہہ سے خدمت رسول صلعم مین یہ عرض پیش کی ہو۔ وہ قطعًا بلا ترمیم مسترد کردیگئی۔ بلکہ ویعلک یا عمر کہکر آپ کی سرزنش کردی گئی تو پھر اوصاف اضافی کہان باقی رہے۔

تجویز رسالت مین وہ اوصاف نقائص ثابت ہوے۔ پھر شبلی صاحب کو اونکے اظہار پر کیون اصرار ہے۔
اس واقعہ پر منحصر نہین ہم اکثر مقامات پر حضرت عمر کی ایسی ہی نااندیشانہ تجویزین اور تعریضین نقل کر آئے ہین۔ عبداللہ بن ابی سلول کے قتل کی نسبت بھی آپنے ایسی ہی جرات بیجا دکھلائی۔ ابھی ابھی غریب حاطب کے قتل کے لیے بھی رسول اللہ کی خدمت سے ایسی ہی اجازت چاہی۔ پھر ابوسفیان پر ہاتھ صاف کرنے کے لیے بھی ویسا ہی معروضہ پیش کیا لیکن جیسا کہ پہلے موقعون پر آپکی استدعا مسترد فرمائی گئی اوسی طرح ابکی بار بھی۔ تعجب ہے کہ حضرت عمر کی یہ تیز قدمی اور جرأت مخالفین موجودین اور مجرمین حاضرین ہی تک محدود پائی جاتی ہے کسی معرکہ جنگ مقابلہ یا مقاتلہ کے موقع پر کسی مخالف کی گردن اوڑانے کسی کے سر کاٹنے۔ یا کم از کم کسی سے مقابلہ و مقاتلہ کرنے کے لیئے آنحضرت صلعم سے حضرت عمر کا اجازت مانگنے کا کوئی واقعہ شبلی صاحب اپنی کتاب مین نہین لکھتے۔ فافہم فتدبر۔

ابوسفیان کا بخوف جان ایمان لانا۔

اتنی تنقیدی عبارت لکھکر ہم پھر اپنے سلسلہ بیان پر آجاتے ہین اور شبلی صاحب ہی کی عبارت سے باقی حصہ واقعہ کو نقل کرتے ہین۔

صحیح بخاری مین ہے کہ گرفتار ہونے کے ساتھ ہی ابوسفیان نے اسلام قبول کرلیا۔ لیکن طبری وغیرہ مین اس اجمال کی تفصیل مین حسب ذیل مکالمہ لکھا ہے۔

رسول اللہ صلعم۔ کیون ابوسفیان کیا تمکو اب بھی یقین نہین آیا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہین؟

ابوسفیان۔ کوئی اور خدا ہوتا تو آج ہمارے کام آتا۔

رسول اللہ صلعم۔ کیا اس مین کچھ شک ہے کہ مین خدا کا پیغمبر ہون؟

ابوسفیان اس مین تو ذرا شبہ ہے۔

بہرحال۔ ابوسفیان نے اسلام کا اظہار کیا۔ اور اسوقت گو انکا ایمان متزلزل تھا۔ لیکن مورخین لکھتے ہین کہ بالآخر وہ سچے مسلمان بن گئے۔ چنانچہ غزوۂ طائف مین اونکی ایک آنکھ زخمی ہوئی اور یرموک مین وہ بھی جاتی رہی (خوب شد اسباب خود بینی شکست۔ مولف) سیرۃ النبیؐ جلد اول صفحہ ۴۷۷۔

اول تو بخاری صاحب کی تاریخ دانی پر تعجب ہے دوسرے شبلی صاحب کے آنکھ بند کرکے نقل فرما دینے پر۔ یہ ابوسفیان کی گرفتاری کا مضمون کہان سے نکالا گیا۔ آپ کی خود عبارت موجود ہے۔ اوس مین تو آپ نے انکے گرفتاری کی حالت۔ انکے گرفتار کنندہ کا نام۔ گرفتاری کا مقام کچھ بھی نہین لکھا ہے اور آپ پر کیا منحصر ہے کسی تاریخ و حدیث کی کتاب مین اسکی خبر نہین۔ پھر حضرت عباس کی اس رہنمائی کو آپ یا آپ کے بخاری صاحب گرفتار کیسے لکھتے ہین۔

شبلی صاحب کی نقل و ترجمہ مین کھلی تحریف

اصل ماخذ کی عبارت مین تحریف۔ صاحبان تالیف کے لیے بڑی توہین و تضحیک کی

باعث ہوتی ہے خصوصاً شبلی صاحب کے ایسے ذیمقدار و ذی اعتبار بزرگ سے ایسی لغزش تو سخت تعجب انگیز ہے آپنے ابوسفیان کے آخر وقت تک کفر و ضلالت کے ثبوت پر خواہ مخواہ پردہ ڈالنے کے لیے مکالمۂ مذکورہ کو اصل ماخذ کی عبارت مین ناتمام چھوڑکر فوراً لکھدیا کہ بہرحال ابوسفیان نے اسلام کا اظہار کیا۔ حالانکہ جس ماخذ کی عبارت آپ نقل کر رہے ہین وہ ابھی باقی ہے اور وہ صاف صاف بتلارہی ہے کہ قبول نبوّت اور اقرار رسالت مین قدرے تسک تیلانے کے بعد جس شے نے ابوسفیان کو اسلام لانے پر قطعًا اور فوراً مجبور کردیا۔ وہ خوف جان تھا۔ جسکو پھر اوسی بزرگ ہاشمی نے بتلایا اور سمجھایا یا جس کا نام لینا آپ نہین چاہتے۔ طبری مین اس مکالمہ کی وہ عبارت جس مین یہ واقعہ درج ہے اور جسکو آپ اس دلیری سے نقل و ترجمہ مین چھوڑ گئے ہین۔ حسب ذیل ملاحظہ ہو۔

فقال العبّاس فقلت له ویلك تشهد شهادة الحق قبل و الله ان تضرب عنقك قال فتشهد

(قبول ہونے مین کچھ شک سکر) حضرت عباس بیان کرتے ہین کہ مین نے ابوسفیان سے کہا کہ وائے ہو تجھپر جلدی سے حق کا کلمہ شہادت پڑھ ورنہ خدا کی قسم ابھی تیری گردن ماری جاتی ہے حضرت عباس کہتے ہین پس اوس نے کلمہ شہادت پڑھ لیا۔

طبری کا وہی صفحہ ۱۶۳۲ ملاحظہ ہو

اس عبارت آخری سے ثابت ہوگیا کہ محض خوف جان اور حضرت عباس کی تنبیہہ و تہدید سے ابوسفیان نے (انکا بنیا سودا کرے) اسلام قبول کیا۔ ابوسفیان کی مقدار ایمان آپ کے پیش کردہ ماخذ سے اتنے ہی ثابت ہوتی ہے۔ آپ حق ناحق اصل ماخذ مین شرمناک تحریف کرکے ابوسفیان کی عیب پوشی کرتے ہین اور اوسکے ایمان کو صداقت و کمالیت کی معیار پر پورا اوتارتے ہین۔ اس سے کیا فائدہ۔ خوش قسمتی سے آپ کے پاس بھی تاریخ طبری کا وہی مطبوعہ جرمن نسخہ موجود ہے۔ جو بدقسمتی سے میرے پاس بھی حاضر ہے۔ اس سے تو آپ کی ان قلمکاریون کی حقیقت اوسی طرح منکشف ہوتی ہے جس طرح اوپر نقل کی گئی۔ اگر اس پر بھی آپ کا اطمینان خاطر نہو تو مفصلۂ ذیل اور شواہد تاریخی بھی حاضر ہین ابن ہشام مرقومہ بالا مکالمت کی آخر عبارت یون لکھتے ہین۔

قال ابوسفيان بابي انت وامّی ما احلمك واكرمك واوصلك اما هذه والله فانّ فی النفس منها حتی الاٰن شيئا فقال له العباس ويحك۔ اسلم واشهد ان لا اله الّا الله وانّ محمّدا رّسول الله قبل ان تضرب عنقك قال فشهد شهادة الحق فاسلم

(اقرار نبوّت کے ارشاد پر) ابوسفیان نے (آنحضرت صلعم سے) کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہون۔ آپ سے بڑھکر میرے لئے کوئی حلیم تر۔ کریم تر اور (قرابت مین) قریب تر نہین ہے۔ لیکن اس امر مین خدا کی قسم میرے دل مین ابھی تک شک ہے۔ یہ سنکر حضرت عباس نے کہا۔ وائے ہو تجھپر اے ابوسفیان جلد اسلام لا اور فوراً کلمہ شہادت لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمدا رسول اللہ پڑھ لے قبل اسکے کہ تیری گردن اوڑا دی جائے حضرت عباس کہتے ہین کہ اوس نے کلمہ شہادت پڑھا اور اسلام لایا۔

ایک دوسری شہادت بھی سُن لیجاوے۔ روضۃ المناظر تاریخ ابن ابی شحنہ مین ہے۔

قال اما هذه ففی نفسی منها شیء فقال له العباس ویحك تشهد قبل ان تضرب عنقك فشهد واسلم واسلم معه حکیم بن حزام وبدیل بن ورقا　بحوالہ تاریخ احمدی صـ۲۷

ابوسفیان نے کہا کہ اس بات سے تو میرے دل مین کچھ کھٹک ہے یہ سُنکر حضرت عباسؓ نے ابوسفیان کو ڈانٹا اور کہا وائے ہو تجھپر جلد تصدیق رسالت کرے قبل اسکے کہ تو قتل کیا جاوے پس ابوسفیان کلمہ شہادت پڑھکر اسلام لایا اور اوس کے ساتھ حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقا بھی۔

مواہب اللدنیہ قسطلانی مین ہے۔

قال ابو سفیان بابی انت وامی ما احلمك واکرمك واوصلك اما هذه فالله فان فی النفس منها شیئا حتی الان فقال له العباسؓ ویحك اسلم واشهد ان لا اله الا الله وتشهد ان محمدا رسول الله قبل ان تضرب عنقك فاسلم وشهد شهادة الحق

ابوسفیان نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان میرے لئے آپ سے بڑھ کر کوئی حلیم تر، کریم تر اور (قرابت مین) قریب تر نہین ہے لیکن اس امر مین خدا کی قسم میرے دل مین ابھی تک شک ہے۔ یہ سُنکر حضرت عباس نے کہا وائے ہو تجھپر جلد اسلام لا اور کلمہ شہادت اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا رسول الله پڑھ لے۔ قبل اسکے کہ تیری گردن ماری جائے پس اوس نے کلمہ شہادت پڑھکر اسلام قبول کیا زرقانی جلد دوم صـ۳۱۲ مطبوعہ مصر

قریب قریب یہی عبارت ونزہ ترجمہ تاریخ ابو الفدا اور روضۃ الاحباب صـ۴۲۵ مین بھی مرقوم ہے۔

شبلی صاحب اور اونکے معتقدین نظر انصاف سے ملاحظہ فرمالین کہ اونکی حق پوشی سے کیا فائدہ ہُوا جب اونکی اس تحریفانہ کوشش کے انکشاف کرنیوالے دنیا مین اس کثرت سے موجود ہین۔

ابوسفیان کبھی سچے مسلمان نہین ہوے

بہرحال شبلی صاحب کی یہ سب کوششین صرف اس لئے تھین کہ ابوسفیان کی خالص الایمانی ثابت ہو کیونکہ آپ تو لکھ چکے کہ مورخین کہتے ہین کہ آخر وہ سچے مسلمان ہوگئے۔ سوال یہ ہے کہ وہ کون مورخ ہے جسکی تاریخ مین آپ نے انکی خالص الایمانی اور کامل الاسلامی کی شہادت دیکھی ہے۔ ذرا نام تو بتلاتے۔ زبانی لفاظی اور مغالطہ دہی سے کام نہین چلتا۔ اگر آپ خود سچے تھے تو اوس مورخ اور اوسکی تاریخ کا نام اور اوسکی عبارت لکھدی ہوتی۔ شبلی صاحب یہبھی آپ کی تحصیل حاصل ہے۔ ان کے اسلام لانیکے بعد ہی جو واقعہ زرقانی نے موسیٰ ابن عقبہ اور واقدی کے اسناد سے لکھا ہے اوس سے انکے تذبذب فی الایمان کی حقیقت پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ ملاحظہ ہو زرقانی کی مفصلہ ذیل عبارت۔

قال ابو سفیان وحکیم یا رسول الله جئت باوباش الناس من یعرف ومن لا یعرف الی هلك وعشیرتك فقال صلی الله علیه وآله وسلم انتم اظلم و

اسکے (اسلام لانیکے) بعد ابوسفیان اور حکیم بن حزام نے عرض کی یارسول اللہ آپ ایسے اوباش لوگون کی جمعیت لیکر آئے ہین جو آپکے قبیلہ اور عشیرے والون کی کوئی حقیقت نہین سمجھتے۔ آپ نے ارشاد فرمایا تم تو خود ظالم ترین اور

افجر فقد غدرتم بالحديبية وظاهرتم — فاجر ترین مردم ہو۔ اسلیے کہ تم نے معاہدہ صلح حدیبیہ سے خلاف ورزی

على بني كعب بالاثم والعدوان في حرم الله وامنه — اختیار کی اور بنی کعب پر حرم خدا اور مامن الٰہی میں حملہ کرکے گنہگار اور ظالم

فقالا صدقت يا رسول الله ص — ہوئے دونوں نے کہا صحیح ارشاد ہوتا ہے۔

ابوسفیان اسلام لانیکے بعد بھی زبان رسولؐ سے ظالم ترین اور فاجر ترین ثابت ہوئے۔ اسی طرح محدث دہلوی مدارج النبوۃ جلد دوم صـ۵۸۱ میں لکھتے ہیں۔

حضرت عباس سے ابوسفیان کے اسلام لانے کے بعد جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا انہ رجل مستسلم ولا مسلم یہ شخص مسلم بنایا گیا ہے نہ مسلم ہے یعنی اس نے اسلام کو تکلف ظاہر کیا ہے نہ رغبت و طیب خاطر سے واقدی نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ ترجمہ کامل الواقدی مطبوعہ نولکشور لکھنؤ صـ۲۰۳ جلد ۱۔

لشکر اسلامی کی شان و شوکت دیکھکر ابوسفیان کی حیرت

جناب رسولخدا صلعم سے ابوسفیان کی مکالمت کو تمام کرکے شبلی صاحب بیچ آیندہ سلسلہ بیان میں لکھتے ہیں۔

لشکر اسلام جب مکہ کی طرف بڑھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت عباس سے کہا کہ ابوسفیان کو پہاڑ کی چوٹی پر لیجا کر کھڑا کرو کہ افواج الٰہی کا جلال آنکھوں سے دیکھے۔ کچھ دیر کے بعد دریائے اسلام میں تلاطم پیدا ہوا قبائل عرب کی موجیں جوش مارتی ہوئیں بڑھیں۔ سب سے پہلا غفار کا پرچم نظر آیا۔ پھر جہینہ۔ ہذیم۔ سلیم۔ ہتیاروں میں ڈوبے ہوئے۔ تکبیر کے نعرے مارتے ہوئے نکل گئے۔ ابوسفیان ہر دفعہ مرعوب ہو جاتا تھا۔ سب کے بعد انصار کا قبیلہ اس سروسامان سے آیا کہ آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ سیرۃ النبی صـ۳۷

شبلی صاحب لکھنے کو تو سارا واقعہ لکھ گئے لیکن اپنی عادت سے مجبور تھے چونکہ نقص اسلام ابوسفیان۔ مفید مطلب مضمون نہیں تھا اسلیے اوسکو قلم انداز فرما گئے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عبارت و مضمون شاید اصل ماخذ میں موجود ہی نہیں ہم آپ کو باور کراتے ہیں کہ آپکی ان مغویانہ تحریفات و ترکیبات سے نہ ابوسفیان کے عیوب پر پردہ پڑا ہے اور نہ پڑ سکتا ہے اس لیے کہ اوسکے عیوب نقائص ایمانی جنکو آپ اپنی قلمکاریوں سے خلوص و رسوخ ایمانی بتلانا چاہتے ہیں۔ ایسے طشت از بام اور زبان زد خاص و عام ہیں کہ اون کے چھپانے میں سوائے اپنی بدنامی اور ناکامی آپ کو کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔

اب آپ اپنے حدیث و تاریخ کے قدیم ماخذوں کی متواتر روایات پر توجہ و غور کریں کہ لشکر اسلام کی پرعظمت و جلال شان و شوکت کو دیکھکر ابوسفیان کا حضرت عباس سے یہ متحیرانہ سوال۔ تاریخ طبری۔ ابن ہشام۔ ابو الفدا مواہب لدنیہ اور روضۃ الاحباب وغیرہ میں درج نہیں ہے کہ۔

فقال ابو سفيان سبحان الله يا عباس — (سب سے آخر میں آنحضرت صلعم کے ہمراہیوں کی شان کو دیکھکر ابوسفیان نے کہا

من ہؤلاء قال قلت ھذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی المھٰجرین والانصار قال ما لاحد بھؤلاء قبل ولا طاقۃ واللہ یا ابا الفضل لقد اصبح ملك ابن اخیك الغداۃ عظیما قال قلت یا ابا سفیان انھا النبوۃ صہ۱۱ جلد دوم

سبحان اللہ عباس یہ کون لوگ ہین حضرت عباس کہتے ہین مین نے جواب دیا کہ یہ مہاجرین وانصار کے گروہ رسول اللہ صلعم کے ہمراہی ہین۔ ابوسفیان نے حیران ہوکر کہا کہ ایسی تو پہلے کسی کی بھی قوت وشان نہین تھی قسم خدا کی ای ابوالفضل اب تو تیرے بھتیجے کی بڑی سلطنت ہوگئی ہے حضرت عباس کہتے ہین مین نے جواب دیا وائے ہو تجھپر یہ اقتدار نبوت ہے۔

قریب قریب یہی۔ عبارت طبری۔ ابوالفدا مواہب لدنیہ۔ زرقانی اور روضۃ الاحباب مین بھی درج ہے۔ آپنے بھی اپنی کتاب مین زیادہ تر انھین ماخذون سے اس واقعہ کو نقل فرمایا ہے تو پھر اس عبارت ومضمون کو کیون نہ لکھا خاص کر اسلیے کہ ابوسفیان حضرت امیر معویہ کی توہین ہوتی تھی۔ کیا شبلی صاحب کے ایسے فاضل محقق کے مولفانہ تدین کے خلاف نہین ہے۔ آپنے اس واقعہ کو غالبًا طبری کی عبارت سے نقل فرمایا ہے دیکھیے اوسکے اوسی صفحہ ۱۶۳۲ مین یہی عبارت درج ہے۔

اسکے بعد طبری لکھتے ہین کہ حضرت عباس کے اس ارشاد کا جواب ابوسفیان نے ان الفاظ مین دیا۔

فقال ابوسفیان نعم قلت الحق الان بقومك فحذرھم فخرج سریعا حتی اتی مکۃ

جو آپ نے کہا بجا ہے حضرت عباس فرماتے ہین پھر مین نے اوس سے کہا کہ اب تیرا حق یہی ہے کہ تو اپنی قوم کو جاکر ڈرا۔ وہان سے ابوسفیان نہایت تیزی سے چلکر مکہ مین داخل ہوگیا۔

ابوسفیان کے ساتھ احسان جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس سے کہکر ابوسفیان کو لشکر اسلام کی جو سطوت دکھلائی تھی اوس سے اپنی شان وشوکت کا اظہار خودنمائی نہین منظور تھا بلکہ جبروت قدرت کا معائنہ اور کرشمہ مشیت کا مشاہدہ مقصود تھا جس کے خلاف خود ابوسفیان اور اوسکے ایسے کتنے کفار قریش اور مشرکین مکہ آٹھ برس تک بڑی چوٹی کا زور لگا چکے تھے لیکن اپنی مسلسل ومطول کوششون کے بعد بھی جنمین اونکی ہزارون جانین تلف ہوئین لاکھون روپے صرف ہوئے کچھ بھی مفید کار نہوا۔ آج وہی اسلام ہے اور وہی اسلامیون کی جمعیت جو اس شان وشوکت اور اجلال وسطوت سے اون کی آنکھون کے سامنے اونکے اوسی شہر مین بلاخوف وہراس داخل ہورہی ہے جسکو وہ آٹھ برس پہلے بڑی بیرحمی۔ بڑی بیدردی اور بڑی بیباکی سے باہر نکال کر آوارہ وطن کرچکے تھے۔ اسمین کوئی شک نہین کہ ابوسفیان کے جرائم ومظالم کی کوئی حد وانتہا نہین تھی یہ جناب سرور کائنات صلعم کے محاسن اخلاق تھے اور مکارم اشفاق حقیقتًا یہ آپ ہی کی دریا دلی تھی اور لاانتہا فیاضی کہ ابوسفیان کے ایسے دشمن جان کی جان بخشی فرمادی۔ اس بنا پر شبلی صاحب کا یہ لکھنا بالکل صحیح ہے کہ

ابوسفیان کے پچھلے کارنامے سب کے سامنے تھے۔ اور ایک ایک چیز اوسکے قتل کی دعویدار تھی۔ مدینہ پر بار بار حملہ قبائل عرب کا اشتعال۔ آنحضرت صلعم کے خفیہ قتل کرنیکی سازش۔ ہر چیز اوسکے خون کی قیمت ہوسکتی تھی لیکن ان سب سے

بالاترایک اور چیز (عفو نوعی) تھی اوس نے آہستہ سے ابوسفیان کے کان میں کہا کہ خوف کا مقام نہین سیرۃ النبی صفحہ ۴۷۶

احسان کی دوسری مثال

یون تو مصالح نبوت کو جو عین مصالح قدرت ہوتے ہین بالاتمام سمجھنا عام عقل وادراک انسانی سے بعید ہے۔ لیکن ظاہر طور پر ابوسفیان کی رعایت ومعافی کے معاملات مین مدبر رسالت نے ادنیٰ ترین اور اعلیٰ ترین کی طیار مثالین دنیا کو دکھلادین اور بمصداق ؎ درعفو لذتے است کہ در انتقام نیست۔ بتلا دیا کہ خاصان الٰہی اپنے پورے اختیار واقتدار کے وقت بھی اپنے دشمن جان اور قاتل کے ساتھ اس عجز وانکسار اور لطف وایثار سے پیش آتے ہین اس بنا پر یہ بالکل صحیح ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسفیان کے ساتھ غیر متوقع جان بخشی فرمانے کا احسان خاص فرمایا۔ یا آپکے عم نامدار حضرت عباس نے جو کچھ اوسکے ساتھ رعایت کی وہ سب اخلاق بنی ہاشم کے خاص آثر تھے۔ اور جسمین جناب سرورکائنات صلعم کے خلق عظیم بدرجہ اولیٰ شریک غالب تھے کچھ ان ہی مراعات ومرافقات پر منحصر نہین حضرت عباس کی پھر دوسری تحریک پر تالیف قلوب کی غرض خاص سے ابوسفیان کو امتیاز خاص بھی عنایت فرمایا چنانچہ طبری مین ہے۔

عن ابن عباس فقلت یا رسول اللہ ان	حضرت عباس نے عرض کی۔ یا رسول اللہ۔ ابوسفیان ایک مفاخرت پسند
اباسفیان رجل یحب الفخر فاجعل لہ	آدمی ہے۔ اوسکے لیے کوئی امتیاز خاص عنایت ہو۔ جو اوس کی قوم مین
شیئا یکون فی قومہ فقال نعم من دخل	اوسکے امتیاز کا باعث ہو۔ آپنے فرمایا اچھا۔ پھر یون اعلان فرمایا کہ
دار ابوسفیان فھو امن ومن دخل	جو شخص ابوسفیان کے گھر مین چلا آئے گا وہ امان دیا جائیگا اور جو
مسجد فھو امن ومن اغلق بابہ	مسجد الحرام مین چلا آئیگا وہ بھی امان پائیگا اور جو شخص اپنے گھر کے دروازے
فھو امن۔	بند کرکے بیٹھ رہے گا وہ بھی مامون رہے گا صفحہ ۱۶۳۴۔

یہ ایسا مشہور ومعروف واقعہ ہے کہ تمام حدیث وتاریخ کی کتابون مین منقول ہے۔ حوالون کی ضرورت نہین۔ مگر افسوس کہ شبلی صاحب نے اسکو بھی اپنے مقام پر رہنے دیا اور نہ اپنی حالت خاص مین۔ یہ واقعہ تاریخ طبری مین اوسی عبارت کے ساتھ شامل ہے جسکو آپ ابوسفیان کے معائنہ لشکر والے واقعہ مین اوسی طبری سے نقل کرچکے ہین لیکن افسوس ہے کہ آپنے اوسکو اپنے سلسلہ عبارت مین اصلی مقام پر نہین لکھا۔ بلکہ علیحدہ اعلان عام کی صورت مین اوس واقعہ کے بعد درج فرمایا اور وہ اندراج بھی آپ کی عادت قطع وبرید اور قلمی تحریف سے خالی نہین رہا۔ اور وہ یہ کہ آپنے اسکی عبارت مین حضرت عباسؓ کی تحریک سے اوسکے اس شرف امتیاز عطا کئے جانے کا ذکر بالکل محو کردیا گویا طبری مین اِنَّ اَبَا سُفْیَانَ رَجُلٌ

شبلی صاحب کی دوسری تحریف

یُحِبُّ الْفَخْرَ (ابوسفیان ایک مفاخرت پسند آدمی ہے) حضرت عباس کی زبانی تحریک کو درج مسطور ہی نہین ہے۔ آپ کی یہ صریح تحریف آپکے تدین مؤلفانہ کو کسقدر رذیل وضعیف ثابت کرتی ہے۔ یہ رسوائی صرف اس لیے اوٹھائی گئی ہے کہ ابوسفیان کے ساتھ اس عطایائے نبوی مین کسی کی تحریک وشرکت نہ ثابت ہو۔ بلکہ یہ

سمجھا جاوے کہ خود رسول اللہ صلعم کی نگاہ میں ابوسفیان کا ذاتی اعزاز ایسا تھا کہ بلا تحریک احدے آپ نے بالنفس النفیس ان کو یہ امتیاز خاص عنایت فرمایا۔ اور یہ اصلیت و واقعیت کے سراسر خلاف ہے جیسا کہ ثابت ہوا۔

ابوسفیان کا سلسلۂ استعجاب

اس کے آگے شبلی صاحب رقمطراز ہین۔

ابوسفیان نے متحیر ہو کر پھر پوچھا اب یہ کون لشکر ہے۔ حضرت عباس نے نام بتلایا۔ دفعتًا سردار فوج حضرت سعد بن عبادہ ہاتھ مین علم لیے ہوے برابر سے گذرے اور ابوسفیان کو دیکھکر بول اوٹھے۔

الیوم یوم الملحمة الیوم تستحل الکعبة بحوالہ خاص

آج گھمسان کا دن ہے آج کعبہ حلال کر دیا جاے گا صحیح بخاری

سب سے آخر مین کوکبۂ نبوی نمایان ہوا جس کے پرتو سے سطح خاک پر نور کا فرش بچھتا جاتا تھا حضرت زبیر ابن العوام علمبردار تھے ابوسفیان کی نظر جمال مبارک پر پڑی تو پکار اٹھے کہ حضور نے سنا۔ سعد بن عبادہ کیا کہتے ہین۔ ارشاد ہوا سعد بن عبادہ نے غلط کہا۔ آج کعبہ کی عظمت کا دن ہے یہ کہکر حکم دیا کہ فوج کا علم سعد سے لیکر ان کے بیٹے کو دیدیا جاوے۔ سیرۃ النبی ۵۳۷

بخاری صاحب اور شبلی صاحب کی کھلی تحریفیں۔

تفحص حالات اور تحقیق واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ شبلی صاحب نے ان واقعات کے لکھنے سے قبل یہ ارادہ کر لیا ہے کہ کسی واقعہ کو اوسکی اصلیت کے ساتھ کبھی نہین لکھین گے بلکہ اپنے غیر مفید مطلب اوسکے تمام مقامات مین قطع و برید کرتے جائین گے۔ کیون؟ اسلیے کہ ہر واقعہ مین کہین نہ کہین حضرت علیؑ کی خصوصیت کا ذکر آجاتا ہے۔ اور کہین کہین آپ کے ممدوحین خاص کی ہجو اشارت و راخلت ثابت ہو جاتی ہے اور فطرتًا یہ دونون باتین آپ کے لیے سخت دشوار اور ناگوار ثابت ہوتی ہین۔ اسلیے سواے اسکے کہ یہ باتین مرفوع القلم کر دیجائین اور کوئی چارہ باقی نہین رہا۔ آپ کرین تو کیا کرین۔ لہذا ایسے مقامات خاص مین صاحبان حدیث کا عمومًا اور بخاری صاحب کا دامن پکڑنا ہوتا ہے۔ چنانچہ تمام حدیث و سیر و تاریخ کی مرویات کثیرہ سے قطع نظر کرکے آپ نے اس واقعہ کو صرف بخاری کی روایت سے لکھ مارا۔ کیونکہ وہ آپ سے زیادہ ان مرویات کی قطع و برید اور تصنیع و ترکیب کے مشاق اور موقع شناس تھے۔ ایسے واقعہ مین آپ نے اور آپ کے بخاری صاحب نے جو جو محرفانہ قلمکاریان کی ہین وہ مفصلۂ ذیل عبارت مین ملاحظہ فرمائی جائین۔

بخاری صاحب نے سعد ابن عبادہ کے یہ تعریضی الفاظ لکھے ہین۔ الیوم یوم الملحمۃ الیوم تستحل الکعبۃ حالانکہ ابن ہشام۔ علامہ طبری اور محدث شیرازی۔ بیک لفظ و زبان صرف کلمہ الیوم یوم الملحمہ کو لکھتے ہین الیوم تستحل الکعبۃ خاص بخاری صاحب کی ایجاد بندہ ہے۔ حالانکہ ابن ہشام اور طبری دونون بحیثیت مورخ و زمانہ بخاری سے مقدم اور مرجح ہین بخاری صاحب اور آپ دونون لکھتے ہین کہ ابوسفیان نے سعد بن عبادہ کی اس تعریض کی آنحضرت صلعم سے شکایت کی۔

لیکن ابن ہشام لکھتے ہین کہ حضرت عمر بن خطاب نے سعد بن عبادہ کی شکایت کی۔

قال ابن هشام وهو عمر ابن الخطاب فقال یا رسول الله صلی الله علیه واله وسلم اسمع ما قال سعد بن عباده

ابن ہشام کہتے ہین یہ عمر بن خطاب تھے جنھون نے حضرت رسولخدا صلعم سے شکایت کی اور کہا یا رسول اللہ صلعم آپ نے سُنا جو سعد بن عبادہ نے کہا

آپ بخاری صاحب کی زبانی لکھتے ہین کہ یہ سنکر آپ نے حکم دیا کہ فوج کا علم عبادہ سے (سعد سے) لیکر اونکے بیٹے (قیس) کو دیدیا جاوے۔ حالانکہ ابن ہشام۔ طبری اور محدث شیرازی بالاتفاق لکھتے ہین۔

فقال رسول الله صلعم بعلی ابن ابی طالب ادرکه فخذ الرایة منه فکن انت الذی تدخل بها

پھر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے حضرت علی ابن ابیطالب سے فرمایا کہ فوج کا علم سعد بن عبادہ سے لیلو اور اس علم کو لیکر شہر مین داخل ہو۔ ابن ہشام ۲/۲۱۲ طبری ۳/۱۲۳ روضۃ الاحباب ۴۲۶۔

حقیقت تو یہ ہے کہ علیؑ کا نام ہی لینا بخاری اور شبلی صاحب کے نزدیک گناہ ہے اور ذکر کرنا تو سخت معصیت پھر وہ ذکر جسمین کسی فضیلت وخصوصیت کا اظہار ہو۔ اب ذرا دیکھئے۔ حضرت علی مرتضی علیه التحیة والثنا کی اس خصوصیت کے مٹانے۔ چھپانے اور گھٹانے مین بخاری صاحب اور اونکے مؤیدین نے کیا کیا قلمکاریان کین ہین۔ اور حضرت علی کی اس خصوصیت مین کتنے لوگون کو داخل کردیا ہے۔ اسکی تفصیل مین محدث شیرازی کی مفصلۂ ذیل عبارت ملاحظہ ہو۔ جو اونھون نے اس روایت کی تحقیق وتنقید مین زیب قلم فرمائی ہے۔

علی مرتضیؑ را گفت که برو وعلم را از سعد بستان وبرفق ورافت در مکه در آئی۔ در روایتے آنکه علم را از سعد گرفت وبه زبیر ابن العوام داد ولواے خاص رسولؐ زبیر داشت۔ چنانچه صاحب اللوائین بمکه در آمد۔ وجمع میان این روایات مختلفه باین طریق حاصل میشود که گوئیم اوّل حکم کرده باشد علی را که علم از وے بستاند وبمکه در آمد وبعد ازان بجهت استمالت خاطر سعد به پسرش تفویض فرموده باشد وسعد بجهت آنکه مبادا از پسر وے حرکتے صادر بشود که چنان نباید التماس کرده باشد که علم از وے باز گیرند بنابرین زبیر را فرموده باشد که علم از قیس بستاند وبعضے از روایات صحیحه مؤید این

حضرت علی مرتضیؑ کو حکم فرمایا کہ جاؤ سعد سے علم لیلو اور رعایت مدارا کے ساتھ شہر مین داخل ہو اور ایک روایت مین یون آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے سعد سے علم لیکر اونکے صاحبزادے کو دیدیا اور دوسری روایت مین یون آیا ہے کہ علم اون (سعد) سے لیکر زبیر کو سپرد کیا اور آنحضرت صلعم کا علم خاص بھی زبیر کے پاس تھا۔ چنانچہ زبیر صاحب اللوائین دو نو علمون کو لیے ہوے مکہ مین داخل ہوئے۔ ان روایات مختلفہ مین میرے نزدیک جمع اقوال اس طریقہ سے ہوسکتی ہے کہ میری تحقیق مین پہلے علم حضرت علی مرتضیؑ کو حوالہ فرمایا گیا اور وہ علم لیے مکہ مین داخل ہوے لیکن مکہ مین آنے کے بعد آنحضرت صلعم نے محض سعد ابن عبادہ کی دلجوئی کے لحاظ سے اون کے بیٹے قیس کو علم دلوادیا مگر سعد نے یہ خیال کرکے کہ لڑکے سے شاید کوئی حرکت ناشائستہ ہوجاے۔ خدمت نبوی مین عرض کی کہ قیس سے علم لیکر کسی دوسرے صاحب کو عطا فرمادیا جاوے تو آپنے سعد کے التماس پر قیس سے علم لیکر

جمع است۔ روضۃ الاحباب صفحہ ۲۶۴)

زبیر ابن العوام کو تفویض فرمایا ہوگا۔ اور بعض روایات صحیحہ اسی طریقہ تجمیع مرویات مختلفہ کی تائید کرتی ہین۔

حافظ جمال الدین شیرازی کی مرقومۂ بالا عبارت پڑھکر بخاری اور شبلی صاحب خوب سمجھ لین کہ کسی واقعہ کی اصلیت و حقیقت بدلنے مین اتنے اینچ پینچ اور ایر پھیر سے کام لینا ہوتا ہے مگر تاہم حقیقت نہین چھپتی ہے اور اصلیت ظاہر ہی ہوجاتی ہے۔ کما لا یخفی علی المدبر۔

ابوسفیان کا مکہ مین داخلہ

مناسبت مقام مجبور کرتی ہے کہ مکہ مین لشکر اسلام کے داخلہ سے پہلے شبلی صاحب کے سچے مسلمان ابوسفیان کے داخلہ کی کیفیت لکھی جاوے۔ چنانچہ محدث شیرازی کی زبانی حسب ذیل عرض ہے۔

چون تمام لشکر بر ابوسفیان گذشتند عباس با ابوسفیان گفت زود در مکہ و ایشانرا بترسان کہ فکرے در کار خویش بکنند و مسلمان بشوند تا خلاصی بیابند و الا ہلاک خواہند شد۔ ابوسفیان تاختہ بمکہ در آمد و لشکر اسلام چون بذی طوی رسید توقف نمود تا پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بایشان رسید و در آنروز چنان گرد و غبار برخاستہ بود کہ بر سر کوہہا می رسید و قریش را از آمدن آنحضرت صلعم خبر نبود چون ابوسفیان را از دور دیدند کہ بتعجیل می آید ویرا استقبال کردند و گفتند از عقب تو کیست و این غبار را سبب چیست گفت وائے بر شما محمد با لشکرے غرق آہن و فولاد رسید و اکثر سواران دلاورند کہ ہیچکس طاقت مقاومت با ایشان ندارد و گفتہ کہ ہر کہ در خانہ من در آید در امان باشد و ہر کہ سلاح بیاندازد نیز در امان باشد و ہر کہ در خانہ خویش در بندد ہم در امان باشد و ہر کہ بمسجد الحرام رود در امان باشد گفتند قبحک اللہ این چہ خبر است کہ برائے ما آوردۂ و ہند زوجہ وے ہم برائے استقبال او بیرون آمدہ بود۔

جب تمام لشکر اسلام کو ابوسفیان دیکھ چکا تو حضرت عباس نے ابوسفیان سے کہا جلد مکہ مین چلے جاؤ اور لوگون کو تہدید کرو کہ وہ اپنی فکر کرین اور مسلمان ہوجائین کہ اونکی نجات ہوجائے ورنہ سب کے سب ہلاک ہوجائینگے۔ ابوسفیان دوڑتا ہوا مکہ مین آیا اور لشکر اسلام مقام ذی طوی مین پہونچکر ٹہر گیا اس لئے کہ آنحضرت صلعم اون سے آکر ملجائین اوسدن بہت گرد و غبار تھا کہ تمام پہاڑ کی چوٹیان گرد سے بھر گئین تھیں اور اسوقت تک کفار کو آنحضرت صلعم کی آمد کی کچھ خبر نہین تھی جب لوگون نے ابوسفیان کو جلد جلد آتے دیکھا تو اوسکے استقبال کو آگے بڑھے اور اوس سے پوچھا تمھارے پیچھے کون ہے اور یہ غبار کیسا ہے ابوسفیان نے کہا کہ یہ محمد صلعم کا لشکر ہے جو تعداد کثیر مین غرق آہن و فولاد چلا آتا ہے ایسے لیئے لاوران جنگ ہین جن سے کسی کو تاب مقابلہ و محاربت نہین ہوسکتی۔ محمد صلعم نے مجھسے کہدیا ہے کہ جو شخص میرے مکان مین آجائیگا وہ امان مین رہیگا اور جو اپنے ہتیار ڈالدیگا وہ بھی امان مین رہیگا اور جو شخص گھر مین بیٹھکر دروازے بند کرلیگا وہ بھی امان پائیگا اور جو شخص مسجد الحرام میں جائیگا وہ بھی امان پائیگا یہ سنکر سب نے کہا خدا تجھے ذلیل کرے کیسی خبر تو لایا ہے۔ ہندہ ابوسفیان کی زوجہ بھی شوہر کے استقبال کو آئی تھی۔ شوہر کے ان ناشنوا کلام کو سنکر بیتاب ہوگئی۔ شوہر کی ڈاڑھی پکڑلی اور اوسکی بڑی فضیحت کی

شنید کہ شوہرش این نوع کلام می راند تحمل نیاورد و بجانب شوہر را	اور پھر چلا کر کہنے لگی اے آل غالب - اس بوڑھے احمق کو مار ڈالو کہ پھر
بگرفت و بروے خوار بہامی کرد و گفت یا آل غالب بکشید این پیر احمق را	ایسے احمقانہ کلام نہ کرے - ابوسفیان نے جواب دیا میری جو ذلت چاہو کرو
تا این سخنان نگوید ابوسفیان گفت ہر خواری کہ خواہی بکن -	مگر مین قسم کھا کر کہتا ہون کہ اگر تو مسلمان نہ ہو جائے تو تیری گردن بھی اتار
سوگند میخورم کہ اگر مسلمان نشوی گردنت بخواہند زد پس در خانہ	لیجائیگی - جلد اپنے مکان مین چلی جا اور دروازہ بند کر کے
خویش درآئی و در را در بند ص۴۲۷	بیٹھ رہ ص۴۲۷ -

مکہ معظمہ مین آنحضرت صلعم کا فاتحانہ لیکن بالکل خموشانہ داخلہ

گو کہ رسالت مآب مہاجر و انصار کی جمعیت ساتھ مکہ معظمہ مین داخل ہوا - داخلہ سے پہلے شہر مین جانے کا یہ انتظام فرمایا گیا کہ چند ممتازین کی ماتحتی مین مختلف قبائل کی جماعتین سپرد کر کے متفرق راستون سے شہر مین اونکو داخل ہونیکا حکم دیا گیا حفظ ماتقدم کی یہ اعلیٰ تدبیر تھی - اسلیے کہ اگرچہ قریش مین اب کوئی جان باقی نہین تھی - لیکن دشمن گو کسی حالت مین ہو پھر بھی دشمن ہے - ع دشمن نتوان حقیر و بیچارہ شمرد چنانچہ خالد بن ولید والے ماتحتی دستۂ اسلام کے ساتھ نیم جان قریش نے ایک حرکت مذبوحی دکھلا ہی دی - جیسا کہ بعد کے سلسلہ بیان سے معلوم ہوتا ہے -

خالد بن ولید کے دستۂ فوج کا مقابلہ و مقاتلہ

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ حفظ ماتقدم کے لحاظ سے لشکر اسلامی کے متفرق دستے مختلف راستون سے شہر مین بھیجے گئے تھے - اور علی العموم اونکو جدال و قتال اور کشت و خون سے تاوقتیکہ مدافعانہ طور پر حفاظت جان کی ضرورت نہ واقع ہولے سخت تاکید کے ساتھ منع کر دیا گیا تھا لیکن تاہم خالد بن ولید والے ماتحتی دستۂ فوج کو دست بقبضہ ہونے کی ضرورت پیش آہی گئی شبلی صاحب ان الفاظ مختصرہ مین حقیقت حال بیان فرماتے ہین -

قریش کے ایک گروہ نے مقابلہ کا قصد کیا اور خالد کی فوج پر تیر برسائے - چنانچہ دو صاحب (کرز بن جابر فہری اور حبیش ابن اشعر) نے شہادت پائی - حضرت خالد نے مجبور ہو کر حملہ کیا - یہ لوگ ۱۳ لاشین چھوڑ کر بھاگ گئے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلوارون کا چمکنا دیکھا تو خالد سے بازپرس کی لیکن جب یہ معلوم ہوا کہ ابتداء مخالفین نے کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قضائے الٰہی یونہین تھی ص۳۷ -

شبلی صاحب تو اشارون مین باتین کر گئے اور تفصیل میرے لیے چھوڑ گئے - روضۃ الاحباب مین محدث شیرازی لکھتے ہین -

ہمہ طوائف را (آنحضرتؐ) گفت باید کہ ہیچکس مقابلہ	آنحضرت صلعم نے ہر دستہ فوج کو حکم تاکیدی فرما دیا تھا کہ کسی سے
و محاربہ نکند مگر آنکس کہ خیرگی نماید و با شما مقابلہ و محاربہ کند	مقابلہ و محاربہ نکیا جاوے - سواے اوس شخص کے جو تم سے بدی کر کے

عکرمہ بن ابو جہل و سہیل بن عمرو جماعتے از بنی بکر و بنی حارث بن عبد مناف و گروہے از ہذیل و احابیش سر راہ خالد گرفتند و در موضعے کہ ان را خندمہ می گفتند بادے محاربہ آغاز کردند خالد بضرورت باایشان مقاتلہ نمود و جنگ عظیم واقع شد چنانکہ بحزورہ کہ نزدیک بدر مسجد الحرام است رسیدند و بست مرد از بنی بکر و چہار مرد از ہذیل بکشتند و از فوج خالد دو کس بقتل آمدند یکے حبیش بن الاشعری و دیگر کرز بن جابر بود۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از دور شعاع شمشیر و نیزہ بدید و پرسید کہ این چیست۔ نہ نہی کردہ بودم از قتال بعرض رسانیدند کہ گمان می بریم کہ جماعتے با خالد بجنگ بیرون آمدہ باشند و خالد را ضرورت شدہ باشد کہ باایشان مقاتلہ نماید چون آن فتنہ تسکین یافت حضرتؐ با خالد گفت چون نہی کردہ بودم چرا جنگ کردی خالد جواب داد کہ ایشان ابتدا نمودند بقتال و مارا بضرورت دفع بایست کرد۔ فرمود قضاء اللہ خیرا و طبرانی بطریق ابن عباسؓ روایت میکند کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چون بمکہ در آمد گفتند یا رسول اللہ این خالد بن ولید است کہ شمشیر کشیدہ و اہل مکہ را می کشد آن سرور یکے از اصحاب را فرستاد تا خالد را گوید ارفع عنہم السیف یعنی شمشیر از ایشان بردار و مکیان را مکش آن مرد بنزد خالد آمد و گفت پیغمبر صلعم میگوید ضع فیہم السیف یعنی شمشیر در ایشان بنہ و بہر کہ دست یابی بکش پس خالد ہفتاد کس را در آن روز بکشت ۲۴۳

مقابلہ اور مقاتلہ کرے۔ عکرمہ بن ابی جہل۔ سہیل بن عمرو بنی بکر، بنی حارث بن عبد مناف۔ بنی ہذیل اور احابیش مکہ کی جماعتیں لیکر خالد کی راہ روکنے آئے اور مقام خندمہ پر خالد کے ہمراہیوں پر حملہ آور ہوئے اس ضرورت و مجبوری سے خالد نے اون پر تلوار کھینچی۔ بڑی لڑائی ہوئی اور ایسی کہ حزورہ۔ باب کعبہ کے قریبی مقام تک لوگ پہونچ گئے۔ بنی بکر کے بیس آدمی۔ بنی ہذیل کے چار آدمی مارے گئے اور خالد کی فوج سے دو آدمی کام آئے ایک حبیش بن الاشعری اور ایک کرز بن جابر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب تلوار و نیزہ کی چمک دیکھی تو پوچھا یہ کیا ہے کیا مین نے جدال و قتال سے منع نکر دیا تھا لوگون نے عرض کی ہمارا گمان یہ ہے کہ کوئی جماعت خالد سے برسر راہ ہوئی ہو گی اسلیے خالد کو اون سے مقابلہ کی ضرورت ہوئی ہو گی جب یہ فتنہ فرو ہو گیا تو آنحضرت صلعم نے خالد سے پوچھا کہ جب ہم نے تمھین کشت و خون سے منع کر دیا تھا تو تم کیون لڑے خالد نے جواب دیا کہ اونھین لوگون نے جنگ بتدا کر دی تو ہمکو بھی مدافعت کی ضرورت سے لڑنا پڑا۔ یہ سنکر آپ نے فرمایا۔ خیر مرضی خدا یہی تھی۔ طبرانی حضرت عبد اللہ بن عباس کے طریق سے لکھتے ہین کہ جب جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مین داخل ہوئے تو آپ سے لوگون نے عرض کی کہ خالد تلوار کھینچ کر کہ والون کو مارے ڈالتے ہین۔ یہ سنکر آپ نے ایک صحابی کو بھیجکر خالد کے پاس کہلا بھیجا کہ اون پر سے تلوار اوٹھا لو۔ اوس نے جاکر کہا کہ اون کو تلوارون کے نیچے رکھ لو۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خالد نے اوس دن ستر آدمیون کی جان لے لی۔

تفصیلی حقیقت یہ تھی جو محدث شیرازی کی زبانی لکھکر دکھلا دی گئی اب تحقیق طلب و انصاف پسند حضرات خود سمجھ لین کہ وہ شبلی صاحب کے مرقومہ بالا مختصرات سے کہان تک حقیقت حال معلوم کر سکتے تھے اور اسی کے ساتھ یہ بھی سمجھ لیا جائے گا کہ شبلی صاحب کو اس کوتہ رقمی اور قصیر القلمی کی کون سی مجبوری تھی یہی نہ کہ حضرت خالد کی عجلت فی القتال اور ایک دوسرے صحابی صاحب کی غایت درجہ کی خوش فہمی اور عقلمندی ثابت ہوتی

اسکے بعد شبلی صاحب داخلہ اور قیام مکہ کی نسبت تحریر فرماتے ہین۔

عقیل ابن ابیطالب پر بیجا الزام

لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ حضور قیام کہان فرمائین گے کیا اپنے قدیم مکان مین؟ شریعت مین مسلمان کافر کا وارث نہین ہو سکتا۔ ابوطالب آنحضرت صلعم کے چچا نے انتقال کیا تو اونکے صاحبزادے عقیل اوسوقت کافر تھے اسلیے وہی وارث ہوے۔ اونھون نے یہ مکانات ابوسفیان کے ہاتھ بیچ ڈالے اس بنا پر آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ عقیل نے گھر کہان چھوڑا جہان اوترون۔ اسلیے مقام خیف مین ٹھہرونگا یہ وہ جگہہ تھی جہان قریش نے ہجرت سے پہلے آنحضرت صلعم اور خاندان بنی ہاشم کو مکہ سے نکالکر محصور کر دیا تھا۔ صفحہ ۵۳۷۔

ابن ہشام۔ طبری اور ابوالفدا وغیرہ نے اسواقعہ کی تصریح نہین کی ہے۔ ہان بخاری صاحب اور اون کے بعد کے محدثین نے لکھا ہے۔ اس بنا پر اسکی صحت معیار تاریخی تک کامل نہین اوترتی۔ ممکن ہے کہ بخاری صاحب نے اسکو حضرت ابیطالب و عقیل کے اظہار کفر کی ضرورت سے اس کا اضافہ فرما لیا ہو اور تقلید اسلاف کی مجبوری سے شبلی صاحب نے بھی نقل کر دیا ہو۔

بہرحال اگر یہ صحیح بھی مان لیا جاوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسا استفسار کیا گیا اور آپ نے تعریضاً عقیل کے تصرف بالبیع کی طرف یہ اشارت بھی فرمائی تو بالکل صحیح ارشاد ہوا۔ حضرت ابیطالب کے انتقال کے بعد طالب و عقیل مشرکین مکہ کے ساتھ تھے اور اون کے عم بزرگوار حضرت عباس بن عبد المطلب بھی۔ اوسی طرح جعفر اور علی مرتضی آنحضرت صلعم کے ہمراہ مدینہ مین تھے۔ یہ ظاہر ہے کہ عقیل اور طالب جو وہان موجود تھے آبائی مکانات مسکونہ پر قابض و متصرف ہوے۔ جب طالب جنگ بدر کے بعد مفقود الخبر ہو گئے تو عقیل نے اپنی ضرورت سے اوسکو بیچ ڈالا۔ اس موقع پر مواہب لدنیہ مین امام قسطلانی لکھتے ہین۔

وکان عقیل ورث ابی طالب ھو وطالب ولم یرث جعفر ولا علی شیئا لانھما کانا مسلمین

ابوطالب کا ترکہ عقیل اور طالب نے لیا۔ اوس مین حضرت جعفر اور حضرت علیؑ کو کچھ بھی نہین ملا۔ کیونکہ یہ دونون بزرگوار مسلمان ہو چکے تھے۔

زرقانی اسکی شرح مین حافظ ابن حجر کا یہ قول لکھتے ہین۔

قال الحافظ هذا يدلّ على تقدّم هذا الحكم من اوّل الاسلام لموت ابی طالب قبل الهجرة فلمّا هاجرا استولى عقيل وطالب على الدار كلها باعتبار ما ورثاه وباعتبار تركه صلى الله عليه وآله وسلم لحقه منها بالهجرة وفقد طالب ببدر فباع عقيل الدار كلها واختلف فى تقريره عليه الصلوة والسلام عقيلا على ما يخصّه فقيل ترك له ذالك تفضّلا عليه وقيل استمالة وتاليفا وقيل تصحيحا لتصرفات الجاهلية كما تصحّح انكحتهم قال الخطابی انما لم ينزل فيها لانه دور هجروها لله فلم يرجعوا فيما تركوه وتعقب بان سياق الحديث يقتضى ان عقيلا باعها ومفهومه انه لو تركها بغير بيع لنزلها　ص ۳۰۳ مصر

حافظ ابن حجر کہتے ہین یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حکم قدیم اوائل اسلام سے جاری ہے۔ کیونکہ حضرت ابیطالب کی موت ہجرت سے پہلے واقع ہوئی ہے۔ جب آنحضرت صلعم ہجرت کر گئے تو ان مکانات پر عقیل اور طالب قابض ہو گئے۔ دونون اعتبار سے باعتبار وراثت بھی اور باعتبار اسکے کہ آنحضرت صلعم خود اوسکو چھوڑ کر چلے گئے۔ جب طالب جنگ بدر مین مفقود الخبر ہو گئے تو عقیل نے ان مکانون کو بیچ ڈالا آنحضرت صلعم کے اس تقریر مین عقیل کو مخصوص فرمانے کے متعلق بہت مختلف اقوال آئے ہین۔ بعض کہتے ہین کہ آپ نے اپنے تفضل خاص سے اپنا ترکہ اونھین چھوڑ دیا۔ بعض کہتے ہین اونکی دلجوئی اور تالیف کی غرض سے ایسا فرمایا گیا اور بعضون کا قول ہے کہ اس دستور جہالت کے صحیح فرمانیکے خیال سے ایسا کیا گیا جیسا کہ جاہلیت کے نکاح بھی سب صحیح و درست قرار دیے گئے۔ سیاق حدیث سے بھی یہ مترشح ہوتا ہے کہ عقیل اون مکانات کو بیچ چکے تھے۔ اور مفہوم حدیث یہ تبلاتا ہے کہ اگر عقیل اونھین نہ بیچے ہوتے تو آنحضرت صلعم اونھین مکانات مین ٹھہرتے۔

اس عبارت کے نقل کرنے سے میرا مقصود صرف اتنا تھا کہ جس غرض و غایت سے شبلی صاحب اور بخاری صاحب نے اس واقعہ کو بخلاف ارباب سیر و تاریخ مشتہر کرنا چاہا تھا وہ یہ تھین کہ عقیل کا غصب اور تصرف غیر ماذون ثابت ہو۔ اون کے کفر کا اعلان ہو اور اخلاق بنی ہاشم کی توہین ظاہر ہو۔ وہ ایک بھی ثابت نہین ہوا۔ بلکہ بخلاف انکے جو فعل عقیل نے کیا وہ آنحضرت صلعم کے نزدیک صحیح و درست تھا۔ بلکہ ان تمام امور مین عقیل کے ساتھ تفضلات و مراعات خاص عمل مین لائے گیے۔

اس کے بعد شبلی صاحب نے داخلہ بیت الحرام اور انہدام اصنام کی کیفیت لکھتے ہین اور بیچ کے تمام واقعات و حالات مرفوع القلم فرما دیتے ہین۔ اس لیے کہ اونمین بدقسمتی سے اہلبیت اور بنی ہاشم کا ذکر خصوصیت سے ہے۔ ہم اوسکو

لہ حافظ ابن حجر کی ابن عباس سے روایت سے رسول اللہ کے ترکہ کا وجود تو ثابت ہوا عام اس سے کہ آپکی حیات میں کسی زمانہ مین قائم کیا جائے ورنہ حدیث نحن معاشر الانبیاء تو آپکے وجود ترکہ ہی کو غائب کر دیا تھا اب انصاف پسند حضرات خود سمجھ لین کہ آپ یک زمانہ حیات تک ترکہ چھوڑ سکتے تھے اور دوسرے حصہ مین نہین کہا تک قریب عقل ہے؟ (المؤلف عفی عنہ)

تاریخ طبری ابن ہشام۔ روضۃ الاحباب اور شرح زرقانی سے ترجمہ کرکے ذیل میں لکھتے ہیں۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقام خیف میں جو شعب ابیطالب کے نام سے مشہور ہے۔ قیام فرمایا مقام حجون میں آپ کے لیے خیمہ نصب فرمایا گیا۔ آپ خیمہ میں تشریف لائے۔ گرد و غبار سے جسم و لباس مبارک بالکل آلودہ ہو رہا تھا۔ فوراً غسل کا تہیہ فرمایا۔ خیمہ میں بروایتے جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے اور بروایتے حضرت ابوذر غفاریؓ نے چادر کا پردہ کھینچ دیا اور آپ اوس پردہ کے اندر جا کر غسل فرمانے لگے

حضرت ام ہانی کا مکان دار الآمان قرار پایا

غسل سے فارغ ہو کر کپڑے بدل رہے تھے کہ اس اثنا میں حضرت ام ہانی بنت ابیطالب خیمہ اقدس میں آگئیں۔ جناب سیدہ سے آنحضرت صلعم کو پوچھا معلوم ہوا کہ غسل فرماتے ہیں اتنے میں آپ حجاب سے باہر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا اھلا و مرحبا یا ام ھانی ماجاء بكِ اہلاً و مرحبا اے ام ہانی کہو کیوں آئی ہو۔ ام ہانی نے عرض کی کہ میرے گھر میں میرے شوہر کے دو عزیز آکر چھپ گئے ہیں میرے بھائی علی مرتضیٰؑ نے اونھیں دیکھ پایا ہے اونکو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ آپ میری خاطر اونکی جان بخشی فرمادیں۔ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا قد اجرنا من اجرت یا ام ھانی جاؤ ام ہانی جسکو تم نے امان دی اوسکو میں نے بھی امان دی۔

ام ہانی کے گھر میں رسول اللہ کی ضیافت

اسکے بعد پھر آپ ام ہانی کے گھر میں تشریف لائے اور ارشاد کیا کچھ کھانیکو لاؤ۔ ام ہانی نے عرض کی بغیر نان و سرکہ کے اور کچھ بھی نہیں ہے اور میں حضور کے سامنے اوس کے پیش کرنے سے شرماتی ہوں ارشاد ہوا۔

ھلمی بھن فکسرھن فی ماء وجاءت بملح — لاؤ۔ روٹی کے ٹکڑے کر ڈالو۔ اور پانی میں اونکو بھگو کر اور سے نمک چھڑک دو۔

سبحان اللہ وبحمدہ۔ روز فتح یہ مکہ کے فاتح اعظم کا خاصہ ہے۔ صلوا علیہ وآلہ۔

ام ہانی کا بیان ہے۔

ھلمیہ قصیہ علی الطعام واکل منہ ثم حمد اللہ تعالیٰ ثم قال نعم الادم الخلّ یا ام ھانی لا یفقر بیت فیہ خلّ — پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ کھانا کھالیا اوس کے بعد خدا کا شکر ادا کیا اور مجھسے ارشاد فرمایا اے ام ہانی سب سے بہتر وہ دسترخوان ہے جس پر سرکہ موجود ہو۔ اور اوس گھر میں فقر نہیں آتا جس گھر میں سرکہ موجود ہوتا ہے۔

زرقانی باسناد طبرانی ص ۳۷۵ مصر

بروایت روضۃ الاحباب خانہ ام ہانی میں آٹھ رکعت نماز دو دو رکعت کرکے صوت خفی کے ساتھ پڑھی گئی اسکے بعد آپ وہاں سے برآمد ہوئے تو مہاجرو انصار کی مسلح جماعت دروازے پر منتظر کھڑی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بھی سلاح حرب زیب تن فرمائے ہوئے تھے۔

حرم محترم میں داخلہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بروایتے شعب ابیطالب اور بروایتے خانہ ام ہانی سے مسلح ہوکر برآمد ہوئے۔ جان نثارون نے ہاتھون ہاتھ لیا اور پروانہ وار شمع رسالت کے گرد و پیش ہوگئے۔ چونکہ بیرون شہر سے مسجد الحرام تک ایک گونہ مسافت تھی اسلیے آپ نے ناقہ پر جلوس فرمایا اور اخلاص مندون کا گروہ آراستہ ہوکر خرامان خرامان ہمراہ چلا۔

کرشمۂ قدرت کا پورا نظارہ تھا اور تصرفات مشیت کا کامل مشاہدہ جس مقام مین تین برس تک یہ مقدس ہستی محصور کی گئی تھی۔ جسکے لیے آب و دانہ کا فرق تھا۔ آمد و رفت مسدود۔ خرید و فروخت ممنوع تھی جس سے تعلقات قومی و مالی اور توسلات حسبی و نسبی مقطوع کردئے گئے تھے۔ گویا اسی حبس بیجا کی ضیق النفسی مین اوسکے لیئے دم بھر کی زندگی بھی ناممکن ٹھہرا دی گئی تھی۔ آج اوسی مقام۔ اوسی مکان اور اوسی زمین سے وہ پیکر مطہر۔ وہ مقدس ہستی وہ وجود فیجود اونکا تاجدار۔ اونکا حکمران اور اونکا سردار بنکر کامل فتح و کامرانی کے ساتھ اون پر حکمرانی کرنیکے لیئے تشریف فرما ہوا ہے تمام عمائد۔ اکابر اور سرداران قریش کی گردنین اطاعت کے لیے خم ہین اور سرہائے نیاز افگندہ ہین۔ سرمستان غرور و جہالت اور سرگشتگان کفر و ضلالت کی جوق جوق جماعت دروازۂ شہر سے لیکر باب بیت اللہ معظم تک ہزار ہا چشم حسرت و عبرت کے ساتھ کوکبۂ رسالت کی موجودہ شان و شوکت کو دیکھ رہی ہے اور دیوار کی صورت خاموش کھڑی ہے اونکے دو رویہ قطار کے درمیان سے مہاجر و انصار اور عقیدتمندان جان نثار کی جماعت تکبیرون کے نعرے لگاتی ہوئی اور خود زبان اقدس رسالت آیہ۔ انا فتحنا لک فتحا مبینا کی تلاوت فرماتی ہوئی خرامان خرامان گذر رہی ہے شہنشاہ رسالت کے خاص جذبات کی یہ حالت ہے کہ آپ باربار شکریۂ الٰہی مین خم ہوجاتے ہین اور ارشاد فرماتے ہین

اللھم ان العیش عیش الآخرہ — پروردگار اصل کامرانی عاقبت کی کامرانی ہے

کس قدر معرفت اور حقیقت مین ڈوبا ہوا کلمہ ہے۔ جو باوجود ان تمام سامان و اسباب ظاہر کے مجاز کے کسی شائبہ اظہار کو پاس نہین آنے دیتا۔ اسی سے قلب منور کے جذبات صحیحہ کا پتا چل جاتا ہے۔ چنانچہ اسی کیفیات خاص کے متعلق امام قسطلانی مواہب لدنیہ مین لکھتے ہین۔

انہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم	آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرق مبارک وٹھایا آنحضرت
وضع راسہ تواضعا للہ لما	صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اظہار تواضع کی غرض سے فرق مبارک
رای ما اکرمہ اللہ بہ من	جھکا دیا تھا اسلیے کہ فتح مکہ کے موجودہ مشاہدہ سے جو خدا نے کرامت
الفتح حتی ان راسہ لتکاد یمس	آپکو عطا فرمائی تھی وہ آپکے پیش نظر تھی۔ آپنے اس عطیۂ الٰہی کے

رحله شکرا وخضوعا لعظمته (زرقانی مصر ص ۳۶۹)

شکریہ مین اور عظمت خداوندی کے اظہار مین اسقدر فرق مبارک کو جھکا دیا تھا کہ پالان شتر سے ملحق ہونیکے قریب پہونچ گیا تھا۔ (زرقانی مصر ۳۶۹)

احکام امن۔ انھین جذبات نورانی کا تقاضہ تھا کہ داخلہ شہر سے پہلے تمام لشکر اسلام مین حکم عام دیدیا گیا تھا۔

(۱) جو شخص ہتھیار رکھدے۔ اوسے قتل نکرو۔

(۲) جو شخص خانۂ کعبہ مین پناہ لے قتل نکیا جاوے۔

(۳) جو شخص اپنے گھر کے دروازے بند کرکے بیٹھ رہے قتل نکیا جاوے۔

(۴) جو شخص ابو سفیان کے گھر مین چھپ رہے اوسکو امان دی جاوے۔

(۵) جو شخص حکیم بن حزام کے گھر مین چھپ رہے اوسکو امان دیجاوے۔

(۶) بھاگنے والون کا تعاقب نکیا جاوے۔

(۷) زخمیون کو نہ قتل کرو۔

(۸) قیدیون کو نہ قتل کرو۔

مخالفین اسلام حضرت موسیؑ کے داخلہ مدین اور بنی موآب و بنی ادوم کے قتل عام اور اون کے ساتھ بدلہ و انتقام کے احکام توریت مین پڑھین اور زمانہ حال کے عیسائی متعصبین شاہ قسطنطین کا شہر قسطنطنیہ مین داخلہ اور رعایائے مقتوصہ کے قتل عام کی سرگزشت اپنی اپنی تاریخ قدیم مین دیکھین۔ پھر اون داخلون کے حالات و واقعات کو پیغمبر عرب اور فاتح مکہ کے حالات فتوحات سے مقابلہ و موازنہ کرکے خود سمجھ لین کہ رحمت عالم اور خدا کے خلق مجسمؐ کی یہ شان ہوتی ہے صلوٰۃ اللہ علیہ وآلہ

افسوس ہے شبلی صاحب نے ان تمام حالات کی تفصیل سے بے موقع چشم پوشی اختیار فرمائی ہے۔ جو حقیقتاً حق پوشی اور حق فراموشی ہے۔

حضرت عمر کی نسبت بت شکنی کا غلط دعویٰ

شبلی صاحب اسکے آگے بیان فرماتے ہین۔

خدا کی شان! حرم محترم جو خلیل بت شکن کی یادگار تھا۔ اوسکی آغوش مین ۳۶۰ بت جاگزین تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایک کو لکڑی کی نوک سے ٹھوکے دیتے جاتے تھے۔ اور یہ پڑھتے جاتے تھے۔ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا حق آگیا اور باطل مٹ گیا۔ اور باطل مٹنے ہی کی چیز تھی۔ عین کعبہ کے اندر بہت سے بُت تھے جنکو قریش خدا مانتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ مین داخل ہونے سے پہلے حکم دیا کہ سب نکلوا دئیے جائین۔ حضرت عمر نے اندر جاکر جسقدر تصویرین تھین

وہ بھی مٹا دین۔ حرم ان آلائشون سے پاک ہوچکا تو آپ نے عثمان بن طلحہ سے جو کعبہ کے کلید بردار تھے۔ کنجی طلب کی اور دروازہ کھلوایا آپ حضرت بلال اور طلحہ کے ساتھ اندر داخل ہوئے اور نماز ادا کی بخاری کی روایت مین ہے کہ کعبہ کے اندر تکبیرین کہین۔ نماز نہین ادا کی صـ۳۷۹

شبلی صاحب کے یہی مختصرات ہین جو ان واقعات کی تفصیل مین حوالہ قلم فرمائے گئے ہین لیکن آپکی موقع شناسی البتہ قابل داد ہے کہ اس مختصر پسندی اور زود نویسی مین حضرت عمر کی خصوصیت یاد رہی۔ (کاش دوسرونکی خصوصیتین بھی یونہین یاد رکھی جاتین)۔ اگرچہ تحقیق سے وہ کیسی ہی ثابت نہوتی ہو۔

شبلی صاحب ور واقعہ بت شکنی کا انحراف

بہرحال حضرت عمر کے تصویرین مٹانے کا واقعہ اور اوسکی اصلیت کیا ہے اور اوس کا موقع کون ہے۔ اسکو توہم پیچھے بیان کرینگے۔ پہلے ہم شبلی صاحب اُن قلمکاریون کی حقیقت کا انکشاف کرتے ہین جو آپ نے محض بیوقت بے موقع اور بے محل حضرت عمر کی مداخلت فی الکعبہ ثابت کرنیکی کوشش کی ہے اور اور خلاف واقع ہونیکی وجہہ سے آپ کے اس بے موقع بیان مصنوعی مین جو اشکال واقع ہوئے ہین وہ یہ ہین۔

(۱) اوّل تو حضرت عمر کے تصویرون کے مٹانے کے واقعہ کو اربابِ تاریخ وسیر اور اصحاب حدیث وغیرہ نے بہت کم لکھا ہے اور لکھا بھی ہے تو واقعہ بت شکنی کے بعد۔ ملاحظہ ہو شرح زرقانی

(۲) آپ نے واقعہ بت شکنی کو کلیۃً مرفوع القلم فرمادیا۔ محض اس خوف سے کہ اوس مین خواہ مخواہ حضرت علیؑ کی بت شکنی کا ذکر ضرور کرنا ہوگا۔ صرف اتنا لکھدیا کہ آنحضرت صلعم ہر ایک بت کو ٹھوکے دیتے جاتے تھے اور پڑھتے جاتے تھے جاء الحق الخ اس ترکیب تلخیص و تلمیح سے تمام واقعہ کو ناقص اور ناکامل چھوڑ دیا۔

(۳) آپ نے اس واقعہ کو دخول کعبہ سے پہلے بتلایا۔ جس سے معلوم ہوا کہ آپ کے ٹھوکے دینے سے جو بت ٹوٹے تھے۔ وہ وہی تھے جو خانہ کعبہ کے باہر رکھے ہوئے تھے۔ یا باہر نصب تھے۔ کیونکہ ابھی تک دروازہ مقفل تھا۔ نہ کلید بردار آیا تھا۔ نہ کنجی لی گئی تھی۔ نہ دروازہ کھلا تھا۔ عثمان بن طلحہ سے کنجی منگانے اور طلحہ و بلال کے ساتھ کعبہ کے اندر جانیکے حالات تو آپ نے پیچھے لکھے ہین۔

(۴) بتون کے ٹھوکے دینے کے بعد ہی آپ نے حضرت عمر کے تصویرین مٹانے کا واقعہ لکھا ہے۔ تو پہلے بتون کی طرح معلوم ہوتا ہے یہ تصویرین بھی باہر کی دیوارون پر منقوش تھین۔ جن کو حضرت عمر نے مٹایا۔ اور یہ بھی دخول بیت اللہ سے قبل واقع ہوا۔

لیکن مشکل یہ پڑتی ہے کہ آپ تصویر مٹانے کے واقعات کو بھی خانہ کعبہ کے اندر بتلاتے ہین۔ جیسا کہ لکھا گیا ہے کہ حضرت عمر نے اندر جاکر تصویرین مٹادین" سوال یہ ہے کہ ابھی تو نہ کنجی آئی۔ نہ کلید بردار حاضر ہوا۔ پھر حضرت عمر

بقول آپ کے اندر چلے کیسے گئے۔ جب آپ کے کلید بردار والے مابعد کے واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ قبل کا واقعہ ہے تو آپکا یہ لکھنا کہ حضرت عمر نے اندر جا کر تصویرین مٹا دین کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ بالآخر یہ کہنا پڑیگا کہ آپکے بیان مین تاخیر و تقدیم کا تناقص پیدا ہو گیا ہے اور حضرت عمر کی صرف خصوصیت کے غیر متحمل شتیاق مین زود نویسی کی وجہ سے آپکو پس و پیش کا بھی خیال نہین رہا حقیقت یہ ہے کہ کعبہ کے اندر جانیکا واقعہ دروازہ کھلنے کے بعد کا ہے لیکن آپنے بلا خیال تقدیم و تاخیر اسکو کلید بردار کے آنے سے پہلے لکھدیا ہے اسلیئے مبہم بھی ہو گیا ہے اور غلط بھی۔ اگر ہم اسکی تفصیلی حقیقت یہین لکھدین تو پھر ہمارے سلسلہ کلام مین بھی وہی عیب و تناقص پیدا ہو جائے گا۔ اسلیئے ہم اوسکی حقیقت کو اوسکے مقام پر لکھین گے پہلے ہم جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بت شکنی کی تفصیل عرض کرتے ہین۔ مواہب لدنیہ مین امام قسطلانی لکھتے ہین

حضرت علی اور بت شکنی کی خدمت

وبقی صنم خزاعہ فوق الکعبۃ وکان من قواریر صفر فقال یا علیؑ ارم بہ فحملہ علیہ السلام حتی صعد ورمی بہ وکسرہ فجعل اہل مکۃ یتعجبون	خزاعہ کے بُت باقی رہگئے تھے جو کعبہ معظمہ کی چھت پر نصب تھے اور سیسہ کی بنی ہوئی شکلین قارورے کی طرح زرد اور حرطومی تھین، آپ نے حضرت علی سے ارشاد فرمایا کہ انھین توڑ ڈالو یہ کہکر آپنے اونکو اوٹھایا یہان تک کہ آپ (حضرت علی) اسی طرح اوپر چڑھ گئے۔ اور اونکو نیچے گرا کر چور چور کر دیا اور اہل مکہ تعجب سے دیکھنے لگے۔

اسکی شرح مین زرقانی لکھتے ہین۔

انتھی کلام ابن نقیب وفی سیاقہ فی ھذہ القصۃ الاخیر اختصار فقد رواہ ابن ابی شیبہ والحاکم عن علیؑ قال انطلق رسول اللہ صلعم حتی اتی بی الکعبۃ فقال اجلس فجلست الی جنب الکعبۃ فصعد علی منکبی ثم قال انھض فنھضت فلما رای ضعفی تحتہ قال اجلس فجلست ثم قال یا علی اصعد علی منکبی ففعلت فلما نھض بی خیل لی لو شئت قلت افق السماء	زرقانی لکھتے ہین کہ صاحب مواہب لدنیہ نے ابن نقیب کا کلام یہان تک لکھکر تمام کر دیا ہے۔ لیکن ابن نقیب نے اس قصہ کے سیاق عبارت مین اختصار اختیار کیا ہے۔ اور ابن ابی شیبہ اور حاکم نے حضرت علی سے اس واقعہ کی تفصیل یون بیان کی ہے کہ حضرت علی بیان کرتے ہین کہ جناب رسولخدا صلعم کعبہ کے پاس آئے اور مین بھی کعبہ سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔ مجھسے ارشاد ہوا۔ بیٹھ جاؤ مین کعبہ کے پہلو مین بیٹھ گیا تو آپ میرے کاندھے پر سوار ہو گئے۔ اور مجھسے ارشاد کیا کھڑے ہو جاؤ مین حسب الحکم اوٹھ کھڑا ہوا۔ لیکن آپنے میرے ضعف جسمانی کو دیکھ لیا تو پھر فرمایا کہ بیٹھ جاؤ مین ویسے ہی بیٹھ گیا۔ تو مجھ سے ارشاد ہوا اے علیؑ تم میرے کندھے پر سوار ہو جاؤ۔ مین نے امتثالاً للامر ایسے ہی تعمیل کی۔

فصعدت فوق الکعبة وتنحی صلی الله علیه و آله وسلم فقال القِ صنمهم الاکبر وکان من نحاس موتدا باوتاد من حدید الی الارض فقال علیه السلام عالجه ویقول لی ایة جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَهُوْقًا ولم ازل اعالجه حتی استمکنت منه ص ۳۸۷ جلد دوم مطبوعہ مصر

جب میں آپکے دوش مبارک پر چڑھا تو مجھے اوسوقت خیال آیا کہ اگر میں چاہوں تو آسمان کے کناروں تک پہونچ جاؤں۔ پھر میں بیت اللہ پر چڑھ گیا۔ اوس پر کانسے کی مورت رکھی تھی اور وہ تانبے کی اور لوہے کی میخوں سے جڑی ہوئی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مجھسے فرمایا کہ اس بڑی مورت کو اوکھاڑ کر پھینکدو اور آیہ جاء الحق وزہق الباطل ان الباطل کان زہوقا پڑھتے رہے۔ یہانتک کہ میں نے اوسکو ہلا ہلا کر اوس پر پورا قابو پالیا۔

زرقانی نے امام حاکم کی بھی یہی عبارت لکھی ہے۔ جس کا آخر فقرہ یہ ہے۔

قال لی اقذفه فقذفت به ۔ پھر آپنے مجھے حکم دیا کہ اوس کو پھینکدو۔ پس میں نے اوسے نیچے پھینکدیا۔

امام احمد بن حنبل اپنی مسند و مناقب میں اور امام نسائی خصائص میں بھی اس روایت کو لکھتے ہیں اور آخر میں اتنا اضافہ فرماتے ہیں۔

صعدت علی البیت وعلیه تمثال صفر او نحاس فجعلت ازاله عن یمینه وشماله ومن بین یدیه ومن خلفه حتی اذا استمکنت منه قال لی رسول اللهؐ اقذف به فقذفت به فتکسر کما تتکسر القواریر ثم نزلت فانطلقت انا ورسول الله صلی الله علیه و آله وسلم نستبق حتی توارینا بالبیوت خشیة ان یلقانا احد من الناس (رجوع الارجح المطالب)

(سلسلہ روایت میں حضرت علیؑ فرماتے ہیں) میں بیت اللہ پر چڑھ گیا اوس پر کانسے یا تانبے کی مورت تھی۔ میں اوسے داہنے بائیں آگے پیچھے سے ہلانے لگا۔ جب میں نے اوس پر قابو پالیا تو آنحضرت صلعم نے مجھے ارشاد فرمایا کہ اسے پھینکدو۔ میں نے اوسے اوٹھا کر پھینکدیا۔ وہ مورت کانچ کی طرح سے ٹوٹ گئی۔ پھر میں اوتر آیا اور جناب سرور کائنات صلعم کے ساتھ دوڑ کر گھر میں چھپ رہا تاکہ کوئی آدمی مجھے (کافروں میں سے) دیکھ نہ لے۔

تفسیر نیشاپوری میں بھی ۔ زیر تفسیر آیہ جاء الحق وزہق الباطل ایسے ہی لیکن مختصر الفاظ میں یہ واقعہ تحریر ہے۔ حافظ جمال الدین محدث شیرازی اسکی حسب ذیل تفصیل فرماتے ہیں۔

چند بت بزرگ را در موضع بلند نهاده بودند چنانکه دست بآن نمی رسید علی مرتضی کرم الله وجهه بعرض رسانید که یا رسول اللهؐ پای مبارک را بر کتف من نه و این اصنام فرود آرم آنسرور فرمود یا علیؑ ترا طاقت ثقل نبوت

چند بت بڑے بڑے ایسے مقام بلند پر رکھے تھے کہ آنحضرت صلعم کے دست مبارک اون تک نہیں پہونچ سکتے تھے یہ دیکھ کر جناب علی مرتضی نے عرض کی یا رسول اللہ صلعم آپ میرے کندھے پر پائے مبارک رکھکر چڑھ جائیں اور ان بتوں کو

تو پاے خود بر کتف من نه واین کار بکن حضرت علی
امتثالاً للامر پا پاے بر کتف مبارک رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نہاد و آنہارا فرد گرفت دراین حالت
حضرت از وے پرسید کہ خود را چگونہ می یابی گفت
یا رسول اللہ صلعم چنان می بینم کہ حجب مکشوف شدہ
و گوئیا سر من بساق عرش رسیدہ و بہر چہ دست دراز
میکنم بدست می آید حضرت فرمود اے علیؑ خوشا وقت
تو کہ کار حق میکنی و حبذا حال من کہ بار حق می کشم و در روایتے
آنکہ فرمود یا علیؑ رسیدی انچہ می خواستی علی در جواب گفت
آرے بخدا انیکہ ترا براستی مبعوث فرمودہ کہ چنان می بینم
خود را کہ اگر خواہم دست بآسمان توانم رسانید پس
بتان را بزمین انداخت و قطعہ قطعہ ساخت و از
نزدیکی میزاب کعبہ خود را بیانداخت از جہت ادب
و شفقت بر آنحضرت ص و چون بزمین رسید تبسمے فرمود
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از وے پرسید کہ
چہ چیز ترا خندہ آورد گفت خود را از چنین جائے بلند
انداختم و ہیچ الم بمن نرسید آن سرور فرمود چگونہ یا علی
الم بتو برسد حالانکہ ترا محمد صلعم برداشتہ بود و جبرئیلؑ ترا
فرود آوردہ و گویند یکے از شعراے عرب اشارتے باین قصہ
کردہ دراین ابیات کہ۔

قِيلَ لِي قُلْ لِعَلِيٍّ مَدْحًا ذِكْرُهُ يُخْمِدُ نَارًا مُوصَدَةً
گفتند مرا کہ مدح علیؑ گوئی اے نزہے کز آن نمیرد آتش آندل کہ بے ضیاست
قُلْتُ لَا أُقْدِمُ فِي مَدْحِ امْرِءٍ ضَلَّ ذُو اللُّبِّ إِلَى أَنْ عَبَدَهُ
اقدام چون کنم بمدح کسے کز او درگمرہی فتادہ گروہے کہ او خداست

توڑ ڈالیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ تم میں بار نبوت کے
اوٹھانیکی طاقت نہیں ہے۔ تم البتہ میرے کندھے پر چڑھ جاؤ
اور انکے کام تمام کردو۔ حضرت علی الامر فوق الادب کے
اعتبار سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوش مبارک پر
پاؤں رکھکر چڑھ گئے اور بتوں کو توڑنے لگے۔ عین اسی حالت
میں آنحضرت صلعم نے پوچھا اے علیؑ بتلاؤ تم اپنے کو باعتبار
رفعت کے کتنا اور کیسا پاتے ہو۔ حضرت علی نے عرض کی
یا رسول اللہ صلعم مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میری آنکھوں کے
آگے سے حجاب اوٹھا دیے گئے اور گویا میرا سر ساق عرش تک
جا لگا اور میں جس چیز کی طرف اپنا ہاتھ بڑھاؤں وہ گویا
مجھے دستیاب ہو جائے گی حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے حضرت علی سے ارشاد کیا خوشا وقت تمہارا یا علیؑ کہ تم اسوقت حق کا
کام کر رہے ہو۔ اور خوشا حال ہمارا کہ ہم اسوقت حق کا بار اوٹھائے
ہیں اور ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے حضرت علیؑ
سے پوچھا کہ اب تو تم اپنے مقاصد تک پہونچ گئے۔ عرض کی۔
جی ہاں۔ اوس خدا کی قسم جس نے حضور کو براستی مبعوث
فرمایا ہے میں تو اپنے آپ کو ایسی حالت میں پاتا ہوں کہ
اگر چاہوں تو اپنے ہاتھ آسمان تک پہونچا دوں۔ اسکے بعد
حضرت علیؑ نے بتوں کو زمین پر پھینکدیا اور اونکے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے
اور پھر میزاب کعبہ کو پکڑ کر سقف کعبہ سے زمین پر کود پڑے اسلیے کہ
بار دیگر دوش رسالت پر چڑھکر اوترنا خلاف ادب سمجھا جب حضرت علیؑ
زمین پر آگئے تو تبسم ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا
کس وجہ سے تم تبسم کرتے ہو۔ حضرت علی نے گزارش کی میرے تبسم کا باعث
یہ ہے کہ میں اتنے مقام بلند سے نیچے کود آیا اور تاہم مجھے کوئی صدمہ یا چوٹ

وَالنَّبِيُّ الْمُصْطَفٰى قَالَ لَنَا　　لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ لَمَّا صَعِدَهْ

برکتف مصطفیٰ ید قدرت نہادہ است　　شام وصال این سخن از قول مصطفیٰ است

وَضَعَ اللّٰهُ بِظَهْرِيْ يَدَهُ　　فَأَحَسَّ الْقَلْبُ اَنْ قَدْ بَرَدَهْ

جائیکہ حق بران ید قدرت نہادہ بود　　از بہر احترام بران پا مرتضیٰ است

وَعَلِيٌّ وَاضِعٌ اَقْدَامَهُ　　فِيْ مَحَلٍّ وَضَعَ اللّٰهُ يَدَهْ

کہ مم حدیث ... هر دو ترجمی کہ تشنود از من ... ترا

روضۃ الاحباب مطبوعہ لکھنؤ

صفحہ ۱۳۱ مع حاشیہ

سموٰتی ارشاد ہوا یا علیؑ کیونکر تمھین کوئی ضرر نہ پہونچا۔ محمد صلعم نے تمھیں حیدر عطا اور جبرئیل نے تمھیں اوتارا۔ عرب کے ایک شاعر نے اس واقعہ کی معصلہ ذیل ابیات مین شہادت کی ہے۔ تو مجھے کہتا ہے کہ مین علیؑ کی مدح کروں اسلیے کہ مین ڈرتا ہوں کہ آگ سے بچا رہوں مین ایسے شخص کی مدحت پر کیسے جرأت کروں جسکو ایک گروہ خدا کہکر گمراہ ہو گیا ہے۔ مدد ان حضرت مصطفیٰ صلعم کے دوش مبارک پر اپنا ہاتھ رکھ چکا ہے۔ اس قول کی موافقت خود حضرت مصطفیٰ صلعم کے قول سے پائی جاتی ہے۔ (ترجمہ) اس پر جس جگہ خدا نے اپنا ہاتھ رکھا تھا اوسی جائے محترم پر آپ پاؤن رکھے گئے ہیں تو اسے ان اشعار مین سچی حدیث بیان کی ہے لیکن جو خارجی اس سچی حدیث کو سنے گا حسد سے مر جائیگا۔

اس موقع پر زرقانی نے ایک دوسرے عقیدتمند شاعر عرب کے مفصلہ ذیل اشعار نقل کئے ہین۔

یا رب بالقدم التی اوطأتہا　　من قاب قوسین المحل الاعظما

اون قدمون کے واسطے سے پروردگار جو قاب قوسین　　کے ایسے اعظم ترین مقام پر پہونچ چکے ہین

وبحرمۃ القدم التی جعلت لہا　　کتف المؤید بالرسالۃ سلّما

اور میرا اون قدمون کی برکت کے لیے جن کے لیے　　رسالت کا دوش مؤید جھک چکا ہے

ثبت علی متن الصراط تکرّما　　قدمی وکن لی منقذا ومسلما

میرے قدمون کو صراط کے خطر پر ان قدمون کی حرمت سے　　ثابت رکھ۔ اور اوسکو میرا مقصود بنا اور اسلام پر قائم رکھ

واجعلہما ذخری فمن کانا لہ　　ذخرا فلیس یخاف قط جہنّما

اور دونون بزرگوار دون کے قدمونکی برکت کو میرے لیے　　ذخیرہ (آخرت) قرار دے اسلیے کہ جس کے پاس یہ ذخیرہ ہے

اوسکو خوف جہنم مطلق نہین ہے۔ شرح زرقانی مطبوعہ مصر صفحہ ۳۸۷۔

عرب پر موقوف نہین تمام دنیائے اسلام مین اس واقعہ کی نسبت اسلامی ادبا اور نامی شعرا نے بڑی خوش عقیدگی کے ساتھ اوسوقت سے لیکر اسوقت تک بڑی بڑی طبع آزمائیان کی ہین۔ جو تمام چھوٹی بڑی اسلامی کتابون مین آجتک محفوظ اور قائم ہین۔ حکیم سند مولانا فیضی علیہ الرحمہ کا یہ شعر واقعہ کی حقیقت اور اونکی عقیدت کا آئینہ ہے ؎ خوشا نقش پائیکہ بر دوش احمدؐ　　ز مُہر نبوّت مقدم نشیند۔

لکھنؤ کے فصیح اللسان شاعر۔ خواجہ حیدر علی آتش مرحوم فرماتے ہین ؎

علیؑ کے زیرِ پا ہے زوبان دوش ہمپیر کی شکستِ بُت سے آتی ہے صدا اللہ اکبر کی

تعجب ہے کہ اتنے بڑے مشہور و معروف عالم واقعہ کے نقل و بیان سے شبلی صاحب ہمہ دان خموش رہجائے مگر نہین۔ ہم کو آپ کی خموشی کی حقیقت معلوم ہے ؎ خموشی معنی دارد کہ در گفتن نمی آید۔

بیت اللہ کا فتح الباب ہم اپنی تنقیدی تفصیل کو تمام کر کے اپنے سلسلہ بیان کو آگے بڑھاتے ہین۔

باہر، اوپر ادر ادھر اودھر کے تمام رکھے ہوئے بت ٹوٹ چکے۔ اور خدائے واحد کا گھر بیرونی اور خارجی آلائشون سے پاک وصاف ہوگیا۔ لیکن خانہ کعبہ کے اندر کی غلاظت وکسافت ابھی ویسی ہی تھی۔ بیت اللہ بند تھا۔ اور کلید بردار ابھی تک ندارد اندر کی صفائی کیسے ہوتی۔

شبلی صاحب کو تو خیریت سے کسی واقعہ کی تفصیل کی نہ ضرورت ہے اور نہ عادت صرف اتنا۔ بلا خیال تقدیم و تاخیر لکھ دیا کہ عثمان بن طلحہ کلید بردار تھے۔ کنجی طلب کی۔ دروازہ کھلوایا۔ ختم شد۔ اب ناظرین ملاحظہ فرمالین کہ شبلی صاحب کے اس مختصرہ کے خلاف درِ کعبہ کھُلنے کے متعلق کیا کیا واقعات پیش آئے۔ کُنجی آنے اور قفل کُھلنے مین کتنے اور کیسے پیچ پر پیچ پڑے۔ ہم شروع سے مفصل عرض کرتے ہین۔ صاحبِ رحمۃ العالمین لکھتے ہین۔

ابتدائے ایّام نبوّت مین ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی عثمان سے فرمایا تھا کہ بیت اللہ کھولدو اوسنے انکار کیا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا کہ تم دیکھ لینا کہ ایک دن یہ کلید میرے ہاتھ مین ہوگی اور مین جسے چاہونگا اوسے عطا کرونگا۔ عثمان نے جواب دیا تھا کہ کیا اوس روز قریش کے سب ہی مرد ذلیل وتباہ ہو جائینگے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا تھا کہ وہ (اوسدن) اور بھی زیادہ عزّت واقبال سے ہونگے۔ ص۱۲۱۔ اس واقعہ کو باختلاف خفیف زرقانی نے بھی اپنی شرح کی جلد دوم ص۳۸۹ مین لکھا ہے۔

اس وقت وہی عثمان قدرت کے مناظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس پیشین گوئی کو اگر اوس وقت نہین تو اسوقت پوری ہوتے ہوئے یقین کر رہے تھے۔ کعبہ کی کلید برداری کا منصب قریش مین بڑا اعزازی اور امتیازی منصب تھا۔ اور خدمات کعبہ کے سلسلہ مین۔ سقایۃ۔ رفادۃ وغیرہ مناصب مقررہ سے کبھی کم نہین تھا اور قصیٰ کے وقت سے اون کے بیٹے عبدالدار کی اوس شاخ مین چلا آتا تھا جسمین عثمان بن طلحہ داخل تھے۔ پھر اس منصب کی عظمت کے ساتھ جہالت کی یہ عقیدت بھی شامل ہوگئی تھی کہ نہ قریش کے ہاتھ سے کوئی کعبہ لے سکتا ہے اور نہ قریش عثمان کے خاندان سے کعبہ کی کُنجی لے سکتے ہین۔ دعوے پر دلیل یہ بھی کہ جب ابرہۃ الاشرم کی کوششین فتح بیت اللہ کی نسبت بیکار گئین تو پھر اوس سے بڑھکر فوج وقوت والا۔ مال ودولت والا اور جاہ وحشمت والا دوسرا کون ہوسکتا ہے۔

لیکن اُن کوتہ چشموں کو یہ نہ سوجھتا تھا کہ ابرہۃ الاشرم کی مثال و مقابلہ بالکل بیکار ہے ۔ ابرہہ ایک سلطان جبار تھا ۔ اور رسول مختار ۔ ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کے خاص وارث و باعث افتخار ۔ کعبہ کی فتح آپکے لیے ارث آبائی اور ترکہ پدری پر قبضہ و تصرف تھا ۔ اور ہر حیثیت و سو یت با بن حق بحقدار کا خاص مقتضا ۔

کنجی کے دینے مین عثمان کی ماں کی بہانت

یہ جاہلانہ خیالات تھے اور مجنونانہ توہمات ۔ جو تمام قریش کے دل و دماغ مین پیچیدہ ہو رہے تھے صلح حدیبیہ کے واقعات نے اونکے جنون مین کچھ سکون پیدا کر دیا تھا اور تجدید معاہدہ حدیبیہ مین ابوسفیان کی ناکامیابی نے اونکی پرجوشیوں کو اور بھی دھیما کر دیا تھا ۔ اور اب تو مکہ معظمہ کے پُرشان و شوکت داخلہ کے مشاہدات نے بالکل مایوس بنا دیا تھا ۔ اور گھروں مین بٹھلا دیا تھا ۔ گویا گردنین اطاعت اسلام مین جھک چکی تھین قلوب رجوع ہو چکے تھے ۔ صرف جہالت کی ندامت ۔ کفر و ضلالت کی خجالت سد راہ تھی ۔ خیریت تھی کہ عثمان بن طلحہ وُرود مکہ کے وقت ہی شرف باسلام ہو چکے تھے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان سے کنجی منگا بھیجی ۔ محدث شیرازی لکھتے ہین

سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم در گوشہ از مسجد الحرام بنشست بلال را فرمود تا عثمان بن طلحہ حجبی را گوید کہ کلید خانہ کعبہ بیارد کلید پیش مادر عثمان بن طلحہ ۔ سلافہ بنت سعد بود ۔ عثمان نیز د مادر خویش رفت تا از وے کلید بستاند و دیر می آمد حضرت انتظار می کشید و عرق از رخسار انورش روان بود فرمود عثمان چرا دیر می آید ۔ سلافہ کلید را نمی داد و می گفت کہ اگر از شما بگیرند بشما دیگر نمیدہند ۔ عثمان گفت اے مادر کلید را بدہ تا نزد رسول اللہ صلعم ببرم والا دیگرے خواہد آمد و از تو خواہد گرفت ایشان در این سخن بودند کہ ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما بر در سرائے سلافہ آمدند عمر باواز بلند گفت بیرون آی کہ رسول خدا را انتظار تو می کشد سلافہ گفت اے پسر کلید را ببر و بدرستیکہ اگر تو از من بستانی بہتر است از آن نزد من کہ تیم و عدی بگیرند از من

روضۃ الاحباب صفحہ ۱۳۱ ج ۲

جناب سالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مسجد الحرام کے ایک گوشہ مین بیٹھ گئے اور بلال کو بھیجکر عثمان بن طلحہ سے کہلا بھیجا کہ خانہ کعبہ کی کنجی لادے ۔ کنجی عثمان کی ماں سلافہ بنت سعد کے پاس تھی ۔ عثمان ماں کے پاس کنجی لانے گئے اس مین دیر لگی ۔ دہوپ کی تمازت سے آنحضرت صلعم کا پسینہ رخسار مبارک پر جاری ہو گیا ۔ آپ نے حاضرین سے کہا عثمان کو کیوں دیر ہوئی ۔ وہاں ماں کعبہ کی کنجی بیٹے کو نہین دیتی تھی کہتی تھی کہ جب کنجی تم سے لے لین گے تو پھر تمکو نہ دین گے ۔ عثمان کہتے تھے تم کنجی مجھے دیدو مین خود اوسے رسول اللہ صلعم کے پاس لیجاؤن نہین تو کوئی دوسرا آئے گا اور تمسے کنجی لیجائے گا ۔ ماں بیٹے مین یہ بات ہو رہی تھی کہ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما سلافہ کے دروازے پر آ پہونچے اور عمر نے باواز بلند پکارا ۔ عثمان باہر آؤ ۔ جناب سولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تمہارا انتظار کر رہے ہین ۔ یہ سنکر سلافہ نے کنجی بیٹے کو دیکر کہا کہ بیٹا یہ کنجی لیجا میرے نزدیک تیرا کنجی مجھسے لے لینا اس سے بہتر ہے کہ تیم اور عدی (کے لوگ) اُسکو مجھسے لے لین ۔

حرم محترم کے اندر داخلہ

الغرض اتنے اینچ پینچ کے بعد کعبہ کا دروازہ کھلا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باآواز بلند تکبیر فرماتے ہوئے کعبہ کے اندر تشریف لے گئے۔ اب ہم یہان شبلی صاحب کو بتلا دیتے ہین کہ آپکے تحریر کردہ حضرت عمر کے تصویرون کے مٹانے کے واقعہ کا یہ موقع خاص ہے۔ آپنے خواہ مخواہ اوسے بلدی کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ سے باہر والے بتون کے توڑنے کے ساتھ مخلوط کردیا۔ اور لکھدیا کہ حضرت عمر نے اندر جاکر جتنی تصویرین تھین مٹا دین۔ واقعات دیکھیے۔ پڑھیے۔ غور کیجیے اور سمجھئے کہ ابھی رسول اللہ صلعم تو اندر گئے نہین کنجی آئی نہین۔ دروازہ کھلا نہین حضرت عمر کیونکر اندر پہونچ گیے اور تصویرین مٹا دین۔ کہئے کسقدر مہمل ہے۔ اب زرقانی کی زبانی اصل حقیقت سن لیجئے۔

فی حدیث جابر عند ابن سعد وابو داود انه صلی الله علیه وآله وسلم امر عمر بن الخطاب وهو بالبطحاء ان یاتی الکعبة فیمحو کل صورة فیها فلم یدخلها حتی محیت الصور وعند الواقدی فی حدیث جابر کان عمر قد ترك صورة ابراهیم فلما دخل صلی الله علیه وآله وسلم راها فقال یا عمر الم آمرك ان لا تدع فیها صورة قاتلهم الله جعلوه شیخا یستقسم بالازلام ثم رای صورة مریم فقال امحوا ما فیها من الصور قاتل الله قوما یصورون ما لا یخلقون وعن اسامة انه صلی الله علیه وآله وسلم دخل الکعبة فامرنی فاتیته بماء فی دلو فجعل یبل الثوب ویضرب به علی الصور ویقول قاتل الله قوما یصورون ما لا یخلقون

ص ۳۰۸

ابن سعد اور ابوداود نے جابر کی اسناد سے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر کو بلا کر حکم دیا اور وہ اوس وقت بطحا مین تھے کہ کعبہ کے اندر جاکر تمام تصویرون کو مٹا دو اور جبتک یہ تمام تصویرین نہ مٹ لین اندر تشریف نہین لے گئے اور واقدی نے جابر کی اسناد سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے حضرت ابراہیم کی تصویر کو چھوڑ دیا۔ جب جناب رسولخدا صلعم کعبہ کے اندر داخل ہوئے تو آپنے اوس تصویر کو دیکھا۔ حضرت عمر سے مخاطب ہوکر پوچھا کہ کیا مین نے تم سے نہین کہدیا تھا کہ کسی تصویر کو نہ چھوڑنا۔ خدا اون کو غارت کرے جنھون نے اس بزرگ کو تقسیم سہام قماربازی کے ساتھ نسبت دی ہے۔ پھر آپ نے حضرت مریم کی تصویر پڑی دیکھی ارشاد فرمایا کہ جو تصویرین اندر رہ گئی ہین سب کو مٹا دو۔ خدا اون کو غارت کرے جو اون اشیاء کی تصویرین بناتے ہین جنکو وہ خود پیدا نہین کرسکتے اور اسامہ بن زید سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھسے پانی مانگا مین ایک ڈول پانی لے آیا۔ آپنے کپڑا پانی مین تر کرکے وہ تمام تصویرین مٹا ڈالین اور ارشاد فرمایا۔ خدا انکو غارت کرے جو ان اشیا کی تصویرین بناتے ہین جنھین وہ پیدا کرنیکی قدرت نہین رکھتے۔

بجنسہ یہی واقعات روضۃ الاحباب صفحہ ۴۳۲ مین بھی درج ہین۔

اس عبارت سے جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داخلہ مسجد الحرام کے وقت حضرت عمر کی ہمراہی بھی ثابت نہین ہوتی ہے۔ بلکہ وہ تو بطحا مین تھے۔ کعبہ کے اندر داخل ہونیکے وقت بلائے جاتے ہین۔ گویا کلید بردار کعبہ کی طلبی کے وقت یہ بھی آجاتے ہین اور روضۃ الاحباب کی روایت کے مطابق کنجی لانیکے لئے پہلے بلال بھیجے گئے اونکے آنے اور جواب لانے مین دیر ہوئی تو پھر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بھیجے گیے۔ تو گویا بلال کے جانے کے بعد حضرت عمر آنحضرت صلعم کی طلبی پر۔ بقول زرقانی بطحا سے حاضر ہوگئے۔ اور پھر حضرت ابوبکر کے ہمراہ عثمان بن طلحہ کے پاس کنجی لانے گیے۔

اب شبلی صاحب کی مرقومہ بالا عبارت کو ان عبارتون سے مقابل کیا جائے تو صاف معلوم ہو جائیگا کہ آپ اپنے مطالب کی دھن مین قبل از وقت کہان کا واقعہ کہان لکھ جاتے ہین اور پس و پیش کا کچھ بھی خیال نہین فرماتے اور مجھکو افسوس کے ساتھ پھر لکھنا ہوتا ہے کہ حضرت علی کی بت شکنی کے ایسے متواتر مشہور اور معروف واقعات کو تو آپ اس دلیری سے چھپاتے ہین اور حضرت عمر کی ایسی خفیف خدمت کو جو نا کامل۔ ناقص اور ادھوری رہگئی جب دیکھکر رسول اللہ صلعم نے حضرت عمر سے باز پرس فرمائی۔ خواہ مخواہ موقع بے موقع داخل کئے جاتے ہین اور سمجھتے ہین کہ اس سے حضرت عمر کی مدح سرائی ہوگی۔ باریک بین اور نکتہ شناس حضرات تو آپکی اس مدح سرائی کو ہجو ملیح اور عیب نمائی سے تعبیر کرینگے اس لیے کہ حضرت عمر نے اپنی قدیم عادت کے مطابق حکم رسول مین قیاس کو داخل کیا اور حضرت ابراہیم و مریم علیہما السلام کی تصویرون کو قابل عزت و احترام سمجھکر چھوڑ دیا۔ آپ کا یہی قیاس آخر مین آنحضرت صلعم کی ناگواری طبع کا باعث ہوا۔ آپ نے کیفیت طلب ہوئی پھر عملاً پانی منگا کر آپکا وہ قیاسی اعزاز و احترام دھوڈالا گیا۔

افسوس ہم پھر اپنے سلسلہ بیان مین حضرت عمر کی قیاسی اقوال و آرا کے تمام ضعف و اضمحلال کو دکھلاتے آئے ہین۔ اور یہان بھی اوسکا صاف صاف انکشاف کیا گیا ہے لیکن اتنے کثیر التعداد انتشالات و مشاہدات کے بعد بھی حضرت عمر کی اصابت رائے کا اعتقاد پڑھے لکھے مسلمانون مین آجتک باقی ہے فاعتبروا۔

حرم محترم مین خطبۂ نبوی

اس تنقیدی تفصیل کو تمام کرکے ہم پھر اپنے سلسلہ بیان پر آجاتے ہین۔ جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کعبہ کے اندرونی آلائشون کی بھی کامل شست و شو فرما چکے تو آپنے بروایت محدث شیرازی۔ اژدحام و ہجوم عام ہوجانے کے خیال سے دروازے کعبہ کے بند کروادئے اور بقول امام بخاری۔ صرف تکبیرین کہین۔ نماز نہین پڑھی۔ اور دیگر علمائے محدثین کے مطابق نماز بھی پڑھی اور تکبیرین بھی کہین۔ اسکے بعد دروازے کھلوادئے اور باہر تشریف لائے۔

تمام صحن مسجد الحرام آدمیون کے ہجوم عام سے بھرا تھا اور وہ کثرت تھی کہ زمین پر تل دھرنے کی جگہہ باقی نہین تھی جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسوقت مجمع عام مین یہ مختصر۔ لیکن نہایت ہی مناسب وقت

اور پر اثر خطبہ ارشاد فرمایا۔

لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ ۔صدق	ایک خدا کے سوا دوسرا خدا نہیں ہے اوسکا کوئی شریک نہین
وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب	ہے اوس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھلایا۔ اپنے بندے کی مدد کی اور
وحدہ الا کل ماثرا ودم او مال یدعی	تمام جتھون کو تنہا چھوڑ دیا۔ ہان تمام مفاخر۔ تمام انتقامات
فھو تحت قدمی ھاتین الا سدانۃ البیت	خونہاے قدیم۔ تمام خون بہا سب میرے قدمون کے نیچے ہین۔
وسقایۃ الحاج یامعشر قریش ان اللّٰہ	اے قوم قریش! اب تمہارا جاہلیت کا غرور اور نسب کا افتخار خدا نے
قد اذھب عنکم نخوۃ الجاھلیۃ وتعظمھا	مٹا دیا۔ تمام لوگ آدمؑ کی نسل سے ہین اور آدم مٹی سے
بالآباء الناس من ادم وادم من تراب	بنے تھے۔

پھر قرآن مجید کی یہہ آیت پڑھی۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ	لوگو۔ مین نے تمکو مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمھارے خاندان
اُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ	اور قبیلے بنائے کہ ایک دوسرے سے پہچان لیا جاوے لیکن خدا کے
لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ	نزدیک شریف تر وہی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو۔ خدا بڑا دانا
اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ	اور واقفکار ہے۔
وان اللّٰہ ورسولہ	خدا اور اوس کے رسولؐ نے شراب کی خرید و فروخت
حرم بیع الخمر	حرام کر دی۔

سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۴۷۳

اس کے آگے شبلی صاحب نے نہایت وضاحت سے اس خطبہ کی مفصلۂ ذیل تشریح فرمائی ہے

تمام عقاید اور اعمال کا اصل الاصول اور دعوت اسلام کا اصل پیغام توحید ہے۔ اسلیے سب سے پہلے اسی کی ابتدا فرمائی عرب مین دستور تھا کوئی شخص کسی کو قتل کر دیتا تھا تو اوسکے خون کا انتقام لینا خاندانی فرض قرار پاتا تھا یعنی اگر اوسوقت قاتل ہاتھ نہ آتا تھا تو خاندانی دفتر مین مقتول کا نام لکھ لیا جاتا تھا اور سیکڑون برس گزرنیکے بعد بھی انتقام کا فرض ادا کیا جاتا تھا۔ قاتل اگر مر چکا ہے تو اوسکے خاندان یا قبیلے کے آدمی کو قتل کرتے تھے۔ اس طرح خونبہا کا مطالبہ بھی ابًا عن جدٍ چلا آتا تھا۔ یہ خون کا انتقام عرب مین سب سے بڑے فخر کی بات تھی۔ اسی طرح اور بہت سی لغو باتین تھین جو مفاخر قومی مین داخل ہو گئین تھین۔ اسلام ان سب کے مٹانے کے لیئے آیا تھا اور آپنے اس بنا پر انتقام اور خون بہا اور نیز اور تمام غلط مفاخرت کی نسبت فرمایا کہ مین نے اون کو

پاؤن سے کچل دیا[۵۱]۔ اسلام کا سب سے بڑا احسان جو اوس نے تمام دنیا پر کیا۔ مساوات کا قائم کرنا تھا یعنی عرب و عجم شریف و رذیل۔ شاہ و گدا سب برابر ہیں ہر شخص ترقی کرکے ہر انتہائی درجہ تک پہونچ سکتا ہے اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن مجید کی آیت پڑھی اور توضیح فرمائی کہ تم سب اولاد آدم ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے[۵۲]۔

ظالمین و مشرکین قریش کی عام معافی

خطبہ کے بعد آپ نے مجمع کی طرف دیکھا تو جباران قریش سامنے تھے۔ ان مین وہ حوصلہ مند بھی تھے جو اسلام کے مٹانے مین سب سے پیشرو تھے۔ وہ بھی تھے جنکی زبانین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گالیون کے بادل برسایا کرتی تھین۔ وہ بھی تھے جن کے تیغ و سنان نے پیکر قدسی کے ساتھ گستاخیان کین تھین وہ بھی تھے جنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستہ مین کانٹے بچھائے تھے۔ وہ بھی تھے جو وعظ کے وقت آنحضرت صلعم کی ایڑیون کو لہولہان کر دیا کرتے تھے۔ وہ بھی تھے جنکی تشنہ لبی خون نبوّت کے سوا کسی چیز سے بجھ نہین سکتی تھین۔ وہ بھی تھے جن کے حملون کا سیلاب مدینہ کی دیوارون سے آآکر ٹکراتا تھا۔ وہ بھی تھے جو مسلمانون کو جلتی ہوئی آگ پر لٹا کر اونکے سینون پر آتشین مہرین لگاتے تھے رحمت عالم نے اونکی طرف دیکھا اور خوف انگیز لہجہ مین پوچھا۔ تمکو کچھ معلوم ہے۔ مین تمسے آج کیا معاملہ کرنیوالا ہون۔ یہ لوگ اگرچہ شقی تھے۔ ظالم تھے۔ بیرحم تھے۔ لیکن مزاج شناس تھے۔ پکار اوٹھے۔

اخ کریم وابن اخ کریم تو شریف بھائی ہے اور شریف برادر زادہ ہے۔ سنکر ارشاد ہوا۔ لاتثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقاء تم پر آج کے دن کوئی الزام نہین۔ جاؤ تم سب آزاد ہو۔

---

[۵۱] ہمکو یہ لکھکر بتلا دینا ضروری ہے کہ مفاخرت نسبی بالنفسہا بالعموم مذموم نہین بلکہ اس کا غلط استعمال معیوب ہے اور سخت معیوب۔ کیونکہ مفاخرت نسبی کے وصف کو جناب باری عزاسمہ نے آیہ ان اللہ اصطفی ادم ونوحا وال ابراھیم وال عمران علی العلمین اور دوسری آیتون مین ارشاد فرمایا ہے اور نیز جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان اللہ اصطفی من ولد ابراھیم اسمعیل واصطفی من ولد اسمعیل بنی کنانۃ واصطفی من بنی کنانۃ قریشا واصطفی من قریش بنی ھاشم واصطفانی من بنی ھاشم (صحیح ترمذی) اللہ تعالے نے اولاد ابراہیم مین اسمعیل کو اولاد اسمعیل مین بنی کنانہ کو اور بنی کنانہ مین قریش کو اور قریش مین بنی ہاشم کو۔ اور بنی ہاشم مین مجھکو برگزیدہ فرمایا۔ ارشاد فرماکر اسکے محاسن توصیفی کو بتلا دیا ہے۔ مجہول النسب طبقات اگر اپنی مال یا دنیاوی اقتدار یا دیگر ذرایع و وسائل کے اعتبار سے۔ خاندان اعلی اور دودمان والا کے یادگارون سے۔ گو وہ کیسے ہی نادار اور مفلوک الحال ہون۔ شرافت نسبی مین مساوات و یکجہتی کا دعوے کرین تو اونکی کم ظرفی ہے۔ جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ مبارک مین اسی مفاخرت بیجا کو منع فرمایا ہے۔ جو حقیقتاً قریش آنحضرت صلعم کے مقابلہ مین اپنی ہم نسبی اور یکجہتی کے غلط گمان پر شیخیان بگھارتے تھے اور برابر اوّل فول بکا کرتے تھے۔ شبلی صاحب عام تعمیم مین اس مسئلہ کو شامل کرلین۔ اونکو اختیار ہے۔ مگر خدا اور رسول کی بتلائی ہوئی تخصیص پر بھی نظر رہے ؎ نہ ہر کہ مو بتراشد قلندری داند۔

[۵۲] اس عام مساوات مین بھی وہی نصوص جو اوپر لکھے گئے ہین۔ ناطق ہون گے۔ کیونکہ آیۂ مندرجۂ بالا صاف بتلا رہا ہے کہ آدمؑ کی اولاد سے تمام دنیا تو ضرور ہے۔ مگر اون مین بھی اختصاص و اصطفا کے مدارج خاص قائم ہین ؎

رقم سنج الواح ہر ناصیہ سعید و شقی ساخت در روزگار

المولف الاحقر سید و لاد حیدر عفی عنہ

خدا کی تسبیح و تقدیس ادا فرما کر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خانہ کعبہ سے باہر آئے۔ مسجد الحرام کا تمام صحن آدمیون کی کثرت سے بھرا تھا۔ اصحاب جان نثار بھیڑ کو ہٹاتے اور آنحضرت صلعم کے لیے آگے آگے راہ کشادہ کرتے جاتے تھے یہان تک کہ آپ چاہ زمزم کے پاس پہونچے۔ جناب عباس بن عبد المطلب نے اپنے آبائی منصب سقایہ کے اعتبار سے ایک ڈول آب زمزم سے بھر کر پیش کیا آپ نے نوش فرمایا۔ تھوڑی دیر ٹھہر کر آب زمزم سے غسل فرمایا۔

کعبہ کی سقف پر اذان

بلال کو حکم ہوا سقف کعبہ معظمہ پر جاکر اذان دین۔ بلال نے بڑی مسرت و مسرت سے حکم کی تعمیل کی۔ اکیس ۲۱ برسون کی طویل مدت کے بعد بلال کی تمنا پوری ہوئی۔ خدا کی شان۔ ایکدن وہ بھی تھا کہ یہی بلال اسی شہر اور اسی مقام مین خدا کا نام آہستہ بھی نہین لے سکتے تھے اور آج خدا کی جبروت قدرت سے اوسی ناشنوا قوم کے سامنے اور انھین کے انبوہ کثیر کی دونون آنکھون کے آگے وہی بلال اور حضرت عباس کے وہی غلام بلال علانیہ خدا کا نام لیکر آواز بلند سے اسلام کے طریقہ پر اذان دے رہے ہین۔ اور کوئی چون بھی نہین کرتا۔ جل جلالہ و جل شانہ شبلی حسب منشا لکھتے ہین۔

نماز (ظہر) کا وقت آیا تو حضرت بلال نے بام کعبہ پر چڑھ کر اذان دی۔ وہی سرکش جو ابھی رام ہو چکے تھے اونکی آتش غیرت پھر مشتعل تھی۔ عتاب بن اسید نے کہا خدا نے میرے باپ کی عزت رکھ لی کہ اس آواز سننے سے پہلے اوسکو دنیا سے اوٹھا لیا۔ ایک اور سردار قریش نے کہا اب جینا بیکار ہے۔ سیرۃ النبی صفحہ ۳۱۸

مکہ مین اسلام کی بیعت عام

بعد نصف النہار کوہ صفا پر تشریف لائے اور لوگون کو شرف بیعت سے مشرف فرمانے لگے شبلی مرحوم اسکی کیفیت یون تحریر فرماتے ہین۔

مقام صفا مین آپ ایک بلند مقام پر بیٹھے۔ جو لوگ اسلام قبول کرتے آتے تھے وہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے۔

عورتون کی بیعت ہند سے مکالمہ

مردون کی باری ہوچکی تو مستورات آئین چونکہ عورتون سے بیعت لینے کا یہ طریقہ تھا کہ پہلے اونسے ارکان اسلام اور محاسن اخلاق کا اقرار لیا جاتا تھا۔ پھر پانی کے ایک لبریز پیالہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہاتھ ڈال کر نکال لیتے تھے آپ کے بعد عورتین اسی پیالہ مین ہاتھ ڈالتی تھین۔ اور بیعت کا معاہدہ پختہ ہوجاتا تھا۔ ان مستورات مین ہند بھی آئی۔ یہ وہی ہند ہے جو رئیس العرب عتبہ کی بیٹی اور امیر معویہ کی مان تھی۔ حضرت حمزہؓ کو اسی نے قتل کرایا تھا۔ اور انکا سینہ چاک کرکے کلیجہ چبا گئی تھی۔ وہ نقاب پہنکر آئی۔ شریف عورتین نقاب پہنتی تھین۔ لیکن اوسوقت غرض یہی تھی کہ کوئی اسکو پہچاننے نپائے۔ بیعت کے وقت اوس نے نہایت دلیری بلکہ گستاخی سے باتین کین جو حسب ذیل ہین۔

رسول اللہ صلعم۔ اقرار کرو۔

ہند۔ یا رسول اللہ صلعم آپ ہم سے کن باتون کا اقرار لیتے ہین۔

رسول اللہ صلعم۔ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نکرنا۔

ہند۔ یہ اقرار آپ نے مردون سے تو نہین لیا۔ بہرحال ہمکو منظور ہے۔

رسول اللہ صلعم۔ چوری نکرنا۔

ہند۔ مین اپنے شوہر (ابوسفیان) کے مال مین سے دو چار آنے کبھی لے لیا کرتی ہون معلوم نہین یہ بھی جائز ہے یا نہین۔

رسول اللہ صلعم۔ اولاد کو قتل نکرنا۔

ہند ربّیناھم صغارا وقتلتھم کبارا فانت وھم اعلم ہم نے تو اپنے بچون کو پالا تھا۔ بڑے ہوے تو (جنگ بدر و احد مین) آپ نے اونکو مار ڈالا۔ اب آپ اور وہ باہم سمجھ لین۔ سیرۃ النبی صہ ۴۸۲

شبلی صاحب نے گویا کسی واقعہ کو تمام وکمال لکھنے کی قسم کھالی ہے۔ اس معمولی واقعہ مین جو غالبًا تاریخ طبری سے لکھا گیا ہے۔ آپنے آنحضرت صلعم سے ہند کی گفتگو کو تو لکھدیا لیکن حضرت عمر اور ہند کی مکالمت کو۔ جو اسی سلسلہ بیان کا آخری حصہ ہے متروک القلم فرمادیا۔ یہ کیون؟ خدا جانے۔ بہرحال۔ طبری اس سلسلۂ مکالمت کو ان الفاظ عبارت پر تمام کرتے ہین۔

فضحك عمر بن الخطّاب من قولها حتے استغرب قال ولا تاتین ببهتان تفترينه بين ايديكن وارجلكن قالت والله ان اتيان البهتان لقبيح ولبعض التجاوز امثل قال ولا تعصينني فی معروف قالت ما جلسنا هذا المجلس ونحن نريد ان نعصيك في معروف فقال رسول الله صلّی الله يا يعھن واستغفرلھن فبايعھن عمر بن الخطاب وكان رسول الله صلی الله عليه وآله وسلم لا يصافح النساء ولا يمس امراة ولا يمسه امراءة احلها الله

(ہند کے یہ شوخی کے کلام سنکر) حضرت عمر بن الخطاب ہنس پڑے اور آپکو یہ باتین غریب معلوم ہوئین۔ حضرت عمر۔ کیا اب بھی تجھکو اپنے وہ مفتریات جو تو نے براۃ العین ظاہر کئے تھے نہین معلوم ہوے۔ ہند۔ ہان۔ بہتان وافترا تو واقعی بُری چیزین ہین۔ لیکن بعض مقامون مین اون سے تجاوز مناسب ہے حضرت عمر۔ کیا تو نے امر معروف مین ارتکاب گناہ نہین کیا۔ ہند (غصہ سے جلکر) ہم ایسی مجلس مین نہین بیٹھتے۔ جس مین ہم پر امر معروف کے لیے ارتکاب عصیان کا الزام لگایا جاوے یہ سنکر آنحضرت صلعم نے حضرت عمر سے ارشاد فرمایا۔ تم عورتون سے بیعت لو چنانچہ حضرت عمر نے اون سے بیعت لی اور اوسدن جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی عورت سے نہ مصافحہ کیا اور نہ

لہ او ذات محرم منہ — اونکا بدن چھوا اور نہ کسی عورت نے آپکا بدن چھوا ۔ سوا اون عورتوں کے جنکو خدا نے آپ کیلیے حلال کیا تھا یا اونکے جنکے آپ محرم تھے
طبری ۱۶۴۲

ناقابل معافی مجرمین کی معافی

بیعت کی مشغولیت مین شام ہوگئی ۔ تمام مجمع کو مشرف بہ بیعت فرمانیکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مقام پر واپس آے ۔ فتح مکہ کے واقعات جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلق عظیم ۔ لطف عمیم اور عفو جرائم کے تفصیلی دفتر ہین ۔ جو حضرات مضامین تاریخی کو بالاستیعاب پڑھنے کے ساتھ اون کے یاد رکھنے کا بھی کامل ملکہ رکھتے ہین وہ فتح مکہ کے حالات مین ابتدا ہی سے آنحضرت صلعم کے اُن اخلاق و اشفاق کی رعایات و مراعات کو مختلف مقامات پر ملاحظہ فرما کر ذہن نشین کر چکے ہونگے ۔ اونھین خوب یاد ہوگا کہ ابو سفیان کے ایسا دشمن جان و ایمان اونکی زوجہ محترمہ ہندہ جگر خوارہ کی ایسی سنگدل اور شقیق القلب عورت ۔ عبداللہ اور ابو سفیان بن عبداللہ بن حارث کے ایسے گھر کے دشمن ۔ پہلو کے نشتر ۔ جب سامنے آے ۔ تو گویا رحمت عالم کے نزدیک یہ مجرم ہی نہین تھے ۔ یہی نہین کہ صرف معاف ہی کر دیئے گئے ۔ معافی کے بعد شرف امتیازی کے عطایات سے بھی ممتاز فرمائے گئے ۔ یہ تو ابتدا کی رعایتین تھین فتح مکہ اور تسلط و اطمینان ہو جانے کے بعد علی العموم ۔ فاذھبوا وانتم الطلقاء جاؤ ۔ تم سب آزاد ہوگئے ۔ حکم عام دے کر سب کو معفو فرما دیا ۔ شبلی صاحب تحریر فرماتے ہین

عرب مین دس شخص تھے جو قریش کے سرتاج تھے ۔ ان مین صفوان بن امیہ جدہ بھاگ گیا ۔ عمیر بن وہب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین آکر عرض کی کہ رئیس مکہ جلاوطن ہوا جاتا ہے ۔ آپنے سلامت امان کے طور پر اپنا عمامہ عنایت کیا ۔ عمیر جدہ سے اونکو واپس لائے ۔ حنین کے معرکہ تک یہ اسلام نہین لائے ۔ عبداللہ بن زبعری عرب کا مشہور شاعر تھا آنحضرت صلعم کی ہجوین کہا کرتا تھا ۔ اور قرآن مجید پر نکتہ چینیان کیا کرتا تھا ۔ نجران بھاگ گیا ۔ لیکن پھر اسلام لایا ابوجہل کا بیٹا عکرمہ یمن چلا گیا ۔ لیکن اوسکی حرم (ام حکیم) نے آنحضرت صلعم سے اوس کے لیے امان لی اور یمن سے جاکر لے آئی یہ واقعہ ابوجہل سے کہنے کے قابل نہین ہے کہ اوس کا جگر بند کفر کی گود سے نکل کر اسلام کی آغوش مین آگیا اور اب ہم اوسے عکرمہ کے بجاے حضرت عکرمہ رضہ کہتے ہین

لہ شبلی صاحب نے طبری کے آخری ٹکڑے کو اس لئے نہین لکھا تھا کہ اس سے حضرت عمر کی خشونت طبع معلوم ہوتی ہے لیکن اسکے ساتھ آپکو یہ خیال بھی ہونا چاہیے تھا کہ اس روایت سے بجائے رسول اللہ عورتون ہی سے بیعت لینا بھی ثابت ہوتا ہے جس سے آپ نیابت و خلافت رسول کے معنی نکال سکتے ہین ۔ پھر اس مفاد کو کیون نظر انداز فرمایا گیا لہ یہ بھی ملحوظ رہے کہ یہ عکرمہ کے عمل نہین تھے جس نے اوسے اس قابل کیا ۔ یہ جناب سرور صلعم کی خاص عنایت تھی کہ عکرمہ کو جو عداوت و خصومت مین باپکا بیٹا اور ابوسفیان کا ہم پلہ تھا ۔ بلا عذر و تامل معافی کا حکم دیدیا جب ابوسفیان سے کوئی باز پرس نہین کی گئی تو عکرمہ سے کیا کی جاتی عکرمہ کو پہلے آنحضرت صلعم کا اور اوسکے بعد اپنی بی بی کا منت گذار ہونا چاہیے ۔ جنکے ذریعہ سے وہ اسلام کی دولت پر فائز ہوا مشرف باسلام ہوجانے سے ہم عکرمہ کی نسبت اتنا ضرور کہہ سکتے ہین کہ وہ کافر سے مسلمان ہوگیا اور مسلمان کہا جائیگا ۔ اب شبلی صاحب ابوجہل کے چڑھانے کیلیے یا اپنی عقیدت عکرمہ کے ساتھ دکھانیکے لیے ۔ چاہے ۔ اوسی حضرت کہین یا رضی اللہ عنہ کے خطاب سے مخاطب فرمائین اسکے ذمہ دار وہ ہین ہم نہ اونکے حضرت کے کھوکھلے لفظ مین کوئی وزن و قیمت سمجھتے ہین اور نہ عکرمہ کے اسلام مین کوئی امتیازی قدر و منزلت ۔ یہ تو خیر ۔ دو سادہ صحابی بھی ہین اور اونکو آپ حضرت کہتے ہین ۔ ابھی حضرت شبلی صاحب ۔ آپکی ولی النعم سر سید احمد خان تو مسٹر پر یوٹ کو رضی اللہ عنہ کہے

چار خونی مجرمین کی سزا۔ اتنی معافیون کے بعد صرف چار مرد دو عورتون کے لیے قتل کا حکم دیا گیا۔

صاحب رحمۃ العالمین ابو داؤد کے اسناد سے لکھتے ہین۔

چار مرد دو عورتین اپنے سابقہ جرائم کی وجہ سے واجب القصاص تھے (تھین) اعلان کر دیا گیا تھا کہ انکو قتل کر دیا جائے ص۱۲۴ وہ کون کون تھے۔ شبلی صاحب سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۴۶۳ کی عبارت حاشیہ مین لکھتے ہین

صرف چھ شخص قتل ہوئے۔ دو مرد۔ ایک عورت۔ عبد اللہ بن خطل۔ مقیس بن صبابہ۔ اور قریبہ ابن خطل کی لونڈی۔ ابن خطل اور ابن صبابہ دونون خونی مجرم تھے۔ ابن خطل[1] جو اسلام لا چکا تھا اپنے ایک مسلمان خادم کو قتل کر کے مرتد ہو گیا تھا۔ مقیس بن صبابہ کا واقعہ یہ ہے کہ اُس کا ایک بھائی ایک انصاری کے ہاتھ سے غلطی سے مارا گیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسکی دیت ادا کر دی تھی تاہم مقیس منافقانہ اسلام لایا اور غدر سے اس انصاری کو قتل کر دیا۔ قریبہ جو ابن خطل کی لونڈی تھی اور مکہ کی مغنیہ تھی۔ جو آنحضرت صلعم کی ہجو مین گیت گایا کرتی تھی۔

صاحب رحمۃ العالمین۔ انکے علاوہ دو مجرمین کے نام اور بھی بتلاتے ہین۔ عبد اللہ ابن ابی سرح اور ہبار ابن الاسود

عبد اللہ بن ابی سرح کا قصور یہ تھا کہ وہ کہا کرتا تھا کہ وحی تو میرے پاس آتی ہے اور محمدؐ تو مجھ سے سنکر لکھواتے ہین۔ ہبار ابن الاسود نے حضرت زینب بنت رسول اللہ صلعم کو جبکہ وہ مکہ سے مدینہ کو ہودج مین بیٹھی جا رہی تھین نیزہ مارا اور نیچا وہ گرا دیا تھا اور اس صدمہ سے اونکا حمل ساقط ہو گیا تھا۔

بارگاہ رسالت سے آخر مین ایسے سنگین جرم کے مجرمین کی پیشی کے وقت کیا ہوا۔ وہی عفو۔ وہی درگذر اور وہی رہائی جو خاص کر رحمت عالم کی شان اور اوس خلق مجسم کے شایان تھی۔ ہبار بن الاسود کے ایسا خونی سامنے لایا گیا اور سزا کے بجائے دولت اسلام سے مالا مال فرما کر رہا کر دیا گیا۔

عبد اللہ ابن ابی سرح کی رہائی مین کسی قدر تامل فرمایا گیا اسلیئے کہ اس کا جرم صرف تنظیم رسالت ہی کے لیے مضر نہین تھا بلکہ نقل وتحریر نصوص آلٰہیہ مین بھی تغیر وتبدل کیا کرتا تھا۔ اور کاتب وحی کی جگہ اپنے کو مخاطب وحی

بقیہ مضمون ص۱۸۶ خطاب قرآنیہ سے مخاطب فرما چکے ہین حضرت کی کیا بساط ہے۔ یہ خطاب رضی اللہ تو وہ مخصوص خطاب ہے جو خلفاء راشدین وسابقین کے علاوہ اور ون کے لیے مستعمل نہین ہوتا یہان ہمارے سید صاحب نے ایک عیسائی نیم مسلمان کو جو تقیہ کے اندر مسلمان ہوا تھا صحابہ کبار کے مساوی وبرابر قرار دیدیا (دیکھو دیباچہ خطبات احمدیہ) آپ اسی سے سمجھ جائین کہ ان الفاظ حضرت، مولانا، سیدنا رضی اللہ عنہ قدس سرہ وغیرہا کی آپ حضرات کے فیض تعمیم نے کیا مقدار وقعت باقی رکھی ہے وہی جو عالمگیر ثانی اپنے زمانہ ولیعہدی مین ایک سائل خطاب شاہی کے رتبے حکم مین اندازہ کر کے لکھتے ہین "چون دلیتولاخاقی در ہر خانہ ورائی در ہر بازار امحض بخاطر شما (میر الامرا نے سفارش کی تھی) این ہم رآے باشد۔ المؤلف عفی عنہ

مشہور کرتا تھا۔ اس بناپر وہ تنہا رسولخدا ہی کا مجرم نہین تھا بلکہ خدا کا بھی ملزم تھا۔

چنانچہ ابو الفدا اس کی معافی کی تفصیل مین لکھتے ہین۔

عبد اللہ بن ابی سرح وکان اخا عثمان	عبد اللہ بن ابی سرح حضرت عثمان بن عفان کا رضاعی بھائی تھا۔
بن عفان من الرّضاعة فاتی عثمان بہ	حضرت عثمان نے آنحضرت صلعم سے اوسکی جان بخشی کی درخواست کی
النبیّ فسأ لہ فیہ فصمت النبیّ صلعم	آپ بڑی دیر تک خاموش رہے۔ بالآخر اوسکو امان دیدی اور اوس نے
طویلا ثم امنہ فاسلم فقال رسول اللہ	اسلام لانے کا اظہار کیا پیغمبر صاحب نے اصحاب سے فرمایا کہ مین دیر تک
صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم لاصحابہ انّما	اسلیے خاموش رہا کہ تم مین سے کوئی شخص اوٹھے اور اوسے قتل کر دے۔
صمت لیقوم احدکم فیقتلہ فقالوا ھلا او	اصحاب بولے کہ آپنے ایسا کیون نہ فرمایا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ انبیا کا
مات الینا فقال ان الانبیآء لاتکون لھم	یہ شعار نہین کہ وہ کنکھیون سے اشارہ کرین۔ عبد اللہ مذکور
خائنة الاعین وکان عبد اللہ المذکور کتب	قرآن لکھا کرتا تھا اور اوس مین جہان چاہتا تھا رد و بدل کر دیتا تھا۔
الوحی وکان یبدّل القران ثم ارتد	بعد ازان مرتد ہو گیا۔

لیکن یہ تامل بھی عین تفضّل ہو گیا اور عبد اللہ بن ابی سرح چھوڑ دیا گیا۔

محدّثین و مورخین نے ان مجرمین کی تعداد مین بہت اختلاف کیا ہے کسی نے کچھ بتلایا ہے کسی نے کچھ۔ شبلی صاحب نے اس پر تفصیلی بحث[۱] کی ہے اور اوس مین کمی تعداد پر اپنا مختار قائم کیا ہے۔ مجھکو بھی آپکے مختار سے اتفاق ہے۔ کیونکہ زیادہ تر علما مجرمین سزا یافتہ کی تعداد مرد و عورت ملا کر چھ سے زیادہ نہین بڑھاتے جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے۔

فتح مکہ کے باقی حالات
اصنام کعبہ کی تفصیل

فتح مکہ کے متعلق باقی حالات شبلی صاحب یون تحریر فرماتے ہین۔

حرم مین نذر اور ہدایہ کا خزانہ ایک مدّت سے جمع ہوتا چلا آتا تھا وہ محفوظ رکھا گیا لیکن مجسمہ جات اور تصویرین برباد کر دی گئین۔ انمین حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کے بھی مجسّمے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصویر بھی تھی (فتح الباری فتح مکہ) جس سے لوگون نے قیاس کیا کہ کسی زمانہ مین عیسائیت کا اثر زیادہ غالب ہو گیا تھا۔ رنگین تصویرین جو دیوارون پر تھین۔ مٹانے پر بھی اونکے دھندلے نشان رہگئے تھے

---

[۱] ہمکو شبلی صاحب کی تنقید روایات تعداد کی نسبت اونکے جرح و قدح کی نقل تفصیل کی ضرورت نہین لیکن اتنا بتلا دینا ضروری ہے کہ آپنے اپنے موجودہ سلسلہ تنقید مین ابو داود اور اونکی روایت کے رُواۃ کی خوب دے کردی ہے اور روایت و درایت دونون اصول تنقید سے ابو داود کی تردید اور اونکے رواۃ کی تکذیب کر دی ہے۔ اس بنا پر ہمکو افسوس کے ساتھ لکھنا ہوتا ہے کہ جس طرح اس مقام پر ابو داود کے رجال کی تحقیق و تنقید فرمائی گئی ہے۔ ابو داؤد کی تحریر کردہ حضرت علیؑ کی تبرا خواری والی روایت کی بھی کیون نہ جانچ پرتال کر لی گئی کہ مدیر اصلاح کو فتنہ شبلی کی دو جلدون مین از سر نو تنقید و تردید کی ضرورت نہین ہوتی۔ فافہم فتدبر۔ المؤلف عفی عنہ

اور حضرت عبداللہ بن زبیر کی تعمیر تک باقی رہے (فتح الباری ذکر فتح مکہ) اخبار مکہ ازرقی مین بہ تفصیل یہ واقعات مذکور ہین۔
فتح مکہ کا اصلی مقصد اشاعت توحید اور اعلاء کلمۃ اللہ تھا۔ کعبہ مین سیکڑون بت تھے۔ جن مین ہبل بھی تھا جو بت پرستون کا خدائے اعظم تھا۔ یہ انسان کی صورت کا تھا اور یاقوت احمر سے بنا تھا۔ سب سے پہلے جس نے اسکو کعبہ مین لاکر رکھا تھا خزیمہ بن مدرکہ تھا۔ جو مضر کا پوتا اور عدنان کا پرپوتا تھا۔ ہبل کے سامنے سات تیر رکھے تھے جن پر لا و نعم لکھا ہوا تھا۔ جو کچھ نکلتا اوسپر عمل کرتے۔ (معجم البلدان ذکر ہبل بحوالہ ابن ہشام کلبی) جنگ احد مین ابوسفیان نے اسی ہبل کی جے پکاری تھی وہ عین کعبہ کے اندر تھا۔ چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ مین داخل ہوئے تو اور بتون کے ساتھ وہ بھی برباد کر دیا گیا۔ مکہ کے اطراف مین اور بہت سے بڑے بڑے بت تھے۔ جن کے لیے حج کی رسمین ادا کی جاتی تھین۔ ان مین سب سے بڑے عزیٰ۔ لات اور مناۃ تھے۔ عزیٰ قریش کا اور لات اہل طائف کا معبود تھا۔ مکہ معظمہ سے ایک میل کے فاصلہ پر نخلہ ایک مقام ہے۔ عزیٰ یہین منصوب تھا۔ بنوشیبان اوسکے متولی تھے۔ اہل عرب کا اعتقاد تھا کہ خدا جاڑے مین لات کے یہان اور گرمیون مین عزیٰ کے یہان بسر کرتا ہے۔ عزیٰ کے سامنے عرب کے وہ تمام مناسک و رسوم بجالاتے تھے جو کعبہ مین بجالاتے تھے۔ اوسکا طواف کرتے اور اوسپر قربانیان چڑھاتے (بحوالہ زرقانی جلد دوم ص۳۴۳) مناۃ کا تخت گاہ مشلل تھا جو قدید کے پاس مدینہ منورہ سے سات میل پر ہے۔ وہ ایک بن گڑھا پتھر تھا۔ ازد غسان۔ اوس اور خزرج اوس کا حج کرتے۔ عمر بن لحی نے جو اصنام قائم کیے تھے۔ یہ اون سب مین بالاتر تھا اوس اور خزرج جب کعبہ کا حج کرتے تو احرام اوتارنے کی رسم (بال منڈانا) اسی کے پاس ادا کرتے تھے۔ قبیلہ ہذیل کا بت سواع تھا۔ جو ینبع کے اطراف رہاط مین تھا۔ اوسکے متولی بنولحیان تھے۔ بت پرستی کے یہ وہ طلسم تھے جن مین سارا عرب گرفتار تھا۔ اب ونکی بربادی کا وقت آچکا تھا اور دفعتہً ہر جگہہ خاک اوڑنے لگی۔ سیرۃ النبی جلد اول ص ۳۰۶۔

شبلی صاحب کے بیان مین بہت بڑا راز یہ ہے کہ آپ کی تفصیل مین بھی اجمال کا لطف آتا ہے اور اسی تفصیلی اجمال مین ابہام رہجاتا ہے۔ آپنے بتون کی تفصیل لکھی۔ اونکے مقام۔ اوقات اور مراسم پرستش تحریر فرمائے مگر اونکی بربادی کی کیفیت کو جو فتح مکہ کے متعلق آپکے تمام بیان کا اصلی اور ضروری مقصد تھا یہ لکھکر "کہ دفعتہً ہر جگہہ خاک اوڑنے لگی۔ بالکل ہوا کر گئے۔ یہ صحیح ہے کہ خاک اوڑنے لگنے سے سمجھنے والا یہی سمجھے گا کہ وہ تباہ و برباد کردیے لیکن اسکے ساتھ ہی وہ آپ سے یہ بھی ضرور سننا چاہے گا کہ وہ کیسے برباد کیے گئے۔ کیونکہ وہ کعبہ کے اندر اور مسجد الحرام کے اردگرد جتنے بت رکھے تھے یا تصویرین بنی تھین۔ اونکی بربادی کا تمام حال سن چکا ہے اس بناپر وہ فطرتی طور پر آپسے ان حالات کے سننے کا بھی مستحق ہے اور ایک واقعہ نگار کی حیثیت سے آپکا بھی فرض منصبی ہے کہ آپ ان حالات کو صاف صاف تفصیلی الفاظ مین تحریر فرماوین۔ لیکن آپکو ان کے تفصیل کرنے مین دو مجبوریان مانع ہین۔ ایک تو زمانہ حال مین بت شکنی وغیرہ کے واقعات کو

یوروپین قدامت پسند حضرات اچھی باتیں نہیں سمجھتے۔ اور آپ اونکے رعب و اثر سے اپنی فلسفہ سیرت اسلام کو ان واقعات کی تفصیل سے پاک و صاف رکھنا چاہتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ ان واقعات کی تفصیل میں آپکو اپنے حضرت خالد بن ولید کے اون مظالم کو بھی لکھنا ہوتا۔ جو اونھوں نے بنی خزیمہ کے مسلمانوں کی غریب جانوں پر ڈھائے۔ اسی خود غرضی کی بنا پر آپ نے ان تفصیلات کو کلیتہً قلم انداز فرما دیا۔ اور سمجھ لیا کہ اپنی فتنہ معنی غرق مے ناب اولی۔ لیکن ہم جس طرح آپکے ان تمام خود غرضانہ مختصرات و ابہامات کے انکشافات کرتے آئے ہیں اوسی طرح ان حالات پر بھی روشنی ڈالنا اپنا فرض تالیفی سمجھتے ہیں۔

بنو خزیمہ کے مسلمان مظلومین اور خالد بن ولید کے مظالم

علمائے محدثین اور مورخین کے متفقہ اقوال و مختار سے ثابت ہوتا ہے کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فتح مکہ کے تمام انتظامی ضرورتوں سے فراغت ہو چکی تو جیسا شبلی صاحب و تحریر فرما چکے ہیں کہ فتح مکہ کا مقصد اعلیٰ اشاعت توحید اور اعلائے کلمہ اللہ تھا۔ اس بنا پر جناب رسول خدا صلعم نے چند صحابہ کو اہل اسلام کی مختصر جماعتوں کے ساتھ۔ تبلیغ اسلام کی غرض خاص سے اون مقامات میں بھیجا۔ جہاں لوگ ابھی تک بیعت اسلام سے مشرف نہیں ہوئے تھے۔ چنانچہ تاریخ ابو الفدا میں اسکی تفصیلی عبارت حسب ذیل ہے۔

لما فتح رسول اللہ مکۃ بعث السرایا حول مکۃ الی الناس یدعو	پیغمبر صاحب نے بعد فتح مکہ بعض صحابیوں کو مع مختصر فوج کے حوالی مکہ میں اس
ھم الی الاسلام ولم یامرھم بالقتال وکان من السرایا	غرض خاص سے بھیجا کہ لوگوں کو اسلام کی طرف بلائیں لیکن کسی سے قتال نکریں۔
سریۃ مع خالد بن الولید فنزل علی ماء لبنی خزیمۃ	از انجملہ خالد بن ولید کو بھی روانہ کیا خالد جب بنی خزیمہ پر پہونچے تو بنی خزیمہ کے
فلما نزل علیہ اقبلت بنو خزیمۃ بالسلاح فقال	گروہ مسلح ہو کر باہر آئے خالد نے اون سے کہا کہ ہتھیار رکھوا دو۔ جب اونھوں نے
لھم خالد ضعوا السلاح فوضعوھا وامر بھم	ہتھیار رکھو لکر رکھدئے تو خالد نے اونکے ہاتھ بندھوا کر سب کو تلواروں پر
فکتفوا ثم عرضھم علی السیف فقتل من قتل	رکھ لیا۔ جب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خالد کے اس ظالمانہ کاروائی
منھم فلما بلغ رسول اللہ ما فعل خالد	کی خبر پہونچی تو آپنے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند فرما کر ارشاد کیا کہ
رفع یدیہ الی السماء حتی بان بیاض ابطیہ فقال اللھم	خداوندا۔ جو حرکت ناشائستہ خالد سے سرزد ہوئی ہے میں اوس سے
انی ابرأ الیک مما صنع خالد بحوالہ تاریخ احمدی ص ۲۹	بیزاری ظاہر کرتا ہوں۔

اس سے زیادہ تفصیل شاہ عبد الحق صاحب محدث دہلوی کی کتاب مدارج النبوۃ کی مفصلہ ذیل عبارت سے معلوم ہوتی ہے۔

چون بنو خزیمہ از آمدن خالد بن ولید خبردار شدند برعایت طریقہ	جب بنی خزیمہ کے لوگ خالد کے ورود سے خبردار ہوئے تو بمقتضائے احتیاط
حزم و احتیاط سلاحہا پوشیدہ بیرون آمدند۔ خالد از ایشان پرسید	مسلح ہو کر باہر آئے۔ خالد نے اون سے پوچھا کہ تم لوگ کون ہو۔ اونھوں نے
شما چہ کسانید۔ گفتند ما مسلمانیم کہ بمحمد صلعم و شرایع و دین تے	کہا ہم مسلمان ہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اون کے شریع دین پر

ایمان داریم و نماز می گذاریم و در میان خود مسجد
بنا کردہ اذان و اقامت گفتہ بجمعہ و جماعت اقامت
و قیام می نمائیم - خالد گفت پس سلاح چرا پوشیدہ در برابر
من آمدہ اید گفتند میان ما و قومے از عرب عداوت است
می ترسیم کہ شما از ایشان باشید - خالد را عذر ایشان در محل
قبول نیفتاد و گفت سلاح خود را بر دارید - ایشان حسب
فرمودہ عمل نمودہ سلاحہا از خود دور کردند آنگاہ خالد گفت
تا دستہائے یک دیگر بر شانہ بر بستند و ہر یک اسیران را
بہ یکے از یاران خود بسپرد و وقت سحر ندا کرد کہ ہر کہ
اسیرے دارد بقتل رساند - چنانچہ حسب فرمودۂ او
اسیران بے گناہ را کشتند و در روایتے آمدہ کہ چون آنہا
سلاح انداختہ خالد تیغ در ایشان نہاد قریب صد کس را
از آن قبیلہ بکشت پس یکے از بنی خزیمہ آمدہ آنچہ خالد با آن
جماعت کردہ بود بعرض رسول اللہ صلعم رسانید حضرت
در غضب آمدہ سہ بار فرمود - خداوندا من بیزارم از آنچہ خالد کرد

ایمان لائے ہیں - نماز پڑھتے ہیں - مسجد بنائی ہے - اذان و اقامت
کہتے ہیں اور جمعہ و جماعت قائم کرتے ہیں - خالد نے کہا پھر ہتیار باندھ کر
ہمارے سامنے کیوں آئے ہو - وہ بولے ہم سے اور عرب کی ایک قوم سے
عداوت ہے - ہمکو خوف ہوا کہ مبادا تم لوگ اُسی قوم سے ہو - خالد نے
اُنکا یہ عذر نہیں سنا اور کہا کہ ہتیار کھول دو - اُنھوں نے فوراً ہتیار
ڈال دیئے - خالد نے پھر اپنے ہمراہیوں کو حکم دیا کہ ان سب کے ہاتھ
شانوں سے باندھ دو بعد ازاں ہر ایک اسیر کو اپنے رفقا کی سپردگی
مین دیا اور جب صبح ہوئی تو حکم دیا کہ جو اسیر جسکی سپردگی مین ہے وہ
اُسے قتل کرڈالے چنانچہ وہ اسیران بیگناہ اسی وقت قتل کر دیئے
گئے اور ایک روایت مین آیا ہے کہ جب خالد کے کہنے سے بنی خزیمہ
کے لوگوں نے ہتیار رکھ دیئے تو خالد نے تلوار لیکر تقریباً سو آدمی اُس
قبیلہ کے قتل کرڈالے - بنی خزیمہ کے ایک شخص نے جناب رسالتمآب
صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر دی آنحضرت صلعم نے غضبناک
ہو کر تین بار فرمایا - خداوندا خالد نے جو کچھ کیا مین اُس سے
بیزاری ظاہر کرتا ہوں -

شبلی صاحب اتنے بڑے مشہور و معروف واقعہ کو صرف بحمایت خالد بن ولید قلم انداز فرما گئے - یہ امر اُنکے مولفانہ تدین سے کسقدر خلاف ہے بہرحال - خالد بن ولید سے - خلاف حکم رسول صلعم یہ حرکت کیوں سرزد ہوئی اسکو اگر ہم اس مقام پر لکھیں تو ہمارے سلسلہ بیان مین بھی بے ربطی اور خبر بے مبتدا کا عیب پیدا ہوئیگا - اسلیے ہم اس واقعہ کو بالا تمام لکھکر اسکے وجوہ کو بالتفصیل آئندہ قلمبند کرینگے - تاریخ ابن ہشام مین ہے

فانفلت رجل من القوم فاتی رسول اللہ صلعم فاخبرہ
الخبر فقال رسول اللہ صلعم ھل انکر علیہ احد قال انکر علیہ
رجل ابیض ربعة فنھمہ خالد فسکت عنہ وانکر علیہ رجل
آخر طویل مضطرب فراجعہ فاشتدت مراجعتھما فقال
عمر بن الخطاب اما الاول یا رسول اللہ فابنی عبد اللہ واما الآخر فسالم مولی

اُس قوم (بنی خزیمہ) کا ایک آدمی جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت
مین حاضر ہوا اور عرض و اطلاع کی جناب رسولخدا صلعم نے پوچھا کہ کیا کسی
شخص نے خالد کو منع نہیں کیا اُس نے عرض کی جی ہان پہلے ایک شخص جو
سفید لباس پہنے تھا منع کیا لیکن خالد نے اُسے ڈانٹ دیا اور وہ چپ
ہو گیا - پھر خالد کو دوسری بار ایک طویل القامت مضطرب الحال شخص نے

ابی حذیفۃ ثم دعا رسول اللہ صلعم علی
بن ابی طالب رضوان اللہ علیہ فقال
یا علی اخرج الی ھؤلاء القوم فانظر فی
امرھم واجعل امر الجاھلیۃ تحت
قدمیک فخرج علی حتی جاءھم ومعہ
مال قد بعث رسول اللہ صلعم فودی
لھم الدماء وما اصیب لھم من الاموال
حتی انہ لیدی لھم میلغۃ الکلب حتی
اذا لم یبق شیء من دم ولا مال الا وداہ
بقیت معہ بقیہ من المال فقال لھم علی
رضوان اللہ علیہ حین فرغ منھم ھل
بقی لکم بقیۃ من دم او مال یود لکم
قالوا لا قال فانی اعطیکم ھذہ البقیۃ
من ھذا المال احتیاطا لرسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم مما لا نعلم ولا تعلمون
ففعل ثم رجع الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم فقال اصبت واحسنت ثم
قام رسول اللہ صلعم فاستقبل القبلۃ
قائما شاھرا یدیہ حتی انہ
لیری ما تحت منکبیہ یقول اللھم
ابرأ الیک مما صنع خالد بن ولید
ثلث مرات جلد ۳ ص ۲ مصر

منع کیا۔ خالد نے اسکو نکلوا دیا۔ پھر خالد نے سختی سے ان دونوں کو نکلوا دیا۔
یہ سنکر حضرت عمر بن خطاب نے عرض کی یا رسول اللہ صلعم پہلے جس شخص کو پیلا تاہو
وہ میرا بیٹا عبد اللہ ہے اور آخر والا آدمی سالم غلام ابو حذیفہ ہے اسکے بعد
جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی ابن ابیطالب علیہ الرضوان کو
بلایا اور حکم دیا کہ اے علی تو بنی خزیمہ کیطرف چلے جاؤ اور انکے معاملات کا انتظام
کرو اور جہالت کے امور کو مٹا ڈالو۔ یہ حکم سنکر جناب علی مرتضے قوم بنی خزیمہ کیطرف
روانہ ہوئے اور قبیلہ بنی خزیمہ کے پاس پہونچگئے۔ آپکے ساتھ وہ مال بھی
تھا جو آنحضرت صلعم نے ہمراہ کر دیا تھا حضرت علی مرتضی نے بنو خزیمہ کے تمام
مقتولین کی دیت دیدی اور پھر جو کچھ انکا مال لوٹا گیا تھا اسکا معاوضہ
ادا فرمایا۔ یہانتک کہ انکے ایک کتے تک کی قیمت ادا کر دی۔ جب انکی جان و
مال کی دیت و قیمت مین کچھ بھی باقی نہین رہا اور حضرت علی کے پاس رقم
موجودہ مین سے بچ رہا تو آپنے موخزیمہ کے لوگون کو مخاطب فرماکر استفسار
فرمایا کہ اب تو تمھارے خون کی دیت یا مال متاع کی قیمت مین کچھ باقی نہین
رہا جو نہ ادا کیا گیا ہو۔ سب نے عرض کی کہ اب کچھ باقی نہین ہے آپنے ارشاد فرمایا
تو اچھا۔ اب ہم احتیاطاً جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیطرف سے تمھین
یہ بچی ہوئی رقم بھی عطا کیے دیتے ہین۔ شاید کوئی ایسا رہگیا ہو جسے نہ ہم
جانتے ہون اور نہ تم پہچانتے ہو۔ ان امور سے فارغ ہو کر حضرت علی مرتضی
جناب رسولخدا صلعم کی خدمت مین واپس آئے اور حقیقت حال عرض
کر دی آپنے انکے اصابت عمل پر آفرین کہی۔ پھر آنحضرت صلعم نے اپنے دونون
ہاتھ اتنے اٹھا کر کہ آپ کے بغل کے نیچے کی چیز دکھائی دیتی تھی قبلہ رو
کھڑے ہو گئے اور تین بار فرمانے لگے۔ الٰہی جو کچھ خالد ابن ولید نے کیا
مین اس سے بیزاری اختیار کرتا ہون ۔

شبلی صاحب کو اس واقعہ کی نقل مین دو مجبوریان یک وقت سد راہ ہوئی تھین۔ ایک تو وہی خالد بن
ولید پر اسلام لانے کے بعد بھی اتنے کثیر مسلمانون کے خون ناحق کا الزام۔ دوسری قیامت کی مجبوری حضرت

علی مرتضےٰ کے اُن محاسن خدمات کا اظہار و اعلان سوہان جان تھا - جو تقلید امام بخاری ابتدا ہی سے آپکے ناگوار فطرت اور خلاف طبیعت قرار پا چکا ہے

بہرحال اب خالد بن ولید کی اس حرکت ناشائستہ کی توجیہ بھی اُسی قدیم عربی تاریخ کی اصل عبارت سے حسب ذیل ملاحظہ ہو -

وجہ تو وہی ہے کہ باوجود اسلام لانے کے بھی ان سے جہالت کے دستور و کردار کا اظہار ہوا جیساکہ تو د جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو حکم دیتے وقت وَاجْعَلْ اَمْرَالْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَيْكَ (جاہلیت کے امور کو پامال کر ڈالو) کہکر اسکی طرف مخصوص اشارہ فرما دیا تھا - اسکی توجیہ میں ابن ہشام لکھتے ہیں -

قد كان بين خالد وبين عبد الرحمان بن عوف فيما بلغني كلام في ذلك فقال له عبد الرحمان بن عوف عملت بأمر الجاهلية في الاسلام فقال انما ثأرت بأبيك فقال عبد الرحمان كذبت قد قتلت قاتل ابي ولكنك ثأرت بعمك الفاكه بن المغيرة حتى كان بينهما شر فبلغ ذلك رسول الله صلى الله عليه واله وسلم فقال مهلا يا خالد دع عنك اصحابي فوالله لو كان لك احد ذهب ثم انفقته في سبيل الله ما ادركت غدوة رجل من اصحابي ولا روحته ص ۲ ج ۴ مصر

خالد اور عبد الرحمٰن بن عوف کے درمیان اس معاملہ میں (قتل بنو خزیمہ) تکرار ہو گئی - اس کی کیفیت یہ ہے کہ خالد سے عبد الرحمٰن نے کہا کہ تم نے حالت اسلام میں جاہلیت کا فعل کیا - خالد نے جواب دیا کہ میں نے تو اس معاملہ میں تمہارے باپ کا قصاص لیا ہے - عبد الرحمٰن بولے تم جو یہ کہتے ہو کہ تم نے میرے باپ کا قصاص لیا ہے بالکل جھوٹ کہتے ہو - میرے باپ کا تو قصاص نہیں تم نے اپنے چچا فاکہ بن مغیرہ کے خون کا البتہ عوض چکایا ہے - یہ بات آتی بڑھی کہ دونوں میں فساد کا احتمال ہو گیا - جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس معاملہ کی خبر ہو پہنچی تو آپ نے خالد سے ڈانٹ کر کہا کہ خالد ہمارے اصحاب سے علیحدہ ہو جا خدا کی قسم اگر تیرے لیے کوہ احد سونا ہو جائے اور تو اس سب کو خدا کی راہ میں تصدق کر دے تب بھی تو ہمارے اصحاب کے گرد کو پہنچ سکتا ہے اور نہ انکی بو پا سکتا ہے

جب مقابلہ کے بوڑھے ہونے میں تو بات کھلتی ہے - مرقومہ بالا عبارت سے جہاں خالد کا مورد عتاب نبوی ہونا - اور شرف صحابیت سے محروم ہونا ثابت ہوا - وہیں بنو خزیمہ کے ساتھ انکی ایسی بیرحمی اور شقاوت کے راز بھی کھلنے لگے - اور صرف خالد اور عبد الرحمٰن کی باہمی نزاع لفظی سے اتنا معلوم ہوا کہ خالد نے کہا میں نے تو تمہارے باپ کا قصاص لیا عبد الرحمٰن نے جواب دیا میرے باپ کا کیوں معاوضہ کہتے ہو - یہ کیوں نہیں کہتے کہ میں نے اپنے چچا کا بدلہ چکایا ہے -

سبحان اللہ - عبد الرحمٰن کے باپ کا قصاص لیا گیا ہو - یا خالد کے چچا کا - کسی کا بھی ہو - اسلام کا امن عام تو ضرور بدنام ہو گیا - اور اُسکو اپنے پاس سے رقم کثیر اتنے بے گناہوں کی دیت میں دینی پڑی - یہ حضرات تو

مفت راچہ بایدگفت سمجھکر اپنے باپ چچا کے قصاص چکاکر علیحدہ ہوگئے - چونکہ مندرجہ بالا عبارت سے ابھی تک ان دونوں دعویداروں کے بیان دعوے کا تصفیہ نہو سکا کہ حقیقتاً کسکے خون کے بدلے میں بنو خزیمہ کے بیگناہ مقتولین کی گردنیں ماری گئیں - اسلیئے کہ ابھی تک عبدالرحمن اور خالد بن ولید دونوں کے بیان دعوے - تا وقتیکہ کسی تاریخی شاہد سے مقابل نہ کیئے جاویں - من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو - کے تعریف میں آوینگے اور غیر منفصل سمجھے جاوینگے اسکے تصفیہ و تفصیل کے لیے پھر اسی تاریخ ابن ہشام کی باقیماندہ مفصلہ ذیل عبارت ملاحظہ ہو -

وکان الفاکہ بن المغیرۃ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم	فاکہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن مخزوم اور عوف بن عبد عوف بن عبد الحرث
وعوف بن عبد عوف بن عبد الحرث بن زھرہ و	بن زہرہ اور عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس تجارت
عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس قد	کی غرض سے یمن کو چلے عفان کے ساتھ اُنکے بیٹے عثمان اور عوف
خرجوا تجاراً الی الیمن ومع عفان ابنہ عثمان ومع عوف	کے ساتھ اُنکے بیٹے عبدالرحمن تھے جب وہان سے چلے تو ان لوگوں نے
ابنہ عبد الرحمن فلما اقبلوا حملوا مال رجل من	بنی خزیمہ میں سے ایک شخص کا مال جو یمن میں مرگیا تھا اس غرض سے لادلیا
بنی خزیمۃ بن عامر کان ھلک بالیمن الی ورثتہ فادعاہ	تھا کہ اُسکے وارثوں کو پہونچا دینگے - اس درمیان میں کہ یہ لوگ مُتوفی کے
رجل منھم یقال لہ خالد بن ھشام ولقیھم بارض	وارثوں سے ملیں - بنی خزیمہ کے ایک شخص نے جس کا نام خالد بن ہشام
بنی خزیمۃ قبل ان یصلوا اھل المیت فابوا علیھم	تھا - ان لوگوں سے مال کا دعویٰ کیا ان لوگوں نے صاف انکار کردیا
فقاتلھم بمن معہ من قومہ علی المال لیاخذہ	وہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ان سے جنگ پر آمادہ ہوگیا - یہ لوگ بھی
وقاتلوہ فقتل عوف بن عبد عوف والفاکہ بن المغیرۃ	اوس سے لڑے - اُسنے عوف ابن عبد عوف اور فاکہ بن مغیرہ کو مار ڈالا
ونجا عفان بن ابی العاص وابنہ عثمان واصابوا	عفان ابن عاص اور اُنکے بیٹے عثمان کو چھوڑ دیا اور عوف بن عبد
مال الفاکہ بن المغیرۃ ومال عوف بن عبد عوف	عوف اور فاکہ ابن مغیرہ کا سب مال لوٹ لیا اور وہان سے وہ لوگ
فانطلقوا بہ وقتل عبد الرحمان بن عوف خالد بن	چلے گئے - لیکن عبدالرحمن نے اپنے باپ کے قاتل خالد بن ہشام کو قتل کرڈالا
ھشام قاتل ابیہ فھمت قریش بغزو ابنی خزیمہ	اسی بنا پر قریش نے بنی خزیمہ سے جنگ کی جلد دوم مصر ص۱

واقعات مذکورہ بالا کو پڑھکر بآسانی سمجھ لیا جائیگا کہ بنو خزیمہ کے ساتھ خالد کے ظالمانہ حرکات بالکل اُن کی ذاتیات پر مبنی تھے - عبدالرحمن بن عوف کا اعتراض بالکل صحیح تھا اور فی الواقع - چنانچہ زبان رسالت سے بھی اسکی اشارت ہوچکی تھی - اور پھر عبدالرحمن بن عوف اور خالد ولید کی نزاع لفظی کے موقع پر بھی عبدالرحمن ہی کی توجیہ کی تائید فرمائی گئی تھی - اور خالد کو ڈانٹا گیا تھا - فتح مکہ کے امن عام اور جناب رحمت عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان امان اور اعلان صلح عام کے پاک وصاف صفحہ دفتر پر اول و آخر خالد بن ولید کی بیجا جنگجوئی اور کینہ پروری کے

خون کی چھینٹیں ڈالیں اور ہمیشہ کیلئے مخالفین اسلام کو معترضانہ اعتراض کا موقع دیدیا۔ لیکن حقیقت شناس محققین جانتے ہیں کہ یہ خالد کا اپنا ذاتی فعل تھا۔ اور قطعاً خلاف رضائے خدا و رسول۔ اسلیے خبر ملتے ہی جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی الاعلان خالد کی اس حرکت ناشائستہ سے عند اللہ وعند الناس اپنی برات ظاہر فرمادی۔

محدث دہلوی شاہ عبد الحق صاحب دہلوی۔ مدارج النبوۃ جلد دوم میں اس موقع پر اپنے سفر مکہ معظمہ کے متعلق اپنا یہ واقعہ تحریر فرماتے ہیں۔

خالد کی اس حرکت پر محدث دہلوی کی رائے — جب میں ادائے حج کی نیت سے مکہ معظمہ میں پہونچا تو وہاں کے علما و فضلا سے ملا۔ ملا قاضی علی بن جار اللہ جو خالد بن ولید کی اولاد سے تھے اور مکہ کے قاضی تھے۔ مجھسے اُن سے تعارف ہوگیا ایکدن ان کی صحبت میں خالد بن ولید کا ذکر آیا۔ تو میں نے عرض کی کہ اُنھوں نے حقیقتاً اس امر (واقعہ بنی خزیمہ) میں جلدی کی حالانکہ رسول اللہ صلعم نے انھیں حکم صریح نہیں دیا تھا۔ قاضی صاحب میرا یہ سوال سُنکر شرما گئے اور رفع انفعال کے لیے صرف اتنا فرمایا والله سبحانہ فیہ شعو یامن الاستعجال والمبادرۃ فی القتال

مناہج النبوۃ ترجمہ مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۶۰۳ مطبوعہ نولکشور لکھنو

فتح بیت الحرام اور امن و صلح کا پیغام عام — فتح مکہ کے ایسا عظیم الشان معاملہ پورے اطمینان اور امن وآمان کے ساتھ تمام ہوگیا اور ﴿انا فتحنا لك فتحا مبينا﴾ کا دیباچہ بشارت۔ سورہ نصر کی الہامی عبارت کی صورت میں لفظاً لفظاً کامل ہوگیا۔ دنیا نے دیکھ لیا کہ کوہ صفا پر اُسی دستگیر عالم کے ہاتھوں پر۔ جسکو وہ انتہائی ذلت وحقارت اور ظلم و شقاوت کے ساتھ اپنے شہر و دیار سے باہر نکال چکے تھے۔ اور اُسکے باہر نکل جانے کے بعد بھی آجتک اُسکے خون کے پیاسے بنے ہوئے تھے۔ تمام عرب بلا امتیاز قبائل و عشائر بیشمار تعداد میں ہر طرف سے خود آآکر اور ہاتھ پھیلا پھیلا کر۔ بڑے شرف و افتخار سے اُسکے عقیدت اُسکی متابعت اور اطاعت کی بیعت کر رہے تھے۔ اور خدا کے الفاظ مقدس ورأيت الناس يدخلون في دين الله افواجا اور دیکھ لیا لوگوں نے کہ دین خدا میں فوج فوج داخل ہو رہے ہیں کی بشارت کو عملی صورت میں پورا کر رہے تھے۔

---

[1] ساڑھے تین برس کے بعد سنہ ۱۱ھ کے آخر میں۔ ایک دوسرے افراسی مسلمان (مالک بن نویرہ) پر ہاتھ صاف کیا۔ یہاں تو پاک انتقام تھا۔ وہاں تو محض حفظ نفس پر اقدام تھا۔ رسول صلعم تو تھے ہی نہیں۔ جو اپنی برات کا اعلان فرماتے ہاں حضرت عمر نے البتہ اُنکی سزا بھی معزولی کے لیے ہزار سر مارا مگر حضرت ابوبکر نے ایک نہ سنی۔ کامل ابن اثیر وغیرہ تمام کتب حدیث و تاریخ۔

(المولف عفی عنہ)

دنیا اور اہل دنیا نے اسی کے ساتھ یہ بھی دیکھ لیا کہ تاریخ عالم کے بیشمار کارنامون مین - ایک ایک ورق اُلٹ جانیکے بعد بھی - فتح عظیم کی ایسی پاک و صاف نظیر نہین ملتی - جسکا تفصیلی بیان خون آلودہ نہو - یا اسکے فاتح کے جیب و آستین پر مفتوحین کے خون کی چھینٹین پڑین نہ دکھائی دیتی ہون - سیاسی تاریخون کو چھوڑ دیجیے ہم تو کہینگے - کتب مقدس مین انبیا و مرسلین کی فتوحات پر نظر ڈالیے - توریت مین جناب موسٰی علی نبینا و آلہ و علیہ السلام کے فتح مدائن کے حالات پڑھیے تو ثابت ہو جائیگا کہ اُس نبی اعظم سے رحمت عالم کی شان بالاتر ہے - صلوٰۃ اعلیہ و آلہ - اس واقعہ مین تشریف آوری کے وقت سے آخر وقت تک جناب سید المرسلین رحمۃ للعالمین کے خلق عظیم اور لطف عمیم کے ہر ہر طریقہ - انداز اور شان پر نگاہ غور اور نظر انصاف کیجائے اور تھوڑی دیر کے لیے تعصب اور ذاتیات کو چھوڑ دیا جائے تو ظاہر ہو جائیگا کہ رحمت اسکا نام ہے اور رحمت کا یہ کام ہے -

مکہ کے مجرمین اور خلق رحمۃ للعالمین

شبلی صاحب نے صرف ابوسفیان کے ناقابل عفو جرائم کی معافی کو کسیقدر تفصیل سے لکھکر ختم کر دیا ہے - اور جو کچھ بھی لکھا ہے صحیح اور فی الواقع لکھا ہے - ہم بھی اُسی سے ابتدا کرتے ہین کہ ایک - ابوسفیا نکے بے شمار جرائم کے معاوضہ مین کتنے اور کیسے محاسن سلوک اس کے ساتھ قائم کیے - ایک ایک کر کے اُس کے تمام جرائم کی معافی دیدی - سامنے آیا تو اُسکی حرکات کا ذکر کیا نام تک بھی نہ لیا - حضرت عمر نے سزا دہی کی تحریک بھی کی تو کوئی اعتنا نفرمائی گئی - بلکہ وہ تو سزا دہی کے عوض شرف امتیازی سے خاص طور پر معزز فرمایا گیا اُسکا گھر مجرمین کے لیے امن قرار دیا گیا - یہ ہیٹے - تو ان کی بی بی - ہندہ جگرخوارہ منھ پر (شرم سے) نقاب ڈالکر آئین لیکن رحمت عالم نے خود آنکھین جھکالین - اور یہ بھی بلا عذر و تامل معفو فرما دی گئین - دو منزل کنہ باقی ہے خاص گھر کے دو دشمن اپنے چچازاد بھائی لائے جاتے ہین بہزار زبان ندامت و خجالت تاللہ لقد اٰثرک اللہ علینا و ان کنا لخاطئین کہکر - عظمت رسالت اور اپنی معصیت کا ایک ساتھ اقرار کرتے ہین - زبان رحمت سے لاتثریب علیکم الیوم (آج کے دن تم پر کوئی الزام باقی نہین) کی سند معافی پاکر چھوڑ دیے جاتے ہین -

مکہ معظمہ مین داخل ہونے کے وقت تمام اہل لشکر کو علی الاعلان حکم دیا جاتا ہے -

(۱) جو کوئی شخص ہتیار ڈالدے اُسے قتل نہ کیا جائے -

(۲) جو کوئی شخص خانہ کعبہ کے اندر پہونچ جائے قتل نہ کیا جائے -

(۳) جو کوئی شخص اپنے گھر کے اندر بیٹھ رہے اور کنواڑ بند کرے وہ قتل نہ کیا جائے -

(۴) جو کوئی شخص ابوسفیان کے گھر جا رہے وہ قتل نہ کیا جائے -

(۵) جو کوئی شخص حکیم بن حزام کے گھر مین چلا جائے وہ قتل نہ کیا جائے -

(۶) بھاگ جانے والے کا تعاقب نہ کیا جائے۔

(۷) زخمی کو قتل نہ کیا جائے۔

(۸) اسیر کو قتل نہ کیا جائے۔

باستثنائے خانہائے ابوسفیان اور حکیم بن حزام حضرت ام ہانی بنت حضرت ابیطالب کے گھر مین دو مجرم جا چھپے۔ حضرت علی مرتضیٰ نے دیکھکر پہچان لیا اور سے سنگ در دست و ماربر سرسنگ۔ نگند مردہشیار ورنگ۔ کے اعتبار مسلمہ پر ان دونون کو قتل کرنا چاہا۔ بہن نے تا حکم آنحضرت صلعم بھائی کو ان کے قتل سے باز رکھا۔ خدمت رسالت مین حاضر ہوئین۔ واقعہ عرض کیا قد اجرنا من اجرت یا ام ھانی (جسکو تمنے پناہ دی مین نے بھی اُسکو پناہ دی) کا پروانہ نجات لیکر دونون کی فوراً جانبری کرادی۔

بیت اللہ معظم کو خارجی الائش و گندگی سے پاک و صاف فرماکر باہر تشریف لائے۔ تو فوج در فوج صف در صف اور قطار در قطار۔ قدیم خطاوار۔ برسون کے گنہگار سامنے کھڑے تھے۔ صرف دو کلمہ اذھبوا انتم الطلقاء (جاؤ تم سب کو آزاد کر دیا) کہکر سب کے سب چھوڑ دئے گئے۔

مکہ مین تسلط ہوگیا۔ چارو ں طرف امن و امان اور آرام و اطمینان قائم ہو گیا۔ تو بقول شبلی صاحب کفار مکہ نے تمام مہاجرین کے مکانات پر قبضہ کر لیا تھا۔ اب وقت تھا کہ اُن کو اُنکے حقوق دلوا دیے جائین لیکن آپ نے مہاجرین کو حکم دیا کہ وہ اپنے مملوکات سے دست بردار ہو جائین۔

عثمان بن ابی طلحہ کلید بردار کعبہ سے کنجی منگائی جاتی ہے خانہ کعبہ کے اندر کے ارکان بجالا کر باہر تشریف لاتے ہین تو خاص عم محترم حضرت عباس ابن عبد المطلب عرض کرتے ہین کہ فتح مکہ کے حسن خدمت اور یادگار مین منصب سقایت کے ساتھ بنی ہاشم کے متعلق منصب حجابت کا بھی اضافہ فرما دیا جائے۔ جواب مین ارشاد فرمایا جاتا ہے ھذا الیوم یوم الوفاء والبر۔ یعنی آج کا دن تو خاص رہائی اور وعدہ وفائی کا دن ہے۔ یہ فرماتے ہین اور سلافہ کے بیٹے کو جس نے اتنی رد و کد کے بعد کنجی دی تھی۔ کلید کعبہ حوالہ فرما دیتے ہین ان ھذا رسول صادق امین

فتح مکہ ایسے ہی رحم و مروت۔ انصاف و عدالت۔ عدل و مساوات اور اخلاق و اشفاق کے واقعات کا کامل دفتر ہے۔ انبیائے سابقین اور امم ماضیین کے حالات پر عبور کامل رکھنے والے حضرات محققین خوب جانتے ہین اور غزوات حضرت موسیٰ محاربات حضرت یوشع بن نون اور فتوحات حضرت داؤد و سلیمان علے نبینا و آلہ و علیہما السلام کے بڑے بڑے کارنامون مین فتح مکہ کے ایسی پر امن۔ بے ضرر اور بلا خوف خطر اس دوسری مثال نہین دکھلا سکتے۔

ہم پہلے انبیاء و مرسلین سلف انبیاء و آلہ وعلیہم السلام اجمعین کے اسفار و اثناء مین اسکی نظیر طلب کرتے ہین اسلیئے کہ اصولاً شعار انبیاء کا شعار انبیاہی سے تقابل و توازن مناسب ہے - اسوۃ الرسول مین رسول عربی فداہ امی و ابی کی شان - ہر موقع و ہر مقام پر مقدار نبوت اور معیار رسالت تک کامل ثابت کر دی گئی اور ملکی فرمانروا اور دنیاوی سلاطین کے غیر مقید اور غیر محتاط ذی اقتداری اور ثروت و نمود داری کی عارضی اور خالی ظاہر داریون سے مرقع رسالت بالکل پاک و صاف رکھا گیا ہے - چنانچہ ہم آداب رسالت کے اعتبار سے ہیچ مدعی نہین قرار دیتے - بلکہ ہیچ و پوچ اعتبار کرتے ہین -

جب ہمکو اس کا پورا یقین ہے کہ فتوحات انبیاء کے دفتر اسکی مثال سے خالی ہین تو ملکی فرمانروا اور دنیاوی سلاطین کے عملیات مین اسکی مثال تلاش کرنا بالکل خارج از بحث ہے مگر زمانہ کی ناشناسانہ ہٹ دہرمی کا کیا علاج ہے - جو مبلغین رسالت کو خواہ مخواہ سلاطین ملک و سلطنت سمجھکر - جانبین کے افعال و اطوار - رفتار و کردار کا بیجا اور غیر مناسب مقابلہ چاہتی ہے حقیقتاً تو یہ تقابل ناممکن ہے لیکن بعض بعض واقعات مین مجازاً ممکن بھی ہے - جب سیاسی اور فرمانروایان ملکی اور کشور کشایان دنیاوی سے تقابل ہی ناممکن ہے تو پھر مثال کی تلاش اور نظیر کی جستجو بیکار ہے - اگر حقیقت کے معیار پر مثال نہین ملتی اور مجاز کے اعتبار سے مثال مقابل کا حوصلہ کیا جاتا ہے تو پھر توریت کی کتاب التاریخ کے ورق ورق اولٹے جائین اور سلطنت ہائے قدیمہ - ایران اور رومۃ الکبریٰ سے لیکر - عیسائی سلاطین جسٹین اور قسطنطین Kustantania وغیرہ مثالہم کے کارنامے - صفحہ صفحہ کر کے پڑھے جائین اور انمین سے کسی ایک فاتح ملک و شہر کی ایسی آرام دہ - تسکین افزا اور امن پیرا فتح کی مثال پیش کیجائے ھاتوا برھانکم انکنتم صادقین

افسوس ہے کہ طوالت اور مقامی نامناسبت کی وجہ سے ہم اس بحث کی زیادہ تفصیل نہین کر سکتے - شاہ قسطنطین کی فتح جنگ جستر ـ ـ ـ اور قسطنطین سوم کے پوتے جسٹینین دوم کے فتوحاتی مظالم - تاریخ رومۃ الکبریٰ کے خونین صفحون مین پڑھے جائین تو ناظرین کو معلوم ہو جائیگا کہ مجاز کے اعتبار سے بھی ان سیاسی اور ملکی فتوحات کی مثال مقابل بھی - فتح مکہ نے مقابلہ مین کیسی بدنما - نازیبا - خوفناک اور ناپاک معلوم ہوتی ہے - ہم اس سے زیادہ تفصیل و تشریح کو ضروری نہین سمجھتے اور رائٹ آنریبل مسٹر سید امیر علی صاحب سی - آئی - ای بالقابہ کی اُس عبارت کا جو فتح مکہ کی حقیقی تصویر انصاف پسند قلوب پر کھینچ دیتی ہے - ذیل مین نقل کر کے اس بحث کو تمام کر دیتے ہین -

جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک فاتح کی شان مین داخل مکہ ہوئے - جو شخص ایک مرتبہ

مجرم قرار پا چکا تھا اب وہی بزرگ اپنی رحمدلی اور اشفاق کے مسالک دکھلا کر اور لوگون کو اپنی ہدایت ارشاد ثابت کرنے آیا ہے۔ وہ شہر جس نے اس بزرگ کے ساتھ اتنی سختی اور ظلم و تعدی کے سلوک کیے کہ اُسکو اور اُسکے سچے اور خیر خواہ جماعت والون کو محض غیر لوگون مین پناہ لینے کے لیئے۔ مجبور کرکے باہر نکالدیا اور خارج البلد کر دیا۔ جس نے اُسکی اور اُسکے فرمانبردار معتقدین کی زندگیان تلخ کر دین۔ اب اُسکے قدمون پر پڑا ہوا ہے۔ اُس بزرگ کو۔ ظالم اور بیرحم قدیم۔ اُسکے مجرم مشتہر نے خواست جنھون نے بیگناہ مردون اور عورتون پر۔ اور اُن کے علاوہ بیجا مردون پر اپنی ظالمانہ سزائین پہونچا کر اپنی انسانیت کی حیثیت کو بھی ذلیل کر دیا تھا۔ اب اُسی بزرگوار کے رحم و مروت کے امیدوار بننے اور اُس سے آسرا لگانے پر مجبور ہو گئے ہین۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ فتح اور کامیابی کے حصول مدعا کے بعد جو مصیبتین گذر چکی تھین اور جو جو تکلیفین پہونچی تھین۔ سب کی سب بھلا دین گئین اور جو نقصانات اُٹھائے گئے تھے۔ ایک ایک کرکے معاف کر دئے گئے تمام آبادی مکہ مین امن و امان کے احکام عام دیدیئے گئے۔ صرف چار مجرمون (تین۔ دو مرد اور ایک عورت) کے خون۔ جنکا انصاف بھی مقتضی تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے دشمنون کے شہر پر غالب آکر اور اُسمین داخل ہو کر بھی جائز رکھا فوج اسلامی نے بھی آپ کے محاسن کی کامل تقلید کی اور نہایت خموشی اور سہولیت کے ساتھ شہر مین داخل ہوئی۔ نکوئی گھر برباد کیا گیا اور نہ کسی عورت کی آبرو پر حرف لایا گیا۔ یہ نہایت صحیح اور فی الواقع لکھا گیا ہے کہ فتوحات دنیاوی کے کارنامون مین اسکے (فتح مکہ) ایسی کوئی دوسری کامل فتح نہین ہوئی۔ اسپرٹ آف اسلام ص ۹۳

چونکہ فتح مکہ کے بعد ہی ہمکو جنگ حنین کے حالات فوراً ہی لکھنے ہونگے جسکا دیباچہ گویا مکہ کی انھین نو مسلم قومون کا قائم کیا ہوا ہے اس بنا پر ضروری ہے کہ ہم اپنے موجودہ سلسلہ مین اتنا اور اضافہ کرین کہ حضرت رحمۃ للعالمین جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ الطاہرین کے اس بےنظیر و عدیم المثال محاسن اخلاق مکارم اشفاق رحم و مروّت اور عفو و درگذر کا اثر نو مسلمین مکہ کے قلوب پر محض عارضی اور صرف وقتی تھا۔ اسمین نہ کچھ اہمیت تھی اور نہ ان ناقدرون کو کچھ بھی انکی قدر و منزلت تھی۔ ابھی حنین کا میدان جنگ تو دور ہے آنحضرت صلعم مکہ ہی مین مقیم ہین۔ گویا صبح سے شام نہین ہوئی ہے۔ اور مکہ والے۔ اور دوسرے (؟) کے ساتھ کیا۔ خاص ذات مبارک آنحضرت کے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہین۔ اسی ایک واقعہ سے اُنکے خلوص ایمان قبول اسلام اور عقیدت رسول سب کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ صاحب رحمۃ للعالمین زاد المعاد ابن قیم سے اسناد سے لکھتے ہین۔

فتح مکہ سے دوسرے دن کا ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ کا طواف فرما رہے تھے۔ فضالہ بن عمیر نے موقع دیکھکر ارادہ کیا کہ آنحضرت صلعم کو قتل کر ڈالے۔ جب وہ اس ارادہ سے آپ کے قریب پہونچا تو نبی صلعم نے فرمایا کیا فضالہ آتا ہے؟ فضالہ بولا۔ ہاں۔ نبی صلعم نے فرمایا۔ تم ابھی کیا ارادہ کر رہے تھے؟ فضالہ نے کہا۔ کچھ تو نہیں مین تو اللہ اللہ کر رہا تھا۔ نبی صلعم یہ سنکر ہنس پڑے۔ اور ارشاد فرمایا اچھا۔ تم اپنے خدا سے اپنے لیے معافی کی درخواست کرو۔ یہ فرمایا اور اپنا دست مبارک فضالہ کے سینہ پر رکھدیا۔ فضالہ کا بیان ہے کہ ہاتھ کے رکھدینے سے مجھے بڑا اطمینان قلب حاصل ہوگیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اسقدر میرے دل مین پیدا ہوگئی کہ حضور سے بڑھکر مجھے کوئی بھی محبوب نہ رہا فضالہ کا بیان ہے کہ اسکے بعد مین وہان سے اٹھا اور مکان واپس ہوا۔ راستہ مین میری معشوقہ ملی۔ جسکے پاس مین تنہا بیٹھا کرتا تھا۔ اُس نے مجھے پکارکر آواز دی اور کہا۔ فضالہ ایک بات سنتے جاؤ۔ مین نے جواب دیا نہیں۔ نہیں۔ خدا اور اسلام ایسی باتون (کے سننے) سے مجھے منع کرتے ہین۔ مین نہ سنون گا۔ رحمۃ ص للاہور

اگر پیغمبر برحق سلام اللہ علیہ وآلہ اپنے روحانی آثار و اختیار سے کام نہ لیتا تو فضالہ آپکا کام تمام کرچکا تھا۔ اسی ایک مثال سے نو مسلمین مکہ کے قبول اسلام اور خلوص ایمان کی حقیقت اور اہمیت کا اندازہ کرلینا چاہیئے۔ جو کثیر تعداد مین لشکر اسلام کے ہمراہ ہوکر جنگ حنین کے موقع پر رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑکر بھاگ گئے تھے۔ اور بہتون کو اپنے ساتھ لیتے گئے تھے۔ تفصیل آگے آتی ہے۔

جنگ حنین

۸ شوال ۸ھ۔ مطابق جنوری و فروری ۶۳۰ء

يَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ

حنین کے دن (کو یاد کرو) جب تم (اپنی) کثرت پر نازان تھے۔ سورہ توبہ

مکہ معظمہ کی کامل فتح اور قریش کی پوری شکست نے عرب مین سالہا سال کا کفر و اسلام کا لگا ہوا قضیہ تمام کردیا تھا اور جبروت قدرت نے اَلنَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللهِ أَفْوَاجًا آدمی فوج فوج بنکر خدا کے دین مین داخل ہو گئے ہین کا منظر دنیا کی عبرت بین نگاہون کے سامنے پیش کردیا تھا لیکن اصول فطرت کے موافق انتہائے انجلا و صفا کے بعد بھی اطراف مکہ کی فضا مین ظلمت و کدورت کا اثر ابتک باقی تھا۔ اس بنا پر یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ اگرچہ مکہ مین گھر گھر اسلام کی روشنی پہونچگئی تھی اور نور ایمان کی شعاعین بلند ہوکر اطراف و

اکناف میں نور افشانی کر رہی تھیں لیکن تاہم بعض بعض قبائل میں سیہ بختی اور تیرہ اعمالی کی سیاہی ابھی تک باقی تھی بلکہ ویسی ہی گہری تھی۔

ہوازن کی تیاریاں طائف اور مکہ کے درمیان جو وادی واقع ہے اسے حنین کہتے ہیں اور طاس بھی اسی کا نام ہے معجم البلدان کی تحقیق میں حنین عرب کے مشہور اور قدیم بازار ذوالمجاز سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور عرفات سے بھی اسکی مسافت اتنی ہی تبلائی جاتی ہے۔ اس وادی میں قدیم الایام سے قبیلہ ہوازن کی مختلف شاخیں اور کثیر التعداد قومیں آباد تھیں۔ ہوازن عرب کی بڑی قدیم اور عظیم قوم تھی جس میں بیشمار قبائل اور عشائر اور ان کے حلیف و شریک شامل تھے۔ کفر و اسلام کے معرکوں میں اگرچہ ہوازن کا قبیلہ قریش کا ہمدرد بنا رہا۔ لیکن وہ اپنی خود غرضی کی بنا پر حقیقتاً کفر و اسلام کے تصفیہ کا منتظر تھا۔ اسلام کی ترقی اور اسکے روز افزوں عظمت و اقتدار سے وہ مرعوب نہیں ہوا تھا۔ اور قریش کی متواتر شکستوں کے بعد بھی مکہ اور حوالی مکہ کے نظم کا قریش کے ہاتھوں میں باقی رہجانا۔ انکو اپنی قومی محبوبیت قریش کی بقا کا خیال موہوم دلا رہا تھا۔ یہی حالت تھی کہ یکایک امید کے خلاف حسرت و تمنا کے برعکس۔ بے جنگ و جدال۔ بے خون و قتال مکہ فتح ہوگیا۔ تو اب ہوازن کی تقدیر میں سوائے محرومی و ناکامی کے اور کیا رکھا تھا

ہوازن اور ثقیف کا اتحاد اوپر بیان ہوچکا ہے کہ اس قوم میں بیشمار لوگ تھے۔ اونکا ایک ایک قبیلہ اور عشیرہ بجائے خود ایک فوج تھا۔ وہ فطرتاً ایک جنگجو قوم تھی۔ اور فنون حرب و ضرب میں بڑی کامل قوم کہلاتی تھی، ان تمام اوصاف و کمال شجاعت و دلیری کے ساتھ وہ لوگ حد درجہ کے مغرور اور سرکش بھی تھے۔ اور ایسے کہ اپنے آگے آجتک وہ کسی کو کوئی شے سمجھے تھے اور نہ سمجھنا چاہتے تھے۔ اسی بنا پر۔ باوجودیکہ تمام عمائد و اکابر قریش اور انکی حلیف اور شریک قوموں نے پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام کے آگے اطاعت گذاری کی گردنیں جھکا دیں اور متابعت کے سر نیوڑا دیئے لیکن ان سرکشوں کی مغرورانہ اکڑ میں خم نہ آیا۔ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ صلح حدیبیہ کے فسخ ہوجانے کے بعد ان لوگوں میں مخالفت اسلام کی آگ پھر از سر نو مشتعل ہوگئی تھی اور یہ لوگ قریش کو مقابلہ اسلام کیلیے اب بالکل ضعیف اور ناقابل سمجھکر خود آہستہ آہستہ اور مخفی طور پر اسلام سے مقابلہ کی تیاری کر رہے تھے۔ اپنے اور اپنے ہمسایہ قبائل میں مختلف ذرائع و وسائل سے اسلام کے خلاف سخت سوزش پھیلا رہے تھے۔ اور اپنی ان خفیہ سازشوں میں کامیاب ہوکر اسلام پر ایک مجموعی اور سخت ترین حملہ کا پورا انتظام کر چکے تھے۔ فتح مکہ کے بعد یہ اتنا بیتاب ہوگئے کہ اپنی خفیہ ترکیبوں کو زیادہ مخفی نہ رکھ سکے

اور اپنے قرارداد حملہ کا سامان واعلان کرنے لگے۔

عجلت کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ خود غرض اور مغرور لوگ سمجھتے تھے کہ اسلام۔ قبل اسکے کہ مفتوحین کی آن اراضیات۔ باغات ومکانات پر قبضہ کرین۔ ہم اسلام سے مقابلہ کرکے اُنکو پسپا کردین اور اُن کی جائداد پر قبضہ کرلین۔ یہ معلوم ہے کہ عمائد واکابر قریش کی۔ طائف مین بڑی بڑی مملوکات ومقبوضات تھین ہوازن کی تنگ ظرفی اور سبک چشمی نے خباثت نفسی سے اسلام کی نسبت اُنکے قلوب مین یہ اوہام ووساوس پیدا کردیئے تھے۔ حقیقتاً وہ اسلام کی فیاضی۔ عالی ہمتی اور دریادلی مکہ والون کے ساتھ دیکھ چکے اور سن چکے تھے جب اہل اسلام نے مکہ کی اپنی جائداد اور مکانات اور باغات وغیرہ غاصبین قریش سے واپس نہ لیے بلکہ اُنکو معاف کردیئے تو اُنکی طائف کی جائداد ملکیت پر کیا نظر خراب کرتے۔

ہوازن عجیب حرفت کی فطرت رکھتے تھے۔ اُنھون نے خواہ مخواہ اپنے دل مین یہ واہمہ بھی پیدا کرلیا تھا کہ مکہ کے بعد اسلام ہمپر حملہ کریگا۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا جمعیت اسلام مین کسی فرد واحد کو بھی اسکا خیال نہین تھا۔ ہوازن نے اپنے ہمسایہ قبائل وعشائر مین اسلام کے خلاف پرجوشی پیدا کرنے کے لیے یہ بات صرف اپنے دل سے گڑھ لی تھی حقیقت کچھ بھی نہین تھی۔

مالک ابن عوف کی امارت جب یہ تمام انتظام درست کرچکے تو اسلام کے حملہ موہومہ کا بھی انتظار نکرسکے اور اپنی غیر متحمل پرجوشیون مین بیتاب ہوکر لشکر اسلام پر حملہ کرنیکے لیے گھرون سے نکل پڑے۔ باہم دو بڑے کثیر التعداد قبیلے اور مشہور ومعروف گروہ۔ ہوازن اور بنی ثقیف متحد ہوگئے۔ اور انہین سے ہر ایک کے ساتھ اُنکے ماتحتی اور ہم معاہدہ قبائل وعشائر بھی داخل ہوگئے۔ امیر فوج کا انتخاب پیش ہوا۔ ہوازن نے اپنے سردار مالک ابن عوف کو اور ثقیف نے اپنے رئیس قبیلہ کنانہ بن عبد یالیل کو منتخب کیا۔ گفتگو کے بعد ایک ہی امیر کے مقرر کئے جانے کی تجویز پر اتفاق ہوا۔ ثقیف نے بڑے ایثار کے ساتھ ہوازن کے رئیس مالک ابن عوف کی تنہا امارت کو تسلیم کرلیا۔ اور مالک ابن عوف دونون لشکرون کا امیر وسردار بنگیا۔ مالک ابن عوف نے مستعدی اور دلیری سے لشکر کشی کا انتظام کیا۔ عموماً لوگ اہل وعیال کو گھر مین چھوڑکر اور گھر کے ایک آدمی کو اُنکا محافظ بناکر لشکر مین داخل ہوئے تھے۔ مالک ابن عوف نے اپنی امارت مین یہ نوعیت کی کہ اس قدیم دستور کو یہ بتلاکر توڑ دیا کہ اگر اہل وعیال ساتھ رہینگے تو اُنکی اسیری۔ غارت اور بے آبروئی کا خیال کرکے تمام لوگ بڑی جگرداری اور کامل پاداری کے ساتھ لڑینگے۔ اور مرتے دم تک میدان جنگ سے پاؤن نہ ہٹائین گے۔

بندے ہزار انتظام کرین - لاکھ اہتمام کرین - قدرت اپنا کام کرلیتی ہے - سامان جنگ انتظام حملہ و مقابلہ تو مہینون کیا برسون سے ہو رہا تھا - کثرت کے لحاظ سے عرب کیا اُنھون نے گویا دنیا کی دنیا اپنی طرف سمیٹ لی تھی - لیکن اتفاق سے ہمسایہ کے دو بڑے قبیلے - بنی کعب اور بنی کلاب کو دعوت نہین دی تھی اور وہ بالکل چھوٹ گئے تھے - چنانچہ وہ آخر وقت تک غیر جانبدار بنے رہے -

درید اور معائنہ فوج

درید بن الصمہ قبیلہ ہوازن کا ایک بڑا کہن مشق - تجربہ کار اور نبرد آزما سردار اور شاعر تھا - کبیر السنی کی وجہ سے بالکل بیکار - مجبور اور صاحب فراش ہو رہا تھا - مالک ابن عوف - میدان جنگ مین ترتیب لشکر کے بعد صرف اپنی خوش نظمی کی داد لینے کی غرض خاص سے اُسکو فوج کے معائنہ کے لیے ایک چارپائی پر اُٹھا لایا بصارت اُسکی زائل ہو چکی تھی - اُسنے پوچھا یہ کون مقام ہے؟ جسکو تمنے مخالف سے مقابلہ کیلیے تجویز کیا ہے تبلایا گیا اوطاس (حنین) ہے - درید بولا مقام تو مناسب ہے - زمین بھی صف آرائی کے لیے موزون ہے نہ اتنی سخت کہ پاؤن مین کانٹون سی چبھے اور نہ اسقدر ملائم کہ کھڑے ہون تو پاؤن دھنسے - اسی اثنا مین بچون کے رونے کے آوازین اُسکے کانون مین آئین - تو اُس نے متعجب ہوکر پوچھا کہ بچہ کو کون ساتھ لایا ہے کہا گیا کہ اہل و عیال بھی اس جنگ مین اس خیال سے ساتھ لائے گئے ہین کہ لوگ تنہائی - غیرت - جگر داری اور پاداری کے ساتھ لڑین اور میدان سے نہ ہٹین - یہ سنکر درید بے ساختہ ہنس پڑا اور کہنے لگا! سنو اجب پاؤن اُکھڑے اور دل ہٹے - تو کوئی نہین جا سکتا - معرکہ کارزار مین اگر کچھ کام آتی ہے تو اکیلے تلوار باقی سب بیکار - یاد رکھو - تمھاری قسمت کی محرومی نے تمکو اگر شاہد مدعا کی رونمائی نہین کی اور تم نے مونھ کی کھائی تو پھر یہ عورتین تمھاری گردنون مین ذلت و رسوائی کا طوق بنجائین گی -

اسکے بعد اس کہن سال اور تجربہ کار عرب کے سپہ سالار نے دریافت کیا کہ بنی کعب اور بنی کلاب کے لوگ اس جمعیت مین شریک نہین ہین - جواب دیا گیا - نہین - اُس نے کہا تعجب ہے کہ یہ معرکہ قومی امتیاز و اعزاز کا تو معیار قرار دیا جائے اور قوم کے دو بڑے بڑے مشہور و معروف قبائل اسکی شرکت سے کنارہ کش اور دست بردار رہین - غالباً وہ اُسکو معرکہ امتیاز نہین سمجھتے - پھر درید نے مالک ابن عوف کو صلاح دی کہ کھلے میدان مین صف آرائی سے بہتر ہے آڑ پکڑ کر فوجون کی صفین درست کی جائین - یہ ترکیب زیادہ محفوظ ہے - لیکن مالک کی جوان سالہ ناتجربہ کاری کی پُر جوشی اور جرأت بیجا نے درید کی اس مفید صلاح پر اُسکو عمل پیرا نہونے دیا - اور طبری کے الفاظ مین مالک نے یہ کہکر واللہ کبرت

دکھو علامات تم بوڑھے ہوگئے اور تمھارا علم و تجربہ بھی بوڑھا ہوگیا۔ ورید کی بات کو ٹال دیا۔ طبری مطبوعہ یورپ ص ۱۶۵

مکہ سے فوج اسلام کی روانگی

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مکہ معظمہ سے روانگی کا قصد فرما رہے تھے کہ ہوازن کے حملات کی خبریں آنے لگیں۔ صحابہ میں بعض کے نزدیک یہ خبریں قابل اعتبار تھیں بعض کے نزدیک نہیں شبلی صاحب لکھتے ہیں۔

آپ نے تصدیق کے لیے عبداللہ ابن حدرد کو بھیجا اور وہ جاسوس بنکر حنین میں آئے اور کئی دن تک فوج میں رہکر تمام حالات تحقیق کیے۔ ص ۳۹۰

بس شبلی صاحب اتنا ہی لکھکر رہ گئے۔ یہ کچھ نہ لکھا کہ انکی تحقیق اور ہمالات چشم دید پر بھی اعتبار کیا گیا یا نہیں آپکے اس اختصار و اقتصار واقعات کی وجہ یہاں بھی وہی پائی جاتی ہے جو ایسے ایسے تمام مقامات پر آپکو بار بار لاحق ہوتی آتی ہے اور وہ یہ ہے کہ ان واقعات میں حضرت عمر کی مخالفت ملے۔ عبداللہ کے مشاہدات کے غلط ہونے پر انکا اصرار۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بالآخر جناب موصوف کو اس امر پر سرزنش کرنا ثابت ہوتا ہے۔ دیکھیئے وہی طبری جن سے ابھی ابھی آپ اپنے آغاز حالات کے واقعات اوپر نقل کر چکے ہیں۔ ان واقعات کو ذیل کے الفاظ تفصیلی میں لکھتے ہیں۔

ثم اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فاخبرہ	ابن حدرد نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں آکر تمام حالات کی خبر کی تو
الخبر فدعا رسول اللہ صلعم عمر بن الخطاب فاخبرہ	آپ نے حضرت عمر بن خطاب کو بلوایا اور انکو ان حالات سے مطلع کیا۔
خبر ابن ابی حدرد فقال عمر کذب فقال ابن	حضرت عمر نے کہا یہ سب جھوٹ ہے۔ ابن حدرد نے کہا تم کیا مجھے
حدرد ان تکذبنی فطال ما کذبت بالحق یا عمر	جھوٹا بناتے ہو تم تو ایک مدت تک حق (نبوت) کو جھوٹ کہتے رہے
فقال عمر الا تسمع یا رسول اللہ صلعم الی ما یقول	حضرت عمر نے عرض کی یا رسول اللہ صلعم آپ سنتے ہیں ابن ابی حدرد نے
ابن ابی حدرد فقال رسول صلعم قد کنت	کیا کہا۔ آپ نے رفع تکرار کے لیے ارشاد فرمایا۔ اگر تم گمراہ تھے
ضالا فھداک اللہ یا عمر ص ۱۶۵۸	تو اے عمر۔ خدا نے تمھاری ہدایت فرما دی۔

ابن ہشام نے ابن حدرد کے یہ الفاظ لکھے ہیں۔

ان تکذبنی فربما کذبت بالحق یا عمر فقد کذبت	تم مجھے ویسا ہی جھٹلاتے ہو جیسا ایک دن حق کو جھٹلاتے تھے اے عمر
من ھو خیر منی ص جلد سوم مصر	اور اسکو جھٹلاتے تھے جو مجھسے کہیں بہتر تھا۔

صفوان سے سامان جنگ کے لیے قرض لیا گیا

بہر حال جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام اہل اسلام نے عبداللہ بن حدرد کی خبر کو معتبر سمجھا۔ بالآخر حضرت عمر کو بھی ماننا پڑا آنحضرت صلعم نے بھی مجبور ہو کر ہوازن کے

ان پیشقدمانہ حملات کی مدافعت کے سامان کیئے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ فتح مکہ سے کوئی بڑی دولت یا رقم کثیر تو ہاتھ آئی نہین تھی - مدینہ سے جو کچھ سامان نقد وجنس ہمراہ آیا تھا وہ سب کا سب صرف ہو چکا تھا - اب خلاف امید فوج کشی کا اتنا صرف کثیر پیش آگیا تو آنحضرت صلعم نے بالآخر مجبور ہو کر صفوان بن امیہ سے بقولے تیس ہزار (۳۰۰۰۰) (امام حنبل) اور بقولے دس ہزار (۱۰۰۰۰) (بخاری اور اصابہ ابن حجر) نقد اور سو عدد زرہین سامان جنگ بطور مستعار مانگ بھیجے - صفوان بن امیہ اگرچہ اس وقت تک اسلام نہین لائے تھے - لیکن وطرتاً فیاض اور مہمان نواز تھے - انھون نے پہلے آپ سے دریافت کرایا کہ یہ مطالبہ تحکمانہ کیا جاتا ہے یا دوستانہ آپ نے کہلا بھیجا کہ تحکمانہ نہین ہے بلکہ قرض لیا جاتا ہے - پھر رقم قرض واپس دیجائیگی - اور اسلحہ جنگ بھی پھیر دئے جائینگے - صفوان نے نقد روپیہ بھی اور اسلحہ بھی آپ کی خدمت مین بھجوا دیے - طبری ص۱۶۵۹ ابن ہشام ص۸۰۳ جلد ۳

سلمانوں کا نازیجا آنحضرت صلعم لشکر مرتب کرکے مکہ معظمہ سے حنین کیطرف روانہ ہوئے - دس ہزار (۱۰۰۰۰) مسلمانوں کی فوج ہمراہ تھی - تمام سامانوں سے مرتب اور آراستہ ہو کر جب لشکر اسلام مکہ سے حنین کیطرف بڑھا - تو مسلمانوں کو اپنی کثرت جمعیت اور شان وشوکت پر بیساختہ ناز آیا - شبلی صاحب اس موقع پر لکھتے ہین

شوال ۸ھ مطابق جنوری وفروری ۶۳۰ء کو اسلامی فوجین جنکی تعداد بارہ ہزار تھی اس سروسامان سے حنین کی طرف بڑھین کہ صحابہ کی زبان سے بے اختیار یہ لفظ نکل گیا کہ آج ہم پر کون غالب آسکتا ہے - لیکن بارگاہ ایزدی مین یہ نازش پسند نہ تھی

وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ	جب تم اپنی کثرت پر نازان تھے - لیکن وہ کچھ کام نہ آئی اور زمین
شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ	باوجود وسعت کے تم پر تنگی کرنے لگی پھر تم اپنی پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے
وَلَّيْتُمْ مُدْبِرِينَ ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ	پھر اللہ نے اپنے رسول پر اور مسلمانون پر تسلی نازل کی اور ایسی
رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا	فوجین بھیجین جو تم نے نہین دیکھین اور کافرون کو عذاب دیا اور
وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ	کافرون کی یہی سزا تھی۔

شبلی صاحب یہان بھی آپ نے اس آیہ کی شان نزول مین تمام صحابہ کو سمیٹ لیا - آپ کیا کیجیے - عادت اور ضرورت آپ کو سخت مجبور کر دیتی ہے - اگر آپ ان دونوں سے علیحدہ ہو جاتے - تو جو حضرات اس آیہ کے نزول کے باعث ہوے ہین وہ آپ کو نظر آجاتے - لیکن عمداً آپ نے اسکے اظہار سے احتیاط کی اور قلم روک لیا - اور ہمکو تفصیل کے الزام کے لیے چھوڑ دیا - بہتر - روضۃ الاحباب مین

محدث شیرازی اسکی تفصیل اس عبارت مین لکھتے ہین

مروی است از ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بعد	روایت مین آیا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دشمن کے لشکر کی صحیح
از وقوف بر عدو لشکر دشمن وکثرت اسلام گفت باپیغمبر	تعداد معلوم کرکے اور فوج اسلام کی موجودہ کثرت لاحظ فرماکرآنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امروز ما از جہت قلت مغلوب	صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ آج تو ہم قلت کی وجہ سے مغلوب
نخواہیم گشت ودر روایتے آنکہ ابوبکر صدیق این مقالہ را	نہین ہونگے۔ اور ایک روایت مین وارد ہوا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق
باسلمہ بن سلامہ وقش گفت ودر روایتے آنکہ قائل این سخن	نے یہ کلمہ سلمہ بن سلامہ بن وقش سے کہا تھا اور ایک روایت مین ہے
سلمہ بود　　ص ۴۴۸	کہ اس کلمہ کا کہنے والا سلمہ تھا۔

بہرحال دونوں روایتوں کے اعتبار سے اس قول کے قائل حضرت ابوبکر ثابت ہوتے ہین۔ اس بنا پر اس آیہ کریمہ کے نزول کا باعث بھی یہی آپ کا قول ہوا۔ جیساکہ باتفاق جمہور مشہور ہے

نازیباکی دوسری مثال　اس سے آگے چلیئے ؎ ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا ؛ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

فوج اسلام حنین کیطرف روانہ ہوئی۔ صحیح ترمذی مین ہے۔

عن ابی واقد لما خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ	ابوواقد سے روایت ہے کہ جب جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
وآلہ وسلم الی حنین مر بشجرۃ للمشرکین	بجانب حنین روانہ ہوئے تو راہ مین اُس درخت کے پاس سے گذرے جسکو
یقال لہا ذات انواط یعلقون علیہا اسلحتہم	مشرکین ذات انواط کہتے تھے اور اُس پر اپنے ہتیار لٹکا دیتے تھے۔ صحابہ
قالوا یا رسول اللہ اجعل لنا ذات انواط کما	نے عرض کی یا رسول اللہ ہمارے لیئے بھی ایسا ہی ایک ذات انواط بنا دیجئے
لہم ذات انواط فقال النبی صلی اللہ علیہ	جیساکہ مشرکین کا ذات انواط ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ سبحان اللہ
وآلہ وسلم سبحان اللہ ہذا کما قال قوم	یہ تو وہی بات ہے جو قوم موسیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی کہ جیسے
موسیٰ اجعل لنا الہا کما لہم آلہۃ والذی	کافرون کے معبود ہین ویسے ہی ایک معبود ہمکو بھی بنا دیجئے قسم بخدا کہ تم بھی
نفسی بیدہ لترکبن سنن من کان قبلکم	انھین کا طریقہ اختیار کروگے۔ بحوالہ تاریخ احمدی ص ۷۰

ابن ہشام نے بھی اس واقعہ کو جلد سوم ص ۸ مطبوعہ مصر مین لکھا ہے۔ محدث شیرازی نے بھی روضۃ الاحباب ص ۹۴۴ مطبوعہ لکھنؤ مین ایسا ہی لکھا ہے۔ ترمذی اور ابن ہشام کی عبارتون سے تو کچھ معلوم نہین ہوتا مگر محدث شیرازی کی عبارت یہ ہے۔

چون حضرت این سخن گفت آنجماعت از گفتہ خویش	جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تو لوگون نے
پشیمان شدند وتوبہ واستغفار نمودند۔	شرماکر توبہ واستغفار کیا۔

لشکر اسلامی کے پہونچنے سے پہلے کفار کا لشکر میدان جنگ مین داخل ہوگیا۔ یہ اُنکے قریب رہنے کا خاص فائدہ تھا جو سوائے اُنکے دوسرے کو مشکل سے حاصل ہو سکتا تھا۔ چنانچہ شبلی صاحب فوج اسلامی کی شکست کے اسباب مین تحریر کرتے ہین۔

کفار نے معرکہ مین پہلے پہونچکر مناسب مقامات پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور تیراندازون کے دستے پہاڑ کی گھاٹیون کھو ون اور درون مین قریب قریب جا بجا جما لیے تھے۔"

قریب قریب طبری اور ابن ہشام نے اور صاحب روضۃ الاحباب نے بھی کفار کے یہی انتظام لکھکر بتلائے ہین کفار کے مقابلہ مین لشکر اسلام میدان جنگ مین جب آیا تو یہ تمام مقامی فوائد و منافع ہاتھ سے نکل چکے تھے۔ اسلیے فوج اسلامی نے میدان جنگ کی مقامی مناسبت اور موزونیت سے کوئی فائدہ نہ اُٹھایا۔ مجاہدان اسلامی نے اپنی شجاعت و دلیری کی پُر جوشی یا کثرت اعداد کی اُسی پُر جوشی مین۔ جسے وہ مکہ سے ساتھ لائے تھے۔ ان فوائد و منافع مقامی کی کوئی پروا نہین کی۔ کچھ رات رہے سے تمام دستہائے فوج اپنے اپنے مقامات سے نکلکر میدان جنگ مین آراستہ ہوگئے۔ صف آرائی کی انتظامی ترتیب اور اُسکی تفصیل یہ ہے۔

مہاجرین کی فوج مین۔ تین مختلف حصے کیے گئے۔ ایک دستہ فوج کے علمدار حضرت عمر بن الخطاب (شاید جنہین علمداری سے محرومی کی تالیف ہو) دوسرے کے حضرت علی ابن ابیطالب اور تیسرے دستہ کے سعد بن ابی وقاص مقرر ہوے۔ اسیطرح قبائل انصار مین۔ قبیلہ اوس کے علمدار اسید بن حضیر بنائے گئے اور قبیلہ خزرج کے سعد بن عبادہ۔

جانبین کی فوجین مرتب ہوچکین تو کفار نے آغاز جنگ مین سبقت کی۔ شبلی صاحب جانبین کی حرب وضرب اور طرفین کی کارزار کی حسب ذیل تفصیل فرماتے ہین۔

جانبین کا مقابلہ اور فوج اسلامی کی گریز

فتح کے بجائے دفعۃً اول مین مطلع صاف تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو رفقائے خاص مین سے کوئی بھی پہلو مین نہین تھا حضرت ابو قتادہ جو شریک جنگ تھے۔ اُنکا بیان ہے کہ جب لوگ بھاگ نکلے تو مین نے ایک کافر کو دیکھا کہ ایک مسلمان کے سینے پر سوار ہے۔ مین نے عقب سے اسکے شانہ پر تلوار ماری جو زرہ کو کاٹتی ہوئی اندر اتر گئی۔ اس نے مڑکر مجکو ایسا دبوچا کہ میری جان پر بن گئی۔ لیکن پھر وہ ٹھنڈا ہو کر گر پڑا۔ اس اثنا مین۔ مین نے حضرت عمر کو دیکھا۔ مین نے پوچھا کہ مسلمانون کا کیا حال ہے بولے کہ قضائے الٰہی یہی تھی شکست کے مختلف اسباب تھے۔ مقدمۃ الجیش مین جو حضرت خالد کی افسری مین تھا۔

زیادہ تر فتح مکہ میں جدید الاسلام نوجوان تھے وہ جوانی کے غرور میں اسلحہ جنگ بھی پہن کر نہیں آئے تھے -
فوج میں دو ہزار طلقاء بھی تھے یعنے وہ لوگ جو ابتک اسلام نہیں لائے تھے - ہوازن قدر اندازی میں اپنا جواب نہیں
رکھتے تھے - میدان جنگ میں انکا ایک تیر بھی خالی نہیں جاتا تھا - کفار نے معرکہ گاہ میں پہونچکر مناسب مقامات
پر قبضہ کر لیا تھا - اور تیر اندازوں کے دستے پہاڑ کی گھاٹیوں - کھوؤں اور دڑوں میں جا بجا چھپے رکھے تھے - فوج
اسلام نے صبح کے وقت جبکہ خوب اجالا بھی نہیں ہوا تھا - حملہ کیا - میدان جنگ اسقدر نشیب میں تھا کہ پاؤ
جم نہیں سکتے تھے - حملہ آوروں کا بڑھنا تھا کہ سامنے سے ہزاروں تو میں ٹوٹ پڑیں - اُدھر کمینگاہوں سے
قدر اندازوں کے دستے نکل پڑے اور تیروں کا مینھ برسا دیا مقدمۃ الجیش ابتری کے ساتھ بے قابو ہو کر پیچھے ہٹا
اور پھر تمام فوج کے پاؤں اُکھڑ گئے - صحیح بخاری میں ہے فادبروا حتی بقی وحدہ سب لوگ نکل گئے اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم اکیلے رہ گئے - تیروں کا مینھ برس رہا تھا - بارہ ہزار فوجیں ہوا ہو گئیں تھیں -
لیکن ایک پیکر مقدس پا برجا تھا - جو تنہا ایک فوج - ایک ملک ایک اقلیم - ایک عالم بلکہ مجموعہ کائنات تھا -
آنحضرت صلعم نے داہنی جانب دیکھا اور پکارا یا معاشر الانصار آواز کے ساتھ صدا آئی ہم حاضر ہیں آپنے
بائیں جانب مڑکر پکارا - اب بھی وہی آواز آئی - آپ سواری سے اُتر پڑے اور جلال نبوت کے لہجہ میں فرمایا -
میں خدا کا بندہ ہوں اور اُسکا پیغمبر ہوں بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ یہ رجز آپکی زبان پر تھا -
انا النبی لاکذب میں پیغمبر خدا ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے انا بن عبد المطلب میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں -
حضرت عباس ابن عبد المطلب بلند آواز تھے - آپ نے اُنکو حکم دیا کہ مہاجرین و انصار کو آواز دو اُنھوں نے
نعرہ مارا یا معشر الانصار اے گروہ انصار یا اصحاب الشجرہ اے اصحاب شجرہ (بیعت رضوان والے) اس اثر آواز کا
کانوں میں پڑنا تھا کہ تمام فوج دفعتاً پلٹ پڑی جن لوگوں کے گھوڑے کشمکش اور گھمسان کی وجہ سے نہ مُڑ سکے
اُنھوں نے زرہیں پھینکدیں اور گھوڑوں پر سے کود پڑے دفعتاً لڑائی کا رنگ بدل گیا - کفار بھاگ نکلے -
اور جو رہ گئے اُنکے ہاتھوں میں ہتکڑیاں تھیں - بنو مالک ثقیف کی ایک شاخ تھی، جمکر لڑے - لیکن اُنکے
ستر آدمی مارے گئے - اور جب اُنکا علمدار عثمان بن عبد اللہ بھی مارا گیا تو وہ بھی ثابت قدم نہ رہ سکے - سیرۃ النبی
جلد اول ص ۳۶۲

شبلی صاحب کے استعفاف حالات اور اُسکے انکشافات - شبلی صاحب کی معرکہ آرا قلم آرائیوں کا یہی تو میدان ہے - صحابہ کرام کا حفظ مراتب -
تقلید اسلاف کے حسن عقیدت کی حفاظت - مخالفین اسلام کے اعتراض کا خوف -
مدعائے اصلی کا اثبات اور سب سے آخر میں اسلام کی بقائے شوکت و اجلال کے خیال بھی آپکے ساتھ ساتھ میں

اتنے خیالوں مین اُلجھا ہوا مولف کہانتک تاریخی نقل و استنباط واقعات و حالات مین خود غرضی و جانبداری سے محفوظ رہکر حقیقت گذاری کا حق ادا کر سکتا ہے ۔

اول تو آپنے یہ لکھکر کہ ادہلہ اول مین مطلع صاف تھا، یہ بتلایا ہے کہ گویا کفار کے آتے ہی تمام مسلمان بغیر ہاتھ پاؤن ہلائے بلا استثنائے احدے ایک ایک کرکے سب بھاگ گئے اور ایسے کہ بقول آپ کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب نظر اُٹھا کر دیکھا تو رفقائے خاص مین سے کوئی بھی پہلو مین نہین تھا پھر اسی عبارت کے حاشیہ نمبر ۳ مین لکھتے ہین ۔ کہ بعض روایتون مین چند اصحاب کا ثابت قدم رہنا بھی مذکور ہے ۔ ان دونون روایتون کی تطبیق یہ ہے کہ یہ دو مختلف وقتون کے حالات ہین ۔ راوی نے اپنا مشاہدہ لکھا ہے ۔ تفصیل آگے آئے گی ۔ ،، سیرۃ النبیؐ جلد اول

تو اب سوال یہ ہے کہ آپکے ان دو مختلف اور متضاد بیانات مین آپکی کتاب کے دیکھنے والے آپکے کس قول پر اعتبار کرین ۔ آیا آپکے قول اول کے موافق وہ یہ سمجھین کہ پہلے ہی حملہ کفار مین بارہ ہزار کی جمعیت ایکبار بھاگ گئی جو کسقدر مہمل اور خلاف واقع ہے ۔ یا یہ سمجھین کہ چند اصحاب ثابت قدم بھی رہگئے تھے ۔ جو بالکل صحیح اور فی الواقع ہے ۔

افسوس جو امر کہ حاشیہ مین تطبیق دیکر تحریر کیا گیا اگر آغاز ہی مین لکھدیا گیا ہوتا تو یہ ابہام فی الکلام اور اختلاف عن الاعتراف آپ کی تحریر مین کیون واقع ہوتا ۔ مگر نہین صحابہ کی حسن عقیدت درمیان تھی ۔ جنکے حفظ مراتب کا سامان آپ کی تعمیم والی ترکیب قدیم کے بغیر نا ممکن تھا ۔ اسلیے قلم آرائی کی شان مین ہمیاختگی کیساتھ ایسی عبارت لکھدی جس سے معلوم ہو کہ سب کے سب رسول اللہ صلعم کو چھوڑ کر بھاگ ۔ پھر جب حاشیہ مین اسکے خلاف چند صحابہ کا ثابت قدم رہنا لکھا بھی تو اُن بزرگوارون کے نام نہین لکھے ۔ یہ کتنا غیر متدین استخفاف واقعات کا طریقہ ہے جو آپکی شان مولفانہ کے سراسر خلاف ہے ۔

اسلامی مجاہدین کی معرکہ آرائی کی کوئی تفصیل ہی نہین لکھی ۔ اور کیسے لکھ سکتے تھے ۔ جب لکھکر بتلا چکے تھے کہ وہلہ اول ہی مین مسلمان مقابل کا منھ دیکھتے ہی بھاگ نکلے شکست کے بعد گویا وہلہ اول کا حال ان الفاظ مین لکھکر بتلایا گیا ہے

فوج اسلام نے صبح کیوقت جبکہ خوب اجالا بھی نہین ہوا تھا حملہ کیا ۔ میدان جنگ اسقدر نشیب مین تھا کہ پاؤن جم نہ سکتے تھے ۔ حملہ آورون کا بڑھنا تھا کہ ہزارون فوجین ٹوٹ پڑین اور کمینگاہون سے قدر اندازون کے دستے نکل آئے اور تیرون کا منھ برسادیا مقدمۃ الجیش ابتری کے ساتھ بیقاعدہ ہوکر پیچھے ہٹا پھر تمام فوج کے پاؤن اُکھڑ گئے ۔

شبلی صاحب عبارت آرائی ختم کیجئے ۔ صاف صاف یون لکھیئے کہ مقدمۃ الجیش ہو یا مجموعۃ الجیش

سے پہلے سب فوج سے خالد کا رسالہ بھاگا۔ لکھتے وقت۔ آگے پیچھے کا بھی خیال رکھا کیجیے۔ آپ جب بلا وجہ و سبب یہ لکھ چکے کہ دملہ اول مین مطلع صاف تھا۔ تو پھر اسباب شکست کی تفصیل کے بعد ان تصریحات کا قلمبند کرنا۔ مشتے بعد از جنگ، کا لطف دیتا ہے۔ آپ نے دملہ اول کی صفائی کے لکھنے سے پہلے ان اسباب صفائی کو کیون نہ لکھدیا کہ غریب سیدھے سادھے مسلمان سمجھ لیتے کہ ہمارے بزرگوار مجاہدین اور جان نثاران اسلام ان دقتون اور مجبوریون کی وجہ سے فرار کر گئے۔

شبلی صاحب۔ تحریری قلم آرائیون اور خالی لفاظیون سے کام نہین چلنے کا اور مطلب نہین نکلنے کا۔ دنیا کی نگاہون مین تحقیق کی روشنی بہت تیز ہوگئی ہے۔ ہر شخص کے سامنے کتابین کھلی ہین۔ آپ اپنی کتاب مین لکھین تو کیا وہ آپ سے اچھی کتابون مین حقیقت حال کا مطالعہ و مشاہدہ نہ کر لینگے۔ اول تو آپ نے یہ لکھکر کہ فوج اسلام نے صبح کیوقت جبکہ خوب اُجالا بھی نہین ہوا تھا۔ حملہ کیا۔ یہ بتلایا ہے کہ جنگ مین سبقت اسلام کیطرف سے ہوئی۔ بالکل شعار اسلام کے خلاف ہے۔ جو سبقت فی القتال کو اپنی طرف سے قطعی حرام سمجھتا ہے۔ مسلمان آپکی اس سبقت کو اسلام کی مدح تو نہین بلکہ ہجو ملیح سمجھینگے۔ دیکھیے۔ یہ اگر ایسا ہی واقعہ ہے جیسا آپنے لکھا ہے تو آپ عیسائی معترضین کے اعتراض کے جواب کیلیے ابھی سے تیار ہو جائیے جو کہتے ہین کہ حنین کی جنگ مین اسلام کا طریقہ جہاد مدافعانہ نہین تھا بلکہ جارحانہ۔ حالانکہ تمام تاریخ و سیر کی اسلامی کتابین یک زبان ہوکر کہتی ہین۔

نو الله ما راعنا و نحن منحطون الکتائب وقد — راوی حدیث بیان کرتا ہے کہ ہماری حفاظت کیلیے کوئی بھی نہین تھا اور ہم انکی

شدت علینا رجل واحد — کثرت مین تیار و نظرت سے گھرے ہوئے تھے۔ اور ان لوگون نے بڑی شدت سے اپنی متفقہ

طاوی ۹۶ ۱۲ — قوت کے ساتھ ہم پر حملہ کر دیا

ابن ہشام۔ ابو الفدا۔ ابن وردی۔ خلاصہ ابو الفدا اور محدث شیرازی بالاتفاق سبکا یہی بیان ہے اور شبلی صاحب نے دیکھیے سنے خواہ مخواہ مسلمانون کا پہلے حملہ کرنا لکھ رہے ہین۔ کہیے آپکا صرف دو لفظون والا جملہ کسقدر اختلاف انگیز اور فساد خیز ہے۔ حالانکہ آپ کا اس سے پہلے والا جملہ کہ دملہ اول مین مطلع صاف تھا۔ بتلا رہا ہے کہ حملہ مخالفین ہی کی طرف سے شروع ہوا تب تو مسلمان انکی برداشت نہ لاکر میدان جنگ کا مطلع صاف کر گئے۔ پھر معلوم یہان شبلی صاحب کو کیا ہوگیا کہ لکھدیا مسلمانون کی فوج نے علی الصباح حملہ کر دیا۔

آپ ان تمام متناقض اور متضاد بیانات کے بعد خالد بن ولید کی برات کی طرف جھکے ہین۔ اور اپنی پوری قلم آرائیون کی قوت و مہارت کے ساتھ آپنے انکے عیوب و نقائص کو اپنے الفاظ و عبارت مین چھپایا ہے اور ضعیف سے ضعیف اور کمزور سے کمزور جوابات مین انکی اور انکے ماتحتی دستہ فوج کی ہزیمت کی توجیہات

قائم کی ہیں۔ مثلاً۔ خالد کے ماتحتی دستہ میں مکہ کے مغرور نوجوان تھے وہ جوانی کے غرور میں اسلحے پہنکر نہیں آئے تھے
شبلی صاحب۔ آپ کی یہ توجیہ اگر صحیح ہے تو تبلایئے کہ اُن کہن سال اور کہن مشق مجاہدین اسلام کو کیا ہوگیا تھا جو بخلاف ان نوجوانوں کے اسلحات پہنے۔ ہتھیار لگائے کھڑے کے کھڑے رہگئے۔ انھوں نے کیا بنالیا۔ آپ ان نوجوانوں کو ہدف ملامت بنانا چاہتے ہیں۔ پہلے تو آپ اُن جہاں دیدہ بزرگواروں کے عجب وغرور کی خبر لیں۔ جنھوں نے مکہ سے نکلتے ہی اپنی کثرت فوج پر ناز کرنا شروع فرما دیا تھا۔

اب رہی آپ کی اخیر توجیہ کہ اسمیں طلقا بھی تھے۔ شبلی صاحب۔ خیریت سے دو ہی ہزار طلقاء تھے۔ دس ہزار تو وہی کاملِ عدول کے معیار پر کامل اُترے ہوئے صحابہ تھے۔ انھوں نے کیا بنالیا۔ اور کونسی خیر خواہانہ خدمت دکھائی۔ واقعیت اور اصلیت کے آگے بات بنانے اور معنی پہنانے سے کام نہیں چلتا۔ آپ کو صاف صاف ماننا اور لکھنا پڑیگا اور نوعی آپ مان چکے اور لکھ بھی چکے ہیں کہ معرکہ جنگ میں خالد کی ناواقفکاری اور منصب سپہ سالاری میں اُنکی ناتجربہ کاری۔ جنگ حنین میں اول بار ہزیمت کی باعث ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ بقول آپ کے یہ بھی ویسے ہی نوجوان مغرور تھے جیسے انکے ماتحتی مکہ کے جوانان بے شعور۔ نہ یہ انکو روک سکے اور نہ وہ ان سے رک سکے چلو قصہ ختم۔ آئی گئی اسلام کی باقیماندہ فوج پر انکے پاؤں اُکھڑتے ہی وہ قیامت خیز عالم رستخیز قائم ہوگیا کہ یا آنیرہ انبر کمینگاہوں سے غنیم کے دستوں پر دستے فوجوں پر فوجیں پہاڑوں کے ٹکڑوں کیطرح ٹوٹنے لگیں۔ تو اب کوئی لاکھ بہادر ہو۔ دلیر ہو۔ شیر دل ہو کیا کر سکتا ہے لیکن اسپر بھی آپکو معلوم ہے جو حقیقی بہادر تھے۔ اصلی دلیر تھے اور سچے شیر دل تھے۔ وہ پاؤں جمائے کھڑے رہگئے۔ جیسے ہمیشہ تھے ویسے آج سے کا شرط عشق بود دل یکے دیار یکے
شبلی صاحب واقعہ نگاری کرتے ہیں تو صاف صاف بے لوث کہیئے۔ آخر آپ کے ایسے دوسرے لکھنے والوں نے بھی تو لکھا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔ محدث شیرازی لکھتے ہیں۔

وایشان (کفار) تیر اندازان جلد بودند بیکبار از کمینگاہ بیرون آمدند وحملہ کردند وتیر باران نمودند اول خیل خالد بن ولید فرار نمودند بواسطہ آنکہ اکثر سلاح نداشتند وجماعتے از کفار ہمراہ لشکر بودند وآنہا کہ قریب العہد بودند بجاہلیت از مسلمانان از عقب ایشان بگریختند آنگاہ بقیۂ اصحاب بحکم الفرار مما لایطاق من سنن المرسلین[1] ہزیمت نمودند

کفار بڑے تیز دست تیر انداز تھے۔ ایکبار کمینگاہوں سے نکل پڑے اور حملے شروع کر دیئے اور تیروں کا منھ برسانے لگے سب سے پہلے خالد بن ولید کا ماتحتی دستہ فوج بھاگ نکلا کیونکہ اسمیں اکثروں کے پاس سلاح جنگ نہیں تھی اسکے ساتھ کفار کی جماعت تھی وہ بھی انکے ساتھ بھاگ گئی۔ جب یہ سب بھاگ گئے تو اسوقت صحابہ بھی اس حکم کے مطابق کہ جب کوئی امکانی قدرت باقی نہ رہے تو بھاگ جانا رسولوں کی سنت ہے۔ فرار کر گئے۔

[1] یہ حدیث معاذ اللہ ارشاد قرآن سے ہے۔ کیا تعجب کہ فراریان احد وحنین کی حمایت میں وضع کر لی گئی ہو۔ المؤلف

خالد کا فرار حنین مین مسلمانون کی ہزیمت اول کا باعث تھا

تاریخ ابو الفدا مین ہے

فلما التقوا انکشف المسلمون — جب دونون فوجین باہم ملاقی اور مصروف بجنگ ہوئین تو مسلمانون

لاَیلوی احد علی احد — کے پاؤن اکھڑ گئے اور ایسا بدحواس ہو کر بھاگے کہ کوئی کسیکا پرسان نہین تھا

اب بالاجمال کیفیت یہ ہوئی -

مالک ابن عوف لشکر کفار کے امیر نے حنین کے وادی مین پہونچکر یہ سوچا کہ فوج اسلامی سے کھلے میدان مین مقابلہ کرنا مفید نہوگا - اسکے خلاف اگر مسلمانون پر مخفی طور سے دفعتاً حملہ کر دیا جاوے اور اپنی فوج سے جسکی تعداد بیس ہزار تک پہونچی ہوئی تھی انکا محاصرہ کر لیا جائے تو نہایت آسانی سے کامیابی کی امید کیجا سکتی ہے - اس خیال سے مالک ابن عوف نے اپنی تمام فوج کو حنین کی گھاٹیون - کھوون اور درّون مین چھپا دیا اور معدودے چند دستہائے فوج کیساتھ لشکر اسلام کی آمد کا انتظار کرنے لگا حنین کی گھاٹیان درے ایسے دشوار گذار اور ناہموار مقامات تھے جہان سے بیرونی اور غیر مقامی فوجون کا گذر دشوار تھا - مکہ سے حنین تک پہاڑون کا وہی لگا تار سلسلہ برابر چلا آتا ہے جو مغرب کیطرف پھیلتا ہوا اٹھارہ میل سے زیادہ چلا گیا ہے - لشکر اسلام کا علے الصباح پہونچنا تھا کہ مشرکین کی جمعیت کثیر جو منتظر بیٹھی تھی اپنی کمینگاہون سے ایک بار نکل پڑی اور تیرون کا منھ برسانے لگی - اہل اسلام کو قدم جمانا مشکل ہو گیا - دفعتاً وہ ایسی مہلک اور خوفناک بلامین گرفتار ہو گئے جسکی خبر اور امید انکو ذرا بھی نہین تھی - لشکر اسلام اسی اضطراب مین تھا کہ مشرکین نے اپنی قرارداد تجویز کے موافق چارون طرف سے لشکر اسلام کا محاصرہ کر لیا اور اب چارون طرف سے مسلمانون پر تیر باری شروع کر دی - فوج اسلام مین تمام عدم اطمینانی اور پریشانی پھیل گئی - انکے استقلال مین فرق آ گیا - قیامت یہ ہوئی کہ خالد ابن ولید کا ماتحتی دستہ مقدمۃ الجیش بنا ہوا حسب قاعدہ سب سے آگے تھا - سب سے پہلے خالد ہی کا دستہ فوج انکے اختیار مین نرہا اور فرار پر تیار ہو گیا - انکی کچھ بھی نہ چلی اور وہ بھاگ نکلے اور انھین کے ساتھ یہ بھی جان بچا کر نکل گئے - خالد کے ساتھ بنی سلیم کے لوگ تھے - وہ سردار - فوج کو گریزان دیکھکر کب ٹھہرنے والے تھے - وہ بھی چلدئے انکے بعد مکہ کے نومسلمین کی بھرتی تھی - انکو بھاگنے مین کیا دشواری تھی - میدان سے نکلے اور گھر پہونچے -

بالآخر یہ نوبت پہونچی کہ تمام اہل اسلام - عام اس سے کہ مہاجر ہون یا انصار - فرار ہو گئے - برروایتے دس اور بروایتے کل چار خالص الایمان اور کامل الاسلام بزرگوار آنحضرت صلعم کے ساتھ رہگئے

(ملخص از طبری - ہشام - ابو الفدا - تاریخ الانبیا وغیرہم)

رفاقت رسول مین ثابت قدم رہنے والے حضرات

ثابت قدم رہنے والے حضرات کی تعداد مین بھی اختلاف ہے اور انکے نامون مین بھی - طبری مین ہے -

انه قد بقی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نفر من المھاجرین والانصار و اھلبیتہ و ممن ثبت معہ من المھاجرین ابوبکر و عمرؓ ومن اھلبیتہ علی ابن ابی طالب والعباس بن عبدالمطلب وابنہ الفضل وابوسفیان بن الحارث وربیعہ بن الحارث وایمن بن عبید وھو ایمن بن ام ایمن واسامہ بن زید بن حارثہ

رسول اللہ صلی علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ چند مہاجر و انصار اور چند آپ کے اہلبیت باقی رہ گئے۔ مہاجرین میں جنکا رہنا ثابت ہے وہ ابوبکر اور عمرؓ ہیں۔ اور اہلبیت میں علی ابن ابیطالب عباس بن عبدالمطلب اور انکے بیٹے فضل اور ابوسفیان بن حارث اور ربیعہ بن حارث اور ایمن بن ام ایمن اور اسامہ بن زید بن حارثہ۔ ایمن کا نام عبید تھا اور یہ ایمن ام ایمن کے بیٹے تھے۔ طبری مطبوعہ جرمن ص ۱۶۶۱

ابن ہشام نے بھی یہی نام لکھکر بتلائے ہیں۔ ان دونوں تاریخوں کی روایت اوسی قول کے مطابق ہے۔ یعنی دس آدمیوں کا باقی رہجانا بیان کیا گیا ہے مگر اسکے تسلیم کرنے میں بہت بڑی مشکل یہ ہے کہ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق حضرت عمر کا نام اس سے نکل جاتا ہے کیونکہ اسمیں صاف صاف لکھا ہے۔

عن ابی قتادہ قال انھزم المسلمون وانھزمت معھم فاذا بعمر بن الخطاب فی الناس فقلت لہ ما شان الناس قال امر اللہ

بحوالہ تاریخ احمدی ص ۲۰۷

ابو قتادہ سے مروی ہے کہ بروز حنین مسلمان پسپا ہو کر بھاگے تو میں بھی انھیں کے ساتھ تھا۔ ناگہان کیا دیکھتا ہوں کہ مفرورین میں حضرت عمر ابن الخطاب بھی ہیں۔ میں نے ان سے غرض کی کیا حال ہوا ہم مسلمانوں کا کہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ انھوں نے کہا خدا کی مشیت

شبلی صاحب خود ابو قتادہ کی اس روایت کو اوپر لکھ چکے ہیں۔ اسلیے حضرت عمر کی نسبت طبری اور ابن ہشام کا بیان بالکل غلط ٹھہرتا ہے اور شبلی صاحب کے مقرر کردہ اصول کے موافق مرویات صحاح عموماً اور روایات صحیح بخاری کے سامنے خصوصاً۔ تاریخ و سیرت کی روایتیں بالکل فروتر ہیں اور ہرگز قابل اعتبار نہیں ہوسکتیں

رسول اللہ صلعم کے ساتھ کل چار شخص رہگئے

شبلی صاحب۔ حضرت عمر کیا! تحقیق سے تو معلوم ہوتا ہے۔ سوا سے چار پانچ بزرگواروں کے۔ بقول آپ کے مطلع کا مطلع صاف تھا کنز العمال میں مرقوم ہے۔

اخرج ابن عساکر عن حسین ابن علیؑ قال کان فمن ثبت مع رسول اللہ صلعم یوم حنین العباس وعلی ابن ابیطالب وابوسفیان حارث وعقیل ابن ابی طالب وعبداللہ بن زبیر وزبیر

ابن عساکر نے حسین ابن علی علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا بروز حنین جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے ان میں سے حضرت عباس۔ علی ابن ابیطالب ابوسفیان بن حارث عقیل ابن ابیطالب عبداللہ ابن زبیر

ابن العوام و اسامہ بن زید بن حارثہ   زبیرؓ ابن عوام اور اُسامہؓ بن زید بن حارثہؓ ۔

اس روایت سے ثابت قدم رہجانے والے حضرات بجائے دس کے سات معلوم ہوتے ہین ۔ لیکن سیرۃ الحلبیہ کی روایت نے ان سات بزرگوارون کی بھی تلخیص کردی ہے ۔ وہ یہ ہے ۔

لما فرّ الناس یوم حنین عن النبی صلعم لم یبق معہ الا اربعۃ ـ ثلاثۃ من بنی ھاشم ورجل من غیرھم علی ابن ابیطالبؑ العباسؓ وابو سفیان بن الحارث و ابنؓ مسعود ۔

جب بروز حنین لوگون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے فرار کیا تو آنحضرت صلعم کے پاس سوائے چار شخصون کے کوئی اور باقی نہین رہا ۔ جن مین تین بنی ہاشم تھے اور ایک غیر بنی ہاشم علی ابن ابیطالب ۔ عباسؓ ۔ ابو سفیانؓ بن حارث اور ابن مسعودؓ ۔

تاریخ احمدی ص۱۰   (ابن ام ایمن ۔ غیر بنی ہاشم)

واقعات کے ساتھ جب قرائن کی تطبیق کیجاتی ہے تو حقیقت حال کا انکشاف ہو جاتا ہے ۔ یہ تو مسلم ہے کہ دس سے زیادہ شخص آنحضرت صلعم کے پاس نہین بچے تھے ۔ کیونکہ کسی محدث و مورخ نے بچنے والون کی تعداد اس سے زیادہ نہین لکھی ہے اس دس کے خلاف کم تعداد کے ثبوت مین روایتین موجود ہین ۔ اُن مین سے ایک روایت مین دس کے سات تبلائے گئے ہین اور دوسری مین سات کے چار ۔ تو ۔ حالات جنگ ۔ اسوقت کے عالمہائے رستخیز اور اضطراب واضطرار کے مناظر کو پیش نظر رکھکر جب کوئی تحقیق کنندہ ان مختلف اعداد کی تحقیق کرنے بیٹھے گا تو اُسکو ان حالات و مرویات کے ساتھ ہی ساتھ قرائن پر بھی نظر رکھنی ضرور ہوگی ۔ اور وہ تینون اسباب مذکورہ (حالات جنگ ۔ مرویات اور قرائن) کو پیش نظر رکھکر ضرور فیصلہ کرے گا کہ حالات ۔ مرویات ۔ اور قرائن ۔ اُسی تعداد کے مطابق وموافق اُترتے ہین جو آخر روایت مین مرقوم ہے

فوج اسلام کا فرار رسول اللہ کا اضطرار ۔ صحابہ کی گران گوشی

اسوقت عام طور سے تمام لشکر اسلام اور خاص طور پر جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اضطراب والتھاب کا اندازہ کرنا مشکل ہے ۔ تمام تاریخ وسیرت کی کتابین تمام صحاح وسنن ومسانید کے دفاتر لکھ لکھ کر پکار رہے ہین کہ سامنے سے ۔ پیچھے سے اور پہلو سے ۔ فوج کی فوج صفون کی صفین ۔ دستون کے دستے بھاگے جا رہے ہین اور جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چارونطرف باواز بلند پکار رہے ہین

انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب   مین نبی ہون یہ جھوٹ نہین ہے ۔ مین (وہی) عبدالمطلب کا بیٹا ہون ۔

اب بار بار ان کلمات کو باواز بلند پکار رہے ہین ۔ مگر سنتا کون ہے ۔ سیرۃ الحلبیہ مین ہے

رسول اللہ کی سواری کی شان

وکان ابوسفیان بن الحارث اخذ برکابہ صلعم وھو یقول حین رای مارای من الناس الا این ایھا الناس فلم ار الناس یلوون علی شئی فقال رسول اللہ صلعم یا عباس اصرخ یامعشر الانصار یا اصحاب الشجرۃ یعنی الشجرۃ التی کانت تحتھا بیعۃ الرضوان

اسوقت ابوسفیان بن حارث ابن عبد المطلب آنحضرت صلعم کی رکاب تھامے تھے اور آپ لوگون کو گریز کرتے ہوئے دیکھکر فرماتے تھے - تم کہان بھاگے جاتے ہو - مگر وہ کسی طرح التفات نہ کرتے تھے تب آنحضرت صلعم نے حضرت عباس سے فرمایا کہ انکو آواز دو - اے گروہ انصار اے اصحاب سمرہ یعنی زیر درخت سمرہ بیعت رضوان کرنے والو کہان بھاگے جاتے ہو) بحوالہ احمدی ص ا -

مورخ ابن الوردی لکھتا ہے

لما انھزم الصحابہ یوم حنین قال صلعم للعباس نادیھم فقال یا رسول اللہ کیف یبلغھم صوتی او متی یسمعون ندائی فقال علیک الندا وعلی اللہ الابلاغ -

جب روز حنین صحابہ نے راہ فرار اختیار کی تو جناب رسول اللہ صلعم نے حضرت عباس سے فرمایا کہ ان کو پکارو عباس بولے یا رسول اللہ صلعم میری آواز انکے کانون تک کیسے پہونچیگی آپ نے فرمایا کہ تمھارا کام ہے اور اسکو ان تک پہونچانا خدا کا کام ہے

خدا خدا کرکے حضرت عباس کی آواز بھاگنے والون کے کانون تک پہونچی اور اب جاکر کل سواری کے قریب رسول خدا صلعم کے پاس لوٹ آئے - اتنی ہی دیر مین کیا سے کیا ہوگیا - نہ خدا ہی رہا نہ نبی ہی رہے نہ وفا ہی رہی نہ حیا ہی رہی -

ابوسفیان کی معرفت اسلام اور حقیقت ایمان کی شان

دنیا کے ابن الوقت اور زمانہ کے تابع پرستون اور شکم پرورون نے اتنی ہی دیر مین رنگ بدل دیئے اور عرب کی حکومت - قریش کی تاجداری کے منصوبے باندھنے لگے - چنانچہ سب سے پہلے خلفاء امویہ کے مورث اعلی - امیر معویہ کے پدر نامدار - ابوسفیان بن حرب کے متعلق مورخ ابوالفدا تحریر کرتے ہین -

لما انھزم المسلمون اظھر اھل مکہ ما فی نفوسھم من الحقد فقال ابوسفیان ابن حرب لاتنتھی ھزیمتھم دون البحر -

جب مسلمانون نے راہ فرار اختیار کی تو اہل مکہ کے دلون مین جو کینہ اور حسد مخفی تھا وہ ظاہر ہوگیا چنانچہ مسلمانون کے بھاگنے پر ابوسفیان ابن حرب کہنے لگے کہ یہ لوگ جب تک سمندر کے کنارے تک نہ پہونچ لینگے دم نہ لینگے - بحوالہ تاریخ احمدی ص ا،

ابھی صبح سے شام نہین ہوئی تھی - کہ انھین ابوسفیان صاحب کے ایسے دشمن جان و ایمان کے ساتھ اسلام اور پیغمبر اسلام صلی علیہ وآلہ وسلم نے کیسے کیسے احسانات کیے - کیا کیا الطاف و تفضلات دکھلائے - جان بخشی کی -

تمام جرائم معاف کر دیئے ذاتی امتیاز و اعزاز عنایت کیا۔ یہان تک کہ انکے گھر کو اہل جرائم کے لیے عفو تقصیرات کا مامن اور رحمت و نجات کا دامن بنا دیا۔ ان تمام رعایات و احسانات کے جواب مین ایک ذرا سے انقلاب کے ہوتے ہی۔ انھون نے اسلام سے اتنا جلد اپنی مخالفت اور معارضت کا اظہار شروع کر دیا جس سے اب نہ انکے دل مین اسلام کا قیام معلوم ہوتا ہے اور نہ ایمان کا نشان اب اور سنیئے۔ ابن ہشام سے

فلمّا انهزم الناس و رای من کان مع رسول الله صلعم من جفاة اهل مکّة الهزیمة تکلم رجال منهم بما فی انفسهم من الضغن فقال ابوسفیان بن حرب لا تنتهی هزیمتهم دون البحر و ان الازلام لمعه فی کنانته وصرخ جبلة بن حنبل قال ابن هشام کلدة بن حنبل و هو مع اخیه صفوان بن امیّه مشرك فی المدّة التی جعل له رسول الله صلے الله علیه و آله وسلم الا بطل السحر الیوم فقال له صفوان اسکت فضّ الله فاك فو الله یربّنی رجل من قریش احب الیّ من ان یربّنی رجل من هوازن

جب لوگ بھاگ گئے اور مکہ کے اُن لوگون نے جنکے دلون مین کینہ و عداوت باقی تھی۔ مسلمانو ں کی ہزیمت کو دیکھ لیا تو آپس مین اِس کا ذکر کرنے لگے ابوسفیان بن حرب بولا کہ اب نہ بغیر سمندر تک بھاگے ہوئے نہین ٹھہرینگے ابوسفیان کے ساتھ کمان بھی تھی اور کمان مین تیر بھی موجود تھے۔ جبلہ بن حنبل نے اور بقول ابن ہشام کلدہ بن حنبل نے اپنے بھائی صفوان بن امیّہ سے جو اسوقت تک مشرک تھا اور جو پیچھے جناب رسولخدا صلعم پر ایمان لایا۔ چلا کر کہا کہ آج کے دن سحر باطل ہوگیا۔ صفوان نے ڈانٹ کر کہا کہ چپ رہ۔ خدا تیرا منھ توڑے میرے نزدیک تو اگر کسی مرد قریش کی ستائش و طرفداری کرتا بہتر تھا اس سے کہ کسی مرد ہوازن کی تعریف و جنبہ داری کرے۔

جلد سوم ص۹ مصر

محدث شیرازی ان بدنام کنندگان اسلام کے حالات مفصلہ ذیل عبارت مین لکھتے ہین۔

جماعتے از کفار قریش آنہا کہ نو مسلمان شدہ بودند ہنوز سینۂ ایشان از چرک حقد و حسد و کینہ پاک نشدہ بود سخنان نا ملائم گفتند۔ یکے گفت اصحاب محمد چنان بگریزند کہ تا بکنار دریا جائے توقف نخواہند کرد و کلدہ بن حنبل کہ برادر مادری صفوان بن امیّہ بود گفت امروز روز یست کہ سحر باطل شد و دیگرے با صفوان گفتہ بشارت باد ترا کہ محمد و اصحاب او گریختہ۔ روضۃ الاحباب ص۴۹

کفار قریش مین سے اُس جماعت کے لوگ جو نئے مسلمان ہوئے تھے اور ابھی تک اُنکے سینے اسلام کے حسد و کینہ سے پاک و صاف نہین ہوئے تھے۔ مسلمانون کی ہزیمت دیکھکر بُرے کلمات کہنے لگے۔ ایک نے کہا محمد کے صحابہ ایسے بھاگے جاتے ہین کہ بغیر سمندر کے کنارے پہونچے کہین نہ ٹھہرینگے اور کلدہ بن حنبل جو صفوان بن اُمیّہ کا علاّتی بھائی تھا کہنے لگا کہ آج سحر کے باطل ہونے کا دن ہے اور دوسرا

صفوان کو مخاطب کرکے کہنے لگا کہ تمھیں مبارک ہو دیکھو محمدا اور اُن کے اصحاب بھاگ نکلے۔

محدث شیرازی نے ان کافرانہ خطابات کو عموماً نو مسلمون کی جماعت کی طرف منسوب کیا ہے لیکن ابن ہشام۔ طبری اور ابو الفدا نے پہلے کلمہ کا متکلم ابوسفیان کو اونکا نام مع ابنیت لکھکر تبلا دیا ہے لیکن روضۃ الصفا اور تاریخ الانبیا کی عبارتون سے اور کلمات کے کہنے والے بھی یہی ابوسفیان ثابت ہوتے ہین اور مبارکباد کی خوشخبری پانے والے بھی یہی پائے جاتے ہین۔ روضۃ الصفا جلد دوم صـ۱۳۶ تاریخ الانبیا جلد دوم صـ۳۸۹

صفوان بن امیہ کی نسبت مبارکبادی کی مخاطبت۔ جیساکہ محدث شیرازی لکھتے ہین اس لیے صحیح و درست نہین معلوم ہوتی کہ صفوان بن امیہ کے متعلق امارت قریش کو آج تک کسی محدث و مورخ نے نہین لکھا ہے بخلاف صفوان کے ابوسفیان کی امارت و سرداری کفار قریش کی نسبت سب نے قائم کی ہے اور شبلی صاحب تو حرب ہی کے وقت سے امارت قریش کو ابوسفیان کے خاندان کو تفویض فرما چکے ہین۔ محدث شیرازی نے محض صحابیت اور آئندہ خلافت امویہ کے استحفاظ مناسب کے کف لسان کیا ہے اور اپنے قلم کو ابوسفیان کے اظہار نام سے روک لیا ہے۔

فتح حنین اور کفار کی شکست اوپر بیان ہو چکا ہے کہ حضرت عباس بن عبد المطلب کے پکارنے پر تقریباً سو آدمیون کی جماعت واپس آئی۔ ابھی ابھی دنیا نے ایک دفعہ بھی منظر دیکھا تھا کہ دس بارہ ہزار مسلمانون کی طیار جماعت ایک ہی حملہ مین گریزان ہو گئی تھی اور پھر ابھی ابھی اونہین دیکھنے والون کی آنکھون نے یہ بھی دیکھ لیا کہ کل سو آدمیونکی جماعت نے اپنے کمال استقلال سے اونکے بیس ہزار لشکر جرار کو مار ہٹایا اور دکھلا دیا کہ مشرکین کفار کا وہ ٹڈی دل جو کئی مہینون سے حنین کے کھلے وادیون اور دشوار گزار گھاٹیون مین جمع ہوکر پوشیدہ تھا وہ دم کے دم مین باد گرداب کی طرح جدھر سے آیا تھا اودھر نکل گیا۔ اور اب حنین کا مطلع جو اتنے دنون سے گرد آلود ہو رہا تھا بالکل صاف ہو گیا۔

شبلی صاحب نے ذیل کے مختصر آیت مین جنگ حنین کے حالات لکھکر ختم کر دیے ہین۔

> اُس پکار اتر ندا (ندائے عباس) کا کانون مین پہونچنا تھا کہ تمام فوج دفعۃً ٹوٹ پڑی۔ جن لوگون کے گھوڑے کشمکش اور گھمسان کی وجہ سے مڑ نہ سکتے تھے اونھون نے زرہین پھینکدین اور گھوڑون پر سے کود پڑے دفعۃً لڑائی کا رنگ بدل گیا کفار بھاگ نکلے اور جو رہگئے اونکے ہاتھون مین ہتھکڑیان تھین۔ بنو مالک (ثقیف کی ایک شاخ تھی) جم کر لڑے۔ لیکن اونکے ستر آدمی مارے گئے۔ اور جب اونکا علمدار عثمان بن عبد اللہ بھی مارا گیا تو وہ بھی ثابت قدم نہ رہ سکے۔ سیرۃ النبی جلد اول صـ۳۹۳

غزوۂ حنین مین مسلمانون کی ہزیمت اور رجعت۔ اونکے ثبات ایمان اور استقلال اسلام کے وہ امتحان تھے

اور آتش نشین جو مدبران قدرت نے چشم زدن مین اونکے جذبات وخیالات کے فوری تغیرات سے خود اونکو مشاہدہ کرادئے اور تمام دنیا کو دکھلادئے۔ ابھی وہی لوگ تھے اور اونکی وہی حالت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ایک ایک کو بالنفس النفیس پکار پکار کر اپنی طرف بلا رہے تھے لیکن کوئی موتھ پھیر کر آپ کی طرف دیکھنے کا روادار نہین ہوتا تھا اب آپ ہی کے کہنے سے حضرت عباس پکار رہے ہین تو دم کے دم مین (بقول ابن ہشام) شہد کی مکھیون کی طرح جھنڈ کے جھنڈ لوگ لبیک لبیک کہتے ہوئے چلے آرہے ہین۔ ایک معمول پسند اور ظاہر بین مشاہدہ کرنے والا ان تغیرات حالات کو دیکھکر سوآے اسکے اور کیا کہہ سکتا ہے کہ یہ قدرت الٰہی کے خاص انداز مین اور مشیت لامتناہی کے مخفی راز کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ

رسول اللہ کی سواری اور شان جلالت

یہان تک بیان ہوچکا ہے کہ تقریباً سو مسلمانون کی جماعت رکاب مین حاضر ہوگئی اور وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بابی وامی فداہ کی شان کیا تھی؟ محدث شیرازی لکھکر بتلاتے ہین کہ ابو سفیان بن الحارث بن عبد المطلب آپ کے خچر کی لگام پکڑے تھے اور حضرت عباس کاب تھامے تھے۔ اور نبوت کے جلال کا یہ حال تھا کہ آپ انھین کُل سَو آدمیون کی جماعت سے کفار کے بیس ہزار والے ٹڈی دل مین بلا خوف وہراس دھنستے چلے جاتے تھے۔ مسلمانون کی یہ حالت تھی کہ فوج کی فوج۔ دستے کے دستے۔ جس طرح سے ابھی ابھی متفرق ہوکر گریزان ہوے تھے اوسی طرح قدم قدم پر حاضر ہوکر جماعت اسلام سے ملتے جاتے تھے۔ میدان جنگ کی حالت بالکل بدل گئی تھی۔ پہلے کفار کی جمعیت مسلمانون پر دفعتہً غالب آگئی تھی اور اب مسلمانون کی جماعت کفار پر چھا گئی تھی۔ جناب رسالتمآب صلعم فوج اسلامی سے ہمت افزا اور حوصلہ خیز الفاظ وکلمات فرماکر چاہتے تھے کہ حملات شدید کرکے جمعیت کفار کا محاصرہ توڑ دیا جاے۔ اسلیے بار بار آپ بالنفس النفیس لشکر کفار کی طرف بڑھنے کا قصد فرماتے تھے۔ لیکن غنیم کے انبوہ کثیر کا لحاظ کرکے خیر خواہ اور جان نثار سپاہیان رکاب آپ کو روکنا چاہتے تھے۔ ابن ہشام اس کیفیت کو حسب ذیل الفاظ مین بیان کرتے ہین۔

والتفت رسول اللہ صلعم الی ابو سفیان بن حارث بن عبد المطلب وکان ممن صبر یومئذ مع رسول اللہ صلعم وکان حسن الاسلام حین اسلم وھو اخذ بثفر بغلتہ فقال من ھذا قال ابن عمك یا رسول اللہ صلعم	ابو سفیان بن حارث بن عبد المطلب جو اون مردان جناب رسولخدا صلعم کی رفاقت مین اوس وقت تک ثابت قدم رہے تھے اور جن کا اسلام اسلام کے لانے کے وقت سے برابر مستحسن رہا ہے۔ آپ کے خچر کی لگام پکڑے ہوے تھے۔ آپ نے اون سے ارشاد فرمایا یہ کون ہے (جو سواری کو روکتا ہے) ابو سفیان بولے۔ مین ہون آپ کا ابن عم۔ یا رسول اللہ۔

اب ٹوک دئے جانے کے بعد ابن عم (ابو سفیان بن حارث) کی بھی مجال نہین تھی جو خلاف مزاج جرأت

کرتے ۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اوسی ہیبت و جلال اور ہمت و استقلال سے جمعیت اسلام کو بڑھاتے ہوئے کفار کی صفوں کے اندر رہے گئے اور آپ کی ہدایت کے مطابق پھراوسی ہزیمت خوردہ لشکر نے اپنے غلبہ یافتہ غنیم کی جمعیت کثیر کو آن واحد میں پسپا کر دیا ۔ اسی قیامت خیز گھمسان میں ۔ جیسا کہ ابن ہشام کی ترتیب واقعات سے ظاہر ہوتا ہے ابو قتادہ کا واقعہ پیش آیا ۔ جسکو شبلی صاحب نے ضرورت سے مجبور ہو کر قبل از وقت و مقام ۔ کہاں سے کہاں لکھ مارا ہے ۔

ایک خاتون مسلمہ کی بےنظیر شجاعت

اسی گیرو دار اور ضرب و پیکار کے بازار گرم میں ابن ہشام ۔ ام سلیم ایک خاتون مسلمہ کی بےنظیر شجاعت اور جناب رسول خدا صلعم کے خلق و کرم اور رحم و مروت کا عدیم المثال واقعہ ان الفاظ میں نقل فرماتے ہیں ۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم التفت فرای ام سلیم ابنۃ ملحان وکانت مع زوجھا ابی طلحۃ وھی حازمۃ وسطھا ببرد لھا وانھا لحامل بعبد اللہ بن ابی طلحۃ وحمل ابی طلحۃ و قد خشیت ان یعزھا الجمل فادنت راسہ منھا فادخلت یدھا فی خزامتہ مع الخطام فقال لھا رسول اللہ صلعم ام سلیم قالت نعم بابی انت وامی یا رسول اللہ اقتل ھؤلاء الذین ینھزمون عنک کما تقتل الذین یقاتلونک فانھم لذلک اھل فقال رسول اللہ صلعم ویکفی اللہ یا ام سلیم قال ومعھا خنجر فقال لھا ابو طلحۃ ما ھذا الخنجر معک یا ام سلیم قالت خنجر اخذتہ ان دنا منی احد من المشرکین بعجتہ بہ قال یقول ابو طلحۃ الا تسمع یا رسول اللہ ما تقول ام سلیم الرمیصا

جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے آگے بڑھکر پھر ام سلیم بنت ملحان کو دیکھا وہ اپنے شوہر ابو طلحہ کے ساتھ اونٹ پر سوار تھیں اور حاملہ تھیں اور عبد اللہ بن ابو طلحہ اونکے حمل میں تھے اور وہ خائف تھیں کہ اس تلاطم میں کہیں اونٹ سے نہ گر جائیں وہ اپنا سر اونٹ کے سر سے ملائے ہوئی تھیں اور اوسکی مہار کے پھندے میں اپنا ہاتھ ڈالے تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اونکو اس حال سے دیکھکر فرمایا ۔ کیا ام سلیم ہیں؟ ام سلیم بولیں جی ہاں میرے ماں باپ آپ پر قربان ۔ میں ہی تو ہوں ۔ کیا آپ نے اون لوگوں کو بھی قتل کا فرمان ۔ کے قتل کر ڈالا جو آپ کو چھوڑکر بھاگ گئے تھے ۔ کیونکہ حقیقتاً وہ اسی کے قابل تھے ۔ آپنے ارشاد فرمایا کہ مجھے خدا کافی ہے ۔ ام سلیم اوسوقت ہاتھ میں خنجر لئے ہوئے تھیں آنحضرت صلعم نے پوچھا ۔ یہ خنجر کیوں لئے ہو ۔ عرض کی اسلیئے کہ جو مشرک میرے نزدیک آئے گا اوسکو اسی سے ہلاک کر دوں گی ۔ ابو طلحہ (اوسوقت تک اسلام نہیں لائے تھے) نے آنحضرت صلعم کو مخاطب کرکے کہا حضور سنتے

ہشتغاء ام سلیم کلام طعن میں کیا کہہ گئیں جلد دوم صـ

مسلمان ٹھوکر کھا کر سنبھلے تھے۔ اسلیے وہ بڑی دلیری سے غنیم پر حملہ کر کے اپنے مافات کی مکافات کرنا چاہتے تھے۔ اور اس مین شک نہین کہ اون کے ارادے کے ساتھ اسوقت توفیق ایزدی اور تائید غیبی بھی شامل تھی اسلیے دم کے دم مین غنیم کی گرد و غبار سے حنین کا مطلع صاف ہوگیا۔ ہوازن کی فوج دم مارتے مین ہوا ہوگئی۔ مالک ابن عوف کے ہمراہی ہزار کے قریب کچھ دیر تک ثابت قدم رہے۔ اونکا علمدار مارا گیا تو اونکے پاؤن بھی دکھڑ گئے۔ تفصیلی کیفیت ابن ہشام اور طبری کی حسب ذیل عبارت مین ملاحظہ ہو۔

حضرت علیؑ اور علمدار کفار کا قتل

عن جابر بن عبد الله الانصاری قال بينا ذلك الرجل من هوازن صاحب الراية على جمله يصنع ما يصنع اذ هوى له علي بن ابي طالب رضوان الله عليه ورجل من الانصار يريدانه قال فياتيه علي بن ابي طالب من خلفه فضرب عرقوبي الجمل فوقع على عجزه و وثب الانصاری على الرجل فضربه ضربة اطن قدمه بنصف ساقه فانجعف عن رحله

جابر بن عبد اللہ انصاری بیان کرتے ہین کہ ہم پر اوس وقت قوم ہوازن کا علمبردار (عثمان ابن عبد اللہ) سخت حملہ کر رہا تھا اور جو جو نقصان کر رہا تھا اور وہ ہمکو معلوم تھا۔ علی ابن ابیطالب رضی اللہ عنہ اور ایک مرد انصار نے اوسکے قتل کا ارادہ کیا۔ حضرت علی نے اوسکے پیچھے سے آکر اوسکے اونٹ کی کونچین کاٹ ڈالین۔ اونٹ پچھلے بیرون سے زمین پر گر پڑا مرد انصاری نے آگے لپک کر اوسکو اپنے نیزے کی نوک مین کونچ لیا اور اونٹ سے نیچے گرا دیا۔

طبری ص ۱۶۶۴ مطبوعہ جرمن

اسی واقعہ پر جو باعتبار شجاعت و دلیری کے عدیم المثال تھا۔ تمام سیرت و تاریخ کا متفقہ بیان ہے کہ جنگ کی شدت اور کفار کی ہمت و جرأت کا خاتمہ ہوگیا۔ وہی ابن ہشام اور طبری اونھین جابرؓ کی اسناد سے لکھتے ہین:۔

واجتلد الناس فوالله ما رجعت راجعة الناس من هزيمتهم حتى وجدوا الاسارى مكتفين عند رسول الله صلعم

پھر تو جماعت کی جماعت ایسا بھاگی کہ پھر وہ رسول اللہ صلعم کے آگے ہتکڑی پہنے ہوے کھڑے ہونے کے سوا۔ اور کہین بھی دکھلائی نہین دی۔

شبلی صاحب اس تفصیل سے ان واقعات کو کیون بیان کرتے کہ اونکے شعار تالیف اور معیار تصنیف دونون کے خلاف تھا۔ اختصار اور تفصیل دو متضاد طریقے کیسے یکجا ہوسکتے ہین اور سب سے بڑی دقت تو یہ بھی کہ حضرت علیؑ کے محاسن خدمات کا ذکر درمیان تھا۔ آپ کا شریک بھی تھا۔ تو ایک مرد انصار۔ ہان کوئی شخص ممتازین مہاجرین سے ہوتا تو شاید آپ کچھ تفصیل فرماتے۔

کُفّار بھاگ گئے میدان بالکل صاف ہوگیا۔ مسلمان سپاہی غنیمت مین مصروف ہوے۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میدان جنگ مین تشریف لائے اور مال غنیمت کو ایک جگہہ جمع کیے جانے کا سخت تاکیدی حکم صادر فرمایا۔ یہان تک کہ جیسا مُحدّث شیرازی لکھتے ہین کہ ایک سوئی تک رکھوالی۔

فتح کے بعد میدان جنگ کا معائنہ خالد کی بزدلانہ حرکت پر امتناعی حکم

اس اثنا مین ایک مقام پر پہونچکر بہت سے آدمیون کا ہجوم دیکھا۔ محدث شیرازی روضۃ الاحباب مین اس واقعہ کی حسب ذیل تفصیل کرتے ہین۔

در آنروز حضرت صلعم بر زنے گزشت کہ کشتہ شدہ بود و مردم بروے اژدحام نمودہ بودند فرمود چیست گفتند زنیست از کفار کہ خالد ابن ولید ویرا کُشتہ۔ کسے را بہ نزد خالد فرستاد تا باد بگفت کہ رسول اللہ صلعم ترا نہی می کند از آنکہ طفلے یا زنے یا اجیرے را کُشتہ باشی ص۲۵۲۔

اور سرور آپ ایک لاش پر گزرے جہان آدمیون کا ہجوم لگا ہوا تھا۔ پوچھا یہ کیا ہے۔ عرض کی گئی کہ یہ ایک کافرہ کی لاش ہے۔ جیسے خالد ابن ولید نے قتل کیا ہے آپ نے فوراً ایک شخص کی معرفت خالد کے پاس کہلا بھیجا کہ کسی بچے۔ عورت یا کسی مزدور کو آیندہ نہ قتل کیا جائے۔

یہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مردانہ خلق ومروت تھی اور وہ شبلی صاحب کے حضرت خالد کی نامردانہ اور بزدلانہ ظلم وشقاوت۔ خالد صاحب جب ابھی ابھی مسلمانون کی جماعت پر ہاتھ صاف کر چکے ہین تو ایک کافرہ کے قتل کی شکایت کیا۔ یہ تو آپ کے بائین ہاتھ کی صفائی تھی۔

کُفّار کا اوطاس سے فرار

حنین کے فراری اوطاس کی ملی ہوئی گھاٹی مین جاکر جمع ہوے۔ اون سے اندیشہ تھا جناب رسولخدا صلعم نے ابو عامر اشعری کی ماتحتی مین مسلمانون کا ایک دستۂ فوج جسمین ابو موسیٰ الاشعری بھی تھے اور سلمہ بن الاکوع بھی۔ اونکی سرکوبی کے لیے روانہ فرمایا۔ جانبین سے مقابلہ ہُوا۔ ابو عامر علم دار لشکر تھے۔ درید بن الصمہ جو کفار کی موجودہ چار ہزار فوج کا سپہ سالار تھا۔ اور ہزارون میدانہاے جنگ کا تجربہ کار۔ بڑی مستعدی سے ہودج مین کبیر السنی کے باعث بیٹھا فوج کی باقاعدہ کمان کر رہا تھا اوس نے اپنے بیٹے کو ابو عامر کے مقابلہ کے لیے بھیجا اوس نے آتے ہی ابو عامر کو مار لیا اور علم اسلام بھی چھین لیا۔ شبلی صاحب لکھتے ہین۔

یہ حالت دیکھکر ابو موسی اشعری نے آگے بڑھکر حملہ کیا۔ دشمن کو قتل کرکے علم اسکے ہاتھ سے چھین لیا۔

(بحوالہ مسند ابن حنبل)

اسکے بعد درید بن الصمہ کے باقی حالات تحریر فرماتے ہین۔

درید ایک شتر پر ہودج مین سوار تھا۔ ربیعہ بن رفیع نے اوس پر تلوار کا وار کیا۔ لیکن تلوار اوچٹ کر رہگئی۔

اوس نے کہا تیری ماں نے تجھے اچھے ہتیار نہیں دئے۔ پھر کہا میری محمل میں تلوار ہے۔ نکال لو۔ اور جب ماں کے پاس جانا تو کہنا کہ میں نے درید کو قتل کر دیا۔ ربیعہ نے جا کر ماں کو اوس کے قتل کی خبر کر دی تو اوس نے کہا قسم خدا کی۔ درید نے تیری تین ماؤں کو آزاد کرایا تھا۔ بحوالہ طبری ص ۱۶۷ ۔

شبلی صاحب نے اپنے انداز اختصار کے موافق ابن ورید کی مردانہ اور قیاضانہ شجاعت دکھلا کر جنگ اوطاس کو تمام و کمال ختم کر دیا ہے۔ پھر اسکے بعد کیا ہوا۔ ابن ورید زندہ رہا۔ یا مارا گیا۔ اوطاس میں جانبین کے مقابلہ کا کیا نتیجہ نکلا۔ کس کی فتح ہوئی۔ کس کی شکست۔ کچھ خبر نہیں۔ ان تمام تصریحات و تفصیلات کو المطلب فی بطن الشاعر رکھکر آپ نے حنین کی تقسیم غنائم کا سلسلہ بیان شروع کر دیا۔ آپ کے اس ناتمام سلسلہ کلام سے ناظرین کتاب کو کہاں تک حقیقت حال دریافت ہوئی اور اونکے معلومات میں اس سے کتنی غلط فہمیاں واقع ہوئیں وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) آپ کے اس بیان سے یہ نہ معلوم ہوا کہ اوطاس میں جانبین کی جنگ و مقابلہ کا کیا نتیجہ ہوا۔ کون جیتا۔ کون ہارا کون بھاگا۔ کس نے بھگایا؟

(۲) آپ کے بیان سے معلوم ہوا کہ درید بن الصمہ معرکہ کارزار میں مارا نہیں گیا۔ کیونکہ ربیعہ کے مکالمہ کے بعد آپ نے اوس کا کوئی حال نہیں لکھا۔ حالانکہ ان دونوں امور کے نتیجے یعنی شکست و فتح کی حقیقت اور درید بن الصمہ کا خاتمہ احوال طبری کے اوسی صفحہ ۱۶۶ میں موجود ہیں۔ جس سے ابھی ابھی آپ نے ربیعہ اور درید کے مکالمات نقل فرمائے ہیں۔ مجھکو رہ رہ کر تعجب ہوتا ہے کہ شبلی صاحب کے ایسا وسیع النظر محقق اور مؤلف نقل و تحریر میں اتنا تساہل و تغافل کرے۔ پھر اپنی تالیف کے اون امور میں جنکی وجہ سے اوسکا کلام بے ربط۔ بیان مبہم اور مبتدا بے خبر ہو جاتا ہو۔ مجھکو تو آپ کے ایک ادنی طالب العلم سے بھی ایسی بے ربطی اور قطع کلامی کی امید نہیں۔ چہ جائیکہ شبلی صاحب کے ایسا محقق۔

بہرحال۔ اوسی طبری کے اوسی صفحہ ۱۶۶ کی مفصلہ ذیل عبارت ملاحظہ ہو۔

فحدثنی موسی بن عبد الرحمن الکندی قال حدثنا ابو اسامۃ عن برید ۃ بن عبد اللہ عن ابی بردہ عن ابیہ قال لما قدم النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم من حنین بعث ابا عامر علی جیش الی اوطاس تلقی درید بن الصمہ فقتل درید اوھزم اللہ اصحابہ	موسی بن عبد الرحمن الکندی ابو اسامہ سے اور ابو اسامہ بریدہ سے بریدہ ابو بردہ سے۔ ابو بردہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ میرے باپ نے کہا کہ جب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حنین سے آگے بڑھے تو آپ نے ابو عامر کو ایک لشکر کے ساتھ اوطاس کی طرف بھیجا ابو عامر سے اور درید بن الصمہ سے مقابلہ ہوا۔ درید مارا گیا اور خدا نے اوس کے ہمراہیوں کو ہزیمت پہونچائی۔

اگر شبلی صاحب تکلیف کرکے اتنی عبارت اور لکھ دیتے تو آپ کا سلسلہ بھی مسلسل تھا اور بیان بھی مکمل دیکھنے والا اور پڑھنے والا بھی مدعائے بیان اور انتہائے واقعہ کی حقیقت سے مطلع ہو کر مطمئن ہو جاتا۔ لیکن آپ کی کوتہ قلمی و تعجیلت رقمی کسی کی بھی نہین سنتی۔

اسی طرح ابو موسی الاشعری کی تیر د آزمائی بھی بالکل مبہم طریقہ سے لکھی گئی ہے معلوم ہوتا ہے کہ اصلیت و واقعیت کی خبر ہی نہین۔ پھر طبری کے اوسی صفحہ ۱۶۶۴ کی مرقومہ بالا عبارت ملاحظہ ہو۔

ابو عامر اشعری کا خاتمہ بالخیر

قال ابو موسی فبعثنی مع ابی عامر قال فرمی ابو عامر فی رکبتہ رماہ رجل من بنی جشم بسہم فاثبتہ فی رکبتہ فانتہیت الیہ فقلت یا عم من رماك فاشار الی عامر لابو موسی فقال ذاك قاتلی تراہ ذلك الذی رمانی قال ابو موسی فقصدت لہ فاعتمدت لہ فلحقتہ فلما رأنی ولی عنی ذاھبا فاتبعتہ وجعلت اقول لہ الا تستحی الست عربیا الا تثبت فکر والتقیت انا وھو فاختلفنا ضربتین فضربتہ بالسیف ثم رجعت الی ابی عامر فقلت قد قتل اللہ صاحبك قال فانزع ھذا السھم فنزعتہ فنزع منہ الماء فقال یا ابن اخی انطلق الی رسول اللہ صلعم فاقرءہ منی السلام وقل لہ انہ یقول لك استغفرلی قال واستخلفنی ابو عامر علی الناس فمکث یسیرا ثم انہ مات

طبری ۱۶۶۴

ابو موسی الاشعری کا بیان ہے کہ مین (اپنے چچا) ابو عامر کے ہمراہ لشکر تھا۔ ابو عامر کے ساق پا (پنڈلی) مین ایک شخص کا جو قبیلہ بنی جشم سے تھا۔ تیر لگا اور وہ ایسا کاری تھا کہ پیوست ہو کر موضع زخم ہین قائم رہگیا۔ یہ دیکھکر مین اونکے قریب آیا۔ اور پوچھا۔ چچا۔ آپ کو کس نے تیر لگایا ہے۔ ابو عامر نے اشارے سے اوس آدمی کو بتلا کر کہا کہ یہی میرا قاتل ہے۔ اسے دیکھ لو یہی میرا قاتل ہے۔ اسی نے مجھے تیر لگایا ہے۔ ابو موسی کا بیان ہے کہ یہ سنکر کہ مین اوسکی طرف جھپٹا اور دوڑکر اوسکے قریب پہونچ گیا اوس نے مجھے دیکھا تو بھاگ نکلا۔ مین اوسکے پیچھے یہ کہتا ہوا دوڑا کہ تجھے شرم نہین آتی۔ کیا تو نسل عرب سے نہین ہے کیا تو کھڑا نہوگا یہ سنکر اوسے غیرت آئی۔ اور وہ لوٹا۔ ہم سے اوس سے مقابلہ ہوا۔ آپس مین تلوار چلنے لگی۔ مین نے اوسے اپنی تلوار سے مار گرایا۔ پھر مین ابو عامر کے پاس واپس آیا ابو عامر نے کہا کہ یہ تیر میرے پاون سے جلد نکال لو۔ مین نے تیر کو کھینچا تو زخم سے بہت سا پانی نکلا ابو عامر کی حالت غیر ہونے لگی تو مجھسے کہا۔ بھتیجے۔ جناب رسول خدا صلعم کی خدمت مین جاؤ میری طرف سے سلام عرض کرو اور گزارش کرو کہ میرے لیے دعائے آمرزش فرمائین ابو موسی کا بیان ہے کہ پھر مجھے ابو عامر نے لوگون کا امیر مقرر کیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد انتقال کیا۔

محدث شیرازی نے روضۃ الاحباب مین بھی اس واقعہ کو لفظاً لفظاً ایسا ہی لکھا ہے۔

شبلی صاحب کی مبہم بیان۔ ناکمل اور غیر مفصل عبارت مرقومہ بالا کا مقابلہ۔ طبری کی اس تفصیل سے کیا جاوے تو ناظرین کتاب کو خود معلوم ہو جائیگا کہ اس واقعہ کی اصلیت اور حقیقت شبلی صاحب کی تحریر سے معلوم کر سکتے ہین۔ یا طبری کی اس تفصیل سے شبلی صاحب اب بھی سمجھین کہ امام احمد بن حنبل وغیرہ محدثین ان امور کی ضروریات مین مورخین اور ارباب سیر سے کوسون پیچھے ہین۔ آپ اپنی خود غرضی سے اونھین جتنا نہ آگے بڑھالین اوسکا کوئی جواب نہین۔

اسیران جنگ کے ساتھ محاسن سلوک

حنین اور اوطاس کے میدان کفار سے بالکل خالی ہو گئے۔ تو جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسیرون کا جائزہ لیا جو ہزارون کی تعداد مین تھے۔ انھین مین شیمابنت حلیمہ سعدیہ آپ کی رضاعی بہن بھی تھین۔ شبلی صاحب لکھتے ہین:۔

اسیرون کی تعداد ہزارون سے زیادہ تھی۔ ان مین حضرت شیما بھی تھین جو رسول اللہ صلعم کی رضاعی بہن تھین لوگون نے جب اونکو گرفتار کیا۔ تو اونھون نے کہا مین تمھارے پیغمبر کی بہن ہوتی ہون۔ لوگ تصدیق کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائے۔ اونھون نے پیٹھ کھول کر دکھلائی کہ ایک دفعہ بچپن مین آپ نے دانت سے کاٹ کھایا تھا۔ یہ اوسی کا نشان ہے۔ فرط محبت سے آپ کی آنکھون مین آنسو بھر آئے۔ اونکے بیٹھنے کے لیے خود ردائے مبارک بچھادی۔ محبت کی باتین کین۔ چند شتر اور بکریان عنایت فرمائین اور ارشاد کیا جی چاہے تو میرے گھر چل کر رہو اور اگر جانا چاہو تو وہان پہونچا دیا جائے۔ اونھون نے خاندان کی محبت سے وطن جانا چاہا۔ چنانچہ عزت واحترام کے ساتھ گھر پہونچا دی گئین۔ سیرۃ النبی ص ۳۹۳

جلد اول فصل مرضعات النبی مین یہ حالات پوری تفصیل سے بیان ہو چکے ہین۔ شبلی صاحب تو رضاعی بہن کے ساتھ اخلاق واشفاق نبویؐ کو محدود فرما دیتے ہین۔ ہم نے تو تمام قبیلہ بنوسعد کے ساتھ آپ کی مراعات کے مساویانہ واقعات طبری کی اسناد سے لکھے ہین۔ اور شیما کی روایت کے اوس حصہ بیان کی تنقید وتردید بھی کر دی ہے۔ جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دانت کاٹنے کا ذکر مرقوم ہے۔ جو عام اس سے کہ طفولیت وکمسنی ہی کا واقعہ کیون نہو۔ فطرت صالحہ نبوت کے بالکل منافی اور مناقض ثابت ہوتا ہے۔

شبلی صاحب نے اس روایت کو غالباً طبری ہی سے نقل کیا ہے۔ لیکن شیما کے ساتھ ان عطایائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی تصریح نفرمائی جو طبری کی آخر عبارت مین صاف صاف مرقوم ہے۔ شاید نظر نہ پڑی

وردّها الی قومها فزعمت بنوسعد بن بکر انه آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیما کو اونکے قبیلہ کی طرف

اعطاھا غلاما یقال لہ مکحول وجاریۃ فزوّجت احدھما الآخر فلم یزل منھم نسلا بقیہ

بھیجدیا۔ اور بنو سعد بن بکر افتخارا بیان کرتے ہین کہ آپنے جاتے وقت شیما کو ایک غلام مکحول نامی اور ایک لونڈی بھی عنایت فرمائی تھی اور شیما نے ان دونو کا بیاہ بھی کردیا گیا تھا مگر اون سے کوئی نسل باقی نہین رہی

ص ۱۶۶۹

مُحاصرۂ طائف

۸ھ ہجری

محاصرہ طائف

حُنین اور اوطاس کی بھاگی ہوی فوج طائف مین جمع ہوئی۔ طائف مقام محفوظ بھی تھا اور مضبوط یہان کا قلعہ قدیم تھا اور آبادی شہر کے چارون طرف مستحکم چار دیواری تھی۔ اسی رعایت ومناسبت سے اس شہر کو طائف کہتے تھے فوج کُفّار نے یہان مقیم ہوکر قلعہ کی ضروری مرمت بھی کرالی اور سال بھر کا آذوقہ بھی جمع کر لیا۔ اور قلعہ بند ہوکر سال بھر تک لڑنے کے لیے جملہ سامان فراہم کر لیے۔

عروہ ابن مسعود جسکو ابو سفیان کی لڑکی اور معاویہ کی بہن بیاہی تھی۔ یہان کا رئیس تھا۔ وہ کفار کا جانبدار بن گیا۔ دعوت اسلام کے ابتدائی زمانہ مین کُفّار مکّہ اور مشرکین قریش تعریضاً کہا کرتے تھے کہ اگر خدا کو قرآن یا کوئی الہامی کتاب نازل فرمانی تھی تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایسے بے اثر اور نادار شخص پر کیون اوتاری۔ مکّہ کے کسی امیر یا طائف کے کسی رئیس پر اوتاری ہوتی۔ تو سماعت وقبولیّت عام کی امیّد تھی۔

طائف کے لوگ قلعہ بند ہوکر لڑنے کے خاص فن مین بہت بڑی دستگاہ رکھتے تھے۔ ابن اسحاق اور طبری کا بیان ہے کہ خود عروہ ابن مسعود اور غیلان بن سلمہ نے جرش مین جاکر جو یمن کا ایک مرکزی مقام ہے۔ قلعہ شکن آلات یعنی دبّابہ۔ ضبّور اور منجنیق کے بنانے اور لڑائی کے موقعون پر اونکو کام مین لانیکی خاص تعلیم پائی تھی۔ فوج کُفّار نے انکے اس علم وواقفیت سے بہت بڑا فائدہ اوٹھایا کہ ان تمام آلات کو ضروری مقامات پر لگا کر اور جا بجا تیر اندازون کے محافظ دستے بٹھلا کر قلعہ طائف کو ہر طرح سے مضبوط اور مستحکم بنا لیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب ان طیّاریون کی خبر ملی تو آپ نے غنائم واسرائے حنین کے معاملات کو ملتوی کردیا۔ اور اسیران جنگ کو مع اموال غنیمت کے مقام جعرانہ مین بھیجدیا اور طائف کے تصفیہ معاملات تک اونکو وہین محفوظ رکھّے جانے کا حکم دیا اور بالنفس النفیس لشکر اسلام کو لیکر طائف کی طرف متوجہ ہوے۔

طائف پہونچکر کفار کے آلات قلعہ شکن ملاحظہ فرمائے۔ لشکر اسلام کو بھی انھین آلات کی فراہمی اور استعمال کا

حکم فرمایا۔ جتنے بھی اور جیسے بھی یہ آلات مل سکے جمع کر لیے گیے۔ تاریخین بتلاتی ہین کہ یہ پہلا موقع ہے کہ لشکر اسلام مین آلات قلعہ شکن استعمال فرمائے گئے۔

محاصرۂ طائف کی تفصیل شبلی صاحب ان مختصرات مین لکھکر ختم کر دیتے ہین۔

اہل قلعہ نے لوہے کی گرم سلاخین برسائین اور اس شدت سے تیر باری کی کہ حملہ آورون کو ہٹنا پڑا۔ بہت سے لوگ زخمی ہوئے۔ بیس دن تک محاصرہ رہا۔ لیکن شہر فتح نہو سکا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نوفل بن معاویہ کو بلا کر پوچھا تمھاری کیا رائے ہے۔ اونھون نے کہا لومڑی بھٹ مین گھس گئی ہے۔ اگر کوشش جاری رہی تو پکڑ لی جائے گی لیکن چھوڑ دیجائے تب بھی کوئی اندیشہ نہین ہے۔ چونکہ صرف مدافعت منظور تھی آنحضرت صلعم نے حکم دیا کہ محاصرہ اوٹھا لیا جاوے صفحہ ۳۹۶۔

مرقومۂ بالا عبارت سے ظاہر ہوا کہ اہل اسلام غنیم کے مقابلہ مین بیس دن کی معتد بہ مدت تک کچھ نکر سکے غنیم کے مقابلہ مین اونکی ہمت و دلیری سے کچھ بھی نہ بن پڑا۔ خلاصہ یہ کہ محاصرہ طائف۔ اسلام کی ایک بیکار سعی اور فضول کوشش تھی۔ یہ کوتہ قلمی اور بیجا عجلت رقمی کا نتیجہ ہے کہ بیان کے مبہم اور کلام کے مجمل رہجانے سے معائب اور مناقص کے پہلو نکل آتے ہین اور مخالفین اسلام کے لیے طرح طرح کے مجنونانہ تعریضات کا ذریعہ پیدا ہوجاتے ہین۔ حالانکہ شبلی صاحب اسکے تفصیلی حالات پر غور فرماتے تو اونکو معلوم ہوجاتا کہ اہل اسلام نے اس محاصرے مین بھی سابق معارک کی طرح اپنی بینظیر شجاعت و دلیری۔ جان نثاری و پاداری دکھلا کر قلعہ کی چولین ہلادین اور قلعہ بند فوجون کے سینون مین خوف کے مارے پنکھے لگادئے۔ یہان تک کہ خود اونھون نے تصفیہ کے پیام بھیجے۔ ہم محدث شیرازی کی عبارت سے جو قریب قریب طبری اور ابن ہشام سے ماخوذ و مستنبط ہے ذیل مین لکھکر اس محاصرہ کے پورے حالات و واقعات نقل کرتے ہین۔ جو عام اطلاع کے لیے کافی ہین۔ روضۃ الاحباب مین ہے۔

آن سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود تا در بلندی کہ اکنون مسجد طائف است معسکر ہمایون زوند و در آن غزوہ زینب و ام سلمہ ہمراہ بودند و دو خیمہ برائے ایشان ترتیب فرمودہ و نماز ہارا در فضائے زمین القبتین اقامت می نمود و ہیجدہ روز و بروایتے سی و بروایتے چہل شبان روز طائف را محاصرہ داد و دران مدت جنگہائے عظیم انداختند و جمعے کثیر از اصحاب جراحت

طائف مین پہونچکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا کہ اوس مقام بلند پر جہان طائف کی موجودہ مسجد جامع واقع ہے۔ لشکر خیمہ زن ہو۔ اس سفر مین حضرت زینبؓ اور حضرت ام سلمہؓ ہمراہ تھین۔ ان مخدرات کے لیے دو جدا جدا خیمہ نصب کیے گیے اور نماز جماعت ان دونون قبون کے درمیان پڑھی جانے لگی۔ اٹھارہ روز اور ایک روایت کے موافق بیس روز اور دوسری روایت کے مطابق چالیس شبانہ روز محاصرہ نے

یافتند و دو از دہ مرد شہید شدند یکے از قبیلہ لیث و
چہار از انصار و ہفت از قریش و از انجملہ عبداللہ بن
ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہما بود کہ تیرے بروے
زدند مجروح شد و جراحتش اندمال یافت و بعد
از ان منفجر گشت و پیش وفات آنحضرت صلعم از دنیا
نقل کرد - آنحضرت صلعم امر فرمود تا یاران بہ قطع نخیل
انگور اجماعت قیام نمودند طوائف طائف چون
ازانیحال واقف گشتند درخواست نمودند از حضرت
کہ برائے خدا و بجہت رعایت رحم ترک قطع این درختان
کن حضرتؐ فرمود انی ادعہا ﷲ و للرحم
و منادی را گفت تا این ندا کردہ کہ ہر بندہ کہ ازاین
حصار فرود آید بسوے ما آزاد باشد - قریب بست بندہ
پائین آمدند و از انجملہ نفیع بن الحارث بود کہ بکرہ فرود
آمد ازانجہت ملقب بہ ابوبکرہ گشت و ہمہ آن غلامان را
آزاد فرمود و ہر یکے را بہ شخصے سپرد تا از حالات وے باخبر باشد
و بعد از آن بمدتے چون اہل طائف باسلام درآمدند گفتند
یارسولؐ اللہ این بندگان را بما باز دہ - حضرت صلعم فرمود
اولئک عتقاء اللہ یعنی آنہا آزاد کردگان خدا
اند ہرگز بہ بندگی شما عود نکنند -

روضۃ الاحباب

صفحہ ۷۵۴

طول کھینچا - اور اس درمیان میں بڑی لڑائیاں واقع ہوئیں اور صحاب
رسولؐ میں سے بہت سے لوگ زخمی ہوے اور بارہ بزرگوار شہید ہوے
ایک شخص قبیلہ لیث سے چار قبیلۂ انصار سے اور سات مہاجرین قریش
سے انہیں لوگوں میں عبداللہ بن ابوبکر الصدیق بھی شامل ہیں - اُنکے
ایک تیر لگا تھا زخم اچھا بھی ہوگیا تھا لیکن بعد چندے وہ زخم پھٹ گیا
اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے کچھ پہلے اونھوں نے
دنیا سے انتقال کیا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ اہل
طائف کی انگور کی بیلیں کاٹ دی جائیں صحابہ تعمیل حکم کرنے لگے - اہل
طائف کو اسکی خبر ہوئی تو وہ سب کے سب بہزار منت و سماجت خدا کا اور
صلۂ رحم کا واسطہ دیکر بارگاہ رسالت میں مستدعی ہوے کہ درخت کاٹے
جائیں حکم واپس لیا جائے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
جاؤ ہم نے تمھارے درختوں کو خدا اور صلۂ رحم کی رعایت سے چھوڑ دیا اسکے بعد
آپ نے تمام منادی کردی کہ جو مرد غلام قلعہ سے نیچے اوتر کر ہماری طرف
چلا آئیگا وہ آزاد ہو جائیگا - اس اعلان کے سنتے ہی بیس نفر غلام جن میں
نفیع بن الحارث بھی تھے نیچے آے - نفیع چونکہ مقام بکرہ سے آے تھے
اس رعایت سے یہ ابوبکرہ کے لقب سے مشہور ہوے - یہ سب کے سب
مشرف باسلام ہوکر اوسی وقت سے آزاد ہوگئے - آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ میں ایک ایک کرکے اونکو تقسیم کردیا اور تاکید
فرمادی کہ وہ ہر ایک کی کفالت کریں جب اہل طائف ایک مدت کے بعد مشرف
باسلام ہوے تو ان غلاموں کے واپس لینے کی استدعا کی ارشاد ہوا کہ یہ
خدا کے آزاد کردہ ہیں - اب تمھاری تابعداری نہیں کرسکتے -

یہ حقیقت حال تھی اور تفصیلی روئداد - اس کو پڑھکر ہر شخص بآسانی سمجھ لیگا کہ مسلمانوں نے
طائف کے محاصرے اور کفار کے مقابلہ میں، نہایت استقلال و پائداری - کمال وفاداری اور جانثاری
سے کام لیا - بارہ جان نثاروں نے جانیں نثار کیں - اہل قلعہ کے تمام انتظام درہم وبرہم کردیے اُن کے

استحکام نظام متزلزل کردئے اور پھر ایسے کہ وہ مستدعی بنکر رحم کی رحمت عالم کے سامنے درخواست لائے بیتیم ردن ٹین نظر رحمت نے معافی دیدی ان محاسن اخلاق نے وہ اثر دکھلائے کہ دم کے دم مین اونکے بیس آدمی بارگاہ رسالت مین حاضر ہوکر اسلام لائے۔

التوائے محاصرہ کی ضرورت

اتنی کامیابیون کے بعد بھی محاصرہ طائف کو کون بطی الذہن اور محروم العقل بیکار بتلا سکتا ہے۔ لیکن حقیقت امر یہ ہے کہ محاصرہ مین اب زیادہ طوالت کی اس وجہہ سے مصلحت نہین تھی کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حنین اور اوطاس کے اُسرا و غنائم کے معاملات کو جلد طے فرما دینا نہایت ضروری تھا۔ اس لیے کہ مذبذبین مکہ کے جو اطوار اور کردار اسلام کے ساتھ تھے وہ حنین کے معرکہ مین ملاحظہ مین آئے تھے۔ اس بنا پر اونکی استمالت اور درستی نہایت ضروری تھی۔ طائف والون کا اندازہ معلوم ہوچکا تھا۔ وہ میدان مین نکل کر اسلام سے مقابلہ کی مطلق جرأت نہین کرسکتے تھے۔ قلعہ مین محصور رہنا اونکے مجبور رہونے کا ثبوت تھا۔ نوفل ابن معویہ اونکی مقدار قوت کو خوب سمجھ چکا تھا۔ اب اون مین جنگ کی قوت تو باقی نہین تھی صرف عیاری اور حرفت رہگئی تھی۔ اس بنا پر اوسکی یہ تمثیلی تجویز بالکل صحیح تھی کہ اہل قلعہ اوس لومڑی کی مثال مین جو اپنے سوراخ مین گھس گئی ہو۔ اگر کوشش جاری رہی تو پکڑی جائے گی اور اگر چھوڑدی جائے گی تو کوئی اندیشہ نہین۔ کیونکہ اب اوس سے میدان مین نکل کر یا بھٹ مین رہکر کسی ضرر و نقصان کا مطلق خوف باقی نہین ہے۔

محاصرہ کے جاری رکھنے مین جو ضرر و زنین سدراہ تھین وہ اوپر بیان ہوچکی ہین اور محاصرہ اوٹھا لینے مین کوئی شے مانع نہین تھی۔ اور نہ کوئی خوف کا باعث۔ ان وجوہات کی بنا پر جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طائف کا محاصرہ اوٹھا لیا۔ سال ہی بھر کے اولٹ پھیر مین نہ معلوم ہوا کہ وہ قلعہ و الے کیا ہوئے۔ اور وہ قلعہ بند فوج کدھر گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تمام اہل طائف اسلام کا کلمہ پڑھ رہے تھے جیسا کہ سلسلہ بیان سے معلوم ہوگا۔

جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس حکم سے اکثر اخلاص مند صحابہ بیدل اور برخاستہ خاطر ہوے اور خدمت مبارک مین عرض کرنے لگے کہ اہل طائف کے لیے بددعا فرمائی جاوے۔ رحمت عالم نے اونکی خاطر سے آسمان کی طرف ہاتھ اوٹھائے اور کہا تو یہ۔

اللھم اھد ثقیفا واءت بھم — اے خدا۔ ثقیف کو ہدایت دے اور اونکو مجھ تک پہونچا دے۔

خدا نے اپنے نبی صلعم کی دعا قبول فرمائی اور سال ہی بھر کے اندر وہ سب کے سب خود حاضر ہو کر مشرف با سلام ہو گئے جیسا کہ وفود کے باب مین مفصل طور پر بیان کیا گیا ہے۔

حضرت علیؑ سے آنحضرت صلعم کا راز کی باتین کہنا

محاصرۂ طائف کے سلسلہ مین شبلی صاحب نے ایک بہت بڑا قابل ذکر واقعہ چھوڑ دیا ہے۔ چھوڑ دے جانیکی اسوجہ سے کوئی شکایت خاص نہین اسلیے کہ اوس مین فضیلت علی کا اظہار تھا اور یہ امر شروع ہی سے نامطبوع خاطر ہے۔ لیکن تعجب اتنا ہے کہ اسکے متروک کر دینے سے شبلی صاحب پر اپنے مقرر کردہ اصول تحقیق اور نصاب تنقید کے ترک فرما دینے کا الزام عاید ہوتا ہے وہ اس طرح اس مرفوع القلم واقعہ کو ارباب سیر و تاریخ نے بہت کم لکھا ہے۔ لکھا ہے تو تمام اصحاب حدیث اور ارباب تفاسیر نے اور آپ نے واقعات کی تصدیق و توثیق کا معیار مرویات حدیث پر قائم فرمایا ہے اسلیے جب خاص کر حدیثون مین یہ واقعہ موجود تھا تو آپ کو اپنے اصول مقرر کردہ کے مطابق اس کا قلمبند کرنا ضروری تھا۔ لیکن خود غرضی سد راہ تھی۔ جس کے آگے نہ اپنا مختار کوئی شے ہے اور نہ اپنا مقررہ معیار کوئی چیز۔

وہ واقعہ صحیح ترمذی کی عبارت مین یہ ہے۔

عن جابرؓ قال دعی رسول اللہ صلعم علیاً یوم الطائف فانتجاہ فقال الناس لقد طال نجواہ مع ابن عمہ فقال رسول اللہ صلعم ما انتجیتہ ولکن اللہ انتجاہ

جابرؓ سے روایت کی ہے کہ محاصرۂ طائف کے زمانہ مین جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو بلا کر تخلیہ مین بصیغہ راز سرگوشی فرمائی تو لوگون نے کہا۔ کیا ہے۔ جو پیغمبر نے اتنی دیر تک اپنے برادر عم سے راز کی باتین کین؟ یہ سکر آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ علیؑ سے مین نے راز کی باتین نہین کی۔ بلکہ خدا نے کین۔

مشکوٰۃ شریف کی اسی حدیث کی شرح مین محدث دہلوی مولانا عبد الحق صاحب لکھتے ہین۔

ولکن اللہ انتجاہ فرمودہ یعنی امر کردہ است مرا کہ راز گویم با اُو پس راز گفتنم بجہت فرمانبرداری کردن امر باری تعالے را۔ و تواند کہ این معنی باشد کہ ابتداے راز گفتن باوے نکردہ ام ولیکن خداے تعالی راز میگوید باوے و القاے اسرار می کند در دل وے۔

تاریخ احمدی صـ۳۷ـ

محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ مین ولکن اللہ انتجاہ کے یہ معنی لکھتے ہین کہ مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ مین علیؑ سے راز کہون اور مین نے حکم ایزدی کی تعمیل مین ایسا کیا ہے اور یہ معنی بھی ہوسکتے ہین کہ علیؑ سے راز کہنے کی ابتدا مین نے نہین کی بلکہ خدا ہی اوس سے راز کہتا ہے اور اپنے اسرار کو اوسکے دل مین القا کرتا ہے اور جب ایسا ہے تو مین بھی بتقضاے موافقت و متابعت فعل آلہی علیؑ سے راز کہتا ہون۔

مرقومۂ بالا عبارات ترمذی۔ مشکواۃ اور شرح مشکواۃ سے اس واقعہ کی اہمیت وضرورت مخصوصیت ومنصوصیت سب کچھ اتنی اور ایسی معلوم ہو گئی کہ اب مجھکو تفصیل وتصریح کی ضرورت باقی نہین رہی۔

اب مجھے صرف یہ دکھلا دینا باقی ہے کہ اس عبارت سے اجمالاً دو چار یا دس بیس لوگون کی تعریض معلوم ہوتی ہے کیونکہ الناس کا لفظ اصل ماخذ مین آیا ہے۔ لیکن امام قندوزی نے ینابیع المودۃ فی القربیٰ مین اس حدیث کو مسند امام احمد بن حنبل سے انھین جابرؓ کی زبانی نقل فرمایا ہے۔ اوسکے الفاظ یہ ہین۔

واطال نجواہ حتی کرہ قوم من اصحابہ ذالک	جب خلوت کو زیادہ طول ہو گیا تو صحابہ کے ایک گروہ کو یہ امر
فقال قائل منہم لقد طال نجویٰ مع ابن عمہ	ناپسند ہوا اور انھین مین سے ایک شخص نے کہا کہ آج تو
مطبوعہ بمبئی ص۱۴۸	اپنے ابن عم کے ساتھ آنحضرت صلعم نے طولانی خلوت کی۔

اس عبارت سے الناس کی اتنی تصریح مزید ہوئی کہ وہ صحابہ ہی کی ایک جماعت تھی اور اسی کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ اس عمل رسالت پر اعتراض کرنے والے بھی ایک خاص بزرگ تھے۔ جن کا نام اس بزرگ محدث نے اونکی عظمت ذاتی کے ادب سے نہ لکھا۔ اب اون بزرگ کی تلاش کی جاتی ہے۔ تو وہ عقیدتمند خدمت رسولؐ۔ ادب آموز بارگاہ نبوت۔ قدوۃ الاصحاب حضرت عمر ابن الخطاب ثابت ہوتے ہین ملاحظہ ہو۔

معارج النبوۃ ملا معین لاہوری کی مرقومۂ ذیل عبارت

در ہنگام خلوت ومشاورت نبیؐ با علیؑ امیر المومنین	جب رسول اللہ صلعم نے حضرت علی سے تخلیہ مین راز کہنا
حضرت عمر رضی اللہ عنہ با حضرت رسولؐ گفت	شروع کیا تو امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے کہا
یا رسول اللہؐ با علیؑ راز میگوئی وبا وے خلوت	یا رسول اللہ صلعم آپ علیؑ سے راز کی باتین کہتے ہین
می کنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمود	اور اون سے تخلیہ کرتے ہین مشورت کرتے ہین آنحضرت صلعم
ما انتجیتہ ولکن اللہ انتجاہ	نے ارشاد فرمایا کہ مین تنہا علیؑ سے راز کی باتین
یعنی من با او راز نمی گویم بلکہ خدائے تعالیٰ با او راز می گوید۔	نہین کرتا بلکہ حق تعالیٰ باتین کرتا ہے۔

گویم مشکل وگر نگویم مشکل۔ کس کی سنی جاے۔ خدا کی۔ یا حضرت عمرؓ کی۔ ادھر خدا کی تاکید ہے۔ ادھر حضرت عمر کی تعریض رازدار رسالت اور امین نبوت کو بات کرنی مشکل ہے۔

غنیمت حنین کی تقسیم

یہان تک بیان ہو چکا ہے کہ محاصرہ طائف کا التواء حنین کے پس ماندہ معاملات کی تکمیل کی ضرورت سے اختیار فرمایا گیا تھا۔ چنانچہ طائف کا محاصرہ اوٹھا کر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جعرانہ مین۔

جہان اسیران حنین و اوطاس مقیم تھے تشریف لائے غنیمت کا بڑا ذخیرہ تھا۔ شبلی صاحب اسکی تعداد اور تقسیم کے احوال حسب ذیل تحریر فرماتے ہین۔

چھ ہزار اسیران جنگ۔ چوبیس ہزار اونٹ۔ چالیس ہزار بکریان۔ چار ہزار اوقیہ چاندی۔ آپ نے اسیران جنگ کے ورثا کا انتظار کیا کہ اونکے عزیز و اقارب آئین تو اون سے گفتگو کی جائے۔ لیکن کئی دن گزرنے پر بھی کوئی نہ آیا۔

مال غنیمت کے پانچ حصے کیے گیے۔ چار حصے حسب قاعدہ اہل فوج کو تقسیم کر دیئے گئے۔ خمس بیت المال اور غربا و مساکین کے لیے رکھا گیا۔ مکہ کے اکثر رؤسا جنھون نے حال مین اسلام قبول کیا تھا۔ ابھی تک مذبذب الاعتقاد تھے۔ انھین کو قرآن مجید مین مولفۃ القلوب کہا ہے۔ قرآن مجید مین جہان غنیمت کے مصارف بیان کیے ہین ان لوگون کے بھی نام ہین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انلوگون کو نہایت فیاضانہ انعامات دئے جنکی تفصیل یہ ہے۔

(۱) ابوسفیان مع اولاد ۳۰۰ اونٹ اور ۱۲۰ اوقیہ چاندی

(۲) حکیم بن حزام ۲۰۰ اونٹ (۳) نصر بن حارث بن کلدہ ثقفی ۱۰۰ اونٹ

(۴) صفوان بن امیہ ۱۰۰ اونٹ (۵) قیس بن عدی ۱۰۰ اونٹ (۶) سہیل بن عمر ۱۰۰ اونٹ

(۷) حویطب بن عبد العزیٰ ۱۰۰ اونٹ (۸) قرح بن حابس ۱۰۰ اونٹ (۹) عئینیہ بن حصین ۱۰۰ اونٹ

(۱۰) مالک ابن عوف ۱۰۰ اونٹ۔

ان کے سوا بہت سے لوگون کو پچاس پچاس اونٹ عنایت فرمائے۔ عام تقسیم کے رُو سے فوج کے حصہ مین جو آیا وہ فی کس چار اونٹ اور چالیس بکریان تھین۔ لیکن چونکہ سوارون کو تگنا حصہ ملتا تھا اس لیے ہر سوار کے حصہ مین بارہ[۱۲] اونٹ اور ایکسو بیس[۱۲۰] بکریان آئین۔ جن لوگون پر انعام کی بارش ہوئی عموماً اہل مکہ اور اکثر جدید الاسلام تھے اس پر انصار کو رنج ہوا۔ بعضون نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کو انعام دیا اور ہمکو محروم رکھا۔

تقسیم مین انصار کا عذر

حالانکہ ہماری تلوارون سے ابتک قریش کے خون کے قطرے ٹپکتے ہین۔ (بحوالہ بخاری) بعض بولے کہ مشکلات مین تو ہماری یاد ہوتی ہے اور غنیمت اورون کو ملتی ہے (بحوالہ صحیح بخاری) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ چرچے سنے جو تو انصار کو بلایا۔ ایک چرمی خیمہ کھڑا کیا گیا۔ جس مین لوگ جمع ہوے۔ آپ نے انصار کی طرف خطاب کیا۔ کہ کیا تم نے ایسا کہا ہے؟ لوگون نے عرض کی کہ حضور! ہمارے سربرآوردہ لوگون مین سے کسی نے یہ نہین کہا۔ نوخیز نوجوانون نے یہ فقرے کہے تھے۔ (بحوالہ بخاری) صحیح بخاری باب مناقب الانصار مین حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلعم نے انصار کو بلا کر پوچھا کہ یہ کیا واقعہ ہے تو چونکہ

انصار جھوٹ نہین بولتے تھے اونھون نے کہا آپ نے جو سُنا وہ صحیح ہے ۔ آپ نے ایک خطبہ دیا جسکی نظیر فن بلاغت مین نہین مل سکتی انصار کی طرف خطاب فرماکر کہا ۔ کیا یہ سچ نہین ہے کہ تم پہلے گمراہ تھے ۔ خدا نے ہمارے ذریعہ سے تمکو ہدایت دی ۔ تم منتشر اور پراگندہ تھے ۔ خدا نے ہمارے ذریعہ سے تم مین اتفاق پیدا کیا ۔ تم مفلس تھے میرے ذریعہ سے تمکو دولتمند کیا ۔ آپ یہ فرماتے جاتے تھے ۔ اور ہر ہر فقرہ پر انصار کہتے جاتے تھے کہ خدا اور رسولؐ کا احسان سب سے بڑھکر ہے (بحوالہ صحیح بخاری) آپ نے فرمایا ۔ نہین تم یون جواب دو کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) تجھکو جب لوگون نے جھٹلایا تو ہم نے تیری تصدیق کی ۔ تجھکو جب لوگون نے چھوڑ دیا تو ہم نے پناہ دی ۔ تو مفلس آیا تھا ہم نے تیری مدد کی ۔ یہ کہکر آپ نے فرمایا تم یہ جواب دیتے جاؤ اور مین یہ کہتا جاؤن کہ تم سچ کہتے ہو ۔ لیکن اے انصار ۔ کیا تم کو یہ پسند نہین کہ اور لوگ اونٹ اور بکریان لیکر جائین اور تم محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو لیکر اپنے گھر آؤ (بحوالہ بخاری و شرح صحیح بخاری) انصار بے اختیار چیخ اوٹھے کہ ہمکو صرف محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم درکار ہین ۔ اکثر لوگون کا یہ حال ہوا کہ روتے روتے ڈاڑھیان تر ہوگئین ۔ آپ نے انصار کو سمجھایا کہ مکہ کے لوگ جدید الاسلام ہین ۔ مین نے انکو جو کچھ دیا حق کی بنا پر نہین بلکہ تالیف قلب کے لیے دیا ۔ سیرۃ النبی صفحہ ۳۶۶

تقسیم مین عذر دار انصار ہی نہین تھے مہاجرین بھی تھے

تقسیم غنائم کے متعلق بعض نوخیز نوجوانان انصار نے جو کچھ عذر و کلام کیے وہ شبلی صاحب نے بالتفصیل بیان کر دی اسکے متعلق مجھکو صرف اتنا عرض کر دینا ضروری ہے کہ طمع مال اور حرص دولت بہت بُری شے ہے ۔ اس سے خال خال لوگ خالی ہون گے تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف گروہ انصار ہی کو اس مین عذر نہین ہوا تھا ۔ بلکہ مہاجرین کو بھی چنانچہ عباس ابن مرداس اسلمی کو بھی عذر تھا ۔ انصار تو خیر بالمشافہ عرض حال کی جراءت نکر سکے ۔ عباس ابن مرداس نے تو روبرو اعتراض کر دیا اور اوسکے متعلق معترضانہ اشعار بھی نظم کرکے لوگون کو سنائے ۔

عباس ابن مرداس اسلمی اور تقسیم حنین مین غدر

روضۃ الاحباب مین ہے ۔

بصحت پیوستہ از رافع بن خدیج کہ گفت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مؤلفۃ القلوب را مثل ابوسفیان بن حرب و علقمہ بن علاثہ و عیینہ بن حصین و اقرع بن حابس را صد شتر داد و عباس بن مرداس اسلمی را کمتر از صد داد ۔ وے بخشم رفت و دران باب ابیات گفت

باسناد صحیح رفیع ابن خدیج سے مروی ہے کہ جناب رسالتمآب صلعم نے گروہ مؤلفۃ القلوب کو جن مین ابوسفیان بن حرب ۔ صفوان بن اُمیہ علقمہ بن علاثہ عیینہ بن حصین اور اقرع بن حابس وغیرہم شامل تھے ۔ سَو سَو اونٹ مال غنیمت سے عطا فرمائے ۔ عباس ابن مرداس اسلمی کو اس سے کم دیئے ۔ اسپر اسکو غصہ آگیا اوسکے متعلق

چون ابیات وی بسمع مبارک آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم رسید فرمود اقطعوا عنّی لسانی
قطع کنید زبان او را ازمن ابوبکر صدیق رضی اللہ
عنہ ویرا انخطائر ابل برد وصد شتر داد و نبی بمجلس
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بازگشت
واز جملہ خوشنود ترین مردم بود آن سرور
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم با وے گفت در
شان من شعر میگوئی. روے اعتذار
در آورد و گفت پدر و مادرم فداے تو
باد بدرستیکہ من دبیبے بمثل دبیب مورچہ از
شعر در زبان خویش می یابم مرا میگزد مانند گزیدن
مورچہ. ہیچ چارہ نمی یابم الا آنکہ شعر بگویم و در انمعنی
بے اختیارم حضرت تبسمی فرمود و گفت عرب ترک
شعر نمی تواند کرد. چنانکہ شتر ترک جنین خود نمیتواند
کرد. بعضے از کتب سیرست کہ چون شعر وی بسمع پیغمبر صلعم
رسید با وے گفت توئی گفتی این شعر ؏
نھبنی ونھب العبید بین الاقرع وعیینۃ
حضرت ابوبکر صدیق گفت یا رسول بین الاقرع
وعتبہ. رسول اللہ صلعم گفت خواہ چنین وخواہ چنان
ہر دو یک معنی ادا می کند ابوبکر گفت گواہی میدہم
کہ تو شاعر نیستی و سزاوار نیست ترا شعر چنانکہ
حق تعالے فرمود وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ
وَمَا يَنْبَغِي لَهُ پس رسول صلے اللہ علیہ وآلہ
وسلم از علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ فرمود

اُس نے اشعار بھی نظم کیے جب اُسکے یہ اشعار
آنحضرت صلعم نے سُنے تو فرمایا اسکی زبان قطع کر ڈالو
حضرت ابوبکر صدیق اُسکو پکڑ کر اونٹوں کے مجمع مین لیگئے
اور سو اونٹ اُسکو عنایت فرمائے وہ اونٹ لیکر
آنحضرت صلعم کی خدمت مین واپس آیا اور تمام لوگون
سے زیادہ راضی وخوشنود معلوم ہوتا تھا آنحضرت
صلعم نے عباس سے پوچھا کہ تو میری شان مین اشعار
کہتا ہے اُسنے معذرت کیساتھ عرض کی کہ میرے
شعر کہنے کی عادت ایک چیونٹی کی مثال ہے جو میری
زبان مین کاٹا کرتی ہے مین اُس سے مجبور ہو کر
شعر کہتا ہون آپ نے متبسم ہو کر فرمایا کہ عرب
شعر کہنے کی عادت اُسی طرح نہین چھوڑ سکتے جسطرح
اونٹ اپنے بچے کو جدا نہین کر سکتا بعض سیرت کی
کتابون مین لکھا ہے کہ جب اُسکے اشعار آپکے پاس پڑھے
گئے تو آپنے عباس سے پوچھا کہ کیا تو نے یہ شعر کہا ہے
جسکے معنی یہ ہین۔ تو نے مجھے ایک غلام سے بھی کم کر دیا
اقرع اور عیینہ کے درمیان۔ حضرت ابوبکر نے کہا
یا رسول اللہ۔ اقرع اور عیینہ سکے درمیان
کیا اقرع اور عتبہ سے ہونا چاہیے۔ آپنے ارشاد کیا کہ
خواہ یہ معنے لو خواہ وہ معنے لو دونون سے ایک ہی
مدعا نکلتا ہے۔ یہ سنکر حضرت ابوبکر نے کہا مین گواہی
دیتا ہون کہ اگرچہ آپ شاعر نہین ہین او رشعر کہنا آپ کی
شان کے شایان بھی نہین ہے جیسا کہ خود باریتعالے
عز اسمہ فرماتا ہے کہ مین نے تمکو شعر کی تعلیم نہین دی ہے

برخیز و زبان او را از من قطع بکن، علی برخاست
و دست وے را گرفت و می برد و عباس بن مرداس
گوید گفتم اے علی زبان من خواہی برید جواب داد آنچه
حضرت فرمود چنان خواہم کرد پس مرا می برد تا رسیدیم
بحظائر ابل گفت بگیر از این برائے خویش از چہار تا صد شتر
عباس بن مرداس گوید گفتم پدر و مادرم فدائے
تو باد عجب کریم و حلیم و نیکو خو و علیم اید شما
آنگاه علیؑ گفت با من پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ترا از جملہ مہاجرین و انصار داشتہ چہار شتر داده اگر
اندراج در زمرۂ ایشان میخواہی می مانی و بران چہار
که اول بار بتو داده قناعت کن و اگر میخواہی که از جملہ
مؤلفۃ القلوب باشی صد شتر بستان گفتم ای علی با تو درین
امر مشورہ مے نمایم توجہ می فرمائی علی گفت اگر فریفتہ
مال دنیا نشوی و باراده خدا و رسول خرسند
گردی بہتر بود و مرویست که چون آن عطیہا از غنائم
حنین از آنحضرت صلعم واقع شد یکے از یاران باوی
گفت یا رسول اللہ صلعم عیینہ بن حصین و اقرع بن حابس را
که ہر کدام صد شتر عطا بفرمائی و جعیل بن سراقہ را ہیچ
نمیدہی فرمود بان خدائیکہ نفس من بید قدرت اوست
که جعیل بن سراقہ بہتر است از ہمہ روی زمین مملو از عیینہ

کہ تمھیں اسکی ضرورت نہین تھی۔ اسکے بعد جناب رسولخدا
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام سے
فرمایا کہ اسکی زبان قطع کرد و حضرت علیؑ اُٹھے۔ عباس کا ہاتھ پکڑکر
باہر لے چلے۔ عباس کا بیان ہے کہ مین نے حضرت علی سے کہا کیا
حقیقتاً آپ میری زبان کاٹ ڈالین گے؟ حضرت علیؑ نے کہا
جو رسولخدا صلعم نے حکم دیا ہے اُسکی تعمیل ضرور کیجائیگی۔ اسکے بعد آپ
مجھے اونٹون کی قطار مین لیگئے اور مجھسے فرمایا کہ ان اونٹون
مین سے چار سے لیکر سو اونٹ تک لے لو۔ مین نے سخت تعجب
ہوکر کہا کہ حقیقتاً آپ لوگون سے سخی۔ فیاض۔ نیک خو اور
متحمل کوئی شخص نہین ہے۔ یہ سُنکر حضرت علیؑ نے مجھسے فرمایا کہ
بات یہ ہے کہ جناب رسولخدا صلعم اسوقت تک تمکو مہاجرین و انصار کے
طبقہ خاص مین شمار کرتے تھے اگر تم چاہتے ہو کہ اُسی طبقہ مین تمھارا
شمار قائم رہے تو وہی چار اونٹ جو قبل مین تمھین مل چکے ہین اُنھین پر
قناعت کرو۔ اور اگر گروہ مؤلفۃ القلوب مین داخل ہونا چاہتے ہو
تو سو اونٹ لے لو۔ مین نے کہا یا علی آپ مجھے اس امر مین مشورہ دیتے
آپنے ارشاد کیا مال دنیا پر فریفتہ نہو۔ رضا و منشاء رسولؐ پر راضی
ہوجاؤ تو تمھارے لیے سب سے بہتر ہوگا۔ اسیطرح ایک اور صحابی نے
عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ آپنے عیینہ بن حصین اور
اقرع کے ایسے لوگون کو تو سو اونٹ عنایت کیے اور جعیل بن سراقہ
ضمیری کو کچھ نہ عنایت فرمایا۔ ارشاد ہوا کہ اس خدا کی قسم جسکے قبضۂ

ل۵ معارج النبوۃ رکن چہارم مین بھی یہ روایت منقول ہے مگر آخر حصہ روایت مین حضرت علی کے کلام ہدایت کے بعد عباس کے متعلق لکھا ہے کہ جب اُسنے یہ سُنا تو ان اونٹون کی مہار چھوڑکر علحدہ ہوگیا اور کہنے لگا مین اتنے دنون سے ایمان لایا ہون اور مہاجرین کے گروہ مین شمار ہوتا ہون۔ اس شرف خاص سے نکلنا نہین چاہتا۔ یہ اونٹ واپس لیجیے اور مجھکو میرے حصہ کے وہی چار اونٹ دیجیے۔ حضرت علی نے ایسا ہی کیا۔ عباس چار اونٹ لیکر علحدہ ہوگیا ص ۲۷۰ روضۃ الصفا ج ۲۔

واقرع لیسکن من الفت دادم دل انسان را بہ سبب مال دُنیا واعتماد بر اسلام جعیل میدارم او را باسلام او گذاشتم۔ روضۃ الاحباب ص ۴۰۹ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ

قدرت میں میری جان ہے کہ اگر تمام روئے زمین عینیہ اور اقرع کے ایسے لوگوں سے بھر جاوے تب بھی جعیل ان لوگوں سے بدرجہا بہتر ہے۔ میں نے مال دنیا دیکر ان لوگوں کے قلب کو اسلام کی طرف مائل کردیا ہے۔ چونکہ جعیل کے اسلام پر مجھکو خود اعتماد ہے اسلیے میں نے اُسکو اسلام کی اُسی حالت پر چھوڑ دیا۔[۱]

ذوی الخویصرۂ تمیمی کی پیشین گوئی کا واقعہ

اسی غنیمت حنین کے متعلق ذوخویصرہ تمیمی کا بھی واقعہ ہے جسپر شبلی صاحب کی یا تو نظر پڑی نہیں۔ یا تو نظر پڑی تھی تو وہی حضرت علی کے خصائص کا ذکر جہاں آگیا علامہ بدخشی نزل الابرار میں لکھتے ہیں۔

عن ابی سعید الخدری قال بینا نحن عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذات یوم یقسم قسما اتاہ ذو الخویصرۃ فقال یا رسول اللہ اعدل قال ویحک ومن یعدل اذا لم اعدل فقال عمر یا رسول اللہ ائذن لی حتی اضرب عنقہ فقال رسول اللہ دعہ فان لہ اصحابا یحقر احدکم صلوتہ مع صلوتھم وصیامہ مع صیامھم یقرؤن القرآن لا یجاوز تراقیھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ حتی ان احدکم ینظر الی نصلہ فلا یجد شیئا ثم ینظر الی نضیہ فلا یجد شیئا ثم ینظر الی قدحہ فلا یجد شیئا قد سبق الفرث والدم یخرجون علی خیر فرقۃ الناس ایتھم رجل مخدج احدی ثدیتہ مثل ثدی المراۃ او

ابو سعید خدری کا بیان ہے کہ ایک دن ہم لوگ جناب رسالتمآب صلعم کی خدمت میں بیٹھے تھے اور حضرت غنیمت کا مال اسوقت تقسیم کررہے تھے۔ ذوخویصرہ آکر کہنے لگا کہ عدل کیجیے آپنے ارشاد فرمایا ہلاکی ہو تجھپر اگر میں عدل نہ کرونگا تو کون دوسرا عدل کریگا عمرؓ عرض کرنے لگے مجھے اسکی گردن مارنے کی اجازت تب آپنے فرمایا چھوڑ دو اسکو اسکے اصحاب ایسے ہیں کہ تمھاری نماز تمکو انکی نماز کے مقابلہ میں اور تمھارے روزے انکے روزوں کے مقابلہ میں حقیر معلوم ہونگے وہ قرآن پڑھیں گے لیکن گلے سے نیچے نہیں اتریگا وہ دین سے ایسے نکل جائینگے جسطرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے یہانتک کہ دیکھے تم میں سے کوئی اپنی کمان کی طرف پس کوئی خبر اس سے نہیں پائیگا پس نگاہ کریگا اسکے سوفار کی طرف پس نہیں پائیگا اسمیں کوئی شے پھر نگاہ کریگا اسکے پروں کی طرف پس نہیں پائیگا اسمیں کوئی شے گذر گیا ہے وہ تیر سرگین اور

۵۱ روضۃ الاحباب کی مرقومہ بالا روایت میں اختلاف اور تواردفی البیان دو نوں حائل ہوجاتے ہیں۔ اسلیے کہ عباس کو جو حکم دیا گیا تھا اسی کو ایکبار حضرت ابوبکر دوسرے بار حضرت علی تعمیل کرتے ہیں لیکن معارج النبوۃ اور روضۃ الصفا کی اسناد سے صرف حضرت علی کی تعمیل ثابت ہوتی ہے اسلیے ظن غالب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کی نسبت اسواقعہ میں مؤلفین کی خوش اعتقادی کا اضافہ ہے والموعظۃ حقی

کالبیضۃ تدر ورقال ابوسعید اشھد انی سمعت	خون میں اور وہ ایک بہترین گروہ پر خروج کرینگے اُس کے
ھذا من رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم	نشان یہ ہین کہ انمین ایک مخدج یعنی ناقص الخلقت سیاہ
واشھد انی کنت مع علی ابن ابی طالب ...	چشم آدمی ہوگا۔ ایک چھاتی اُس کی عورت کی پستان کی
... فاتی بہ علی ...	ہوگی، ورنہ مثل گوشت کے ٹکڑے کے حرکت کرتا ہوا
... رسول اللہ صلعم و ھذا الحدیث	ہوگا۔ ابوسعید خدری بیان کرتے ہین کہ مین اس امر کی
طرق کثیرۃ اخرجہ الشیخان وغیرھما	گواہی دیتا ہون کہ مین نے یہ حدیث جناب سرور کائنات
ابوداؤد ... احمد وابویعلی	صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سُنی ہے اور اس امر کی بھی گواہی دیتا ہون
... والخطیب وقد رواہ غیر ابی سعید	... کے ساتھ تھا جب وہ اس گروہ کے
جماعۃ من الصحابۃ مثل علی وعمر وعبداللہ بن	ساتھ جنگ کررہے تھے جناب امیر علیہ السلام نے لوگونکو مقتولین
عمرو وعبداللہ بن مسعود وعبداللہ بن عباس	کی طرف بھیجا اور وہ لوگ مخدج کو اُٹھا لائے جو نشانیان
وعبداللہ بن الخباب بن الارث وعقبۃ بن	آنحضرت صلعم نے بتلائی تھین وہ سب اسمین موجود تھین اس حدیث کو
عامر وسعد بن وقاص وعمار بن یاسر رضی اللہ عنھم	صحیحین (مسلم وبخاری) اور شیخین کے ماسوا ابوداؤد وطیالسی
والروایۃ الاولی اخرجہ احمد والبخاری ومسلم	امام احمد ابویعلی حاکم خطیب رحمہم اللہ تعالی نے تھوڑے
والنسائی وابن جریر ارجح المطالب جلد دوم ص ۲۷۳	اختلاف سے نقل کیا ہے اور ابوسعید کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ

عنہم کی ایک جماعت مثل حضرت علی عمر عبداللہ بن عمر عبداللہ بن مسعود عبداللہ بن عباس عبداللہ بن خباب بن ارث عقبہ ابن عامر سعد بن وقاص اور عمار یاسر رضی اللہ عنہم نے بھی روایت کی ہے ان مین سے پہلی روایت وہ ہے جسکو امام احمد امام بخاری امام مسلم اور امام نسائی اور ابن جریر نے روایت کی ہے۔

اس سے زیادہ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ارجح المطالب جلد دوم مطبوعہ لاہور از صفحہ ۲۷۳ تا ۲۸۴

ہم اس واقعہ کے اتنا ہی انکشاف حقیقت کرنے کو اپنے مدعا کے لیے کافی سمجھتے ہین۔ شبلی صاحب نے ایسے مشہور متواتر اور کثیر الاسناد واقعہ کو جو اُنکے معیار تصدیق کے مطابق محدثین متقدمین کا مختار خاص معلوم ہوتا ہے کیون قلم انداز فرمایا۔ سیرۃ النبی کی تالیف تک تو نجدیون کی حکومت حجاز اور تصرف علی الحرمین بھی نہین قائم ہوا تھا۔ جو کف لسان من عیب السلطان کا باعث ہوتا۔

رحمت عالم کی رحمت عام کا نمونہ

شبلی صاحب بیان فرماتے ہین

حنین کے اسیران جنگ ابھی تک جعرانہ مین محفوظ تھے۔ ایک معزز سفارت آنحضرت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ اسیران جنگ رہا کر دیے جائیں۔ یہ قبیلہ وہ تھا کہ آپ کی رضاعی والدہ حلیمہ اسی قبیلہ سے تھین۔ رئیس قبیلہ (زہیر ابن صرد) نے کھڑے ہو کر تقریر کی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی جو عورتیں ان چھپرون میں محبوس ہیں انھیں میں تمھاری چچیان ہیں اور تمھاری خالائیں ہیں خدا کی قسم اگر سلاطین عرب نے ہمارے خاندان کا دودھ پیا ہوتا تو اُن سے بہت کچھ امیدیں ہوتین اور تم سے تو اور بھی زیادہ توقعات ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خاندان بنی عبد المطلب کا جسقدر حصہ ہے وہ تمھارا ہے لیکن رہائی کی تدبیر یہ ہے کہ نماز کے بعد جب مجمع ہو تو سب کے سامنے یہ درخواست پیش کرو۔ نماز ظہر کے بعد ان لوگون نے یہ درخواست مجمع کے سامنے پیش کی آپ نے فرمایا کہ مجھکو صرف اپنے خاندان پر اختیار ہے لیکن میں تمام مسلمانون سے انکی سفارش کرتا ہون۔ مہاجرین والانصار فوراً بول اُٹھے۔ ہمارا بھی حصہ حاضر ہے۔ اسطرح چھ ہزار دفعۃً آزاد تھے۔ ص ۳۹۰ جلد اول

رحمت کی دوسری مثال

شبلی صاحب کی قصیر القلمی کے ساتھ آپکی سریع الرقمی معجون مرکب کا لطف طرفہ دکھلاتی ہے۔ اکثر موقع پر تو آپ کی کوتہ قلمی بہت سے واقعات قلم انداز کر دیتی ہے اور بعض مقامات پر آپ کی سریع الرقمی بہت سے قابل ذکر اور ضروری واقعات کو نظر انداز کر کے آگے بڑھ جاتی ہے مرقومۂ بالا عبارت میں قبیلۂ ہوازن (بنی سعد بن بکر) کے ساتھ جو فیاضانہ سلوک اختیار فرمائے گئے تھے وہ تو آپنے بیان کر دیے۔ قبائل بنی سلیم اور بنو فزارہ کے ساتھ ان سے بڑھکر محاسن اخلاق اور مکارم اشفاق کے جو معاملات پیش کیے گئے وہ آپ بالکل مرفوع القلم فرما گئے۔ حالانکہ ایک حقیقت بین کی نگاہ میں ہوازن کے معاملات سے زیادہ تو بنو سلیم و بنو فزارہ کے واقعات قابل الذکر تھے۔ اسلیے کہ ہوازن کے ساتھ جو احسانات کیے گئے تو اُنکے لیے حضرت حلیمہ سعدیہ کی رعایت خاص کا ذریعہ بھی قائم کیا جاسکتا ہے لیکن بنو سلیم و بنو فزارہ کے ساتھ جو عنایات و تفضلات کیے گئے وہ خالص رحم اور بلا حیلہ و وسیلہ ترحم خاص تھے۔ ہم ان واقعات کو رحمۃ العالمین کی عبارت سے ذیل میں نقل کرتے ہین۔

اب قیدیون میں صرف بنی سلیم اور بنو فزارہ رہگیے۔ اُنکے نزدیک یہ عجیب بات تھی کہ حملہ آور دشمن پر جو خوش قسمتی سے زیر ہو گیا ہو ایسا لطف و رحم کیا جائے۔ اس لیے انھون نے اپنے حصہ کے قیدیون کو آزاد نکیا (یعنی مسلمانون نے ہوازن کے قیدی تو رہا کر دیے لیکن بنو سلیم اور بنو فزارہ کے لوگون کو رکھ لیا)۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگون کو بُلایا۔ ہر قیدی کی دیت چھ اونٹ قرار پائے۔ پھر یہ قیمت بھی آپنے اپنی پاس سے ادا فرمائی اور اسطرح باقی قیدیون کو بھی آزادی دلادی۔ پھر سب قیدیون کو اپنے حضور سے لباس پہنا کر رخصت کر دیا

۵ وہ شاہ اندراخیسر و حنین کہ تو وہ ہے بجو دہر انچہ بفتح بستانی رحمۃ للعالمین ص

مراجعت مدینہ تمام امور کو باطمینان تمام فراغت فرما کر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ معظمہ میں تشریف لائے اور حج عمرہ بجا لائے اور تا ایام عمرہ مکہ میں مقیم رہے پھر حرم محترم سے رخصت ہو کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے اسید بن عتاب کو امارت مکہ تفویض فرمائی اور ابو موسیٰ الاشعری اور معاذ بن جبل کو قبائل عرب میں تعلیم اسلام کی غرض سے مقرر فرمایا۔ ان ضروری انتظامات کے بعد آپ مکہ معظمہ سے رخصت ہو کر اوائل ذلیقعدہ یا آغاز ذی الحجہ میں مدینہ منورہ میں داخل ہو گئے۔

روضۃ الاحباب ص ۴۶۴

واقعات متفرقہ سال ہشتم ہجری

حضرت ابراہیم کی ولادت و وفات اسی سال حضرت ماریہ کے بطن سے جناب ابراہیم کی ولادت ہوئی۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت مسرور ہوئے لیکن کل چھ مہینہ کے بعد یہ مسرت حسرت و ملالت سے مبدل ہو گئی اور کل چھ مہینے زندہ رہکر بچے نے انتقال کیا۔ اتفاق سے اسی دن سورج گرہن واقع ہوا۔ قدیم دستور کے مطابق لوگوں نے اُسکو حضرت ابراہیم کے سانحۂ جانگزا کی علامت بتلایا۔ جناب رسولخدا صلعم نے سُنا تو لوگوں کو جمع کر کے ارشاد کیا کہ چاند اور سورج خدا کی خاص نشانیاں ہیں۔ کسی کے مرنے یا جینے کا ان پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اسکے بعد آپ نے نماز کسوف جماعت کے ساتھ ادا فرمائی۔

حرمت خمر آیہ وافی ہدایہ اَلْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ شراب پینا، جوا کھیلنا عمل شیطان سے بھی زیادہ ناپاک ہیں (اے مسلمانو) اُن سے پرہیز اختیار کرو) کا نزول بھی اسی سال ہوا۔

سرقہ دچوری بھی حرام کیا گیا اور اس شدت کی عملی ساداتکے ساتھ کہ اسکے اعلان امتناعی کے وقت خاص طور پر بیان کر دیا گیا کہ اگر خدانخواستہ میری پارۂ جگر فاطمۃ الزہرا علیہا السلام بھی اسکی مرتکب ثابت ہو تو اُسکے ہاتھ بھی کاٹے جائیں گے۔

اسی سال حضرت زینب بنت حضرت صدیقۂ کبریٰ خدیجہ سلام اللہ علیہا نے وفات پائی۔

آغاز سال نہم ہجری

آغاز سال نہم ہجری واقعۂ ایلا تاریخ اسلام میں عموماً اس سال کا آغاز واقعۂ ایلا کے قدیم اور عظیم واقعات سے کیا جاتا ہے۔ جو بعض ازواج رسول کے آداب و اخلاق نسوانی کی کمی کے باعث سے خاطر رسالت کی کمال رنجیدگی و کبیدگی کا باعث ثابت ہوتی ہیں۔ ہم پہلے ان تمام واقعات کی

شبلی صاحب کی عبارت سے نقل کرتے ہین۔ پھر منقدانہ طریقہ سے آپ کو مصنوعات قلمی کی انکشاف حقیقت کرینگے
شبلی صاحب رقمطراز ہین۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زاہدانہ اور تمام زخارف دنیاوی سے بیگانہ زندگی بسر کرتے تھے دو دو مہینے تک گھر مین آگ نہین جلتی تھی۔ آئے گئے دن فاقے ہوتے رہتے تھے۔ مدۃ العمر دو وقت برابر سیر ہو کر کھانا نصیب نہین ہوا۔ ازواج مطہرات اُس جنس لطیف مین شامل تھین جنکی مرغوب ترین شے عموماً زیب وزینت اور ناز ونعمت ہے اور گو شرف صحبت نے اُنکو تمام ابنائے جنس سے ممتاز کر دیا تھا تاہم بشریت بالکل معدوم نہین ہو سکتی تھی خصوصاً وہ دیکھتی تھین کہ فتوحات اسلامی کا دائرہ بڑھتا جاتا ہے اور غنیمت کا سرمایہ اسقدر پہونچگیا ہے کہ اسکا ادنیٰ حصہ بھی انکی راحت وآرام کے لیے کافی ہو سکتا ہے۔ ان واقعات کا اقتضا تھا کہ انکے صبر وقناعت کا جام لبریز ہو جاتا۔ ازواج مطہرات بڑے بڑے گھرون کی خاتونین تھین حضرت ام حبیبہ تھین جو رئیس قریش کی صاحبزادی تھین حضرت جویریہ تھین جو قبیلہ بنی المصطلق کے رئیس کی بیٹی تھین حضرت صفیہ تھین جنکا باپ خیبر کا رئیس اعظم تھا حضرت عائشہ تھین جو حضرت ابوبکر کی صاحبزادی تھین۔ حضرت حفصہ تھین جنکے والد فاروق اعظم تھے بشریت کے تقاضہ سے ان مین منافست بھی تھی۔ اور حریف کے مقابلہ مین اپنے رتبہ اور شان کا خیال رہتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہر ایک کو جو شدید محبت تھی وہ سو باسا یہ ترانی لیسندم کے حد تک تھی۔ ایک دفعہ کئی دن تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت زینب کے پاس معمول سے زیادہ بیٹھے جسکی وجہہ یہ تھی کہ حضرت زینب کے پاس کہین سے شہد آیا تھا۔ اُنھون نے اُن کے سامنے پیش کیا۔ آپ کو شہد بہت مرغوب تھا آپنے نوش فرمایا اسمین وقت مقررہ سے دیر ہو گئی۔ حضرت عائشہ کو رشک ہوا حضرت حفصہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہمارے تمھارے گھر مین آئین تو کہنا چاہیے کہ آپکے مُنھ سے مغافیر[۱] کی بو آتی ہے (مغافیر کے پھولون سے شہد کی مکھیان رس چوستی ہین) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم کھائی کہ مین شہد نہ کھاؤن گا۔ اس پر قرآن مجید کی یہ آیت اُتری۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ ۚ

اے پیغمبر اپنی بیبیون کی خوشی کے لیے تم خدا کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام کیون کرتے ہو۔

علامہ عینی نے بخاری کی شرح مین لکھا ہے۔

[۱] مغافیر کے معنی شبلی صاحب نے نہین بتلائے۔ اسلیے کہ حضرت عائشہ وحفصہ کے حفظ مراتب کا خیال تھا عرب کے ایک بدبو پھول کا نام مغافیر ہے جس سے عموماً ہر شخص متنفر ہوتا ہے۔ المؤلف عفی عنہ

فان قلت کیف جاز لعائشۃ وحفصۃ الکذب والمواطاۃ التی بہا ایذاء رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم قلت کانت عائشۃ صغیرۃ مع انہا وقعت منہا من غیر قصد الایذاء بل ماھو علی حیلۃ النساء فی الغیرۃ علی الضرات - تفسیر سورہ مریم	اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کو جھوٹ بولنا اور آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف سازش کرنا کیونکر جائز تھا تو جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ کم سن تھین اسکے علاوہ اُنکا مقصود آنحضرت صلعم کو ایذا دینا نہین تھا۔ بلکہ جیسا کہ عورتین اپنی سوکنون کے مقابلہ مین رشک سے تدبیرین اختیار کرتی ہین - پس بالکل اسی طرح کی یہ بھی ایک ترکیب تھی -

لیکن علامہ موصوف کا جواب تسلیم کرنا مشکل ہے اول تو یہ واقعہ ایلاء کے سلسلہ مین ہے جو سنہ ۹ ہجری مین واقع ہوا تھا اُسوقت حضرت عائشہ سترہ برس کی ہوچکی تھین - دوسرے حضرت عائشہ کمسن تھین لیکن اور ازواج مطہرات جو اس مین شریک ہین وہ تو پوری عمر کی تھین خود حضرت حفصہ کی عمر آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم کی شادی کے وقت ۳۵ برس کی تھی - ہمارے نزدیک مغافیر کا اظہار کرنا کوئی جھوٹ بات نہین تھی - تمام روایتون سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم لطیف المزاج تھے اور رائحہ بد کی ذراسی ناگواری کو برداشت نہین کرتے تھے مغافیر کے پھولون مین اگر کسی قسم کی کرختگی ہو تو تعجب کی بات نہین - البتہ ازواج کا ایکا کرنا بظاہر محل اعتراض ہوسکتا ہے لیکن یہ کسی کا اعتقاد نہین ہے کہ ازواج مطہرات معصوم تھین - یا اپنے انجاح مطالب کے لیے جائز وسائل نہین اختیار کرتی تھین اُسی زمانہ مین یہ واقعہ پیش آیا کہ آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی راز کی بات حضرت حفصہ سے کہی اور تاکید کردی کسی سے نکہنا لیکن اُنھون نے حضرت عائشہ سے کہدیا - اسپر یہ آیت اُتری -

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِہٖ حَدِیْثًا فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِہٖ وَاَظْھَرَہُ اللّٰہُ عَلَیْہِ عَرَّفَ بَعْضَہٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّاَھَا بِہٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَکَ ھٰذَا قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ (تحریم)	اور جب کہ پیغمبرؐ نے اپنی بعض بیبیون سے راز کی بات کہی اور اُنھون نے فاش کردی تو پیغمبرؐ نے اُسکا کچھ حصہ اُنسے کہا اور کچھ چھوڑ دیا پھر جب اُن سے کہا تو اُنھون نے پوچھا آپ کو کس نے خبر دی پیغمبرؐ نے مجھکو خدائے علیم وخبیر نے خبر دی -

شکر رنجیان بڑھتی گئین اور حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ نے باہم مظاہرہ کیا یعنی دونون نے ملکر اتفاق کیا کہ دونون ملکر زور ڈالین - اسپر حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کی شان مین یہ آیتین اُترین

اِنْ تَتُوْبَآ اِلَی اللّٰہِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا وَاِنْ تَظٰھَرَا عَلَیْہِ فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰہُ وَجِبْرِیْلُ	اگر تم دونو خدا کی طرف رجوع کرو تو تمھارے دل مائل ہوچکے ہین اور اگر اُن کے یعنی رسول اللہ صلعم کے مقابلہ مین ایکا کرو تو خدا اور جبرئیل

وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيرًا اور نیک مسلمان اور سب کے بعد فرشتے رسول اللہ صلعم کے مددگار ہیں

حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ نے جن معاملات کی وجہ سے ایکا کیا تھا وہ خاص تھے لیکن توسیع نفقہ کے تقاضہ میں تمام ازواج مطہرات شریک تھیں۔ آنحضرت صلعم کے سکون خاطر میں یہ تنگ طلبی اسقدر خلل انداز ہوئی کہ آپ نے عہد فرمایا کہ ایک مہینہ تک ازواج مطہرات سے نہ ملینگے۔ اتفاق یہ کہ اسی زمانہ میں آپ گھوڑے پر سے گر پڑے اور ساق مبارک پر زخم آیا آپ نے بالاخانہ پر تنہا نشینی اختیار کی۔ واقعات کے قرینہ سے لوگوں نے خیال کیا کہ آپ نے تمام ازواج کو طلاق دی اسکے بعد جو واقعات پیش آئے انکو ہم حضرت عمر کی زبانی نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے دلچسپ اور پُر اثر تفصیل کے ساتھ اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔ اس بیان میں کچھ ابتدائی واقعات بھی آگئے ہیں جس سے اصل واقعہ پر روشنی پڑتی ہے۔

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ میں اور ایک انصاری (اوس بن خولی یا عتبان بن مالک) ہمسایہ تھے۔ اور معمول تھا کہ ایکدن بیچ دیکر باری باری سے ہم دونو خدمت اقدس میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ قریش کے لوگ عورتوں پر قابو رکھتے تھے اور اُن پر غالب رہتے تھے لیکن جب مدینہ میں آئے تو یہاں انصار کی عورتیں مردوں پر غالب تھیں۔ انکے انداز دیکھکر ہماری عورتوں نے بھی اُنکی تقلید شروع کی ایک دن میں نے کسی بات پر اپنی بیوی کو ڈانٹا انھوں نے اُلٹ کر جواب دیا۔ میں نے کہا تم میری بات کا جواب دیتی ہو۔ بولیں تم کیا ہو رسول اللہ کی بیویاں اُنکو برابر کا جواب دیتی ہیں۔ یہانتک کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دن دن بھر روٹھی رہتی ہیں۔ میں نے دل میں کہا غضب ہو گیا اُٹھکر حفصہ (حضرت عمر کی صاحبزادی اور آنحضرت صلعم کی زوجہ مطہرہ) کے پاس آیا اور پوچھا کیا تو واقعی رات بھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روٹھی رہتی ہو۔ حفصہ نے اقرار کیا میں نے کہا تجھکو یہ خیال نہیں کہ رسول اللہ صلعم کی ناراضی خدا کی ناراضی ہے خبردار رسول میرا خیال کرتے ہیں ورنہ تجھکو طلاق دے چکے ہوتے۔

پھر میں ام سلمہؓ کے پاس گیا اُن سے بھی یہی شکایت کی۔ بولیں کہ عمر تم ہر معاملہ میں دخل دیتے ہو یہانتک کہ اب رسول اللہ اور اُن کی ازدواج مطہرات کے معاملات میں بھی دخل دینے لگے میں چُپ ہو گیا اور اُٹھکر چلا آیا۔

کچھ رات گئے میرے ہمسایہ انصاری باہر سے آئے۔ اور بڑے زور سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں گھبرا کر اُٹھا اور دروازہ کھول پوچھا خیر ہے۔ اُنھوں نے کہا غضب ہو گیا۔ میں نے کہا کیا غسانی آگئے؟ بولے کہ نہیں اُس سے بھی بڑھکر یعنی رسول اللہ صلی اللہ وآلہ وسلم نے ازدواج کو طلاق دیدی۔ میں صبح کو مدینہ میں آیا آنحضرت صلعم کے پیچھے نماز فجر ادا کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر بالاخانہ میں تنہا جاکر

بیٹھ گئے مین حفصہ کے پاس آیا تو وہ بیٹھی رو رہی ہین۔ مین نے کہا مین نے تجھ سے پہلے ہی کہا تھا حفصہ کے پاس سے اُٹھکر مسجد نبوی مین آیا۔ دیکھا کہ صحابہ پیغمبرؐ کے پاس بیٹھے رو رہے ہین۔ مین اُنکے پاس بیٹھ گیا لیکن طبیعت کو سکون نہین ہوتا تھا۔ اُٹھکر بالاخانہ کے پاس آیا۔ اور رباح (خادم خاص) سے کہا کہ اطلاع کر دو۔ لیکن آنحضرت صلعم نے کچھ جواب نہین دیا۔ مین اُٹھکر پھر مسجد نبوی مین چلا آیا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد بالاخانے کے نیچے آیا۔ اور وہان سے دوبارہ اذن طلبی کی درخواست جب کچھ جواب نہین ملا تو مین نے پکار کر کہا رباح میرے لیے اذن مانگ۔ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خیال ہو کہ مین حفصہ کی سفارش کرنے آیا ہون۔ خدا کی قسم رسول اللہ فرمائین تو مین حفصہ کی گردن اُڑا دون۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دی۔ اندر گیا تو دیکھا کہ آپ کھری چارپائی پر لیٹے ہین اور جسم مبارک پر بانون کے نشان پڑ گئے ہین۔ اِدھر اُدھر نظر اُٹھا کر دیکھا تو ایک طرف مٹھی بھر جو رکھے ہوئے تھے ایک کونے مین (کسی جانور کی تھی) ایک کھال کھونٹی پر لٹک رہی ہے۔ میری آنکھون سے آنسو جاری ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سبب پوچھا۔ مین نے عرض کی۔ اس سے بڑھکر رونے کا اور کیا موقع ہو گا۔ قیصر وکسریٰ باغ وبہار کے مزے لوٹ رہے ہین اور پیغمبر ہو کر آپ کی یہ حالت ہے آپنے ارشاد فرمایا کیا تم اس پر راضی نہین ہو کہ قیصر وکسریٰ دنیا لین اور ہم آخرت۔ مین نے عرض کی کیا آپنے ازواج کو طلاق دیدی؟ آپ نے کہا نہین۔ مین اللہ اکبر پکار اُٹھا۔ پھر عرض کی کہ مسجد مین تمام صحابہ مغموم بیٹھے ہین۔ اجازت ہو تو جا کر خبر کر دون کہ واقعہ غلط ہے۔

چونکہ ایلاء کی مدت یعنے ایک مہینہ گذر چکا تھا۔ آپ بالاخانہ سے نیچے اُتر آئے اور عام باریابی کی اجازت ہوگئی اسکے بعد ازان تخییر نازل ہوئی۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝	اے پیغمبر اپنی بیبیون سے کہدو کہ اگر تم کو دنیا کی زندگی اور دنیا کا زیب اور آرائش مطلوب ہے تو آؤ مین تمکو رخصتی جوڑے دیکر بطریق احسن رخصت کر دون اور اگر خدا اور رسول اور آخرت مطلوب ہے تو خدا نے اپنے نیکوکار بندون کے لیے بڑا ثواب مہیا کر رکھا ہے

(احزاب)

مہینہ ختم ہوچکا تھا آپ بالاخانہ سے نیچے اُترے اور چونکہ ان تمام معاملات مین حضرت حضرت عائشہ پیش پیش تھین اُن کے پاس تشریف لیگئے اور ارشاد الٰہی سے مطلع فرمایا۔ اُنھون نے کہا۔مین سب کچھ چھوڑ کر خدا اور رسول کو لیتی ہون تمام ازواج مطہرات نے بھی یہی جواب دیا۔

ایلاء۔تخییر۔مظاہرہ حفصہ و عائشہ۔یہ واقعات عام طور پر اسطرح بیان کیے گئے ہین کہ گویا مختلف زمانہ کے واقعات ہین اور اُن سے ایک ظاہر بین یہ دھوکا کھا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ازواج کے ہمیشہ ناگواری کے ساتھ بسر کرتے تھے لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ تینون واقعے ہم زمان اور ایک ہی سلسلہ کی کڑیان ہین صحیح البخاری باب النکاح ر باب موعظۃ الرجل لابنتہ) مین حضرت ابن عباس کی زبانی جو تفصیلی روایت ہے اسمین صاف تصریح ہے کہ مظاہرہ ازواج مطہرات سے انعزال۔افشاے راز۔آیت تخییر کا نزول سب ایک ہی سلسلہ کے واقعات ہین حافظ ابن حجر انعزال کے متعدد اسباب لکھ کر لکھتے ہین۔

و ھذا ھو اللائق بمکارم اخلاقہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسعۃ صدرہ وکثرۃ صفحہ وان ذلک لم یقع منہ حتی تکرر موجبہ منھن۔	آن حضرت صلعم کے مکارم اخلاق۔کشادہ دلی اور کثرت عفو کی یہی مناسب تھا۔اور آپ نے اُسوقت تک ایسا نہین کیا ہوگا جب تک ان (ازواج) سے اس قسم کی حرکتین متعدد بار ظہور پذیر نہوئین ہون۔

فتح الباری جلد ۹ ص ۲۵۴

مظاہرہ کے متعلق جو آیت نازل ہوئی اُس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بہت بڑی ضرر رسان سازش تھی جسکا اثر پر خطر تھا آیت مذکور یہ ہے۔

وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرًا۔	اور اگر وہ دونون (عائشہ وحفصہ) رسول کے برخلاف ایکا کرین تو خدا اُسکا مولی ہے جبرل اور نیک مسلمان اور ان سب کے ساتھ فرشتے بھی مددگار رہین۔

اس آیت مین تصریح ہے کہ اگر ان دونون کا ایکا قائم رہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مدد کو خدا جبرل اور نیک مسلمان اور اُن سب کے ساتھ فرشتے بھی مددگار رہین۔روایتون سے مظاہرہ کا جو سبب معلوم ہوتا ہے وہ صرف یہی کہ اُسکے ذریعہ سے وہ نفقہ کی توسیع چاہتی تھین یا اگر ماریہ قبطیہ والی روایت تسلیم کر لیجائے تو صرف یہ کہ وہ الگ کر دیجائین۔لیکن یہ ایسی کیا اہم

باتین تھین اور حضرت عائشہ اور حفصہ سے کسی قسم کی سازش ایسی کیا پر خطر ہو سکتی تھی جسکی مدافعت کے لیے ملاءِ اعلیٰ کی اعانت کی ضرورت ہو۔ اس بنا پر بعضون نے قیاس کیا ہے کہ یہ مظاہرہ کوئی معمولی نہین تھا۔ مدینہ منورہ مین منافقین کا ایک گروہ کثیر موجود تھا جنکی تعداد چار سو تک بیان کی گئی ہے یہ شریر النفس ہمیشہ اس تاک مین رہتے تھے کہ کسی تدبیر سے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خاندان اور رفقائے خاص مین پھوٹ ڈلوادین۔ ابن حجر نے اصابہ مین اُم جلدح کے حال مین لکھا ہے وکانت تحرش بین ازواج النبی صلعم وہ ازواج مطہرات کو برانگیختہ کیا کرتی تھی ایک دفعہ افک کے واقعہ مین اُنکو کامیابی کی جھلک نظر آچکی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پندرہ روز تک حضرت عائشہ سے کبیدہ خاطر رہے۔ حضرت حسان افک مین شریک ہوگئے تھے آنحضرت صلعم کی سالی حمنہ جو حضرت زینب کی بہن تھین سازش مین اُلجھی تھین۔ چنانچہ اس روایت کو سلاتیہ شہرت دیتی تھین حضرت ابوبکر نے اپنے ایک قریبی عزیز مسطح کو جو شریک تہمت تھے۔ مالی اعانت سے محروم کردیا تھا غرض۔ اگر حضرت عائشہ کی برارت پر وحی نہ آتی تو ایک فتنہ عظیم برپا تھا معلوم ہوتا ہے کہ جب ازواج کی کشمکش خاطر اور کبیدگی و تنگ طلبی کا حال منافقون کو معلوم ہوا تو انہوں نے اشتعال دیکر بھڑکایا ہوگا اور چونکہ مظاہرہ کی ارکان اعظم حضرت عائشہ اور حفصہ تھین اونکو خیال ہوا ہوگا کہ اُنکے ذریعہ سے اُنکے والدین حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو اس سازش مین شریک کرلینا ممکن ہے لیکن اُنکو یہ معلوم نہ تھا کہ ابوبکر و عمر حضرت عائشہ و حفصہ کو رسول کی خاک قدم پر قربان کر سکتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت عمر کو اذن ملا تو انھون نے پکار کر کہا کہ اگر ارشاد ہو تو حفصہ کا سر لیکر آؤن۔ آیت مین روئے سخن منافقین کی طرف ہے یعنی اگر عائشہ و حفصہ سازش بھی کرینگی اور منافقین اُن سے کام لینگے تو خدا پیمبر کی اعانت کے لیے موجود ہے اور خدا کے ساتھ جبرئیل و ملائکہ بلکہ تمام عالم ہے۔

اسقدر عموماً مسلم ہے اور خود قرآن مجید مین مذکور ہے کہ آنحضرت صلعم نے ازواج مطہرات کی خاطر سے کوئی چیز اپنے اوپر حرام کرلی تھی۔ اختلاف اسمین ہے کہ وہ چیز کیا تھی؟ بہت سی روایتون مین ہے کہ وہ ماریہ ایک کنیز تھین جنکو عزیز مصر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت مین بھیجا تھا۔ ماریہ قبطیہ کی روایت تفصیل کے ساتھ مختلف طریقون سے بیان کی گئی ہے جن مین یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلعم کا جو راز حفصہ نے فاش کیا تھا۔ انھین ماریہ قبطیہ کا تھا۔ اگرچہ یہ روایتین بالکل موضوع اور ناقابل ذکر ہین لیکن چونکہ یورپ کے اکثر مورخون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے معیار اخلاق پر حرف گیریان کی ہین۔ ان کا گل سرسبد یہی ہے۔ اس لیے اُن سے تعرض کرنا ضروری

اُن روایتون مین واقعہ کی تفصیل کے متعلق اگرچہ نہایت اختلاف ہے لیکن اسقدر سب کا مشترک ہے، کہ ماریۂ قبطیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موطؤہ کنیزون مین تھین اور آنحضرت صلعم نے حفصہ کی ناراضی کی وجہ سے اُنکو اپنے اوپر حرام کرلیا تھا۔ حافظ ابن حجر شرح صحیح بخاری تفسیر سورۂ تحریم مین لکھتے ہین۔

ووقع عند سعید بن منصور باسناد صحیح الی مسروق قال حلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لحفصۃ لا یقرب منہ

اور سعید بن منصور سے بسند صحیح جو مسروق پر منتہی ہوتی ہے یہ روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ سے قسم کھائی کہ مین اپنی کنیز سے مقاربت نکرونگا۔

اسکے بعد حافظ موصوف نے مسند ہیثم اور طبرانی سے متعدد حدیثین نقل کی ہین جنمین سے ایک یہ ہے

وللطبرانی من طریق الضحاک عن ابن عباس قال دخلت حفصۃ بیتہا فوجدہ یطاء ماریہ فعاتبہ

فتح الباری مطبوعہ مصر ص ۵۰۳ جلد ۸

اور طبرانی نے ضحاک کے سلسلہ سے حضرت عبد اللہ بن عباس روایت کی ہے کہ حضرت حفصہ اپنے گھر مین گئین تو آنحضرت صلعم کو ماریہ کے ساتھ ہم بستر دیکھا اسپر اُنھون نے آنحضرت صلعم پر عتاب کیا

ابن سعد اور واقدی نے اس روایت کو زیادہ بدنما پیرایون مین نقل کیا ہے۔ ہم اُنکو قلم انداز کرتے ہین لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ تمام روایتین محض افترا اور بہتان ہین۔ علامہ عینی شرح صحیح بخاری باب النکاح جلد ۹ ص ۲۴۵ مین لکھتے ہین۔

والصحیح فی سبب نزول الآیۃ فی قصۃ العسل لا فی قصۃ ماریہ المروی فی غیر الصحیحین و قال نووی ولم یات قصۃ ماریہ من طریق الصحیح

اور آیت کی شان کے باب مین صحیح روایت یہ ہے کہ وہ شہد کے واقعہ مین نازل ہوئی ہے۔ ماریہ کے قصہ مین نہین نازل ہوئی جو صحیحین کے سوا اور کتابون مین مذکور ہے نووی نے کہا ہے کہ ماریہ کا قصہ کسی طریقہ سے صحیح نہین ہے۔

یہ حدیث تفسیر ابن جریر۔ طبرانی۔ مسند ہیثم مین مختلف طریقون سے مروی ہے۔ ان کتابون مین عموماً جس قسم کے رطب و یابس روایات مین مذکور ہین اسکے لحاظ سے جب تک انکی صحت کے متعلق کوئی خاص تصریح نہو لائق التفات نہین۔ حافظ ابن حجر نے ان مین ایک طریقہ کی توثیق کی ہے یعنے وہ روایت جسکے آخر راوی مسروق ہین لیکن اولاً تو اس روایت مین ماریۂ قبطیہ کا مطلق نام نہین۔ صرف اسیقدر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ کے پاس قسم کھائی کہ مین اپنی کنیز کے پاس نجاؤنگا اور وہ مجھپر حرام ہے۔

علاوہ اسکے کہ مسروق تابعی ہین یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہین دیکھا تھا اسلیے یہ حدیث اصول حدیث کے رو سے منقطع ہے یعنے اسکا سلسلہ سند صحابی تک نہین پہونچتا۔ اس حدیث کے ایک اور طریقہ کو حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر مین صحیح کہا ہے لیکن اس طریقہ کے ایک راوی عبد الملک رقاش ہین جنکی نسبت دار قطنی نے لکھا ہے۔

کثیر الخطاء فی الاسانید والمتون — سندون مین اور اصل الفاظ حدیث مین بہت خطا کرتے

الحدیث یحدث عن حفظہ — ہین مرویات بین ھو لتے ہین۔

یہ امر مسلّم ہے کہ ماریہ کی روایت صحاح ستّہ کی کسی کتاب مین مذکور نہین یہ بھی تسلیم ہے کہ سورۂ تحریم کا ذکر ، شان نزول میں جو صحیح بخاری اور مسلم مین مذکور ہے یعنی شہد کا واقعہ قطعی طریقہ سے ثابت ہے امام نووی نے جو ائمہ محدثین مین سے ہین صاف تصریح کی ہے کہ ماریہ کے باب مین کوئی صحیح روایت موجود نہین حافظ ابن حجر اور حافظ ابن کثیر نے جن طریقون کو صحیح کہا انہین سے ایک منقطع اور دوسرے کا راوی کثیر الخطا ہے۔ ان واقعات کے بعد کون کہسکتا ہے کہ یہ روایت استناد کے قابل ہے یہ بحث اصول روایت کی بنا پر تھی۔ درایت کا لحاظ کیا جاے تو مطلق کد و کاوش کی حاجت نہین۔ جو رکیک واقعہ ان روایتون مین بیان کیا گیا ہے وہ ایک معمولی آدمی کی طرف منسوب نہین کیا جاسکتا نہ کہ اُس ذات پاک کی طرف جو تقدس ونزاہت کا پیکر تھا۔ سیرۃ النبی جلد اص ۳۹۰-۴۰۸

شبلی صاحب کی قلمکاریون کا انکشاف

واقعۂ ایلاء کی یہ طول وطویل تفصیل ہے جو شبلی صاحب نے اپنے طریقۂ خاص سے قلمبند فرمائی ہے۔ اسکے متعلق ہمارے تنقیدی نظریات حسب ذیل ہین۔

تمہید مین جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زاہدانہ معاشرت کی نسبت جو کچھ تحریر فرمایا گیا ہی اُس سے حرف بحرف مجھے اتفاق ہی لیکن آپکے اس زاہدانہ اور پاک وپاکیزہ معاشرت کو بدنام کرنیوالی آپ کی دو ایک بیبیاں یقین جنکی تخصیص ان آیات قرآنی مین موجود ہی۔ ورنہ یہ تعمیم تمام افراد ازواج پر شامل ہوجاتی۔

یہ بھی بالکل صحیح ہی کہ ازواج نہ معصومہ نہ محفوظہ عن الخطاء اسلیے اُن سے بشریت کے تقاضہ یا کجی فطرت کے باعث سے افعال ناروا یا اعمال ناسزا صادر ہوجائین تو کوئی تعجب انگیز وحیرت خیز نہین اسکی نسبت اتنی گذارش ہے کہ اُنکی فطرت وطبیعت سے تو واقعی تعجب انگیز نہین لیکن اس اعتبار اختصاصی سے کہ یہ حضرات اتنی مدت تک شرف ملازمت اور اعزاز مجالست ومخالطت سے مشرف ہوکر بھی اپنی اخلاقی کمزوریون کو درست

نفر ماسکین البتہ حیرت خیز بھی ہے اور تعجب انگیز بھی۔

یہ بھی درست ہے کہ حضرت جویریہ رئیس بنی المصطلق کی اور حضرت صفیہ رئیس خیبر کی صاحبزادیاں تھیں۔ لیکن ان رئیس زادیوں کے ساتھ حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان حضرت عائشہ بنت حضرت ابوبکر اور حضرت حفصہ بنت حضرت عمر کو عرب کی شاہزادیوں یا رئیس زادیوں میں شامل کرنا صرف آپ کی خوش اعتقادیوں کا اضافہ ہے۔ واقعیت سے اسکو سروکار نہیں۔ حضرت ابوبکر کی کوئی امتیازی معرفت نہیں کرائی گئی لیکن ابوسفیان کی رئیس قبیلہ اور حضرت عمر فاروق اعظم ہونیکی معرفت اعزازی کرائی گئی ہے۔

افسوس ہے کہ شبلی صاحب کے ایسا بینا کار محقق ابوسفیان کی امارت کفر کے گذشتہ اقتدار کو اسلام کے موجودہ امتیاز سے مقابل اور مساوی کرنا چاہتا ہے۔ اگر قریش ہونیکی نسبت کا خیال ہے تو باعتبار شرافت نسبی کے جیسی ام حبیبہ تھیں ویسی ہی جناب ام سلمہ۔ جناب سودہ اور جناب میمونہ اور جناب زینب وغیرہن رضی اللہ عنہن۔ ابوجہل کی زندگی تک تو ابوسفیان کی امارت کا پتا نہیں۔ ہاں احد سے حدیبیہ تک چار برس تک کفار قریش نے انکو اپنا امیر مقرر کیا تھا

افسوس ہے آپنے اپنی کتاب میں اس سے پہلے بھی اور اسوقت بھی انکی امارت کا حوالہ دیکر اہل اسلام کو سخت مغالطہ دینا چاہا ہے اور اسی مبتدا سے اپنے خلیفہ نجم امیر معاویہ کی امارت کی خبر نکالنی چاہی ہے

اب رہا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا امتیاز قبل اسلام عرب کے تمام کارنامے انکے امتیازی تفصیل و بیان سے بالکل خالی ہیں۔ ہاں قریش سب لکھتے ہیں جیسے یہ بزرگوار تھے ویسے اور تمام حضرات یہ امتیاز خاص کیسا؟ باقی رہا صدیق و فاروق اعظم ہونیکا امتیاز۔ یہ آپکا خاص عطیہ ہے۔ اور اس کا آپ کو ہمیشہ ہر وقت اختیار ہے جسکو چاہیں بنادیں۔ غیر اقوام و مذاہب کے محققین اسے کیوں ماننے لگے۔ ہوں گے تو آپکے فاروق اعظم وہ کیوں ماننے لگے۔ امتیاز و اعزاز مسلمہ ہونے چاہیے اور انھیں پر اظہار مفاخرت صحیح ہوتا ہے مثلاً۔ حضرت جویریہ اور حضرت صفیہ کے شاہزادیاں ہونے میں کسیکو بھی عذر و کلام نہیں۔ نہ اہل اسلام کو اس سے انکار ہے اور نہ غیر اقوام کو بخلاف انکے حضرت عائشہ اور حفصہ کے جب نام لیے جائینگے تو وہ صاف صاف کہدینگے۔ یہ کہاں کی شاہزادیاں آئیں؟ ہم کیا جانیں صدیق اکبر کون تھے؟ اور فاروق اعظم کون؟۔

خیر ہم اس مقام پر اس بحث کو کہ اصلی صدیق اکبر اور حقیقی فاروق اعظم زبان رسالت نے

کیسے کہکر بتلایا ہے۔ اٹھانا نہیں چاہتے اور تھوڑی دیر کے لیے حضرت عائشہ اور حفصہ کو دوسرے عرب کے بڑے گھروں کی صاحبزادیاں بھی تسلیم کر لیتے ہیں تو کیا فائدہ ؟ جو واقعات زیر بحث ہیں ان میں ان دونوں خواتین کی ایسی اخلاقی کمزوریاں ثابت ہوتی ہیں جنکی وجہ سے انکا شمار ادنی کے نسوانی طبقات میں کیا جائیگا

آپکا یہ لکھنا کہ بشریت کے اقتضار سے ان میں منافست بھی تھی اور حریف کے مقابلہ میں اپنے رتبہ اور شان کا بھی خیال رہتا تھا۔"

اگر یہ تصریح حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کی نسبت تو صحیح ہے۔ اسلیے کہ ان تمام واقعات کی مخاطب اصلی یہی ہیں مگر آپ تو اس کو سخت مغالطہ دہی کے طریقہ سے تعمیم کے خاص پیرایہ میں لکھتے ہیں جسے دیکھکر دیکھنے والے سمجھ جائیں کہ آنحضرت صلعم کی تمام بیبیاں جنکے نام آپنے خاص کر اپنی مغالطہ دہی کی ضرورت سے لکھے ہیں ان عیوب میں مبتلا تھیں۔ آپکا تمام ازواج کو شامل کرنا تمام مسلمانوں کو الفاظ و ارشاد قرآنی کے خلاف دھوکا دینا ہے جیسا کہ بہت جلد آگے بیان ہوتا ہے۔

آپ کا یہ بیان کہ (ازواج) کو ہر ایک کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ جو شدید محبت تھی وہ باسا یہ ترانمی لپسندم۔ کے حد تک پہونچی ہوئی تھی۔

رقابت کے فطرتی شائبہ محبت کے اعتبار تک تو صحیح ہے لیکن عام محبت کی حقیقت کو نہیں ثابت کرتا اسمیں تعمیم کا طریقہ بھی غلط ہے تخصیص چاہیے جنکو تھی انکو تھی جنکو نہیں تھی انکو نہیں تھی۔ اگر آنحضرت صلعم کے ساتھ سب کو محبت شدید بدرجہ مشتاقی ہوتی تو اتنے بڑے طول و طویل داستان نا قابل بیان اور قضیہ نا مرضیہ کی نوبت ہی کیوں آتی۔ شبلی صاحب غضب کی جرأت کرتے ہیں کہ تمام سیرت و تاریخ۔ تفسیر و حدیث کی مرویات کے خلاف واقعہ ایلاء میں حضرت عائشہ و حفصہ کے ساتھ حق ناحق اور ازواج کو شامل بتلا کر خواہ مخواہ خدا کے گنہگار بنتے ہیں۔

اسکے بعد آپ اس واقعہ کو اپنی خودغرضانہ ضرورت سے اپنے خاص الفاظ میں اختصار کے ساتھ لکھتے ہیں۔

لیکن ہم اسی کو تسلیم کر کے لکھتے ہیں کہ مسلمان تو مسلمان غیر اقوام و مذاہب کے سنجیدہ اور فہمیدہ اشخاص اس قصہ کو آپ ہی کے الفاظ میں حضرت عائشہ اور حفصہ کی ان عیارانہ تدبیروں اور حیلوں کی تفصیل کے ساتھ پڑھکر۔ اگرچہ وہ سوتیا ڈاہ (رقابت) ہی کے سبب سے کیوں ہو کیا تعجب نہ کرینگے کہ رسول اللہ صلعم کے ایسے اشرف اولاد آدم رحمت عالم اور اخلاق مجسم کی گھر کی بیبیاں ایسی حیلہ سازیوں اور حرفت بازیوں میں مشاق تھیں کہ انکو نہ جھوٹ بولنے میں کوئی تامل تھا اور نہ اپنے مقدس شوہر کے خلاف سازش کرنے

شرم تھی اور نہ اُس پر اتہام لگانے مین حجاب۔ ان ھذا الشیٔ عجاب

علامہ عینی نے ان مشکلات کا حضرت عائشہ کی کمسنی کی بنا پر۔ عذر بدتر از گناہ نکالا ہے جسکو آپنے خود مسترد فرما دیا ہے اسلیے مجھکو اُسکی نسبت لکھنے کی ضرورت نہین مگر اتنی یاددہانی ضرور ہے کہ عینی صاحب حضرت حفصہ کے لیے کچھ بھی نکر سکے آپ نے عینی صاحب کا جواب مسترد فرماکر اسواقعہ پر جو روشنی ڈالنا چاہی ہے اُسکے الفاظ یہ ہین۔

ہمارے نزدیک مغافیر کے پھولون کی بو کا اظہار کرنا کوئی جھوٹ بات نہین تھی تمام روایتون سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لطیف المزاج تھے اور رائحہ کی ذراسی ناگواری کو برداشت نہین کرسکتے تھے۔ مغافیر کی پھولون مین اگر کرختگی[1] ہو تو تعجب کی بات نہین۔

شبلی صاحب یہ سب کچھ صحیح کہ جناب سرور کائنات صلعم لطیف المزاج تھے اور رائحہ کی ذراسی ناگواری کو برداشت نہین کرسکتے تھے یعنے بدبو سے تنفر۔ خوشبو کے شایق۔ مغافیر کے پھولون مین کرختگی ہوتی ہے لیکن شبلی صاحب یہ سمجھ مین نہین آتا۔ جیساکہ آپ تحریر فرماتے ہین کہ ہمارے نزدیک مغافیر کے پھولون کی بو کا اظہار کرنا کوئی جھوٹ بات نہین۔ کیسے صحیح ماناجاسکتا ہے۔ ہم اکیلے نہین بلکہ خود آپ کے مرقومہ الفاظ۔ آپ کے تمام علما اتقیا کی کتابین پکار رہی ہین کہ یہ سفید جھوٹ ہے۔ جیساکہ آپکے یہ خاص الفاظ بتلا رہے ہین ملاحظہ ہو۔

حضرت عائشہ کو رشک ہوا۔ حضرت حفصہ سے کہا کہ رسول اللہؐ صاحب ہمارے یا تمھارے گھر مین آئین تو کہنا چاہیے کہ آپ کے مُنھ سے مغافیر کی بو آتی ہے۔"

کہیے شبلی صاحب۔ واقعیت کیا کہتی ہے حقیقت کیا بتلا ہے۔ رسول اللہ صلعم زینب کے یہان سے شہد پیکر آئے تھے یا مغافیر کے پھولون کا شربت۔ اگر صرف شہد پیکر آئے تھے جیساکہ آپ اور آپکے تمام علما لکھکر بتلاتے ہین تو آپ کی صدیقہ حضرت عائشہ جھوٹ بولین اور آپ بھی انکی برأت مین صریح جھوٹ بولے۔ اگر واقعی مغافیر کا شربت پیکر آنا ثابت ہو تو البتہ حضرت عائشہ کا قول اور آپ کی تاویل دونون صحیح ہین لیکن اسی کے ساتھ یہ مشکل آپڑتی ہے کہ بقول آپ کے اگر مغافیر کی بو کا اظہار کرنا کوئی جھوٹ بات نہین تھی صحیح ہے تو پھر رسول اللہ صلعم کی یہ ناراضی اور ناگواری اور خداوندعالم کی اعانت و مددگاری کی طول طویل تفصیل جو قرآن مجید کے ایک خاص سورہ مین مذکور ہے۔ بالکل بلاوجہ اور محض بے ضرورت ہوجاتی ہے۔ ان ھذا البعد الابعاد

---

[1] کرختگی۔ بدبو کی تعسیل بالمعنی ہے۔ مگر شبلی صاحب مغافیر کے اصل معنے کو کیا کرینگے جو ایک بدبودار پھول ہوتا ہے جسکو ہندوستان مین اندرائن کہتے ہین۔ المؤلف

شبلی صاحب کی ناحق کوشی اور حقیقت سے چشم پوشی - آخر کہان تک مغافیر کی نسبت تو آپ نے مغالطہ دیکر جھوٹ کو سچ بنانے کی کوشش کی لیکن ایلا کرنے اور سازش کرنے کی نسبت آپ سے بھی کچھ نہ چلی آخر چار ناچار آپ کو بھی اس جرم کا اقرار کرنا ہی پڑا آپ کے الفاظ یہ ہین -

البتہ ازواج کا ایلا کرنا بظاہر محل اعتراض ہو سکتا ہے - ،، کمال افسوس ہے کہ اس اعتراف مین بھی آپ نے پھر عام مغالطہ دہی سے کام لینا چاہا ہے اور ازواج کا لفظ عام لکھکر اسکی عمومیت سے بیجا فائدہ اُٹھانا چاہا ہے آپ ابتدا ہی سے اس بحث مین بار بار عام مغالطہ دہی کے طریقہ پر عمل پیرا ہوتے ہین اور ہم ہر ایک مقام پر آپ کی اُن مغالطون کا انکشاف کرتے آتے اور بتلاتے آتے ہین کہ اس واقعہ مین سازش بھی - ایلا تھا - تہمت بھی - الزام تھا اور اتہام تھا وہ صرف حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کا چنانچہ آپ کے خاص الفاظ وعبارت سے ہم صرف انھین دونون خواتین کی صلاح ومشورۃ اور حیلہ وتدبیر اوپر لکھ آئے ہین پھر آپ ایسا مجمل اور مبہم لفظ کیون لکھتے ہین؟ اور ایسا خلاف واقع بیان کیون کرتے ہین؟ جو دیگر ازواج رسول مقبول صلعم کے شمول پر بھی محمول ہو سکتا ہے - آپ اگر حقیقت نگار محقق اور غیر جانبدار مورخ ہین تو تخصیص کرکے لکھتے انصاف اور اظہار حق کے تو یہ معنی ہین کہ مجرمین مخصوصین کے نام لکھدیجیے کہ واقفیت عام ہوجائے - مگر نہین آپ نے اپنی کمال حیلۃ القلمی اور ذوجہتی کی ترکیب سے ازواج کا مجمل وخاص لفظ رکھا ہے - جو دو سے لیکر دو ہزار ازواج کے لیے بھی مستعمل ہو سکتا ہے - اور مُدعا یہ ہے کہ جب تعریض کرنے والے آپ پر اعتراض کرین تو آپ صاف صاف کہکر نکل جائین کہ ازواج کا لفظ انھین دونون خواتین کی نسبت آیا ہے اور اگر کوئی اعتراض نکرے اور نہ پوچھے تو مطلب اول حاصل ہے دنیا سمجھے گی کہ اس جرم کی یہی دو خواتین مجرم نہین ہین بلکہ تمام ازواج قصور مین شامل ہین - انصاف سے فرمائیے - مولف کے لیے یہ کیسی شرمناک تحریر ہے - اسکے آگے لکھا گیا ہے -

اسی زمانہ مین یہ واقعہ پیش آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی راز کی بات حضرت حفصہ سے کہی اور تاکید کر دی کہ کسی سے نہ کہنا لیکن انھون نے حضرت عائشہ سے کہدیا اُسپر یہ آیت اُتری -

اذا اسر النبی الی بعض ازواجہ	جبکہ پیغمبر نے اپنی بعض بی بیون سے راز کی بات
حدیثا فلما نبأت بہ واظھرہ اللہ علیہ	کہی اور انھون نے فاش کردی اور خدا نے پیغمبر کو
عرف بعضہ عن بعض فلما نبأھا بہ	اسکی خبر کردی تو پیغمبر نے اسکا کچھ حصہ اُن سے کہا

قالت من انباک هذا قال نبأنی العلیم الخبیر

اور کچھ چھوڑ دیا پھر جب اُن سے کہا تو انھوں نے کہا آپ کو کس نے خبر دی پیغمبر نے کہا مجھ کو خدائے عالم وخبیر نے خبر دی۔

شکر رنجیاں بڑھتی گئیں اور حضرت عائشہ وحفصہ نے باہم مظاہرہ کیا۔ یعنے دونوں نے اس امر پر اتفاق کیا کہ دونوں ملکر زور ڈالیں۔ اسپر حضرت عائشہ اور حفصہ کی شان میں یہ آیتیں اُتریں۔ سیرۃ النبی

یہاں سے شبلی صاحب نے گویا اپنی تمہید کی تفصیل مُدّعا شروع کی ہے اور آپ نے اپنی قلم آئیوں سے اس واقعۂ ناشنوا کا یوں سلسلہ قائم کرنا چاہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناگواری کی ابتدا ازواج کے مطالبات توسیع نفقات کے معاملہ سے شروع کی ہے۔

یہ آپ کا ایسا دعوی ہے جسکی کوئی دلیل آپ نے پیش نہیں کی ہے۔ اگر یہ واقعہ ہے تو آپنے اسکی تفصیل کسی روایت سے دکھلائی ہوتی کہ فلان وقت اور فلان مقام پر ازواج مطہرات نے انفرادا یا اجمالا اپنے اپنے نفقات کی رقمیں بڑھانے کے لیے رسول اللہ صلعم کو اسقدر تنگ کیا جو آپ کی ملالت خاطر کا باعث ہوا اور یہ آیت اتری۔ آپ نے اپنے اس دعوی کی تمہید کی تائید میں نہ کوئی ایسا واقعہ پیش کیا اور نہ کوئی روایت نقل کی پھر ازواج رسول پر اتہام نہیں ہوا تو کیا؟ ہم عرض کرتے ہیں کہ یہ مطالبات بھی انھیں دونوں خواتین کی طرف سے ثابت ہوتے ہیں۔ جیسا کہ بہت جلد آگے بیان ہوتا ہے۔

آپ کا یہ لکھنا کہ یہ دونوں (عائشہ وحفصہ) نے ملکر اسپر اتفاق کیا کہ دونوں ملکر زور ڈالیں خود آپ کی گذشتہ عبارت اقرار واعتراف کے خلاف ہے۔ آپ اوپر لکھ چکے ہیں کہ ان دونوں کا اتفاق بوئے مغافیر کہنے کے لیے ہوا تھا۔ پھر یہاں نفقہ کے اضافہ کے لیے کیسے ہو جائیگا ع ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ شبلی صاحب اپنی غلط کاریوں کی تیاریوں کے وقت آگے پیچھے کا بھی خیال رکھا کیجیے۔

اسکے آگے آپ نے یہ آیت لکھی ہے جو حضرت عائشہ اور حفصہ کی شان میں اتری ہے۔

ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما وان تظاهرا علیه فان اللہ هو مولٰه وجبریل وصالح المؤمنین والملٰئکة بعد ذلک ظهیرا

اگر تم دونوں خدا کی طرف رجوع کرو تو تمھارے دل مائل ہو چکے ہیں اور اگر ان (یعنے رسول) کے مقابلہ میں ایکا کرو تو خدا اور جبریل اور نیک مسلمان اور سب کے بعد خدا کے فرشتے رسول اللہ صلعم معین ومددگار ہیں

اسکے بعد یوں خامہ فرسائی فرمائی گئی ہے۔

حضرت عائشہ اور حفصہ نے جن معاملات کی وجہ سے انکار کیا تھا وہ خاص تھے۔

خیریت ہے اور بہت ہی غنیمت ہے کہ آپ نے اپنی تیار کردہ خلط بحث اور معجون مرکب کی اسقام پر صفائی کردی یہ آپ کی توفیق تو تھی ہی نہیں۔ بلکہ اصل واقعہ کی حقیقت تھی جو کسی سے چھپائے چھپی ہو نہ چھپے گی۔ اسقام پر کیا اس سلسلہ کے اکثر مقامات پر ایسے ہی حقیقت اپنا کام کرگئی ہے اور آپ اُسے چھپاتے ہی رہ گئے ہیں میں نے اُن مجلدات میں تمام ایسے مقامات پر آپ کو بتلادیا ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ آپ اُسے کسی طرح چھپا ہی نہیں سکتے تھے اب دیکھیے کہ آپ ہی کے اقرار واعتراف سے خود ثابت ہوگیا کہ حضرت عائشہ اور حفصہ نے جن معاملات میں انکار کیا تھا وہ خاص تھے اور قرآن مجید میں اسی ایکے اور سازش کا مذکور ہے اور اسی ارتکاب جرم میں سورہ کا سورہ عتاب انگیز خطابات میں نازل فرمایا گیا ہے۔ تو اب آپ اور آپ کے مؤیدین اور تمام انصاف پسند ناظرین بتلادیں کہ جب یہ جرم انھیں دونوں خواتین کے تھے اور یہ معاملات خاص انھیں کے تھے تو پھر دوسری ازواج مطہرات کو سمیٹنا اور انکی خانہ داری کی خفیف شکایتوں کو بھی اسی سلسلہ میں لپیٹنا کسی دیانت دار اور غیر جانب دار محقق کا کام ہوسکتا ہے۔

لیکن افسوس ہے کہ اس اعتراف کے بعد بھی شبلی صاحب اپنی عادت خاص سے باز نہیں آتے اور اسی مغالطہ دہی کے قدیم طریقہ سے کام لیتے ہیں۔ "اور حقیقتاً حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کی برات کے لیے سوا سے ان حیلۃ القلیلون کے آپ کے پاس کوئی دوسرا ذریعہ ہے اور نہ وسیلہ۔ چنانچہ اسکے بعد لکھا جاتا ہے

لیکن توسیع نفقہ کے تقاضہ میں تمام ازواج شریک تھیں۔

میں کہتا ہوں ہوا کریں۔ اس سے کیا۔ قرآن میں تو جو وہ فرد جرم قائم ہے وہ آپ کے اعتراف کے مطابق انھیں دونوں خواتین خاص کے متعلق ہے اور جو وجہ اور صورت بیان کی گئی ہے وہ آپ کے اقرار کے موافق انھیں دونوں کا ایکا ہے۔ اور وہ ایکا بھی آپ ہی کی تحریر کے رو سے انھیں کے خاص معاملات تھے تو پھر اس تخصیص تفصیل و تشریح کے بعد توسیع نفقہ کے تقاضہ کا ذکر تعمیم۔ جو نہ کہیں قرآن کے ان آیات میں مذکور ہے اور نہ مسطور خواہ مخواہ بار بار بلا ضرورت سلسلہ بحث میں داخل کرنا۔ ایکی صریح مغالطہ دہی اور حضرت عائشہ و حفصہ کی کھلی کھلی جانبداری نہیں تو اور کیا ہے؟

اس سے بڑھکر تو قیامت کی تحریف آپ نے اس آیت کے ترجمہ میں کی ہے صغت قلوبکما کے معنی لکھے ہیں۔ تمھارے دل مائل ہو چکے ہیں نہیں معلوم صغت کے یہ معنی معکوس آپ نے عربی کی کس لغت میں دیکھے ہیں صغت کے معنی بطور مسلمہ کج ہوجانے کے متقدمین سے لیکر متاخرین تک

سب نے لکھے ہین اور بتلائے ہین۔ ایک آپ ہی قرآن کے ترجمہ کرنے والے نہین ہین اور نہ عربی کو اُردو مین معنی بتلانے والے سب کو جانے دیجئے۔ آپکے ہمسر ترانہ و ہم نوا ہم خیال و ہم ہوا شمس العلما حافظ نذیر احمد صاحب نے اس فقرہ قرآنی کا یہی ترجمہ کیا ہے۔ ملاحظہ ہون انکے الفاظ۔

تم دونون نے کج رائی اختیار کی ہے قرآن مترجم مطبوعہ مطبع انصاری دہلی ص ۶۹۵

اگرچہ یہ بھی لفظی ترجمہ نہین ہوا لیکن مفہوم درست و صحیح ہے آپنے تو ترجمہ مین صریح تحریف کی ہے۔ لفظ کے اصلی معنی ہی بدل دیے اور مطلب خداوندی ہی کو معکوس کر دیا۔ غضب کی دلیری ہے اور قیامت کی جسارت

تو کاری زمین را نکو ساختی کہ بر آسمان نیز پرداختی

لفظی ترجمہ یہ ہوا ٹیڑھے دل ہوگئے ہین تم دونون کے۔ آپ اسکی جگہ بتلاتے ہین۔ تم دونون کے مائل ہو چکے ہین،، معاذ اللہ مطالب قرآنی اور مقاصد ربانی کو سیدھے معانی کو اُلٹا کر دیا اس انقلاب کا کہین ٹھکانا ہے۔ اور اس معصیت کی کوئی حد ہے سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

شبلی صاحب کا اس آیہ کے اصلی مخاطب اور اُنکے عملیات کو لکھ لکھ کر مکر جانا اور اتنے اعتراف کے بعد پھر انحراف کر جانا بھی قابل تنقید ضرور ہے اسلیے کہ آپ ان ترکیبون سے ڈھکے پردے سائر ازواج کو اُسکے مفہوم مین سمیٹے لیتے ہین اور سلف صالحین سے لیکر اسوقت تک کے علما و محدثین کے مسلمات مطالب و معانی کے خلاف ایک جداگانہ مطالب و معانی بتلانا چاہتے ہین۔ اب ہم آپ کو اس آیہ کے معنی اور اُسکے مخاطب اصلی کی تصدیق خاص حضرت عمر کی زبانی، کھلا دیتے ہین جسکے بعد ہمکو یقین ہے کہ پھر آپ کو یا آپکے مؤیدین و معتقدین مین سے کسی فرد واحد کو اسکے غلط معنی لگانے پر آیندہ جرأت نہو سکے گی۔ دیکھیے امام جلال الدین سیوطی نے تفسیر درمنثور مین صحیحین کے حوالہ سے اس آیہ کی تحت مین لکھا ہے

اخرج البخاری ومسلم والترمذی عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال لم ازل حریصا علی ان سأل عن عمر رضی اللہ عنہ عن المرأتین من ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللتین قال اللہ تعالی ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما حتی حج عمر وحججت معہ فلما کان ببعض الطریق عدل عمر

بخاری، مسلم اور ترمذی وغیرہم نے ابن عباس روایت کی ہے کہ مین ہمیشہ اس بات کو حضرت عمر سے دریافت کرنے کی خواہش رکھتا تھا کہ ازواج رسول مین سے وہ کون دو عورتین ہین جنکی نسبت اللہ تعالی نے قرآن مجید مین فرمایا ہے کہ تم توبہ کرو تمھارے دل ٹیڑھے ہوگئے مگر موقع دریافت کرنیکا نہین ملتا تھا۔ اتفاقاً ایک بار سفر حج مین میرا اور حضرت عمر کا ساتھ ہوگیا۔

وعدلت معه بالاداوة فتبرز ثم اتی فصببت علی یدیه فتوضأ فقلت یا امیر المومنین من المرأتان من ازواج النبی صلعم اللتان قال الله تعالی لهما ان تتوبا الی الله فقد صغت قلوبکما فقال واعجبا لك یا ابن عباس هما عائشة وحفصة (بحوالہ احمدی صفحہ)

واپسی کے وقت اثنائے راہ میں حضرت عمر حسب ضرورت پیچھے پھرے تو میں بھی انکے ساتھ ظرف آب لیے ہوئے پھرا حضرت عمر رفع ضرورت کے لیے گئے اور جب آئے تو میں نے اُنکے ہاتھوں پر پانی ڈالا۔ اُنھوں نے وضو کیا۔ اسوقت میں نے پوچھا یا امیر المومنین ازواج رسول صلعم میں وہ دو عورتیں کون ہیں جنکے متعلق اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ توبہ کرو تم دونوں کے دل ٹیڑھے ہو گئے ہیں حضرت عمر نے فرمایا کہ اے ابن عباس تعجب ہے کہ تم نہیں جانتے ہو۔ وہ دونوں عورتیں عائشہ و حفصہ ہیں۔

اس کے بعد شبلی صاحب۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ازواج سے کنارہ کش ہوجانا پھر زخم ساق پا کی وجہ سے بالاخانہ پر تنہا نشین ہوجانا بیان کرتے ہیں۔

ازواج سے مہینہ بھر علٰحدہ رہنے کا واقعہ تو مسلمہ ہے۔ لیکن انھیں دنوں آپ کے ساق پا پر زخم لگنے کی روایت میری نظر سے نہیں گذری اور آپنے حوالہ بھی نہیں دیا۔ حاشیہ کی عبارت میں بھی صرف مشربہ کے لغوی اور اصطلاحی معنی پر روشنی ڈالی گئی ہے اسلیے تا وقتیکہ اصل ماخذ کی عبارت نہ دیکھی جائے یہ معلوم ہونا دشوار ہے کہ آنحضرت صلعم حقیقتًا اُن دنوں زخمی ہوئے تھے یا نہیں۔

اسکے بعد شبلی صاحب حضرت عمر کی پُر اثر اور دلچسپ نقل بیان کرتے ہیں جسمیں اُنکے ازواج کے طلاق کی خبر سُنکر اضطرابات التہاب کی تفصیل ہے اور پھر بار بار کی التجائے بے انتہا کے بعد۔ خدمت رسالت میں اُنکی باریابی اور پھر عدم طلاق ازواج کا مژدہ سُنکر موصوف کی لاانتہا مسرت۔ آنحضرت صلعم کی ازواج کو معافی اور بالاخانہ سے آنحضرت صلعم کی تشریف آوری قلمبند ہے۔

قبل اسکے کہ ہم اس واقعہ میں حضرت عمر کے عملیات پر نظر ڈالیں ہم اس واقعہ کے ابتدائی حصہ پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں جس سے آپنے اصل معاملہ پر روشنی پڑنے کا یقین کیا ہے۔ ہمکو تعجب ہوتا ہے کہ آپنے اسے کیوں لکھا؟ کیونکہ یہ واقعہ آپکے مفید مطلب نہیں ہوتا۔ اسلیے کہ اسکی تفصیلات سے آپکے اس مختار کی کہ ایلاء کے اسباب وقوع میں سب ازواج تھوڑی بہت شریک تھیں اور قریب قریب سب خدمت رسول میں شوخی اور گستاخی سے مخاطبہ و مکالمہ کرتی تھیں۔ پوری تردید ہوتی ہے۔ کیونکہ ابتدائی حصہ واقعہ سے تو صرف حضرت حفصہ کی شوخ طبعی اور تیز کلامی کی تصدیق ہوتی ہے چنانچہ اُنکے والد ماجد اپنی زوجہ سے صاحبزادی کی گستاخیوں کی خبر پاکر

اُسکے پاس خود جاتے ہین اور حقیقت حال بیان فرماتے ہین۔ صاحبزادی خود اقرار کرتی ہین۔ آپ خود انکے بیان کو ان الفاظ مین بیان کرتے ہین۔

> حضرت عمر کا بیان ہے کہ مین حفصہ کے پاس آیا اور پوچھا کہ کیا تو واقعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رات بھر روٹھی رہتی ہے حفصہ نے اقرار کیا۔ مین نے کہا تجھکو یہ خیال نہین کہ رسولکی ناراضی خدا کی ناراضی ہے بخدا رسول اللہ صلعم میرا خیال کرتے ہین ورنہ تجھکو طلاق دیچکے ہوتے۔

والدین کی زبانی اور خود حضرت حفصہ کے اعتراف سے خدمت رسول مین اُنکی شوخیان اور گستاخیان ثابت ہین اور روٹھنے اور منھ پھلا کر بیٹھ رہنے کی تُنک مزاجیان اُنکے ساتھ ملالیجائین تو ثابت ہوجاتا ہے کہ ان تمام ناگفتہ بہ واقعات کا باعث فساد کون ہے؟ وہی حفصہ! انکے ساتھ حضرت عائشہ کی مشارکت نے سونے مین سہاگہ کا کام دیدیا اور باہمی دونون کی مشارکت ومشورت نے اس دائرہ فساد اور زائرہ عناد کو وسعت دیکر صاف صاف ایکیے اور سازش کی پُرخطر صورت قائم کردی جسکی تنبیہ وتفصیل جناب باری عز اسمہ کو باآخر قرآن مجید مین فرمانی ہوئی، چونکہ سب جانتے تھے کہ صرف حضرت حفصہ کی سور مزاجی سے یہ بات بڑھی ہے اور یہ فساد اُٹھا ہے اس لیے حضرت عمر پر یہ اضطرابی حالت اور انتہائی کیفیت خاص طاری تھی جیسا کہ موصوف کا بار بار خدمت رسول مین جانا۔ اذن حاضری مانگنا۔ غیر ماذون ہوکر مایوسانہ طریقہ سے مسجد مین واپس آنا۔ پھر مضطرب ہوکر وہان سے دولت سرا سے نبوت پر جانا۔ خود اُنکی زبانی نقل فرمایا۔ اسی سے ہر شخص باسانی سمجھ لیگا کہ بخلاف اور صحابہ کرام کے۔ صرف آپ ہی کو اس خبر طلاق ازواج کی کیون فکر پڑی تھی۔ اور کیون اتنا تردد وانتشار لاحق حال تھا؟ اسکی وجہ وہی حضرت حفصہ کا خاص الخاص باعث فساد ہونا۔ اور اسکی اہمیت کو وہ خاص طور پر خود جانتے تھے چنانچہ بقول شبلی صاحب کے وہ خود حفصہ کے منھ پر کہہ چکے تھے کہ رسول اللہ صلعم کو نو صرف میرا خیال ہے ورنہ تجھے طلاق دیچکے ہوتے۔ جب حضرت عمر خود اپنی زبانی صاحبزادی کی یہ ثنا خوانی فرماتے ہین تو اب مجھکو یا کسی دوسرے کو اسکے متعلق زیادہ تشریح کی ضرورت نہین۔

اب ہم حضرت عمر کے خاص عملیات پر نظر ڈالتے ہین تو معلوم ہوتا ہے کہ اس امر خاص مین جناب کا منصب تو بہت ہی نازک تھا۔ کیونکہ ایک طرف لڑکی تھی تو ایک طرف داماد۔ داماد بھی کون؟ جسکی اطاعت وفرمانبرداری کا قلادہ اپکی گردن مین تھا۔ اگر لڑکی کی محبت زنجیر پا تھی تو داماد کیطرف اطیعوا الرسول کی ہتکڑی لگی تھی۔۔ ایسی حالت مین جناب کو سوائے سکوت کے اور کچھ بھی نکرنا تھا۔ اس موقع پر آپ کو حضرت

ابوبکر کے طرز عمل کی تقلید ضروری تھی۔ دیکھئے وہ بزرگوار۔ باوجودیکہ آپکی صاحبزادی حضرت عائشہ بھی اسی مرض میں مبتلا تھیں۔ مگر جناب موصوف نے معاملہ کی نزاکت۔ واقعہ کی رکاکت اور اپنے منصب کی خصوصیت کو سمجھکر خموش بیٹھے رہے جیساکہ جناب خود چشم دید فرماتے ہیں کہ مسجد میں دیگر صحابی کے ساتھ بیٹھے ہوئے رو رہے تھے اور حقیقتاً اسکے سوا اور کر ہی کیا سکتے تھے لیکن انکے طرز عمل کے خلاف آپ ادھر سے اُدھر وارفتہ و سرگشتہ پھر رہے تھے ع جب درد نہیں سر میں تو دردسری کیسی۔

ہم نے عرب کے قدیم وجدید تمدن اور معاشرت کے احوال میں کسی مرد شریف کو زن وشو کے خاص معاملات میں عام اس سے کہ وہ اپنی بیٹی اور داماد ہی کیوں نہوں ایسی مضطربانہ مداخلت کرتے ہوئے نہ دیکھا ہے نہ پڑھا ہے اور نہ سُنا ہے حضرت عمر نے اس بشیرانہ مداخلت پر اتنی جرأت کرلی کہ حضرت ام سلمہ سے بھی دریافت کرنے چلے گئے لیکن اُس مشہور غیور محترمہ نے اگر بہ الکشتن روز اول کے زرین اصول پر اسی وقت ان سے ڈانٹ کر کہدیا۔ عمر۔ تم ہر معاملے میں دخل دیتے دیتے اب رسول اللہ اور انکے ازواج کے معاملات میں بھی دخل دینے لگے۔ یہ سُنکر حضرت عمر خموش ہوگئے اور چلے آئے۔ سیرۃ النبی جلد اول

حضرت عمر کی اس بشیرانہ اور وارفتارانہ مداخلت کے ثبوت میں یہی ایک واقعہ کافی ہے جسکو ام المؤمنین حضرت ام سلمہ کا پایۂ اعزاز تو بہت ہی عالی ہے ایک معمولی درجہ کا شریف شخص بھی پسند کریگا اگر آپ کی اس مداخلت بیجا میں جواز کا کچھ بھی جز ہوتا۔ یا مناسبت موزونیت کا کوئی پہلو ہوتا تو حضرت عمر کے ایسا آدمی ایک عورت (ام سلمہ کی ڈانٹ سے نہ بھاگ جاتا۔ ان سے نہیں تو دوسری ازواج کے پاس جاتے اور پوچھ آتے آپ کی اس موقع پر خاموشی اور گریز پائی اس امر کی کافی دلیل ہے کہ جناب موصوف اپنے طرز عمل کی کمزوری کو خود سمجھ رہے تھے۔

شبلی صاحب یہاں بھی اپنی خود غرضانہ مغالطہ دہی سے نہ چوکے۔" آپنے حضرت ام سلمہ کی اس زجر و توبیخ کو ایسے الفاظ و عبارت میں بیان کیا ہے کہ نعوذ باللہ۔ محترمہ موصوفہ کے اوپر بھی اس امر میں شرکت کا شبہہ پیدا ہوجائے کیونکہ ابتدا ہی سے آپ اس واقعہ میں کسی نہ کسی طرح تمام ازواج کو شامل کرنیکی کوشش فرمارہے ہیں اور ہم نے ان تمام مقامات پر جہاں جہاں اس مغالطہ دہی سے کام لینا چاہا ہے۔ آپ کی ان قلمکاریوں کی تردید و تنقید کردی ہے۔ اسی طرح پھر آپ کو لکھکر بتلائے دیتے ہیں کہ تاوقتیکہ قرآن مجید سے آپ کُما کی ضمیر جو مخصوص دو عورتوں کی تخصیص پر شاہد ہے۔ محو نہ فرمائیں گے آپ کی یہ ترکیب نہ چلے گی اور کوئی سچا مسلمان آپکے اس سفید جھوٹ کو نہ مانے گا۔

اسکے بعد شبلی صاحب نے آیہ تخییر لکھکر گویا اس قضیہ نامرضیہ کو دگرگونا کمل ہی سہی اور غیر مفصل ختم فرما دیا ہے۔ آیہ تخییر یہ ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا۔

اے پیغمبر اپنی بی بیوں سے کہدو کہ اگر تم کو دنیاوی زندگی اور دنیا کا زیب و آرائش مطلوب ہے تو آؤ میں تمکو رخصتی جوڑے دیکر بطریق احسن رخصت کردوں اور اگر خدا اور خدا کا رسول اور آخرت مطلوب ہے تو خدا نے اپنے نیکوکار بندوں کے لیے بڑا ثواب مہیا کر رکھا ہے۔

اس آیت کو لکھکر آپ اس واقعہ ناگفتہ بہ کو مفصلۂ ذیل عبارت میں تمام کیے دیتے ہیں

اس آیت کے رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ ازواج مطہرات کو مطلع فرمادیں کہ دو چیزیں تمہارے سامنے ہیں دنیا و آخرت اگر تم دنیا چاہتی ہو تو وہ تمھیں رخصتی جوڑے دیکر عزت و احترام کے ساتھ رخصت کر دیں اور اگر تم خدا اور رسول اور ابدی زندگانی چاہتی ہو تو خدا نے نیکوکاروں کے لیے بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے مہینہ ختم ہو چکا تھا آپ بالاخانہ سے نیچے اُترے اور چونکہ ان تمام معاملات میں حضرت عائشہ پیش پیش تھیں انکے پاس تشریف لیگئے اور ارشاد الٰہی سے مطلع فرمایا اور انھوں نے کہا کہ میں سب کچھ چھوڑ کر خدا اور رسول کو لیتی ہوں تمام ازواج مطہرات نے بھی یہی جواب دیے

سیرۃ النبی جلد اوّل

چلو قصہ ختم ہوا۔ مگر بات اتنی رہجاتی ہے کہ دیکھنے والے اور پڑھنے والے دیکھکر اور پڑھ کر سمجھینگے اور سمجھکر پوچھینگے کہ سورۂ تحریم جس کا نزول سنہ ۹ ہجری میں ہوا اُسکے تصفیہ اور صلح ہو جانے کی خبر دو اُسکا حکم سورۂ احزاب سے دکھلایا جاتا ہے جو اوائل سنہ ۵ ہجری میں نازل ہوا تھا تو گویا واقعہ سے پہلے حکم واقعہ لکھکر رکھ لیا گیا تھا اسکا کوئی جواب نہیں ہو سکتا سوا اسکے کہ ترتیب قرآن کی بے ترتیبی پیش کیجائے لیکن یہ ترکیب ایک نہ شد دو شد کی صورت میں حضرات جامعین قرآن پر عموماً اور حضرت عثمان پر خصوصاً سخت الزام لائے گی اور عیسائی معترضین کو ایک دوسرا پہلو اعتراض کا بتلائے گی

ہم جانتے ہیں کہ یہ شبلی صاحب کی ایجاد یا خاص طبعزاد نہیں بلکہ بہت قدیم ترکیب ہے جو بڑے غور و خوض کے بعد بڑے بڑے بنیا کار۔ عاقبت بین اور مآل اندیش محدثین نے حضرت حفصہ و عائشہ کی تعذیب کو

تخییر کے درجہ تعدیل تک اُتارلانیکی غرض خاص سے عمل مین لائی گئی ہے اور حقیقتاً یہ ترکیب و ترتیب عملی صورت مین نہ لائی گئی اور احزاب کی آیت تحریم کی آیت نہ ٹھہرائی جاتی تو ان دونون خواتین کی بدنامی ملکی ہو ہی نہین سکتی تھی۔ اس ضرورت و مجبوری سے آپ کے محدثین نے یہ ترکیب نکالی

سوادِ اعظم اہلسنت کے محدثین تو اس بے جوڑ قافیہ والے نظم استدلال کے موافق اس آیت کو حضرت عائشہ اور حفصہ کی حمایت و مدافعت الزام مین سپر بناتے ہین لیکن جب اُنکے سوا اسلام کے دوسرے فرقونکی کتابون مین اس آیت کی شان نزول و حقیقت حال تلاش کیجاتی ہے تو ثابت ہوتا ہے کہ اس واقعہ سے اسکو کوئی واسطہ نہین ہے بلکہ اس آیہ تخییر کا نزول اس واقعہ سے تقریباً دو برس پہلے ہو چکا ہے جسکی واقعیت اور کیفیت اس آیۂ وافی ہدایہ کی سیاق عبارت سے بالکل مطابق پائی جاتی ہے۔ چنانچہ حیات القلوب جلد دوم مین ہے۔

علی ابن ابراہیم روایت کردہ است کہ چون حضرت رسول از جنگ خیبر مراجعت نمود و گنج ابی الحقیق بدست آنحضرت آمدہ بود زنان آنحضرت صلعم گفتند کہ آنچہ یافتی از ین غنیمت بما بدہ۔ فرمود کہ قسمت کردم ہمہ را درمیان مسلمانان چنانچہ حقتعالیٰ امر کردہ بود پس زنان بغضب آمدند و گفتند شاید تو گمان می بری کہ اگر ما را طلاق بگوئی ما کفو خود را از قوم خویش نخواہیم یافت کہ ما را تزویج نماید پس حقتعالے غیرت نمود برای پیغمبر خود و امر نمود آنحضرت صلعم را کہ از ایشان کنارہ کند و در غرفہ مادر ابراہیم ساکن شود پس حضرت از ایشان اعتزال نمود و در غرفہ مادر ابراہیم کہ در نزدیک مسجد قبا واقع است ساکن شد تا زنان حائض شدند یعنی یک ماہ پس حقتعالیٰ این آیہ تخییر فرستاد یا ایہا النبی قل لازواجک الخ پس چون آنجناب این آیہ را خواند اول مرتبہ ام سلمہ برخاست و گفت من اختیار کردم خدا و رسول و آخرت را بر دنیا پس بعد از وہمہ برخاستند و دست در گردن حضرت

علی ابن ابراہیم سے مروی ہے کہ جب حضرت رسولخدا صلعم جنگ خیبر سے واپس ہوئے اور ابی الحقیق رئیس خیبر کی دولت آپ کو دستیاب ہوئی تو آپ کی ازواج نے آپ سے عرض کی کہ اس مال غنیمت سے کچھ ہمین بھی دیا جائے آپنے ارشاد فرمایا کہ جو کچھ ملا تھا وہ حکم خدا کے موافق مین نے تمام مسلمانون پر تقسیم کر دیا اسپر آپ کی ازواج کو بہت ملال ہوا اُن لوگون نے جواب مین کہا کہ شاید آپکا یہ گمان ہے کہ اگر آپ ہمکو طلاق دینگے تو ہمارے قبیلہ مین سے کوئی دوسرا شخص نکاح کرنے کے لیے ہمکو نہین ملے گا۔ انکا یہ کلام شان رسالت کی غیرت کے لحاظ سے جناب احدیت کو بہت ناگوار ہوا اور جناب رسولخدا صلعم کو حکم ہوا کہ ازواج سے کنارہ کشی کیجائے اور مادر ابراہیم کے غرفہ مین سکونت اختیار فرمائی جاوے اس حکم کے موافق آنحضرت صلعم نے غرفہ مادر ابراہیم مین جو مسجد قبا کے نزدیک واقع تھا سکونت اختیار کی یہانتک کہ ازواج کو ضرورت نسائیہ لاحق ہو گئی یعنے ایک ماہ کامل مدت تمام ہو گئی تو آیت تخییر نازل ہو گئی

آوردند ہمہ الا ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہ نبود گفتند پس حقتعالی
حکم فرستاد ترجی من تشاء منھن و تؤوی الیک من
تشاء یعنی دور میگردانی و طلاق میگوئی ہر کسے
را کہ میخواہی از ایشان و پناہ میدہی و بر نکاح میگذاری
ہر کرا کہ میخواہی پس حقتعالی خطاب کرد زنان آنحضرت
صلعم را یا نساء النبی من یأت منکن بفاحشۃ
مبینۃ یضاعف لھا العذاب ضعفین و کان
ذلک علی اللہ یسیرا و من یقنت منکن للہ و
رسولہ و تعمل صالحا نؤتھا اجرھا
مرتین و اعتدنا لھا رزقا کریما یعنی
اے زنان پیغمبر ہر کہ از شما اتیان کند
گناہ بسیار۔ برا و رسوائی و چندان می شود
عذاب او و این طور عذاب کردن بر خداتعالی
بسیار سہل است و ہر کہ قانت و مطلع گردد از شما
برائے خدا و رسول و عمل شائستہ کند عطا میکنیم
مزد او را دو چندان و مہیا میکنیم برائے او روزی
نیکو۔ ص ۵۰۳

یعنے کہدو اے پیغمبر اپنی بیویوں سے کہ اگر تمکو دنیا و عیش
و ... مطلوب ہے تا آخر آیہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ
و آلہ وسلم نے یہ آیہ تلاوت فرمایا تو سب حضرت ام سلمہ
کے سوا ... ہو کر عرض کی کہ ہم نے خدا و رسول کو دنیا
پر ترجیح دیکر اختیار کیا اسکے بعد پھر تمام ازواج نے آپ کے
گلوئے مبارک میں ہاتھ ڈال کر وہی کہا جو ام سلمہ
کہ چکی تھین۔ پھر خدا نے یہ حکم بھیجا کہ اے رسول
با اینہمہ تمہیں اختیار ہے انمیں سے جسے چاہو اسے طلاق
دیدو اور جسکو چاہو اسے اپنے نکاح میں باقی رکھکر
اپنی پناہ و محافظت میں باقی رکھو اسکے بعد ازواج
کو خاص طور پر یون خطاب تاکیدی فرمایا گیا۔
(یاد رکھو) اے ازواج رسول اگر تم میں سے کوئی عورت
گناہ فاحش کی مرتکب ہوگی تو اسکو آخرت میں دوگونہ
عذاب دیا جائے گا اور یہ عذاب دینا خدا کے لیے
بالکل سہل و آسان ہے۔ اور تم میں جو خدا و رسول
کی مطیع رہیگی اور نیک اعمال بجا لائیگی ہم اُسکو دوگونہ
اجر عطا فرمائینگے اور اُسکے لیے نیک روزی بھی مہیا کرینگے۔

ہم نے اس روایت کو شیعہ کتاب سے لکھا ہے لیکن تفاسیر اہلسنت کے مرقومات ملاکر محدثین اہلسنت نے اپنی مرقومہ بالا خود غرضی سے اسکی شان نزول کو واقعہ تحریم کے متعلق تبلایا ہے شبلی صاحب نے تقلیداً انھین کے مختار کو نقل فرمایا ہے حالانکہ واقعیت اور موقع نزول دونوں اعتبار سے بالکل خلاف ہے۔ واقعیت سے اسطرح خلاف ہے کہ سورۂ تحریم مین آنحضرت صلعم کی نسبت کسی شہد کے حرام کرلینے کا ذکر ہے جو آپ نے اپنے ازواج کی خاطر سے حرام کرلی تھی یا حرام کرلینی منظور فرمالی تھی۔ اس آیہ تخییر مین حرمت حلت شہد کا کوئی ذکر ہی نہین صاف صاف توسعۂ آذوقہ اور اضافۂ نفقہ کیطرف اشارت خاص ثابت ہے جو کسی انصاف پسند محقق کی نگاہ سے پوشیدہ نہین رہ سکتی۔ وقت نزول کے اعتبار سے یون خلاف ہے کہ آیہ تحریم ۹ھ کے اوائل مین نازل ہوا ہے اور آیہ تخییر بالاتفاق جمہور غزوہ

بنی المصطلق کے بعد اور واقعۂ افک کے قریب ۵ ہجری مین نازل ہوا ہے ع ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔
شبلی صاحب بھی اس واقعہ کو جانتے ہین۔ چنانچہ اپنی عبارت حاشیہ صفحہ ۴۰۱ مین چھپے ڈھنگ سے یون تحریر فرماتے

بالاخانہ کے لیے احادیث مین مشربہ کا لفظ آیا ہے مشربہ کے نام سے زیادہ تر
مشربہ ام ابراہیم (ماریہ) مشہور ہے۔ اس سے بعض لوگون کو یہ شبہہ ہوا ہے
کہ یہ وہی بالاخانہ تھا۔ لیکن یہ قطعی غلط ہے مشربہ ام ابراہیم مدینہ سے باہر واقع تھا

روایت مذکورہ بالا مین غرفۂ ام ابراہیم کا مسجد قبا کے نزدیک جو مدینہ کے بالائی حصہ مین ہے واقع ہونا صاف صاف لکھا ہے مگر شبلی صاحب ایسے کیا ہین جو اس مشربہ یا غرفہ مین آپ کی عزلت گزینی کے حالات لکھکر اپنے اسلاف کی قلمکاریون کی قلعی کھولین لیکن ع عاقلان را اشارہ کافیست۔ ایک سمجھدار شخص آپ ہی کی تحریر سے اتنا تو ضرور سمجھ جائیگا کہ اس غرفۂ (ام ابراہیم) یہ بھی آپ کی عزلت گزینی کا ایک زمانہ اور موقع گذر چکا ہے۔ تب بھی آپ لکھتے ہین کہ اس سے بعض لوگون کو شبہہ ہوا ہے کہ یہ وہی بالاخانہ تھا۔ اب انصاف پسند ناظرین اور حقیقت امر کے محققین روایت مذکورۂ بالا کی مطابقت اور انکی مناسبت کو شبلی صاحب کی اس مبہم اشارت سے یکجا و مقابل کرکے خود سمجھ لین کہ حقیقت اور واقعیت کیا ہے اور دنیا کے خود غرضون نے کہان کا جوڑ کہان ملایا ہے زیادہ تفصیل کی ضرورت نہین۔

اسی سورہ تحریم مین اندونون ازواج رسولؐ کو ان توبا الی اللہ کی تاکید کے بعد دوبارہ ان غیرت انگیز الفاظ کو بطور تہدید یاد دلایا جاتا ہے۔

عَسٰی رَبُّہٗ اِنْ طَلَّقَکُنَّ اَنْ یُّبْدِلَہٗ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْکُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ ثَیِّبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَیِّبٰتٍ وَّ اَبْکَارًا۔

پیغمبر اگر تم (عورتون) کو طلاق دیدین تو عجب نہین کہ انکا پروردگار انکے لیے تمہارے بدلے مین تم سے بہتر بیبیان ہم پہونچادے فرمانبردار ایماندار نمازی (خدا کی جناب مین) توبہ کرنیوالیان عبادت گزار روزہ دار بیوائین اور کنواریان ترجمہ شمس العلما حافظ نذیر احمد ص ۸۹۵

لیکن شبلی صاحب نے اس خطاب قرآنی کو نہین لکھا۔ حالانکہ اسکے اوپر والے حصہ کو لکھا ہے لیکن یہ آخر کے تمام فقرات چھوڑ دیے۔ معاذ اللہ نقل کلام الٰہی مین یہ قطع و برید شبلی ہی صاحب کی جرأت کر سکتی ہے۔

اصل سورہ تحریم آیۂ مذکورہ مین حکم تخییر کی جگہ یہ خطابات تہدید و تنبیہ تو البتہ مذکور ہین جو آپنے بالکل قلم انداز فرمادیے اسلیے کہ بات جہانتک چھپی رہے بہتر ہے اس جگہ پر آپنے بڑی دلیری و جسارت سے لکھدیا کہ آپ بالاخانہ سے اتر آئے اور عام باریابی کی اجازت ہو گئی۔" کیسے کس قدر واقعیت سے دور رہنا اور لغویت سے

قریب اگریوں لکھے ہوتے کہ اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۂ احزاب کی نازل شدہ آیت تخییر تلاوت فرما کر انکو گذشتہ واقعہ یاد دلایا تو خیر کچھ معنی نکلتے اور کچھ بات بنتی۔ لیکن آپ نے تو حقیقت سے علیحدہ ہوکر ایسی بات بگاڑ دی کہ سے کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے۔

اسکے بعد شبلی صاحب نے وہی ابتدائی قصہ ایلاء جس کا ذکر عبارت مذکورۂ بالا میں ہوچکا ہے۔ نقل کرکے قدیم و جدید واقعات کا جوڑ ملا دیا ہے۔ اور مسلمانوں کی عام مغالطہ دہی کی غرض سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ جس طرح اوس بار ایلاء کا قصہ طے ہوچکا۔ ویسا ہی اس بار بھی۔

لیکن حق پوشی اور ناحق کوشی میں اطمینان کہاں۔ اور سکون و استقرار کب ہوتا ہے۔ اسلیئے اس قصہ کو تمام کرنیکے بعد بھی آپ کی تشفی خاطر نہیں ہوئی۔ اور کیسے ہوسکتی ہے؟ استدلال غلط۔ دعاوی واقعیت سے خلاف سلسلۂ بیان بالکل نامربوط۔ طریقۂ استناد مجہول اور غیر مضبوط۔ اس بنا پر پھر بارہ دیگر قوت استدلالیہ اور زور استنادیہ فراہم کرنے کی ضرورت واقع ہوئی اور اوسکے لیئے حرکت مذبوحی عمل میں لائی گئی۔ لیکن جوں جوں آپ اسکی تفصیل و تصریح کو بڑھاتے گئے۔ راہ استدلال میں ٹھوکریں کھاتے گئے۔ تفصیل آگے آتی ہے۔

اسکے بعد پھر یوں سلسلۂ تفصیل اوٹھایا گیا ہے۔

"ایلاء، تخییر۔ مظاہرہ حفصہ و عائشہ۔ یہ واقعات عام طور پر اس طرح بیان کیئے گئے ہیں کہ گویا مختلف زمانوں کے واقعات ہیں اور اون سے ہر ایک ظاہر بین یہ دھوکا کھا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلعم ازواج کے ساتھ ہمیشہ ناگواری کے ساتھ بسر کرتے تھے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ تینوں واقعات ہم زمان اور ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں ہیں"

آپ کی اس تحریر کے خلاف۔ واقعیت اور حقیقت دونوں ثابت کرتے ہیں کہ یہ واقعات ضرور مختلف زمانوں میں واقع ہوئے جیسا کہ ہم روایت مذکورۂ بالا سے اوپر حقیقت حال لکھ چکے۔ اگر آپ اسکو خاص شیعوں کی مرویات ہونیکے باعث سے انکار کرتے ہیں تو ہم آپکو تفسیر کشاف۔ تفسیر زمخشری۔ تفسیر درمنثور سیوطی اور تفسیر ثعلبی کا حوالہ دیتے ہیں آپ اپنی ان مشہور و معروف اور معتبر و مستند تفسیروں میں آیۂ تخییر مذکورہ کو سورۂ احزاب واقعہ ایلاء کی تفصیل میں مع شان نزول کے ملاحظہ فرمالیں۔

اس بنا پر ظاہر بین کیا، حقیقت بین ناظرین کو دھوکا کیا۔ اس بات کا اعتقاد و یقین ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ و حفصہ کی تنگ گیریوں سے ہمیشہ دلتنگ رہتے تھے۔ آپ جس کو واقعہ بتلاتے ہیں وہ بالکل مغالطہ ہے۔ اسکو واقعہ سے واسطہ نہیں۔ یہ تینوں نہیں۔ دو تو واقعے مختلف زمانوں کے ہیں اور

اور دوسرے کی تنگ طلبی کی وجہ سے ناگواری رسول اللہ صلعم کے سلسلہ کی مختلف کڑیاں ہیں۔

واقعہ ایلا اول ہیں بعد فتح خیبر ۷ھ کے اوائل ہیں واقع ہوا۔ اور دوسرا واقعہ ۹ھ ہجری ہیں ظہور پذیر ہوا۔ قریب قریب دو برسوں کی تفاوت دونوں واقعات کے درمیان واقع ہوئی۔

اسکے بعد آپ وہی بخاری کی قدیم ٹکڑا تے ہیں اور حضرت عبداللہ بن عباس کی بیان کردہ حدیث ہیں ان واقعات کے ہمزمان ہونے کا ثبوت بتلاتے ہیں۔ لیکن اصل روایت کو نہیں لکھتے۔ یہ حوالہ کس کام کا۔ لیکن یہ یاد رہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس کا سن اس وقت کیا ہوگا۔ مشکل سے ایک سال کا۔ پھر ضرور ہے کہ انھوں نے کسی اور کی زبان سے اس طولانی حدیث کو سنا ہوگا۔ لیکن اوسکا نام نہیں بتلایا۔ تو پھر یہ حدیث مراسیل کے ذیل ہیں آئی متصل مرفوع کی فہرست سے خارج ہوگئی۔ تو پھر ایسی مقدوح و مجروح روایت سے استناد و احتجاج کب جائز ہے آپ اصول حدیث کو ہر موقع پر پیش کرتے ہیں لیکن اپنے مطلب کے وقت ارادے سے بھول جاتے ہیں۔ مگر آپ کیا کیجئے صحیح بخاری تو مراسیل روایات کا خزانہ عامرہ ہے۔

اسکے بعد آپ ابن حجر کی عبارت فتح الباری سے نقل کرتے ہیں۔

هذا هو اللائق بمكارم اخلاقه صلعم وسعة صدره وكثرة صفحه وانّ ذلك لم يقع منه حتى تكرر موجبه منهنّ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکارم اخلاق۔ کشادہ دلی اور کثرت عفو کے بھی مناسب ہے۔ اور آپنے اسوقت تک ایسا نہیں کیا ہوگا جبتک کہ اون سے اس قسم کی حرکتیں متعدد بار ظہور پذیر ہوئیں۔

فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۲۵۰

ہم نہیں سمجھے کہ اس ثبوت کے نقل فرمانیکے وقت شبلی صاحب کہاں تھے۔ اور اون کا خیال کدھر تھا۔ ابن حجر تو صاف صاف لکھ رہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا نہ کیا ہوگا۔ جبتک کہ ان سے متعدد بار ایسی حرکتیں سرزد ہوتے ہوئے نہ ملاحظہ فرمالی ہونگی۔ تو اس متعدد بار سے کوئی شخص بتلا دے کہ مختلف زمانوں کا مفہوم صحیح معلوم ہوتا ہے۔ یا ایک زمانہ و وقت کا جو آپکا مدعا ہے۔ نہیں معلوم کہ ایسے مخالف ثبوت کے پیش کرنے ہیں آپکی کونسی مصلحت پوشیدہ ہے۔

اصل واقعہ وہی ہے جو اوپر لکھا چکا گیا ہے کہ حقیقتاً واقعہ ایلاء دو مرتبہ واقع ہوا۔ جیسا کہ قرآن مجید کے دو جداگانہ مقامات کی آیات سے مستفاد ہوتا ہے۔ اوّل۔ اوائل ۷ھ ہجری ہیں غزوہ خیبر کے بعد۔ دوسرا ۹ھ ہجری کے اوائل ہیں۔ معاملات طائف اور اوسکے حج عمرہ کے بعد اور ان دونوں ہیں دو برس کی تفاوت واقع ہوئی پہلے واقعہ ایلاء کا سبب ازواج کا توسیع نفقہ پر اصرار بیجا تھا۔ دوسرے واقعہ کا باعث حضرت حفصہ و عائشہ کا افشائے راز اور باہم مظاہرہ اور ایکا تھا۔ پہلے واقعہ کا ذکر سورۂ احزاب ہیں ہے اور اوس ہیں آیت تخییر نازل ہوئی پچھلے واقعہ کا

ذکر سورۂ تحریم کے پورے سورے میں ہے اور اس میں آیت تعذیب و تنبیہ نازل ہوئی۔

اسکے بعد تحریر ہوتا ہے۔

مظاہرہ کے متعلق جو آیت نازل ہوئی اوس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بہت بڑی ضرر رسان سازش تھی جس کا اثر بہت پرخطر تھا آیت مذکورہ یہ ہے۔

وَاِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ ... بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرًا	اور اگر وہ دونوں (حضرت عائشہ وحفصہ) رسولؐ کے برخلاف ایکا کرینگی تو خدا اوسکا مولی ہے اور جبریل اور نیک مسلمان اور اونکے ساتھ فرشتے بھی مددگار ہیں "

اس آیت میں تصریح ہے کہ ان دونوں کا ایکا قائم رہا تو رسول اللہؐ کی مدد کو خدا و جبریل اور نیک مسلمان موجود ہیں اور اسپر بھی بس نہیں بلکہ فرشتے بھی اعانت کے لیئے تیار ہیں روایتوں سے مظاہرہ کا جو سبب معلوم ہوتا ہے وہ صرف یہی کہ اسکے ذریعہ سے وہ نفقہ کی توسیع چاہتی تھیں یا اگر ماریہ قبطیہ کی روایت تسلیم کی جائے تو صرف یہ کہ وہ الگ کر دی جائیں لیکن یہ کیا ایسی اہم باتیں ہیں اور حضرت عائشہ وحفصہ کی کسی قسم کی سازش ایسی کیا پرخطر ہوسکتی ہے جس کی مدافعت کے لیئے ملاء اعلی کی اعانت کی ضرورت ہو۔

سب سے پہلے ہم شبلی صاحب کو الفاظ قرآنی کے ترجمہ میں ایک غلط مفہوم بتلانے کی طرف توجہ دلاتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ آپ اس آیت کے ترجمہ میں صالح المومنین کا ترجمہ ۔ نیک مسلمان (بصیغہ جمع) کرتے آئے ہیں ۔ یہ صریح غلط ہے ۔ ایک نیک مومن یا مومنین میں ایک نیک مرد (بصیغہ واحد) صحیح ہوتا ۔ صالح کو جمع کے صیغہ میں سمجھنا آپکی خوش فہمی ہے ۔ اب رہا اس کا مفہوم خاص کہ وہ ایک نیک مومن کون ہے ۔ تو وہ نیک ہستی ۔ برگزیدہ وجود مفصلہ ذیل اسناد میں ملاحظہ ہو۔

امام سیوطی (در منثور) اپنی تفسیر میں ۔ امام ثعلبی اپنی تفسیر میں ۔ امام ابن ابی حاتم اپنی تفسیر میں اور ملا علی متقی (شارح مشکوۃ) کنز العمال میں تحریر فرماتے ہیں ۔

عن اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا قالت سمعت رسول اللہ صلعم یقول وصالح المومنون علی بن ابیطالب	اسماء بنت عمیس سے مروی ہے کہ میں نے جناب رسولخدا صلعم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ صالح المومنون سے مراد علی ابن ابی طالبؑ ہیں۔

حافظ ابو نعیم اپنی کتاب ما نزل من القرآن فی علی میں تحریر کرتے ہیں ۔

عن ابن عباسؓ فی قولہ تعالی وصالح المومنین قال هو علی ابن ابی طالبؑ ۔	ابن عباس سے صالح المومنین کی تفسیر میں منقول ہے کہ وہ علی ابن ابی طالب ہیں ۔

شیخ الاسلام قسطنطنیہ مولانا سلیمان البلخی القندوزی - ینابیع المودۃ مین لکھتے ہین -

اخرجوا بن المغازلی والحموینی وابو نعیم الحافظ و ابن مغازلی فی فضول المهمہ اخرجوا فی کتبهم هذا الحدیث ثم ابو نعیم الحافظ والثعلبی اخرجوا بسندیھما عن اسماء بنت عمیس قالت لما نزل قوله تعالی فان تظاهرا علیه فان الله هو مولاه وجبریل وصالح المؤمنین والملئکۃ بعد ذالک ظهیر قال النبی صلعم لعلی لا ابشرک انک قرنت بجبریل ثم قرأ هذ الایۃ فقال انت و المؤمنون من اهل بیتک صالحین -

ابن مغازلی - حموینی - حافظ ابو نعیم - مالکی نے فصول المهمہ مین اور ابو نعیم اور ثعلبی نے اپنے سندون کے ساتھ اسما بنت عمیس سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیہ نازل ہوا کہ اگر وہ دو نو عورتیں ایکا کرینگی تو خدا اوسکا ناصر ہے اور جبریل اور نیکوکار بندہ اور اُنکے بعد ملٰئکہ اوسکے مددگار ہیں - تو جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ بشارت ہو تمکو کہ تم جبریل سے بالکل قریب ہوگئے پھر آپنے یہ آیہ تلاوت فرمایا اور اون سے ارشاد کیا کہ تم اور تمھارے گھر والون مین مومنین - صالحین مین داخل ہین - ینابیع المودۃ بمبئی صفحہ

صاحب ارجح المطالب لکھتے ہین کہ اس حدیث کو امام ابن مردویہ اور امام ابن عساکر نے بھی لکھا ہے اور امام فخرالدین رازی نے بھی کتاب اربعین مین اسکو نقل کیا ہے - ارجح المطالب مطبوعہ لاہور صفحہ

شبلی صاحب کی اتنی نظر کہان جو ان مرویات کو دیکھین - اتنی توفیق کہان کہ اُنکو لکھین اور انکے اصلی مفہوم پر روشنی ڈالین کیون؟ وہی علیؑ کی مدح ہے - اونکی روشنی طبع سے تو جہان تک ممکن ہوگا اسکو اور تاریکی مین ڈالدینے کی فکر کرے گی -

اب ہم شبلی صاحب کی مرقومہ بالا عبارت کی اصل تنقید کی طرف متوجہ ہوتے ہین -

ہان شبلی صاحب - آپکا یہ لکھنا کہ مظاہرہ کے متعلق جو آیت نازل ہوئی اوس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے یہ بظاہر کیا؟ کیا آپ کی عربی دانی اسکے کوئی اور مطالب و معانی بھی بتلاسکتی ہے جسے آپ مخفی رکھتے ہین - اگر کوئی اور معانی ہوسکتے ہین - تو بسم اللہ - ارشاد ہون -

اسکے بعد لکھتے ہین :-

کوئی بہت بڑی ضرر رسان سازش تھی جس کا اثر بہت پُرخطر تھا -

بالکل صحیح اور فی الواقع ہے بہت بڑی ضرر رسان سازش تھی اور اوسکا اثر بھی نہایت ہی پُرخطر تھا جیسا کہ جلد تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے آپ لکھتے ہین :-

روایتون سے جو مظاہرہ کا سبب معلوم ہوتا ہے وہ صرف یہی کہ اسکے ذریعہ سے وہ نفقہ کی توسیع چاہتی تھین -

جیسا تمہید مین عرض کرچکا ہون آپکی تمام قلمی قلعہ بندیون مین گویا اب سنگاف نمایان ہوا اور آپ کی ابتدا کی

اب خبر معلوم ہوئی۔ آپ اوسی غزوہ خیبر کے بعد والے ایلاء اوّل کے واقعہ کو اپنی تمام مغالطہ دہی کی سپر بناتے ہین اور مسلمانون کو غلط بتاتے ہین کہ اضافہ نفقہ کا معاملہ تھا لیکن خدا بتلاتا ہے کہ رسول اللہؐ کو تنگ کر کے کسی حلال شے کو حرام کر نیکے لیئے مجبور کر دینے پر اونکا اتحاد تھا اور کھلی کھلی سازش تھی۔ اس بنا پر یہ مظاہرہ بہت ضرر رسان بھی تھا اور پر خطر بھی جیسا کہ آیت مذکورہ کے نقل کر نیکے بعد آپ خود اقرار و اعتراف فرما چکے ہین۔ اب فرمائیے۔ آپکی تعلیل و تعدیل صحیح مانی جائے یا خدا کی بتلائی ہوئی ترجیح و اہمیت تسلیم کی جائے۔

آپ کا یہ لکھنا کہ اس آیت مین تصریح ہے کہ اگر اون دونون کا اتحاد قائم رہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کو خدا اور جبرئیلؑ اور نیک مسلمان موجود ہین اور اسپر بس نہین بلکہ فرشتے بھی اعانت کے لیئے تیار ہین

اس عبارت مین اور مفہوم تو الفاظ قرآنی اور اونکے معانی سے مطابق ہین لیکن اسپر بس نہین۔ یہ فقرہ آپ کا سخت تعریضی ہے اور یہ بھی سمجھ رکھیئے۔ آپکی یہ تعریض قرآن مجید اور کلام الٰہی پر ہے۔ دیکھیئے حضرت عائشہ اور حفصہ کی جنبہ داری آپکو کہان سے کہان لیگئی۔ حب الشیء یعمی و یصم آپکے سوا کوئی دوسرا مسلمان قرآن مجید پر ایسی گستاخانہ تعریض کی جرات نہین کرسکتا۔

شبلی صاحب حقیقتاً شان رسالت ہی کو نہین سمجھے ہم عرض کرتے ہین کہ دنیا مین اسوقت آپکو کوئی شخص بھی اس ایکے اور مظاہرہ کی ضرر رسانی اور پر خطری کو اونکے حقیقی جذبات و محسوسات کے ساتھ نہین بتلا سکتا اور نہ اوسکے سمجھانے اور بتلانے سے آپ سمجھ سکتے ہین۔ آپ اسکی پر ضرری اور پر خطری کو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مبارک سے پوچھیں یا جناب باری عز اسمہ کی درگاہ سے سلکت فرمایئن کہ اوس نے اپنے الفاظ مین اوسکو کیون اتنی اہمیت دیدی ہے اور اگر ان دونون مقامات عُلیا پر آپکی رسائی نہ ہوسکے تو پھر اپنے دل ہین سے دل را شکستنی نہ کہ گوہر شکستنی کے مسئلہ پر غور فرمایئن۔ تو آپ کو اسکی حقیقت معلوم ہو جائیگی۔

پھر آپکا یہ تحریر فرمانا کہ۔ اگر ماریہ قبطیہ والی روایت تسلیم کر لی جائے تو صرف یہ کہ وہ الگ کر دی جایئن۔ گویا حضرت ماریہ قبطیہ سے مفارقت کو بھی آپ ایک محض معمولی اور آسان معاملہ قرار دیتے ہین۔ آپکی خود غرضی اور حضرت عائشہ و حفصہ کے ساتھ خوش عقیدگی نے آپکے دل مین اتنی بیدردی اور بے اثری پیدا کر دی ہے کہ آپ دوسرون کے جذبات کو مشکل سے محسوس کرسکتے ہین۔ اور یا وجود اسکے کہ محقق بھی ہین اور مورخ بھی۔ محدث بھی ہین مفسر بھی لیکن افسوس ہے کہ اس وقت نہ آپ کسی کے حال کو تاریخ کے واقعات سے مقابل کرنا چاہتے۔ اور نہ کسی کے واقعات احادیث کی مرویات ملاحظہ فرمانا چاہتے ہین۔ دیکھیئے جس محترمہ کی مفارقت کو آپ اپنے گھر کی کنیزون کی مفارقت کے اصول معمول کے مطابق محض آسان اور معمولی سمجھتے ہین۔ اوسی خاتون معظمہ کی نسبت

آپ خود لکھ چکے ہیں

ہم نے جاریہ کا ترجمہ لڑکی کیا ہے۔ جاریہ لڑکی کو بھی کہتے ہیں اور لونڈی کو بھی۔ ارباب سیرۃ ماریہ قبطیہ کو لونڈی کہتے ہیں لیکن نجاشی[1] نے جو لفظ انکی نسبت لکھا ہے یعنی کہ مصریوں میں انکی بڑی عزت ہے" یہ لونڈیوں کی شان میں استعمال نہیں کیے جا سکتے۔ حاشیہ صفحہ ۳۴۶۔ سیرۃ النبی جلد اول۔

اب دیکھئے کہ اس موقع پر آپ اوسی معززہ کی عظمت و وقار کو پھر وہی لفظ کنیز لکھکر اوسکی مفارقت کو ایک معمولی کنیز کے نکال دینے کے برابر سہل اور بالکل آسان بتلا کر یوں خاک میں ملاتے ہیں۔ یہ آپکا تغیر اور تلون کسقدر شرمناک ہے۔

اب رہا حضرت ماریہ کی مفارقت کا معاملہ نہیں معلوم شبلی صاحب کس دُھن میں آنکھیں بند کئے کیا کیا لکھے چلے جاتے ہیں لکھنے کو تو آپ تاریخ و سیر کے واقعات لکھتے ہیں لیکن خود غرضی کی ایسی محویت طاری ہے کہ نہ ان واقعات کے گرد و پیش کے حالات پر نظر ہے اور نہ اونکے موجودہ قرائن اور اسباب پر توجہ ہے۔ اوسوقت کے حالات کو پڑھئے دیکھئے اونکے قرائن پر نظر ڈالیے مناسب وغیر مناسب عمل کو سمجھئے۔ انھیں امور کے ساتھ رحمت عالم اور خلق مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کریمانہ اور اشفاق حکیمانہ کو پیش نظر رکھیے۔ تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ حضرت ماریہ سے مفارقت۔ گو طلاق دائمی کی صورت میں نہو۔ صرف اونکی نزدیکی سے عارضی طور پر چند روز علٰحدہ رہنے کا وعدہ کیا گیا ہو۔ جیسا کہ واقعات ثابت کر رہے ہیں اور ماریہ سے خاص حالات حاضرہ بتلا رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سخت گران تھا۔ اور آپ کے اخلاق کریمانہ سے بالکل بعید ہے۔ اسلئے کہ یہ وہ محترمہ تھیں کہ اپنے ملک و قوم سے دور۔ عزیز و اقارب سے علٰحدہ۔ دیار اغیار میں بالکل بیکس و بے مددگار تھیں۔

کیا شبلی صاحب نے اخلاق رسول کا یہی اندازہ کیا ہے اور اوسکو اتنا ہی سمجھ لیا ہے کہ ایک شکستہ پا صنف نازک کے فرد خاص کو جو آپ کی خدمت و ملازمت کا شرف خاص ایک معتد بہ زمانے تک حاصل کر چکی ہو اور موجودہ ازواج مطہرات کے دائرہ میں یہی خاتون تنہا ایسی خوش نصیب ثابت ہوئی ہو جو نعمت اولاد سے خاص طور پر فائز فرمائی گئی ہو۔ اوسکے ساتھ وہ خلق مجسم سراپا رحمت عالم ایسی بیدردی۔ سرد مہری اور ناتوجہی دکھلائے خصوصاً ایسے وقت میں جب اوس کا چھ مہینہ کا بچہ۔ جس کی نسبت آپ خود لکھتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بچہ سے بہت محبت تھی۔ اور جس کا نام آپ نے ابراہیم رکھا تھا (سیرۃ النبی صفحہ ۳۹۷) وہ ایک ہی مہینہ یا کم و بیش ہوتا ہے اوسکی گود میں لوٹ پوٹ ہو گیا۔

---

[1] شبلی صاحب۔ نجاشی نہیں تھا مقوقس۔ عزیز مصر تھا۔ ذرا دیکھ کر لکھا کیجئے۔ المولف

ایسے حزن وملال کی خاص حالت مین اوس محترمہ سے کنارہ کشی - گو وہ مجبوری ہی سے ہو اور محض عارضی ہی طور پر ہو کسقدر شاق - ایذاء اور تکلیف رسان محسوس ہوئی ہوگی - لیکن شبلی صاحب ہین جنکو نہ ان جذبات کا احساس ہے اور نہ ان تعلقات کا لحاظ و پاس - نہ اس موقع پر آپکی نظر جناب ماریہ کے اس عالم مصیبت پر ہے اور نہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کریمانہ سیرت اور رحیمانہ فطرت پر - آپ اس معظمہ کی مفارقت کو ایک گھر کی لونڈی کے نکال دینے کے ایسا محض معمولی اور آسان سمجھے ہین - اور سمجھاتے ہین - یہین تک آپ شان رسولؐ اور منزلت ازواج رسولؐ کو سمجھے ہین - ایک بار تو اوس محترمہ اور اوسکے نومولود بچہ کو عظمت و توقیر کے عرش الکمال تک پہونچایا - دوسری بار اوسکے اقتدار و اعتبار کو گھٹا کر پھر وہی لونڈی کی لونڈی بتلایا شبلی صاحب ابھی مردم شناسی کا سلیقہ پیدا کرین اور شان رسولؐ کی معرفت کا طریقہ -

وہ اپنے اس طرز تحریر کو اس واقعہ مفارقت حضرت ماریہ مین جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طرز عمل سے مقابل کرین تو فرق ما بہ الامتیاز معلوم ہو جائیگا - آپ کس بے رخی سے لکھتے ہین - تو صرف یہ کہ وہ الگ کردی جائین یعنی اونھین طلاق دیدی جائے - لیکن زبان رسالت ہے کہ نہ جدائی کا اقرار کرتی ہے اور نہ مفارقت کا اظہار وہ جو کچھ کہتی ہے - وہ یہ ہے جسے آپ خود ابن حجر کی شرح صحیح بخاری سے لکھتے ہین -

حلف رسول اللہ صلعم حفصۃ لا یقربہا ۔ آنحضرت صلعم نے حفصہ سے کھائی کہ ہم اپنی کنیز سے مقاربت نہ کرینگے

شبلی صاحب - کیا ترک مقاربت - طلاق و مفارقت دائمی کو کہتے ہین - اگر آپ کے نزدیک طلاق ہی کو کہتے ہین تو ایلا ، اوّل اور ثانی ہین - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمام ازواج سے ترک صحبت کرنا - جس کو آپ خود لکھ چکے ہین - کیا کہلائے گا - کیا ایک مہینہ تک آپ تمام ازواج کو پیغمبرؐ کی مطلقہ نہ سمجھین گے ؟ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین -

اب اسکے بعد شبلی صاحب اپنے استدلال کا پہلو بدلتے ہین - ایک نہین ہزار پہلو بدلیے ناحق کی جنبہ داری آپکو کسی پہلو نہ سیدھا کھڑا ہونے دیگی اور نہ دم بھر چین سے بیٹھنے دیگی - تحریر فرمایا جاتا ہے -

اس بنا پر لوگون نے قیاس کیا کہ مظاہرہ کوئی معمولی نہین تھا - مدینہ منورہ مین منافقین کا ایک گروہ کثیر موجود تھا جنکی تعداد چارسو تک بیان کی گئی ہے - یہ شریر النفس تاک مین رہتے تھے کہ کسی تدبیر سے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان اور رفقائے خاص مین پھوٹ ڈلوادین ابن حجر نے اصابہ تذکرہ ام جلدح کے حال مین لکھا ہے وکانت تحرش بین ازواج النبی صلعم وہ ازواج رسول کو باہم بھڑکایا کرتی تھین - افک کے واقعہ مین اونکو کامیابی کی جھلک نظر آچکی تھی - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پندرہ روز تک حضرت عائشہ کبیدہ خاطر رہے۔ حضرت حسان بھی افک میں شریک ہو گئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کی سالی حمنہ جو حضرت زینب کی بہن تھیں سازش میں آگئیں تھیں چنانچہ اس روایت کو علانیہ شہرت دیتی تھیں۔ حضرت ابوبکر نے اپنے ایک قریبی عزیز (مسطح) کو جو شریک تہمت تھے مالی اعانت سے محروم کر دیا تھا۔ غرض اگر حضرت عائشہ کی برات پر وحی نہ آتی تو ایک فتنۂ عظیم برپا ہو جاتا۔

آپ اپنی عادت کے مطابق یقین کو بھی قیاس کہے جاتے ہیں شبلی صاحب۔ تمام مسلمان اس مظاہرہ کو غیر معمولی قیاس نہیں کرتے بلکہ اونھیں اسکا یقین کامل ہے کہ حضرت عائشہ اور حفصہ کا یہ مظاہرہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس معاشرت۔ پاک سیرت اور صالح فطرت اور آپکی شان آداب واکرام اخلاق کے سراسر منافی اور معارض واقع ہوا ہے جسکی اصل الاصول اور بانی و مبانی یہی دونوں خواتین اوّل وثانی ہیں۔

اتنا تمہید آلکھکر آپ اس مظاہرہ۔ اوسکی شہرت واشاعت میں منافقین مدینہ اور اون مومنین کی تحریک واشتعال بتلاتے ہیں جو افک عائشہ کی سازش میں شریک تھے۔ آپکی اس تدبیر و تاویل اور ترکیب وحیلہ سے ثابت ہو گیا کہ اب آپ کے پاس کوئی قوت استدلال باقی نہیں رہی۔ سب صرف ہو گئی۔ آپ کا یہ سب کچھ لکھنا گویا ڈوبتے ہوئے کا ہاتھ پاؤں مارنا۔ اور دریا میں تنکے کا سہارا ڈھونڈھنا ہے جسپر ہاتھ پڑ گیا۔ اوسی کو تھام لیتا ہے لیکن شبلی صاحب آپ کو یاد رہے کہ جبتک آپ اس الزام کی سند میں کوئی واقعہ نہ پیش کرینگے۔ کوئی تفصیل نہ فرمائینگے۔ یہ دلیل بے دلیل نہ کوئی سنیگا اور نہ مانے گا۔ واقعہ افک میں ملزمین مذکورین کے تفصیلی واقعات موجود ہیں۔ اسلیئے اونکو ملزم بتلایا جاتا ہے۔ اس واقعہ تحریم میں۔ اپنی احادیث و تفاسیر کی تمام کتابیں ورق ورق کرکے پڑھ جایئے۔ نہ حسان کی شرکت پائیگا۔ اور نہ حمنہ اور مسطح کی سازش تو پھر آپ اپنی مغالطہ دہی کی غرض خاص سے اتنے بیگناہوں کو کردہ و ناکردہ اس واقعہ میں بھی کیوں سمیٹتے اور لپیٹے لیتے ہیں۔

اب رہا آپ کا آخر حصہ استدلال جس میں آپ افک عائشہ اور اونکی برات پیش کرکے یہ مغالطہ دینا چاہتے ہیں کہ اس واقعہ کے الزام سے بھی گویا اونکی ویسی ہی برات ہو گئی۔ تو یہ بالکل شرمناک طرز استدلال ہے اس واقعہ سے تو ثابت ہوتا ہے کہ جو کچھ پہلے صفائی ہوئی تھی اوسپر بھی دھبّہ آگیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ اس واقعہ میں منافقین کی شرکت کے مدّعا کو تفصیلاً یوں لکھا جاتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ جب ازواج مطہرات کی کشش خاطر و کبیدگی اور تنگ طلبی کا حال منافقوں کو معلوم ہوا تو اون بدنفسوں نے اشتعال دیکر بھڑکانا چاہا ہوگا اور چونکہ مظاہرہ کی ارکان اعظم حضرت عائشہ و حفصہ تھیں اون کو خیال ہوا ہوگا کہ اون کے ذریعہ سے اون کے والدین (حضرت ابوبکر و حضرت عمر) کو اس سازش

مین شریک کر لینا ممکن ہے۔ لیکن اونکو معلوم نہ تھا کہ ابوبکر و عمر حضرت عائشہ و حفصہ کو
رسولؐ کی خاک پا پر قربان کر سکتے تھے چنانچہ جب حضرت عمر کو اذن نہ ملا تو اونھون نے پکار کر
کہا کہ ارشاد ہو تو حفصہ کا سر لیکر آؤن ۔ جلد اول

شبلی صاحب ۔ یہ "معلوم ہوتا ہے" کیا ؟ کس روایت سے معلوم ہوا ؟ کس کتاب مین پڑھا گیا ؟ کس نے لکھا ؟ کس نے بتلایا ؟ کہان پایا ؟ کچھ بھی نہین ۔ وہی کابوسانہ خواب و خیال اور مایوسانہ اشتباہ و احتمال اگر منافقین نے اس واقعہ کو سنکر اپنی شریر النفسی سے اسکی اشاعت مین اشتعال انگیزی سے کام لیا تو شبلی صاحب پہلے اصل علت کو دیکھئے پھر معلول کی تلاش فرمائیگا ۔ پہلے اس رازکا افشا کس نے کیا ؟ وہ تو انھین دو خواتین نے ! پہلے فرد جرم مین اصل مجرمین کے نام قائم کر لیجئے ۔ تو پھر سازش کرنیوالون پر نمبر قائم کیجئے گا۔ پہلے ان خواتین کے طرز عمل پر غور کر لیجئے کہ یہ شریف گھرانے کی بہو بیٹیان کیون ایسی ہو گئین کہ اپنے شوہرون کی خلوت کی باتون کو دوسرون اور خاصکر دشمنون کے ہاتھ مین دینے لگین ۔ حضرت عائشہ تو بقول آپکے اسوقت رشیدہ بالغہ ہو چکی تھین ۔ نہ معلوم کہ موصوفہ کی اس وقت وہ قوت اجتہادیہ جسپر بقول آپکے سواد اعظم کے ارکان دینیات قائم ہین ۔ کہان چلی گئی تھی کہ آپ دوست دشمن مسلم اور منافق کی معمولی تمیز بھی نہ فرما سکین ۔

اتنی طول و طویل خامہ فرسائیون اور پر تفصیل عبارت آرائیون کے بعد یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ آیت مین روئے سخن منافقین کی طرف ہے ۔ یعنی اگر عائشہ و حفصہ سازش بھی کرینگی اور منافقین اون سے کام بھی لینگے تو خدا پیغمبر خدا کی اعانت کے لیئے موجود ہے ۔ اور خدا کے ساتھ جبریل و ملئکہ بلکہ تمام عالم ہے (صالح المومنین کا ذکر یہان ترک کر دیا گیا ۔ خدا جانے کیون ؟)

ہان شبلی صاحب ۔ ان آیات (آیہ مظاہرہ) کے یہ مطالب و معانی خود آپنے نکالے ہین یا کسی تفسیر و حدیث سے نقل کئے ہین ۔ اگر یہ صرف آپکا قیاس ہے تو معانی قرآنی اور مطالب بانی کے صریح مخالف ہے ۔ اگر کسی حدیث و تفسیر سے ماخوذ و مستنبط ہے تو حوالہ دیجئے ۔ اور کتاب کی عبارت لکھیئے ۔ ورنہ یہ آپکی مغویانہ تحریف سمجھی جائیگی ۔ دیکھئے آپکے مفسرین مین سب سے زیادہ معتبر و مستند دو مفسرین ہین اور اونکی دو تفسیرین ۔ ایک تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی ۔ دوسری تفسیر کشاف زمخشری ۔ دونون میرے پیش نظر ہین ۔ ان دونون مفسرین نے ان دونون خواتین اور اونکے طرز عمل کی نسبت جو آخر مین اپنی رائے لکھی ہے وہ خاتمہ بحث مین بہت جلد حاضر کی جاتی ہے ۔ لیکن آپ پہلے انھین مفسرین کی تحریر و عبارت سے اپنے اس مجنونانہ قیاسات کا اثبات نکالدین ۔ آپ حضرت عائشہ و حفصہ کی حمایت مین قیامت کرتے ہین کہ خطابات و فقرات قرآنیہ کے کہین غلط ترجمے کر دیتے ہین کہین اونکے مفہوم کو بدل دیتے ہین کہین اصل مخاطب کی عوض

دوسرے لوگون (منافقین) کو مخاطب اصلی بتلاتے ہین اور شمس العلما ہوکر آپکو یہ نہین دکھلائی دیتا کہ جہان کہین ذکر وخطاب ہے وہ ضمائر مونث کے ساتھ ۔ غضب خدا کا ۔ الفاظ خطاب ہین تو ضمائر ہون مونث کے اور آپ لے جاکر ین اونکو ذکور (منافقین) کی طرف ۔ عورت کو مرد مرد کو عورت تبلائین ۔ اگر آپکو ایسا ہی مغالطہ دینا منظور تھا تو یون کیون نہ بتلایا کہ یہ مونث کے ضمائر ام جُلیح اور حمنہ کی طرف راجع ہین ۔ نہ حضرت حفصہ و عائشہ کی طرف کیونکہ آپ ان دونون کو قصہ افک مین شریک اور ازواج رسول کی بکھیر کھانے والیان لکھ چکے ہین ۔ یہ ترکیب کسی قدر چل سکتی تھی ورنہ آپ کی اس بے تکی ہانک کو کون سنے گا ۔ ہم خود حضرت عمر کے بیان سے اوپر لکھکر ثابت کرآے ہین کہ صفت قلوبکما کی مخاطب اصلی حضرت عائشہ وحفصہ ہین ۔ اسلیئے اس سلسلہ خطابات آئیہ مین تمام مقامات پر یہی خواتین حقیقی طور پر یقین کی جائین گی ۔ شبلی صاحب اگر حضرت عمر سے زیادہ معتبر ہون تو اپنی ذی علمی کا ثبوت پیش کرین ۔

اسکے بعد لکھا جاتا ہے ۔

ان واقعات مین کذابین رواۃ نے اسقدر تلبیسات اور خداعیان کی ہین کہ بڑے بڑے اربابِ سیر نے اونکی روایتین اپنی تصانیف مین استناداً درج کردی ہین ۔

ہان ہان شبلی صاحب ۔ اتنا بیباک نہو جیئے ۔ زبان کو روکیئے ۔ آپکے ہان کف لسان تو جزو ایمان ہے ۔ دیکھئے آپ سرے سے رواۃ حدیث کو کذابین بتلاتے ہین اور اونکے تمام ذکر وبیان کو تلبیسات اور خداعیان ٹھہراتے ہین ۔ اور یہ نہین خیال فرماتے کہ آپکی اس فہرست مین کتنے صحابہ کرام اور تابعین عظام داخل ہین ۔ پھر آخر مین یہ بھی سوچ رکھیئے کہ ان سب کو جھوٹا بناکر آپ سچے رہ سکتے ہین ۔ جن مین آپنے نمبر اوّل خود عبداللہ بن عباس کو لکھا ہے یہ کون بزرگ ہین محیط العلم بین الصحابہ جنکو آپ خود لکھتے ہین ۔ اگر یہ شخص کاذب ہے تو یاد رکھیئے کہ صحاح اہلسنت ہی غائب ہوجائینگی ۔

ع ؎ ۔ زبان بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجیے دہن بگڑا ۔

اس بیباکانہ اور عتابانہ تمہید کے بعد لکھا جاتا ہے ۔

اسقدر عموماً مسلّم ہے اور خود قرآن مجید مین مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازواج کی خاطر سے کوئی چیز اپنے اوپر حرام کرلی تھی ۔ اختلاف اسمین ہے کہ وہ کیا چیز تھی بہت سی روایتون مین ہے کہ وہ ماریہ قبطیہ ایک کنیز تھین جنکو عزیز مصر نے آنحضرت صلعم کی خدمت مین تحفۃً بھیجا تھا ۔ ماریہ قبطیہ کی روایت تفصیل کے ساتھ مختلف طریقون سے بیان کی گئی ہے ۔ جن مین یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلعم کا جوراز حفصہ نے فاش کیا وہ انھین ماریہ قبطیہ کا تھا ۔ اگرچہ یہ روایتین بالکل موضوع اور ناقابل

دکھ رہی ہیں ۔ لیکن چونکہ یورپ کے اکثر مورخوں نے آنحضرت صلعم کے معیار اخلاق پر حرف گیریاں کی ہیں
انکا محل سرسید یہی ہیں ۔ اسلیئے اون سے تعرض کرنا ضروری ہے ان روایتوں میں واقعہ کی تفصیل کے متعلق اگرچہ
نہایت اختلاف ہے لیکن اسقدر سب کا مشترک ہے کہ ماریہ قبطیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موطؤہ کنیزوں
میں تھیں اور آنحضرت صلعم نے حضرت حفصہ کی ناراضی کی وجہ سے انکو اپنے اوپر حرام کرلیا تھا (جلد اول واقعہ ایلا)

مرقومۂ بالا عبارت کی تنقید سے پہلے یہ گذارش کرنا ہے کہ شبلی صاحب حضرت عائشہ وحفصہ کی درستی اخلاق کی حمایت و
طرفداری سے پہلے اپنے آداب تحریری کی مرمت و رفوکاری فرمالیں تو بہتر ہے آپ حضرت ماریہ قبطیہ کی نسبت صفحہ ۲۷۶ میں
لکھ چکے ہیں کہ نجاشی (نہیں مقوقس) نے جو لفظ انکی نسبت لکھا ہے یعنی کہ مصریوں میں انکی بڑی عزت ہے ۔ یہ لونڈیوں کی
شان میں استعمال نہیں کیئے جاسکتے " یہ لکھکر بھی آپ اس واقعہ میں برابر اونکو کنیز لکھکر اون کی مقدر شان کو مسلمانوں
کی نگاہوں میں معمولی گھر کی لونڈیوں کی طرح دکھلانا اور سمجھانا چاہتے ہیں ۔ کیا آپ کی شان آداب اور طرز تہذیب
کے یہی شایان ہے کہ ایک موقع پر تو اوس مقدسہ کی نسبت اس لفظ کو ثقیل اور ناقابل استعمال تبلایا جاوے
اور جب اپنے مطلب کے لیئے مفید ہو تو وہی لفظ بلاتامل و بلحاظ ایک بار نہیں کئی بار استعمال فرمایا جاوے ۔

شبلی صاحب ۔ حضرت عائشہ ہوں یا حفصہ حضرت صفیہ ہوں یا ماریہ ۔ ہمارے دلوں میں بفحوائے ازواجہ
امہاتکم (اونکی (نبیؐ کی) بیبیاں تمہاری مائیں ہیں) تمام ازواج رسول صلعم کی جو قدر و منزلت ہے وہ صرف آنحضرت صلعم کی
نسبت ۔ قربت اور شرف مصاحبت کی وجہ سے ہے اور یہ وصف خاص تمام ازواج میں قدر مشترک ہے پھر ایک کی
ترجیح دوسرے کی توہین کیسی؟ اگر ترجیح کی تفضیل و تصحیح کرنی ہے تو پھر ان خواتین کے طرز عمل پر نظر ڈالنی ضرور ہوگی
اور جانبین کی اصابت و اسارت عمل کی تمیز و تحقیق کے بعد آپ البتہ یہ رائے قائم کرسکتے ہیں کہ ان میں کون قابل
عظمت ہے اور کون نہیں ۔ اور یہ بہت ہی اس موقع پر آسان ہے ۔ آپکی بھی پیش کردہ آیات قرآنی ابھی ابھی نہایت
سہولت و آسانی سے اس کا فیصلہ کردینگی ۔ آپ خود دیکھ لیں پڑھ لیں اور سمجھ لیں کہ ان آیات میں جو ازواج
رسول ؐ مخاطب کی گئی ہیں اور جن دونوں خواتین مخصوصہ سے خطاب خاص کیا گیا ہے اون میں حضرت
ماریہ قبطیہ بھی شامل ہیں یا نہیں ۔ اگر ہیں ۔ تو اس خطاب میں مورد عتاب یہ بھی سمجھی جائیں ۔ اور اگر نہیں ہیں
تو ثابت ہو جائے گا کہ اون کے طرز عمل خدائے سبحانہ تعالیٰ کے نزدیک قابل اعتراض و عتاب نہیں تھے
اس روئداد حقیقت کو پیش نظر رکھکر شبلی صاحب خود سمجھ لینگے کہ طرز عمل کے اعتبار سے اون کے لیئے حضرت
عائشہ وحفصہ قابل عظمت و تکریم ٹھہرتی ہیں یا حضرت ماریہ قبطیہ لائق تحریم ۔

شبلی صاحب کو ادب و تہذیب کا سبق دیکر ہم اون کے دوسرے ابہامات فی بیان الواقعات کے

آیندہ انکشافات پیش کرتے ہین -

شبلی صاحب نے طول وطویل حزم واحتیاط کے بعد اصل مقصود کو لکھنا چاہا ہے لیکن تاہم کسی تفصیل سے نہین - وہ اسلیئے کہ تفصیل مین آپ کا نقصان ہے - لیکن اتنا آپ نے بھی اون روایات کا خلاصہ اور قدر مشترک بتلا دیا ہے کہ آنحضرت صلعم کا راز جو حضرت حفصہ نے فاش کیا تھا - انھین ماریہ قبطیہ کا راز تھا - اسکے بعد آپ اپنے قدیم جُبن اور ضعف فی الکلام پر آگئے ہیں - اور اپنے سرآمد محدثین کی مرویات کو بالکل موضوع اور ناقابل ذکر ٹھہرا کر یورپ مین مولفین کی معیار اخلاق آنحضرت صلعم پر حرف گیریون کا اصلی سبب اور پھر اون کو حرف گیریون کا گل سرسبد بتلایا ہے - اور یورپ مین مصنفین کی انھین حرف گیریون کے باعث سے ان مرویات مین تعریض کرنیکی ضرورت کا پیش آنا تحریر فرمایا ہے -

سبحان اللہ وبحمدہ تحقیق حق مین آپکی مساعی جمیلہ کی حقیقت معلوم ہوگئی - اور آپ کے انداز تحقیق کا اندازہ مل گیا گویا آپ خود نہین - بلکہ مصنفین یورپ کی تعریض کی تنقیدی ضرورت سے مجبور ہوکر ان مرویات کی تعریض کرنے بیٹھے ہین - اگر وہ ان مرویات کی بنا پر اپنی معنویانہ اور رکافرانہ خُردہ گیریان نہ کرتے تو آپ کو اس واقعہ مین تحقیق حق اور تمیز ملزم وغیر ملزم کی کوئی ضرورت نہین تھی - اوس وقت شمس العلماء حافظ نذیر احمد صاحب کی طرح سکوت اور کف لسان کی راہ اختیار فرمائی جاتی اور سمجھ لیا گیا ہوتا کہ جب خدا نے اوس راز اور راوسکے افشا کرنیوالون کے نام نہین بتلائے تو ہم بندون کو مناسب نہین کہ خدا کے راز کو افشا کرین -

ترجمۂ قرآن سورہ تحریم

لیکن حافظ صاحب آپ کا یہ سکوت کس کام کا؟ جب آپ اس راز کے افشا کرنیوالیون کا نام خود بتلا چکے ہین اور آپ سے پہلے خود حضرت عمر بتلا چکے ہین اور اونکے علاوہ آپکے تمام سلف صالحین جن کو آپ اسوقت از راہ سعادتمندی کا ذہین دو مثناعین اور خداعین کا ضرورتاً خطاب دیتے ہین - قدیم زمانہ سے لیکر موجودہ زمانہ تک بار عام لکھتے چلے آتے ہین - غالباً آپ کو اون بزرگوارون کی یہ تفصیل ناگوار ہوئی اور ان غریبون کو کاذبین کا خطاب دینے کی تکلیف نہ اوٹھانی پڑتی - اگر یہ یورپ مین مصنفین اور عیسائی متعصبین اون کی مرویات سے بے موقع فایدہ اوٹھاکر اخلاق رسول صلعم پر حرف گیریان نہ کرتے - بہرحال - آپ اپنے سلف صالحین کی تکذیب خود نہین کرتے ہین - یورپ مین مولفین کی خوردہ گیریون کی مجبوری آپ سے اونکی تعریض کراتی ہے -

اسکے بعد تحریر فرمایا جاتا ہے -

اسقدر سب کا مشترک ہے کہ ماریہ قبطیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موطوءۃ کنیز تھین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

حضرت حفصہ کی ناراضی کیوجہ سے ان کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔

مشکل تو یہ ہے کہ شبلی صاحب سنبھل سنبھل کر کرتے اور سمجھ سمجھ کر نا بھی کرتے ہین۔ مذکورہ بالا عبارت مین ماریہ قبطیہ کے واقعہ کا روایات مختلفہ مین مشترک ہونا تسلیم کرتے ہین۔ پھر صحت وجود کو تسلیم کرنے اسکے وجود کی جرح و قدح کرتے ہین اور عیسائی مورخین کی تعریضات واہیہ سے مرعوب ہو کر اپنے سلف صالحین اور محدثین معتبرین کو جنمین حضرت عمر۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے لیکر ابن ہشم۔ طبرانی۔ عسقلانی۔ ابن حجر۔ محدث شیرازی (اور خدا جانے کتنے) داخل ہین سب کو ایک طرف سے کاذب ٹھہراتے ہین۔ استغفراللہ۔ اس سے بڑھکر بھی کوئی ضعیف استدلال ہو سکتا ہے۔

عیسائیون کی بیہودہ تعریض کا جواب آپ ان متعصبین کی کافرانہ تعریضات کے جواب مین کیون نہین کہہ دیتے۔ کہ اگر جناب ماریہ قبطیہ کے ساتھ مان بھی لیا جاوے۔ خانہ حفصہ ہی مین لطف صحبت اٹھایا گیا۔ تو منافی اخلاق کیا ہوا۔ اپنی زوجہ محللہ اور اپنی دولت سرا۔ حضرت حفصہ کے والدین کا گھر ہوتا۔ یعنے انکا میکے کا گھر۔ تو کسیقدر عذر و مضائقہ کی بات ہو سکتی تھی۔ اب رہا یہ امر کہ حفصہ کی محض خفگی و ناراضی کیوجہ سے ماریہ سے ترک صحبت کا اقرار کرنا جسے آپ اخلاق نبویہ کی نعوذ باللہ کمزوری کہتے ہین وہ غایت اخلاق اور نہایت مروت و اشفاق رسالت کے کامل ثبوت ہین۔ اس لیے کہ حضرت حفصہ کے مزاج کی ناہمواری۔ زبان درازی۔ تنگ حوصلگی اور اخلاقی کمزوریون کو مد نظر رکھکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قضیہ نامرضیہ کو طے فرما دیا۔ اور حضرت ماریہ سے ترک مقاربت کا اقرار فرما کر خود حضرت حفصہ سے بھی اسکا اقرار لے لیا کہ وہ اس بات کو اپنے ہی تک رکھین گی۔ دوسرون سے نہ کہین گی۔ لیکن موصوفہ پیٹ کی اتنی ہلکی تھین کہ انھون نے حضرت عائشہ کو کچا چٹھا سنا دیا۔

واقعہ کا خلاصہ اتنا ہے جو آئینہ کی طرح صاف ہے۔ اس مین ناحق شناس متعصبین یوروپ کس امر کو منافی اخلاق رسول پاک منویانہ حرفگیریان کرتے ہین اگر اپنی زوجہ منکوحہ یا کنیز موطوءہ سے اپنے گھر یا اتفاقاً اپنے ہی فرش خواب پر جو کسی دوسری زوجہ کو مصرف مین لانے یا اپنے خاص آرام فرمانے کے لیے عنایت کیا گیا ہو مقاربت کرنا کسی مذہبی۔ قومی اور ملکی دستور و قانون سے ممنوع ہو تو معترضین کی یہ تعریض مفید کار ہو سکتی ہے اور جب یہ امر کسی قانون اور دستور سے ممنوع نہین ہے تو معترضین کی نفسانیت اور متعصبین مسیحیت کا تعصب محض یقین کیا جائے گا۔

عیسائی متعصبین سے احتجاج اس پر بھی اگر ان ناشنوا اور نابینا متعصبین کی تشفی خاطر نہو۔ تو پھر ان سے بطور احتجاج کہنا پڑے گا کہ تمھاری مقدس کتابون مین (نعوذ باللہ) جناب داؤد علی نبینا وآلہ و علیہ السلام

زن اور یا کو دیکھکر عاشق ہونا۔ اوسکو چھپکے سے گربلا کر اوسکے ساتھ ہم بستر ہونا۔ اور اور یا کو خود فرمان دیکر میدان جنگ میں قتل کرا دینا۔ کمال شرح وبسط سے منقول و مذکور ہے۔ یہ امور ناقص ایک پیغمبر سے تو کہاں تک ظاہر ہوں گے کسی ذلیل اور رذیل طبقہ کے معمولی آدمی سے بھی ایسے عیوب و فواحش کا اظہار وارتکاب نہیں ہوسکتا تا وقتیکہ عیسائی متعصبین خود ان لغویات کا جواب نہ دے لیں اونکو پیغمبر عرب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آئینہ اخلاق پر خاک ڈالنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس واقعہ میں حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کی بداخلاقیاں۔ تنگ ظرفیاں اور اصول فطرت کے مطابق نسوانی کمزوریاں اپنی حد سے زیادہ بڑھکر ان تمام مفسدوں اور فتنہ انگیزیوں کا اصلی باعث ہوئی ہیں۔ کوتہ بین اور ناحق شناس مخالفین اسلام ان خواتین کی اخلاقی کمزوریوں سے اخلاق رسول صلعم کی سوء اخلاقیوں کے مغویانہ معنی لگاتے ہیں لیکن حقیقت بین اور حقیقت شناس محققین جانتے ہیں کہ یہ فریب ہی فریب ہے اصلیت کچھ بھی نہیں۔ جیسا کہ اس بحث کے آخر میں ہم اس امر خاص پر کافی روشنی ڈالیں گے۔

ہم جلد اوّل و دوم کے تمام ایسے ایسے مقامات پر شبلی صاحب کو بتلا آئے ہیں کہ مخالفین اسلام کے مقابلہ میں اپنے رواۃ محدثین کی تنہا تردید و تکذیب سے کام نہیں چلتا اور اون کے اعتراض کا جواب نہیں ہوتا اس لیے کہ اپنے رواۃ اور اپنی روایتوں کے آپ ذمہ دار ہیں۔ وہ نہیں۔ اس بنا پر ضروری ہے کہ اونھیں کی ذمہ داریوں سے اون کے اعتراض کا جواب دیا جاوے۔ جیسا کہ اونکے لغویات کی صرف ایک مثال دیگئی اور اس سے زیادہ جلد اوّل کے تبصرہ میں تفصیل سے بیان ہوچکی ہے

اب رہا اونکا یہ مغویانہ اعتراض کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بے حکم خدا صرف ایک بی بی کے کہنے سے حلال چیز کو کیونکر حرام کر لیا۔ یہی بدگمانی عیسائیوں کی تمام فتنہ انگیزیوں اور مفسدہ خیزیوں کی باعث ہے۔ حالانکہ اسکی بھی کوئی اصل نہیں۔

تا بینا نہیں تو کم بین معترضین کو پہلے پیغمبر اسلام علیہ وآلہ والسلام کے الفاظ وکلام پر۔ جو مزدیات احادیث کے متون میں آپ کی زبانی مرقوم ہیں اور اونکے مطالب ومعانی پر نظر رکھنی چاہیے۔ شبلی صاحب کی کتاب کے علاوہ۔ احادیث وتفاسیر کی کثیر التعداد کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ کی مفسدہ انگیزیوں کے خیال سے تنگ آکر آیندہ شہد کے نہ کھانے یا ماریہ قبطیہ کے پاس نہ جانے کا جو اقرار کیا تھا۔ اوسکے الفاظ یہی تھے اور اتنے ہی تھے۔ دیگر شربت عسل نیاشامم۔ مین اب شہد کا

حرمت نہ ہیون گا۔ روضۃ الاحباب صفحہ ۲۷ یا لا تقرب امۃ اپنی مملوکہ کے پاس نجاون گا۔ ابن حجر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے یہ الفاظ بمقتضائے مصلحت وقت آپ کی وقتی احتیاط کو تبلاتے ہین اور نہ آپ کے حرام مستمر یا مؤبد کے معنیون مین آتے ہین۔

لیکن معترضین کہین گے کہ خود قرآن مجید مین اسکو حرام کے لفظ خاص سے تعبیر فرمایا ہے۔ مگر انکو جان لینا چاہیے کہ ابھی عیسائی خاندن کو علم عربی سے واقفکاری ضرور ہوئی ہے لیکن ابھی تک ادبیات قرآنیہ اور مصطلحات و مستعملات کلام ربانیہ کی تفہیم و ادراک سے کوسون دور ہین اور انکی واقفکاری کے لیے ابھی ایک زمانہ چاہیے۔ پہلے وہ ادب قرآنیہ کے اُن علوم و رموز کے افہام و تفہیم کا سلیقہ پیدا کر لین تب قرآن کے مقاصد و معانی سے اپنی حرف گیریون کے استنباط کی جراءت کرینگے۔

قرآن پاک مین۔ ہم بھی جانتے ہین لم تحرم کا لفظ ضرور ہے۔ جس کے معنی حرام کر لینے کے ہین۔ لیکن اوس کا استعمال بپیرایہ اطلاعیہ و امتثالیہ مین ہوا ہے۔ یعنی حضرت عائشہ اور حفصہ نے جیسا کہ آپ کے اقرار احتیاط سے سمجھ لیا تھا اور مشہور کر رکھا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے آج سے عسل یا ماریہ قبطیہ کو اپنے لیے حرام قرار دیلیا قرآن مجید نے بھی انھین کے مفہوم اور الفاظ مفہومہ موہومہ مین اس واقعہ کی شہرت کو بیان کر دیا ہے۔ کیونکہ انکی شہرت امر تعجب خیز تھی اور حقیقت بھی یہی تھی کہ آنحضرت صلعم کے اس اقرار کو وہ دونو خواتین استمرار کے معنیون مین سمجھکر بیحد مسرور ہوئین اور ایک نے دوسرے کو اسکی فوری نوید پہونچائی۔ خدائے سبحانہ تعالیٰ نے اون کے اس غلط مدعا اور اوسکے اشتہار و افشا کو شان رسالت کے سخت مناقض و منافی پاکر اون پر خطابات عتابانہ نازل فرمائے۔ جیسا کہ تمام آیات سورۂ تحریم سے ثابت ہے۔

نعوذ باللہ من ذلک۔ اگر حقیقی اور ابدی طور پر ان اشیاء کے حرام فرما لینے کی لغزش آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات مقدس کی طرف پائی جاتی۔ تو ان خطابات عتابانہ مین رسول اللہ صلعم بھی شریک کر لیے جاتے۔ جب آپ کی ذات پاک کی طرف اس عتاب کی کوئی اشارت نہین پائی جاتی تو آپ کی ذات کی طرف اوس کے حرام مؤبد کر لینے کا الزام لگانا حقیقت اور واقعیت دونون کے خلاف ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہین کہ قرآن مجید مین ذرا ذرا سی ناموز و نیت کے لیے خدائے تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو کصاحب الحوت دھو مکظوم (تم بھی یونس کی طرح غصہ مین آلودہ نہ ہو جاؤ) ولا تعجل بالقران (اور قرآن کے بیان مین جلدی نکیا کرو) وغیرامثالہا ارشاد فرما کر فوراً ٹوک دیا ہے۔ تو کیا وہ اس موقع پر اپنے نبیؐ کو اوسکے عمل کی ناموزونیت پر مطلع و متنبہ نفرما دیتا۔ فافہم و تدبر۔

جب خداوند عالم کی نظر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اقرار اور عملی اظہار قابل تنبیہ اور تعرض نہین ٹھہرا تو عیسائی متعصبین کی سیہ قلبی اور تیرہ نظری اوسکی حرفگیری مین کہان تک کامیاب ہوسکتی ہے - اس واقعہ کی نسبت عیسائی معترضین کی مفویانہ اور کافرانہ قلمکاریان ایسی بے اصل اور مہمل ہین کہ مسلمان تو مسلمان عیسائی محققین نے بھی اونکی کامل تنقید وتردید کردی ہے -

مسٹر سیل مترجم قرآن اور ڈاکٹر پرائیڈکس کی غلط بیانیونکی تردید

عیسائیون کے مشہور ومعروف پیشوا - ڈاکٹر پرائیڈکس نے اس واقعہ کے متعلق جو کافرانہ تعریض کی ہے وہ ایسی کھلی کھلی اور صاف صاف افترا پردازی ہے جسکو مسٹر سیل (جو اعلیٰ درجہ کا عیسائیت کا حامی - مسیحیت کا پیشوا اور بہی خواہ بھی ہے) دیکھکر اوسکی تردید وتکذیب کیے بغیر نرہ سکا - ہم مسٹر سیل کے ترجمہ قرآن صفحہ ۴۵۲ مطبوعہ لندن سے اونکی عبارت تنقیدی کا پورا ترجمہ ذیل مین درج کرتے ہین -

"ہمکو اس مقام پر لکھکر بتلادینا نہایت ضروری ہے جیساکہ مجھسے قبل ایک قابل مولف مسٹر جینجیر (انسرتحرر ...) لکھکر بتلاچکے ہین کہ ڈاکٹر پرائیڈکس نے قرآن کے اس آیہ کے غلط معنی لیے (یا ایہا النبی ...) حضرت ماریہ کے ساتھ آپ کی صحبت کا ذکر کرکے ڈاکٹر موصوف مختصراً نمونہ کے طور پر اپنے سلسلہ بیانین لکھکر ہمکو بتلاتے ہین کہ اس آیت مین محمد صلعم نے اپنے اور تمام مسلمانون کے لیے خدا کی طرف سے یہ اجازت نکالی ہے کہ وہ علاوہ منکوحہ بی بیون کے جاریات سے جب چاہین مقاربت کرین (حالانکہ الفاظ قرآنی مین یہ اجازت واختیارات صرف رسول اللہ صلعم کی ذات مقدس تک محدود تھے - کیونکہ یہ اذن واختیار بطور خاص تو پہلے ہی آپکو مل چکا ہے - اور سوائے آپکی ذات کے کوئی دوسرے کو نہین - دیکھو سورۂ احزاب) اسکے بعد ڈاکٹر صاحب موصوف اس اجازت واختیار کے متعلق اضافہ کرتے ہین کہ اس آیت مین الفاظ خطاب یہ ہین کہ اے رسولؐ تم صرف اپنی بی بیون کو خوش اور راضی رکھنے کی وجہ سے اون چیزون کو اپنے اوپر کیون ممنوع کرلیتے ہو جسکی خدا نے تمھین اجازت دیدی ہے - خدا نے تو تمھین کنیزون کا اختیار دے ہی دیا ہے -

سیل صاحب نہایت تعجب وحیرت سے لکھتے ہین کہ یہ آخر فقرہ تو عبارت قرآن مین نہ اس مقام پر نہ کسی اور دوسرے مقام پر موجود ہے جس مین ایک ایسے امر کی اجازت ہے جو متعدد مقامات مین ممنوع کردیا گیا ہے (دیکھو سورہ مومنون - سورۂ نسا اور سورہ سبحان الذی جزو ۱۵) حالانکہ ان تمام مقامات کے احکام امتناعی پر خود ڈاکٹر صاحب موصوف نے چند نظریے لکھے ہین لیکن اسوقت آپ اون نظریون کو بھی نظر انداز کرگئے - مسٹر سیل لکھتے ہین کہ مین اسکے متعلق اس سے زیادہ لکھکر اس قصہ کو بیکار طول دینا نہین چاہتا ناظرین خود دیکھکر سمجھ لین گے کہ یہ محترم مقدس

(ڈاکٹر پرائیڈکس) اگر کسی مسلمان کو ان افعال کا مرتکب دیکھتا تو کیا کچھ طوفان نہ اوٹھاتا۔

اس آیت کے متعلق ڈاکٹر صاحب کی غلط فہمیون کا انکشاف حقیقت کرکے اب ہم دو ایک لفظ ڈاکٹر صاحب کے اوس بیان کے متعلق بھی عرض کرنکی جرأت کرتے ہین جو ڈاکٹر صاحب موصوف نے ماریہ قبطیہ کے خاص حالات مین نقل کیا ہے اونکا یہ بیان ہے کہ جناب رسولخدا صلعم کے انتقال کے بعد ماریہ قبطیہ اور اون کے لڑکے کا جو پیغمبر صاحب کے صلب سے تھا کچھ حال معلوم نہین ہوتا۔ سوائے اسکے کہ دونون ماں بیٹے مصر مین نکال دیے گیے اور پھر اہل مصر مین اندرونی حالات نہین ملتے۔ یہ لکھکر ڈاکٹر صاحب موصوف لکھتے ہین۔ لیکن میرا قیاس یہ کہتا ہے کہ عائشہ نے اپنے اوس کینہ دیرینہ کے تقاضے سے جو ان کو ماریہ کے ساتھ ہمیشہ سے تھا اپنے باپ کو جو پیغمبرؐ کے بعد تخت حکومت پر بیٹھا تھا۔ اس امر پر آمادہ کرلیا کہ اُسکا یون خاتمہ کردیا جاے۔ سیل صاحب لکھتے ہین۔ لیکن تمام مشرقی مورخین کا اسپر اتفاق ہے کہ ماریہ قبطیہ آنحضرت صلعم کی وفات سے پانچ برس بعد انتقال فرماگئین اور مقبرۂ مومنین جنت البقیع مین مدفون ہوئین۔ اونکے صاحبزادے (ابراہیمؑ) تو جناب رسولخدا صلعم کے سامنے ہی انتقال کرگیے تھے۔ ڈاکٹر جنجیر نے ڈاکٹر پرائیڈکس سے اس روایت کی سند مانگی ہے۔

سیل صاحب لکھتے ہین۔ میرا خیال یہ ہے کہ پرائیڈکس صاحب نے کچھ تو اسکو تاریخ ابوالفار لیغوس سے لیا ہے۔ جس کے مطبوعہ نسخہ مین ماریہ قبطیہ کی نسبت یہ لکھا ہے کہ وہ اور اون کی بہن سیرین (نہ اون کے صاحبزادے) مقوقس کی طرف اسکندریہ مین بھیجے گئے تھے۔ ہمکو اس روایت کے وجود مین کوئی شبہہ نہین لیکن اس کے ترجمہ کو ڈاکٹر پوکاک ( ) صاحب کی کتاب والفاظ ترجمہ سے مقابل کرلینا چاہیے۔ جس مین ہم لوگون کو مِنْ (سے) کو بجاے اِلیٰ (طرف) کے معنی مین سمجھنا چاہیے۔ یعنی مقوقس نے ماریہ اور اون کی بہن سیرین کو اسکندریہ سے بھیجا۔ مسٹر پوکاک کی کتاب کا ایک صحیح نسخہ میرے (سیل صاحب کے) پاس بھی موجود ہے اوسمین یہی مضمون مندرج ہے۔ سیل صاحب کا ترجمہ قرآن صفحہ ۴۱۶

واقعات اسلامی کی نقل و ترجمہ مین عیسائی مؤلفین کی یہ ذہنیت اور صلاحیت ہے۔ جو اون کے ہموطن ہمقوم اور ہم مذہب محقق کی زبانی معلوم ہوئی۔ تو پھر ان کی منغویانہ تعریفات اور ملحدانہ تلبیسات سے مرعوب ہونا تو اپنی مزید کم مایگی اور ناواقفیت کی دلیل ہے۔

اس شورش انگیز واقعہ مین جو کچھ شورش۔ سازش اور کاوش معلوم ہوتی ہے وہ سب حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ کے اتفاقی ضعف و رکاکت کی باعث ہے۔ اس لیے تمام سورۂ مقدسہ مین جو خطاب عتاب ہے وہ تمام تر اون مخصین دونو خواتین اُمہات مومنین کی نسبت ہے۔ ذات مقدس رسالت بمضمون آیہ کریمہ

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ
فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ

خدا اور خدا کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور اگر اس سے تم روگردانی کروگے تو ہمارے انبیاؐ سوائے تبلیغ ظاہر کے اور (تمھارے) کسی امر کے ذمہ دار نہین ہین۔

ان تمام تعلقات۔ تناسب اور تخاطب سے بالکل مبرّہ اور منزّہ ہے۔ چنانچہ اس مسئلہ کا خود الفاظ قرآنی نے اس سورہ کے آخر عبارت مین تصفیہ کر دیا ہے۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ
نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ
مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا
مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ
مَعَ الدّٰخِلِيْنَ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا
لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ
اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا
فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ
وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ
وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ
فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا
وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا
وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ

کافرون (کے عبرت پکڑنے) کیلیے خدا نوحؑ کی بی بی اور لوطؑ کی بی بی کی مثال دیتا ہے کہ یہ (دونو عورتین) ہمارے بندون مین سے دو نیک بندون کے نکاح مین تھین پھر ان دونون نے انکو دغا دی (کہ اپنے شوہرون کے خلاف کافرون سے ملی رہین) تو وہ دونون شوہر (باوجودیکہ پیغمبر تھے) اللہ کے مقابلہ مین انکے کچھ بھی کام نہ آئے اور ان دونون عورتون کو حکم دیا گیا کہ جہان اور لوگ (جہنم مین) داخل ہوئے ہین تم بھی انھین کے ساتھ جہنم مین جا داخل ہو اور (سچے مسلمانون کی تسلی) کیلیے ایک تو فرعون کی بی بی (آسیہ) کو مثال دیتا ہے کہ ان بی بی نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار میرے لیے بہشت مین اپنے پاس ایک گھر بنا اور مجھکو فرعون اور اوسکے کردار (بد) سے نجات دے اور (نیز) مجھکو ان ظالم لوگون سے نجات دے اور (دوسری مثال) عمران کی بیٹی مریمؑ کی ہے جنھون نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا تو ہم نے اون کے پیٹ مین اپنی (قدرت سے) ایک روح پھونک دی اور وہ اپنے پروردگار کے کلام اور اوس کی کتابونکی تصدیق کرتی ہین اور وہ (ہمارے) فرمانبردار بندون مین سے تھین۔

ترجمہ شمس العلما حافظ نذیر احمد صاحب دہلوی ص۸۹۶۔

ان آیات قرآنیہ نے تمام معاملات کو آئینہ کر دیا ہے۔ پہلے کافرون سے جس مین اسلام کے مخالف تمام فرقے شامل ہین خطاب ہے اور بتلا دیا گیا ہے کہ اس شرمناک واقعہ مین وہ ازواج رسولؐ ہونیکی نسبت اور خصوصیت ظاہری پر نظر کر کے تعجب نکرین اور رسول اللہ صلعم پر حرف گیری نکرین۔ اس سے قبل بھی انبیاے کرام کے ازواج سے کردار بد ظاہر ہو چکے ہین اور وہ باوجود پاس اون مقدسین مرسلین کے جن سے وہ منسوب تھین۔ عذاب و عقاب الٰہی مین گرفتار ہو چکی ہین

اونکے مقدس شوہرون کی نسبت اور خصوصیت نہ اونکو عذاب الٰہی سے بچا سکی اور نہ جہنم سے واپس لاسکی ثابت ہوگیا کہ باوجود ان خصوصیت۔ نسبت اور قربت خاص کے بھی اونکی جزا و سزا اونکے اعمال و افعال کی صلاحیت و عادت پر منحصر رہی اور اونکی بدکرداریون اور بدافعالیون کا کوئی اثر اونکے مقدس شوہرون کے دامان تقدس کو داغدار نکر سکا۔

اسی طرح مسلمانون کے خاص اطمینان کیلیے حضرت آسیہ و مریم علیہما السلام کی مثال دکھلا دیا گیا ہے کہ باوجود اسکے جناب آسیہ فرعون کے ایسے بدکردار اور خدا کے کفار سے منسوب تھین لیکن اونکے اعمال حسنہ۔ اونکا نفس اونکی خداشناسی ایسی کامل تھی کہ وہ ہمیشہ خدا سے دست بدعا رہتی تھین کہ وہ۔ اونکو فرعون اور اسکی بدکرداریون اور تمام ظالمہ وقت کے ہاتھون سے نجات دلوائے۔ اسی طرح جناب مریم بنت عمران نے باوجودیکہ یہودیون ہی میں ہود۔ اور اونکے خاص گھر والون نے اون پر کیسی کیسی تہمتین نہ لگائین لیکن اوس مقدسہ نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا۔ خدا کی طاعت اور احکام خدا کی اطاعت پر قائم رہین۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ دونون خواتین باکملین۔ باوجودیکہ کفار سے اُنکے تعلقات تھے خداوند عالم کے نیکو ترین بندون مین داخل ہوئین۔ ان مثال خاص سے یہ تعلیم و تفہیم مراد ہے کہ مسلمان محض پیمبر کی بی بی ہونے پر اونکے اعمال صالحہ اور عادات حسنہ کا یقین نکرلین۔ کافرونکی بیبیان اور رشتہ دار عورتین بھی مثل حضرت آسیہ و مریم علیہما السلام کے مقرب ترین بارگاہ الٰہی ہوسکتی ہین۔

مسلمانون کی عبرت پذیری کیلیے دونون مثالین تاکیداً دکھلا دی اور بتلا دی گئین۔ اسواقعہ خاص کی مثال پہلے انبیائے سابقین کی دو بدکردار بیبیون کے حالات سے دکھلا دی گئین ہین اور بتلا دیا گیا ہے کہ یہ واقعہ محض اسلیے کہ ازواج رسول بدکردار ہوئین اور مورد عتاب الٰہی ہوئین تعجب خیز اور عبرت انگیز نہونا چاہیے اسلیے کہ ان سے قبل دو پیمبر کی بیبیان ایسی ثابت ہوچکی ہین پھر آخر مثال جناب آسیہ (فرعون کی بی بی) اور حضرت مریم (یوسف نجار کی منسوبہ) کی دیگئی اور بتلا دیا گیا ہے کہ ان خواتین محترمہ کی مقدس زندگی اگرچہ کفار کے ساتھ رہی لیکن اونکے اعمال حسنہ پر کفار کی بدکرداریان کوئی اثر نہ لاسکین اور وہ نیکو ترین طبقہ نسوانی اور مقرب ترین بارگاہ یزدانی ثابت ہوئین۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ امور تمام تر اعمال انسانی کی نیکی و بدی پر منحصر ہین۔ کسی کے ساتھ اوسکی قرابت و خصوصیت کام نہین آسکتی۔ قرآن مجید نے کھلے کھلے الفاظ مین بتلایا ہے کہ حضرت نوح اور حضرت لوط کی بدکردار بیبیون کو اون کے مقدس شوہر کے مدارج رسالت عذاب الٰہی سے نہ بچا سکے۔ اور نہ اونکی خرشتین اون بزرگوارون کے دامن تقدس مین کوئی دھبہ لا سکین۔ اسی طرح حضرت آسیہ اگرچہ فرعون سے کافر زبردست کے ہمراہ تھین اور جناب مریم جو کفار و ہین گرفتار تھین محض اپنے اعمال حسنہ کی وجہ۔ خدا کی مقرب ترین بندیان ثابت ہوئین اور فرعون اور دیگر کفار کی صحبت یا قربت انکے اعمال و اخلاق کو نہ بگاڑ سکی۔ ایسی مفصل اور مدلل مثالون کے بعد۔ جو تاریخ و سیر سے مشاہدۂ عینی ثابت ہوتی ہین حضرت عائشہ اور حفصہ کی ان ناشائستہ حرکات کی وجہ سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق

واُداب پر حرف گیری ـ خندہ زنی اور طعن افگنی کرنا مخالف اسلام کی صریح نفسانیت ـ خباثت اور تعصّب ہے چنانچہ اس مضمون کو امام فخرالدین رازی اور علّامہ زمخشری نے اپنی اپنی تفسیرون مین بزیر آیات مرقومۂ بالا نقل فرمایا ہے جسکی اصل فارسی عبارت ترجمہ کو ہم اُردو ترجمہ کے ساتھ ذیل مین نقل کرکے اس بحث کو تمام کیے دیتے ہین ـ

واین دو تمثیل کہ حق تعالیٰ دراین آیہ و بعد ازین آیہ درباب زن فرعون بیان کردہ کنایہ خطیے است بدو مادر مومنان بہ سبب آنچہ از ایشان صادر شد از اتفاق بر آزار آنحضرت صلعم وافشاے راز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نمودن وحق تعالیٰ دراین مثلہا بیان آن نمودہ کہ باوجود کفر ونفاق روابط نسبی وسببی نفع نمی بخشد ہرچند انتساب باشرف خلق کہ پیغمبر آنند بودہ باشد وباوجود ایمان انتساب بکافران ضرر نمی رساند ہرچند کافرے مانند فرعون بودہ باشد وبدانکہ معاتبہ کہ حق تعالیٰ باحضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دراوّل سورہ فرمودہ معلوم است کہ از نہایت لطف ومرحمت است نسبت باآنحضرت صلعم کہ چرا از براے رضاجوئی زنان خود برخود حرام می گردانی لذّت چند را کہ خدا براے تو حلال گردانیدہ است ومنع حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود را ازان لذّات خصوصًا وقتے کہ ظاہرا متضمّن مصلحتے باشد بر آنحضرت صلعم حرام نبود کہ فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متضمّن معصیتے باشد ـ

ان دونون آیتون مین اور اوس کے بعد والی آیت مین جسمین فرعون کی بی بی کا ذکر کیا گیا ہے خداے سبحانہ تعالیٰ نے ایک بہت بڑا مقصد مخفی رکھا ہے ـ اون امور کے متعلق جو اون دونون اُمہات مومنین (عائشہ وحفصہ) سے سرزد ہوا اور ایک امر باہم اتفاق وسازش کی وجہ سے رسول صلعم کو آزار پہونچا اور آپکا افشاے راز ہُوا ـ جناب باری عزاسمہ نے آنحضرت صلعم کو ان امور پر مطلع فرماکر بتلا دیا کہ کفر ونفاق کی حالت خاص مین کسی کے ساتھ نسبی اور سببی خصائص وروابط کوئی نفع نہین پہونچا نے عام اس سے کہ یہ قربت ونسبت پیغمبرون کے ساتھ ہی کیون نہ ہو ـ اسی طرح ایمان کی حالت ہے کہ کافرون کے ساتھ نسبت ایمان کو نہین بگاڑ سکتی ـ اگرچہ فرعون کے ایسا ہی کافر کیون نہ ہو اور یہ بھی سمجھ لینا ضروری ہے کہ حق تعالیٰ نے ابتدائے سورہ مین جو تہدیدانہ خطاب رسول اللہ صلعم سے کیا ہے وہ کوئی معاتبہ نہین ہے بلکہ نہایت لطف ومرحمت کیساتھ خطاب استفہامیہ کے انداز مین خدا اپنے رسول صلعم کو سمجھاتا ہے کہ تم نے اپنی ان بی بیون کی محض رضاجوئی کیلیے اون اشیاء سے لذت پذیری کو اپنے اوپر کیون حرام کرلیا ہے جو خدا کی طرف سے تمھارے لیے حلال کی گئین ہین یہ بھی جان لینا ضروری ہے کہ اون چیزون کے محظوظ ہونے سے رسول اللہ صلعم کا رُک جانا یا پرہیز اختیار کرنا

کسی طریقہ سے آپ کیلیے ممنوع وحرام نہین تھا جس کی وجہ سے آپ پر نعوذ باللہ ارتکاب معصیت کا گمان کیا جائے۔۔

منقول از حیات القلوب
جلد دوم صفحہ ۵۸

غزوۂ تبوک

(رجب ۹ سنہ ہجری مطابق اکتوبر و نومبر ۶۳۵ء)

تبوک ۔ مدینہ اور دمشق کے بیچ مین چودہ منزل کی مسافت پر ایک مشہور مقام ہے۔ قدیم زمانہ مین اقوام قدیم کا مرکز تھا۔ جنگ موتہ مین فوج اسلامی کی واپسی نے عیسائیون کو اتنا جری کر دیا تھا کہ وہ مدینۃ النبیؐ پر چڑھائی کا برابر ارادہ کر رہے تھے غسان جو علاقہ شام مین قیصر روم کی طرف سے نیابتاً حکومت کر رہا تھا دار الاسلام مدینہ کی فتح کرنے کیلیے سخت بے چین تھا ایک تو عرب ہونے کی فطرتی مخالفت اوسکو اسلام کے استیصال پر امادہ کر رہی تھی پھر اوسکے بعد عیسائی ہونے کا خلوص اوسکے سمند شوق پر تازیانہ کا کام کر رہا تھا۔ لیکن اسلام سے اب مقابلہ بڑے جیوٹ کا کام تھا۔ اور دار الاسلام مدینہ پر چڑھائی جان سے ہاتھ دھونیکا نام تھا موقع کی اہمیت کو پیش نظر رکھکر غسانی حاکم نے ہرقل رومی سے کمک مانگی اور اپنی عرضداشت مین جھوٹی سچی خبرین لکھ کر قیصر کو اپنی امداد و حمایت پر امادہ کر لیا۔ قیصر کو جو عرضی بھیجی تھی اوس مین جھوٹی خبر تو یہ تھی کہ پیغمبر اسلام نے انتقال فرمایا۔ اسلام اور اہل اسلام کے استیصال کا اس سے بہتر دوسرا موقع ہاتھ آنے والا نہین ہے۔ کیونکہ جزیرہ نمائے عرب بالکل خالی پڑا ہے اور مدینہ کی خاص حالت تو یہ ہو رہی ہے کہ وہان قحط عظیم برپا ہے ہزارہا بندگان خدا بھوک پیاس سے مر گئے۔ او جڑ گیے۔ جو بچ گیے وہ بلا و مصیبت سے جان بلب ہین۔ قیصر نے ملک گیری کے اصول اور توسیع فتوحات کے دستور کے مطابق ماتحت حکمران کی امداد کو قبول کر لیا اور ملک شام مین چالیس ہزار شاہی فوج روانہ کر دی ادھر غستان کے حاکم نے عرب کے آس پاس والے تمام قبائل کو اسلام کی مخالفت پر آمادہ کر لیا۔ بنی لخم۔ بنی جذام اور بنی غسان سب نے سب استیصال اسلام پر تل گیے۔

ادھر کی یہ حالت تھی ادھر مدینہ کی یہ مصیبت تھی کہ ایک برس سے چارون طرف قحط عظیم برپا تھا۔ پانی کا ایک قطرہ نہ برسا تھا۔ خرمون کی فصل ماری گئی تھی۔ وہی اونکا آذوقہ تھا مویشیون کے چرنے کو زمین پر گھانس تک میسر نہین تھی آدمی اور جانور زیادہ تر درختون کے پتون پر بسر کرتے تھے۔ بے آب ودانہ علاقہ مین چارون طرف ہزارون جانین تلف ہو رہی تھین۔ انھین ایام مین شام کے زیتون بیچنے والے نبطی مدینہ مین آئے اور یہ خبر لائے کہ رومی و غسانی فوجین مدینہ پر چڑھائی کرنے والی ہین۔ بلکہ اونکا مقدمۃ الجیش دمشق سے روانہ ہو کر جابلقا تک پہونچ گیا ہے۔ روم کی تازہ دم فوجین اور قبائل عرب کے لشکر ملکر اپنی متحدہ قوتون سے تخت گاہ اسلام کو پامال کر دینگی۔

جناب رسول خدا کا تہیہ اور اسکی دشواریان

اسلام غسانیون کی مخالفت سے غافل نہین تھا۔ جنگ موتہ کی واپسی ہی وقت سے یہ مخالفانہ خبرین مدینہ کی گلی کوچون مین مشہور ہو رہی تھین اور ایک اون سے تقابل و تصادم یقینی تھا۔ اس بنا پر نبطیون کی یہ خبر مسلمانون کے لیے کوئی نئی خبر نہین تھی لیکن اس تازہ خبر کی شہرت مین اتنی اہمیت ضرور تھی کہ مخالف کے طلیعہ کا شہر حا بلقا تک پہونچ جانا ایسا امر نہین تھا کہ اس سے بے پروا ہو کر سکوت اور خموشی اختیار کرتے۔ ان امور کو پیش نظر رکھکر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ تجویز فرمایا کہ غنیم شہر مین آجانے سے پہلے باہر نکل کر اوس کی سد راہ ہو جانا بہتر ہے۔ اسلیے کہ اسلامی مقبوضات کے اندر تمام مقامات مین امن قائم رہیگا لیکن با اینہمہ یہ مقابلہ ایک ایسی عظیم الشان سلطنت سے تھا جو نصف سے زاید دنیا پر حکمران تھی اور تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ اپنی قوت سے ایران کے ایسی عظیم و قدیم سلطنت کو مغلوب کر چکی تھی اس ضرور تھا کہ خاص طور پر سامان جنگ کرنا لازمی تھا۔

لیکن آنحضرت صلعم کو تہیۂ سامان جنگ مین جو دقتین حائل اور دشواریان لاحق تھین وہ یہ تھین تمام مسلمان۔ سپاہی سے لیکر اہل فلاحت و تجارت کیا صاحبان مال و دولت تک پریشان اور بالکل بے سر و سامان تھے سال بھر کے قحط شدید مین اونکا اندوختہ سرمایہ صرف ہو چکا تھا۔ روپیون ناس کو محتاج تھے بڑی دور دراز سفر تھا ان مفلسون کے پاس سواری کے جانور تک باقی نہین رہے تھے۔ قحط مین سب پیٹ کے نذر ہو چکے تھے اسلحات بھی یک کراس و نرخ مین جھونک چکے تھے۔ سلاح جنگ کیسی پہننے کے کرتے تک اوتر کر گرو ہو چکے تھے۔ عرب کی قیامت والی گرمی پڑ رہی تھی بھوک پیاس سے بچ بھی گئے تھے تو دھوپ اور گرمی جھلسائے دیتی تھی۔

ضرورت وہ۔ حالت یہ۔ لیکن سے کسی کی لاکھ مشکل اور ہماری ایک آسانی۔ مدبر رسالت علیہ السلام والتحیۃ نے۔ ان تمام دشواریون۔ دقتون اور مصیبتون پر۔ اسلام کی حمایت۔ اعلاء کلمۃ اللہ۔ توحید کی اشاعت مخالفین کے مظالم کی مدافعت۔ اہل اسلام کی جان۔ مال۔ آبرو۔ اور اہل و عیال کی محافظت کو ترجیح دی اور عیسائیون کی کثیر التعداد فوجون سے مقابلہ کے لیے سفر جہاد کا اعلان فرما دیا اگرچہ مسلمانون کے افلاس تنگدستی اور عسرت کی جو حالت ہو رہی تھی وہ نہایت تفصیل سے اوپر بیان ہو چکی ہے۔ لیکن جب غیرت قومی اور حیاے ایمانی کا قدم درمیان آگیا تو ان تمام مصیبتون کا خیال دل سے جاتا رہا۔

اصحاب رسول صلعم اور فراہمی سامان جنگ مین امداد

حسب الامکان تمام اکابر صحابہ نے سامان جنگ کی فراہمی مین شرکت کی۔ ان تمام امدادی سرمایہ مین حضرت عثمان کا [illegible] سب سے زیادہ تھا۔ لیکن ابو عقیل انصاری کا ہدیہ سب سے زیادہ گرانقدر رہا۔ اس لیے سب کی عطیہ رقمون کے اوپر رکھوایا گیا۔

نہ ہدیہ رہ جو ونقد رقم تھا نہ اسلحہ کا انبار، مالک صرف اتنا سا چھوہارے تھے وہ بھی کل دو سیر۔ صاحب رحمۃ العالمین تاریخ ابن خلدون سے اس کی تفصیلی کیفیت یون نقل فرماتے ہین۔

ابو عقیل انصاری نے دو سیر چھوہارے لاکر پیش کیے اور عرض کی رات بھر پانی کھینچ کھینچ کر ایک شخص کے کھیت کو سیراب کیا تھا اوسکی مزدوری مین چار سیر چھوہارے ملے تھے دو سیر بچون کے لیے گھر مین چھوڑ دیے باقی دو سیر لے آیا ہون نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ ان چھوہارون کو جملہ قیمتی مال ومتاع کے اوپر بچھا دو۔ رحمۃ صفحہ ۱۴۱ مطبوعہ امرتسر۔

صحابہ کا شرکت جنگ سے اغماض

غزوہ تبوک کی تیاری ایک طرف سے تو اہل اسلام کی حمایت دین مین استقلال و پائداری اور اونکے ایثار مالی کے اعلی مناظر ومشاہد پیش کرتی ہے۔ دوسری طرف سے اونکے ابتلا و امتحان کی کیفیت دکھلا رہی ہے۔ تمام محدثین ومورخین نے بالاتفاق لکھا ہے کہ ۸۲ مسلمانون نے شرکت جنگ سے پہلوتہی اختیار کی اور گھرون مین چھپکر بیٹھ رہے صاحب رحمۃ العالمین نے تو کھلے الفاظ مین لکھدیا ہے کہ

قریبا ۸۲ شخص جو دکھاوے کے مسلمان تھے بہانے کرکے اپنے اپنے گھرون مین چھپ رہے عبد اللہ بن ابی سلول منافق نے ان لوگون کو اطمینان دلایا تھا کہ اب محمد صلعم اور اونکے ساتھی مدینہ واپس نہ آسکین گے قیصر انھین گرفتار کرکے مختلف ممالک مین بھیجدے گا۔ صفحہ ۱۴۲۔

شبلی صاحب اسکے متعلق لکھتے ہین۔

سوء اتفاق یہ کہ سخت قحط اور شدت کی گرمیان تھین۔ ان اسباب سے لوگون کو گھر سے نکلنا شاق تھا۔ منافقین جو بظاہر آپ کو مسلمان کہتے تھے اونکا پردہ فاش ہو چلا۔ وہ خود بھی دل چراتے تھے اور دوسرون کو بھی منع کرتے تھے۔ لا تنفروا فی الحر گرمی مین نہ نکلو۔ سویلم ایک یہودی تھا اوسکے گھر مین منافقین جمع ہوتے اور لڑائی پر جانے سے لوگون کو روکتے صفحہ ۱۴۱

ابن ہشام کے الفاظ یہ ہین۔

ان رسول اللہ صلعم امر اصحابہ بالتھیوا	جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو رومیون سے
الغزو الروم و ذلک فی زمن عسرۃ من الناس	جہاد کی طیاری کا حکم دیا اور یہ حکم لوگون کو عین شدت کی تنگی۔
وشدۃ من الحر وجدب من البلاد وحین	گرمی۔ قحط وبلا کے زمانہ مین دیا گیا اور نیز ایسی فصل و وقت مین
طابت الثمار والناس یحبون المقام	کہ اونکے خرمے پک رہے تھے اور تمام لوگ اپنے پھلون اور اونکے
فی ثمارھم وظلالھم ویکرھون	سایون مین آرام ومقام کرنا پسند کرتے تھے اور ایسی حالت

الشخوص على الحال من الزّمان الذى هو عليه وكان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قلما يخرج فى غزوة الا كنى عنها واخبر انه غير الوجه الذى يصمد له الا ما كان من غزوة تبوك فانه بينها للنّاس لبعد الشقة وشدّة الزّمان وكثرة العدوّ الذى يصمد له ليتاهب الناس اهبته فامر الناس بالجهاز واخبرهم انه يريد الرّوم -

خاص مین گھر سے باہر نکلنے کو مکروہ سمجھتے تھے اور حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہمیشہ سے یہ دستور تھا کہ حکم غزوہ کے اظہار کے وقت اصل مقام کے خلاف دوسرے مقام کی طرف جانیکی لوگون کو اطلاع دیتے تھے۔ اس لیے کہ دشمن کو آپ کی اصل حرکت کی خبر نہو۔ بخلاف اس دستور کے غزوہ تبوک مین آپ نے ابتدا ہی سے صاف صاف تبلا دیا کہ روم سے مقابلہ کا قصد ہے اسلیے کہ سفر کی دوری۔ گرمی کی تیزی اور بے سروسامانی اور تنگ حالی کی کیفیت اون پر پوشیدہ نرہے۔ ص ۳۶ ج ۳ مصر

ہم لکھکر بتلا چکے ہین کہ غزوۂ تبوک مسلمانون کے استقلال فی الایمان کا بہت بڑا امتحان تھا۔ ابن ہشام کی عبارت سے معلوم ہوا کہ اکثر لوگ تن آسانی کے خیال سے بھی گھر سے قدم باہر نکالنا نہین چاہتے تھے۔ اور اکثر لوگ منافقین کے بہکانے سے بھی رک رہے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید مین دونو امور کی طرف حسب ذیل اشارت فرمائی گئی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ أَرَضِيتُم بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ﴿۳۸﴾

اے ایمان والو۔ تمھین زیبا نہین ہے کہ تم راہ خدا کے کامون سے گریز کرو اور دنیا مین بار بکر جمے بیٹھے رہو۔ کیا تم آخرت کے مقابلہ مین دنیا اختیار کرنے کے لیے راضی ہو۔ حالانکہ دولت دنیا نعمت عقبیٰ کے مقابلہ مین بالکل بے مقدار ہے۔

بعض وفادار صحابہ کے جان نثارانہ حالات

ان ظاہر تما مسلمانون کے خلاف اکثر وفادار ایسے بھی تھے جو حقیقت مین اپنی تنگدستی پریشانی اور بے سروسامانی کے باعث سفر کرنے سے مجبور تھے۔ وہ بارگاہ الٰہی سے اس خطابیہ عتاب آمیز کو سُنکر بیتاب ہو گیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین بیساختہ دوڑے آے۔ اور بکمال حزن و ملال اپنی مجبوریون کا اظہار حال کرنے لگے اور پیادہ روی سے اپنی مجبوری اور برہنہ پائی کی حالت خراب دکھلا کر سواری کے خواستگار ہوے یہان خود سواری کی اتنی قلت شدید تھی کہ اٹھارہ شخصون کی شرکت مین ایک اونٹ دیا گیا تھا جسپر باری باری سے لوگ سوار ہوا کرتے تھے۔ اس بنا پر آنحضرت صلعم نے اون سے خود اپنی مجبوری دکھلائی۔ قرآن مجید نے بھی ان خالص الایمان مسلمانون کی تصدیق حال ان الفاظ مین فرمائی ہے۔

وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوا وَّأَعْيُنُهُمْ

اون لوگون پر کچھ اعتراض نہین ہے کہ جب وہ تمھارے پاس آئے کہ ہمکو سواری دیجئے اور تم نے کہا کہ میرے پاس سواری کہان ہے

تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوا مَا يُنْفِقُونَ ۞ جس پر تھین سوار کر سکون۔ تو وہ واپس گئے اور اون کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ کہ افسوس ہمارے پاس یہ خرچ نہین ہے۔

صاحب روضۃ الاحباب نے ان مخلصین کے حسب ذیل نام لکھے ہین۔

سالم بن عمیر (۲) علقمہ بن زید (۳) ابو لیلی عبد الرحمن ابن کعب مازنی (۴) عمر بن غنمہ (۵) سلمہ بن صخرہ (۶) عرباض بن ساریہ (۷) عبد اللہ بن معقل (۸) معقل ابن یسار (۹) مہدی بن عبد الرحمن (۱۰) عمر بن ابی الحمام بن الجموع۔

انھین بزرگوارون کی وفاداری کے ساتھ۔ عبد اللہ ملقب ذوالبجادین کی جان نثاری بھی قابل ذکر ہے جسکو ہم صاحب رحمۃ للعلمین کی عبارت سے ذیل مین نقل کرتے ہین۔

عبد اللہ ملقب ذوالبجادین ان کا نام عبد اللہ تھا۔ ابھی بچہ تھے کہ باپ مر گیا۔ چچا نے پرورش کی۔ جوان ہوے تو چچا نے اونٹ۔ بکریان غلام دیکر انکی حیثیت درست کر دی۔ حسن اتفاق سے عبد اللہ نے اسلام کا شہرہ سُنا۔ دل مین توحید کا ذوق پیدا ہوا لیکن چچا کا خوف اسقدر طاری تھا کہ اظہار اسلام نکر سکے جب جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ سے واپس ہوئے۔ تو فتح مکہ کا حال سُنکر عبد اللہ بیچین ہو گئے۔ آنحضرت صلعم کے شوق زیارت مین بیتاب ہوکر چچا کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ چچا مجھے برسون اس امر کے انتظار مین گذر گئے کہ کسدن آپ کے دل مین اسلام کی تحریک پیدا ہوگی اور آپ کب مسلمان ہونگے لیکن آپ کا حال ابتک ویسا ہی کا ویسا ہی چلا آتا ہے۔ مین اپنی عمر پر زیادہ اعتبار نہین کرتا۔ مجھے آپ اجازت دین تو مین مسلمان ہو جاؤن۔ چچا یہ سنکر غصّہ سے جل اوٹھا اور کہنے لگا کہ اگر محمد (صلعم) کا دین قبول کرنا چاہے گا تو یقین کرے مین ابھی ابھی سب کچھ تجھسے چھین لونگا۔ تیرے بدن کی چادر اور تہہ بند تک چھوڑ دونگا۔ عبد اللہ نے نہایت استقلال سے جواب دیا۔ چچا مین اب تو مسلمان ہوکر رہونگا۔ اور محمد صلعم کی اطاعت و متابعت ضرور اختیار کرونگا۔ مین شرک اور بت پرستی سے بالکل بیزار ہو چکا ہون۔ میرا تو یہ مصمم ارادہ ہو چکا ہے۔ اب آپ کا جو قصد ہو وہ کیجیے۔ جو کچھ میرے قبضہ مین زر و مال ہے سب چھین لیجیے۔ مین تو یقین کر چکا ہون کہ آخر ایکدن مجھے ان سب چیزون کو چھوڑنا ہی پڑے گا اس لیے بہتر ہے کہ آپ ہی کو واپس کرتا جاؤن۔ مین ان تعلقات فانی کے لیے۔ دین کے ذخائر روحانی کو نہین ترک کر سکتا۔ یہ کہکر عبد اللہ نے چچا کے سامنے کھڑے کھڑے تمام بدن کے کپڑے اوتار دیے اور مادر زاد برہنہ ہوکر ماں کے پاس چلے گیے۔ ماں دیکھکر حیران ہو گئی۔ پوچھا ارے کیا ہوا۔ عبد اللہ نے کہا مین مومن اور موحد ہو گیا اب جناب رسولخدا محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین جاتا ہون۔ چچا نے مارے غصّہ کے یہ حال کر دیا۔ اگر آپ سے ہو سکے تو کوئی ٹکڑا یا پارچہ دیدیجیے۔ ورنہ میرا کوئی ذمہ دار نہین ہے۔ ماں نے ترس کھاکر

ایک کملی اوڑھا دی۔ عبداللہ نے وہیں کھڑے کھڑے اوس کملی کے دو ٹکڑے کیئے۔ ایک ٹکڑے کا تہبند باندھا دوسرا ٹکڑا کندھے پر ڈال کر ماں کے پاس سے باہر نکل آئے۔ اور مدینہ منورہ کی راہ چل کھڑے ہوئے۔ راتوں رات چلے تھے۔ صبح کو مسجد رسول صلعم میں حاضر ہو گئے۔ اوس وقت تک جناب رسول خدا روحی لہ الفداء تشریف برآمد نہیں ہوئے تھے عبداللہ بڑی بیتابی سے دیوار کا تکیہ لگا کر بیٹھ گئے۔ اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کا انتظار کرنے لگے۔ آپ تشریف لائے تو ایک مرد غریب صورت پاکر استفسار فرمایا کہ تم کون ہو؟ تمھارا نام کیا ہے۔ اُنھوں نے عرض کی مجھے عبدالعزیٰ کہتے ہیں میں ایک مرد فقیر ہوں مسافر ہوں غریب ہوں۔ آپ کے جمال کا عاشق ہوں اور ہدایت کا طالب۔ بحصول امید کا آسرا لگا کر در دولت تک پہونچا ہوں سے کجا روم چہ کنم بر در کہ رو آرم اس تقریر نے آپ کی خاطر مبارک پر بڑا اثر کیا۔ اپنے قریب بُلا کر نہایت شفقت وعنایت سے ارشاد فرمایا۔ تمھارا نام آج سے عبداللہ ہے۔ اور ذوالبجادین لقب۔ تم ہمارے قریب قیام کرو اور مسجد ہی مین رہا کرو۔

الغرض یہ خوش نصیب اوسی دن سے دائرۂ مسلمین مین داخل اور طبقہ اصحاب مین شامل ہو گیا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن پڑھا کرتا تھا اور عجیب ذوق وشوق سے اور جوش وطرب سے دن رات تلاوت قرآن کیا کرتا تھا۔ ایکبار حضرت عمر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے التماس کی کہ لوگ تو نماز پڑھ رہے ہین اور یہ اعرابی اس بلند آوازی سے قرآن پڑھ رہا ہے کہ دوسرون کی قرات مین مزاحمت ہوتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عمر اسے کچھ نکہو۔ یہ تو خدا اور رسول کی محبت مین سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر آیا ہے

عبداللہ کے سامنے غزوہ تبوک کی تیاری ہونے لگی۔ تو یہ بھی جناب رسولخدا صلعم کی خدمت مین آئے۔ اور عرض کی۔ یارسول اللہ دعا فرمائیے۔ کہ مین بھی راہ خدا مین شہید ہو جاؤن۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جاؤ کسی درخت کا چھلکا اوتار لاؤ۔ عبداللہ گئے چھلکا اوتار لائے۔ آپ نے وہ چھلکا ان کے بازو پر باندھ دیا اور زبان مبارک سے ارشاد فرمایا۔ الٰہی مین اسکے خون کو کافرون پر حرام کرتا ہون۔ عبداللہ نے کہا۔ یارسول اللہ صلعم مین تو شہادت کا طلبگار ہون۔ آپ میری حفاظت جان کے تعویذ فرماتے ہین ارشاد ہوا جب غزا کی نیت سے نکلو گے تمھین تپ آجائیگی اور مرجاؤ گے۔ تب بھی تم شہدا ہی مین داخل ہو گے۔ عبداللہ یہ سُنکر بیحد مسرور ہوئے اور خوش خوش لشکر اسلام کے ہمراہ روانہ ہو گیے۔ رحمۃ صفحہ ۱۳۷۔

عبداللہ کا خاتمۂ احوال عنقریب سلسلہ بیان مین آتا ہے

شبلی صاحب نہ معلوم کیون ایسے قابل الذکر واقعات کو قلم انداز فرماتے چلے جاتے ہین۔ وہ جانتے اور

اون کی مصلحت - ان واقعات کی نقل وتحریر سے میرا مدعا یہ تھا کہ ظاہر نما اور حقیقت آزما وفا اہل اسلام کا فرق ما بہ الامتیاز معلوم ہوجائے - مندرجہ بالا شواہد سے ثابت ہوگیا کہ اہل اسلام مین اسوقت دو قسم کے لوگ تھے بعض وہی ظاہر نما تھے - جو محض غرض دنیا اور تکلیف سفر کے خیال سے گھر سے باہر قدم نکالنا نہین چاہتے تھے اور بعض حقیقتاً مجبور رہتے - قرآن مجید نے دونون قسم کے لوگون کی تصریح کی ہے - شبلی صاحب قرآن مجید سے صرف ایک کی تصریح فرماتے ہین - دوسرے کی نہین - یہ مولفانہ تدین کے بالکل خلاف ہے - اس مین کلام نہین کہ ان دونون گروہون کے علاوہ منافقین کا ایک تیسرا گروہ بھی تیار رہتا جو اپنی شرارت طبع سے طرح طرح کی افواہ جمعیت اسلامی مین پھیلایا کرتا تھا - ہمارے شبلی صاحب اسی گروہ پر برس پڑے ہین - اونکی مخالفت و مخاصمت اور فتنہ سازی وحیلہ پردازی کوئی نئی بات نہین تھی - اور نہ اون کا گروہ نیا تھا وہ تو ہا وجا ... ونا رہا فتنے پیدا ہی کیا کرتے تھے - لیکن سوال یہ ہے کہ وہ مسلمان کیسے تھے اور اونکا رسوخ بالایمان کیسا تھا کہ وہ اس سادہ لوحی سے انکے چکمون مین آجاتے تھے -

تبوک کی طرف لشکر اسلام کی روانگی

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیس ہزار کی جمعیت لیکر - جس مین بقول شبلی صاحب دس ہزار گھوڑے تھے - مدینہ منورہ سے تبوک کی طرف روانہ ہوئے - شہر کا انتظام سباع ابن عرفطہ انصاری کو سپرد ہوا - (طبری) اور جناب علی مرتضیٰ کو اہل بیت کی حفاظت ونگرانی پر مامور فرمایا -

یہ سفر تکلیف راہ قلت زاد وراحلہ کے اعتبار سے قیامت کا سفر تھا - راہ تمام سنگلاخ - پہاڑون اور ریتون مین کوسون منزلین طے کرنی تھین - کوسون چلے جائیے - منزلون طے کر دیجئے - لیکن پانی کا کہین نشان نہین صاحب رحمۃ العالمین لکھتے ہین - لشکر مین سواریون کی بڑی قلت تھی - اٹھارہ شخصون کے لیے ایک اونٹ مقرر تھا رسد کے نہونے کی وجہ سے اکثر جگہہ درختون کے پتے کھانے پڑے - جس سے ہونٹ سوج آئے - پانی بعض جگہہ ملا ہی نہین - اونٹون کو اگرچہ سواری کے لیے پہلی ہی سے کم تھے - ذبح کرکے اونکے امعاء کا پانی پیا کرتے تھے - رحمۃ بحوالہ مدارج النبوۃ صـ ۱۴۲ -

ابھی لشکر اسلام حوالی مدینہ ہی مین تھا کہ منافقین مدینہ نے حضرت علی مرتضیٰ کے مدینہ مین رہجانیکے فتنہ انگیز اسباب بیان کرنے شروع کردئے - صاحب رحمۃ العالمین نے اونکو ان الفاظ مین لکھا ہے -

اعلان حدیث منزلت

ابھی تبوک کے راستہ ہی مین تھے کہ علی مرتضیٰ پہونچ گئے - معلوم ہوا کہ منافقین - بعد مین حضرت علی کو چڑھانے اور کھجانے (شرمانے) لگے - کوئی کہتا نکما (نعوذ باللہ) سمجھکر چھوڑ دیا

کوئی کہتا ترس کھا کر چھوڑ دیا۔ ان باتوں سے شیر خدا کو غیرت آئی۔ دو منزلہ سہ منزلہ طے کرتے ہوئے نبی صلعم کی خدمت میں پہونچ گئے۔ لمبے لمبے سفر اور سخت گرمی کی تکلیف سے پاؤں متورم تھے اور چھالے پڑ گئے تھے۔ نبی صلعم نے دیکھا تو فرمایا الا ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی۔ یا علی کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے ویسے ہی ہو۔ جیسا کہ موسیٰ کے لئے ہارون تھے۔ گو میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ یہ سنکر حضرت علی مرتضیٰ خوش و خرم مدینہ کو واپس گئے۔ ص ۱۴۲ بحوالہ بخاری

یہاں ایک امر کا صاف کرنا نہایت ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ پھر جناب علی مرتضیٰ بھی منافقین کے چکموں میں آ گئے اور مدینہ سے لشکرگاہ نبوی تک دوڑ گئے۔ جب آپکا طرز عمل بھی ایسا ہی ثابت ہوا ہے تو پھر دوسروں کے طرز عمل پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے وہ بھی منافقین کی باتوں میں آ کر مدینہ میں بیٹھ گئے۔ یا ذرا سے فقرے میں مدینہ سے لشکرگاہ تک دوڑ گئے۔

یہ بالکل منافقانہ وہم ہے اول حضرت علی کے مدینہ میں رہجانے اور دوسروں کے گھر بیٹھ رہنے میں بڑا فرق ہے جناب علی مرتضیٰ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم و اجازت سے مدینہ میں رہ گئے تھے۔ گویا آپکے بٹھلائے ہوئے بیٹھے تھے ان کے خلاف۔ دوسرے لوگ بلا حکم و رضائے رسول صلعم غرض دنیا سے گھر میں چھپ رہے تھے۔ یا منافقین کے بٹھلانے سے گھروں میں بیٹھ رہے تھے

بخاری صاحب ہوں یا شبلی صاحب یا ان جیسے کسی صاحب کو ایسی کیا پڑی ہے کہ حضرت علی کی نسبت اصل حقیقت کی تلاش کرے علی کی حقیقت حال تو ان کے لئے وبال ہے لیکن اگر ان حضرات کی آنکھیں اس طرف سے بند تھیں تو بہتوں کی کھلی تھیں اور وہ حقیقت و اصلیت کا ہر دم مشاہدہ فرما سکتے تھے۔ مگر یہ امور ان کے دیکھنے کے قابل ہی نہیں تھے بہرحال۔ اب تو دیکھئے۔ جناب علی مرتضیٰ کو صدور حکم ہی کے وقت منافقین کی اس طعن و تشنیع کا خیال آیا۔ اور آپنے اسی وقت آنحضرت صلعم کی خدمت میں اسکو عرض کر دیا تھا پڑھیے امام نسائی کی مفصلہ ذیل عبارت۔

عن سعد قال خرج رسول اللہ صلعم	سعد (ابن ابی وقاص) سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ
فی غزوۃ تبوک وخلف علیا فقال	صلعم غزوہ تبوک کے قصد سے روانہ ہوئے تو آپنے
اتخلفنی فقال اما ترضی ان تکون	حضرت علی مرتضیٰ کو مدینہ میں چھوڑا حضرت علی کہنے لگے یا رسول
منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ	اللہ کیا آپ مجھے یہیں چھوڑ جائینگے آپنے فرمایا کہ اے علی کیا

الا انہ لا نبی بعدی
بحوالہ تاریخ احمدی ص۹۷

کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے اس منزلت پر ہو جس منزلت پر موسیٰ کیلئے ہارون تھے سوائے اسکے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے

اس سے زیادہ تفصیل امام حاکم نے مستدرک میں لی ہے۔

عن علیؑ قال قال رسول اللہ صلعم فعزم علی لما تخلفت قبل ان اکلم قال فبکیت فقال رسول اللہ ما یبکیک یا علی قلت یا رسول اللہ خصال غیر واحدۃ تقول قریش ما اسرع ما تخلف عن ابن عمہ و خذلہ و خصلۃ اخری کنت ارید ان اتعرض للجہاد فی سبیل اللہ فکنت ارید ان اتعرض للاجر یا نبی خصلۃ اخری کنت ارید ان اتعرض بفضل اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اما قولک تقول قریش ما اسرع ما تخلف عن ابن عمہ و خذلہ فان لک لی اسوۃ قد قالوا ساحر و کاہن و کاذب واما قولک اتعرض للاجر اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی واما قولک اتعرض بفضل اللہ فہذا بہار من فلفل جاءنا من الیمن فبعہ واستمتع بہ انت وفاطمۃ حتی یاتیکم اللہ من فضلہ فان المدینۃ لا تصلح الا بی او بک ۔ اخرجہ الحاکم فی المستدرک وقال ہذا حدیث صحیح الاسناد والبزاز وابو بکر العاقولی فی فوائدہ وابن مردویہ وابراہیم بن عبد اللہ الوصابی الیمنی فی الاکتفاء فی فضائل الاربعۃ الخلفاء منقول از ارجح المطالب ص۴۵۵

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے (وقت جنگ تبوک) مجھے بلایا اور پیشتر اسکے کہ میں کچھ بولوں حضرتؐ نے مجھے قسم دیکے پیچھے رہ جانے کا حکم دیا میں رونے لگا حضرتؐ نے فرمایا کیوں روتے ہو اے علیؑ تمہیں کیا چیز رلاتی ہے میں نے عرض کی مجھے ایک چیز نہیں رلاتی ہے بلکہ بہت سی چیزیں ہیں اول قریش کے لوگ کہینگے کہ حضرتؐ نے اپنے ابن عم سے کسقدر جلد بیزار ہو کر اسکو چھوڑ دیا۔ دوم یہ کہ میں اسلئے روتا ہوں کہ میرا ارادہ فی سبیل اللہ جہاد کرنے کا ہے اور اجر حاصل کرنے کا ہے سوم یہ کہ میرا ارادہ فضل خدا حاصل کرنیکا ہے پس جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جو تمنے کہا کہ اسلئے روتا ہوں کہ قریش کے لوگ کہینگے کہ حضرتؐ نے اپنے ابن عم سے کسقدر جلد بیزار ہو کر اسکو چھوڑ دیا پس تمہیں تمہارے لئے میری ایک سنت مقتدا ہے لوگ مجھے بھی ساحر کاہن اور کاذب کہتے تھے اور تم جو یہ کہتے ہو کہ میں تمہیں شریک جہاد ہو کے اجر ملنے کا امیدوار تھا تو کیا تم راضی نہیں ہو کہ تمہاری منزلت مجھسے ایسی ہو کہ جیسے ہارون کی موسیٰ سے مگر میرے بعد نبی نہوگا اور تم جو یہ کہتے ہو کہ مجھے خدا کی مہربانی سے غنیمت میں حصہ ملنے کی امید تھی تو یہ سیاہ مرچوں کے بستے جو علاقہ یمن سے آئے رکھے ہیں تم انکو فروخت کرو اور تم اور فاطمہؑ اس سے فائدہ اٹھاؤ جہانتک کہ خدا کی مہربانی سے تمہیں غنیمت میں حصہ ملے کیونکہ مدینہ کا نظم و صلاح بغیر میرے یا تمہارے ممکن نہیں حاکم نے اسکو مستدرک میں لکھ کر صحیح الاسناد بتلایا ہے اور بزاز۔ ابوبکر عاقولی نے فوائد میں اور ابراہیم بن عبد اللہ الوصابی الیمنی نے اپنی کتاب مسمی بہ اکتفا فی فضائل الاربعۃ الخلفاء میں نقل کیا ہے۔ ارجح المطالب ص۴۵۵

محدث شیرازی بھی اسکو حسب ذیل الفاظ تحفۃ میں لکھتے ہیں۔

بصحت رسیدہ کہ چون پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عزم بیرون
رفتن کرد علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ را در اہل خود خلیفہ
گردانید علی بعرض رسانید کہ در ہیچ غزوہ تخلف ننمودہ
ام چگونہ است کہ این نوبت مرا می گذاری فرمود اما ترضی
ان تکون منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ الا انہ
لا نبی بعدی اے علیؑ آیا راضی نیستی کہ باشی نسبت
بمن بمنزلہ ہارون نسبت موسیٰ لیکن فرق اینست کہ بعد
از من ہیچکس را مرتبہ نبوت نخواہد بود پس بزوجات مطہرات
خویش فرمود علیؑ را برشما خلیفہ گردانیدم باید کہ سخن وی را
بشنوید و فرمانبرداری او بجا آورید۔

روضۃ الاحباب ص۲۸۷

بطریق صحیح منقول ہے کہ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
(غزوہ تبوک مین) باہر جانے کا قصد کیا تو علی ابن ابی طالبؑ
کرم اللہ وجہہ کو اپنے ازواج پر خلیفہ مقرر کیا۔ حضرت
علیؑ نے عرض کی کہ مین آج تک کسی غزوہ سے غیر حاضر
نہین رہا۔ پھر مجھکو کیون چھوڑا جاتا ہے۔ آنحضرت صلعم نے
ارشاد فرمایا کہ کیا تم راضی نہین ہو کہ تمھاری منزلت میرے
نزدیک ویسی ہی ہو جیسے ہارون کی منزلت موسیٰ کے نزدیک تھی)
سوائے اسکے کہ میرے بعد کوئی شخص درجہ نبوت پر فائز نہوگا۔ پھر
آپنے تمام ازواج طاہرات سے مخاطب ہوکر ارشاد فرمایا کہ مین نے علی بن
ابیطالب کو تم سب پر اپنا خلیفہ قرار دیا ہے۔ تم سب اوسکی ہدایت کو
سنا کرو اور اوسکی اطاعت و فرمانبرداری کیا کرو۔

یہ روایتین صاف صاف بتلا رہی ہین کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھر مین رخصت ہوتے وقت
حضرت علی مرتضیٰ کو یہ ضرورت بتلا کر اور ہدایت فرما کر مدینہ مین رہجانے کا حکم فرما دیا۔ جناب علی مرتضیٰؑ ضرورت کی اہمیت
اور حکم رسولؐ کی مصلحت کو گوش اطاعت سے سنکر مدینہ مین رہ گئے لیکن جناب رسولخدا صلعم کی روانگی کے بعد
منافقین سے زیادہ تو اون مسلمین (قریش بروایت حاکم) کی تردید و تکذیب کی ضرورت حضرت علیؑ کو پیش آئی جو
محض آرام طلبی اور تن آسانی سے گھر مین چھپے بیٹھے تھے اور آپ کے گھر رہ جانے کی صحیح وجوہات مین معنی پہنا رہے
تھے۔ یہ منافقین کے فقرے نہین تھے۔ بلکہ ظاہر نما مسلمانون کے حیلے اور طعن آمیز آوازے تھے۔ کیونکہ امام
حاکم نے قریش کا لفظ لکھا ہے۔

حضرت علیؑ مدینہ سے روانہ ہوئے اور مقام جُرف مین پہونچکر لشکر اسلامی سے مل گئے۔ اور جو ضرورت مدینہ
سے آنیکی لاحق حال ہوئی تھی۔ خدمت نبویؐ مین عرض کردی اور جو منزلت آپکی شہنشاہ رسالت کو مدنظر تھی
وہ زبان رسالت سے علی رؤس الاشہاد ظاہر کرا دی۔ اسلئے کہ حدیث منزلت یا استخلاف فی دار الہجرت کے متعلق
جو کچھ ارشاد نبوت ہوا تھا۔ وہ دولتسرائے رسالت کے اندر فرمایا گیا تھا سننے والے اسکو خلوت کی باتین یا حضرت
علیؑ مرتضیٰ کے مصنوعی اضافات ٹھہراتے۔ اسیلئے ضرور تھا کہ جناب علیؑ مرتضیٰ ان فتنہ پردازیون کی مغویانہ
افواہون کی خاص زبان رسالت مآب سے عامۃ المسلمین کے سامنے اصلاح فرما دین یہی ضرورت تھی جو

آپ کو بد سے انہی تکلیف دہی کی باعث ہوئی۔

افسوس تو اس پر آتا ہے کہ تمام ماخذوں میں یہ واقعات و حالات پوری اصلیت اور واقعیت کے ساتھ موجود ہیں مگر تعصب ہے۔ نفسانیت ہے اور خود غرضی ہے کہ نہ اونکی تصریح کرنے دیتی ہے اور نہ تشریح۔ ہمنے متعدد محدثین کی اسناد سے دونوں روایتیں لکھدیں جو علی رؤس الاشہاد ثابت کررہی ہیں کہ حدیث منزلت اور استخلاف فی دارالہجرۃ دوبار ارشاد فرمایا گیا۔ اول بار بیت الشرف میں تخصیص کے خاص طرز میں۔ دوسری بار مقام جرف میں اعلان عام کی صورت میں۔

حضرت ابوذر کی سعی فی الجہاد

ہم اپنے سلسلہ بیان میں لکھ چکے ہیں کہ بہت سے مومنین مخلصین حقیقتاً اپنی غایت مجبوری سے پیچھے رہ گئے تھے جس طرح کعب بن مالک جن کا پورا حال ہم غزوہ تبوک کے خاتمہ میں لکھیں گے پیچھے رہجانے والوں میں حضرت ابوذر غفاری رض بھی تھے۔ ان کے زاہدانہ حالات و عادات اور درویشانہ واقعات حیات سے کون مسلمان واقف نہیں ہے۔ خیریت سے ان کے پاس اونٹ تھا۔ لیکن آقا کی حالت جب فاقوں سے درست نہیں تھی تو ناقہ کو کون پوچھتا ہے یہ غریب آنحضرت صلعم کی روانگی کے بعد اوسی لاغر اور کمزور اونٹ پر لشکر کے ہمراہ چلے نتیجہ یہ ہوا کہ فوج سے کوسوں دور ہوگئے۔ تاریخ الخمیس میں ہے۔

نزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی بعض منازلہ فنظر ناظر من المسلمین فقال یارسول اللہ ھذا رجل یمشی فی الطریق وحدہ فقال صلعم کن اباذر فلما تامّلہ القوم قالوا یارسول اللہ ھو واللہ ابوذر فقال رسول اللہ صلعم رحم اللہ ابوذر یمشی وحدہ ویموت وحدہ۔	رسول مقبولؐ ایک منزل پر اُترے سفر میں منزل گزیں تھے کسی صحابی نے دور سے ایک مرد کو آتے ہوئے دیکھا اور عرض کی یا رسول اللہ صلعم کوئی شخص اکیلا اور پیادہ آرہا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابوذر ہیں لوگوں نے بغور تامل دیکھکر کہا۔ یارسول اللہ خدا کی قسم وہی ہیں ابوذرؓ۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ خدا ابوذر پر رحم فرمائے۔ وہ جس طرح بحالت بیکسی و تنہائی اس وقت آیا ہے اوسی طرح بحالت تنہائی و بیکسی وفات بھی پائیگا۔

حضرت ابوذر رض کا بحالت بیکسی و تنہائی آنا تو معلوم ہوگیا۔ لیکن بیکس و تنہا ہوکر ان کا دنیا سے جانا جس کی پیشین گوئی زبان رسالت سے کی گئی ہے۔ وہ بھی سُن لیا جائے۔ محدث شیرازی روضۃ الاحباب میں لکھتے ہیں۔

حضرت ابوذر رض کے خاتم حالات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پرسید	آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوذرؓ سے اصل

سلم رسیدا - ابوذر چہ حال داری - پس قصۂ شتر بعرض رسانید - آن سرور فرمودہ بدرستیکہ تو از جملہ اعزاہل منی کہ تخلف نمودہ اند - بہر گامے کہ بر گرفتی بسوئے ما - خداوند تعالیٰ گناہے از تو در گذرانا د و گویند در زمان خلافت امیر المومنین عثمان بن عفان - ابوذر رضی اللہ عنہ را بجہت مصلحت از مدینہ بیرون کردند و بربذہ فرستادند - در آن منزل می بود تا وقت وفاتش در رسید و در آن وقت وفاتش پیش او کسے نبود الا زن و غلام بود - وصیت کرد ایشان را کہ چون مرا بشوئید و در کفن پیچید و جمعے از شتر سوار کہ اول شما را برسند بگوئید کہ این ابوذر رضی است مصاحب پیغمبر مارا اعانت نمائید در دفن او - چون وفات یافت بموجب وصیت او عمل نمودند - اول جماعتے کہ بایشان رسید عبد اللہ بن مسعود بود کہ با گروہے از اہل عراق بعمرہ گزاردن می رفتند - جنازہ را بر سر راہ دیدند غلام برخاست و گفت این ابوذر است مصاحب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعانت نمائید مارا در دفن او - عبد اللہ بن مسعود بآواز بلند در گریہ شد و گفت صدق رسول اللہ تمشی وحدک وتموت وحدک وتبعث وحدک فرود آمدند و نماز بروے گزاردند و دفن کردند - ص ۲۹۳ لکھنؤ

حال پوچھا - تو اونہوں نے اونٹ کی کیفیت کہی آپنے فرمایا کہ جو لوگ کہ پیچھے رہ گئے ہیں اُن میں تو تم کو سب سے زیادہ عزیز ہو اور قدم کہ تو نے ہماری طرف آنے میں اُٹھایا ہے خدا نے تیرا ایک گناہ بخش دیا ہے اور منقول ہے کہ امیر المومنین عثمان بن عفان نے اپنے زمانہ حکومت و خلافت میں مصلحت وقت کی وجہ سے ابوذر کو مدینہ سے ربذہ کی طرف نکال دیا تھا اور یہ وہیں سکونت پذیر ہو گئے تھے یہانتک کہ اونکی وفات کا زمانہ آگیا اور اونکے پاس سوائے اونکی بی بی اور ایک غلام کے کوئی دوسرا شخص نہیں تھا - انہوں نے اپنے غلام سے وصیت کر دی تھی اور کہدیا تھا کہ میری میت کو غسل دیکر اور کفن پہنا کر شارع عام پر رکھدینا اور شتر سواروں کا جو پہلا گروہ اودھر سے گذرے اوس سے کہنا کہ یہ ابوذر غفاری صحابی رسول اللہ صلعم کی میت ہے آپلوگ انکے دفن میں میری اعانت کریں چنانچہ جب انکی وفات ہوگئی تو اوس غلام نے حسب وصیت عمل کیا میت کو غسل دیکر اور کفن پہنا کر سر راہ لاکر رکھدیا شتر سواروں کا پہلا گروہ جو اودھر سے آیا - وہ عبد اللہ بن مسعود صحابی رسول صلعم کا تھا انکے ہمراہ اور لوگ عراق سے بقصد ادائے عمرہ آئے تھے - غلام نے بڑھکر ان لوگوں سے کہا کہ یہ ابوذر رضی اللہ عنہ صحابی جناب رسولخدا صلعم کی میت ہے آپلوگ انکے دفن میں میری اعانت کریں یہ سنکر عبد اللہ بن مسعود بآواز بلند رونے لگے اور فرمانے لگے جناب رسول مقبول صلعم نے سچ فرمایا تھا کہ ابوذر تنہا آیا ہے - تنہائی میں مریگا اور تنہا ہی قبر سے اوٹھایا جائیگا - تمام لوگ اوترپڑے میت پر نماز پڑھی اور مدفون کر دیا

ابوخیثمہ کے حالات ایسا ہی واقعہ ابوخیثمہ کا بھی ہے - محدث شیرازی لکھتے ہیں -

ابوخیثمہ بعد از چند روز کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رفتہ بود روزے بخانہ خود درآمد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی تبوک سے چند روز بعد ابوخیثمہ ایک دن اپنے گھر میں آئے وہ دن بہ نسبت اور دنوں کے زیادہ گرم تھا

روز بغایت گرم بود او دو زن داشت وزنان وے
ہریک بر در عریش ایستادہ آن را رُفتہ وآب زدہ
وکوزہائے آب سرد مہیّا داشتہ وطعام نیکو ترتیب
دادہ بودند ابوخیثمہ از بیرون آمدہ بر در عریش
ایستادہ در روئے زنان خود دید وآن ترتیب
ملاحظہ نمود وگفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
در بیابان و شدت حرارت وآفتاب وبادہائے گرم
راہ می رود وابوخیثمہ در سایہ آب خنک وآب سرد
وطعام متلذذ میشود وبازنان خوبرو معاشرت کند
این از انصاف بغایت دور است بخدا سوگند کہ در
ہیچ کدام ازین دو عریش در نیایم تا زمانے کہ
بپیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملحق نشوم۔ پس
مقدارے طعام برائے زاد راہ برداشت وشتر
خویش را پیش کشید وباد راہ برآن ا ا کرد وبیرون رفت
ہرچند زنان وے با وے سخنہا گفتند با ہیچکدام تکلم نمود
واز عقب آنحضرت صلعم روان شد ودر منزل تبوک
با آنحضرتؐ ملحق شد وقصہ آمدن را بعرض رسانید
سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعائے خیر
درشان وے فرمود۔

روضۃ الاحباب صـ ۲۹۳

تھا اونکی دو بیبیاں تھیں۔ دیکھا کہ وہ دونوں بیبیاں کوٹھے پر
بیٹھی ہیں دروازوں کو جھاڑو دیکر اور پانی چھڑک کر خوب صاف
ستھرا اور ٹھنڈا کر رکھا ہے اور لذیذ وخوشگوار کھانے پکا رکھے
ہین ابوخیثمہ یہ سامان دیکھکر کوٹھون کے دروازوں ہی پر کھڑے
کے کھڑے رہگئے۔ اور اپنی بیبیون کے چہرون کو غور سے
دیکھنے لگے۔ اور دل مین کہنے لگے کسقدر شرم اور افسوس کا
مقام ہے کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اس دھوپ
تپش اور ہمان سوز گرمیون مین دشت وصحرا مین بادیہ پائی
کرتے ہون۔ اور مین سایہ مین بیٹھکر ٹھنڈے پانی اور لذیذ و
پرتکلف کھانوں سے لطف اوٹھاؤن اور حسین عورتون
سے معاشرت کرون یہ انصاف واخلاق سے قطعاً بعید ہے
خدا کی قسم ہے کہ مین ان دونون کوٹھون مین سے کسی کوٹھے کے
اندر قدم نہین رکھون گا تا وقتیکہ جناب رسولخدا صلعم سے ملحق
نہو جاؤن۔ پس نہایت اختصار کے ساتھ اون کھانون مین سے
توشۂ سفر کے لئے ہمراہ رکھ لیا اور اونٹ پر سوار ہوکر اور سامان سفر
پیچھے باندھکر روانہ ہوا۔ اونکی بیبیون نے ہرچند چاہا کہ اوس سے
کچھ باتین کریں لیکن اوسنے نہ اونکی سنی نہ اپنی کہی اور مدینہ سے نکلکر
آنحضرت صلعم کے تعاقب مین روانہ ہوا یہانتک کہ مقام تبوک مین
پہونچکر شرف زیارت سے مشرف ہوا اور حقیقت حال خدمت مبارک
مین عرض کردی جناب رسالتمآب صلی اللہ وآلہ وسلم نے اُسے دعائے خیر سے یاد فرمایا

تبوک مین نزول اجلال
عبداللہ ذوالبجادین کا
خاتمہ احوال

نہین معلوم شبلی صاحب کو کون سی عجلت اور کون سے ضرورت مجبور کرتی
تھی کہ آپ نے ان تمام اخلاص مندون کے حالات کو جوان کی وفاداری
اور خلوص وعقیدت کے بےنظیر کارنامے ہین۔ قلم انداز فرمادیا اور نہین معلوم
کہ ایک واقعہ نگار کی حیثیت مین آپ کی یہ فروگذاشت کہان تک مسلمانون مین پسندیدہ سمجھی جائیگی

تمام قدیم ماخذون مین یہ واقعات مرقوم ہین ۔آپ خود سمجھ سکتے ہین کہ ادن بزرگوارون نے کس ضرورت وافادہ سے ان حالات کی نقل کو ضروری سمجھا تھا اور آپ نہین سمجھتے ۔اسی سے ناظرین کتاب آپکی عجلت تالیف اور اون کی صلاحیت واطمینان تالیف کا بخوبی اندازہ کرسکتے ہین ۔

بہرحال ۔اوپر بیان ہوچکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسے سنگلاخ اور ناہموار ودشوار راستون سے لشکر کو لے جانا ہوا جس کا اتفاق نہ آپ کو اور نہ آپکے لشکر کو اس وقت تک ہوا تھا ۔اثنا رے سفر مین اون پہاڑون سے گذرنا ہوا جو قوم عاد وثمود کے مسکن قدیم تھے ۔ان مقامات مین ہوچکا آنحضرت صلعم نے لشکر کو نہایت تیزی سے گذرجانے کا حکم دیا اسلئے کہ خداوند تبارکے نزول قہر وعذاب کے یہ خاص مقامات تھے ۔

تبوک مین نزول اجلال ہوا تو غریب عبداللہ ذوالبجادین کو ۔حسب الارشاد آنحضرت صلعم تپ آئی تپ کیا آئی طلب آئی ۔وعدہ پورا ہوگیا ۔اوسی تپ مین وہ جان بحق تسلیم ہوگئے ۔شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی کی اسناد سے صاحب رحمۃ للعلمین لکھتے ہین ۔

رات کا وقت تھا ۔بلال کے ہاتھ مین چراغ تھا ۔ابوبکر وعمر عبداللہ کی لاش کو لحد مین رکھ رہے تھے ۔نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اون کی قبر مین اوترے تھے ۔اور ابوبکر وعمر سے فرما رہے تھے ۔ ادیا الی اخاکما (اپنے بھائی کا ادب واحترام ملحوظ رکھو) آنحضرت صلعم نے اپنے دست مبارک سے قبر پر اینٹین رکھین اور پھر دعا مین یون فرمایا مین آج کی شام تک اس سے خوشنود رہا ہون تو بھی اس سے راضی وخوشنود رہ ۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہین ۔کاش اس قبر مین مین دبا دیا جاتا ۔رحمہ صفحہ ۱۲۱ مدارج النبوۃ ج ۲ صفحہ ۴۲۳

تبوک تک کا سفر بیکار نہین گیا

تبوک تک کی زحمت سفر بیکار نہین گئی ۔اہل شام ۔مسیحی حکمران اور عیسائی اقوام کی وہ ہمتین سُست اور ارادے پست ہوگئے ۔جو دارالاسلام مدینہ پر فوج کشی اور حملہ آوری کے نسبت رکھتے تھے ۔لشکر اسلام کی جمعیت وکثرت ۔جرأت وہمت نے کہ اتنی دور ودراز سفر کی مصیبت کاٹ کر یہان تک چلے آئے ۔اونکے کلیجے پانی کردیئے ۔نتیجہ یہ ہوا جیسا کہ صاحب رحمۃ العالمین لکھتے ہین ۔

فلاڈلفیا (Philadelphia) کا قدیم کلیسا جس کا ذکر مکاشفات یوحنا باب ۳ درس ۷ و ۱۳ مین ہے ۔تبوک ہی کے متصل تھا ۔عرب اسے القصر کہتے تھے ۔حجاز ریلوے کی سڑک مین اسکے کھنڈر پائے گئے ہین

زمانہ نبوت میں یہاں عیسائی قومیں آباد تھیں۔ اسلئے ایام قیام تبوک میں ان اقوام میں۔ تبلیغ اسلام بھی کی گئی۔ اور ان سے معاملات بھی کئے گئے۔

عیسائی قوموں کی خاص رعایت

عیسائیت پر قائم رہنے والی قوموں کو مذہب کی آزادی دیدی گئی۔ اور انکی جان ومال کی حفاظت کا ذمہ اسلام نے اپنے ذمہ لے لیا۔ یہ وہی عہدنامہ مقدس ہے جو عیسائیوں کے پاس ابتک محفوظ ہے اس طرف چھوٹی چھوٹی ریاستیں بھی عیسائیوں کی تھیں مثلاً اکیدر دومۃ الجندل میں حکمران تھا اور یوحنا ایلہ کا فرمانروا تھا۔ اسلام نے ان ریاستوں کو اپنی حالت پر قائم رکھا۔ اہل اذرح بھی عیسائی تھے اور آزاد قبائل تھے انکو بھی انکی حالت پر قائم رکھا گیا۔ ان معاملات میں جس فیاضی بے تعصبی بلکہ محبت کا اظہار کیا گیا وہ آجتک تمام دنیا کا مسلمہ ہے۔ عیسائیوں نے یروشلم او رخدا کا نیا نام جس کا ذکر مکاشفات باب ۳ درس ۱۲ میں ہے۔ اسی جگہ سُنا تھا۔ اکیدر۔ والی دومۃ الجندل نے جسے خالد بن ولید نے شکار کھیلتے گرفتار کیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر جزیہ دینا منظور کیا پھر معاہدے کے بعد مسلمان ہوگیا۔ رحمۃ حاشیہ ص۱۲۷ محدث شیرازی نے روضۃ الاحباب میں بھی ان حالات کو پوری تفصیل سے لکھا ہے ملاحظہ ہو ص۴۹۷ شبلی صاحب بھی اسکی تفصیل میں حسب ذیل رقمطراز ہیں۔

تبوک پہونچکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیس دن تک قیام فرمایا ایلہ کا سردار جس کا نام یوحنا تھا حاضر خدمت ہوکر اُسنے جزیہ دینا منظور کیا۔ ایک سفید خچر بھی نذر میں پیش کیا جسکے صلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکو ردائے مبارک بھی عنایت فرمائی جرباء اور اذرح کے عیسائی بھی حاضر ہوئے اور جزیہ دینے پر رضامند ہوئے ظاہر کی دومۃ الجندل جو دمشق سے پانچ منزل ہے وہاں کا عربی سردار جسکا نام اکیدر تھا قیصر کے زیر اثر تھا آنحضرت صلعم نے خالد کو چار سو کی جمعیت کیساتھ اوسکے مقابلہ کیلئے بھیجا خالد نے اوسکو گرفتار کیا اور اس شرط پر رہائی دی کہ خود دربار رسالت میں حاضر ہوکر شرائط صلح پیش کرے چنانچہ وہ اپنے بھائی کیساتھ مدینہ میں آیا آپنے اسکو امان دی جلد اول ص۴۱۱

تبوک سے واپسی واقعہ عقبہ۔ رسول کی ہلاکت کی ترکیب

ہم ابتدا میں لکھ آئے ہیں کہ تبوک کی زمین۔ وہاں کا سفر مسلمانوں کے اخلوص فی الایمان اور استقلال فی الاسلام کی آماجگاہ تھا۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ منافقین کے اغوا و فتنہ انگیزی سے یا فطرت کی ناہمواری و شورش خیزی سے۔ بہت سے دولتمند اور آرام پسند مسلمانوں کے دل میں عرب کی قدیم آزادی۔ نافرمانی اور مطلق العنانی کی ہوا سما گئی تھی۔ جیسا کہ آغاز واقعات سے مترشح ہو رہا ہے۔ چنانچہ اسکا اظہار تبوک سے واپسی میں نہایت شرمناک طریقہ سے ہوا۔ سامان اس قیامت کا تھا۔ اور سازش اس بلا کی تھی کہ خدانخواستہ جان رسالت کا خاتمہ ہی ہوگیا تھا۔ لیکن حافظ حقیقی اپنے رسول کی مقدس جان کا

محافظ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو بال بال بچ گئے۔ لیکن منافقین اسلام کی ظاہر نما عقیدت وخلوص کا پردہ فاش ہوگیا لیکن اس پر بھی رحمت عالم نے اپنی رحمت ہی کی شان دکھلائی۔ منافقین مسلمین اور مار آستین معتقدین کو صریحاً جان کر اور پہچان کر بھی نہ بتلایا۔ محدث شیرازی کی زبانی پوری تفصیل حسب ذیل ہے۔

شبے در اثنائے مراجعت عقبہ پیش آمد حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منادی را فرمود تا ندا کرد کہ ہیچکس بریں عقبہ بالا نرود تا زمانے کہ رسول اللہ ازین عقبہ نگذرد پس آنحضرت باحذیفہ بن الیمان وعمار یاسر آن عقبہ برآمدند وحذیفہ مہار شتر را گرفتہ بود و می کشید وعمار از عقب شتر را می راند وحذیفہ گوید ناگاہ دیدم دوازدہ سوار و بروایتے چہاردہ سوار را دیدم کہ متوجہ آں شدند آں سرور را از ان حال متنبہ کردم۔ بانگے برایشان زد ہمہ بگریختند و بروایتے آنکہ عمار پیش رفت و سر و روئے شتران ایشان را بزد و بعد از ان فرمود شناختید این قوم را گفتیم نہ یا رسول اللہ روہائے خود را بستہ بودند گفت اینہا جماعتے ہستند کہ دریں عقبہ مزاحم من بشوند و شتر مرا رم دہند تا بیفتم و مرا بقتل آورند گفتیم یا رسول اللہ پس چرا نمی فرستی بعشیرہ وقبیلہ ہر یکے از آنہا تا سر وے را بریدہ بنزد تو بفرستند فرمود خوش نمی آید کہ عرب گویند محمد بمرافقت قومے با دشمنان خویش مقاتلہ نمود تا برایشان نصرت یافت آنگاہ آن قوم را بقتل آورد بعد از ان فرمود بار خدایا ایشان را بزحمت دبیلہ گرفتار کن گفتیم یا رسول اللہ دبیلہ چیست فرمود شعلہ آتش کہ در دل ایشان

تبوک سے مراجعت فرماتے ہوئے ایک رات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک گھاٹی ملی آپ نے منادی سے کہکر ندا کروا دی کہ کوئی شخص اس گھاٹی سے پار نہ ہوئے جبتک رسول اللہ صلعم پار نہولیں۔ پھر آپ حذیفہ بن الیمان اور عمار یاسر کے ہمراہ اوس گھاٹی پر آئے حذیفہ آپکے اونٹ کی مہار تھامے ہوئے تھے اور عمار یاسر اوسکو پیچھے سے چلا رہے تھے۔ حذیفہ کا بیان ہے کہ اس میان میں میں نے بارہ آدمیوں کو دیکھا اور ایک روایت کے موافق ۱۴ آدمیوں کو دیکھا حذیفہ کا بیان ہے کہ وہ ہملوگوں کی طرف بڑھے آرہے تھے ہمنے آنحضرت صلعم کی خدمت میں اطلاع کی آپنے بلند آواز سے اونکو ڈانٹا اور وہ سب کے سب بھاگ کھڑے ہوئے اور ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ عمار نے آگے بڑھکر اون لوگوں کے منھ پر مارا بھی اسکے بعد آنحضرت صلعم نے پوچھا کہ تملوگوں نے ان لوگوں کو پہچانا۔ یا نہیں۔ ہملوگوں نے عرض کی ہمنے تو نہیں پہچانا اسلئے کہ وہ اپنے منہ کو چادر سے چھپائے تھے آپنے ارشاد فرمایا کہ یہ وہ جماعت ہے جو قیامت تک منافق رہیگی اور یہ بھی تملوگوں کو معلوم ہے کہ یہ اپنے دل میں کیا قصد رکھتے تھے۔ ہملوگوں نے عرض کی نہیں ہمیں تو معلوم نہیں ارشاد فرمایا ان لوگوں کا قصد تھا کہ اس گھاٹی میں میرے مزاحم ہوں میرے اونٹ کو بھگا دیں تاکہ میں اونٹ سے گر جاؤں اور یہ لوگ مجھے قتل کر ڈالیں یہ سنکر ہملوگوں نے عرض کی کہ پھر آپ ان لوگوں سے قوم وقبیلہ کے پاس کیوں نہیں

افتند و ہلاک سازد۔ آنگاہ نامہائے ایشان و
نامہائے پدر ایشان با حذیفہؓ و عمارؓ گفت
وامر فرمود ایشان را کہ از مردم پوشیدہ
دارند و آن قوم را رسوا نسازند بیہقی رحمۃ
اللہ علیہ گوید گواہی میدہد بصحت این قصہ
آنچہ مسلم روایت کردہ از طریق ابو الطفیل
کہ گفت میان مردے از اہل عقبہ و
و میان حذیفہؓ بن الیمان گفتگوے واقع
شد آن مرد گفت سوگند میدہم ترا بخدا
کہ بگو کہ اصحاب عقبہ چند کس بودند حضار
مجلس گفتند اے حذیفہؓ بگو چون ترا سوگند
میدہد گفت مارا خبر دادند کہ ایشان
چہاردہ کس بودند اگر تو از جملہ ایشان بودہ
پانزدہ نفر بودہ باشند سوگند میخورم
بخدا کہ دوازدہ کس از ایشان دشمن خدا و
رسول اند در دنیا و در روز قیامت
و سہ کس از آنجملہ اعتذار نمودند کہ ندائے
منادی آنحضرت صلعم بسمع ما نرسید
و از آنچہ آن جماعت منافق ارادہ
کردہ بودند خبر نداشتیم۔ پیغمبر صلی اللہ
علیہ و آلہ ایشان را معذور داشت
و ایضاً مسلم از طریق عمار یاسر روایت
می کند کہ گفت حذیفہ مرا خبر دار گردانید
کہ حضرت صلعم فرمودہ کہ در میان اصحابؐ من

کہلا بھیجے کہ ان لوگوں کے سر کاٹ کر ہمارے پاس بھیجدیں جناب
رسولخدا نے فرمایا کہ یہ امر مجھے پسند نہیں ہے کہ تمام عرب کہنے لگیں کہ
محمدؐ نے پہلے تو ایک قوم کو ساتھ لیکر اپنے دشمنوں کا مقابلہ کیا اور
دشمنوں پر فتح پاجانے کے بعد پھر اسی قوم کو قتل کروادیا اسکے بعد
آپنے بارگاہ الٰہی میں دعا کی کہ اس قوم کو عذاب دبیلہ میں گرفتار
کر۔ لوگوں نے عرض کی کہ دبیلہ کس قسم کے عذاب کا نام ہے
ارشاد ہوا کہ یہ شعلہ اندرونی ہے جو انسان کے دل میں پیدا ہوکر
اوسکی ہلاکت کا باعث ہوتا ہے اسکے بعد آپنے اون تمام لوگوں کے نام
بقید ولدیت عمارؓ اور حذیفہ کو بتلا دیے اور حکم فرمادیا کہ انکے نام
کسی کو نہ بتلائیں اور اونکو رسوا نہ کریں امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ
فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کی صحت پر صحیح مسلم کی یہ روایت صاف دال
ہے کہ ابو الطفیل سے مروی ہے کہ انھیں اہل عقبہ میں سے
ایک آدمی اور حذیفہ بن الیمان کے مابین کچھ گفتگو واقع ہوگئی
اوس آدمی نے حذیفہ سے کہا ہم تمھیں خدا کی قسم دیکر پوچھتے
ہیں کہ بتلاؤ تو اہل عقبہ شمار میں کتنے آدمی تھے حاضرین نے
حذیفہ سے کہا کہ جب یہ شخص تمھیں قسم دیتا ہے تو آپ تمھیں بتلا دینا
ضرور ہے حذیفہ نے کہا خدا کی قسم ہے وہ ۱۴ شخص ہیں اگر تو بھی
اونمیں داخل تھا تو اونکی تعداد پندرہ کی تھی۔ خدا کی قسم اون
میں سے بارہ شخص تو دنیا و آخرت میں خدا و رسول خدا صلعم
کے دشمن ہیں اون میں سے تین آدمیوں نے معذرت کی کہ
آنحضرت صلعم کے منادی کی ندا اونھوں نے نہیں سنی تھی یہ سنکر
حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں معذور سمجھکر
چھوڑ دیا اور صحیح مسلم کی ایک دوسری روایت میں عمار یاسرؓ
سے منقول ہے کہ حذیفہؓ بن الیمان نے مجھسے بیان کیا کہ آنحضرت صلعم

دوازدہ منافق اند کہ ۔ وے بہشت نخواہند دید و بوئے آن نخواہند شنید تا زمانے کہ شتر در سوراخ سوزن دررود و ہشت کس از ایشان بزحمت دبیلہ گرفتار خواہند شد شعلہ از آتش درمیان شانہائے ایشان ظاہر شود و از سینہ ہائے ایشان سر بزند و ازینجہت اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در شان حذیفہؓ می گفتند صاحب السر الذی لا اہل الا غیرہ و حضرت صلعم گاہے کہ فضائل اصحاب بیان فرمودے گفتے اعلمھم بشان المنافقین حذیفہ وگویند بعد از پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گاہے کہ جنازہ حاضر شدے عمر بن خطاب ناظر حذیفہؓ بودے اگر وے بر آن جنازہ نماز گزاردے عمر نیز گزاردے و اگر حذیفہؓ حاضر نہ شدے یا نماز نگزاردے عمر نیز نماز نگزاردے۔

روضۃ الاحباب صفحہ ۴۲۹

بیان فرماتے تھے کہ میرے اصحاب میں بارہ آدمی ایسے منافق ہیں کہ وہ بہشت کا منہ نہ دیکھینگے اور نہ اوسکی بو سونگھینگے تاوقتیکہ اونٹ سوئی کے ناکے سے نکل نہ جائے یعنی اون کا بہشت میں جانا ایسا محال ہے جیسا کہ سوئی کے ناکے میں پیٹھنا اور آٹھ آدمی اون میں ایسے ہیں جو عذاب دبیلہ میں گرفتار ہونگے۔ ایک شعلہ اندرونی اونکے سینوں میں مشتعل ہو جائیگا انہیں امور کی اطلاع رسانی کے باعث صحابہ کبار حذیفہ بن الیمان کی نسبت کہا کرتے تھے۔ کہ یہ اون اسرار کے جاننے والے ہیں جنکو سوائے انکے کوئی دوسرا نہیں جانتا اور خود جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب صحابہ کے فضائل بیان فرماتے تھے۔ تو حذیفہ کے متعلق ارشاد فرماتے تھے کہ یہ منافقین کے عیوب کا سب سے زیادہ جاننے والا ہے اور مروی ہے کہ بعد آنحضرت صلعم کے جب کسی کا جنازہ نماز کیواسطے لایا جاتا تھا تو حضرت عمر دیکھا کرتے تھے کہ اوس جنازہ میں حذیفہ شریک ہیں یا نہیں اگر حذیفہ شریک ہوتے تو حضرت عمر اوس جنازہ کی نماز پڑھتے۔ اگر وہ شریک نہ ہوتے تو نماز نہیں پڑھتے۔

حضرت عمر اور منافقین کے ناموں کی ہمیشہ فکر و تلاش

حضرت عمر کو ان منافقین کے نام معلوم کرنے کی ہمیشہ تلاش رہی۔ خدا جانے کیوں ؟ حذیفہ بن الیمان سے بار بار خلوت و جلوت میں ان منافقین کے نام پوچھا کرتے تھے۔ آخر ایک مرتبہ کھل پڑے۔ امام غزالی احیاء العلوم میں لکھتے ہیں۔

کان عمرؓ یسأل حذیفۃ یقول لہ انت صاحب سر رسول اللہ صلعم فی المنافقین فہل تری علیّ شیئاً من آثار النفاق۔

جلد ۳ صفحہ ۳۳ نولکشور

حضرت عمر حذیفہؓ سے سوال کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اے حذیفہ تم منافقین کے متعلق جناب رسول خدا صلعم کے رازدار ہو۔ بتلاؤ۔ تم مجھ میں بھی کوئی آثار نفاق پاتے ہو۔

مسجد ضرار اور اس کا انہدام آثار

عقبہ کے حالات کو تمام کر کے ہم اپنے سلسلہ بیان کو آگے بڑھاتے ہیں۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منافقین امت کی زد سے بال بال بچکر مع الخیر مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ مدینہ کے قریب پہونچکر جب موکب رسالت مسجد ضرار کے پاس پہونچا تو اس نام نہاد مسجد کے بانی آپ کے وعدہ کی یاد دہانی کی غرض سے حاضر خدمت ہوئے۔ شبلی صاحب مسجد ضرار کے تفصیلی حالات حسب ذیل قلمبند فرماتے ہیں۔

منافقین ہمیشہ اس فکر میں رہتے تھے کہ مسلمانوں میں پھوٹ ڈالدیں اسی خیال میں تھے کہ مسجد قبا سے توڑ (جوڑ) پر وہیں ایک مسجد اس حیلہ سے بنائیں کہ جو لوگ ضعف یا کسی اور وجہ سے مسجد نبوی میں نہ پہنچ سکیں یہاں آکر نماز ادا کیا کریں۔ ابو عامر انصاری جو انصار میں عیسائی ہو گیا تھا اُسنے منافقین سے کہا کہ تم سامان کرو میں قیصر کے پاس جاکر وہاں سے فوجیں لاتا ہوں کہ اس ملک کو اسلام سے پاک کردے (بحوالہ زرقانی باسناد ابن جریر) آنحضرت صلعم جب تبوک جانے لگے تو منافقین نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں آکر عرض کی کہ ہمنے بیماروں اور معذوروں کے لئے ایک مسجد تیار کی ہے آپ چلکر ایک دفعہ نماز پڑھادیں تو مقبول ہوجائے آپنے فرمایا اسوقت میں مہم پر جارہا ہوں۔ جب تبوک سے واپس پھرے تو مالک اور معن بن عدی کو حکم دیا کہ جاکر مسجد میں آگ لگادیں۔"

نفس مطلب کا خلاصہ تو اس عبارت سے ضرور ظاہر ہو گیا لیکن تاہم چند امور خاص کی تفصیل اس سے زیادہ ضروری تھی ابو عامر انصاری کی تفصیل معرفت ضرور قابل الذکر تھی۔ بیمار و معذور کی ادائے نماز کی ظاہری ضرورت کے علاوہ منافقین کی اس مسجد کی بنا سے جو حقیقی غرض تھی۔ اسکو اشارات کی جگہ تفصیل سے بیان کرنا چاہیے تھا محدث شیرازی نے ان تمام امور کو پوری تفصیل سے لکھا ہے۔ ہم اُسی کے نقل و ترجمہ کو اپنے مدعا کے لیئے کافی سمجھکر ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

پیش از آمدن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ مدینہ ابو عامر راہب کہ از اشراف قبیلہ خزرج بود و دین نصرانیت اختیار کردہ و مہارتے در علم انجیل و توریت تحصیل نمودہ وطریق عبادت و زہادت پیش گرفتہ و داعیہ ریاست داشت دائما	مدینہ میں آنحضرت صلعم کی تشریف آوری سے پہلے ابو عامر راہب قبیلہ خزرج کے ممتاز لوگوں میں تھا۔ اوس نے دین عیسائی اختیار کرلیا تھا اور علم توریت و انجیل میں اچھی لیاقت و مہارت حاصل کرلی تھی۔ ہمیشہ طریقہ زہد و عبادت میں بسر کرتا تھا اور اپنی قوم و قبیلہ کی ریاست کا بھی دعویدار تھا

وصف و نعت پیغمبر آخر زمان را بر اہل مدینہ می خواند
و دعوی میکرد کہ وصف او از جن و انس شنیدہ ام
چون آنحضرت صلعم بمدینہ آمد مسلمانان آن خطہ
شریفہ چنان شیفتہ جمال و کمال محمدی شدند کہ برابر
وے کاملے دیگر نداشتند۔ باین سبب منزلے
عظیم در کار ابو عامر پیدا شد و بنا برین آتش
حسد از کانون باطن او شعلہ زد و مردم را از متابعت
پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منع می کرد۔ با او
می گفتند تو نہ آن بودی کہ وصف و نعت
او را برا سے ما تقریر می کردی چگونہ است
کہ اکنون مردم را از متابعت وے باز میداری
در جواب میگفت کہ این نبی او نیست کہ من می
گفتم این مشابہتے باو دارد وآنکہ میگفتم پیدا خواہد شد
و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم او را بخواند و
دعوت اسلام باو نمود وے قبول نکرد و سبیل تمرد
و عناد پیمود چنانچہ آیہ کریمہ وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتَابٌ
مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوْا
مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا
جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ
اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۔ تحقیق احوال و
امثال او مینماید و چون اہل اسلام در حرب
بدر بر کفار قریش غلبہ یافتند و اسلام قوت
گرفت ابو عامر از مدینہ گریخت و بمکہ رفت و
کفار قریش را بحرب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وہ ہمیشہ پیغمبر آخر الزمان کے اوصاف و تعریف کی باتیں
اہل مدینہ کو پہونچایا کرتا تھا اور یہ دعوی کرتا تھا کہ اونکے یہ اوصاف
و تعریف ہمنے آدمیون اور جنات سے معلوم کئے ہین۔ جب آنحضرت
صلعم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ مین آئے۔ تو باشندگان مدینہ آپ کے
جمال و کمال کے ایسے شیفتہ و گرویدہ ہوگئے کہ پھر آپکے مقابلہ مین
وہ کسی کو کوئی شے نہیں سمجھنے لگے اسوجہ سے ابو عامر کے
امور مین بہت بڑی کمی آگئی اور اسی سبب سے آپکی طرف سے
اوسکے دل مین حسد و مخالفت کی آگ بھڑک اوٹھی تو ابو عامر
مدینہ والون کو آپکی متابعت سے منع کرنے لگا۔ لوگون نے کہا کہ تمھین
تو ہمسے انکی اتنی تعریفیں اور اتنے اوصاف بیان کرتے تھے۔ اور اب
تمھین کیا ہوگیا کہ ہملوگون کو اونکی متابعت سے باز رکھنا چاہتے
ہو۔ ابو عامر نے کہا وہ نبی آخر الزمان یہ نہیں ہین یہ صرف اون سے
متابہت رکھتے ہین۔ وہ نبی آخر الزمان تو اب پیدا ہونگے۔
ابو عامر کے ان مغویانہ امور کی خبر جب آنحضرت صلعم کو ملی تو آپنے
ابو عامر کو بلا بھیجا۔ وہ حاضر ہوا آپنے اوسے اسلام کی دعوت دی
اوس نے قطعی انکار کر دیا اور اوسیوقت سے حسد و مخالفت
اسلام پر آمادہ ہوگیا خدا کے پاس سے جب کتاب انکے لئے
اوتری تو وہ اوسکی تصدیق کرتے تھے اور اس کتاب (قرآن)
کی پہلے بھی منکرین سے تعریف کرتے تھے۔ لیکن جب یہ کتاب
(قرآن) اونکے پاس آئی تو اونھون نے اوسکو نہ پہچانا اور اس
سے انکار کیا۔ پس کافرون (انکار کرنیوالون) پر خدا کی پھٹکار ہے
یہ آیہ وافی ہدایہ ابو عامر کے احوال اور اوسکے امثال پر شاہد
صادق ہے۔ پھر جب بدر کی جنگ مین کفار قریش پر اہل
اسلام نے فتح حاصل کی تو ابو عامر مدینہ سے بھاگ کر مکہ پہونچا

دلیر ساخت و در جنگ احد حاضر
بود و اول کسیکه تیر بر لشکر اسلام انداخت
وے بود۔ مسلمانان او را فاسق خواندند و
در روایتے آنکه حضرت وے را ملقب بفاسق
ساخت و دعائے بد بر وے کرد و گفت یار
خدایا وے را طرید و وحید بمیران ابو
عامر از حرب احد بگریخت و بروم رفت و در روایتے
آنکه از حنین نیز حاضر شده فرار نمود و نیز رو
بہرقل رفت و ملازم شد و میخواست که از وے
لشکر بستاند و بجنگ آن سرور صلعم بیاید و
این معنی بدیں صورت می بست از آنجا
بمنافقان مدینه از قوم خویش نوشت که
شما در مقابله مسجد قبا در محلهٔ خویش برائے
من مسجدے بسازید که چون بمدینه آیم در آن
مسجد بافاده علوم مشغول بشوم و آن مسجد
ما را مرصدے بود تا هر فکرے که در خاطر
داشته باشم بفرصت در آنجا بظهور رسانم
پس آن قوم مسجدے بساختند و در ترصیص و
استحکام آن سعی نمودند و پیش از توجه آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغزوه تبوک باتمام
رسانیده بودند و چون آن سرورؐ از آن غزوه
بیرون می آمد۔ آمدند و گفتند یا رسول اللہ
مسجدے در محلهٔ خویش بنا کرده ایم برائے
ضیفان و بیماران و وقت سرما و بارندگی

اور کفار قریش کو آنحضرت صلعم کے ساتھ جنگ و محاربہ پر
آمادہ و تیار کرتا رہا۔ اور جنگ احد مین کافرون کے ساتھ
آیا۔ جس شخص نے سب سے پہلے تیر لشکر اسلام کی طرف پھینکا وہ یہی
ابو عامر تھا۔ مسلمان اوسکو فاسق کہتے تھے اور ایک روایت
مین یون آیا ہے کہ خود آنحضرت صلعم نے اوسکو فاسق کا لقب
دیا ہے اور دعائے بد سے اوسے یاد کیا ہے اور اوسکے لیے
ان الفاظ مین دعا فرمائی ہے کہ الٰہی عامر کو پریشانی اور تنہائی
کی موت دے۔ جنگ احد سے ابو عامر بھاگ کر روم کے
ملک مین چلا گیا اور پھر غزوۂ حنین مین آکر کفار کی طرف سے شریک
جنگ ہوا۔ پھر اسی جنگ سے بھاگ کر ہرقل کے پاس پہونچا
اور اوسکا نوکر ہو گیا۔ اس ملازمت سے اوسکی غرض خاص
یہی تھی کہ وہ ہرقل سے ایک امدادی لشکر لیکر آنحضرت صلعم سے
مقابلہ کرے لیکن اس انتظام و بند و بست مین تاخیر دیکھی
اسوجہ سے اوس نے منافقین کو لکھ بھیجا کہ تم لوگ مسجد قبا کے
آمنے سامنے اپنے محلہ مین مسجد کے نام سے ایک عمارت تیار
کرو کہ جب مدینہ مین آؤن تو اوسی مین قیام کرون اور افادہ علوم
مین مشغول ہو جاؤن اور وہ مسجد ہمارے لیے وہ مقام قرار پاجائے
جہان سے ہم بیٹھ کر اپنے مقاصد دلی کو عملی صورت مین لائین اور
بفراغت اونھین انجام دیدین۔ چنانچہ اسی کے مطابق اون لوگون
نے مسجد کے نام سے ایک عمارت بنائی اور اوسکے استحکام و مضبوطی
مین حتی الامکان انتظام کیا۔ اور جب آنحضرت صلعم غزوۂ تبوک کی نیت سے روانہ ہو کر
اُس مقام تک پہونچے تو وہ لوگ آپکی خدمت مین حاضر ہوئے
اور عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ صلعم ہم لوگون نے سردی اور
بارش مین بیمارون اور کمزورون کے نماز پڑھنے کے لیے

خاطر ما چنین میخواہد کہ قدم رنجہ فرمائی و بنماز گزاردن
آن مسجد را مشرف سازی میخواستند کہ بواسطہ
نماز آنحضرت صلعم در آنجا ۔ آنرا استحکام و ثبات
دہند لاجرم انواع چرب زبانی نمودند پیغمبر
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در جواب آن منافقان
فرمود کہ حالا متوجہ غزوہ ایم ان شاء اللہ اگر باز آئیم
در آنجا نماز گذاریم و وقت باز گشتن از غزوۂ تبوک
چون بمنزل ذی اوان کہ از انجا تا مدینہ یک ساعت
راہ است رسید اہل مسجد آمدند و استدعا نمودند
کہ وعدہ فرمودہ بودی اکنون وقت وفا بوعدہ است
جبرئیل آمد و این آیہ آورد وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا
ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا
لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ وَلَيَحْلِفُنَّ
اِنْ اَرَدْنَا اِلَّا الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ
لَكٰذِبُوْنَ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ۔ پس آنحضرت مالک
بن الدخشم و معن بن عدی و در روایتے عامر بن عدی
را طلبید و گفت بروید بآن مسجد کہ ظالمان بنا کردہ اند
و آنرا بکنید و بسوزانید بموجب فرمودہ روان شدند
و در راہ بہ بنی سالم بن عوف کہ در محلہ مالک بن
الدخشم بود رسیدند مالک با معن گفت ساعتی
صبر کن تا بخانہ خود روم و شعلۂ آتش با خود بیاریم
پس رفت و شاخ خرما روشن ساخت و آمد و
دویدہ میرفتند تا بمسجد ضرار و اہل آن مسجد و
بانیان آن آنجا بودند و آتش در آن مسجد زدند

ایک مسجد بنائی ہے ہماری تمنا یہ ہے کہ آپ اوس مسجد مین قدم رنجہ
فرما کر اوسکو مشرف فرماوین اون کا مدعا یہ تھا کہ آپ کی تشریف
بری سے مسجد کی عظمت بڑھائین اس بنا پر اونھون نے اپنی
استدعا مین بڑی چرب زبانی سے کام لیا آنحضرت صلعم نے
اونکے جواب مین ارشاد فرمایا کہ اس وقت تو ایک مہم پر جاتے
ہین وہان سے واپس آکر اگر رضائے خدا ہوگی تو ہم اس مسجد
مین نماز پڑھینگے جب غزوہ تبوک سے لوٹ کر آپ منزل ذی اوان
مین پہونچے ۔ جہان سے مدینہ منورہ کل ایک گھنٹہ کا راستہ
ہے تو اہل مسجد آپکی خدمت مین حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ نے
وعدہ فرمایا تھا اب وعدہ وفائی کا وقت آگیا ۔ اس اثنا مین وحی
نازل ہوئی ۔ وہ لوگ جنھون نے ایک مسجد ضرار و پھوٹ ڈالنے
اور کفر پھیلانے کی غرض سے تیار کی اور اس غرض سے کہ لوگ
پہلے سے خدا اور رسولؐ سے لڑتے ہین ۔ اونکو ایک کمینگاہ ہاتھ
آئے وہ قسم کھاتے ہین کہ ہمنے صرف بھلائی کی غرض سے ایسا
کیا اور خدا گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹ کہتے ہین ۔ محمدؐ ۔ تو کبھی
اوس مسجد مین جا کر نہ کھڑا ہو ۔ وہ مسجد جسکی بنیاد پہلے ہی دن سے
پرہیزگاری پر رکھی گئی ہو وہ اس بات کی زیادہ مستحق ہو کہ تو اوسمین
نماز پڑھے ۔ وہان ایسے لوگ ہین جنکو صفائی محبوب ہے اور خدا
صفائی پسند کرنیوالون کو چاہتا ہے ۔ آپنے اوسوقت مالک بن
الدخشم اور معن بن عدی اور ایک روایت کے موافق معن بن
عدی کے بھائی کو حکم دیا کہ اوس مسجد مین جا کر جسکو ان ظالمون
نے بنایا ہو ۔ اوسکو کھود ڈالو ۔ اور جلا ڈالو چنانچہ حسب الحکم یہ لوگ
روانہ ہوئے اور جب قبیلہ بنی سالم بن عوف مین پہونچے جو مالک
ابن الدخشم کا محلہ تھا تو مالک نے اپنے رفیق معن سے کہا کہ تم

وبکند ندصٹ ۴۹۵ ۔ ۴۹۹ ذرا ٹھہر جاؤ مین اپنے گھر سے جا کر آگ لیتا آؤن یعنی ٹھہر گئے

اور مالک اپنے گھر جا کر خرمے کی ایک جلتی ہوئی شاخ اوٹھالائے اور پھر یہ دونون آدمی وہان سے دوڑتے ہوئے چلے اور راوس مسجد کے پاس پہونچے وہان اوسکے بانیان اور اوسکے ہمراہیان موجود تھے۔ ان لوگون نے اونکے سامنے اُنکی عمارت مین آگ لگا دی اور پھر اوسکو کھود کر زمین کے برابر کر دیا۔

شبلی صاحب کے مجرد اس لکھدینے سے کہ ابو عامر عیسائی تھا اسلام کی صفائی تو نہین ہوتی۔ بلکہ معترضین کے لئے تعریضات کی اور گنجایش ہوجاتی ہے اسلیئے اوسکی تفصیل اطوار و کردار لکھکر یہ کھلا دینا تھا کہ اوسکی عیسائیت بھی۔ اب عیسائیت نہین رہی تھی بلکہ صاف صاف اسلام کی مخالفت اور بانی اسلام علیہ السّلام کی کھلی کھلی عداوت تھی اوسکے حالات بتلا رہے ہین کہ وہ ابتدائے ہجرت سے اسوقت تک اسلام کے درپے آزار تھا۔ بدر۔ احد اور حنین کے متواتر معرکون مین برابر ناکامیاب رہ کر اسلام مین پھوٹ ڈالکر گھر کے اندر ہی اندر تباہ کردینے کی یہ اوسکی آخری کوشش تھی۔ جو ہرقل رومی کے ذریعہ اور منافقین کے وسیلہ سے عمل مین لانا چاہتا تھا۔

اسی طرح صرف مسجد ضرار کے لکھدینے سے پوری توضیح نہین ہوتی۔ صاف صاف حالات لکھکر بتلا دینا ضروری تھا کہ اس کا بظاہر مسجد نام تھا ورنہ حقیقتاً وہ ہزارون مفسدہ انگیزیون اور فتنہ خیزیون کا مقام تھا وہ عبادت گاہ نہین تھی بلکہ مخالفین اسلام کی کمینگاہ۔ جیسا کہ خود ابو عامر کے وہ الفاظ بتلا رہے ہین جو اوس نے اپنے خط مین منافقین مدینہ کے نام لکھے ہین لیکن خداوند عالم و دانا نے اپنے رسول برحق صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اُسکے حقیقی حال سے مطلع فرما دیا اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بحکم خدا اس مقام فتنہ و فساد کو گروا دیا۔

کعب ابن مالک صحابی کی سرگذشت اور معافی

مسجد ضرار کو مسمار فرما کر آنحضرت صلعم بخیریت تمام مدینہ منورہ مین داخل ہوئے متخلفین لشکر تبوک حاضر خدمت ہوئے۔ ان مین کعب ابن مالک بھی تھے کعب اپنا حال اس طرح بیان کرتے ہین کہ اس سفر مین میرا گھر جانا ابتلائے محض تھا۔ ایسا کرنے کا میرا ارادہ نہ تھا اور نہ کوئی عذر تھا۔ سفر کا جملہ سامان مرتب تھا۔ عمدہ عمدہ اونٹنیان میرے موجود تھین۔ میری مالی حالت بھی ایسی اچھی تھی کہ پہلے کسی کی ایسی نہین تھی۔ اس سفر کے لیئے مین نے دو مضبوط شتر بھی خرید کر رکھے تھے۔ حالانکہ اس سے پیشتر میرے پاس کبھی دو اونٹ نہین ہوئے تھے۔ لوگ سفر کی تیاری کرتے تھے۔ اور مجھے ذرا فکر نہ تھی مین نے سوچ رکھا تھا

کہ جس روز کوچ ہوگا میں چل کھڑا ہونگا۔ لشکر اسلام جس روز روانہ ہوا مجھے تھوڑا سا کام تھا میں نے کہا خیر۔ میں کل جاؤں گا۔ دو دن میں اسی سستی اور تذبذب میں گذر گئے۔ اب لشکر اتنا دور نکل گیا تھا کہ اوس سے ملنا مشکل تھا۔ مجھے نہایت صدمہ تھا کہ یہ کیا ہوا۔ میں ایک روز گھر سے نکلا۔ مجھے اون منافقین کے سوا جو جھوٹ موٹ عذر کرنے کے عادی تھے اور کوئی بھی راستہ میں نہ ملا یہ دیکھ کر میرے تن بدن میں مارے رنج و غم کے آگ لگ گئی۔ یہ دن بُرے اسی طرح گذر گئے۔ یہانتک کہ نبی صلعم تشریف لائے اب میں حیران تھا کہ کیا کروں اور کیا کہوں اور کیونکر خدا اور رسولؐ کے عتاب سے بچاؤ کروں لوگوں نے مجھے بعض بہانے بتلائے۔ مگر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ نجات سچ ہی سے مل سکتی ہے میں نبی صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی صلعم نے مجھے دیکھا اور تبسم فرمایا۔ تبسم خشم آمیز تھا۔ میرے تو ہوش اوسی وقت جاتے رہے۔ نبی صلعم نے پوچھا کعب تم کیوں رہ گئے تھے۔ کیا تمھارے پاس کوئی سامان مہیا نہ تھا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہؐ میرے پاس تو سب کچھ تھا میرے نفس نے مجھے غافل بنا دیا کاہلی نے مجھپر غلبہ کر دیا۔ شیطان نے حملہ اور مجھے حرمان و خذلان کے گرداب میں ڈالدیا نبی صلعم نے کہا تم اپنے گھر ٹھہرو اور حکم الٰہی کا انتظار کرو۔

بعض لوگوں نے کہا دیکھو۔ اگر تم بھی کوئی حیلہ بنا لیتے تو ایسا ہوتا۔ میں نے کہا۔ تب بھی وحی الٰہی سے میرا جھوٹ کھلجاتا اور پھر میں کہیں کا نہ رہتا۔ معاملہ کسی دنیا دار سے نہیں ہے۔ بلکہ اللہ کے رسولؐ کے ساتھ ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ جو حکم میرے لیئے ہوا ہے۔ کسی اور کے لیئے بھی ہوا ہے۔ لوگوں نے کہا۔ ہاں۔ ہلال ابن امیہ اور مرارہ بن ربیع کی بھی یہی حالت ہے۔ یہ سنکر مجھے ذرا تسلی ہوئی کہ دو مرد صالح اور بھی میری جیسی حالت میں ہیں۔

اب رسولخدا صلعم نے حکمدیا کہ کوئی مسلمان ہمارے ساتھ بات چیت نہ کرے اور نہ ہمارے پاس آکر بیٹھے۔ اب دنیا ہمارے لئے وبال معلوم ہونے لگی۔ ان دنوں میں ہلال اور مرارہ تو گھر سے بھی باہر نہ نکلے۔ اسلیئے کہ وہ بوڑھے بھی تھے۔ لیکن میں جوان تھا اور دلیر۔ گھر سے نکلتا مسجد نبوی میں جاتا۔ نماز پڑھکر مجلس مبارک کے ایک گوشہ میں بیٹھ جاتا۔ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم محبت بھری دزدیدہ نگاہ سے مجھے دیکھا کرتے۔ میری شکستگی کا حال ملاحظہ فرمایا کرتے اور جب میں اونکی طرف آنکھ اوٹھاتا تو حضور اعراض و تغافل فرمایا کرتے۔ مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ نہ کوئی مجھسے بات کرتا اور نہ کوئی میرے سلام کا جواب دیتا۔ ایک روز میں نہایت رنج و الم میں مدینہ سے باہر نکلا۔

میرا چچیرا بھائی تھا اور ہم دونون مین بڑی محبت تھی۔ سامنے اوس کا باغ تھا۔ وہ باغ مین کچھ عمارت بنوا رہا تھا۔ مین اوسکے پاس چلا گیا۔ اوسے سلام کیا اوس نے جواب تک نہ دیا اور منھ پھیر کر کھڑا ہو گیا۔ مین نے کہا۔ ابو قتادہ۔ تم خوب جانتے ہو کہ مین خدا و رسولؐ سے محبت رکھتا ہون اور کفر و نفاق کا مجھپر اثر نہین ہے۔ پھر تم کیون مجھسے بات نہین کرتے۔ ابو قتادہ نے اب بھی جواب نہ دیا۔ جب مین نے تین بار اسی بات کو دُھرایا۔ تو میرے چچیرے بھائی نے صرف اسقدر جواب دیا کہ خدا و رسول ہی کو خوب معلوم ہے۔ مجھے بہت ہی رقت آئی۔ اور مین بہت رویا۔

پھر مین مدینہ مین لوٹ آیا تو مجھے ایک عیسائی ملا۔ شہر مین مجھے تلاش کر رہا تھا لوگون نے بتلا دیا وہ یہی شخص ہے۔ اوسکے پاس بادشاہ غسان کا ایک خط میرے نام تھا۔ خط مین لکھا تھا۔ ہمنے سنا ہی کہ تمھارا آقا تم سے ناراض ہو گیا ہے۔ تمکو اپنے پاس سے نکلوا دیا ہے اور باقی سب لوگ بھی تمپر جور و جفا کرتے ہین۔ ہمکو تمھارے درجہ و منزلت کا حال پورے طور سے معلوم ہے اور تم اس قابل نہین کہ کوئی تم سے ذرا بھی بے التفاتی کرے یا تمھاری عزت کے خلاف تم سے کوئی [illegible] اب تم یہ خط پڑھتے ہی [illegible] لکھ کر بھیجو۔ تمھارا [illegible] کیا ہون۔

خط پڑھتے ہی مین نے کہا یہ اور ایک مصیبت آ پڑی ہے اور اس سے بڑھکر کیا مصیبت ہو سکتی ہے کہ آج ایک عیسائی مجھپر اور میرے دین پر قابو پانے کی آرزو کرنے لگا ہے اور مجھے کفر کی دعوت دیتا ہے اس خیال سے میرا اندوہ و رنج چند در چند بڑھ گیا۔ خط کو قاصد کے سامنے ہی آگ مین ڈالدیا اور قاصد سے کہا جاؤ۔ کہدینا کہ آپ کی عنایات و التفات سے مجھے اپنے آقا کی بے التفاتی لاکھ درجہ بہتر اور خوشتر ہے۔

مین وہان سے لوٹ کر گھر پہونچا تو دیکھا نبی صلعم کی طرف سے ایک شخص آیا ہوا موجود ہے اوسنے کہا نبی صلعم نے حکم دیا ہے کہ تم اپنی بیوی سے علیحدہ ہو رہو۔ یہ سنکر مین نے اپنی بیوی کو میکے بھیجدیا۔ مجھے معلوم ہوا کہ ہلال اور مرارہ کے پاس بھی یہی حکم پہونچا تھا۔ ہلال کی بیوی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئین اور عرض کرنے لگین۔ یا رسول اللہؐ۔ ہلال بالکل کمزور اور ضعیف ہے اور اوسکی خدمت کے لیے کوئی خادم بھی نہین اگر اذن ہو تو مین اوسکی خدمت کرتی رہون۔ فرمایا۔ ہان۔ مگر اوسکے بستر سے دور رہو۔ عورت نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہلال کا تو غم و ملال سے ایسا حال ہے کہ اوسے تو کوئی خیال ہی نہین ہے۔ اب مجھ سے لوگون نے کہا تم بھی

اپنے لیئے اتنی اجازت لے لو کہ تمہاری بیوی تمہارا کام کاج تو کر دیا کرے۔ میں نے کہا کہ میں تو ایسی جرات نہیں کرنے کا۔ پھر کیا خبر ہے حضور اجازت دیں یا نہ دیں۔ اور میں تو جوان ہوں آپ اپنا کام کر سکتا ہوں مجھے خدمت کی ضرورت نہیں۔

الغرض اسی مصیبت میں پچاس دن گزر گئے ایک رات اپنی چھت پر لیٹا ہوا تھا اور اپنی مصیبت پر سخت نالاں تھا کہ کوہ سلع پر چڑھکر جو میرے گھر کے قریب تھا۔ ابوبکر صدیق نے آواز دی کہ آپ کو مبارک ہو کہ آپکی توبہ قبول ہو گئی یہ آواز سنتے ہی میرے دوست احباب دوڑ پڑے اور مبارکباد کہنے لگے کہ مخلص کی دعا تو قبول ہوئی۔ یہ سنتے ہی میں نے پیشانی کو خاک پر رکھدیا اور سجدہ شکرانہ ادا کیا اور پھر دوڑا دوڑ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا نبی صلعم مہاجر و انصار کے حلقہ میں تشریف فرما تھے۔ مجھے دیکھکر مہاجرین نے مبارکباد دی اور انصار خاموش رہے۔ میں نے آگے بڑھکر سلام عرض کیا۔ اس وقت چہرۂ مبارک جوش مسرت سے ماہ چہاردہ کی طرح تابان و درخشان ہو رہا تھا اور عادت مبارک تھی کہ خوشی میں چہرۂ مبارک اور بھی زیادہ روشن ہو جاتا تھا۔ مجھسے فرمایا کعب مبارک اس بہترین دن کے لیئے جب سے تو ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا کوئی دن ایسا مبارک تجھپر آجتک نہیں گذرا۔ آؤ۔ تمہاری توبہ کو رب العلمین نے قبول فرمالیا۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ اس قبولیت کے شکرانہ میں میں اپنا کل مال راہ خدا میں صدقہ دیتا ہوں بنی صلعم نے فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کی نصف۔ فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کی ثلث۔ فرمایا ہاں ثلث خوب ہے اور ثلث بھی بہت ہے۔ رحمۃ ارض ۱۴۹-۱۵۳

حج اکبر حضرت علیؑ کے محاسن خدمات تبلیغ سورۂ برات

(۱۰ ذی الحجہ سنہ ۹ ہجری)

شبلی صاحب کی قلم آرائی اور طبع آزمائی کا یہ بھی ایک موقع ہے۔ چنانچہ حقیقت حال جن قلمی ترکیبوں سے چھپائی گئی۔ وہ آپکے مفصلہ ذیل عبارت سے ظاہر ہے۔

سنہ ۹ ہجری۔ پہلا موقع ہے کہ کعبہ کفر و شرک کی ظلمت سے پاک ہو کر عبادت ابراہیمی کا مرکز قرار پایا ہے غزوہ تبوک سے واپسی کے بعد ذیقعدہ یا ذی الحجہ سنہ ۹ ہجری میں آپنے تین سو مسلمانوں کا ایک قافلہ مدینہ منورہ سے حج کے لیئے روانہ فرمایا ان میں حضرت ابوبکر قافلہ سالار اور حضرت علیؓ نقیب اسلام اور حضرت سعد بن وقاص وجابر و ابوہریرہ وغیرہ معلم تھے۔ قربانی کے بیس اونٹ ساتھ

(سیرۃ النبی جلد اول)

چونکہ اس واقعہ میں حقیقتاً پہلے حضرت ابوبکر کی امارت حج اور پھر علم صداؤں کی معزولی اور حضرت علیؑ مرتضیٰ کی ماموری کی حقیقت داخل تھی۔ اسلئے آپ نے حضرت ابوبکر کی امارت اور تبلیغ سورہ برائت کے منصب کو ... اور انکو قافلہ سالاری کے منصب سے تبدیل فرما دیا۔ حالانکہ امارت قوم اور قافلہ سالاری میں جو فرق مابہ الامتیاز ہے وہ آپکی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں ہے

بہر حال۔ چونکہ جب حضرت ابوبکر کی امارت معمولی قافلہ سالاری بتلا دی گئی تو ضرور تھا کہ حضرت علیؑ مرتضیٰ کی امارت بھی اپنے مرتبے ... نیچے اور معمولی درجہ پر لائی جاتی ہے۔ اسلئے وہ نقابت ٹھہرائی گئی۔ پھر اس پر بھی بس نہیں کی گئی۔ اس واقعہ کی اہمیت کو صرف حضرت علیؑ کے استخلاف عظمت و منزلت کی غرض خاص سے ... جابر اور ابوہریرہ کو بھی اسکی عظمت و اہمیت میں بدرجہ مساوی شریک ٹھہرایا گیا اور ان تمام ترکیب و تدبیر سے مدعائے خاص آپ کا یہ تھا کہ اس موقع اور واقعہ خاص کی عظمت و اہمیت کسیکو معلوم ہو۔

تمہیداً اتنا لکھکر گذارش خدمت یہ ہے کہ شبلی صاحب کو بار بار ہم لکھ کر بتلاتے آتے ہیں کہ بلّٰہ حقیقت کو چھپانے کی کوشش نہ کیجئے۔ کیونکہ حقیقت چھپ ہی نہیں سکتی۔ اگر چھپ جائے تو وہ حقیقت ہی نہیں ہے آپ کی انسانی قوت کی امکانی مقدار و بساط اتنی ہی تھی کہ آپنے واقعہ کی اصلیت کو اپنی سیرۃ النبی میں چھپا دیا اور چھپانے کے بعد پھر اسکو تخصیص کی صورت خاص سے تعمیم کی شکل عام میں ملا دیا۔ لیکن سیرۃ النبی سے پہلے کے دفتر کے دفتر۔ کارنامے کے کارنامے۔ پشتارے کے پشتارے۔ جو اسکی حقیقت اصلیت اور واقعیت سے بھرے پڑے ہیں وہ کیا ہو جائینگے۔ اور کیسے مٹ جائینگے۔ اور ایک آپ

صحیح [1] ترمذی [2]۔ امام ابن حنبل [3]۔ طبری [4]۔ کواشی [5]۔ نسائی [6]۔ حموی [7]۔ سہیلی [8]۔ ثعلبی [9]۔ حاکم [10]۔ ابن مردویہ [11] ابن ابی شیبہ [12]۔ ابن حبان [13]۔ عبدالرزاق [14]۔ ابن المنذر [15]۔ ابن ابی حاتم [16]۔ ابن خزیمہ [17]۔ ابوعوانہ [18]۔ طبرانی [19] دارقطنی [20]۔ بیہقی [21]۔ سبط ابن جوزی [22]۔ سعید ابن مسعود گازرونی [23]۔ عینی [24]۔ ابن حجر [25]۔ ابن کثیر شامی [26]۔ امام قندوزی [27]۔ محدث شیرازی اور محدث دہلوی کے اقوال متواترہ اور مختارہ کا فقرہ پر کیسے قلم ایراد پھیر دینگے۔ اور انتنے متواترات کے خلاف اپنی لوانجا درہ بداد کو کیسے ثابت کر دینگے۔ ہم آپکی اس صناعت کے خلاف اور حقیقت کے انکشاف میں مرقومہ بالا اسناد سے صرف اہل صحاح۔ اہل تفسیر۔ اہل حدیث اور اہل تاریخ کے دو دو قول ذیل میں لکھکر ثابت کر دینگے کہ واقعہ کیا ہے اور شبلی صاحب لکھتے کیا ہیں

صحیح ترمذی میں ہے۔

حدثنا بندار نا عفان بن مسلم وعبد الصمد قالا نا حماد بن سلمة عن سماك بن حرب عن انس بن مالك قال بعث النبي صلى الله عليه وآله وسلم ببراءة مع ابي بكر ثم دعاه فقال لا ينبغي لاحد ان يبلغ هذا الا رجل من اهلي فدعا عليًّا واعطاه اياه

بندار نے عفان بن مسلم سے۔ عفان عبد الصمد سے اور دونوں نے حماد بن سلمہ سے۔ حماد نے سماک بن حرب سے۔ سماک نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ جناب رسولخدا صلعم نے سورۂ برات دیکر حضرت ابوبکر کو بھیجا پھر انکو راستہ سے بلا بھیجا اور فرمایا کہ اسکو سوائے میرے اہلبیت میں کسی آدمی کے اور کوئی نہیں لیجا سکتا۔ پھر علی بن ابی طالب کو بلایا اور وہ آیات انکو عطا فرمائے۔

امام نسائی لکھتے ہیں۔

اخبرنا محمد بن بشار قال حدثنا عفان وعبد الصمد قالا حدثنا حماد بن سلمة عن سماك بن حرب عن انس بن مالك قال بعث النبي ببراءة مع ابي بكر ثم دعاه فقال لا ينبغي ان يبلغ هذا الا رجل من اهلي فدعاه عليًّا واعطاه اياه اخبرنا العباس بن محمد الدوري قال حدثنا ابو نوح قراد عن يونس بن ابي اسحاق عن زيد بن يثيع عن عليؑ قال ان رسول الله ص بعث ببراءة الى اهل مكة مع ابي بكر ثم اتبعه لعلي فقال له خذ الكتاب فامض به الى اهل مكة قال فلحقته واخذت الكتاب منه فانصرف ابو بكر وهو كئيب فقال يا رسول الله ص انزل في شيء قال لا الا اني امرت ان ابلغه

محمد بن بشار نے عفان اور عبد الصمد سے اور ان دونوں نے حماد بن سلمہ سے اور حماد نے سماک بن حرب سے اور سماک نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۂ برات دیکر حضرت ابوبکر کو مکہ بھیجا پھر راستہ سے بلا کر ان سے کہا کہ اسکو کوئی دوسرا سوائے میرے اہلبیت کے نہیں لیجا سکتا۔ یہ کہکر آپنے حضرت علیؑ کو بلایا اور وہ سورہ انھیں عطا فرمایا۔ عباس ابن محمد الدوری نے ابو نوح قراد سے ابو نوح نے یونس بن ابی اسحاق سے۔ یونس نے زید بن یثیع سے اونھوں نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے حضرت ابوبکر کو سورۂ برات دیکر اہل مکہ کے پاس بھیجا پھر علیؑ کو یہ حکم دیکر بھیجا کہ راستہ میں وہ سورہ ان سے لے لیں اور اوسکو اہل مکہ کے پاس لیجائیں۔ حضرت علیؑ کا بیان ہے کہ ہم چلے اور راہ میں حضرت ابوبکر سے ملے اور وہ سورہ ان سے لے لیا۔ حضرت ابوبکر ملول ہوکر آنحضرت صلعم کے پاس آئے اور پوچھنے لگے کہ کیا میرے حق میں کچھ وحی آئی ہے۔ آپنے ارشاد فرمایا

انا او رجل من اهل بيتى قال حدثنا عبد الله بن عمر قال حدثنا اسباط عن فطر عن عبد الله بن شريك عن عبد الله بن رقيم عن سعد قال بعث رسول الله صلعم ابا بكر ببراءة حتى اذا كان ببعض الطريق ارسل عليًّا فاخذها منه ثم سار بها فوجد ابو بكر فى نفسه فقال قال رسول الله صلعم انه لا يودى عنى الا انا او رجل منى

نہیں۔ سرف یہی حکم ہوا ہے کہ اسکی تبلیغ یہ بن خود کروں یا اپنے اہلبیت میں سے کسی شخص سے کراؤں عبداللہ بن عمر نے عبداللہ بن اسماء سے۔ اوس نے فطر سے فطر نے عبداللہ بن شریک سے۔ اوس نے عبداللہ بن رقیم سے اوس نے سعد سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو سورۂ برات دیکر بھیجا وہ ابھی راہ ہی میں تھے کہ حضرت علیؑ کو بھیجا وہ سورہ اُن سے لے لیں۔ حضرت علیؑ وہ سورہ لیکر چلے اور حضرت ابوبکر راہ میں کچھ ملال سا ہوا اور حضرت رسول خدا نے فرمایا کہ اسکو کوئی شخص نہیں پہنچا سکتا سوا میرے یا اس شخص کے جو مجھ سے ہو

اہل صحاح کے بعد۔ اہل تفاسیر کے اقوال ذیل میں ملاحظہ ہوں۔ تفسیر نیشاپوری میں مرقوم ہے

نزلت هذه السورة سنة تسع وكان قد امر فيها ابا بكر على الموسم فلما نزلت السورة اتبعه عليًّا راكب العضباء ليقرءها على اهل الموسم فقيل له لو بعثت بها الى ابى بكر فقال لا يودى عنى الا رجل منى۔

یہ سورہ ۹ہجری میں نازل ہوا اور اُس سال امیر حج حضرت ابوبکر تھے پس جب یہ سورہ اترا تو آپ نے حضرت علیؑ کو بھیجا اور وہ اسکے ناقہ عضبا پر سوار ہو کر گئے اور اوس سورہ کو حجاج کے سامنے پڑھا لوگوں نے پوچھا کہ یہ کام حضرت ابوبکر سے کیوں نہ لیا گیا ارشاد ہوا کہ اس کام کو میری طرف سے کوئی شخص نہیں ادا کر سکتا تھا سوائے اوسکے جو مجھ سے ہو۔

تفسیر درمنثور امام سیوطی میں ہے۔

اخرج عبد الله بن احمد بن حنبل فى زوايد المسند وابو الشيخ وابن مردويه عن على قال لما نزلت عشر آيات من براءة على النبى دعا ابا بكر ليقرءها على اهل مكة ثم دعانى فقال لى ادرك ابا بكر فحيثما لقيته فخذ الكتاب منه

عبداللہ بن احمد بن حنبل نے زوائد مسند میں اور ابو الشیخ اور ابن مردویہ نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ جب سورۂ برات کی دس آیتیں نازل ہوئیں تو آنحضرت صلعم نے وہ آیتیں حضرت ابوبکر کو دیں۔ کہ اہل مکہ کو جاکر سنا دیں اسکے بعد پھر مجھے بلا کر حکم دیا کہ جاؤ اور ابوبکر سے جاکر مل جاؤ اور جہاں وہ تمھیں ملیں تم اون سے وہ سورہ لے لو۔

فاقرء على اهل مكة فلحقه فاخذ الكتاب منه ورجع ابو بكر فقال يا رسول الله انزل فيّ شيء قال لا ولكن جبرئيل جاءني فقال لن يؤدي عنك الا انت او رجل منك واخرج ابن ابي شيبة واحمد والترمذي وحسنه وابو الشيخ وابن مردويه عن انس قال بعث النبي ببراءة مع ابو بكر ثم دعاه فقال لا ينبغي لاحد ان يبلغ هذا الا رجل من اهلي فدعا عليًا فاعطاه اياه واخرج ابن مردويه عن ابن ابي وقاص ان رسول الله صلعم بعث ابا بكر ببراءة الى اهل مكة ثم بعث عليًا على اثره فاخذها منه فكان ابو بكر وجد في نفسه فقال النبيؐ يا ابا بكر انه لا يؤدي عني الا انا او رجل مني ۔

اور جاکر اہل مکہ کو سناؤ۔ حضرت علیؑ بیان کرتے ہیں کہ پس میں روانہ ہوا حضرت ابوبکر سے ملا۔ حضرت ابوبکر وہاں سے رخصت ہوئے اور حضرت رسولخداؐ کی خدمت میں لوٹ آئے اور آپ سے پوچھنے لگے کہ آیا میرے حق میں کوئی وحی نازل ہوئی ہے آپ نے فرمایا کہ نہیں لیکن اس سورہ کو سوائے میرے یا اوس شخص کے جو مجھ سے ہو کوئی دوسرا شخص نہیں لیجا سکتا اور ابن ابی شیبہ اور احمد بن حنبل اور ترمذی نے یہ روایت کی ہے اور اسکو حسن بتلایا ہے اور ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے بھی انس بن مالک کی اسناد سے بیان کیا ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ نے حضرت ابوبکر کو سورۂ برات دیکر اہل مکہ کی طرف روانہ کیا اون کے پیچھے حضرت علیؑ کو بھیجا کہ وہ سورہ اون سے لے لیں حضرت ابوبکر کے دل میں خیال پیدا ہوا تو آنحضرت صلعم نے اون سے کہا کہ اسکو کوئی شخص لے جا نہیں سکتا ہے سوائے میرے یا اوس شخص کے جو مجھ سے ہو۔

اہل تفاسیر کے بعد اصحاب حدیث کے دو اقوال ذیل میں ملاحظہ ہوں علامہ عینی عمدۃ القاری فی شرح صحیح البخاری میں تحریر فرماتے ہیں۔

قال السهيلي كان سيدنا رسول الله ص حين قدم من تبوك اراد الحج فذكر مخالطة المشركين للناس في حجهم وتلبيتهم بالشرك وطوافهم عراة بالبيت وكانوا يقصدون بذلك ان يطوفوا كما ولدوا بغير الثياب التي اذنبوا فيها فاظلوا

سہیلی کہتے ہیں کہ ہمارے مولا جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تبوک سے واپس آئے۔ تو آپ نے حج کا قصد فرمایا اور آپ نے مشرکین کا مومنین کے ساتھ خلط ملط ہونا۔ اور بطریقہ شرک مراسم تلبیہ بجا لانا۔ اور برہنہ بدن ہو کر طواف کرنا۔ جیسا کہ مشرکین اپنے اس خیال کی بنا پر کیا کرتے تھے کہ ہم برہنہ پیدا کیے گئے ہیں اسلیے، ہمکو حالت اصلی کے ساتھ بے لباس ہی طواف کرنا چاہیے

فامسك عن الحج فى ذلك العام وبعث ابوبكر بسورة برأة لينبذ الى كل ذى عهد عهده من المشركين من بعض بنى بكر الذين كان لهم عهد الى اجل خاص ثم اردف بعلى فخرج ابوبكر الى النبیؐ فقال هل انزل فى قرآن قال لا ولكن اردت ان يبلغ عنى من هو من اهلبيتى۔

کہ ان تمام امور کو آپ نے گناہ اور سخت ظلم قرار دیا۔ اسلئے آپ اوس سال تعداد اسے حج سے باز رہے پھر آپنے حضرت ابوبکر کو سورۂ برات دیکر روانہ کیا۔ اون تمام لوگون کے ساتھ جنکے ساتھ آنحضرت صلعم نے معاہدہ فرمایا تھے سوائے بنی بکر کے چند اشخاص کے جنکے معاہدے ایک میعاد خاص تک سے تھے سنانے جائین۔ اس حکم کے بعد آپنے حضرت علیؑ کو پیچھے سے روانہ کیا تو حضرت ابوبکر آنحضرتؐ کی خدمت میں لوٹ آئے اور پوچھنے لگے کہ میری نسبت کیا کوئی وحی آئی ہے آپنے فرمایا نہیں لیکن میرا ارادہ یہ ہوا کہ اسکی تبلیغ میری طرف سے وہ شخص کرے جو میرا اہلبیت سے ہو

حجۃ الہند شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا مین تحریر فرماتے ہین

اصل قصہ آن است کہ ابوبکر بلا نزاع امیر حج بود و سورہ برارت اول بدست حضرت صدیق دادہ بودند بعد ازان جبرئیل فرود آمد کہ آنرا بدست مرتضیٰ باید فرستاد اخرج الترمذی عن انس بن مالك قال بعث النبیّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ببراءة مع ابوبكر ثم دعاه فقال لا ينبغى لاحد ان يبلغ هذا الا رجل من اهلى فدعاه عليًّا فاعطاه اياها وعن سعد بن ابى وقاص ان رسول الله بعث ابا بكر ببراءة الى اهل مكه ثم بعث عليا على اثره فاخذها منه وقال ابوبكر وجد فى نفسه فقال النبیّ يا ابابكر لا يودى عنى الا انا او رجل منى۔

اصل قصہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر بلا نزاع امیر حج مقرر ہوچکے تھے اور سورہ برات بھی پہلے حضرت صدیقؓ کے ہمراہ دیا گیا تھا لیکن حضرت جبرئیل نے نازل ہوکر کہا کہ اسکو علیؑ مرتضیٰ کے ہمراہ بھیجنا چاہیئے ترمذی نے انس بن مالک کی اسناد سے مروی کیا ہے کہ سورہ برات کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو بھیجا پھر اون کو واپس بلایا اور ارشاد کیا کہ اسکی تبلیغ کوئی دوسرا شخص سوائے اوسکے جو میری اہلبیت سے ہو نہین کرسکتا۔ پھر اسکے بعد آپنے حضرت علیؑ کو بلایا اور سورہ برات اونکے حوالہ کیا اور سعد بن ابی وقاص سے منقول ہے کہ حضرت ابوبکر سورہ لیکر چلے پھر اونکے پیچھے سے حضرت علیؑ روانہ ہوئے اور اونھون نے وہ سورہ اُنسے لیلیا تو حضرت ابوبکر کے دلمین خیال گذرا اور اُنھون نے آکر آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوکر پوچھا کہ میرے حق مین کوئی وحی تو نہیں آئی۔ ارشاد ہوا نہین لیکن اسکو سوائے میرے یا میرے اہلبیت کے کوئی دوسرا انجام دے نہین سکتا

صحاح۔ تفاسیر۔ احادیث ہوچکی۔ اب تاریخ کے مفصلۂ ذیل اسناد ملاحظہ ہون۔ علامہ سعید بن مسعود گازرونی لکھتے ہین۔

اخبرنا شيخنا صدر الدين ابو الجامع ابراهيم
بن محمد بن المؤيد الحموي حدثنا شيخنا
السيد محب الدين ابو العباس احمد بن
عبد الله الظهير حدثنا اصيل الدين
ابو بكر عبد الله بن عبد الاعلى بن محمد
بن ابي القاسم القطان حدثنا موفق
الدين داؤد بن معمر بن عبد العزيز
الفارسي حدثنا عبد الرحمن بن ابي
شريح حدثنا البغوي حدثنا العلاء
بن موسى حدثنا سوار بن مصعب عن عطية
العوفي عن ابي سعيد الخدري قال بعث
رسول الله صلعم ابا بكر على الموسم
وبعث معه بسورة براءة واربع كلمات
الى الناس فلحقه علي بن ابي طالب في
الطريق فاخذ علي السورة والكلمات و
كان يبلغ ابو بكر على الموسم فاذا قرأ
السورة نادى لا يدخل الجنة الا نفس
مسلمة ولا يقرب المسجد الحرام مشرك
بعد عامهم هذا ولا يطوفون بالبيت عريانا
ومن كان بينه وبين رسول الله
عهد فاجله الى مدته فلما رجعا
قال ابو بكر هل نزل في شيء قال لا
الا خيرا وما ذاك قال ان عليا لحق بي
واخذ مني السورة والكلمات

ہمارے شیخ صدر الدین ابو الجامع ابراہیم بن محمد ابو المؤید
حموی نے۔ اون سے ہمارے شیخ سید محب الدین ابو العباس
احمد بن عبد اللہ الظہیر نے۔ اون سے اصیل الدین ابوبکر
عبد اللہ بن الاعلی بن محمد بن ابی القاسم القطان نے
اون سے موفق الدین داؤد بن معمر بن عبد العزیز
الفارسی نے اون سے عبد الرحمن بن ابی شریح
نے اون سے بغوی نے اون سے علاء بن موسیٰ
نے اون سے سوار بن مصعب نے اون سے عطیہ
عوفی نے اون سے ابی سعید خدری نے
روایت کی ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے حضرت ابوبکر کو امیر حج مقرر کرکے بھیجا اور اونکو
سورۂ برائت اور احکام اربعہ دیکر اطلاع عام کے لیے
روانہ فرمایا پھر اون سے حضرت علی مرتضیٰؑ راستہ
مین ملے اور سورۂ برائت اور احکام اربعہ اون سے لیلیا
جو حضرت ابوبکر تبلیغ کے لیے لیے جاتے تھے اور جاکر اس
سورہ کو پڑھا اور اعلان عام جاری کیا کہ کوئی شخص غیر
مسلم جنت مین نہ داخل ہوگا اور کوئی شخص مشرک آج سے
مسجد حرام مین نہین داخل ہو سکتا اور کوئی شخص ننگے بدن
بیت اللہ کا طواف نہین کرسکتا اور جس شخص کے ساتھ
رسول اللہ صلعم کا معاہدہ ہوگا وہ اپنی مدت تک باقی رہیگا
جب وہان سے واپس ہوئے تو حضرت ابوبکر نے آنحضرت صلعم
سے پوچھا کہ کیا میرے حق مین کوئی حکم خدا آیا تھا آپنے فرمایا نہین
سب خیریت ہے حضرت ابوبکر نے عرض کی کہ علی مرتضیٰ نے
مجھسے راہ مین ملکر وہ سورہ اور کلمات مجھسے لیلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فقال اجل لم یکن یبلغھا الا انا او رجل منی	ارشاد فرمایا کہ اوسکو کوئی شخص نہیں پہونچا سکتا سوائے میرے یا اوس شخص کے جو مجھ سے ہو

تاریخ ابن کثیر شامی مین ہے۔

قال الامام احمد حدثنا عفان حدثنا حماد عن سماك عن انس ابن مالك ان رسول الله صلعم بعث ببراءۃ مع ابوبکر فلما دا الحلیفۃ قال لا یبلغھا الا انا او رجل من اھلبیتی فبعث بھا مع علی ابن ابی طالب وقد رواہ الترمذی۔	امام احمد نے عفان سے۔ عفان نے حماد سے حماد نے سماک سے سماک نے انس بن مالک سے روایت کی کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو سورہ برات دیکر روانہ کیا جب وہ دوالحلیفہ تک پہونچے تو آپنے ارشاد فرمایا کہ اسکو کوئی شخص پہونچا نہین سکتا سوائے میرے یا اوس شخص کے جو میرے اہلبیت سے ہو۔ اسکے بعد اوسکو حضرت علیؑ کی معرفت بھیجا۔ ایسے ہی ترمذی نے بھی روایت کیا ہے

اب محققین واقعیت اور متلاشین حقیقت مرقومۂ بالا عبارات صحاح۔ تفاسیر احادیث اور تواریخ کی مندرجہ بالا مضامین کو شبلی صاحب کے اوس بیان سے جو آپکی عبارت مین اوپر نقل کی گئی ہے مقابلہ فرماکر خود سمجھ لین کہ اتنے علمائے متقدمین کے قدیم ماخذ اس واقعہ کی حقیقت کیا بتلاتے ہین اور شبلی صاحب کی نئی کتاب اسلامی دنیا کو کیا سمجھاتی ہے۔ شبلی صاحب صرف حضرت علیؑ مرتضیٰ کی فضیلت وعظمت کو لفظون مین چھپاتے ہین اور حضرت ابوبکر کو سورہ برات کی حوالگی اور اوسکے اعلان کے لیئے اون کی پہلی ماموری۔ پھر اون کی جگہ ان تبلیغی خدمات پر حضرت علیؑ کی تقرری حضرت ابوبکر کی خدمت رسول مین واپسی اور استدعائے توجیہ آنحضرت صلعم کی تصریح ان تمام واقعیت واصلیت کو بالکل نسیاً منسیاً فرماتے ہین۔ یہی آپکی تاریخ نویسی کا فلسفۂ حقیقت ہے۔ آپکو بخاری کی ایک آڑ مل گئی ہے جسکو آپ پہاڑ کا اوٹ سمجھے ہین۔ حالانکہ وہ تار عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور اور نامضبوط ہے اور اتنے متواتر اقوال ومختار کے مقابلہ مین نہ اوس کا شمار ہوسکتا ہے اور نہ اعتبار کیونکہ ان کی حقیقت حال کے احداف واستخفاف سے بخاری کی بھی وہی غرض وغایت تھی جو آپکی اس بنا پر نہ اوس وقت سے لیکر اس وقت تک بخاری کے مختار پر نہ کسی نے اعتبار کیا اور نہ آپ ہی کے قول پر کوئی اعتبار کرسکتا ہے چنانچہ جمع بین الصحیحین میں حمیدی نے بخاری کی اس حدیث پر جو نظریہ لکھا ہے وہ ذیل مین ملاحظہ ہو۔

قال ابوبکر بعثنی فی تلك الحجۃ فی المؤذنین یؤذنون بمنی ان لا یحج بعد عام المشرك	بخاری حضرت ابوبکر کی زبانی لکھتے ہین کہ اس سال مجھکو حج کے ایام مین بمقام منیٰ اس اعلان کرنیکے لیے بھیجا گیا کہ اس سال کے

ولا یطوف بالبیت عریان قال حمید ثم اردف النبیؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بعلی ابن ابی طالب فامرہ ان یوذن ببراءۃ قال ابوھریرۃ فاذن معنا علیؑ فی اھل منی یوم النحر ببراءۃ و ان لا یحج بعد العام مشرک ولا یطوف بالبیت عریان۔

بعد کوئی مشرک حج کرنے نہ آسکے اور کوئی شخص ننگے بدن بیت اللہ کا طواف نہ کرے حمید کہتے ہین پس اسکے بعد جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت علی ابن ابی طالب کو پیچھے سے بھیجا اور اونکو حکم دیا کہ وہ سورۂ برات کا اعلان کرین چنانچہ ابوہریرہ بیان کرتے ہین کہ حضرت علیؑ نے ہملوگون کے ساتھ مقام منی مین قربانی والے دن اعلان برات کیا کہ کوئی مشرک امسال کے بعد حج نکرے اور کوئی شخص ننگے بدن بیت اللہ معظم کا طواف نکرے

محققین کو اب بخوبی معلوم ہوگیا کہ حقیقت کبھی نہین چھپ سکتی۔ بخاری نے تو چھپائی۔ لیکن اوسی وقت کے محققین اور خصوصاً اون کے شارحین نے اسکی حقیقت کا پورا انکشاف کردیا۔ جیسا کہ حمیدی کی مرقومہ بالا عبارت سے کما حقہ ثابت ہوگیا۔

یہ نکتہ بہی لکھکر بتلا دینا ضروری ہے کہ حمیدی نے اپنی عبارت کو ثم کے لفظ سے آغاز کیا ہے۔ شبلی صاحب تو ما شاء اللہ عربی کے مستعد ادیب اور مدرسۃ العلوم کے نامی پروفیسر ضرور جانتے ہونگے کہ عربی کے قواعد نحو مین ثم۔ حرف تراخی و ترتیبی مشہور رہے۔ اس کا استعمال خاصکر ایسے موقع پر ہوتا ہے جہان عبارت غیر مرتب مین ترتیب دینی ضروری ہوتی ہے۔ اب بخاری کے استخفاف واقعہ کی حقیقت ثم کی ضرورت استعمال سے ملائی جائے تو معلوم ہوجائیگا کہ بخاری نے چونکہ حضرت ابوبکر کی ماموری اعلان برات کے واقعہ کو لکھا اور ما بعد کے واقعہ کو چھوڑ دیا اسلئے امام حمیدی نے ضرورت ترتیب حدیث کی ضرورت سے ما بعد کے واقعہ کو جب لکھا تو ثم کے حرف ترتیبی سے شروع کیا۔

بخاری صاحب و نیز شبلی صاحب کے استخفاف حقیقت کا پورا انکشاف کرکے اب ہم اس واقعہ مین شبلی صاحب کی اوس ترکیب خاص کی حقیقت کھولتے ہین۔ جس مین آپنے حضرت جابر۔ سعد بن ابی وقاص اور ابوہریرہ کو داخل کرکے اسکی صورت تخصیص کو تعمیم کی معمولی شکل مین بدل ڈالا۔ ان حضرات کی مداخلت کی ضرورت کی نسبت امام طحاوی مشکل الآثار مین تحریر فرماتے ہین۔

ھذا مشکل لان الاخبار فی ھذہ القصۃ تدل علی ان النبی صلی اللہ علیہ و آلہ

یہ مشکل مسئلہ ہے کیونکہ اس واقعہ مین تمام حدیثین اس امر پر دلالت کرتی ہین کہ جناب رسولخدا صلعم نے حضرت

وسلم بعث ابابکر فذلک ثم اتبعه علیًّا فامرہ ان یوذن فکیف یبعث ابوبکر اباھریرۃ ومن معه بالتاذین بلا اختلاف وکان علی ھو المامور بالتاذین بذلک وکان علیًّا لم یطق التاذین بذلک وحدہ واحتاج الی من یعینه علی ذلک فارسل معه ابابکر اباھریرۃ وغیرہ لیساعدوہ علی ذلک۔

ابوبکر کو بھیجا۔ پھر اونکے پیچھے حضرت علیؑ کو بھیجا جبکہ اس کا حکم حضرت علی علیہ السلام کو مل چکا تھا لیکن ان تمام اختلافات کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ بلا اختلاف حضرت ابوبکر امسال امیر حج تھے اور حضرت علی مرتضیٰ اعلان کے لیئے مخصوص طور پر مامور تھے۔ لیکن حضرت علی مرتضیٰ اتنے بڑے مجمع مین تن تنہا اعلان نہین فرما سکتے تھے (اور تمام آواز نہین پہونچا سکتے تھے)۔ اسلیئے ضرور تھا کہ کچھ لوگ اس امر مین اونکی معاونت کرین۔ اسلیئے ابوبکر نے ابوہریرہ اور اونکے ہمراہیون کو اس امر مین اُنکی حمایت کیلیئے بھیجا۔

اب ناظرین عبارت اور متلاشین حقیقت شبلی صاحب کی اس عبارت کو کہ۔

"آنحضرت صلعم نے تین سو مسلمانون کا ایک قافلہ مدینہ منورہ سے حج کے لیئے روانہ فرمایا۔ اس مین حضرت ابوبکر قافلہ سالار۔ حضرت علی نقیب اور حضرت سعد بن ابی وقاص۔ جابر اور ابوہریرہ وغیرہ معلم تھے"

ایک طرف رکھین۔ اور امام طحاوی کی تفصیل تحقیق کو ایک طرف۔ تو پھر خود سمجھ لین کہ قصہ کی اصلیت مسئلہ کی حقیقت اور واقعہ کی خصوصیت پر شبلی صاحب کے تعمیمی الفاظ۔۔۔ کیسے اور کتنی نقاب افگنی فرما رہے ہین۔ جو ایک حقیقت نگار مؤلف کی شان سے کوسون دور ہے۔ اب اس معزولی اور ماموری کی ضرورت کو بھی تفسیر زاہدی کی عبارت مین ملاحظہ ہو۔

حضرت مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سال نہم از ہجرت صدیق را بحج فرستاد وعلیؑ را بدم او فرستاد بازدادن عہد بکافران کہ عرب را عادت بود در بازدادن عہد کہ ہمان کس بایستے کہ عہد باوے کردہ بودندے یا کسے از قرابت وے کہ ہم تن وے بود۔

حضرت مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے ۹ھ مین صدیق کو حج کیلیئے بھیجا اور علیؑ کو اونکے پیچھے بھیجا کہ معاہدے والون کو اونکے معاہدے واپس کر دین اسلیئے کہ عرب مین واپسی معاہدہ کا یہ دستور قائم تھا کہ معاہدے وہی شخص واپس کرتا تھا جسنے وہ معاہدہ لکھا تھا۔ یا وہ شخص جو اُسکا اتنا قریبی ہو کہ تن واحد سمجھا جاوے

مدارج النبوۃ مین شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی بھی یہی مضمون لکھتے ہین۔ اون کی حسب ذیل عبارت ملاحظہ ہو۔

چون ابو بکر صدیق از مسجد ذو الحلیفہ احرام
بستہ روان شد جبرئیلؑ بر آنحضرت نازل شد کہ
ادائے رسالت و پیغام نکند مگر تو یا علیؑ و در
روایتے یا مردیکہ از تو باشد زیرا کہ ثبوت عہد
و نقض آن کار مردے است کہ صاحب معاملہ
است یا کسیکہ خویش و قرابت او باشد پس
آنحضرت صلعم بعلی مرتضیٰ فرمود کہ عقب ابی بکر
برو و این آیات از سورۂ برات و در روز حج
بر مردم بخوان۔

جب حضرت ابو بکر صدیق مسجد ذو الحلیفہ سے احرام باندھکر
روانہ ہوئے تو اس اثنا مین حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور
فرمایا کہ یا رسول صلعم ادائے رسالت و پیغام یا آپ کر سکتے ہین
یا علیؑ اور ایک روایت مین ہے کہ یا وہ شخص جو آپ سے ہو۔
کیونکہ عہد کرنا یا توڑنا اوس شخص کا کام ہے جو صاحب معاملہ ہو
یا وہ شخص جو اوسکا خویش یا قریب ہو۔ یہ سنکر جناب
رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو حکم دیا
کہ حضرت ابو بکر کے عقب مین روانہ ہون۔ اون سے وہ
سورہ لے لین اور حج کے روز لوگون کو سنا دین۔

اسکے بعد شبلی صاحب اس اعلان کی یہ کیفیت لکھتے ہین۔

حضرت علیؑ کھڑے ہوئے۔ سورہ برات کی چالیس آیتین پڑھکر سنائین اور اعلان کر دیا کہ اب کوئی مشرک خانہ کعبہ مین نہ داخل ہو سکے گا۔ نہ کوئی برہنہ اب حج کرنے پائیگا۔ اور وہ تمام معاہدے جو مشرکین سے تھے اون کے نقض عہد کے سبب سے آج سے چار مہینے کے بعد ٹوٹ جائینگے۔ حضرت ابوہریرہؓ وغیرہ نے اس اعلان کی اس زور زور سے منادی کی کہ گلا پڑ گیا۔ سورۂ برات کی ابتدائی آیتین جن مین خدا نے اس اعلان کا حکم فرمایا یہ ہین۔

بَرَاءَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ
عَاهَدتُّم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ فَسِيحُوا فِي
الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ
غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ وَأَنَّ اللَّهَ مُخْزِي الْكَافِرِينَ ۝
وَأَذَانٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ
يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ
مِّنَ الْمُشْرِكِينَ وَرَسُولُهُ فَإِن تُبْتُمْ
فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا
أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ وَبَشِّرِ الَّذِينَ

اے مسلمانو جن مشرکین سے تم نے معاہدہ کیا تھا (اور وہ فقط اونے
اپنا معاہدہ توڑ دیا) اونکی خدا اور رسولخدا صلعم کی طرف سے کوئی
ذمہ داری نہین ہے۔ (تو اب اے مشرکین) ہم نے تمکو چار مہینے
کی مہلت دی ہے۔ اس مین تم ملک مین چلو پھرو اور جان لو کہ تم خدا
کو عاجز نکر سکوگے۔ حج اکبر کے دن لوگون کو اعلان عام ہے
کہ خدا اور رسول صلعم ان مشرکین کا اب ذمہ دار نہین ہے
اگر تم نے (اے مشرکین) توبہ کر لی تو یہ تمھارے لیے بہتر ہے۔
اور اگر اب بھی پھرے رہو تو یقین کر لو کہ تم خدا کو ہرا نہ سکوگے
اے پیغمبر۔ تو مشرکین کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دے

كَفَرُوا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوكُمْ شَيْئًا وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا فَأَتِمُّوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ

لیکن وہ مشرکین جن سے تم نے معاہدہ کیا اور اونھوں نے اسکی کچھ خلاف ورزی نہیں کی اور نہ تمھارے مقابلہ مین اونھوں نے تمھارے دشمنین کی مدد کی تو زمانہ معاہدہ کو تم پورا کرو۔ خدا پرہیزگارون کو دوست رکھتا ہے۔

اس اعلان مبارک کا وہ نتیجہ نکلا کہ اسکے بعد ہی عرب کے ایسے فتنہ خیز اور جنگجو ملک مین چارون طرف امن وامان اور آرام واطمینان قائم ہوگیا۔

واقعات متفرقات ۹ھ ہجری

(۱) اسی سال ادائے زکوٰۃ کا حکم نازل ہوا اور اوسکے نصاب قائم ہوئے۔

(۲) تمام مسلم قبائل مین عُمّال زکوٰۃ مقرر ہوئے۔ اسلام کی ظل حمایت مین غیر مسلم قومیں آنے لگین۔ ان کے واسطے جزیہ کا حکم ہوا۔ اور آیہ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ۔ تا اسکہ اون کے چھوٹے بنکر وہ جزیہ ادا کرین۔

(۳) سود کی حرمت کا حکم جاری ہوا۔ اور شبلی صاحب کی تحقیق مین نزول سے ایک مدت کے بعد حجۃ الوداع کے موقع پر ۱۰ھ ہجری مین اس کا اعلان فرمایا گیا أَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا۔ خدا نے بیع (خرید وفروخت) کو حلال کیا اور سود لینے کو حرام فرمایا۔

(۴) نجاشی بادشاہ حبشہ نے جو صرف مسلم ہی نہین تھا بلکہ اپنے اسلام لانے کے پہلے سے بھی اسلام کا معاون اور محسن تھا۔ اسی سال انتقال کیا۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسکی رحلت کے متعلق یہ الفاظ لکھکر تمام اعلان فرمایا کہ آج تمھارے صالح اور نیکوکار دینی بھائی اصحمہ نے وفات پائی سب ملکر اوسکے لیے دعائے مغفرت مانگو۔ اسکے بعد آپنے نجاشی کی بدیہ میت کی نماز پڑھی۔

شبلی صاحب کی آئندہ ترتیب مضامین

شبلی صاحب نے ۸ھ ہجری تک کے حالات وواقعات تمام کرکے جلد اول کے آخرین غزوات رسول کی حقیقت و اصلیت کے بیان وتفصیل کو ایک نئے عنوان سے ایک علیحدہ باب مین قلمبند فرمایا ہے اور دو جزو کے قریب لکھکر جلد اول کو تمام کردیا ہے۔ اور جلد دوم کو اسلام کی امن کی زندگی سے شروع فرمایا ہے۔ ۹ھ ہجری سے لیکر ۱۱ھ ہجری تک مقام امن۔ اشاعت اسلام۔ تاسیس خلافت اور تکمیل شریعت کے حالات مندرج فرمائے ہین۔

واقعات آئندہ کے تسلسل کے اعتبار سے یہ ترتیب مضامین بہت ہی مناسب ہے اور تمام تاریخ وسیرت مین قریب قریب یہی ترتیب قائم رکھی گئی ہے۔ اس مین بھی کوئی کلام نہین کہ غزوات کا سلسلہ تمام

شبلی صاحب نے اپنی مصلحت خاص سے غزوات کی تفصیل توجیہ کو یہین لکھدینا ضروری سمجھا ہے لیکن ہم اسکو آئندہ واقعات کے سلسلہ بیان مین تاخیر و بے ربطی پیدا ہو جانیکی وجہ سے قبل از وقت سمجھتے ہین ختم واقعات کے بعد ان شاء اللہ ہم ان توجیہات کو اپنے آئندہ سلسلہ بیان مین تفصیل سے بیان کرینگے

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ اسی سال ادائے زکوٰۃ کا حکم نازل ہوا۔ کیون؟ اسلیئے کہ جبتک ملک و قوم مین سکونی حالت پیدا نہین ہوئی تھی اور خوشحالی نہین آئی تھی۔ اوس وقت تک کسی قسم کے مطالبات کو۔ عام اس سے کہ فوائد دینی کی بنا پر ہون یا منافع دنیاوی کی تدعا پر۔ مدبران قدرت نے مصلحت نہین سمجھا۔ لیکن ملک و قوم مین جیون جیون امن وامان کے ساتھ تمدن۔ معاشرت مین فراغت اور کشادگی پیدا ہوتی گئی۔ ملک و قوم مین نفع رسانی کی غرض خاص سے ان مطالبات کی تعیین بھی ضروری سمجھی گئی شبلی صاحب جلد دوم صفحہ ۱۵ مین لکھتے ہین۔

عمال صدقات کی ماموری اور اون کا مقام ماموریت

جو ممالک زیر اثر آئے تھے۔ وہان زکوٰۃ وصدقہ وصول کرنیکے لیئے عمال بھیجے گئے وہ اس درجہ کے لوگ ہوتے تھے جن کا تقدس۔ زہد اور پاکیزگی مسلم ہوتی تھی اسی کے ساتھ وہ عالم اور واعظ بھی ہوتے تھے۔ اور اسلیئے وہ تحصیل مال کے ساتھ تبلیغ اسلام کی خدمت بھی انجام دے سکتے تھے۔ ان مین سے بعضون کے نام حسب ذیل ہین۔

نام	مقام ماموریت	کیفیت
(۱) مہاجر بن ابی امیہ	صنعا یمن	حضرت ام سلمہؓ (زوجہ نبیؐ) کے بھائی تھے۔
(۲) زیاد بن لبید	حضر موت	یہ اون صحابہ مین ہین جو بدر مین شریک تھے۔
(۳) خالد بن سعید	صنعا یمن	سابقین اولین اور مہاجرین حبش مین ہین سب سے پہلے انھین نے کاغذات پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا۔
(۴) عدی بن حاتم	قبیلہ طے۔ یمن	مشہور صحابی ہین۔ حاتم طائی انھین کا باپ تھا۔
(۵) علاء بن حضرمی	بحرین	×
(۶) حضرت ابو موسیٰ الاشعری	زبید عدن	انکی دعوت اسلام سے قریباً تمام لوگ مسلمان ہو گئے مشہور صاحب علم صحابی ہین (مگر عمرو عاص کے معمولی چکمہ مین آگئے)
(۷) جریر بن عبداللہ البجلی		جریر مشہور صحابی ہین (انکے صاحبزادے عبداللہ ابن جریر البجلی شہدائے کربلا مین داخل ہین۔ رضی اللہ عنہ)

(۸) ذوالکلاع حمیری یمن کے سلاطینی خاندان سے تھے۔ ایک موقع پر لاکھ آدمیون نے انھین سجدہ کیا تھا۔ جریر کی دعوت پر یہ اسلام لائے تو اسکی خوشی مین چار ہزار غلام آزاد کیے۔

(۹) حضرت معاذ بن جبل جند مشہور صحابی ہین۔

اسلامی مبلغین اور معلمین

اسلام نے ایک طرف ملک و قوم مین امن عام قائم کیا جو اوّلاً اوسکے نام سے ظاہر تھا اور ثانیاً اوسکے تبلیغی پیام کا حقیقی مدعا۔ جسکی تعلیم کا وہ تمام ملک و قوم مین تیس برسون سے اعلان عام کر رہا تھا اور ملک و قوم کے غلط فہم اور جہالت پسند شُنہا اوسکے ایسے پُرامن اور صلح عام کی تبلیغ و تفہیم سے قبولیت کی جگہ نفرت کا اظہار کر رہے تھے اور پھر اس شدت کے ساتھ کہ اسکے استیصال اور کامل تباہ و برباد کرنیکی کوششون مین ملک و قوم کا کتنا سرمایہ اوٹھ گیا۔ کتنی جانین تلف ہوگئین کتنے قبیلہ اوجڑ گئے۔ کتنے خاندان ویران ہوگئے۔ مختلف اور متفرق مقامات کے معارکہائے جنگ مین خون کی ندیان بہ گئین۔ لہو کے دریا اوبل پڑے۔ یہ اسلام کی حقانیت ہی کی پاداری تھی۔ اور اوسکی حقیقت کی استواری کہ وہ تمام ملک و قوم کے ایکبار مخالف ہوجانے پر بھی مرکزِ حق سے ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹا۔ اور تنہا ہوکر بڑے حوصلہ و جگرداری کے ساتھ ہر موقع جنگ اور ہر معرکہ کارزار مین دشمنون کی بزدلی کے مقابلہ مین سینہ سپر بنا رہا اور کامل نو برس تک ان تمام مصیبتون اور آفتون کو جھیل کر اپنے اصل مدّعائے تبلیغ و تعلیم کو پورا کیا اور اس مرتبہ تک پہونچایا کہ ملک کے تمام سرکشان قبائل نے بالآخر اسکے آگے متابعت کا سر خم کیا اور اطاعت کی گردن جھکائی۔

کچھ ملک و قوم کے خاص قبائل و عشائر کی ذواثری کا یہ حال نہین تھا بلکہ غیر مذہب و اعتقاد کے قوم و قبائل نے بھی اسکی حمایت و اعانت اپنے تحفظ دامن کی ضرورت سے اختیار کی۔ یہ بھی قدرت کا عجیب منظر تھا کہ جس اسلام سے ایسی شدید نفرت تھی اور سخت مخالفت۔ ۹ھ ہجری مین احکام برأت کے اعلان کے بعد ہی سے چارون طرف سے قبائل و اقوام کے وفود خود دار النبوۃ مدینہ مین حاضر ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست حق پرست پر اسلام لانے لگے جیسا کہ بہت جلد وفود کے بیان سے معلوم ہوگا۔

اسلام کو جب ملک کے امن عام کی طرف سے اطمینان اور جمعیت خاطر حاصل ہوچکی تو اوس نے اطراف و جوانب کے باقی قبائل و عشائر مین مبلغین اور معلمین اسلامی کو دینیات و عملیات کی تعلیم کیلئے مقرر کیا

مفصلہ ذیل معلمین و مبلغین اسلامی کے نام شبلی صاحب نے لکھکر بتلائے ہیں ۔

نام	مقام ماموریت	نام	مقام دعوت
(۱) حضرت علی ابن ابیطالبؑ	قبیلہ ہمدان ۔ خذیہ مذحج	(۴) عمرو عاص	عمان
(۲) مغیرہ بن شعبہ	نجران	(۵) وبربن یحنس	ابنائے فارس
(۳) خالد بن ولید	اطراف مکہ	(۶) مہاجر بن ابی امیہ	بطرف حارث بن کلال شہزادہ یمن
		(۷) محصنہ بن مسعود	فدک

ان مبلغین اور دعاۃ کے اثر سے اسلام ہر جگہ تیزی سے آگے بڑھا ۔ دُعاۃ اطراف مکہ میں بھیجدیے گئے تھے اور لوگ خوشی خوشی مسلمان ہوتے جاتے تھے قرآن پاک کی آیتیں اس موقع کی طرف اشارہ کرتے ہیں

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ — جب خدا کی فتح و نصرت آئی تو تم نے دیکھا کہ لوگ عموماً فوج در فوج

یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ — خدا کے دین میں داخل ہوتے جاتے ہیں ۔ لیں تم خدا کی تسبیح کرو

وَاسْتَغْفِرْہُ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا ۔ — اور اوس سے مغفرت مانگو کہ وہی بخشنے والا ہے ۔

فتح مکہ کے تین مہینے بعد ۹ ہجری کے موسم حج میں اعلان براءۃ ہوا ۔ اس واقعہ کے بعد بلا استثنا د حجاز نے عام طور سے اسلام قبول کرلیا ۔ (بحوالہ طبری واقعات ۹ ہجری) حجاز سے باہر بعثت کے اکیس ۲۱ برس میں صرف قریش و یہود کی مزاحمت سے اسلام آگے نہ بڑھ سکا ۔ اور خال خال مسلمان ادھر اُدھر نظر آتے تھے لیکن ان دیواروں کا ہٹنا تھا کہ صرف تین برس میں ۸ تا ۱۰ ھ میں اسلام کا اثر ایک طرف یمن بحرین ۔ یمامہ اور عمان اور دوسری طرف عراق و شام کی حدود تک وسیع ہوگیا ۔ عرب کے دو صوبے ہیں جہاں اسلام سے پہلے عربوں کی بڑی بڑی حکومتیں قائم تھیں ۔ اور اس وقت بھی وہ روم و فارس ۔ دنیا کی دو عظیم الشان طاقتوں کے زیر سایہ تھیں تاہم اسلام بغیر تلوار کی رفاقت کے صلح و امن کے سایہ میں اپنی آواز بلند کرتا چلا گیا اور ہر گوشہ سے لبیک کی صدائیں خود بخود آنے لگیں ۔ سیرۃ النبی جلد اول

وفود عرب کا آنا اور اسلام کا لانا

اصل یہ ہے کہ تمام عرب مکہ کے فیصلۂ آخر کا انتظار کر رہا تھا ۔ مکہ فتح ہوچکا تو یہ انتظار جاتا رہا ۔ اب ہر قبیلہ نے چاہا کہ خود دار الاسلام مدینہ میں جاکر کوئی فیصلہ کرے ۔ اہل عرب کو یہ بات معلوم ہوچکی تھی کہ اب وہ اسلام سے سرکشی نہیں کرسکتے تھے ۔ لیکن خیبر وغیرہ کی نظیروں سے یہ بھی جانتے تھے کہ

اسلام لانے پر وہ مجبور نہیں ہیں بلکہ جزیہ یا کسی اور طریقہ سے صلح کرکے اُن کی سابق حالت قائم رہ سکتی ہے فتح مکہ کے ساتھ ہی ہر طرف سے سفارتیں آنے لگیں اور بجز چند کے باقی جسقدر سفارتیں آئیں اُنھوں نے بارگاہ نبوت میں ہو نکر وہ کچھ دیکھا کہ واپس آئے تو ایمان کی دولت سے مالامال تھے۔ عرب کے سب سے طاقتور قبیلے جن کا اثر دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ بنو تمیم۔ بنو سعد۔ بنو حنیفہ بنو اسد کندہ۔ سلاطین حمیری۔ ہمدان۔ ازد اور طے تھے۔ ان تمام قبائل کی سفارتیں دربار نبوت میں آئیں۔ ان میں سے بعض ملکی حیثیت رکھتی تھیں۔ جن کا مقصد صرف یہ تھا کہ بحیثیت فاتح کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کرلیں۔ لیکن اکثر اس غرض سے آئے کہ اسلام کی حقیقت سے مطلع ہو کر اوسکے حلقہ میں آجائیں۔ یہ [1] وفود زیادہ تر فتح مکہ کے بعد ۸ھ ۹ھ اور ۱۰ھ ہجری میں آئے لیکن تسلسل بیان کے لیے اس سے پہلے کے چند وفود کا ذکر کرنا بھی موزون ہوگا۔ سیرۃ النبی جلد ۲ ص

وفد مزینہ ایک بہت بڑا قبیلہ تھا۔ جو مضر تک ہوکر قریش کے خاندان سے مل جاتا ہے نعمان بن مقرن صحابی جو فتح مکہ میں قبیلہ مزینہ کے علمبردار تھے۔ اسی قبیلہ سے تھے۔ اصفہان انھیں نے فتح کیا تھا۔ ۵ھ ہجری میں اس قبیلہ کے چار سو شخص تمام قبیلہ کے سفیر بنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور اسلام لائے۔ (اصابہ فی احوال الصحابہ) عراقی نے سیرت منظوم میں لکھا ہے۔

اول الوفد وفد المنی ینة سنة خمس وافد وامزینة ۔ سب سے پہلا وفد جو مدینہ میں آیا وہ مزینہ کا قبیلہ تھا جو ۵ھ میں آیا۔

وفد بنی تمیم یہ وفد بڑی شان و شوکت سے آیا۔ قبیلہ کے تمام بڑے بڑے رؤسا مثلاً اقرع بن حابس زبرقان۔ عمر بن الاہتم اور نعیم ابن یزید سب اسی سفارت میں شامل تھے۔ عیینہ بن حصین فرازی جو مدینہ کے حدود تک حملہ آور ہوا کرتا تھا۔ وہ بھی ساتھ تھا۔ یہ لوگ اگرچہ اسلام قبول کرنیکی غرض سے آئے تھے۔ تاہم عربی فخر و غرور کا نشہ سر میں ابھی باقی تھا۔ دربار نبوت یعنی مسجد رسول میں پہونچے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں تشریف رکھتے تھے۔ آستانہ مقدس پر

---

[1] شبلی صاحب نے بہت کم وفود کا حال قلمبند فرمایا ہے۔ ہمنے اور کتابوں سے تفحص و تجسس تمام کے بعد وفود کی جو فہرست مرتب کی ہے وہ حسب ذیل ہے۔

ہمدان[1]۔ بنو طارق بن عبد اللہ[2]۔ بنو تجیب[3]۔ بنی سعد ہذیم[4]۔ وفد بہرا[5]۔ وفد بنی عبس[6]۔ بنی اسد[7]۔ بنی عذرا[8]۔ بنی ثقیف[9]۔ بنی فزارہ[10]۔ بنی حنیفہ[11]۔ عبد القیس[12]۔ بنی طے[13]۔ اشعریین[14]۔ صداء[15]۔ بنی ثقیف[16]۔ بنی غامد[17]۔ محارب[18]۔ خولان[19]۔ غسان[20]۔ بنی الحارث[21] سلامان[22]۔ نخع[23]۔ دوس[24]۔ ازد[25]۔ اور فروہ جذامی[26]۔ مولف عفی عنہ

جا کر پکارے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) باہر آؤ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر آئے تو بولے کہ محمدؐ (صلعم) ہم اسلیئے آئے ہین کہ تم سے مفاخرہ کرین۔ آپنے اجازت دی۔ عطارد بن حاجب جو مشہور خطیب تھا اور جس نے نوشیروان کے دربار سے حسن تقریر کے صلہ مین کمخواب کا خلعت حاصل کیا تھا۔ اوٹھا اور اپنی قوم کی مفاخرت پر ایک پرزور تقریر کی جس کا خلاصہ یہ تھا۔ خدا کا شکر ہے جسکی بدولت ہم آج صاحب تاج وتخت۔ خزانہائے گران بہا کے مالک اور مشرق مین تمام قومون سے معزز ترین۔ ہماری برابری آج کون کرسکتا ہے۔ ہماری ہم مرتبگی کا جسکو دعوی ہوا۔ وہ یہ خصائص واوصاف گنائے جو ہم نے گنائے ہین۔

عطارد خطبہ دیکر بیٹھ گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثابت ابن قیس کو جواب دینے کا اشارہ کیا اونہون نے جو تقریر کی اوسکا ماحصل یہ تھا۔ اوس خدا کی تعریف جس نے زمین وآسمان بنائے اوس نے ہمکو بادشاہی دی۔ اپنے بہترین بندون مین سے بہترین شخص کو انتخاب کیا۔ جو سب سے زیادہ شریف النسب سب سے زیادہ راست گفتار سب سے زیادہ شریف الاخلاق تھا۔ وہ تمام عالم کا انتخاب تھا۔ اسلیئے خدا نے اسپر کتاب اوتاری۔ اوس نے لوگون کو اسلام کی دعوت دی تو سب سے پہلے مہاجرین اور اونکے بعد ہم (انصار) نے دعوت اسلام پر لبیک کہی۔

تقریرین ہوچکین تو اشعار کی باری آئی۔ سفارت کی طرف سے تمیم کے مشہور شاعر زبرقان بن بدر نے قصیدہ پڑھا۔

نحن الکرام فلاحی یعادلنا	ہم شرفائے قوم مین کوئی قبیلہ ہمارا ہمسر نہین ہوسکتا۔
منا الملوک وفینا تنصب البیع	ہم مین تخت نشین ہین اور ہم کلیساؤن کے بانی ہین

روایتون مین آیا ہے کہ ایک شخص نے مدینہ مین آکر خطبہ دیا تو اوسکی خوبی تقریر نے تمام حاضرین کو حیرت زدہ بنا دیا اوسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے ان من البیان لسحراً۔ بعض بعض تقریرون مین جادو ہوتا ہے۔ اصابہ فی احوال الصحابہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زبرقان ہی کی تقریر پر یہ الفاظ ارشاد فرمائے تھے۔ غرض جب زبرقان تقریر کرچکے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دربار رسالت کے شاعر حسان ابن ثابت کی طرف دیکھا۔ انہون نے برجستہ کہا۔

ان الذوائب من فہر واخوانہم	شرفائے قبیلہ اور برادران فہر نے وہ
قد بینوا للناس یتبعوا	راستہ بتلا دیا ہے جسکی وہ پیروی کرتے ہین۔

ارکان سفارت مین اقرع بن حابس عرب کا مشہور حکیم تھا یعنی مقدمات قومی کا مرافعہ اوسی کے پاس جاتا تھا اور اوسکے فیصلون پر لوگ گردن جھکا دیتے تھے۔ وہ اسلام لانے سے پہلے مجوسی تھا۔ اوسکو یہ دعویٰ تھا کہ جب سفارت کے ساتھ دربار رسالتؐ مین آیا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ انّ حمدی لزین وان ذمی لشین۔ مین جسکی تعریف کرتا ہون وہ چمک اوٹھتا ہے اور مین جسکی برائی کرتا ہون اوسکو داغ لگ جاتا ہے۔ نظم و نثر کی معرکہ آرائی ہو چکی تو سفارت نے اعتراف کیا کہ دربار رسالت کے خطیب و شاعر دونون ہمارے خطیب اور شاعر سے افضل ہین پھر سب نے اسلام قبول کیا۔ سیرۃ النبی ص ۳۰۷

وفد بنو سعد — بنو سعد نے ضماد بن ثعلبہ کو سفیر بنا کر بھیجا وہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار مین آئے اور جس طریقہ سے سفارت ادا کی اوس سے عرب کی سادگی اور اصل آزادروی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ صحیح بخاری مین متعدد موقعون پر اس کا ذکر ہے۔ کتاب العلم کی عبارت حسب ذیل ہے۔

حضرت انس بن مالک کہتے ہین کہ ہم لوگ دربار رسالت مین حاضر تھے۔ ایک شخص ناقہ پر سوار آیا اور صحن مسجد مین آکر اتر پڑا پھر حاضرین سے پوچھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کس کا نام ہے لوگون نے آنحضرت صلعم کیطرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ گورے رنگ کے جو تکیہ لگائے بیٹھے ہین۔ پاس آکر کہا عبد المطلب کے بیٹے آپنے فرمایا مین جواب دیچکا۔ بولا کہ مین تم سے کچھ پوچھونگا لیکن سختی سے پوچھونگا۔ اسپر ناراض نہونا۔ ارشاد ہوا جو پوچھنا ہو پوچھو۔ بولا کہ اپنے رب کی قسم کھا کر کہو کہ خدا نے کیا تمکو تمام دنیا کیلئے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے آپنے فرمایا۔ ہان۔ پھر قسم دلا کر پوچھا کہ کیا تمکو خدا نے پنج وقتہ نماز کا حکم دیا ہے اسی طرح زکوٰۃ۔ روزہ اور حج کی نسبت پوچھا۔ اور آپ برابر ہان فرماتے جاتے تھے جب سب احکام سُن لیے۔ تو کہا کہ میرا نام ضماد بن ثعلبہ ہے اور مجھکو میری قوم نے بھیجا ہے۔ مین جاتا ہون اور اپنی قوم سے جو بتلایا ہے ایک ذرّہ زیادہ کرونگا نہ کم۔ جب وہ جا چکا تو آپنے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ سچ کہتا ہے تو اس نے فلاح پائی۔ ضماد نے واپس جا کر اپنی قوم سے کہا کہ لات و عزیٰ کوئی چیز نہین۔ لوگون نے کہا کیا کہتے ہو۔ تمکو جنون یا جذام ہو جائے۔ اونہون نے کہا خدا کی قسم وہ نہ فائدہ پہونچا سکتے ہین اور نہ ضرر۔ مین تو خدا اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاتا ہون۔ اون کی مختصر تقریر کا یہ اثر ہوا کہ شام نہونے پائی کہ قبیلہ کا قبیلہ زن و مرد بچے سب کے سب مسلمان تھے۔

وفد اشعریین ۷ھ ہجری — یمن کا ایک نہایت معزز ترین قبیلہ اشعریین کا تھا۔ ابو موسیٰ اشعری اسی قبیلہ سے ہین۔ ان لوگون نے جب آنحضرت صلعم کے مبعوث ہونے کی خبر سنی تو ترپن شخصون نے مدینہ کی ہجرت کا قصد کیا اس قافلہ مین حضرت ابو موسیٰ الاشعری بھی تھے۔ یہ لوگ جہاز مین سوار ہو کر چلے

لیکن ہوائے مخالف نے جہاز کو حبش میں پہونچا دیا وہاں حضرت جعفر طیار موجود تھے۔ وہ اپنے ساتھ عرب کو روانہ ہوئے اوس زمانہ میں خیبر فتح ہوا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہیں تشریف فرما تھے۔ چنانچہ ہمیں لوگوں نے شرف باریابی حاصل کیا۔ یہ صحیح مسلم (فضائل اشعریین) کی روایت ہے صحیح بخاری کی روایت ہے کہ جب اشعریوں کا وفد آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ تمہارے یہاں یمن کے لوگ آتے ہیں جو نہایت رقیق القلب اور نرم دل ہیں۔ مسند احمد بن حنبل میں ہے حضرت انس سے روایت ہے کہ جب اشاعرہ کا وفد آیا تو یہ لوگ جوش مسرت سے یہ رجز پڑھتے تھے۔ غداً نلقی الاحبہ محمدا و حزبہ کل ہم دوستوں سے ملیں گے۔ محمدؐ اور پیروان محمدؐ سے۔ بارگاہ نبوت میں پہونچے تو عرض کی یا رسول اللہ ص ہم اسلیئے حاضر ہوئے ہیں کہ آپ سے آپکے مذہب کے کچھ احکام سیکھیں اور ابتدائے کائنات کے کچھ حال پوچھیں۔ آپنے فرمایا پہلے خدا تھا اور کچھ نہ تھا۔ اور اوس کا تخت پانی پر تھا۔ (بحوالہ بخاری بدء الخلق)

وفد دوس ۷ھ عرب کا ایک مشہور قبیلہ ہے۔ حضرت ابوہریرہ اسی قبیلہ کے ہیں۔ اس قبیلہ کے مشہور شاعر اور رئیس طفیل بن عمر تھے۔ اور ہجرت سے پہلے مکہ گئے۔ قریش نے اُن کو منع کیا تھا کہ آنحضرت صلعم کے پاس نہ جائیں۔ لیکن ایک دن اتفاقاً یہ حرم میں گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ قرآن مجید سنکر متاثر ہوئے اور آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی کہ آپ مجھکو اسلام کی حقیقت سمجھائیں۔ آپ نے اسلام کی تبلیغ کی۔ اور قرآن مجید کی آیتیں پڑھکر سنائیں اور وہ نہایت خلوص سے سنکر اسلام لائے۔ وطن جاکر اون کو اسلام کی دعوت دی لیکن اونکے قبیلہ میں زنا کا بہت رواج تھا۔ لوگ سمجھے کہ اسلام کے بعد اس آزادی سے محروم ہو جائینگے۔ اسلیئے لوگوں نے تامل کیا طفیل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آکر یہ حقیقت بیان کی۔ آپنے دعا فرمائی کہ خدایا دوس کو ہدایت دے پھر طفیل سے ارشاد فرمایا کہ جاکر نرمی اور ملاطفت سے لوگوں کو اسلام کی دعوت دے۔ غرض کہ دعائے نبوی کی برکت اور طفیل کی ترغیب وہدایت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا اور اسی خاندان میں حضرت ابوہریرہ بھی تھے۔ ہجرت کر کے مدینہ میں چلے آئے۔ (بحوالہ اصابہ و زاد المعاد)

وفد حرث بن کعب ۹ ہجری شبلی صاحب نے اسکو ۹ھ ہجری کا واقعہ بتلایا ہے۔ اور صاحب روضۃ الاحباب اور صاحب رحمۃ للعلمین نے ۱۰ھ ہجری کے آخر زمانہ کا۔ آنحضرت صلعم کے انتقال سے کل چار مہینہ قبل کا واقعہ معلوم ہوتا ہے۔ اسلیئے ہم اوسکو ۹ھ ہجری کے واقعات میں قلبند کرینگے۔

وفد قبیلہ طے

یمن مین طے نہایت نامور قبیلہ تھا ۔ اس قبیلہ کے رؤسا زید الخیل اور عدی بن حاتم الطائی تھے اور اون کے حدود ملک علیحدہ تھے ۔ زید زمانہ جاہلیت کے مشہور شاعر خطیب ۔ خوش جمال ۔ فیاض اور بہادر تھے ۔ ۹ ہجری مین یہ چند معزز اشخاص کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے ۔ آپنے اونکو اسلام کی دعوت دی ۔ اونھون نے مع اپنے ساتھیون کے نہایت صدق دل سے اسلام کی تصدیق کی ۔ اور ایمان قبول کیا شہسواری کی وجہ سے یہ زید الخیل کے لقب سے مشہور تھے ۔ آنحضرت صلعم نے اس لقب کو زید الخیر کے لقب سے بدل دیا ۔

عدی ابن حاتم ۹ ہجری

عدی ۔ مشہور حاتم طائی کے بیٹے اور قبیلہ طے کے سردار اور مذہبا عیسائی تھے ۔ سلاطین عرب کی طرح انکو بھی آمدنی کا چوتھا حصہ ملتا تھا جس زمانہ مین اسلامی فوجین مین گئین یہ بھاگ کر شام چلے گئے ۔ ان کی بہن گرفتار ہو کر مدینہ مین آئین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بڑی عزت و حرمت سے رخصت کیا وہ اپنے بھائی کے پاس گئین اور کہا کہ جسقدر جلد ہو سکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہو ۔ وہ پیغمبر ہون یا بادشاہ ہر حال مین اونکے پاس جانا مفید ہے ۔ غرض عدی مدینہ آئے آنحضرت صلعم مسجد مین تھے عدی نے مسجد مین جا کر سلام کیا ۔ آپنے جواب سلام کے بعد نام پوچھا پھر اونکو گھر کی طرف لیکر چلے ۔ اس اثنا مین ایک بڑھیا آگئی ۔ اوس نے آپکو روک لیا اور دیر تک آپ سے کسی کام کے متعلق باتین کرتی رہی عدی خود رئیس تھے ۔ شام رومیون کا دربار دیکھا تھا ۔ انکو حیرت ہوئی کہ شہنشاہ عرب ایک بڑھیا کے ساتھ مساوات سے پیش آتا ہے اسی وقت اونکو خیال ہوا کہ یہ شخص بادشاہ نہین ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر مین تشریف لیگئے چمڑے کا ایک گدا تھا ۔ اوسکو عدی کی طرف بڑھا دیا ۔ یہ اصرار کے بعد اوس پر بیٹھے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیون عدی تم اپنی قوم سے مرباع (چوتھائی) لیتے ہو لیکن یہ تو تمھارے مذہب مین جائز نہین ۔ پھر فرمایا کہ خدا کے سوا کوئی اور خدا ہے ؟ بولے کہ نہین آپنے فرمایا کہ یہودیون پر خدا کا غضب نازل ہوا ہے اور عیسائی گمراہ ہو گئے ہین ۔ غرض عدی نے اسلام قبول کیا اور اسقدر ثابت قدم رہے کہ ردۃ کے زمانے مین بھی ان پر کچھ اثر نہین ہوا ۔ باپ کی سخاوت کا اثر ان مین بھی تھا ۔ ایک شخص نے ایک دفعہ ان سے سو روپیہ طلب کئے ۔ بولے کہ تم حاتم کے بیٹے سے اسقدر حقیر رقم طلب کرتے ہو ۔ بخدا ہرگز نہ دونگا ۔ [۱]

[۱] شبلی صاحب نے عدی بن حاتم کے ابتدائی حالات ۔ اپنے غلام سے گفتگو ۔ انکی بہن کی آنحضرت صلعم سے مکالمت اور انکے خاص مراعات چھوڑ دیئے ہین ابن ہشام مین مفصل مذکور ہین ۔ مولف عفی عنہٗ

وفد ثقیف

یاد ہوگا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم طائف کا محاصرہ چھوڑکر روانہ ہونے لگے۔ تو صحابہ سے عرض کی تھی کہ آپ انکے حق میں بددعا فرمائیں۔ آپ نے جن لفظوں میں دعا فرمائی یہ تھی۔ اَللّٰھُمَّ اِھْدِ ثَقِیْفًا وَائْتِ بِھِمْ۔ اے خدا ثقیف کو ہدایت دے اور انکو میرے پاس بھیج۔ یہ دعا کرشمۂ ربانی کا اعجاز تھی وہ قبیلہ جو تلوار سے زیر نہوا صداقت کے جلال نے آستانۂ اعلیٰ پر اسکی گردن جھکا دی۔ طائف دو رئیسوں کے قبضہ میں تھا۔ جن میں ایک عروہ بن مسعود تھے۔ جنکی نسبت کفار مکہ کہا کرتے تھے کہ کلام الٰہی اترتا تو انپر اترتا۔ عروہ اگرچہ ابتک اسلام نہیں لائے تھے۔ لیکن مادہ قابل رکھتے تھے۔ حدیبیہ کی صلح بھی انھیں کی سفارت سے انجام پائی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جب طائف سے واپس چلے تو خدا نے ان کو اسلام کی توفیق دی۔ آنحضرت صلعم مدینہ میں پہونچنے بھی نہیں پائے تھے کہ وہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اسلام لاکر واپس گئے۔ واپس جاکر انھوں نے اسلام کا اظہار کیا۔ اور لوگوں کو اسلام کی ترغیب دی۔ لوگوں نے انکو بہت برا بھلا کہا۔ صبح کو جب اپنے بالاخانہ پر اذان دی تو ہر طرف سے تیروں کا مینہ برسا یہانتک کہ وہ شہید ہوگئے۔ مرتے وقت وصیت کی کہ محاصرۂ طائف میں جو مسلمان شہید ہوچکے ہیں انھیں کے پہلو میں دفن کئے جاویں۔

عروہ کا خون رائگان نہیں جاسکتا تھا۔ صخر بن عیلہ۔ رئیس احمس یہ سنکر کہ آنحضرت صلعم طائف کا محاصرہ کئے ہوئے ہیں کچھ سوار لیکر چل کھڑا ہوا تھا۔ اتفاق سے اوس وقت پہونچا جب آپ طائف چھوڑکر مدینہ کی طرف مراجعت فرما چکے تھے۔ صخر نے عہد کیا کہ جبتک اہل طائف آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بیعت قبول نہ کرلیں گے۔ میں قلعہ کا محاصرہ نہ چھوڑونگا۔ آخر اہل طائف نے اطاعت قبول کی۔ صخر نے خدمت نبوی میں اطلاع کی تو آپ نے مسجد نبوی میں سب کو جمع کیا۔ احمس کے لیئے دس بار دعا فرمائی۔

(ابوداؤد۔ باب اقطاع الارضین)

چند روز کے بعد اہل طائف نے باہم مشورہ کیا کہ تمام عرب اسلام لاچکا۔ اب ہم اکیلے کیا کرسکتے ہیں۔ غرض یہ رائے قرار پائی کہ چند سفیر مقرر کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں بھیجدیے جائیں۔ اون کی سفارت نے مدینہ کا رخ کیا تو مسلمانوں کو اسقدر مسرت ہوئی کہ سب سے پہلے مغیرہ ابن شعبہ دوڑ پڑے کہ آنحضرت صلعم کو جاکر خبر کریں۔ راہ میں حضرت ابوبکر مل گئے۔ انکو معلوم ہوا تو مغیرہ کو قسم دلائی کہ یہ خوشخبری مجھے پہونچانے دو۔ مغیرہ نے ان لوگوں کو تعلیم دی کہ دربار رسالت میں جانا تو اس طریقہ سے سلام عرض کرنا لیکن یہ لوگ اوسی دستور قدیم کے مطابق آداب بجالائے عبد یالیل طائف کا مشہور رئیس امیر الوفد تھا۔

تا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسکو (حالانکہ وہ ابتک کافر تھا) مسجد نبوی میں اوتارا (کہ مسلمانون کی محویت و استغراق کو دیکھکر متاثر ہو) یہ لوگ مسجد کے صحن مین خیمے نصب کر کے ٹھہرائے گئے ۔ نماز اور خطبہ کے وقت یہ لوگ حاضر رہتے تھے ۔ گو خود شریک نہین رہتے تھے ۔ آنحضرت صلعم کا معمول تھا کہ خطبون مین اپنا نام نہین لیتے تھے ۔ ان لوگون نے آپس مین ذکر کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے تو اپنی پیغمبری کا اقرار لیتے ہین ۔ لیکن خطبہ مین خود اپنی پیغمبری کا اقرار نہین کرتے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سنا تو فرمایا کہ مین سب سے پہلے شہادت دیتا ہون کہ مین فرستادۂ الٰہی ہون ۔ جماعت سفراء مین عثمان بن ابی العاص سب سے کم عمر تھے ۔ سفراء دربار نبوی مین آتے تو انکو بچہ سمجھکر قیام گاہ مین چھوڑ آتے عثمان گو کمسن تھے ۔ لیکن سب سے زیادہ تیز فہم اور مسائل تحقیق تھے ۔ ان کا معمول تھا کہ جب سفراء ان کو قیلولہ کرتے تو یہ چپکے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوتے اور قرآن مجید اور مسائل اسلام سیکھتے ۔ یہانتک کہ اکثر ضروری مسائل سیکھ لیئے ۔ آنحضرت صلعم ہر شب ان لوگون کو اسلام کی تبلیغ کرتے نماز عشا کے بعد انکے پاس تشریف لیجاتے اور کھڑے کھڑے اون سے باتین کرتے ۔ زیادہ تر مکہ مین قریش کے ہاتھ سے جو اذیتین اوٹھائین انکو بیان فرماتے ۔ مدینہ مین آکر جو لڑائیان پیش آئین اون کا بھی ذکر فرماتے ۔ بالآخر ان لوگون نے اسلام پر اپنی آمادگی ظاہر کی ۔ لیکن یہ شرطین پیش کین ۔

(۱) زنا ہمارے لیے جائز کی جائے کیونکہ ہم اکثر مجرّد رہتے ہین ۔ اور اسلیئے ہمکو اوس سے چارہ نہین ۔

(۲) ہماری قوم کا تمام کاروبار اور ذریعہ معاش سود ہے ۔ اسلیئے سود خواری جائز رکھی جائے ۔

(۳) شراب سے نہ روکا جائے ۔ ہمارے شہر مین کثرت سے انگور پیدا ہوتا ہے اور یہی ہماری بڑی تجارت ہے ۔

لیکن یہ تینون درخواستین نامنظور ہوئین ۔ بالآخر ان لوگون نے کہا اچھا ہم یہ شرطین واپس لیتے ہین ۔ لیکن ہمارے معبود ۔ طائف کے سب سے بڑے بُت (جس کا نام لات) کی نسبت کیا ارشاد ہوتا ہے ۔ آپنے فرمایا وہ توڑ دیا جائے گا ۔ یہ سنکر اون کو سخت حیرت ہوئی کہ کیا کوئی شخص اون کے خدائے اعظم کو ہاتھ بھی لگا سکتا ہے ۔ بولے کہ اگر ہمارے معبود کو معلوم ہو جائے کہ آپ کا یہ ارادہ ہے تو وہ تمام شہر کو تباہ کر دیگا حضرت عمر سے ضبط نہو سکا ۔ بولے کہ تم لوگ کسقدر جاہل ہو ۔ لات یا منات تو صرف ایک پتھر ہین ۔ ان لوگون نے کہا اے عمر ہم تمھارے پاس نہین آئے ۔ یہ کہکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین عرض کی کہ ہم منات کو ہات نہین لگا سکتے ۔ آپ جو چاہین کرین ۔ لیکن ہمکو اس جرأت سے معاف رکھا جائے

آپ نے یہ درخواست منظور کر لی ان لوگوں نے ۔ نماز ۔ روزہ ۔ زکوٰۃ اور جہاد سے مستثنیٰ ہونے کی بھی درخواست کی ۔ نماز سے معافی تو کسی حالت میں ممکن نہیں تھی ۔ جو ہر روز پانچ دفعہ ادا کرنے کی چیز تھی ۔ لیکن زکوٰۃ سال بھر کے بعد واجب ہوتی تھی اور جہاد واجب کفایہ ہے ہر شخص پر واجب نہیں ۔ اور واجب بھی ہو تو اوسکے خاص موقع ہیں روز کا کام نہیں ۔ اس بنا پر اوس وقت اون دونوں باتوں پر مجبور نہیں کیا گیا کیونکہ معلوم تھا کہ جب وہ اسلام قبول کر لینگے تو رفتہ رفتہ خود اون میں صلاحیت آجائیگی ۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ اس واقعہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہتے سنا کہ جب یہ ایمان لا چکیں گے تو زکوٰۃ بھی دینے لگیں گے ۔ چنانچہ دو ہی برس کے بعد حجۃ الوداع کا موقع آیا تو کوئی ثقفی ایسا نہیں تھا جس نے اسلام نہ قبول کر لیا ہو ۔

سفارت جب واپس چلی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسفیان اور مغیرہ بن شعبہ کو بھیجا کہ شرط کے مطابق طائف کے صنم اعظم (لات) کو جا کر توڑ آئیں ۔ مغیرہ نے طائف پہونچکر بتکدہ کو ڈھانا چاہا تو مستورات روتی ہوئی سر ننگے گھروں سے نکل آئیں ۔ جو یہ اشعار پڑھتی جاتی تھیں الا ابکین دفاع اسلمها الرضاع لم یحسنوا المصاع لوگوں پر روکہ پست ہمتوں نے اپنے بتوں کو دشمنوں کے سپرد کر دیا اور معرکہ آرائی نہ کر سکے ۔

وفد نصاریٰ نجران اور واقعہ مباہلہ

(وفد نصاریٰ بنی نجران اور واقعہ مباہلہ)

نجران ۔ مکہ معظمہ سے یمن کی طرف سات منزل پر ایک وسیع ضلع کا نام ہے ۔ جہاں عیسائی عرب آباد تھے ۔ یہاں عیسائیوں کا ایک عظیم الشان کلیسا تھا جسکو وہ کعبہ کہتے تھے ۔ اور حرم کعبہ کا جواب سمجھتے تھے ۔ اس میں بڑے بڑے مذہبی پیشوا رہتے تھے جن کا لقب سید اور عاقب تھا ۔ عرب میں عیسائیوں کا کوئی مذہبی مرکز اس کا ہمسر نہیں تھا ۔ اعشیٰ شاعر اوسی کی شان میں کہتا ہے ۔

وکعبۃ نجران حتم علیک حتی تناخی بابوابها تزور یزیدا وعبد المسیح وقیسا هم خیر اربابها

یہ کعبہ سو کھالوں سے گنبد کی شکل میں بنایا گیا تھا ۔ جو شخص اوسکے حدود میں آتا تھا وہ مامون ہو جاتا تھا اس کعبہ کے اوقاف کی آمدنی دو لاکھ سالانہ تھی ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو دعوت کا خط لکھا تو اوس کعبہ کے محافظ اور ائمہ

اہم مذہب ساٹھ آدمیون کے ساتھ مدینہ مین آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اون کو مدینہ مین اوتارا۔ تھوڑی دیر کے بعد نماز کا وقت آیا تو اون لوگون نے نماز پڑھنی چاہی۔ صحابہ نے روکا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پڑھنے دو۔ چنانچہ اُن لوگون نے مشرق کی طرف منھ کرکے نماز پڑھی۔ ابو حارثہ جو لارڈ بشپ تھا۔ نہایت محترم اور فاضل شخص تھا۔ قیصر روم نے اوسکو یہ منصب عطا کیا تھا اور اُسکے لیے گرجا اور معبد بنوائے تھے۔ ان لوگون نے آنحضرت صلعم سے مختلف مذہبی مسائل پوچھے اور آپ نے وحی کے روسے اون کا جواب دیا۔ ان کے زمانہ قیام مین سورۂ آل عمران کی اسّی آیتین اوترین۔ ان آیتون مین اون کے سوالات کا جواب تھا۔ جس آیت مین دعوت اسلام کی تشریح تھی۔ وہ یہ ہے۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ ۚ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ

کہدے (اے پیغمبر) اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کو مان لین جو ہم تم دونون مین مشترک ہے اور وہ یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی کی عبادت نکرین اور کسی کو اوسکا شریک بنائین اور ہم مین کوئی کسیکو خدا کے سوا رب نقرار دین۔ اور اگر یہ لوگ نمانین تو تم کہدو کہ تم گواہ رہو ہم مسلمان ہین۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ان کو اسلام کی دعوت دی تو ان لوگون نے کہا کہ ہم تو پہلے سے مسلمان ہین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جبتک تم صلیب پوجتے ہو۔ عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہتے ہو۔ کیونکر مسلمان ہو سکتے ہو۔ جب یہ لوگ اسپر راضی نہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وحی کے مطابق ان سے کہا کہ اچھا مباہلہ کرو۔ یعنی ہم تم دونون اپنے اہل وعیال لیکر آئین اور دعا کرین کہ جو شخص جھوٹا ہو اوس پر خدا کی لعنت ہو۔

فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ۔

تو جو شخص تمھارے پیچھے جھگڑا کرتا ہے اوس سے کہدو کہ آؤ اپنی اولاد اور اپنی عورتون کو اور خود اپنی ذات کو بلائین پھر مباہلہ کرین کہ ہم مین سے جو جھوٹا ہو اوس پر خدا کی لعنت ہو۔

لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمۂ زہرا اور امام حسن وحسین علیہما السلام کو لیکر مباہلہ کے لیے نکلے تو خود اون کی جماعت مین سے ایک شخص نے رائے دی کہ مباہلہ نہین کرنا چاہیے اگر یہ شخص واقعی پیغمبر ہے تو ہم لوگ ہمیشہ کے لیے تباہ ہو جائینگے۔ غرض ان لوگون نے سالانہ خراج قبول کرکے صلح کرلی۔

واقعہ مباہلہ کا انکشاف حقیقت

اس واقعہ کے متعلق تھوڑے انکشاف کی ضرورت ہے۔ اسلیئے کہ یہ اہل بیت علیہم السّلام کے فضائل مخصوصہ کے اظہار کا اصل موقع ہے۔ شبلی صاحب کے لیئے استخفاف ضرور ہے اور میرے لئے اوس کا انکشاف۔ اسلئے شبلی صاحب سے عرض ہے۔

اول تو آپنے اون عیسائیون کی مغرورانہ آمد متکبرانہ لباس۔ وغیرہ کے وہ تمام حالات مرفوع القلم فرما دیئے جو شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رنے مدارج النبوۃ مین تفصیل سے لکھکر بتلائے ہین۔ آپنے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اہلبیت کی آمد محض معمولی لوگون کی آمد قرار دیکر ان عامیانہ الفاظ مین تحریر فرمایا ہے۔

لیکن جب آنحضرت صلعم حضرت فاطمۃ الزہرا اور امام حسن و حسین علیہم السّلام کو لیکر مباہلہ کے لیئے نکلے تو ایک شخص نے رائے دی کہ ان سے مباہلہ نہ کرنا چاہیئے۔

اسی مضمون کو محدث دہلوی کس حفظ مراتب کے انداز مین تفصیل سے لکھتے ہین ؎ قدر ہر کس بقدر ہمت اوست۔ ملاحظہ ہو اون کی حسب ذیل عبارت۔

حضرت صلعم خود از حجرۂ شریف بیرون آمدہ حسینؑ بن علیؑ را در زیر بغل و دست حسنؑ را گرفتہ و حضرت فاطمۂ زہرا رضی اللہ عنہا را درعقب آنحضرت صلعم و علیؑ مرتضیٰ در عقب فاطمہؑ۔ و با ایشاں فرمود چون من دعا کنم شما آمین گوئید سبحان اللہ چہ وقت و حالت است وچہ شاہد ومشہود۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حجرہ سے باہر آئے کہ خود بنفس نفیس حسینؑ بن علیؑ کو گود مین لیے تھے حسن مجتبیٰ کا ہاتھ تھامے ہوے۔ آپکے عقب مین حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور اون کے پیچھے حضرت علی مرتضیٰ۔ آپنے ان حضرات سے کہا کہ جب مین دعا کرون تو تملوگ آمین کہنا سبحان اللہ کیا وقت و حالت ہے اور کیا شاہد و مشہود ہین۔

محققین واقعہ اور ناظرین کتاب دونو عبارتون کے فرق مابہ الامتیاز کو پورے طور سے آپ سمجھ لینگے یہ اپنا اپنا خلوص ہے اور اپنی اپنی توفیق۔ مجھکو نہ عدم اظہار کی شکایت ہے اور نہ تکرار کی ضرورت۔ بڑی دلیری سے جو استخفاف حقیقت کیا گیا ہے۔ اور مجھکو جس کا خاص انکشاف مقصود ہے وہ حضرت علیؑ کی شرکت کو شبلی صاحب کا متروک کر دینا ہے۔

حضرت علیؑ مباہلہ مین شریک نہین تھے۔

صاحب رحمۃ العلمین نے بھی ایسا ہی لکھا تھا۔ لیکن پھر اونکو یاد آگیا اور اونھون نے فوراً حاشیہ مین یہ عبارت لکھدی دیگر روایات مین حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کی موجودگی بھی درج ہے۔ صـ۳۰۲ حاشیہ نمبر۲

امام حاکم مستدرک میں لکھتے ہیں۔

اخرج الحاکم فی المستدرک وصححہ عن جابرؓ قال رسول اللہ صلعم والذی بعثنی بالحق لو فعلوا لامطر الوادی علیہم نارا قال جابرؓ فیہم نزلت فقال تعالوا ندع ابناءنا وابنائکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین قال جابر انفسنا رسول اللہؐ وعلیؑ وابنائنا الحسنؑ والحسینؑ ونساءنا فاطمہؑ۔

حاکم مستدرک میں بسند صحیح جابر سے روایت کرتے ہیں کہ جب نصارائے نجران سے مباہلہ کیا تو پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ خدا کی قسم جسنے مجھے براستی مبعوث فرمایا ہے کہ اگر یہ لوگ مباہلہ کرتے تو اس دشت میں آگ برستی۔ جابر کہتے ہیں کہ اسی واقعہ مباہلہ کے متعلق آیت اتری کہ آؤ ہم تم بلائیں اپنی فرزندوں۔ اپنی عورتوں اور اپنے نفوس کو اور بارگاہ ایزدی میں تضرع کے ساتھ جھوٹوں پر بددعا کریں جابر کہتے ہیں کہ اس آیت میں انفسنا سے نبیؐ اور علیؑ مراد ہیں۔ ابنائنا سے حسنؑ وحسینؑ اور نسائنا سے فاطمہؑ زہرا مقصود ہیں۔ احمدی ص۲۴۷

ابو حاتم رازی ایک طولانی حدیث میں لکھتے ہیں۔

اقبل معہ علیؑ والحسنؑ والحسینؑ و فاطمہؑ۔

جب صبح ہوئی جناب رسول خدا صلعم جناب علی مرتضیٰؑ حسنینؑ اور فاطمہؑ کو لیکر نکلے

ارجح المطالب ص۴۶ لاہور

محدث شیرازی لکھتے ہیں

حال آنکہ حضرت از حجرہ شریف بیرون آمدہ بود وحسین ابن علی را در زیر بغل ودست حسنؑ را بدست خویش گرفتہ۔ فاطمہؑ وعلی مرتضیٰؑ از عقب آن سرور بودند۔ روضہ ص۵۲۳

آنحضرت صلعم اپنے حجرہ سے باہر آئے اس طرح کہ حسین ابن علیؑ کو گود میں لیے ہوئے تھے حسنؑ کا ہاتھ تھامے تھے۔ حضرت فاطمہؑ اور علی مرتضیٰؑ آپکے پیچھے تھے۔

یہ وہ معرکۃ الآرا۔ حضرت علی مرتضیٰؑ کا شرف مخصوصہ ہے۔ جسکو آپنے سقیفہ بنی ساعدہ کی کمیٹی میں بطور احتجاج پیش کیا تھا مگر سنتا کون ہے؟ دیکھئے امام دار قطنی لکھتے ہیں۔

انّ علیاً یوم الشوریٰ احتج علی اھلھا فقال لھم انشدکم باللہ ھل فیکم احد اقرب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی الرحم منی ومن جعلہ صلی اللہ علیہ و سلم نفسہ نفسہ وابناءہ ابناءہ غیری قالوا اللّٰھم لا۔

حضرت علیؑ نے مشورے کے روز اہل شوریٰ سے تکرار (اتمام حجت) کرتے وقت پوچھا کہ میں تمکو خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ کوئی تم میں میرے ایسا شخص موجود ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مجھ سے زیادہ قرابت رکھتا ہو اور کسکی جان آنحضرت صلعم نے اپنی جان اور کسکے بیٹوں کو اپنے بیٹے قرار دیا ہے سب نے کہا قسم خدا کی نہیں۔

محدث دہلوی کی تحریر اوپر نقل ہو چکی ہے - کیا اتنے متعدد اسناد کے بعد بھی شبلی صاحب کے نزدیک حضرت کی مشارکت ثبوت کی محتاج رہجائیگی ؟

اہل بیت کی شان میں نزول آیہ تطہیر آل عبا آل کسا پنجتن پاک کے القاب کی توجیہ تخصیص

اسی فروگذاشت کی طرح - شبلی صاحب سے ایک اور سہو النظری واقع ہوئی ہے - خدا جانے یہ فروگذاشت حقیقت میں آپ سے سہواً واقع ہوئی ہے یا عمداً - واقعہ نجران کے بعد ہی حضرات اہل بیت طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین کی منزلت میں نزول آیہ تطہیر کا موقع تمام کتابوں سے ثابت ہوتا ہے اور طرفہ تر یہ ہے کہ اسکی تفصیل وتصریح میں ارباب سیر وتاریخ سے زیادہ اصحاب صحاح وسنن کے اقوال و مختار پائے جاتے ہیں - پھر تعجب ہے کہ شبلی صاحب نے اپنے نقل واستنباط کے اصول مقررہ کے خلاف اس واقعہ کو بھی کیوں نہ لکھا اسلیئے کہ یہ واقعہ تو تمام تر محدثین ہی کے مستخرجات خاص سے ثابت ہوتا ہے اور آپ مرویات احادیث کی نقل واستناد کو سیر وتاریخ کی مرویات پر ہمیشہ ترجیح دیتے آئے ہیں چنانچہ ہم اسکی تفصیلی کیفیت - صحیح مسلم - صحیح ترمذی - خصائص نسائی - اور مسند امام احمد بن حنبل کے متفقہ اسناد سے ذیل میں لکھتے ہیں -

عن سعد بن ابی وقاص لما نزلت هذه الاية	سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت
فقال تعالوا ندع ابناءنا وابناءكم ونساءنا	کہ اے محمدؐ کہو جھگڑم کرنیوالوں سے کہ آؤ بلائیں ہم اپنے بیٹے اور
ونساءكم وانفسنا وانفسكم ثم نبتهل فنجعل	تمھارے بیٹوں کو اپنی عورتوں اور تمھاری عورتوں کو اپنی جانیں
لعنة الله على الكاذبين دعا رسول الله	اور تمھاری جانوں کو پھر دعا کریں اللہ سے پس لعنت ڈالیں جھوٹوں
صلى الله عليه وآله وسلم عليًا وفاطمة	پر نازل ہوئی تو جناب رسولخدا نے علیؑ - فاطمہؑ اور حسنینؑ علیہم
وحسنا وحسينًا فقال اللهم هؤلاء اهلي	السلام کو بلا کر کہا اے میرے پروردگار یہی میرے اہلبیت ہیں -

اتنے ارباب صحاح کے اقوال متفقہ سے معلوم ہوگیا کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں پانچ بزرگواروں کو (پنجتن پاک) کو اپنا اہلبیت بتلایا اور خدا کے آگے پیش کیا - اور انھیں بزرگواروں کی ذاتی اور صفاتی وجاہت وعظمت کے باعث عیسائیوں نے مخوف ومرعوب ہوکر شرائط صلح کرلیے -

اسکے بعد خداوندعالم نے ان حضرات مقدسین کی شان خاص میں آیہ تطہیر نازل فرمائی۔ مسلم۔ ترمذی۔ دولابی بیہقی۔ ابن مندہ۔ ابن جریر۔ حاکم۔ ابن مردویہ اور امام سیوطی بیک لفظ لکھتے ہیں۔

عن ام المومنین ام سلمہ قالت ان ھذا	ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
لآیۃ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس	تحقیق یہ آیت کہ نہیں چاہتا ہے اللہ مگر یہ کہ دور لیجائے تمسے نجاست
اھل البیت و یطھرکم تطھیرا نزلت فی بیتی	کو اے گھر والوں اور پاک کرے تمکو خوب پاک کرنا میرے گھر
وانا جالسۃ عند الباب وفی البیت رسول	میں نازل ہوئی ہے میں دروازے کے قریب بیٹھی ہوئی تھی
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلی	اور گھر (حجرہ) میں جناب رسولخداؐ۔ علی مرتضیٰ۔ فاطمہ زہرا
وفاطمۃ وحسن وحسین فجللھم	اور حسنین علیہم السلام تھے حضرت نے انکو ایک چادر اوڑھا کر
بکساء وقال اللھم ھؤلاء اھلبیتی	فرمایا اے میرے پروردگار میرے اہلبیت اور میرے
وحامتی اذھب عنھم الرجس وطھرھم	مددگار یہی ہیں۔ ان سے نجاست کو دور کر اور پاک کر
تطھیرا فقالت وانا معھم یا رسول اللہ	خوب پاک کرنا۔ پس میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ
قال انک علی الخیر۔ ارجح المطالب ص۵۵	میں بھی انکے ساتھ ہوں۔ فرمایا تم بہتری پر ہو۔

موقع نزول میں اختلاف ہے۔ امام احمد بن حنبل۔ ابو حاتم رازی۔ امام حاکم۔ بیہقی۔ دیلمی ابن ابی شیبہ۔ ابن مندہ۔ ابن جریر اور سیوطی ایک دوسری روایت ہے جو واثلہ بن الاسقع کی زبانی مروی ہے۔ آیہ تطہیر کا نزول خاص جناب سیدۃ نساء العلمین حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی خاص عصمت سرا میں ثابت ہوتا ہے۔

اسی طرح ردا۔ عبا اور کسا میں بھی اختلاف ہے۔ حضرت ام المومنین ام سلمہ سے جو روایت منقول ہے اوس میں ردا اور عبا کا لفظ ہے اور جو واثلہ بن الاسقع کی زبانی حضرت ام المومنین عائشہ سے مروی ہے جسکو مسلم ترمذی احمد بن حنبل۔ ابن ابی شیبہ۔ ابن جریر۔ ابن ابی حاتم۔ حاکم اور سیوطی نے لکھا ہے اوس میں کساء (کملی) کا لفظ ہے۔ انھیں تصریحات و توجیہات کی بنا پر۔ اور اپنی تعداد کی نسبت خاص سے یہ حضرات مقدسین خمسۃ النقباء النجباء اور پنجتن پاک کے القاب مخصوص سے دنیائے اسلام میں یاد کیے جاتے ہیں۔ ردا و عبا کے اعتبار سے آل عبا اور کسا (کملی) کے لحاظ سے آل کسا مشہور ہیں ۔

حسنت جمیع خصالہ صلوا علیہ وآلہ

نجران کے عیسائیون پر اسلام کی صداقت کا اثر
مدینہ سے اونکی واپسی
بشیر کا خاتمہ بالخیر

شبلی صاحب اکثر کام کی باتون کو بھی اپنی عجلت رقمی کی بناپر ادھوری اور ناتمام چھوڑ دیتے ہین - اہل نجران کی واپسی کے حالات بھی محاسن اسلام کے اظہار کی غرض سے ضرور قابل ذکر تھے - اسلیئے ہم اونکو رحمۃ للعلمین کی عبارت سے ذیل مین خاص طور پر نقل کرتے ہین -

جو معاہدہ اونھین لکھکر دیا گیا تھا اوسے مغیرہ بن شعبہ نے لکھا تھا - اور ابوسفیان بن حرب - عجلان بن عمر مالک ابن عوف اور اقرع بن حابس صحابہ کی شہادت اوسپر ثبت تھین - اوسکے حسب ذیل فقرات خاص طور پر ناظرین کے لیئے ملاحظہ طلب ہین - اسلیئے کہ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیسائیون کو کیسے کھلے دل سے اونکے حقوق مرحمت فرماتے تھے -

لنجران جوار اللہ وذمۃ محمدؐ النبی علی انفسہم	نجران والون کو خدا اور محمدؐ رسول اللہ کی حفاظت حاصل ہوگی
وملتہم وارضہم واموالہم و	جان - مذہب - زمین - مال اور جائداد کے متعلق - اور اون سب
غائبہم وشاھدھم وعشیرتھم وتبعھم	کو جو حاضر وغائب ہین - صاحب قبیلہ ہین - یا اونکے اتباع کرنیوالے
وان لا یغیر کلما کانوا علیہ ولا یغیر حق	ہیں - اونکی حالت اور حقوق مین کوئی تغیر نہین کیا جائے گا -
من حقوقھم وملتہم ولا یغیر کلما تحت	اور جو کچھ کم یا زیادہ اونکے قبضہ مین ہے اوسے نہ بدلا جائیگا - پچھلے
ایدیہم من قلیل او کثیر ولیس علیہم ربیۃ	زمانہ کے شبہات یا قتل کے جھگڑے ان پر چلائے جائینگے -
ولا دم جاھلیۃ ولا یحشرون ولا یطاء ارضھم	وہ بیگار مین نہ پکڑے جائینگے .... اونکے
الجیش - (بجوالہ فتوح البلدان بلادری)	علاقہ سے فوج نہ عبور کریگی -

سند حاصل کرکے یہ لوگ نجران کو واپس گئے - بشپ (اسقف) اور دیگر سربرآوردہ لوگون نے ایک منزل آگے بڑھکر ان لوگون سے ملاقات کی - وفد نے یہ سند اسقف کے سامنے پیش کردی وہ راستہ ہی مین چلتے چلتے اوسے پڑھنے لگا - اوس کا چچیرا بھائی بشر بن معویہ جسکی کنیت ابوعلقمہ تھی اوسکے نزدیک تھا وہ بھی اُسکے مضمون کی طرف اسقدر متوجہ ہوا کہ بے حال ہوگیا اور اونٹنی نے اوسے زمین پر گرا دیا - اوس نے گرتے ہی کہا خرابی ہو اوس شخص کی جس نے اسقدر ہمکو تکلیف مین ڈالا ہے - بشر نے یہ اشارہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کیا تھا - اسقف بولا - دیکھ تو کیا کہتا ہے - بخدا وہ نبی مرسل ہے بشر نے جواب دیا - اب مین بھی اسکا پالان اوسی کے پاس جاکر اوتارون گا - یہ کہکر اوس نے اپنا رُخ بدلا اور مدینہ کو چل کھڑا ہوا - اسقف نے اوسکے پیچھے اپنا ناقہ لگایا - چلا چلا کر کہتا تھا میری بات تو سنو

میرا مطلب تو سمجھو۔ میں نے یہ فقرہ اسلیئے کہا تھا کہ ان قبائل میں یہ مشہور ہو جائے تاکہ کوئی یہ نہ لے کہ ہم نے اس سند کے حاصل کرنے میں کوئی حماقت کی ہے۔ یا فیاضی قبول کرلی ہے۔ حالانکہ ابھی تک دیگر قبائل نے اوسکی فیاضی کو قبول نہیں کیا ہے اور ہماری شوکت و طاقت اوروں سے بڑھکر ہی ہے کہ ہمکو کسی کی فیاضی کی ضرورت نہیں۔ بشر بولا نہیں نہیں بخدا نہیں۔ اب میں نہیں رہنے کا تیرے مغز سے ایسی بات نکل ہی نہیں سکتی۔ بشر نے یہ اشعار پڑھے اور مدینہ چلا آیا ؎

الیک تعدو قلقا وضینها معترضا فی بطنها جنینها مخالفا دین النصاری دینها

بشر تو خدمت نبوی میں ہوکر دین حضور میں رہا۔ اور بالآخر درجۂ شہادت پر فائز ہوا۔ اب اوس وفد واپس شدہ کی اثرپذیری کا حال یہ ہے۔

جب یہ لوگ نجران پہونچ گئے تو نجران کے گرجا میں ایک رہنے والے مانک (راہب) نے بھی کسی سے یہ داستان سن پائی کہ ایک نبی تہامہ میں پیدا ہوا ہے۔ اوس کا خط آیا تھا یہاں سے تین شخص اوسکے پاس بھیجے گئے تھے وہ اوس سے سند لیکر آئے تھے۔ اسقف (بشپ) وہ سند لیکر آیا تھا اوسے پڑھ رہا تھا۔ اوس کا بھائی سواری سے گر گیا اوس نے نبی کو برا بھلا کہا۔ اسقف نے اوسے منع کیا۔ اور بتلایا کہ وہ سچا نبی ہے۔ اوسے برا نہ کہو۔ وہ یہ سنکر مدینہ کو چلا گیا۔ اسقف نے بہت روکا۔ نہ رکا۔ راہب نے جو گرجا کے برج کے بالائی حصہ پر (سالہا سال سے) رہا کرتا تھا چیخنا شروع کردیا مجھے اوتارو مجھکو اتارو ورنہ اوپر سے کود پڑونگا۔ خواہ میری جان جاتی رہے۔ لوگوں نے اوسے اوتارا۔ وہ راہب بھی چند تحائف لیکر نبی صلعم کی خدمت میں روانہ ہوگیا۔ ایک پیالہ۔ ایک عصا اور ایک چادر اس راہب نے بطور تحفہ پیش کی تھی۔ وہ چادر خلفاء عباسیہ کے عہد تک برابر محفوظ رہی تھی۔ راہب نے کچھ عرصہ تک مدینہ میں ٹھہر کر اسلامی تعلیم سے واقفیت حاصل کی اور پھر آنحضرت صلعم سے اجازت لیکر اور پھر واپس آنے کا وعدہ کرکے نجران چلا گیا۔ مگر نبی صلعم کی حیات تک واپس نہ آیا۔ رحمۃ اللعالمین صفحہ ۲۰۶

وفد ہمدان ۹ھ ہجری

یہ قبیلہ یمن میں آباد تھا۔ ان میں اشاعت کے لیے پہلے خالد بن ولید بھیجے گئے یہ چھ مہینہ تک وہاں مقیم رہے۔ لیکن کسی نے اسلام قبول نہیں کیا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ کو اس قبیلہ میں اشاعت اسلام کے لیے مامور فرمایا۔ انکے فیضان سے تمام قبیلہ ایک دن میں مسلمان ہوگیا۔ حضرت علیؑ کا خط اطلاعی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا تو آپ نے سجدۂ شکر ادا کیا۔ اور زبان مبارک سے تین بار کہا۔ السلام علی ہمدان

السّلام علی ھمدان یہ وفد انھین لوگون کا تھا جو حضرت علیؑ کے ہاتھ پر ایمان لائے تھے۔ اور اب دیدار نبویؐ سے مشرف ہونے آئے تھے۔ ر رحمۃ ص۱۸۱

وفد طارق بن عبد اللہ

طارق بن عبداللہ کا بیان ہے کہ مین مکہ مین سوق المجاز مین کھڑا تھا۔ اتنے مین وہان ایک شخص تھا جو پکار پکار کر کہتا تھا قولوا لا الٰہ الا اللہ تفلحوا۔ لوگو۔ لاالٰہ الا اللہ کہو تو فلاح پاؤگے۔ ایک دوسرا شخص اسکے پیچھے آیا جو اوسے کنکریان مارتا تھا۔ اور کہتا تھا یا ایّھا النّاس لا تصدّقوا فانہ کذّاب۔ لوگو اسے سچا نہ جانو۔ یہ تو جھوٹا شخص ہے۔ مین نے دریافت کیا یہ کون لوگ ہین لوگون نے کہا یہ بنی ہاشم مین سے ایک شخص ہے جو اپنے آپ کو رسول اللہ سمجھتا ہے اور یہ دوسرا اس کا چچا عبدالعزیٰ (ابولہبؔ) طارق کا بیان ہے کہ اس واقعہ کو برسون گذر گئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ مین ہجرت فرما گئے پھر ایک مدت کے بعد ہماری قوم کے چند لوگ جن مین مین بھی تھا مدینہ گئے۔ تاکہ وہان کی کھجورین مول لائین جب مدینہ کی آبادی سے متصل ہوپہنچے تو ہم اسلیئے ٹھہر گئے کہ سفر کے کپڑے اوتار کر دوسرے کپڑے بدل کر شہر مین داخل ہون۔ اتنے مین ایک شخص آیا جس پر دو پرانی چادرین تھین۔ اوس نے سلام کرکے پوچھا کدھر سے آئے۔ کدھر جاؤگے۔ ہم نے کہا ربذہ سے آئے ہیں (یہین تک قصہ پر پوچھا مدعا کیا ہے۔ ہم نے کہا کھجورین خریدنے آئے ہین۔ اوس شخص نے کہا اونٹ بیچتے ہو۔ ہمارے پاس ایک سرخ اونٹ تھا جس کی مہار ڈالی ہوئی تھی۔ ہم نے کہا ہان۔ اسقدر کھجورون کے عوض ہم اونٹ دیدینگے۔ یہ سنکر اوس شخص نے قیمت گھٹانے کی نسبت بھی کچھ نہین کہا اور مہار شتر تھامکر شہر مین چلا گیا جب وہ شہر مین پہونچ گیا تو ہمارے ہمراہی آپس مین کہنے لگے یہ ہم نے کیا کیا۔ ایک ایسے شخص کو اونٹ دیدیا جس سے ہم واقف تک بھی نہین اور قیمت کے وصول کرنے کا کوئی انتظام نہین کیا۔ ہمارے ساتھ ایک ہودج نشین بھی (سردار قوم کی عورت تھی) وہ بولی کہ مین نے اوس شخص کا چہرہ دیکھا تھا جو دھوین رات کے چاند کی طرح روشن تھا۔ اگر ایسا آدمی قیمت نہ دے تو مین ادا کردونگی۔ ہم یہ باتین کرہی رہے تھے کہ اتنے مین ایک شخص آیا اور کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھیجا ہے اور قیمت شتر کی کھجورین بھیجی ہین۔ اور تمھاری ضیافت کی الگ کھجورین بھیجی ہین۔ کھاؤ پیو اور قیمت کی کھجورونکو وزن کرلو جب ہم کھا پیکر سیر ہوئے تو شہر مین داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہی شخص مسجد کے منبر پر کھڑا وعظ کہہ رہا ہے ہم نے مندرجۂ ذیل الفاظ وعظ آپکی زبان سے سنے۔

تصدّقوا فانّ الصّدقۃ خیر لکم۔ الید العلیا لوگو خیرات دیا کرو۔ خیرات کا دینا تمھارے لیے بہتر ہے۔

خیر من الید السفلی - امک واباک و اختک واخاک واقربک وادناک — اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔ ماں کو۔ باپ کو۔ بہن کو قریبی رشتہ اور دور والے رشتہ مندوں کو۔ رحمۃ العالمین ۱۸۹

وفد بنو حرث بن کعب سنہ ۱۰ ہجری

یہ نجران کا ایک معزز خاندان تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد کو ان کے پاس دعوت اسلام کے لیے بھیجا۔ یہ لوگ نہایت خلوص کے ساتھ اسلام لائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو مدینہ مین بلا بھیجا۔ چنانچہ قیس بن الحصین و یزید بن عبدالمدان۔ آنحضرت کی خدمت مین حاضر ہوئے۔ چونکہ اکثر معرکون مین قبائل عرب پر وہ غالب رہے تھے۔ آپنے اون سے پوچھا کہ تمھارے غلبہ کے کیا اسباب تھے۔ بولے کہ ہم ہمیشہ متفق ہو کر لڑتے تھے اور کسی پر ظلم نہین کرتے تھے۔ آپنے قیس کو اُن کا رئیس مقرر کر دیا۔ سیرۃ النبی

وفد بنو اسد سنہ ۹ ہجری

یہ وہ قبیلہ ہے جو لڑائیوں مین قریش کا دست و بازو تھا۔ طلیحہ بن خویلد جس نے حضرت ابو بکر کے زمانہ مین نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اسی قبیلہ سے تھا۔ ۹ھ مین یہ لوگ بھی ایمان لائے۔ اور سفارت بھیجی۔ لیکن ابتک اون کے دماغ مین فخر کا نشہ تھا سفرا دربار رسالت مین آئے تو احسان کے لہجہ مین کہا کہ آپنے ہمارے پاس کوئی مہم نہین بھیجی بلکہ ہم نے خود اسلام قبول کیا۔ اس پر یہ آیت اوتری۔

یَمُنُّوْنَ عَلَیْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰهُ یَمُنُّ عَلَیْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِیْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ط

یہ لوگ تیرا احسان رکھتے ہین کہ ہم اسلام لائے۔ کہدو کہ مجھپر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ رکھو۔ بلکہ خدا تم پر احسان رکھتا ہے کہ تمکو اسلام کی ہدایت کی۔ اگر تم سچے ہو۔

وفد بنی فزارہ

یہ نہایت سرکش اور زور آور قبیلہ تھا۔ عیینہ بن حصین اسی قبیلہ سے تھے۔ اس قبیلہ نے رمضان سنہ ۹ ہجری مین جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک سے واپس آئے اپنا وفد بھیجا اور اسلام قبول کیا۔

وفد بنو عامر بن صعصعہ سنہ ۹ھ

بنو عامر کا قبیلہ عرب کے مشہور قبیلہ قیس ابن عیلان کی شاخ تھا۔ بنو عامر اوسوقت مین رئیس تھے۔ عامر بن طفیل۔ اربد بن قیس اور جبار بن سلمیٰ۔ عامر اور اربد صرف حصول جاہ کے خواہان تھے۔ یہ عامر وہی شخص تھا جو اس سے پہلے متعدد مقتول کا باعث ہو چکا تھا اور اسوقت بھی شر کی نیت سے آیا تھا۔ جبار اور قبیلہ کے عام لوگ خلوص نیت سے صداقت کے طالب تھے عامر مدینہ پہونچکر خاندان سلول کی ایک خاتون کا مہمان ہوا۔ جبار اور مشہور صحابی کعب ابن مالک

مین پہلے کے مراسم تھے۔ اسلیئے وہ تیرہ آدمیون کے ساتھ انھین کے گھر مہمان ہوا۔ اور اسی تقریب سے کعب انکو نیکر خدمت اقدس مین حاضر ہوئے۔ بنو عامر نے سلسلۂ کلام مین آنحضرت صلعم سے مخاطب ہوکے کہا انت سیدنا۔ آپ ہمارے آقا ہین۔ آپنے فرمایا السید اللہ۔ خدا سب کا آقا ہے۔ اونھون نے پھر عرض کی۔ حضور ہم مین سب سے افضل اور فیاض ہین۔ ارشاد ہوا۔ بات بولو تو اس کا لحاظ رکھو کہ شیطان تمھین بہکا نہ لیجائے۔ یعنی یہ تکلف اور تملق بھی ایک قسم کا جھوٹ ہے۔ عامر بن طفیل نے کہا محمدؐ۔ باتین تین ہین۔ تم اہل بادیہ پر حکومت کرو۔ اور شہر میرے قبضہ مین رہین۔ اگر یہ دونون نہین تو پھر تم اپنے بعد مجھے جانشین بنا جاؤ۔ اگر یہ بھی منظور نہو۔ تو مین غطفان کو لیکر تم پر چڑھ آؤنگا۔ عامر نے اربد کو سمجھا دیا تھا کہ مین محمدؐ کو ادھر باتون مین لگا ؤنگا۔ اُدھر تم اون کا کام تمام کردینا۔ اب عامر نے دیکھا تو اربد مین جنبش تک نہین تھی۔ نبوت کے غیر مرئی جلال نے اونکی آنکھین خیرہ کردی تھین۔ دونون اُٹھکر چلے آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ۔ خدایا انکے شر سے بچانا۔ عامر کو طاعون ہوگیا۔ عرب مین صاحب فراش ہونا شرم کی بات تھی۔ عامر نے کہا اب مجھے گھوڑے پر بٹھا دو گھوڑے پر بٹھا دیا گیا اور اُسی پر اُسنے دم توڑا۔ جبار اور قوم کے عام اشخاص ایمان کی دولت سے مالامال ہوکر دار الاسلام سے واپس آئے۔

وفد حمیر　حمیری سلطنت نہین رہی تھی۔ سلاطین حمیر کی اولاد نے چھوٹی چھوٹی ریاستین قائم کرلین تھین اور برائے نام بادشاہ کہلاتے تھے۔ عرب مین اون کا لقب قیل تھا۔ یہ لوگ خود تو نہین آئے لیکن قاصد بھیجے کہ ہم نے اسلام قبول کرلیا ہے۔　سیرۃ النبی ۳۷-۴۲ جلد ۲

وفد کندہ آغاز سال ۱۰ھ　حضر موت۔ یمن کے اضلاع مین ایک شہر ہے۔ یہان کندہ خاندان کی سلطنت تھی اس زمانہ مین اس خاندان کے حاکم اشعث بن قیس تھے۔ یہ ۱۰ سنہ ہجری مین اسّی سوارون کے ہمراہ بڑی شان وشوکت کے ساتھ حیرہ کی چادرین جنکے سنجاف حریر کے تھے۔ کاندھون پر ڈالے بارگاہ نبوی مین حاضر ہوئے۔ یہ پہلے اسلام قبول کرچکے تھے۔ آنحضرت صلعم نے انھین دیکھکر فرمایا کیا تم اسلام نہین لاچکے بولے ہان۔ آپنے فرمایا پھر یہ حریر کیسا؟ ان لوگون نے فوراً چادرین پھاڑ پھاڑکے زمین پر ڈالدین۔ حضرت ابوبکر نے اپنے زمانہ خلافت مین اپنی بہن امّ فروہ سے انکی شادی کردی تھی۔ نکاح ہوچکا تو فوراً اُٹھکر اونٹون کے بازار مین ہوپہنچے اور جو اونٹ سامنے آیا۔ تلوار سے اوسکی کونچین اوڑادین۔ تھوڑی دیر مین سیون اونٹ زمین پر ڈھیر تھے۔ لوگون کو حیرت ہوئی۔ انھون نے کہا اگر ہم دار الریاست مین ہوتے تو اور ہی سامان ہوتا یہ کہکر اونٹون کے دام دیدیئے اور

لوگون سے کہا یہ آپ کی دعوت ہے - یہ جنگ قادسیہ اور یرموک مین شریک تھے - اور صفین مین حضرت علیؑ کے شریک تھے -

شبلی صاحب - اپنے مطلب کی لکھ ما رتے ہین اور غیر کے مطلب کی ہضم کر جاتے ہین - اتنا اور لکھدیا ہوتا صفین مین سب سے پہلے خلیفہ وقت کو چھوڑ کر رافضی یا خارجی بھی ہوگئے - اوران کے صاحبزادے محمد ابن اشعث حضرت امام حسین علیہ السّلام کے قاتلون مین شمار ہوئے ~

نام بڑھتا گیا جب ایک کے بعد ایک گئے

وفد بنی عبد القیس

یہ قبیلہ بحرین کا رہنے والا تھا - یہان اسلام کا اثر پہونچ چکا تھا - سب سے پہلے اس قبیلہ کے تیرہ آدمی ۵ھ مین یا اُسکے آگے پیچھے حاضر خدمت نبویؐ ہوئے تھے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا تم کون لوگ ہو - عرض کی یا رسول اللہؐ ہم لوگ خاندان ربیعہ سے ہین - جبلا خزایا ولاندامی - ان لوگون نے عرض کی - ہمارا ملک (بحرین) بہت دور ہے اور بیچ مین کفار مضر کی آبادیان ہین - ہم اشہر حرم کے سوا اور مہینون مین نہین آسکتے - چند باتین ایسی تلقین فرمائین جائین - جن پر ہم ہمیشہ عمل کرین اور اپنے اہل وطن کو بھی اُن کی تعلیم دین - ارشاد ہوا کہ مین تمھین چار باتون کا حکم دیتا ہون - نماز پڑھو - روزہ رکھو - اور خمس دو - اور چار چیزون سے تمکو منع کرتا ہون - دُبّا - حنتم - نقیر - مزفت - دُبا - حنتم - نقیر اور مزفت - عرب مین چار قسم کے برتن ہوتے ہین - جن مین رکھکر شراب بنائی جاتی ہے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ عادت شریف جاری تھی کہ جس قبیلہ مین جو عیوب ہوتے تھے - اون کی پند وموعظت مین اونھین کی خصوصیت کے ساتھ ذکر فرماتے تھے - لوگون کو تعجب تھا کہ حضور نے ان ظرف کا مخصوص طور پر کیون ذکر فرمایا - چنانچہ اونھون نے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ نقیر کے متعلق آپکو کیا معلوم ہے - ارشاد فرمایا - ہان کھجور کی موٹی لکڑی کو اندر سے کھود کر تم اوس مین پانی ڈالتے ہو - جب اوبال کم ہوجاتا ہے تو تم اوسکو پیکر اپنے بھائیون پر تلوار چلاتے ہو - اتفاق یہ کہ اس وفد مین ایک صاحب ایسے تھے جن پر یہی واقعہ گذرا تھا - اون کی پیشانی پر تلوار کا داغ تھا - اور اوسکو وہ شرم سے چھپائے تھے -

بعض روایتون مین ہے کہ عبد القیس نے خود پوچھا تھا کہ ہمکو کیا پینا نہ چاہیئے - اسکے جواب مین آپنے ان چارون چیزون کا ذکر فرمایا - بخاری اور مسلم اور دیگر کتب صحاح مین بنی عبد القیس کے اس وفد کا ذکر کیا ہے - ابن مندہ اور دولابی وغیرہ مین اس قبیلہ کے اور وفد کا ذکر کیا گیا ہے جس مین بہ

۲ آدمی شریک تھے۔ اس بنا پر علامہ قسطلانی نے اس قبیلہ کے دو وفد قرار دیئے ہین پہلا تقریباً سنہ ہجری مین اور دوسرا سنہ ہجری مین۔ حافظ ابن حجر کی کتاب المغازی مین بعینہ یہی تحقیق ہے۔

وفد تجیب قبیلہ تجیب کے تیرہ آدمی حاضر ہوئے۔ یہ لوگ اپنی قوم کے مال مویشی کی زکوٰۃ لیکر آئے تھے۔ ابوبکر صدیق نے عرض کی۔ یا رسول اللہ ان سے بہتر کوئی وفد اسوقت تک نہین آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہدایت خدائے عزوجل کے ہاتھ مین ہے۔ خدا جسکی بہبودی چاہتا ہے۔ اوسکے سینہ کو کھولدیتا ہے۔ ان لوگون نے رسول اللہ صلعم سے چند باتون کا سوال کیا۔ آنحضرت صلعم نے اونکے جوابات لکھوا دیئے۔ یہ لوگ قرآن اور سنن ہدیٰ سیکھنے کے بہت ہی شائق تھے اسلیئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلال کو ان کی تواضع کے لیئے خاص طور پر معین کیا تھا یہ لوگ واپسی کے لیئے بہت ہی اضطراب ظاہر کرتے تھے اور بار بار خدمت نبوی سے اجازت طلب کرتے تھے۔ صحابہ نے پوچھا تملوگ یہان سے جانے کے لیئے کیون اسقدر گھبراتے ہو۔ کہا دل مین یہ خوشی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار سے جو انوار ہم نے حاصل کیئے آپکی گفتار سے جو فیوض ہم نے پائے۔ جو فوائد اور برکات ایمان یہان آکر ہمکو حاصل ہوئے اون سب کی اطلاع اپنی قوم کو جلد از جلد پہونچا دین۔ آنحضرت صلعم نے اون کو عطیات سے سرفراز فرمایا۔ اور رخصت کیا تو پوچھا کوئی شخص تم مین سے باقی تو نہین رہ گیا ہے۔ اونھون نے کہا ہان۔ ایک جوان لڑکا ہے جسے اسباب کے پاس چھوڑ آئے ہین۔ فرمایا اوسے بھیجدینا۔ وہ حاضر ہوا۔ تو اوس نے کہا یا رسول اللہ میرا مدعا میری قوم کے مدعا سے الگ ہے۔ اگرچہ مین جانتا ہون کہ وہ یہان محبت اسلام سے آئے تھے۔ اور صدقات کا مال بھی لائے تھے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ تم کیا چاہتے ہو یہ بھی تو کہو۔ کہا۔ مین تو اپنے گھر سے صرف اسلیئے آیا تھا کہ حضور میرے لیئے دعا فرمائین کہ خدا مجھے بخشدے مجھپر رحم کرے۔ اور میرے دل کو غنی کردے۔ نبی صلعم نے اوسکے لیئے دعا فرمائی۔

حجۃ الوداع (سنہ ۱۰ھ) مین یہ لوگ پھر آپ سے ملے۔ نبی صلعم نے پوچھا کہو اوس نوجوان کی کیا خبر ہے لوگون نے کہا یا رسول اللہ اوس جیسا شخص کبھی دیکھنے ہی مین نہین آیا۔ اور اوس جیسا قانع شخص سنا ہی نہین گیا۔ اگر دنیا بھر کی دولت اوسکے سامنے تقسیم ہو رہی ہو تو وہ نظر اوٹھا کر بھی نہین دیکھتا۔

بحوالہ زاد المعاد۔ رحمۃ صفحہ ۵۴ جلد ا

وفد بنو سعد ہذیم یہ قبیلہ بنو قضاعہ کی ایک شاخ تھا۔ جس وقت مسجد نبوی مین پہونچے تو دیکھا نبی صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم ایک جنازہ کی نماز پڑھا رہے ہیں۔ انھوں نے آپس میں یہ طے کر لیا تھا کہ بیعت سے پہلے ہمکو کوئی کام نہیں کرنا چاہیئے۔ اسلیئے یہ لوگ ایک طرف ہو کر بیٹھے رہے۔ جب آنحضرت صلعم ادھر سے فارغ ہوئے ان کو بلایا پوچھا تم کیا مسلمان ہو۔ انھوں نے کہا۔ ہان۔ فرمایا تم اپنے بھائی کے لیے دعا میں کیون نہ شریک ہوئے۔ عرض کی ہم سمجھتے تھے کہ بیعت رسول اللہؐ سے پہلے ہم کسی کام کے مجاز نہیں۔ فرمایا جس وقت تم نے اسلام قبول کیا تم مسلمان ہو گئے۔ اس اثنا میں وہ لڑکا آگیا جسے یہ لوگ اپنی سواریون کے پاس بٹھلا آئے تھے۔ وفد نے کہا یا رسول اللہؐ یہ ہم سے چھوٹا ہے اسلیئے ہمارا خادم ہے فرمایا ہان اصغر القوم خادمھم۔ چھوٹا اپنے بزرگون کا خادم ہوتا ہے۔ خدا اسے برکت دے۔ اس دعا کی یہ برکت ہوئی کہ وہی قوم کا امام اور قرآن مجید کا سب سے اچھا جاننے والا ہو گیا۔ جب یہ وفد لوٹ کے گھر گیا تو تمام قبیلہ میں اسلام پھیل گیا۔

وفد بہرا یہ لوگ مدینہ میں آئے۔ حضرت مقداد رضؓ کے گھر کے سامنے انھون نے اپنے اونٹ باندھے۔ مقداد نے گھر والون سے کہا کہ ان کے لیئے کچھ تیار کرو اور خود انکے پاس گئے۔ اور خوش آمدید کہکر اپنے گھر لے گئے۔ انکے سامنے حیش (ایک کھانا ہے جو کھجور اور ستو ملا کر گھی میں تیار کیا جاتا ہے اور کبھی گھی کی جگہ چربی بھی ڈالدیا کرتے ہیں) رکھا گیا۔ اس کھانے میں سے کچھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بھی مقداد نے بھیجا۔ نبی صلعم نے اوس میں سے کچھ کھایا اور برتن واپس دیا۔ اب مقداد دونون وقت وہی پیالہ ان مہمانون کے سامنے رکھدیتے وہ مزے لیکر کھایا کرتے۔ خوب کھایا کرتے۔ مگر کھانا کم نہ ہوتا۔ ان لوگون کو یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی۔ آخر ایک روز اپنے میزبان سے پوچھا کہ مقداد۔ ہم نے تو سنا تھا کہ مدینہ والون کی خوراک ستو جو وغیرہ ہیں۔ تم تو ہمیں ہر وقت وہ کھانا کھلاتے ہو جو ہمارے ہان بہت ہی عمدہ سمجھا جاتا ہے اور جو ہر روز ہمکو میسر بھی نہیں ہوتا۔ اور پھر ایسا لذیذ کہ ہم نے کبھی ایسا کھایا بھی نہیں تھا۔ مقداد نے کہا صاحبو۔ یہ سب کچھ آنحضرت صلعم کی برکت ہے کیونکہ اسمین انگشت مبارک لگ چکی ہیں۔ یہ سنتے ہی سب نے بالاتفاق کہا کہ وہ بیشک رسولؐ برحق ہیں اور اپنا ایمان تازہ کیا۔ یہ لوگ کچھ عرصہ تک مدینہ میں رہے۔ قرآن اور احکام اسلام سیکھے اور اپنے گھر واپس چلے گئے۔

وفد خولان سنہ ہجری یہ دس شخص تھے جو ماہ شعبان سنہ ہجری آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ انھون نے آکر عرض کی کہ ہم اپنے پسماندگان قوم کی طرف سے

وکیل ہوکر آئے ہین۔ خدا اور رسولؐ پر ہمارا ایمان ہے ہم حضور کی خدمت مین لمبا سفر طے کرکے آئے ہین اور ہم اقرار کرتے ہین کہ خدا اور رسولؐ کا ہم پر احسان ہے۔ ہم یہان محض زیارت کے لیے حاضر ہوے ہین۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا من زارنی فی المدینۃ کان فی جواری یوم القیامۃ۔ جس نے مدینہ مین آکر میری زیارت کی وہ قیامت کے دن میرا ہمسایہ ہوگا پھر آنحضرت صلعم نے پوچھا عم انس کا کیا حال ہوا۔ (یہ ایک بت کا نام ہے جو اس قوم کا بت تھا) وفد نے عرض کی۔ ہزار شکر ہے کہ خدا نے حضور کی تعلیم کو ہمارے لیے اوس کا بدل بنا دیا ہے اب بعض بعض بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتین رہ گئی ہین جو اوسکی پوجا کیے جاتی ہین۔ اب انشاءاللہ ہم اوسے جاکر گرا دینگے۔ ہم مدتون اس دھوکہ اور فتنہ مین مبتلا رہے۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ کسی دن کا ذکر سناؤ تو۔ وفد نے عرض کی یا رسول اللہؐ۔ ایک دفعہ ہم نے سو ۱۰۰ گاؤ (بیل) جمع کیے اور وہ سب کے سب ایک ہی دن عم انس کے لیے قربانی کیے گئے۔ اور درندون کے لئے چھوڑ دیئے گئے۔ حالانکہ ہمکو گوشت اور جانورون کی بہت ضرورت تھی۔ اونھون نے یہ بھی عرض کی کہ چوپاؤن اور زراعت مین سے برابر عم انس کا حصہ نکالا جاتا تھا۔ جب کوئی زراعت کرتا تو اوس کا وسطی حصہ عم انس کے لیے مقرر کرتا۔ اور ایک کنارہ خدا کے نام پر مقرر کرتا۔ اگر کھیتی کو ہوا مار جاتی تو خدا کا حصہ تو عم انس کے نام کردیتے مگر عم انس کا حصہ خدا کے نام پر نکرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھین عقائد اسلام سکھلائے۔ فرائض دین بتلائے اور خصوصیت سے مفصلہ ذیل باتون کی نصیحت فرمائی۔

(۱) اپنے عہد کو پورا کرنا۔ (۲) امانت کو ادا کرنا۔ (۳) ہمسایہ لوگون سے اچھے برتاؤ کرنا۔ (۴) کسی شخص پر ظلم نہ کرنا۔ (۵) یہ بھی فرمایا کہ ظلم قیامت کے دن تاریکی کی صورت نظر آئیگا۔

وفد محارب یہ دس شخص تھے۔ جو قوم کے وکیل بنکر ۱۰ سنہ ہجری مین آئے۔ بلال انکی خدمت کیلیے مامور تھے۔ صبح وشام کا کھانا وہی لایا کرتے تھے۔ ایک دن ظہر سے لیکر عصر تک کا پورا وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھین کو دیا۔ ان مین سے ایک شخص کو پہچان کر کہا کہ مین نے تمکو کہین دیکھا ہے۔ یہ شخص بولا۔ ہان۔ خدا کی قسم حضور نے مجھے دیکھا بھی تھا مجھسے بات بھی کی تھی اور مین نے بدترین کلام سے حضور کو جواب بھی دیا تھا اور بہت بڑی طرح حضور کے کلام کا رد کیا تھا۔ یہ بازار عکاظ کا ذکر ہے۔ جہان حضور لوگون کو موعظت فرماتے تھے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ ہان ٹھیک ہے۔

اُس شخص نے کہا۔ یا رسول اللہ اوس روز میرے دوستون مین مجھ سے بڑھکر کوئی بھی حضور کی مخالفت کرنے والا اور اسلام سے دور دور رہنے والا نہین تھا۔ وہ سب تو اپنے آبائی مذہب پر مرگئے۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ اوس نے مجھے آجتک باقی رکھا اور حضور پر مجھے ایمان لانا نصیب ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سب کے دل خدائے عز وجل کے ہاتھ مین ہین۔ اوس شخص نے کہا میری پہلی حالت کی معافی کے لیے دعا فرمایئے۔ آپنے فرمایا۔ اسلام اون سب باتون کو مٹا دیتا ہے جو کفر مین ہوئی ہین۔

وفد غسان قبیلہ غسان کے تین آدمی سنہ ہجری مین نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین آئے تھے اسلام لانے کے بعد اپنی قوم کی ہدایت کا ارادہ کرکے واپس گئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ انکو اشاعت اسلام مین کامیابی نہین ہوئی اون مین سے دو وفات پا چکے تھے اور ایک اوس وقت زندہ تھا جبکہ ابو عبیدہ جرّاح نے شام کو فتح کیا۔

وفد بنی عیش یہ لوگ مسلمان ہوکر آئے تھے۔ انھون نے عرض کی یا رسول اللہ صلعم ہم نے مناد یان اسلام سے سُنا ہے کہ حضور یہ ارشاد فرماتے تھے کہ لا اسلام لمن لا ھجرۃ لہ جس نے ہجرت نہین کی اوس کا اسلام نہین۔ ہمارے پاس زر و مال بھی ہے اور مویشی بھی۔ جن پر ہماری گذران ہے۔ پس اگر ہجرت کے بغیر ہمارا اسلام ہی ٹھیک نہین۔ مال و متاع ہمارے کیا کام آئینگے۔ اور مویشی ہمین کیا فائدہ دینگے۔ بہتر ہے کہ ہم سب کچھ فروخت کرکے سب کے سب خدمت عالی مین حاضر ہوجائین نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اتقوا اللہ حیث کنتم فلن یلتکم من اعمالکم شیئا۔ تم جہان آباد ہو وہین رہکر خدا ترسی کو اپنا شیوہ بنائے رکھو تمھارے اعمال مین ذرا بھی کمی نہین آئیگی۔

وفد بنی عائذ یہ وفد سنہ ہجری مین آیا۔ اس مین دس آدمی تھے۔ یہ مدینہ سے باہر اوترے ایک لڑکے کو بٹھلا کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین حاضر آئے۔ نبی صلعم نے پوچھا تم اسباب کے پاس کسے چھوڑ آئے ہو۔ لوگون نے کہا ایک لڑکے کو۔ فرمایا تمھارے بعد وہ سوگیا۔ ایک شخص آیا خرجی چرا لے گیا۔ ایک شخص بولا۔ یا رسول اللہ وہ خرجی تو میری تھی۔ فرمایا ہان۔ گھبراو نہین۔ وہ لڑکا اوٹھا۔ چور کے پیچھے دوڑا۔ اوسکو جا پکڑا۔ سب اسباب صحیح وسالم مل گیا۔ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت سے واپس ہوئے تو لڑکے سے معلوم ہوا۔ کہ ٹھیک اوسی طرح ماجرا ہوا تھا۔ یہ لوگ اسی امر پر مسلمان ہوگئے۔ نبی صلعم نے ابی بن کعب کو مقرر فرمایا کہ انھین قرآن یاد کرائین اور شرائع اسلام

سکھلائیں ۔ جب وہ گھروں کو واپس جانے لگے تو اونھیں شرائع اسلام ایک کاغذ میں لکھوا کر دیئے گئے ۔ بحوالہ زاد المعاد ص۵۲ رحمۃ ۱۹۷

وفد سلامان یہ سترہ شخص تھے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں شوال سنہ ہجری میں حاضر ہوئے اسلام سے مشرف ہوئے ۔ ان میں حبیب بن عمر بھی تھا ۔ اس نے سوال کیا سب اعمال سے افضل کیا چیز ہے ۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ۔ وقت پر نماز پڑھنا ۔ ان لوگوں نے عرض کی کہ ہمارے یہاں بارش نہیں ہوئی ۔ دعا فرمایئے ۔ آنحضرت صلعم نے زبان مبارک سے فرمایا اللھم اسقھم الغیث فی دارھم ۔ پروردگار انکے گھروں میں پانی برسا ۔ حبیب نے عرض کی یا رسول اللہ صلعم ان مبارک ہاتھوں کو بھی اوٹھا کر دعا فرمایئے ۔ آنحضرت صلعم مسکرا دیئے اور دعا میں ہاتھ اوٹھا دیئے ۔ جب وفد اپنے گھر گیا تو معلوم ہوا کہ ٹھیک اوسی روز بارش ہوئی تھی جس دن نبی صلعم نے دعا فرمائی تھی ۔

وفد بنی حنیفہ سنہ ھ بنی حنیفہ کا وفد نبی صلعم کی خدمت میں سنہ ہجری میں حاضر ہوا ۔ ثمامہ ابن آثال کی کوشش سے اس اطراف میں اسلام کی اشاعت ہوئی ۔ یہ وفد مدینہ میں آکر مسلمان نہیں ہوا تھا اسی وفد کے ساتھ مسیلمہ کذاب بھی تھا ۔ وہ مدینہ آکر لوگوں سے کہنے لگا کہ اگر محمد صاحب یہ اقرار کریں کہ اون کا جانشین مجھے بنایا جائیگا تو میں بیعت کرونگا ۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سنا تو حضور کے ہاتھ میں کھجور کی ایک چھڑی تھی فرمایا میں تو اس چھڑی کے دینے کی شرط پر بھی بیعت لینا نہیں چاہتا ۔ مسیلمہ کذاب نے اگرچہ رسالت کا دعویٰ کیا تھا مگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی رسول تسلیم کرتا تھا ۔ اس سے مدعا اُس کا غالباً یہ تھا کہ اس علاقہ کے مسلمان مخالف نہوں ۔ سنہ ہجری میں مسیلمہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مابین یہ خط وکتابت ہوئی تھی ۔

مسیلمہ کا خط آنحضرت صلعم کے نام

من مسیلمۃ رسول اللہ الی محمد رسول اللہ صلعم امابعد فان لنا نصف الارض ولقریش نصفھا ولکن قریش لا ینصفون والسلام ۔	خدا کے رسول مسیلمہ کی طرف سے خدا کے رسول محمد صلعم کے نام واضح ہو کہ نصف زمین ہماری اور نصف قریش کی ہے مگر قریش انصاف نہیں کرتے ۔ والسلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں یہ تحریر فرمایا ۔

آنحضرت صلعم کا جواب صاف

بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد النبی الی مسیلمۃ الکذاب امابعد	اللہ کے نام سے جو کمال رحمت اور بڑا رحم والا ہے ۔ خدا کے نبی محمد صلعم کی طرف سے مسیلمہ دروغگو کے نام

فَاِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ یُوْرِثُھَا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی ۔

واضح ہوکہ زمین خدا کی ہے وہ اپنے بندون سے جسے جاہتا ہے وارث بناتا ہے اور عاقبت خدا ترسون کیلئے ہے سلام اونپر ہو جو سیدھی راہ پر چلتے ہیں۔ محررہ ابی بن کعب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ خط لیکر حبیب ابن زید بن عاصم گئے تھے مسیلمہ کذاب نے اُنکے دونون ہاتھ اور دونون پاؤن کٹواڈالے۔ رحمۃ ۱۸۳

وفد ازد

سات شخصون کا یہ وفد تھا۔ نبی صلعم کی خدمت حاضر ہوا تو آپنے ان لوگون کی وضع وقطع کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا۔ پوچھا تم کون ہو۔ انھون نے جواب دیا ہم مومن ہین آپنے ارشاد کیا ہر قول کی ایک حقیقت ہوتی ہے بتلاؤ کہ تمھارے قول اور ایمان کی حقیقت کیا ہے انھون نے عرض کی ہم پندرہ ۱۵ خصلتین رکھتے ہین۔ پانچ وہ ہین جن پر اعتقاد رکھنے کا اور پانچ وہ ہین جنپر عمل کرنے کا حکم آپکے مبلغین نے ہمکو دیا ہے اور پانچ وہ چیزین ہین جن پر ہم پہلے سے پابند ہین۔ پانچ چیزین جن پر حضور کے مبلغین نے ایمان لانے کا حکم دیا ہے۔ یہ ہین۔ خدا پر۔ فرشتون پر۔ خدا کی کتابون پر۔ خدا کے رسولون پر۔ مرنے کے بعد جی اوٹھنے پر ایمان لانا۔ پانچ چیزین عمل کرنے کی یہ بتلائی گئین ہین۔ لاالہ الا اللہ کہنا۔ پانچ وقتون کی نماز پڑھنا۔ زکوٰۃ دینا۔ روزے رکھنا۔ بیت الحرام کا حج کرنا۔ جسے راہ کی استطاعت ہو۔ پانچ چیزین جو ہمکو پہلے سے معلوم تھین۔ آسودگی کے وقت شکر کرنا۔ مصیبت کے وقت صبر کرنا قضاء الٰہی پر رضامند رہنا۔ امتحان کے مقامات مین راستبازی پر قائم رہنا۔ اعدا کی بھی شماتت نہ کرنا۔ یہ سنکر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جنھون نے تمھین ان باتون کی تعلیم دی وہ حکیم وعالم تھے۔ اور اون کی دانشمندی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ انبیاء تھے۔ پانچ چیزین اور تمھین بتائے دیتا ہون۔ تاکہ تم مین پوری پوری بتیس خصلتین جمع ہوجائین۔ (۱) وہ چیز جمع نہ کرو۔ جسے کھانا نہو۔ (۲) وہ مکان نہ بنا ؤ جسمین رہنا نہو۔ (۳) ایسی باتون کیلئے مقابلہ نکرو جنھیں کل چھوڑدینا ہو۔ (۴) خدا سے تقویٰ کرو جسکی طرف لوٹ جانا اور جسکے سامنے پیش ہونا ہے (۵) اون چیزون کی طرف رغبت کرو جو آخرت مین تمھارے کام آئین۔ اسلیئے کہ تمھین وہین ہمیشہ رہنا ہے۔ ان لوگون کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت پر پورا پورا عمل کیا۔ رحمۃ ۱۸۵

تبلیغ اسلام اور تاسیس نظام مقبوضات اسلام

(آغاز سال دہم ہجرت)

تبلیغ اسلام اور تاسیس نظام مقبوضات اسلام

فتح مکہ سے لیکر احکام عشرہ کے اعلان تک یعنی کامل دو برس (سنہ۸ و سنہ۹ھ) مین علاقہ حجاز مین اسلام کا پورا تسلّط ہوگیا۔ اور تمام صوبہ کے گوشہ گوشہ مین امن و امان قائم ہوگیا۔ عرب کے تمام قبائل و اقوام نے اسلام کی متابعت اختیار کرلی۔ اسلام کے یہ فیوض علاقہ حجاز ہی تک محدود نہیں رہے بلکہ علاقجات یمن۔ حضرموت سے ایک طرف بڑھتے ہوئے دوسری طرف حدود شام اور علاقہ بحرین تک پہونچ گئے۔ ان علاقون مین قبولیت اسلام کے دو باعث قرار پائے ہین۔ ایک تو وہی جو تمہید مین بیان ہوچکا ہے کہ عرب کے قبائل و اقوام سالہا سال کے تصادم و تحارب سے یقین کرچکے تھے کہ اسلام کے زیر حمایت آئے بغیر اونکے دینی اور دنیاوی مطالب و مقاصد پُرامن طریقہ سے حاصل نہین ہوسکتے۔ اسلیئے وہ بطیب خاطر بارگاہ نبوت مین آکر مشرف باسلام ہوتے گئے۔ باقی رہے وہ لوگ جو فاصلہ و مسافت کی وجہ سے حاضری سے مجبور تھے۔ اون کے پاس مبلغین بھیجے گئے۔ اور وہ اونکی پند و موعظت سے اثر پذیر ہوکر دعوت اسلام سے مشرف ہوئے ان علاقون مین سب سے بڑا علاقہ یمن کا تھا۔

علاقہ یمن مین اشاعت اسلام

علاقہ یمن باعتبار رقبہ۔ آبادی۔ پیداوار۔ تمدن۔ معاشرت۔ تہذیب۔ تجارت۔ صنعت و حرفت غرض تمام ملکی اور رمانی اوصاف و اصناف مین عرب کے تمام علاقون سے بڑھا ہوا تھا۔ شبلی صاحب نے تفصیل سے اس علاقہ کے اسلام لانے کے حالات قلمبند فرمائے ہین۔ ہم اوسی کی نقل اپنے مدعا کے لیئے کافی سمجھتے ہین۔

یمن ملک عرب کے تمام صوبون مین سب سے زیادہ زرخیز ہے اور نہایت قدیم زمانہ سے تمدن و تجارت کا مرکز ہے۔ تبا اور حمیر کی عظیم الشان حکومتین یہین قائم ہوئی تھین۔ ولادت نبویؐ سے تقریبًا پچاس برس پہلے سنہ ۵۲۵ء مین حبشی عیسائیون نے یمن پر قبضہ کرلیا تھا اور ولادت نبویؐ کے چند سال بعد اہل ایران یہان کے مالک بن گئے تھے۔ اون کی طرف سے یہان ایک گورنر ہوتا تھا۔ جو یمن پر حکومت کرتا تھا۔ یمن مین اسلام کی تحریک کے لیئے متعدد عوامل[1] موجود تھے۔ مثلاً اختلاف جنسیت

---

[1] تقیل لفظ ہے ۱۲

کہ یمن قحطانی تھے اہل داعی اسلام اسمعیلی اہل یمن کو اپنے قدیم جاہ و جلال اور حکومت و تمدن پر ناز تھا۔ اور تمام عرب خاص طور پر انکی پیروی کو تسلیم کرتا تھا اور تمام عرب میں یہی حکومت کے مستحق تسلیم کیئے جاتے تھے۔ ملک یمن میں جہان کوئی باقاعدہ حکومت تھی وہ اصلاً اسی خاندان میں شمار ہوتی تھی۔ چنانچہ جب یمن سے قبیلہ کندہ کا وفد آیا ہے جو یمن کا ملکی خاندان تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک عرب کا فرمانروا سمجھکر رئیس وفد نے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپ اور ہم ۔ہم خاندان نہیں ہیں؟ آپنے فرمایا ہم کنانہ بن نضر کے خاندان سے ہیں نہ اپنی ماں پر تہمت رکھ سکتے ہیں اور نہ اپنے باپ سے انکار کر سکتے ہیں یمن میں سب سے بڑا عائق یہ ہوسکتا تھا کہ وہ پولیٹکل حیثیت سے ایرانیون کے ماتحت تھا۔ اور باشندے مذہباً علی العموم یہودی تھے یا عیسائی تھے۔ لیکن قبول حق کے لیئے کوئی چیز ان میں سے مانع نہ آئی۔ یمن میں اسلام کی دعوت ہجرت سے بہت پہلے پہونچ چکی تھی یمن میں دوس کا ایک ممتاز قبیلہ تھا۔ اس قبیلہ کا رئیس طفیل ابن عمر اتفاق سے مکہ آیا اور مسلمان ہوگیا اسی زمانہ میں کندہ کا قبیلہ حج کے لئے مکہ آیا تھا۔ آنحضرت صلعم نے اون کو دعوت دی۔ لیکن اونھون نے انکار کیا۔ ۷ھ ہجری میں آنحضرت صلعم خیبر میں تشریف فرما تھے۔ دوس کا قبیلہ مسلمان ہوکر دارالاسلام میں منتقل ہوگیا۔ یمن کا ایک اور مشہور قبیلہ اشعر تھا۔ وہ بھی مہاجرین حبشہ کی معیت میں اوس زمانہ میں بلاتحریک خود بخود اسلام لایا اور آستانۂ نبوت پر حاضر ہوا۔ ابوہریرہ دوسی اور ابوموسی الاشعری انھیں قبائل کے ساتھ آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

یمن میں ہمدان سب سے بڑا کثیر التعداد اور صاحب اثر خاندان تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۸ھ ہجری میں اون کو دعوت اسلام دینے کے لیئے خالد بن ولید کو بھیجا۔ خالد چھ مہینہ تک انکو دعوت دیتے رہے لیکن ان لوگون نے قبول نہیں کیا بالآخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خالد کو بلا بھیجا۔ حضرت علیؑ نے ان لوگون کو جمع کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامۂ مبارک پڑھکر سنایا اور ساتھ ہی سارے کا سارا قبیلہ مسلمان تھا۔ حضرت علیؑ نے جب اس واقعہ کی اطلاع بارگاہ رسالت میں پہونچا دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدہ کیا اور سر اوٹھاکر دو دفعہ فرمایا۔ السلام علی الھمدان السلام علی الھمدان۔ بحوالہ زرقانی۔

حضرت علیؑ اور یمن میں دوسری ماموری

بعض روایتون میں ہے کہ ہمدان نے جب اسلام کا غلغلہ سنا تو عامر بن شہر کو آنحضرت صلعم کی خدمت میں روانہ کیا کہ یہ مذہب اگر تمکو پسند آئے تو ہم سب اسی مذہب کے

قبول کرنے پر تیار ہین اور اگر ناپسند ہو تب بھی ہم تمھارے ساتھ ہین عامر بن شہر جب دربار رسالت سے واپس آیا تو اوس کا دل نور اسلام سے معمور تھا اور ساتھ ہی ساتھ سارا قبیلہ بھی مسلمان تھا۔ ممکن ہے کہ یہ دونون دو واقعے ہون اور دونون مین کامیابی ہوئی ہو۔

شبلی صاحب کی دلی کوشش تو یہ ہے کہ حضرت علی مرتضیٰؑ کی کوئی خصوصیت بے داغ نہ چھوٹے۔ اپنی اس کوشش مین کیسے ہی مجہول۔ غیر معروف موضوع اور مصنوع کسی قسم کا کوئی واقعہ آپ کو ملنا چاہیئے۔ وہ فوراً درج کتاب ہے۔ اب نہ اس وقت آپکو اصول روایت کی تحقیق کی ضرورت ہے اور نہ خود اپنے سیاق عبارت درست کرنیکی احتیاج۔ دیکھیئے قبیلہ ہمدان کے اسلام لانے کا واقعہ جو مشہور۔ متواتر اور متفقہ جمہور ہے وہ زرقانی کے حوالہ سے کم و بیش اوسی طرح آپ لکھ چکے جس طرح چھوٹی بڑی تمام اسلامی کتابون مین قلمبند ہین اب اوسکے بعد بلا سند و حوالہ یہ لکھکر کہ بعض روایتون مین آیا ہے اپنے تحریر کردہ واقعہ کے مخالف واقعہ۔ جو غالباً حالات وفود مین۔ کسی کتاب مین آپنے دیکھا ہو۔ لکھدیا۔ خصوصاً اوس متفقہ اور مسلمہ واقعہ کے مقابل کسقدر مضحکہ انگیز ہے۔ اور جسکی وجہ سوائے استخفاف خصوصیت حضرت علیؑ کے اور کوئی دوسری وجہ نہین ہوسکتی۔ خلاف تدیّن مولفانہ آپ نہ روایت کا حوالہ دیتے ہین اور نہ راوی کا نام بتلاتے ہین اور نہ کتاب کا نام و نشان لکھتے ہین۔

اسکے آگے شبلی صاحب لکھتے ہین۔

یمن مین لوگ حضرت علیؑ سے مانوس ہوگئے تھے۔ ربیع الاول سنہ ۱۰ ہجری مین تین سو سوارون کی حفاظت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر اون کو یمن کے قبیلہ مذحج مین تبلیغ اسلام کے لئے بھیجا اور ساتھ ہی تاکید فرمادی کہ جبتک وہ حملہ آور نہون پیش دستی نہ کرنا۔ حضرت علیؑ جب مذحج کی سرزمین مین پہونچے تو مالگذاری وصول کرنے کے لیئے ادھر ادھر لوگون کو متعین کیا۔ اس اثنا مین قبیلہ مذحج کی ایک جمعیت نظر آئی۔ حضرت علیؑ نے انکے سامنے دعوت پیش کی لیکن اودھر سے اس احسان کا جواب تیر اور پتھرون سے ملا۔ یہ دیکھ کر حضرت علیؑ نے بھی اپنے ساتھیون کی صف آرائی کی۔ مذحج اپنے بیس آدمی مقتول چھوڑ کر بھاگ گئے۔ مسلمانون نے اون کا تعاقب کیا کہ اون کا مقصود صرف مدافعت تھا۔ اسکے بعد رؤسائے قبائل خود حاضر ہوئے اور اونھون نے اسلام قبول کیا۔ اور دوسرون کی طرف سے بھی نیابتاً اسلام کا اعلان کیا۔ ہم ان واقعات کی تفصیل عنقریب لکھین گے۔

یمن مین فارس کے جو امرا مقیم پذیر ہوگئے تھے اون کو ابنار کہتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

نے سنہ ۸ھ مین وبر بن یحنس کو اونکے پاس دعوت اسلام کے لیے بھیجا۔ وہ نعمان بن بزرج (بزرگ) کے گھر اونکے بیٹون کے مہمان ہوے اور فیروز دیلمی۔ مرکبود۔ وہب بن منبہ کے پاس دعوت اسلام کے خطوط بھیجے۔ سب نے اسلام قبول کیا۔ صنعا مین جس نے پہلے اسلام قبول کیا وہ مرکبود کے صاحبزادے عطا اور وہب منبہ تھے عام یمن مین تبلیغ اسلام کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معاذ بن جبل اور ابو موسیٰ الاشعری کو نامزد کیا۔ دونون صاحب یمن کے ایک ایک ضلع مین بھیجے گئے۔ چلتے وقت آپنے اون لوگون کو جو باتین تعلیم فرمائین وہ درحقیقت تبلیغ اسلام کے اصول ہین۔ آپنے فرمایا۔ (۱) سہولت سے کام لینا۔ (۲) سخت گیری نہ کرنا۔ (۳) لوگون کو خوشخبری سُنانا۔ (۴) نفرت نہ دلانا۔ (۵) اور دونون ملکر کام کرنا۔ تمکو ایسے لوگ ملینگے جو پہلے سے کوئی مذہب رکھتے ہین وہان ہوپخنا تو پہلے اونکو توحید و رسالت کی تعلیم و دعوت دینا جب وہ اسے تسلیم کرلین تو کہنا خدا نے تمپر روز و شب مین پانچ وقت کی نماز فرض کی ہے جب یہ بھی مان لین تو اون کو سمجھانا کہ تم پر زکوۃ بھی واجب ہے۔ تم مین جو امیر ہون اون سے لیکر جو غریب ہین اون کو دیدی جائیگی۔ دیکھو جب وہ زکوۃ دینا قبول کرلین تو چن چن کر اچھی اچھی چیزین نہ لینا۔ مظلومون کی دعائے بد سے ڈرتے رہنا۔ کہ اوسکے اور خدا کے درمیان کوئی پردہ حائل نہین۔ حضرت ابو موسیٰ نے پوچھا یا رسول اللہ۔ ہمارے ملک مین (یمن مین) جَو اور شہد کی شراب بنتی ہے۔ کیا یہ بھی حرام ہے؟ آپنے فرمایا ہر شئے جو نشہ پیدا کرے حرام ہے۔

نجران مین اشاعت اسلام

یمن کے پاس ہی نجران کا ضلع ہے۔ نجران عرب مین عیسائیت کا خاص مرکز تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مغیرہ بن شعبہ کو جو صلح حدیبیہ کے بعد مدینہ مین چلے آئے تھے۔ اہل نجران کے نام دعوت اسلام کا خط دیکر بھیجا۔ جس مین تحریر تھا کہ اگر اسلام قبول نہو تو اسلام کی سیاسی اطاعت قبول کرو اور جزیہ دو۔ اہل نجران نے راہبون اور مذہبی پیشواؤن کی ایک جماعت کو دریافت حال کی غرض سے مدینہ مین بھیجا۔ اس وفد کا حال اوپر بیان ہوچکا ہے۔

نصاریٰ کے علاوہ نجران مین مشرکین کی بھی آبادی تھی۔ ان مین ایک قبیلہ تھا جو بنو حرث بن زیاد کے نام سے مشہور تھا وہ ہدان نامی ایک بت کو پوجتا تھا اور اسلیئے عبدالمدان کہلاتا تھا۔ ربیع الآخر سنہ ۱۰ ہجری مین آنحضرت صلعم نے خالد بن ولید کو وہان دعوت اسلام کے لیے بھیجا۔ حضرت خالد وہان پہونچے تو تین دن مین سارا قبیلہ مسلمان ہوگیا۔ حضرت خالد نے تھوڑے دن یہان قیام کیا اور قرآن و احکام اسلام کی تعلیم دی۔ اہل یمن کا بغیر کسی ترغیب و ترہیب کے خلوص دل سے قبول اسلام کوئی ایسا واقعہ نہین تھا

جو خاص رحمت الٰہی کا مستوجب ہو۔ جب اشعریوں کی آمد کی خبر ہوئی تو آنحضرت صلعم نے مسلمانوں کو بشارت دی کہ کل اہل یمن آرہے ہیں جو رقیق القلب اور نرم دل ہیں۔ جب ہمدان مسلمان ہوا تو آپنے سجدہ شکر ادا کیا اور اون کو غائبانہ سلامتی کی دعا دی۔ حمیر اور تمیم کا وفد آیا تو آپنے سب سے پہلے تمیم کی طرف خطاب کیا۔ تمیم۔ بشارت قبول کرو۔ بنو تمیم نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ہم نے بشارت تو قبول کی۔ کچھ عطا بھی فرمایئے۔ آپنے منہ پھیر لیا کہ بشارت سے بڑھکر کون چیز ہوسکتی ہے۔ پھر اہل یمن (حمیر) کی طرف رخ کر کے کہا۔ بشارت قبول کرو۔ بنو تمیم نے قبول نہ کی۔ تم قبول کرلو۔ اہل یمن بے اختیار بول اوٹھے۔ اے خدا کے رسولؐ ہمنے قبول کی۔ پھر آپنے عام طور سے فرمایا۔ ایمان یمن کا ایمان ہے اور دانائی یمن کی دانائی ہے۔ مبلغین یمن حضرت علیؑ اور معاذ ابن جبل اور ابو موسیٰ الاشعری حجۃ الوداع کے موقع پر یمن سے واپس آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج کیا۔ چنانچہ یمن کے بہت سے نو مسلم بھی حج و زیارت کو آئے تھے۔

بحرین میں اسلام

بحرین ایران کے حدود حکومت میں داخل تھا۔ عرب کے قبائل وادیوں میں آباد تھے جن میں مشہور اور با اثر خاندان عبد القیس۔ بنی بکر بن وائل اور تمیم تھے۔ ان میں سے عبد القیس کے قبیلہ میں منقذ بن حبان تجارت کے لیئے نکلے۔ راہ میں مدینہ پڑتا تھا۔ وہاں ٹھہرے آنحضرت صلعم کو معلوم ہوا تو اونکے پاس تشریف لے گئے۔ اور اسلام کی دعوت دی۔ اونھوں نے اسلام قبول کیا۔ اور سورۂ فاتحہ و اقراء سیکھا آنحضرت صلعم نے اون کو ایک فرمان عنایت کیا۔ وہ سفر سے واپس گئے تو چند روز تک کسی سے اس کا اظہار نہ کیا۔ لیکن اون کی بیوی نے اونھیں نماز پڑھتے دیکھا تو اپنے باپ منذر بن عائذ سے شکایت کی اونھوں نے منقذ سے دریافت کیا بحث و مباحثہ کے بعد منذر بھی مسلمان ہوگیا۔ اور آنحضرت صلعم کا نامۂ مبارک اون کو دکھایا۔ سب نے اسلام قبول کرلیا۔ صحیح بخاری کتاب الجمعہ میں روایت ہے کہ مسجد نبوی کے بعد سب سے پہلا جمعہ جس مسجد میں ادا کیا گیا وہ بحرین کی مسجد تھی۔ جو جواثی میں واقع ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بحرین میں ابتدائی زمانہ میں اسلام کی اشاعت ہو چکی تھی اسلام قبول کرنے کے بعد ان لوگوں نے چودہ اشخاص کی ایک سفارت آنحضرت صلعم کی خدمت میں بھیجی۔ جسکے افسر منذر بن الحرث تھے۔ ان کا قافلہ کاشانہ نبوت کے قریب آیا۔ تو یہ لوگ اسقدر بیتاب ہوئے کہ سواریوں سے کود پڑے اور آنحضرت صلعم کے ہاتھ چومے۔ لیکن منذر کو پاس ادب ملحوظ تھا۔ اونھوں نے قیام گاہ پر جاکر کپڑے بدلے۔ پھر خدمت میں حاضر ہو کر دست بوسی کی

سنہ ہجری مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علاء حضرمی کو تبلیغ اسلامی کے لیئے بھیجا۔ بحرین مین اُن دنون ایران کی طرف سے منذر بن ساوی گورنر تھا۔ اس نے اسلام قبول کیا۔ اور اسکے ساتھ تمام عرب اور کچھ عجم جو مقیم تھے مسلمان ہوگئے۔ بحرین کے علاقہ مین ہجر ایک مقام ہے یہان ایران کی طرف سے سیبخت حاکم تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسکے نام بھی خط بھیجا اور وہ بھی مسلمان ہوگیا۔

عمان۔ اس شہر پر ازد کا قبضہ تھا۔ اور عبید و جعفر یہان کے رئیس تھے۔ سنہ ہجری مین آنحضرت صلعم نے ابو زید انصاری کو جو حافظ قرآن تھے اور عمر بن عاص کو دعوت اسلام کا خط دیکر بھیجا۔ دونون رئیسون نے اسلام کو قبول کیا اور اونکے بعد وہان کے تمام عرب اونکی ترغیب سے اسلام لائے۔

عرب شام مین اشاعت اسلام

شام کے اطراف مین جو عرب آباد تھے۔ اون مین متعدد ریاستین تھین۔ انھین سے معان اور اوسکے اضلاع فروہ بن عمر کے زیر فرمان تھے۔ لیکن خود فروہ رومی سلطنت کی طرف سے گویا گورنر تھا۔ اس نے اسلام کی طرف سے واقفیت پیدا کی تو مسلمان ہوگیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین اظہار اسلام کے ساتھ ایک خچر ہدیہ کے طور پر بھیجا۔ عیسائی رومیون کو ان کے اسلام لانے کا حال معلوم ہوا تو ان کو گرفتار کرکے سولی دیدی۔ اوسوقت یہ شعر انکی زبان پر تھا ؎

بلغ سراۃ المسلمین بانی سلم لربی اعظمی ومقامی

مسلمان سردارون کو میرا پیغام پہونچا دو کہ میرا جسم اور میری عزت سب پروردگار کے نام پر نثار ہے

شام اور عرب کے درمیان۔ عذرہ۔ بلی۔ اور جذام وغیرہ قبائل آباد تھے۔ قبیلہ بلی مین عمر عاص کا ننہال تھا۔ اسلیئے یہ ایک جماعت کے ساتھ اون اطراف مین بھیجے گئے جب وہ جذام کے تالاب پر پہونچے تو اون کو حملہ کا خوف ہوا۔ دربار نبوت مین اطلاع کی۔ وہان سے حضرت ابو عبیدہ کی ماتحتی مین بغرض حمایت کچھ فوج بھیجی گئی۔ اسکو اہل السیر کی اصطلاح مین غزوۂ ذات السلاسل کہتے ہین۔

مرقومۂ بالا عبارات سے مفصل طور پر اسلامی توسیعات کے حالات معلوم ہوگئے۔ اور ثابت ہوگیا کہ صرف دو ہی تین برسون کی مدت مین اسلام نے اپنی تبلیغ وتعلیم کے فیوض پہونچا کر قریب قریب تمام جزیرہ نمائے عرب کو اپنا مطیع وفرمانبردار بنالیا ان توسیعات اسلامی کے واقعات وحالات مین جو بہت بڑی خوبی قابل غور و لحاظ ہے وہ یہ ہے کہ سوائے علاقہ حجاز اور وہان کے خاص قوم وقبائل قریش و یہود کے۔ تمام عرب کے اتنے متعدد اور مختلف قبائل واقوام مین کسی ایک کے ساتھ بھی اسلام کو دست بقبضہ ہونیکی نوبت نہین آئی۔ قریش اور یہود کے ساتھ جو معرکے پیش آئے۔ وہ بالکل دفاعی تھے

-اون مین اسلام نے حفاظت خود اختیاری اور استحکام امن عام کے طریقے اختیار کیئے. جیسا کہ تفصیل سے بیان ہو چکا ہے۔

اسلام نے جب حجاز کے ایسے سرکش علاقہ کو زیر کر لیا تھا تو اوسکو علاقہ یمن پر فوج لیکر چڑھ جانے اور اوسکو مطیع بنانے مین کون سی دشواری حاصل تھی۔ اسلام کا مدعا اگر صرف فتوحات ملکی ہوتا یا اسکی تبلیغ و تعلیم صرف سیاسی نقطۂ نظر پر منحصر ہوتی۔ تو فتح مکہ کے بعد دارالاسلام مدینہ مین فتح یمن کے انتظام کیئے جاتے۔ اسی طرح فتح یمن کے بعد بحرین۔ ہجر اور عمان پر فوجون کی چڑھائی ہوتی۔ اور اسی طرح یہ تمام علاقے بالتدریج نوک شمشیر سے مطیع و منقاد بنا لیئے جاتے۔ لیکن اسلام کا مدعا۔ اوسکی تبلیغ و تعلیم کا منشا ان تمام آلائشون سے پاک و صاف تھا۔ اوسکا اصلی مقصد دینیات کی تعلیم تھی۔ اور اس ضرورت سے ملک و قوم مین امن و امان کی تعیین۔ جاہل قریش نے اور اونکے دیکھا دیکھی ظالم یہود اوسکی تعلیم و تبلیغ کے راستے مین سدّراہ ہوئے۔ اور اسکے استیصال کی فکرون مین خون کے دریا بہا دیئے۔ لیکن اتنی کاوش و کوشش کے بعد جب وہ اسکے اصلی محاسن کو سمجھے تو سارا حجاز اسلام سے بہرہ اندوز تھا۔ بخلاف حجاز کے۔ علاقہ یمن اور دیگر مقامات مرقومۂ بالا علاقجات مین اسلام کے تعلیمی فیوض قبل سے پہونچ گئے تھے۔ وہان کے اکثر سنجیدہ لوگون نے اسکی خوبیون کو ذہن نشین کر لیا تھا اور خود مسلمان بھی ہو گئے تھے۔ اکثر بارگاہ نبوی مین حاضر ہو کر احکام قرآن اور واجبات اسلام کو سنکر اور سیکھ کر مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ جیسا کہ وفود کے حالات سے معلوم ہو چکا ہے۔ اس بنا پر ان علاقون کے تمام لوگون نے اہلاً و سہلاً کہکر دعوت اسلام کو قبول کر لیا۔ اور اس صورت و واقعیت کے متعلق آنحضرت صلعم کی یہ پیشین گوئی جو عدی بن حاتم الطائی سے خاص طور پر ارشاد فرمائی گئی تھی کہ عنقریب تم دیکھ لوگے کہ ترکستان سے ایک عورت تن تنہا حج کے لیئے روانہ ہوگی اور اپنا فرض ادا کر کے بیخوف و خطر اپنے وطن کو واپس جائیگی" ہر طریقہ سے پوری ہو گئی۔ عیسائی معترضین اور یورپ کے سیاسی مدعین آنکھین کھول کر ان واقعات کو پڑھین اور اسلام (وتھ سورڈس) (اسلام بالصمصام) کے غلط الزام کو شرم و غیرت کی نگاہون سے ملاحظہ فرمائین۔

یمن مین حضرت علیؑ کی تبلیغی خدمات

شبلی صاحب نے اپنی قدیم عادت و مجبوری کی وجہ سے اس واقعہ کو احذافات استخفافات اور اختصارات کے خاص انداز سے تحریر فرمایا ہے۔ عادت و مجبوری بھی وہی؟ فضائل علیؑ کے اظہار کا خوف دامنگیر ہے۔ حالانکہ اسی واقعہ کی حقیقت جب حدیث و تاریخ کے

ماخذون مین تلاش کی جاتی ہے تو آپکے مرقومات سے بالکل مخالف پائی جاتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ آپنے بہت سی اون مفید تفصیلات و توجیہات کی نقل کو اپنے مدعا کے خلاف سمجھکر قلمزد فرمادیا ہے۔ ہم آپکے ان قلمی مصنوعات کی حقیقت کا انکشاف محدث شیرازی کی حسب ذیل عبارت سے نقل کرتے ہین

ودرین سال سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بجہت علیؑ مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ لوائے عقد فرمودہ ودستار بدست مبارک خود بروے پیچید وگویند آن دستار سہ پیچ بود و دو علاقہ گذاشت یکے از جانب پیش و دیگرے از جانب قفا وسہ صد سوار ہمراہ وے گردانیدہ بجانب یمن فرستاد وگفت یا علیؑ۔ برو تا بساحت ایشان و باید کہ مقابلہ نہ کنی تا ایشان با تو مقاتلہ نکنند۔ پس علی علیہ السلام بموجب فرمودۂ نبی صلعم روان شد و روایتے آنکہ آن اول خیلے بود از اہل اسلام کہ در آن بلاد آمد و روایتے آنکہ علیؑ گفت مرا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بجانب یمن فرستاد گفتم یا رسول مرا میدیار جاعتے از اہل کتاب میفرستی وحالانکہ من جوانم و علم قضایا نیکو نمیدانم حضرت دست مبارک بر سینہ من نہاد و فرمود اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ لِسَانَہٗ وَاھْدِ قَلْبَہٗ و در روایتے آن کہ فرمود کہ زود باشد کہ اللہ تعالیٰ ترا ہدایت بخشد و زبان ترا براستی ثابت گرداند و فرمود اے علیؑ چون دو خصم نزد تو آیند و مدعی دعویٰ کند میان ایشان حکم مکن تا زمانیکہ سخن آن خصم دیگر نشنوی کہ این طریقہ سزاوار تراست تا آنکہ بر تو روشن گردد کہ حکم چیست۔ علیؑ گوید کہ بعد ازین دیگر ہرگز

اس سال جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کیلئے ایک علم ترتیب دیا اور اونکے سر پر اپنے ہاتھ سے عمامہ باندھا۔ عمامہ مین تین پیچ کا تھا اُسکے دو سرے آگے پیچھے چھوٹے ہوئے تھے اور آپکی ہمراہی مین تین سو سوار دیکر یمن کی طرف روانہ کیا اور ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ جاؤ اور جب اون کی زمین مین پہونچو تو اون کے ساتھ مقابلہ نہ کرنا جب تک کہ وہ تم سے خود مقابلہ نہ کریں۔ حضرت علیؑ حسب الحکم روانہ ہوئے۔ ایک روایت مین آیا ہے کہ یہ پہلی جماعت تھی جو یمن کی طرف روانہ فرمائی گئی اور ایک روایت مین ہے کہ حضرت علیؑ نے خدمت نبوی مین گذارش کی کہ آپ مجھ سے نوجوان شخص کو اون لوگون کی طرف بھیجتے ہین حالانکہ مجھے حکم قضایا اچھی طرح معلوم نہین حضرت علیؑ کا بیان ہے کہ پھر جناب رسولخدا صلعم نے اپنا دست مطہر میرے سینہ پر رکھدیا اور فرمایا خدایا تو اسکی زبان کو ثابت رکھ اور اسکے قلب کو ہدایت فرما۔ اور ایک روایت مین یون آیا ہے کہ آپنے ارشاد فرمایا کہ بہت جلد خدا تعالیٰ تمکو کمال ہدایت عنایت فرمائیگا اور تمھاری زبان کو مستقل اور ثابت بصداقت رکھیگا اور یہ بھی فرمایا کہ یا علیؑ جب دو مدعی اپنے تصفیہ کے لیے تمھارے پاس آئین تو تم اونکے بارے مین کوئی حکم نہ کرنا جبتک دونون کا بیان نہ سن لینا تاکہ حقیقت حال تمپر ظاہر ہوجائے۔ اور یہی طریقہ اجرائے احکام کا بہترین ہے۔

در ہیچ قضیۃ مرا شک واقع نشد اجرم در علم قضایا چنان ماہر گشت کہ زبان معجز بیان محمدی در وصف او فرمود۔ اَقْضَاکُمْ عَلِیًّا۔ علی قاضی ترین امت اسلام است روضۃ الاحباب ص۵۲۹

حضرت علیؑ کا بیان ہے کہ اسی کے بعد پھر کسی امر کے تصفیہ میں مجھکو کبھی تامل نہیں ہوا اور بالآخر آپکی قوت فیصلہ کی شہرت اتنی مشہور ہوئی کہ زبان رسالت نے بھی آپکے فیصلوں کی تعریف میں فرمایا کہ "سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے علیؑ ہیں"

لہ یمن میں جو تنازع فیہ مسئلات کے فیصلے حضرت علیؑ نے صادر فرمائے وہ ہر طریقہ اور اعتبار سے ایسے ہی کامل تھے کہ زبان رسالت سے اونکی تنہا تصدیق ہی نہیں بلکہ بیحد تعریف بھی فرمائی ہمنے سراج المبین جلد دوم میں آپکے ان تمام فیصلوں کو پوری تفصیل سے نقل کر دیا ہے مناسبت مقام کی ضرورت سے ان میں سے کل دو فیصلے جو یمن کے خاص زمانہ قیام میں نافذ فرمائے گئے تھے نمونہ کے طور پر نقل ہوتے ہیں جن سے ثابت ہو جاتا ہے کہ زبان رسالت سے اقضاکم علیًا کی تصدیق محبت یا قرابت پر مبنی نہیں تھی بلکہ حقیقت اور واقعیت کے معیار پر۔ امام احمد بن حنبل مسند میں لکھتے ہیں۔

عن علیؑ ان رسول اللہ صلعم بعثہ الی یمن فوجد اربعۃ وقعوا فی حفرۃ ایصطاد فیہ الاسد سقط اوّلاً فتعلق بآخر وتعلق الآخر بآخر حتی تساقط الاربعۃ فجرحہم الاسد ومات من جراحتہ فتنازع اولیاءھم حتی کادوا یقتتلون فقال علیؑ انا اقضی بینکم فان رضیتم فھو القضاء والا حجزت بعضکم عن بعض حتی تاتوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم لیقضی بینکم قال اجمعوا من قبائل الذین حفروا البیر ربع الدیۃ والثلث ونصفہا ودیۃ کاملۃ فللاول ربع دیۃ لانہ اھلک من فوقہ وللثانی ثلثہا لانّہ اھلک من فوقہ وللثالث النصف لانہ اھلک من فوقہ وللرابع دیۃ کاملۃ

حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے اُن کو یمن کی طرف بھیجا وہاں پر چار آدمی ایک گڑھے میں گر پڑے تھے جو شیر کے شکار کرنیکے واسطے کھودا گیا تھا اور پہلے سے اس میں شیر گرا ہوا تھا جب ایک آدمی اس میں گرنے لگا تو اوس نے دوسرے کو پکڑ لیا جب دوسرا اسمیں گرنے لگا تو اوسنے تیسرے کو پکڑ لیا اور تیسرے نے چوتھے کو اسطرح چاروں اسمیں گر گئے شیر نے ان چاروں کو زخمی کر کے مار ڈالا۔ اُنکے وارثوں میں تنازع پیدا ہوا قریب تھا کہ آپسمیں جنگ کی نوبت پہونچ جائے جناب امیرؑ نے فرمایا میں اس قصہ کو فیصل کئے دیتا ہوں اگر تم راضی ہو جاؤ ورنہ چند آدمی تم میں سے آنحضرت کی خدمت میں چلے جاؤ حضرت آپ تمہارا جھگڑا فیصل کر دینگے جناب امیرؑ نے فرمایا جن لوگوں نے یہ گڑھا کھودا ہے ان سے دیت اسطرح وصول کرلو کہ ایک چوتھا حصہ دیت کا ہو ایک تیسرا حصہ اور ایک نصف حصہ اور ایک پوری دیت ہو پہلے آدمی کی چوتھائی ہو۔ دوسرے کی تہائی تیسرے کی نصف اور چوتھے کیلئے پوری دیت

حقیقت یہ ہے کہ یمن میں حضرت علیؑ دو بار بھیجے گئے تھے۔ ایک بار تبلیغ کی ضرورت سے اور دوسری بار خالد بن ولید سے رقم خمس وصول کرنیکے لیے۔ لیکن اکثر محدثین و مورخین نے آپکی دونوں خدمتوں کو ایک ہی تفصیل میں بیان کردیا ہے۔ لیکن ابن سعد نے اپنی کتاب طبقات میں اسکی تفریق کردی ہے اور محدث شیرازی نے بھی روضۃ الاحباب ص۵۲۷ میں تصریح فرمادی ہے۔

قبیلہ ہمدان میں تبلیغ کا تو وہی واقعہ ہے جو شبلی صاحب نے اوپر نقل کیا ہے۔ لیکن طبری کی عبارت سے اوس میں اتنے اضافہ کی ضرورت ہے کہ یمن میں جو جماعت اسلامی خدمات تبلیغی کے لیے بھیجی گئی تھی۔ اوس میں متفرق لوگ مختلف قبائل یمن میں تبلیغ کے لیے مامور ہوئے تھے چنانچہ خالد بن ولید پہلے قبیلہ ہمدان کی طرف بھیجے گئے تھے۔ لیکن وہ لوگ مسلمان نہیں ہوئے۔ جب اسکی خبر بارگاہ نبوت میں پہونچی تو جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو قبیلہ ہمدان کی طرف بھیجا۔ تاریخ طبری کی عبارت یہ ہے۔

فی ھذہ السنۃ بعث رسول اللہ صلعم علیًّا الی الیمن وقد کان ارسل قبلہ خالد	اس سال جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ کو یمن کی طرف روانہ کیا۔ اور ان سے پہلے خالد بن ولید کو روانہ

بقیہ نوٹ ص۳۵۴ فابوا ان یرضوا فاتوا رسول اللہ صلعم فلقوہ عند مقام ابراھیم فقصوا علیہ القصۃ فقال رجل قضا بیننا علی فلما قصوا علیہ القصۃ اجازہ۔ ان لوگوں نے اس سے انکار کیا اور راضی ہوئے آنحضرت کی خدمت میں آئے۔ آپ مقام ابراہیم میں ملے انھوں نے تمام قصہ بیان کیا۔ ایک آدمی نے کہا کہ علیؑ نے اس کا فیصلہ کردیا ہے پھر وہ فیصلہ سنایا آپنے اوسی فیصلہ کو بحال رکھا۔

(۲) عن زید بن ارقم قال کنت عند النبی صلعم اذ جاء کتاب من علی فیہ ان ثلثۃ نفر اتوہ یختصمون فی غلام وطئوا امہ فی الجاھلیۃ فی طھر واحد کلھم یدعیہ انہ ابنہ فقضیت بینھم ان اقرعت بینھم وجعلتہ للقارع منھم علی ان یغرم للآخرین ثلثی الدیۃ فضحک زید بن ارقم سے روایت ہے کہ میں جناب سرور عالم کی خدمت میں حاضر تھا کہ یمن سے علیؑ کا خط آیا اوس میں لکھا تھا کہ میرے پاس تین شخص ایک لڑکے کی نسبت اپنا جھگڑا لیکر آئے تھے کہ زمانہ جاہلیت میں اوس لڑکے کی ماں کے ساتھ اون تینوں نے ایک ہی طہر میں جماع کیا تھا ان تینوں میں سے ہر ایک شخص اس لڑکے کو اپنا بیٹا بیان کرتا ہے میں نے سکے فیصلہ کیلئے قرعہ ڈالا جسکے نام قرعہ نکلا میں نے اوس لڑکے کو اوسی کا فرزند قرار دیکر یہ شرط کردی کہ یہ شخص باقی دو شخصوں کو دیت کی

بن ولید الیھم یدعوھم الی الاسلام فلم یجیبوہ وارسل علیا وامرہ ان یعزل خالد اومن شاء من اصحابہ

کر چکے تھے کہ اہل یمن کو اسلام کی دعوت دیں لیکن اُن لوگوں نے اسلام میں قبول کیا تو آپ نے حضرت علیؑ کو بھیجا اور حکم دیا کہ خالد اور اون کے ساتھیوں میں جسکو چاہیں معزول کر دیں۔

شبلی صاحب نے تبلیغ سورہ برارت میں حضرت ابوبکر کے عزل رسالت کی طرح اس واقعہ میں بھی خالد بن ولید کے معزولی کو مرفوع القلم فرمادیا ہے۔ کیونکہ دونوں حضرات ایک ہی خانوادہ کے چشم و چراغ تھے اور آپکو دونوں بزرگوں سے عقیدت کا شرف خاص حاصل تھا۔ ترک ادب سے ترک قلم بہتر سمجھا گیا۔

اس عبارت سے ظاہر ہوگیا کہ حضرت علیؑ جمعیت اسلامی کے امیر بالاختیار بنا کر بھیجے گئے تھے۔ خالد جس طبیعت کے آدمی تھے وہ ظاہر ہے۔ اونکو حضرت علیؑ کی یہ ترجیح و تفضیل سخت ناگوار گذری۔ لیکن بارگاہ نبوت کا حکم تھا چپ رہ گئے۔ مگر مخفی طور پر اکثر اہالیان لشکر کو حضرت علیؑ کے طرز عمل پر خواہ مخواہ شکایت پر برانگیختہ کرنے لگے۔ اہل اسلام میں بریدہ اپنی سادہ لوحی سے خالد کے اس حیلہ میں آگئے۔ اور کنیز والے مشہور و معروف واقعہ کی شکایت آنحضرت صلعم کی خدمت میں پیش کی۔ امام بخاری نے صرف خالد کی حمایت میں اس واقعہ کو جس مبہم طریقہ سے بیان کیا ہے اوسکی تصریح و تنقید ہم جلد اول میں پوری تفصیل سے کر چکے ہیں۔ ہم ذیل میں پھر اس واقعہ کو امام نسائی اور امام احمد بن حنبل کی عبارت سے نقل کرتے ہیں۔

عن عبد اللہ بن بریدۃ قال حدثنی ابی قال لم یکن من الناس ابغض الی من علیؑ حتی احببت رجلا ولا احببتہ الا علی بغض علی فبعث ذالک الرجل علی خیل فصحبتہ وما صحبتہ الا علی بغض علی فاصاب سبیا نکتب الی النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ابعث الیہ من یخمسہ فبعث الینا علیا و فی السبی وصیفۃ افضل من

عبد اللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے لوگوں میں سے کسی کا اتنا بغض نہیں تھا جسقدر کہ جناب امیرؑ کا یہاں تک کہ میں ایک آدمی کو اس وجہ سے عزیز رکھتا تھا کہ وہ جناب امیرؑ سے بغض رکھتا تھا وہ آدمی ایک گروہ کے ساتھ بھیجا گیا میں نے جناب امیرؑ کے بغض کی وجہ سے اوسکی رفاقت اختیار کی۔ اس نے اگر اوس گروہ کو گرفتار کر لیا۔ اور حضرت صلعم کی خدمت میں لکھ بھیجا کہ کوئی آدمی بھیجا جاوے تاکہ خمس کا مال اوسکے حوالہ کیا جاوے حضرت نے جناب امیرؑ کو خمس لینے کے لیے بھیجا قیدیوں میں

بقیہ نوٹ صفحہ ۳۵۵۔ النبی صلعم حتی بدت۔

وہ تمام بیان اور کہنے سرور دنیا و دین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سنکر ہنس پڑے یہانتک کہ آپکے دندان مبارک نظر آنے لگے پھر آپنے فرمایا کہ علی کے فیصلے کے سوا میں اسکا کوئی دوسرا فیصلہ معلوم نہیں۔ ارجح المطالب ۱۲

السبی حین خمس صارت فی الخمس ثم صارت فی اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثم صارت فی آل علیؑ فاتانا وراسہ یقطر فقلنا ما ھذا فقال اما ترو الوصیفہ صارت فی الخمس ثم صارت فی اہل بیت النبی صلعم مصدقاً ثم صارت فی آل علی فوقعت علیہا فکتب وبعثنی مصدقاً لکتابۃ الی النبی صلعم مصدقاً لما قال فی علی فلما اتیت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقرع کتابہ فجعلت اقول علیہ صدق فامسک بیدی وقال اتبغض علیاً فقلت نعم فقال لی لا تبغضہ وان کنت تحبہ فازد لہ حباً فوالذی نفسی بیدہ لنصیب آل علیؑ فی الخمس افضل من وصیفۃ فما کان بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احب الیّ من علیؑ قال عبد اللہ ھو ابن بریدہ واللہ ما کان فی الحدیث بینی وبین النبی صلعم غیر ابی۔

(اخرجہ الاحمد والنسائیؒ)

ایک کنیز تھی۔ جو سب قیدیوں میں افضل تھی۔ جب پانچواں حصہ چھانٹا گیا تو وہ کنیز خمس میں آگئی اور خمس سے اہلبیت نبوی صلعم کے حصہ میں آگئی۔ اور اہل بیت کے حصہ سے علی کی آل کے حصہ میں آگئی۔ ایک روز جناب امیرؑ ہمارے پاس تشریف لائے۔ انکے سر کے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے ہمنے پوچھا آپکے غسل فرمانیکی کیا وجہ ہے فرمانے لگے تمنے نہیں دیکھا وہ کنیز خمس میں آگئی۔ اور خمس سے اہلبیت کے حصہ میں آئی اور اہل بیت کے حصہ سے علیؑ کی آل کے حصہ میں آئی۔ میں نے اوس سے صحبت کی ہے لیرا اوس شخص نے یہ تمام واقعہ لکھکر مجھے تصدیق کرنے کے لئے حضرت کے پاس بھیجا۔ جب میں حضرت کے پاس پہونچا اور خط حضورؐ کو دیا اور آپنے اوس خط کو پڑھا۔ میں نے لفظاً لفظاً اوسکی تصدیق کی آپنے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا کیا تو علیؑ سے بغض رکھتا ہے میں نے کہا ہاں فرمایا اوس سے بغض نہ رکھ۔ بلکہ اگر تو اوسکو دوست رکھتا ہے تو اب اور زیادہ دوست رکھ قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ خمس میں علیؑ کی آل کا حصہ کنیز سے بدرجہا افضل ہے۔ بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اسکے بعد جناب رسول اللہ صلعم کے بعد مجھے جناب امیرؑ سے کوئی زیادہ عزیز نہیں تھا عبد اللہ بن بریدہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں میرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان بجز میرے والد کے اور کوئی دوسرا واسطہ نہیں تھا۔

یہ واقعات ہیں جو شبلی صاحب نے اپنی مصلحت خاص سے ناقابل ذکر سمجھکر مرفوع القلم فرما دیئے ہیں لیکن آپ سے پہلے تمام چھوٹے بڑے مولفین نے اپنے اپنے تالیفات میں بلا تامل مندرج فرمائے ہیں۔ لیکن آپ ان مجبوریوں سے کہ ان واقعات سے آپکے حضرت خالد کی حضرت علی مرتضیٰ سے خواہ مخواہ بغض وعداوت۔ اغوا وغوایت اور حضرت علیؑ مرتضیٰ کے فضائل ومراتب ظاہر ہوتے تھے اسلیئے یمن کے واقعات میں ایسے مشہور ومعروف

واقعہ کو۔ جو تنہا مورخین ہی کا نہیں بلکہ تمام محدثین معتقدین کا مختار قرار پا چکا ہے۔ مرفوع القلم فرما دیا۔

شبلی صاحب کی نئی ترتیب تالیف

شبلی صاحب نے ان مضامین کو لکھکر ترتیب تالیف کو بدل دیا ہے۔ اور واقعہ نگاری اور سانحہ نویسی کے تسلسل سے بالکل الگ ہوکر عملیات رسالت کے محاسن کی تفصیل شروع کر دی ہے اور قریب قریب تین چار جزو میں تبلیغ تعلیم دینیات اور تدوین و تنظیم ملک و اقوام کے تمام حالات و واقعات گزشتہ و موجودہ بلا خیال سنین و سال جمع کر دیئے ہیں۔ ان تمام واقعات و حالات کی نقل و تحریر تفصیل و تصریح کے بعد۔ پھر پلٹ کر تاریخ نویسی کی چھوڑی ہوئی راہ پر آگئے ہیں اور حجۃ الوداع سنہ ہجری سے سیرۃ النبی صلعم کے واقعات کا پھر سلسلہ اوٹھایا گیا ہے اور وفات سنہ ہجری کے حالات تک پہونچا کر ختم فرمایا گیا ہے۔

دنیا بھر کی سیرۃ و تاریخ کے اصول تالیف سے علٰحدہ ہو کر۔ یہ کاہے چنین گاہے چنان" کا خاص طرز تحریر اور انداز بیان اختیار فرمایا گیا ہے۔ یہ آخر کیوں؟ صرف اسلئے کہ تنظیم و سیاسیات کے بیانات سے خلافت کا سنگ بنیاد رکھنا ہے۔ اور سیاسیات رسالت کے رنگ خلافت آئندہ کے خاکے میں بھرنا ہے جبھی تو اس باب خاص کا عنوان ان الفاظ میں قائم کیا گیا ہے "تاسیس حکومت الٰہی اور استخلاف فی الارض" اور اس عنوان کے نیچے آیہ استخلاف کو نقل کیا ہے۔

اگر شبلی صاحب کا مدعا یہ ہے کہ حکومت الٰہی اور استخلاف فی الارض۔ جسکی بشارت سورہ نور جزو ۱۸ میں موجود ہیں۔ جیسا آپ کے سیاق تحریر اور ترکیب ترتیب سے معلوم ہوتا ہے۔ وہ زمانہ رسالت ہی میں تمام ہوگئی۔ تو ہمکو آپ سے پورا اتفاق ہے۔ اور اگر آپ اسکو کھینچ تان کر خلافت راشدہ تک لیجاتے ہیں اور فتوحات شام۔ مصر اور فارس وغیرہ کو اس کا مفہوم اصلی بتلاتے ہیں تو۔ جناب والا۔ خلفائے امویہ و بنی عباسیہ نے کیا قصور کیا ہے۔ ان کی فتوحات و توسیعات ملکی کو بھی اسی کے اندر کیوں نہیں لاتے۔ اسلئے کہ وہ بھی تو خلفائے رسول اللہ تھے اور امیر المومنین کہے جاتے تھے۔ سعدی شیرازی نے آخر خلیفہ عباسیہ مستعصم باللہ کا جو مرثیہ لکھا ہے اوس میں برابر امیر المومنین کے لقب مخصوص سے اوسکو یاد کیا ہے۔ کیا اس امیر المومنین اور خلافت راشدہ کے امیر المومنین میں آپ کوئی فرق بتلا سکتے ہیں۔

ابھی اور آگے چلئے۔ اسی سلسلہ خلفائے رسول میں۔ بنی فاطمیین۔ خلفائے مصر۔ انکے بعد خلفائے سلسلہ ایوبیہ فاتحین شام و بیت المقدس۔ پھر اون کے بعد خلفائے سلسلہ عثمانیہ قسطنطنیہ بھی۔ جو قریب قریب چار سو برس تک مسند نشین خلافت رہے۔ اور ابھی چند سال پیشتر تک تمام ملکی و قومی اور مذہبی جرائد و صحائف میں اونکے خلیفۃ المسلمین مطلق اور امیر المومنین برحق ہونے پر بڑی بڑی معرکۃ الآرا انجمنیں گئیں

-بڑی بڑی پرزور تحریرین لکھی گئین - اسی تعریف و توصیف مین کیون نہ داخل کیے جایئن گے - تو گویا اس وقت تک اس بشارت ایزدی کا سلسلہ پورا ہونا تسلیم کرنا ہوگا اور اس بشارت کے سلسلہ مین ہر خلیفہ مسند نشین کے بعد "باقی دارد" کی یاددہانی کا اضافہ کرنا ہوگا - خیریت ہوگئی کہ مصطفےٰ کمال پاشا غازی نے اس سلسلہ کو تمام کردیا اور خلافت کے نام ہی کو جریدہ سیاست سے محو کردیا - اب نہ کہین خلافت ہی اور نہ کوئی خلیفہ - نہین معلوم کہ خاتمۂ خلافت کے ساتھ یہ بشارت بھی تمام ہوگئی یا نہین - العلم عنداللہ -

بہرحال یہ تحریر تو شبلی صاحب کی تمہید حفظ ماتقدم کے جواب مین ایک مختصر سا جملہ معترضہ تھا جو ضرورتًا حائل ہوگیا - اس کا منقدانہ انکشاف حال کرکے پھر شبلی صاحب کی اس ترتیب خاص کے اندازہ لوازیجاد کو دکھلاتے ہین - ہم پہلے لکھ آرہے ہین کہ تمام سیر و تاریخ کی ترتیب سے علیحدہ آپنے اپنی کتاب مین یہ ترتیب اختیار فرمائی ہے - جتنی اسلامی تاریخ و سیرت کی کتابین میرے پیش نظر ہین کم و بیش یا قریب قریب اوتنی ہی کتابین آپکے مطالعہ و ملاحظہ مین بھی آئی ہونگی کیا آپ کہہ سکتے ہین [illegible] مین بھی یہ ترتیب اختیار کی گئی ہے - علم تاریخ کے بیان مین آپنے تاریخ ابن خلدون کا مقدمہ تو ضرور پڑھا ہوگا مجھے یاد آتا ہے کہ آپنے اپنی کسی تالیف مین اوسکی بڑی تعریف کی ہے - اوس مقدمہ کو بار دگر مطالعہ فرمایا جاوے تو معلوم ہوجائیگا کہ وجدین علم تاریخ اور محدثین فن سیرت نے تدوین واقعات تاریخ و سوانحات سیرت کے کیا اصول مدوّن فرمائے ہین - شاید ابن خلدون کا کوئی نسخہ (جیسا کہ مین خود دیکھ آیا ہون) آپکے کتبخانہ دارالمصنفین اعظم گڈھ مین نہین ہے - اسی وجہ و مجبوری سے سیرۃ النبیؐ کے مجلدات مین اوسکے حوالے کم پائے جاتے ہین - بہتر وہ نہین تو صرف خاوندشاہ ہروی سمرقندی کی تاریخ روضۃ الصفا کا مقدمہ یا دیباچہ بھی آپکی اطلاع کے لئے کافی ہوگا - اوسی کو ملاحظہ کیا جائیگا تو معلوم ہوجائیگا کہ تدوین مضامین تاریخ و سیرت کے یہ خاص اصول مقرر کیئے گئے ہین کہ پہلے صاحب کتاب (ہیرو) کے تمام و کمال حالات و واقعات و سوانحات حیات جو مدعائے تاریخ و سیرت کی تعریف خاص کے اندر آتے ہون ولادت کے روز سے لیکر وفات کے دن تک مفصل اور مسلسل طریقہ سے قلمبند کرلیئے جاتے ہین - ان کے بعد اوسکے عملیات - جن مین دینیات - سیاسیات - اخلاقیات - غرض تمام محاسنات شامل ہین - مفصل اور مسلسل طریقہ سے یکے با دیگرے سلسلہ تحریر مین بیان کیئے جاتے ہین - یہی جمہور مورخین اور ارباب سیرت کا طریقہ تالیف ہے - جسپر متقدمین سے لیکر متاخرین تک کا برابر عملدرآمد ثابت ہے - شبلی صاحب نے یوروپین مصنفین کی تقلید مین اور اپنی سیرت کو فلسفۂ تاریخ کی صورت مین لانے کی تمنائے شدید مین اس ترتیب و ترکیب خاص کا

نسخہ تیار کیا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا ہے کہ بہت سے واقعات قبل از وقوع قلمبند ہو گئے اور بہت سے ایسے حالات جو پہلے بیان ہونے چاہیئے تھے۔ سب سے پیچھے بیان کیئے گئے ہین۔ مثلاً وہ احکام حلال و حرام جو حجۃ الوداع مین نازل ہوے ہین وہ ابھی سے احکام دینیات مین مندرج فرما دیئے گئے ہین حالانکہ واقعیت کے اعتبار سے۔ سلسلۂ بیان مین حجۃ الوداع کا ابھی نام و نشان بھی نہین ہے تکمیل اسلام اور اتمام نعمت ایمان کی کل بشارتین بیان فرما دی گئی ہین۔ حالانکہ اون کا موقع نزول ابھی آگے آنے والا ہے۔

اسی طرح سے بہت سے احکام دینی اور نظام قومی جو بہت قبل نفاذ پا چکے تھے اونکے بیان سے اصل موقع اور مقام تو خالی چھوڑ دیئے گئے ہین اور اون سب کو بلا لحاظ و خیال ایام و سال اسی تفصیل مین اکٹھا کر دیا گیا ہے۔ مثلاً حرمت خمر کا بالتدریج حکم نزول جسکی ابتدا غزوہ احد ۳ھ ہجری سے بتلائی گئی ہے [illegible] سے قبل اوسکی قطعی ممانعت بتلائی گئی ہے۔ ۳ھ ہجری سے لیکر ۸ھ ہجری تک اوسکی بالتدریج حرمت و امتناع کی اصل کتاب مین کہین کوئی تفصیل موجود نہین ہے۔ یہ مواد جلد دوم کی اس تفصیل مین خلط مبحث بنا کر اکٹھا کر دیا گیا ہے گویا ۳ھ ہجری کے واقعہ حرمت خمر کو ۹ھ ہجری سے بعد کے واقعات کی تفصیل مین بیان کیا گیا ہے۔

اسی تفصیل مین حضرت علیؑ کی شراب خواری والی ناپاک روایت بھی ہے۔ جسکو ابو داؤد کی گندہ دماغی نے اپنے پراگندہ سلسلہ سے لکھا ہے اور آپکے مجبن قلم نے اوسکو نقل بھی کر دیا ہے۔ اس بنا پر ۳ھ یا ۴ھ ہجری کے واقعہ کو ۹ھ ہجری کے بعد کے سلسلہ حالات مین بیان کیا ہے۔ ہمارا موجودہ سلسلۂ تنقید تو اس ناپاک روایت کی تردید و تکذیب کے لیئے اسی وقت اور موقع پر مصر تھا لیکن ہم اوسکو دو وجہون سے آئندہ مضامین کی تفصیل تک اوٹھا رکھتے ہین۔ اوّل تو وہی کہ پھر میرے ترتیب واقعات مین بھی آپ ہی کے ایسی بے ترتیبی اور بے ربطی پیدا ہو جائیگی۔ کیونکہ یہ واقعات احکام دینیات کے ذیل مین عملیات سے تعلق رکھتے ہین اور عملیات کا بیان جیسا کہ ہم اوپر لکھکر بتلا آئے ہین سوانحات کے بیانات کے بعد ہوتا ہے۔ اس بنا پر وفات کے بعد انشاء اللہ سلسلۂ بیان مین اسکے تنقیدی انکشافات مندرج کیئے جاوینگے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ شبلی صاحب کی کتاب چھپتے ہی اس جھوٹی اور فتنہ انگیز روایت کی ملک و قوم مین اتنی دھجیان اوڑ چکی ہین کہ اوسکی موضوعیت و مصنوعیت کا بال تک باقی نہین چھوڑا گیا فتنۂ شبلی کی دو تیار جلدین ملک و قوم کے ہاتھون ہاتھ پہونچ چکین۔ اسلیئے اوسکی تنقید و تردید کی اتنی

عجلت ضروری بھی نہین تھی آپ کی انھین بدترتیبیوں کو مدنظر کرکے ہم اپنے سلسلہ بیان مین اوس ترکیب و تفصیل سے علیحدہ ہونا کسی طرح پسند نہین کرتے جسکو ہم چالیس برسون سے اپنے سوانحات کی ترتیب و تالیف مین قائم رکھ چکے ہین اسلیئے کہ ہمنے سیرت کو منطق اور تاریخ کو فلسفہ بنانے کی اولٹی منطق نہین پڑھی ہے۔ دانّ ھذا لشیٔ عجاب۔

حجۃ الوداع سنہ ہجری

شبلی صاحب اسکی تفصیلی کیفیت حسب ذیل قلمبند فرماتے ہین۔

سال آخر۔ حجۃ الوداع۔ اختتام فرض نبوت۔ ذی الحجہ سنہ ہجری مطابق فروری ۶۳۲ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ	اللہ کے نام سے شروع کرتا ہون جو مہربان اور رحیم ہے
اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَالۡفَتۡحُ وَرَاَیۡتَ النَّاسَ	جب خدا کی فتح آگئی اور مکہ فتح ہوچکا اور تونے دیکھ لیا کہ لوگ خدا
یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ	کے دین مین فوج کی فوج داخل ہورہے ہین تو خدا کی تسبیح کر
رَبِّکَ وَاسۡتَغۡفِرۡہُ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا۔	اور استغفار کر۔ خدا توبہ قبول کرنیوالا ہے۔

بظاہر خیال ہوتا ہے کہ نصرت و فتح کے مقابلہ مین شکر کی ہدایت ہونی چاہیئے۔ تسبیح و استغفار سے فتح کو کیا مناسبت ہے۔ اس بنا پر ایک صحبت مین حضرت عمر نے صحابہ سے اس آیت کے معنی پوچھے تو لوگون نے مختلف معنی بتلائے۔ حضرت عمر نے عبداللہ بن عباس کی طرف دیکھا وہ کمسن تھے۔ جواب دیتے جھجکتے تھے جب حضرت عمر نے ڈھارس بندھائی۔ تو اونھون نے کہا کہ یہ آیت آنحضرت صلعم کی قربت وفات کا اعلان ہے کہ استغفار کے لیئے مخصوص ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس کی توجیہ اور آپکی تفصیل کے تسلیم کرلینے مین ہمین کوئی عذر نہین ہے مگر تاہم اتنا انکشاف حقیقت ضروری ہے کہ آیا حقیقتاً پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے لیئے استغفار کی ضرورت تھی یا نہین اسلیئے کہ آپ اسلام کے عقائد مسلمہ کے موافق معصوم تھے۔ پھر جب ارتکاب معصیت آپ سے ممکن نہین تو استغفار کی کیا ضرورت تھی شبلی صاحب نے توجیہ بھی لکھدی تفصیل بھی کردی۔ مگر مسئلہ کے اس پہلو پر نظر نہ ڈالی معلوم ہوتا ہے کہ عصمت رسول سے متعلق آپ اوس گروہ کے ہمخیال ہین جو رسول کو جائز الخطا قرار دیتا ہے۔ غالباً اسکے انکشاف حقیقت سے آپ کا سکوت اسی خیال خاص پر مبنی ہے۔ اسلیئے ہمکو اسکی نسبت یہ لکھکر بتلا دینا ضروری ہے کہ اگر حقیقتاً آپ کا ایسا خیال ہے تو اسلام کے عقیدہ مسلّمہ کے سراسر خلاف ہے۔

اس آیہ وافی ہدایہ میں حکم استغفار بغرض تمثیل تفہیم اور بطریق تعمیل تعلیم آیا ہے۔ بالکل اُسی طرح جس طرح

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ — سورۂ فتح جزو ۲۶

ہمنے تجھکو اے پیغمبر کھلی کھلی فتح عنایت کی۔ تیرے قبل و آخر کے تمام گناہوں کو بخشدیا۔

میں۔ حقیقت یہ ہے کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صدور معصیت قطعی ممنوع ہے۔ ان آیات میں جو ذکر استغفار ہے وہ محض عام لوگوں کی تعلیم وتلقین کی خاص ضرورت سے بتلایا گیا ہے کہ باوجود معصوم ہونے کے بھی تم خود طریقہ استغفار دکھلا کر اور بتلا کر گنہگاران امت کو آمرزش معاصی کے لیئے بارگاہ ایزدی سے طلب استغفار کی تعلیم کرو کہ اون کے یہ طرز عمل اور ترکیب توبہ وانابت تمھارے ارشاد و ہدایت کے مطابق اون کی نجات اور عفو جرائم کا ذریعہ ووسیلہ قائم ہوں۔ انھیں دو مقامات پر منحصر نہیں۔ قرآن مجید میں جہاں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم استغفار آیا ہے۔ اوس سے یہی مراد ہے۔ اور اسکے سوا کوئی دوسرے معنی نہیں۔ فافہم فتدبر۔

اسکے بعد شبلی صاحب اپنے سلسلۂ بیان میں لکھتے ہیں۔

اس سورہ کے نازل ہونے کے بعد آپ کو معلوم ہو گیا تھا کہ رحلت کا زمانہ قریب آگیا اسلیئے اب ضرور تھی کہ تمام دنیا کے سامنے شریعت اور اخلاق کے تمام اصول سیاسی کا مجمع عام میں اعلان کر دیا جاے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے زمانہ سے ابتک فریضۂ حج ادا نہیں فرمایا تھا۔ ایک مدت تک تو قریش سد راہ رہے۔ صلح حدیبیہ کے بعد موقع ملا لیکن مصالح ملکی اسکے مقتضی تھے کہ یہ فرض سب سے آخر میں ادا کیا جاوے۔ بہر حال۔ ذیقعدہ میں اعلان ہوا کہ آنحضرت صلعم بارادۂ حج مکہ تشریف لیئے جا رہے ہیں۔ یہ خبر دفعتہً پھیل گئی اور شرف ہمرکابی کے لیئے تمام عرب اومنڈ آیا۔ سنیچر کے دن۔ ذیقعدہ کی ۲۶ تاریخ کو آپنے غسل فرمایا اور چادر۔ تہمد باندھی۔ نماز ظہر کے بعد مدینہ سے باہر نکلے تمام ازواج مطہرات کو ساتھ چلنے کا حکمدیا۔ اور مدینہ سے چھ میل کے فاصلہ پر۔ ذوالحلیفہ ایک مقام ہے۔ جو مدینہ کی مضافات ہے یہاں پہونچکر شب بھر اقامت فرمائی۔ دوسرے دن دوبارہ غسل فرمایا۔ حضرت عائشہ نے اپنے ہاتھ سے آپکے جسم مبارک میں عطر لگایا۔ اسکے بعد آپنے دو رکعت نماز ادا کی پھر ناقہ قصوا پر سوار ہو کر احرام باندھا اور بلند آواز سے یہ الفاظ کہے۔

لبیک لبیک اللّٰھمّ لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لک لاشریک لک

اے خدا ہم تیرے سامنے حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں ہم حاضر ہیں تعریف و نعمت تیری ہے۔ ملک و سلطنت تیری ہے کوئی تیرا شریک نہیں۔

حضرت جابرؓ[1] جو اس حدیث کے راوی ہین اون کا بیان ہے کہ مین نے نظر اوٹھا کر دیکھا تو آگے پیچھے دایئن بایئن جہانتک نظر کام کرتی تھی آدمی کا جنگل نظر آتا تھا۔ آنحضرت صلعم لبیک فرماتے تھے تو ہر طرف سے صدائے غلغلہ انگیز کی آواز بازگشت آتی تھی۔ اور تمام دشت وجبل گونج اوٹھتے تھے۔

فتح مکہ مین آپنے جن منازل مین نماز ادا کی تھی۔ وہان برکت کے خیال سے لوگون نے مسجدین بنائی تھین۔ آنحضرت صلعم اُن مساجد مین نماز ادا کرتے جاتے تھے سَرف مین پہونچکر غسل فرمایا۔ دوسرے دن۔ اتوار کے روز۔ ذی الحجہ کی ۴ تاریخ کو۔ صبح کے وقت مکہ معظمہ مین داخل ہوئے۔ مدینہ سے مکہ تک کا یہ سفر۔ نو دن مین طے ہوا خاندان ہاشم کے لڑکون نے آمد آمد کی خبر سنی تو خوشی سے باہر نکل آئے۔ آپنے فرط محبت سے اونٹ پر کسیکو آگے کسیکو پیچھے بٹھا لیا۔ کعبہ پر نظر پڑی تو فرمایا کہ اے خدا اس گھر کو اور عزت وشرف دے پھر کعبہ کا طواف کیا طواف سے فارغ ہو کر مقام ابراہیم مین دوگانہ ادا کیا اور یہ آیت پڑھی۔

لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك و له الحمد يحي ويميت وهو على كل شيءٍ قدير لا اله الا الله وحده انجز وعده ونصر

خدا کے سوا کوئی معبود نہین۔ اوسکا کوئی شریک نہین۔ اُسکے لیے سلطنت ملک اور حمد ہے اور وہ تمام چیزون پر قادر ہے۔ کوئی خدا نہین۔ مگر وہ اکیلا خدا ہے اوسنے اپنے وعدہ کو پورا کیا۔ اور

---

[1] حاشیہ مین حدیث جابرؓ کی نسبت مرقوم ہے۔ ابوداؤد اور مسلم مین حجۃ الوداع کا واقعہ نہایت تفصیل سے مذکور ہے جس کا کی شان نزول یہ ہے کہ حضرت امام باقرؑ نے حضرت جابرؓ سے جب وہ نابینا ہو گئے تھے آنحضرت صلعم کے حج آخر کا حال پوچھا۔ حضرت جابرؓ نے آل رسولؐ کی محبت سے امام باقرؑ کے گریبان کے تکمے کھولے اور اونکے سینہ پر محبت سے ہاتھ رکھکر کہا۔ بھتیجے پوچھو تو کیا پوچھتا ہے؟ پھر نہایت تفصیل سے حج نبویؐ کے تمام حالات بیان کیے۔

حافظ ابن حجر نے امام محمد باقر علیہ السلام اور جابر بن عبد اللہ انصاری سے ملاقات کی تفصیلی کیفیت لکھی ہے عن جابر انه قال له وهو صغير رسول الله صلعم يسلم عليك فقيل له وكيف ذلك قال وكنت جالسًا وعنده الحسين في حجره وهو يلاعبه فقال يا جابرؓ يولد له مولود اسمه علي اذا كان يوم القيمة ينادي منادي ليقم سيد العابدين فيقوم ولده ثم يولد له ولد اسمه محمدؐ فان ادركته يا جابر فاقرأه مني السلام۔ جابر رضی اللہ عنہ امام باقر علیہ السلام سے کہنے لگے درآنحالیکہ وہ بھی نہایت صغیر السن تھے کہ جناب سرور عالم صلعم نے آپکو سلام کہا ہے۔ حاضرین نے پوچھا یہ کیونکر ہو سکتا ہے جابر بولے کہ مین ایک روز آپکی خدمت مین بیٹھا تھا اور امام حسینؑ علیہ السلام آپکی گود مین کھیل رہے تھے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے جابرؓ حسینؑ کے ایک لڑکا ہوگا جس کا نام علی رکھا جائےگا قیامت کے دن منادی ندا کریگا کہ سید العابدین اُٹھین اوسوقت امام حسینؑ کا یہ بیٹا اُٹھے گا پھر اُسکا ایک بیٹا ہوگا جس کا نام محمدؐ ہوگا۔ اے جابرؓ اگر تم اوسوقت تک زندہ رہو تو اوس سے میرا سلام کہنا۔ ۱۲ مولف عفی عنہ

عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ۔ اپنے بندے کی مدد کی اور اکیلے تمام قبائل کو شکست دی۔

صفا سے اوترکر مروہ پر تشریف لائے۔ یہان بھی دعا و تہلیل کی۔ اہل عرب ایام حج مین عمرہ ناجائز سمجھتے تھے صفا و مروہ کی سعی سے فارغ ہوکر آپنے اون لوگون کو جنکے ساتھ قربانی کے جانور نہین تھے۔ عمرہ تمام کرکے احرام اوتار دینے کا حکم دیدیا۔ بعض صحابہ نے گزشتہ رسوم بالوفہ کی بناپر اس حکم کی بجا آوری مین معذرت کی۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا اگر میرے ساتھ قربانی کے اونٹ نہوتے تو مین بھی ایسا ہی کرتا۔

حضرت علیؑ حجۃ الوداع سے کچھ پہلے بھیجے گئے تھے۔ اوسیوقت وہ یمنی حاجیون کا قافلہ لیکر مکہ مین وارد ہوئے چونکہ ان کے ساتھ قربانی کے جانور تھے اسلیئے اُنھون نے احرام نہین اوتارا۔

مرقومۂ بالا عبارت۔ حضرت علیؑ کے ذکر تک تو آپنے حدیث و تاریخ کے ماخذون کا صحیح نقل و ترجمہ کیا۔ حضرت علیؑ کا ذکر آیا۔ اور آپکا قلم حقیقت نگاری سے گھوم گیا۔ آپکے یہ الفاظ کہ "چونکہ ان کے (حضرت علیؑ کے) ساتھ قربانی کے جانور تھے۔ اسلیئے انھون نے احرام نہین اوتارا" بالکل۔ واقعیت۔ اصلیت۔ حقیقت کے خلاف ہے حالانکہ حضرت علیؑ کا اپنے ساتھ قربانی کے اونٹ لانا کسی حدیث و تاریخ مین نہین ہے اور نہ آپنے اپنی اس عبارت پر کسی حوالہ کا نشان دیا ہے۔ نسائی اور ابوداؤد کے دو نو حوالے جو حاشیہ مین درج ہین وہ اوپر کی عبارتون کے متعلق ہین۔ اس سے کوئی واسطہ نہین۔ یہ امور صاف بتلا رہے ہین کہ یہ فقرہ آپکی مخترعات سے ہے۔ جو آپنے اپنی قدیم عادت استخفاف خصائص و فضائل علیؑ کی خاص ضرورت سے لکھا ہے۔ اب اسکے خلاف پہلے تاریخ ابن ہشام کی عبارت مین اسکی حقیقت ملاحظہ ہو۔

<table>
<tr><td>ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کان بعث علیًا الی نجران فلقیہ مکۃ وقد احرم فدخل علی فاطمہ ع فوجدھا قد حلّت وتھیّات فقال مالک یابنت رسول اللہ صلعم قالت امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان نحل العمرۃ فحللنا قال ثم اتی رسول اللہ ص فلما فرغ من الخبر عن سفرہ قال لہ رسول اللہ ص انطلق فطف بالبیت وحل کما حلّ اصحابک قال یا رسول اللہ ص انی قلت حین احرمت اللھم انی</td><td>آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو نجران (یمن) کی طرف بھیجا تھا جب وہ وہان سے لوٹ کر آئے تو احرام باندھے ہوئے حضرت سے مکہ مین ملاقات کی اور جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کو دیکھا کہ احرام سے نکلنے کی تیاری کر رہی ہین۔ جناب امیرؑ نے کہا اے رسول اللہ ص کی بیٹی تمنے کیون احرام کھولدیا ہے۔ جناب سیدہ نے فرمایا کہ ہمکو حضرت نے عمرہ کے احرام کے کھولنے کا حکم دیا ہے اسلیئے ہمنے احرام کھولدیا ہے جناب امیرؑ حضرت صلعم کے پاس گئے جب سفر کی حالت حضرت سے عرض کرچکے تو حضرت نے فرمایا جاؤ طواف کرکے اپنے دوستون کی طرح تم بھی احرام کھولڈالو جناب امیرؑ نے گذارش کی کہ ہمنے احرام باندھنے کے وقت</td></tr>
</table>

احل بما احل بہ نبیّک وعبدک ورسولک قال فھل معک من ھدی قال لا فاشرکہ رسول اللہ ص فی ھدیہ وثبت علی احرامہ مع رسول اللہ ص حتی فرغ من الحج ونحر رسول اللہ صلعم عنہ۔

دعا کی تھی کہ اے پروردگار جس طرح تیرا نبیؐ تیرا بندہ اور تیرا رسولؐ احرام کھولیگا اُسیطرح مین بھی اپنا احرام کھولونگا آنحضرت صلعم نے پوچھا تھا کہ پاس قربانی کی کوئی چیز ہے کہا نہین پس حضرتؐ نے جناب امیرؑ کو بھی اپنی قربانی مین شریک کر لیا اور جناب امیرؑ بدستور سابق جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ احرام باندھے رہے یہانتک کہ آنحضرت صلعم حج سے فارغ ہوکر جناب امیرؑ کی طرف سے بھی قربانی کی۔"

مرقومۂ بالا شاہد تاریخی سے جناب علیؑ مرتضیٰ کا قربانی کے اونٹ اپنے ہمراہ نہ لانا پورے طور سے ثابت ہو گیا۔ قیامت انگیز تعجب تو یہ ہے کہ حضرت علیؑ مرتضیٰ تو بذات خاص جناب رسولخدا صلعم کے سامنے انکار فرماتے ہین کہ میرے پاس قربانی کے لیئے کوئی چیز نہین لیکن شبلی صاحب اقرار کرتے ہین اور چودہ سو برسون کے بعد بتلاتے ہین کہ قربانی کی اشیاء یعنی اونٹ وہ اپنے ہمراہ لائے تھے۔ سبحان اللہ وبحمدہ سے ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ یہ ہے شبلی صاحب کی حقیقت نویسی۔

مرقومۂ بالا عبارت سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ جناب رسولخدا صلعم نے حضرت علیؑ مرتضیٰ کو اپنی قربانی کے اونٹون مین شریک کر لیا۔ اب اس مشارکت کی تفصیل بھی صحیح مسلم کی حسب ذیل عبارت مین ملاحظہ ہو۔

عن جابر قال نحر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ثلاثا وستین بدنۃ واعطا علیاً المنحر فنحر ماغبر منھا واشرکہ فی ھدیہ ثم امر من کل بدنۃ ببضعۃ فجعلت فی قدر فطبخت فاکلا من لحمھا وشربا من مرقھا

جابرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے تریسٹھ اونٹ قربانی کیئے۔ انکے علاوہ جسقدر کہ قربانی کیلیئے اونٹ لائے گئے تھے۔ اونکی قربانی کیلیئے حکم دیا اور برچھا دیا اور اونکو اپنی قربانی مین شریک کیا پھر ہر ایک اونٹ مین سے تھوڑا سا گوشت کاٹ لینے کا حکم دیا پس وہ ایک ہنڈیا مین پکوا کر دونو صاحبون نے کھایا اور اوس کا شوربا پیا۔

پھر اوسی صحیح مسلم مین ایک دوسری حدیث یہ ہے۔

عن علیؑ قال امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان اقوم علی بدنہ وان اصدق بلحمھا وجلودھا وان لا اعطی الجزار منھا شیئاً۔

جناب امیر علیہ السّلام کہتے ہین کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے اونٹ کی قربانی کیلیئے حکم دیا اور فرمایا کہ اس کا تمام گوشت اور پوست خیرات کردو اور قصاب کو اسمین سے کوئی چیز نہ دی جائے جناب امیرؑ فرماتے ہین کہ ہم قصاب کو اپنی گھر سے دیتے ہین۔

اب کتاب کے ناظرین کو عموماً اور معتقدین شبلی صاحب کو خصوصاً یہ بھی دکھلا دینا چاہتے ہیں کہ حضرت علیؑ مرتضیٰ نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس استحسان کی یادگو اپنی تمام عمر تک زندہ اور قائم رکھا مسند امام احمد بن حنبل اور صحیح ترمذی میں ہے ۔

عن علیؑ امرنی رسول اللہ صلعم ان ضحی عنہ ابدا فکان یضحی عنہ الی ان استشہد بکبشین املحین ۔

حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ مجھے جناب رسول اکرم صلعم نے اپنی طرف سے ہمیشہ قربانی کرنیکا حکم دیا تھا پس جناب امیرؑ اپنی شہادت تک آنحضرت صلعم کی طرف سے دو چتلے مینڈھے ہمیشہ قربانی کیا کرتے تھے ۔

یہ نکتہ بھی ضرور ملحوظ خاطر رہے ۔ اس حدیث کے تحت میں محمدؐ ابن شہاب الزہری ۔ جنھوں نے سب سے اول بحکم عمر بن عبدالعزیز حدیث کو مدوّن کیا ہے ۔ لکھتے ہیں ۔

انّما خصّ علیًا بذالک دون اقاربہ واھلہ لقربۃ فکانہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فعل بنفسہ

جناب رسول خدا صلعم نے اپنے تمام اقارب اور ازواج کے سوا جناب علیؑ مرتضیٰ کو اس قربانی کیلئے بوجہ انکی قرابت قریبہ کے مخصوص فرمایا ہو اسلئے کہ جناب امیرؑ کا قربانی کرنا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قربانی فرمانا تھا

یہ سب تفصیل کتاب ارجح المطالب صـ۵۳۱ ۔ صـ۵۳۳ میں مندرج ہے کبھی ممکن تھا کہ شبلی صاحب ان مرویات حدیث وتاریخ کی تصریح فرماتے ۔ جس سے حضرت علیؑ کے فضائل مخصوص معلوم ہوتے ۔ انّ ھذا منہ ابعد الابعاد آپنے تو اپنی تحریر میں واقعیت ہی کو بالکل معکوس فرما دیا تھا ۔ مگر ہم پھر وہی عرض کرینگے ۔ وہ حقیقت تھی ۔ جو نہ چھپ سکی ۔ اور آخر ظاہر ہو گئی ۔

اسکے آگے شبلی صاحب تحریر فرماتے ہیں ۔

جمعرات کے روز آٹھویں تاریخ کو آپنے تمام مسلمانوں کے ساتھ منیٰ میں قیام فرمایا دوسرے دن نویں ذی الحجہ جمعہ کے روز نماز پڑھکر منیٰ سے روانہ ہوئے ۔ قریش کا معمول تھا کہ جب مکہ سے حج کیلئے نکلتے تھے تو عرفات کے بدلے مزدلفہ میں مقام کرتے تھے جو حرم کے حدود میں تھا ۔ ان کا خیال تھا کہ قریش نے اگر حرم کے سوا کسی اور مقام میں مناسک حج ادا کئے تو انکی شان یکتائی میں فرق آجائیگا ۔ لیکن اسلام کو جو مساوات عام قائم کرنی تھی ۔ اوسکے لحاظ سے یہ تخصیص روا نہیں رکھی جا سکتی تھی ۔ اسلئے خدا نے حکم دیا ۔

ثُمَّ اَفِیضُوا مِنْ حَیْثُ اَفَاضَ النَّاسُ ۔ آپ بھی عام مسلمانوں کی طرح عرفات میں آئے اور یہ اعلان کر دیا ۔

قفوا علی مشاعرکم فانکم علی ارث من ارث ابیکم ابراھیم ۔

آپنے مقدس مقامات میں ٹھہرے رہو کہ تم اپنے باپ ابراہیمؑ کی وراثت پر ہو ۔

یعنی عرفات میں حاجیوں کا قیام حضرت ابراہیمؑ کی یادگار ہے اور انھیں نے اس مقام کو اس غرض خاص کے لیئے مقرر فرمایا ہے۔ عرفات میں ایک مقام نمرہ ہے۔ وہاں آپنے ایک کمل کے خیمہ میں قیام فرمایا دوپہر ڈھل گئی تو ناقہ پر (جس کا نام قصوا تھا) سوار ہوکر میدان میں آئے اور ناقہ کے اوپر ہی سے خطبہ دیا۔ آج پہلا دن تھا کہ اسلام اپنے جاہ وجلال کے ساتھ نمودار ہوا اور جاہلیت کے تمام بیہودہ مراسم کو مٹا دیا اسلیئے آپنے فرمایا۔

الا کل شیئ من امر الجاھلیۃ تحت قدمی موضوع — ہاں۔ آج جاہلیت کے تمام دستور میرے ان دونوں پاؤں کے نیچے ہیں۔ صحیح بخاری ومسلم وابوداؤد باب لاشہر الحرام وحجۃ النبی

تکمیل انسان کی منزل میں سب سے بڑا سنگ راہ امتیاز مراتب تھا۔ جو دنیا کی قوموں نے تمام مذاہب نے تمام ممالک نے مختلف صورتوں میں قائم رکھا تھا۔ سلاطین سایہ یزدانی تھے جنکے آگے کسی کو چون وچرا کی مجال نہیں تھی۔ اور مذہب کے ساتھ کوئی شخص مسائل مذہبی میں گفتگو کا مجاز نہ تھا۔ شرفا رذیلوں سے ایک بالاتر مخلوق تھی۔ غلام آقا کے ہمسر نہیں ہوسکتے تھے۔ آج یہ تمام تفرقے یہ تمام امتیازات۔ یہ تمام حد بندیاں دفعتہً ٹوٹ گئیں۔

لیس للعربی فضل علی العجمی ولا للعجمی فضل علی العربی کلکم ابناء آدم وآدم من تراب۔ عقد الفرید خطب نبوی — عربی کو عجمی اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں۔ تم سب آدم کی اولاد ہو۔ اور آدم خاک سے بنے ہیں۔

ان کل مسلم اخو المسلم وان المسلمین اخوۃ ارقائکم ارقائکم اطعموھم مما تاکلون واکسوھم مما تلبسون (ابن سعد) — مسلمان مسلمان بھائی ہیں (طبری وابن اسحاق) تمھارے غلام تمھارے غلام ہیں جو خود کھاؤ وہ انھیں کھلاؤ جو خود پہنو انھیں پہناؤ

خون جاہلیت کی معافی

عرب میں کسی خاندان کا کوئی شخص کسی کے ہاتھ سے قتل ہوجاتا تھا تو اوس کا انتقام لینا خاندانی فرض ہوجاتا تھا یہانتک کہ سیکڑوں برس گذر جانیکے بعد بھی یہ فرض باقی رہتا تھا۔ اور اس بنا پر لڑائیوں کا ایک غیر منقطع سلسلہ قائم ہوجاتا تھا۔ اور عرب کی زمین ہمیشہ خون سے رنگین رہتی تھی۔ یہ سب سے قدیم رسم عرب کا مقدم فخر خاندان کا پرفخر مشغلہ برباد کیا جاتا ہے اور اوسکے لیئے ثبوت کا منادی سب سے پہلے اپنا نمونہ آپ پیش کرتا ہے۔

ودماء الجاھلیۃ موضوعۃ وان اول دم اضع من دمائنا دم ابن ربیعۃ بن الحرث[1] — (بخاری ومسلم وابوداؤد) جاہلیت کے تمام خون (یعنی انتقام خون) باطل کردیئے گئے۔ اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کا خون ربیعہ بن حرث کے بیٹے کا خون باطل کرتا ہوں

[1] ربیعہ بن حارث ابن عبدالمطلب کا ایک بیٹا ایاس نام تھا وہ قبیلہ بنی سعد میں پرورش پاتا تھا کہ ہذیل نے اوسکو قتل کرڈالا بحوالہ مسلم بخاری وابوداؤد

سود کی قطعی ممانعت عرب میں سودی کاروبار کا ایک جال پھیلا ہوا تھا جس سے غربا کا ریشہ ریشہ جکڑا تھا اور ہمیشہ کے لیے وہ اپنے قرضخواہوں کے غلام بن گئے تھے۔ آج وہ دن ہے کہ اس کا تار تار الگ کر دیا گیا۔ اس فرض کی تکمیل کے لیے بھی معلم برحق سب سے پہلے اپنے ہی خاندان کو پیش کرتا ہے۔

وربا الجاهلية موضوع واوّل ربا اضع ربانا ربا عباس بن عبد المطلب (مسلم وابوداؤد) جاہلیت کے تمام سود بھی باطل کر دیے گئے۔ اور میں سب سے پہلے اپنے خاندان میں عباس بن عبد المطلب کا سود باطل کرتا ہوں۔

حقوق نسوانی کی مراعات آج تک عورتیں مردوں کی جائداد منقولہ تھیں جو قماربازیوں میں داؤں پر چڑھا دی جاسکتی تھیں آج پہلا دن ہے کہ یہ گروہ مظلوم۔ یہ صنف لطیف اور یہ جوہر نازک قدردانی کا تاج پہنتا ہے۔

فاتقوا الله فی النساء (مسلم وبخاری) ان لکم نسائکم حقا ولهن علیکم حقا (طبری وابن ہشام) عورتوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو۔ تمھارا عورتوں پر اور عورتوں کا تم پر حق ہے۔

قتل و خونریزی کی ممانعت عرب میں جان و مال کی کچھ حقیقت نہیں تھی۔ اور نہ کوئی قیمت۔ جو شخص جسکو چاہتا تھا قتل کر دیتا تھا اور جس کا مال چاہتا تھا چھین لیتا تھا۔ آج امن و سلامتی کا بادشاہ تمام دنیا کو صلح کا پیغام سناتا ہے۔

ان دمائکم واموالکم علیکم حرام کحرمة یومکم هذا الی یوم تلقون ربکم (بخاری مسلم وابوداؤد) آج سے تمھارے خون اور اموال ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہوئے جس طرح آج کے دن کی حرمت اور وہ لقائے خدا کے وقت تک حرام رہیں گے۔

اسلام سے پہلے بڑے بڑے مذہب دنیا میں پیدا ہوئے لیکن اونکی بنیاد خود صاحب شریعت کے تحریری اصول پر نہ تھی۔ اونکو خدا کی طرف سے جو ہدایتیں ملی تھیں۔ بندوں کی ہوس پرستیوں نے اُن کی حقیقت گم کر دی تھی۔ ابدی مذہب کا پیغمبر اپنی زندگی کے بعد آیات ربانی کا مجموعہ خود اپنے ہاتھ سے اپنی امت کو سپرد کرتا ہے اور تاکید کرتا ہے۔

وانی قد ترکت فیکم مالن تضلوا بعده ان اعتصمتم به کتاب الله۔ (صحاح) میں تم میں ایک چیز چھوڑے جاتا ہوں اگر تم نے اوسکو مضبوط پکڑ لیا تو گمراہ نہوگے۔ وہ چیز کیا ہے۔ کتاب اللہ

اسکے بعد آپنے چند اصولی احکام کا اعلان فرمایا۔

ان الله عزوجل قد اعطی کل ذی حق حقه خدا نے ہر حقدار کو (از روے وراثت) اس کا حق دیدیا۔

فلا وصیۃ لوارث[1] | اسکسی وارث کے حق مین وصیت جائز نہین۔

الولد للفراش وللعاھر الحجر وحسابھم علی اللہ۔ | لڑکا اوسی کا ہے جسکے بستر پر پیدا ہو۔ زناکار کے لیے پتھر ہے اور اون کا حساب خدا کے ذمہ ہے۔

من ادعی الی غیر ابیہ وانتمی الی غیر موالیہ فعلیہ لعنۃ اللہ۔ | جو لڑکا اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کے نسب سے ہونیکا دعوی کرتا ہے اور جو غلام اپنے مولا کے سوا کسی اور طرف اپنی نسبت کرے اوس پر خدا کی لعنت ہے

الا لا یحل لامراۃ ان تعطی من مال زوجھا شیئا الا باذنہ۔ | ہان عورت کو اپنے شوہر کے مال مین سے اوسکی اجازت بغیر کچھ دینا جائز نہین۔

الدین مقضی والعاریۃ مؤداۃ والزعیم غارم۔ | قرض ادا کیا جائے عاریت واپس کی جائے۔ عطیہ لوٹا دیا جائے ضامن تاوان کا ذمہ دار ہے۔

یہ فرماکر آپ نے مجمع کی طرف خطاب کیا۔

انتم مسئولون عنی فما انتم قائلون (مسلم وابوداؤد) | تمسے خدا کے یہان میری نسبت پوچھا جائیگا تم کیا جواب دوگے؟

صحابہ نے عرض کی۔ ہم کہین گے آپنے خدا کا پیغام پہونچایا۔ اپنا فرض ادا فرمایا۔ (یہ سنکر) آپنے آسمان کی طرف اونگلی اوٹھائی اور تین بار فرمایا۔

اللھم اشھد اللھم اشھد اللھم اشھد (مسلم وابوداؤد) | خدایا تو گواہ رہنا۔ خدایا تو گواہ رہنا۔ خدایا تو گواہ رہنا۔

عین اوس وقت جب آپ فرض نبوت ادا کر رہے تھے۔ یہ آیت اوتری۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (بخاری، مسلم وابوداؤد) | آج مین نے تمھارے لیے دین کو مکمل کردیا اور اپنی نعمت تمام کردی اور تمھارے لیے مذہب اسلام کو انتخاب کرلیا۔

شبلی صاحب۔ آپ بخاری، مسلم اور ابوداؤد کے حوالے سے۔ نزول آیہ اکملت لکم کا یہ موقع بتلاتے ہین لیکن حافظ ابونعیم۔ امام سیوطی۔ ابن مردویہ۔ دیلمی حموینی۔ ابن مغازلی۔ نطنزی۔ صالحانی وغیرہم اس کا کوئی اور موقع بتلاتے ہین۔ جو عنقریب سلسلۂ بیان سے ظاہر ہوگا۔ ابھی ہم آپکی عبارت کے سلسلہ نقل کو منتشر کرنا نہین چاہتے اسکے آگے تحریر ہوتا ہے۔

---

[1] نعوذ باللہ رسول اللہ صلعم کا یہ حکم فاطمہ کی وراثت کے لیے نہین تھا۔ اور نحن معاشر الانبیا والی حدیث جسکے سننے والے اور بیان کرنیوالے اکیلے حضرت ابوبکر تھے شاید اس حکم سے مستثنے تھی۔ فافہم وتدبر۔ مولف عفی عنہ

نہایت عبرت انگیز اور حسرت خیز یہ منظر تھا کہ شہنشاہ عالم جس وقت لاکھوں آدمیوں کے مجمع میں فرمان الٰہی کا اعلان کر رہا تھا اوسکے تخت شاہی کی مسند وقالین (کجاوہ اور عرقگیر) ایک روپیہ کی قیمت سے زیادہ کا نہیں تھا خطبہ سے فارغ ہو کر آپنے حضرت بلال کو اذان کا حکم دیا اور ظہر و عصر کی نماز ایک ساتھ ادا کی۔ پھر سوار ہو کر موقف میں تشریف لائے اور وہاں کھڑے ہو کر دیر تک قبلہ رو دعا میں مصروف ہوئے جب آفتاب ڈوبنے لگا تو آپنے وہاں سے چلنے کی تیاری کی حضرت اُسامہ بن زید کو اونٹ پر پیچھے بٹھالیا۔ آپ ناقہ کی زمام کھینچے ہوئے تھے۔ یہانتک کہ اوسکی گردن کجاوے میں آکر لگتی تھی لوگوں کے ہجوم سے ایک اضطراب سا پیدا ہو گیا تھا۔ لوگوں کو دست راست سے اور بخاری میں ہے کہ کوڑے سے آپ اشارہ کرتے جاتے تھے کہ آہستہ آہستہ۔

السکینۃ ایھا الناس السکینۃ ایھا الناس — لوگو آہستہ۔ لوگو آہستہ (بخاری و مسلم و ابوداؤد)

اثنائے راہ میں ایک جگہ اوتر کر طہارت کی۔ اُسامہ نے کہا یا رسول اللہ نماز کا وقت تنگ ہو رہا ہے۔ فرمایا نماز کا موقع آگے آتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ تمام قافلہ کے ساتھ مزدلفہ پہونچے۔ یہاں پہلے مغرب کی نماز پڑھی اسکے بعد لوگوں نے اپنے اپنے پڑاؤ پر جاکر سواریوں کو بٹھایا ابھی سامان کھولنے بھی نہیں پائے تھے کہ فوراً نماز عشا کی تکبیر ہوئی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ لیٹ گئے اور صبح تک آپنے آرام فرمایا۔ بیچ میں روزانہ دستور کے خلاف عبادت شبانہ کیلیے بیدار نہوئے۔ محدثین نے لکھا ہے کہ یہی ایک شب ہے جس میں آپنے تہجد کی نماز ادا نہیں کی۔ کفار قریش مزدلفہ سے اُس وقت کوچ کرتے تھے جب آفتاب پورا نکل آتا تھا اور آس پاس کے پہاڑوں کی چوٹیوں پر دھوپ چمکنے لگتی تھی۔ اوس وقت با آواز بلند کہتے تھے۔ کوہ ثبیر۔ دھوپ سے چمک جاؤ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس رسم کے ابطال کے لیے سورج نکلنے سے پہلے ہی یہاں سے کوچ کر دیا یہ ذی حجہ کی دسویں تاریخ اور سنیچر کا دن تھا فضل ابن عباس آپکے برادر عم زاد آپکے ساتھ ناقہ پر سوار تھے اہل حاجت داہنے بائیں حج کے مسائل دریافت کرنے کے لیے آرہے تھے۔ آپ جواب دیتے جاتے تھے۔ اور زور زور سے مناسک حج کی تعلیم دیتے جاتے تھے

مسائل و احکام متفرقہ کی تعلیم

وادی محسّر کے راستہ سے آپ جمرہ کے پاس آئے ابن عباس سے جو اُس وقت تک کم سن تھے فرمایا مجھے کنکریاں چُن کر دو۔ آپنے کنکریاں پھینکیں اور لوگوں کو خطاب کرکے ارشاد فرمایا۔

ایاکم والغلو فی الدین فانما اھلک — مذہب میں غلو اور مبالغہ سے بچو کیونکہ تمسے پہلی قومیں اسی سے برباد ہو گئیں۔

اسی اثنا میں آپ یہ بھی فرماتے جاتے تھے۔

لتاخذوا مناسککم فانی لا ادری لعلی لا احج بعد حجتی ھذا۔ — حج کے مسائل سیکھ لو میں نہیں جانتا شاید کہ اسکے بعد مجھے دوسرے حج کی بھی نوبت آئے۔ (مسلم و ابوداؤد)

یہاں سے فارغ ہو کر منیٰ کے میدان میں تشریف لائے۔ داہنے بائیں آگے پیچھے تقریباً ایک لاکھ مسلمانوں کا مجمع تھا۔ مہاجرین داہنے انصار بائیں اور بیچ میں عام مسلمانوں کی صفیں تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناقہ پر سوار تھے۔ حضرت بلالؓ کے ہاتھ میں ناقہ کی مہار تھی۔ حضرت اسامہ بن زید پیچھے بیٹھے تھے۔ اور کپڑا تان کر سایہ کئے ہوئے تھے۔ آپنے نظر اوٹھا کر اوس عظیم الشان مجمع کی طرف دیکھا تو فرائض نبوت کے ۲۳ سالہ نتائج نگاہوں کے سامنے تھے۔ زمین سے آسمان تک قبول و اعتراف حق کا نور ضوفشاں تھا۔ دیوان قضا میں انبیا سابقین کے فرائض تبلیغ کے کارناموں پر ختم رسالت کی مہر ثبت ہو رہی تھی اور دنیا اپنی تخلیق کے لاکھوں برس کے بعد دین فطرت کی تکمیل کا مژدہ کائنات کے ذرہ ذرہ کی زبان سے سُن رہی تھی۔ عین اسی عالم میں زبان حق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کام و دہن میں زمزمہ پرداز ہوئی۔ اب ایک نئی شریعت ایک نئے نظام اور ایک نئے عالم کا آغاز تھا۔ اس بنا پر ارشاد فرمایا۔

ان الزمن قد استدار کہیئتہ یوم خلق اللّٰہ السّمٰوات والارض — ابتدا میں خدا نے جب زمین و آسمان کو پیدا کیا زمانہ پھر پھرا کر اوسی نقطہ پر آگیا۔ (بروایت ابوبکرہ)

ابراہیم خلیل اللہ کا طریق عبادت (حج کا موسم) اپنی جگہ سے ہٹ گیا تھا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اس زمانہ میں کسی قسم کی خونریزی جائز نہیں تھی۔ اسلئے عربوں کے خون آشام جذبات حیلہ جنگ کے لئے اُسکو کبھی گھٹا کبھی بڑھا دیتے تھے آج وہ دن آیا کہ اس اجتماع عظیم کے لیے اشہر حرم کی تعیین کردی جائے۔ آپنے فرمایا۔

السنۃ اثنا عشر شہرا منہا اربعۃ حرم ثلاثۃ متوالیات ذوالقعدۃ وذوالحجۃ ومحرم ورجب شہر مضر الذی بین جمادی وشعبان۔ — سال کے بارہ مہینے ہیں جنمیں چار مہینے قابل حرام ہیں تین تو متواتر مہینے ہیں۔ ذیقعدہ ذی حجہ محرم اور چوتھا رجب مضر کا مہینہ جو جمادی اور شعبان کے بیچ میں ہے۔

آپس کی خونریزی سے اجتناب کا حکم

دنیا میں عدل و انصاف اور جور و ستم کا محور صرف تین چیزیں ہیں۔ جان۔ مال اور آبرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کُل خطبہ ہیں۔ گو انکے متعلق ارشاد فرما چکے تھے لیکن عرب کے صدیوں کے زنگ دور کرنے کے لیے مکرّر تاکید کی ضرورت تھی۔ آج آپنے اسکے لئے عجیب انداز بلیغ اختیار کیا۔ لوگوں سے پوچھا آج کون سا دن ہے۔ لوگوں نے عرض کی خدا اور اوسکے رسولؐ کو زیادہ علم ہے آپ دیر تک چپ رہے۔ لوگ سمجھے کہ شاید آپ اس دن کا کوئی اور نام لینگے۔ دیر تک سکوت فرمانے کے بعد فرمایا۔ آج قربانی کا دن ہے۔ لوگوں نے کہا۔ ہاں بیشک ہے۔ پھر پوچھا یہ کون شہر ہے؟ تو لوگوں نے بدستور جواب دیا۔ آپنے اوسی طرح دیر تک سکوت فرمایا پھر کہا کہ ذی الحجہ نہیں ہے؟ لوگوں نے عرض کی ہاں بیشک ہے

پھر پوچھا یہ کون شہر ہے؟ لوگوں نے بدستور جواب دیا آپنے اوسی طرح دیر تک سکوت کے بعد فرمایا کیا یہ بلدۃ الحرام نہیں ہے؟ لوگوں نے عرض کی ہاں بیشک ہے جب سامعین کے دل میں یہ خیال پورے طور سے جاگزین ہو چکا کہ آج کا دن بھی. مہینہ بھی اور خود شہر بھی محترم ہے یعنی اس دن اس مہینہ اور اس مقام میں جنگ اور خونریزی جائز نہیں تو فرمایا۔

فان دمائکم واموالکم واعراضکم علیکم حرام کحرمۃ یومکم ھذا فی شھرکم ھذا وفی بلدکم ھذا — تمھارا خون. تمھارا مال اور تمھاری آبرو تا قیامت اسیطرح محترم ہے جس طرح یہ دن. یہ مہینہ اور یہ شہر محترم ہے (بروایت ابوبکرہ)

قوموں کی بربادی ہمیشہ آپس کی جنگ وجدال اور باہمی خونریزیوں کا نتیجہ رہی ہے. وہ پیغمبر جو ایک لازوال قومیت کا بانی بنکر آیا ہے اوس نے اپنے پیروؤں سے باواز بلند کہا.

الا لا ترجعوا بعدی ضلالا یضرب بعضکم رقاب بعض وستلقون ربکم فیسئلکم عن اعمالکم (بروایت ابوبکرہ) — ہاں میرے بعد گمراہ نہو جانا کہ خود ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو تمکو خدا کے سامنے حاضر ہونا پڑے گا اور وہ تم سے تمھارے اعمال کی بازپرس کریگا۔

ظلم وستم کا ایک عالمگیر پہلو یہ تھا کہ اگر خاندان میں کسی ایک شخص سے کوئی گناہ سرزد ہوتا تو اس خاندان کا ہر شخص اوس جرم کا مجرم قانونی . . سمجھا جاتا تھا اور اکثر اصلی مجرم کے روپوش یا فرار ہو جانیکی صورت میں بادشاہ کا اوس خاندان سے جس پر قابو چلتا تھا اوسکو سزا دیتا تھا. باپ کے جرم کے بدلے بیٹے کو سولی دی جاتی تھی اور بیٹے کے جرم کا خمیازہ باپ کو اوٹھانا پڑتا تھا یہ سخت ظالمانہ قانون تھا جو مدت سے دنیا پر حکمران تھا اگرچہ قرآن مجید نے

لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرٰی — ایک دوسرے کے بار کا ذمہ دار نہیں ہے۔

کے وسیع قانون کے رُو سے اس ظلم کی ہمیشہ کے لیے بیخکنی کردی تھی. لیکن اسوقت جب دنیا کا آخری پیغمبر ایک نیا نظم سیاست ترتیب دیرہا تھا. اس اصول کو فراموش نہیں کرسکتا تھا. آپنے فرمایا۔

الا لا یجنی جان الا علی نفسہ الا لا یجنی جان علی ولدہ ولا مولود علی والدہ. (ابن ماجہ وترمذی) — ہاں مجرم صرف اپنے جرم کا آپ ذمہ دار ہے. ہاں باپ کے جرم کا بیٹا ذمہ دار نہیں اور بیٹے کے جرم کا جوابدہ باپ نہیں ہے۔

عرب کی بدامنی اور نظام ملکی کی بدترتیبی کا ایک بڑا سبب یہ تھا کہ ہر شخص اپنی خداوندی کا آپ مدعی تھا اور دوسرے کی ماتحتی اور فرمانبرداری کو اپنے لیے ننگ وعار جانتا تھا ارشاد ہوا۔

ان امر علیکم عبد مجدع اسود یقودکم بکتاب اللّٰہ — اگر کوئی حبشی بریدہ بینی بریدہ گوش غلام بھی تمھارا امیر ہو اور وہ تمکو خدا کی کتاب

فاسمعوا لہ واطیعوا (مسلم) کے مطابق سے چلے تو اُوسکی اطاعت وفرمانبرداری کرو۔

ریگستان عرب کا ذرہ ذرہ اسوقت اسلام کے نور سے منور ہو چکا تھا اور خانہ کعبہ ہمیشہ کے لئے ملت ابراہیمی کا مرکز بن چکا تھا اور فتنہ پرداز قومین پامال ہو چکی تھین۔ اس بنا پر آپنے ارشاد فرمایا۔

الا ان الشیطان قد ایئس ان یعبد فی بلدکم ہذا ابدا ولکن ستکون لہ طاعۃ فیما تحقرون من اعمالکم فیرضی بہ۔ (ابن ماجہ و ترمذی) ہان شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا کہ اب تمھارے شہر مین اسکی پرستش نہین کی جائیگی۔ لیکن البتہ چھوٹی چھوٹی باتون مین تم اسکی پیروی کروگے۔

سب سے آخر مین آپنے اسلام کے فرض اولین یاد دلائے۔

اعبدوا ربکم وصلوا خمسکم وصوموا شہرکم واطیعوا اذا امرکم تدخلوا الجنۃ ربکم۔ (زاد المعاد) اپنے پروردگار کو پوجو۔ پانچون وقت کی نمازین پڑھو۔ مہینہ بھر کا روزہ رکھو اور میرے احکام کی متابعت کرو۔ خدا کی جنت مین داخل ہو جاؤگے۔

مکہ معظمہ سے روانگی

۱۳ ذی الحجہ سہ شنبہ کے دن زوال کے بعد آپنے یہان سے نکلکر وادی محصب مین قیام کیا اور اسی مقام پر آرام فرمایا پچھلے پہر اوٹھکر مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور خانہ کعبہ کا آخری طواف کرکے وہین صبح کی نماز ادا کی اسکے بعد قافلہ اُسیوقت اپنے اپنے مقام کو روانہ ہو گیا اور آپنے مہاجرین وانصار کے ساتھ مدینہ کی طرف مراجعت فرمائی۔

مقام خم (غدیر) مین قیام

شبلی صاحب کی سریع القلمی کا یہ خاص الخاص مقام ہے۔ غدیر خم کا خاص موقع اور اس موقع خاص کا معرکۃ الآرا واقعہ اور اوس کا ذکر و مذکور اشارۃً وکنایۃً بھی بالکل نامطبوع خاطر ہے کیا ہوا کیسے ہوا۔ کچھ بھی نہین۔ گویا یہ نہ کوئی موقع تھا اور نہ یہ کوئی واقعہ۔ تقلید اسلاف اور تعلیم خلاف کی غرض وغایت کے لیئے اسکی تفصیل بیحد مضر۔ اس بنا پر شبلی صاحب نے اس خار دار وادی کو بڑی پھرتی سے طے کر دیا ہے اور اس موقع کے اون تمام واقعات کو جن پر آیات قرآنی کے نصوص شاہد ہین اپنی خود غرضی کی رواروی مین مرفوع القلم فرماتے چلے گئے ہین۔ کوتہ قلمی اور استخفاف رقمی اتنی اختیار کی گئی ہے کہ خم غدیر کے قیام کو علیحدہ نہین لکھا۔ سلسلہ کے معمولی واقعات کے ساتھ مخلوط ومستور کر دیا ہے اور یون اس واقعہ خاص کی اہمیت اور عظمت مخصوصہ پر اپنی تحریری تعمیم کی چادر ڈالدی ہے کہ حقیقت حال نہ ظاہر ہونے پائے۔ لیکن پھر وہی سوال پیش ہوتا ہے کہ کیا حقیقت چھپ سکتی ہے۔ لا واللہ۔ خود شبلی صاحب نے اس سے قبل کثیر التعداد موقعون پر ایسی کوشش کی۔ لیکن کیا ہوا۔ تمام کوششین بیکار گئین

تدبیرین ضائع ہوئین اور جو حقیقت حال تھی دنیا پر کھل گئی اس عظیم الشان واقعہ مین جسقدر اسقاط واستخفاف واقعات سے کام لیا گیا ہے اور تفصیلات و تصریحات مین جتنی اور جیسی جیسی کوتاہی اور تقصیر القلمی اختیار کی گئی ہے وہ بہت جلد ہمارے سلسلہ بیان سے ظاہر ہوگی۔ ہم اپنی تنقیدی عبارت سے پہلے شبلی صاحب کی اوسی عبارت کو ذیل مین نقل کرتے ہین جو مختلف اقسام کی قلمکاریون کے ساتھ آپنے اس واقعہ کے متعلق تحریر فرمائی ہے۔

شبلی صاحب کا واقعہ غدیر خم

راہ مین ایک مقام خم پڑا۔ جو جحفہ سے تین میل پر ہے۔ یہان ایک تالاب ہے۔ عربی مین تالاب کو غدیر کہتے ہین اور اسلیئے اس مقام کا نام عام روایتون مین غدیر خُم آتا ہے۔ آپنے یہان تمام صحابہ کو جمع کرکے ایک مختصر سا خطبہ دیا۔

امّا بعد الا ایّھا الناس فانّما انا بشر یوشك ان یاتی رسول ربّی فاجیب وانا تارك فیکم الثقلین اوّلھما کتاب اللّٰہ فیہ الھدی والنور فخذوا کتاب اللّٰہ و استمسکوا بہ واھل بیتی اذکرکم اللّٰہ فی اھل بیتی۔

حمد و ثنا کے بعد۔ اے لوگو۔ مین بھی بشر ہون ممکن ہے کہ خدا کا فرشتہ جلد آجائے اور مجھے قبول کرنا پڑے (یعنی موت) مین تمھارے درمیان دو بھاری چیزین چھوڑتا ہون اون مین پہلے خدا کی کتاب ہے جس مین ہدایت اور روشنی ہے۔ خدا کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑلو۔ اور دوسری چیز میرے اہلبیت ہین۔ مین اپنے اہلبیت کے بارے مین تمھین خدا کو یاد دلاتا ہون۔

آخری جملہ کو آپنے تین بار مکرر فرمایا (مسلم) یہ صحیح مسلم (مناقب حضرت علیؑ) کی روایت ہے نسائی۔ مسند امام بن حنبل۔ ترمذی۔ طبرانی۔ طبری اور حاکم وغیرہ مین کچھ اور فقرے بھی ہین جن مین حضرت علیؑ کی منقبت ظاہر کی گئی ہے۔ ان روایتون مین ایک فقرہ اکثر مشترک ہے۔

من کنت مولاہ فعلیؑ مولاہ اللّٰھم وال من والاہ وعاد من عاداہ

جسکا مین محبوب ہون وسکا علی محبوب ہونا چاہیئے الٰہی جو علیؑ سے محبت رکھے اُس سے تو بھی محبت رکھ اور جو علیؑ سے عداوت رکھے اُس سے تو بھی عداوت رکھ

۱؎ سبحان اللہ شمس العلما مولوی شبلی صاحب ہم بھی آپکی اس شان تجاہل عارفانہ اور تساہل خود غرضانہ کی داد دیتے ہین۔ آپکو عربی کی لغت مین سوائے محبوب کے جو مفہوم مجازی کی اشارت و رعایت بتلاتا ہے۔ مولا کے اور کوئی معنی نہین ملے۔ نہ السید المطاع کے معنی پر نظر پڑی اور نہ اَولی بالتصرف پر نظر گئی۔ اور نہ حاکم۔ آقا اور مولا کے معنی دکھلائی دیئے۔ فرمائیے یہ منتا نہ ترجمہ ہوا پھر ہونا چاہیئے۔ یہ کس صیغہ کا ترجمہ ہے۔ وہان تو حروف رابطہ کا نام ہی نہین فائے اتصالی جو امثال مینی کا فائدہ دیتی ہے موجود ہے۔ پھر ترجمہ مین مماثلت عینی کو صورت حمایلیہ و شکل اختیاریہ میت بدل دینا کس دیانتدار مترجم اور مولف کا کام ہوسکتا ہے۔ المولف عفی عنہ

احادیث مین یہ خاص تصریح نہین کہ ان الفاظ کے کہنے کی کیا ضرورت پیش آئی بخاری مین ہے کہ اس زمانہ مین حضرت علیؑ یمن بھیجے گئے تھے جہان سے واپس آکر وہ حج مین شامل ہوئے تھے۔ یمن مین انھون نے اپنے اختیار سے ایک ایسا واقعہ کیا تھا جسکو انکے بعض ہمراہیون نے پسند نہین کیا تھا۔ ان مین سے ایک صاحب نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی۔ آپنے فرمایا علیؑ کو اس سے زیادہ کا حق تھا عجب نہین کہ اسی قسم کے شکوک رفع کرنے کے لئے اس موقع پر یہ الفاظ فرمائے گئے۔ سیرۃ النبیؐ جلد اول

غدیر خم کے ایسے عظیم الشان اور معرکۃ الآرا واقعہ کو شبلی صاحب نے کل گیارہ سطرون مین لکھکر تمام کردیا یہ فن مختصر معانی مین آپکے کمال کا بیّن ثبوت ہے بہت ہی غنیمت ہے کہ آپنے غدیر خم کے نام سے تاریخ اسلام مین ایک واقعہ کا وجود تو تسلیم کیا۔ ورنہ اگر سرے سے اسکا انکار ہی کردیا ہوتا تو کوئی آپکا کیا کرلیتا۔

آپ تحریر فرماتے ہین کہ یہان تمام صحابہ کو جمع کرکے ایک مختصر سا خطبہ دیا شبلی صاحب۔ یہ مختصر سا خطبہ نہین ہے بلکہ نہایت ہی طویل و پر تفصیل ارشاد ہدایت بنیاد ہے جسے آپ بھی خود جانتے ہین اور عنقریب میرے سلسلہ بیان سے بھی جان لینگے۔ بہر حال آپنے جو عبارت خطبہ خم غدیر کے نام سے عام مسلمانون کی مغالطہ دہی کی غرض خاص سے لکھی ہے اوسکو تو سوائے آپکے کوئی پڑھا لکھا آدمی خطبہ نہین کہہ سکتا کیونکہ اوس مین نہ کلام ارشاد و ہدایت ہین اور نہ احکام شریعت۔ بظاہر تو وہ ایک معمولی روایت ہے یا حدیث وصیت جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے وفات فرمانے کا یقین کرکے قرآن کی اتباع واہلبیت کے ساتھ محاسن سلوک قائم رکھنے کی وصیت فرمائی ہے۔ اگرچہ آپنے بڑی جانکاہی سے۔ بڑی دیدہ ریزی اور کمال دماغ سوزی سے۔ بڑے حفظ تقدم کے ساتھ۔ حدیث ثقلین کی مرویات کثیرہ مین سے مسلم کی یہ دم بریدہ روایت چن لی ہے۔ جس مین قرآن کے اتباع کے ساتھ اہلبیت کی اتباع کی مساوات نہ قائم ہوسکے۔ اور الفاظ روایت مین فاستمسکوا (قرآن کے لیے) اور اذکروا (اہلبیت کے لیے) کے فرق مابہ الامتیاز کو دکھلا کر گویا مسلمانون کو یہ سمجھانا چاہا ہے کہ تمسک کا حکم صرف قرآن کے لیے آیا ہے۔ اہلبیت کے ساتھ صرف ذکر کرنیکی شرط ہے یعنی انھین بھی یاد کرلیا کرو۔ گویا حضرت عمر کے قول حسبنا کتاب اللہ کی تصدیق کا مقدمہ قائم کیا گیا ہے۔

مگر دیکھیے شبلی صاحب ہم آپکو یہین پر ٹوک بتلائے دیتے ہین کہ آخر حقیقت نہ چھپ سکی۔ ظاہر ہو ہی گئی۔ وہ اس طرح کہ آپ ہون یا آپکے امام مسلم صاحب۔ دونون نے اس روایت سے قرآن کے ساتھ اہلبیت کی مساوات فی المنزلت کو چھپانا چاہا تھا۔ وہ نہ چھپی۔ آپنے مسلم کی جو حدیث لکھی ہے اوس مین خود مسلم صاحب گویا جناب رسولخدا صلعم کے یہ خاص الفاظ انی تارك فیکم الثقلین مین تم مین دو بھاری چیزین چھوڑتا ہون۔

لکھ چکے ہین جہان دونون کے باہم مساوی و مقابل ہونے پر دال ہین کیونکہ تثنیہ کے صیغہ مین آیا ہے کوئی ان کا تیسرا مقابل نہین ہو سکتا جب سوائے ان دو اشیائے عظیم کے کوئی تیسرا ان کا مقابل نہین تو عقلاً اور نقلاً یہ دونون اشیاء باہمی مقابل و مماثل اور مساوی و مرادف ضرور ہونگے۔ اس بنا پر آپ ہی کے نقل و اعتراف سے جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زبانی انکی باہمات تقابل، مساوات اور ترادف تو ضرور ثابت ہو گیا۔ اب الفاظ تفصیلی مین آپ اور آپکے رواۃ اپنے استحفاظ عقائد اور تقلید اسلاف کی خود غرضیون سے جو افراط و تفریط اور اختلاف و تفریق نہ پیدا کر لین وہ آپ کا کام ہے۔ نعوذ باللہ رسول اللہؐ کا کلام خاص نہین۔

اسکے بعد آپکی آئندہ تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث مسلم کی نقل کے وقت آپکو تنقید کا خوف لگا ہوا تھا۔ اس بنا پر اسکے بعد فوراً ہی لکھدیا گیا کہ نسائی۔ مسند امام ابن حنبل۔ ترمذی۔ طبرانی۔ طبری اور حاکم وغیرہم مین کچھ اور فقرے بھی ہین جن مین حضرت علیؑ کی منقبت ظاہر کی گئی ہے۔

شبلی صاحب۔ ایمان سے کہئے کہ اتنے اکابر علما و محدثین کی مرویات حدیث کے ہوتے ہوئے جن مین دو بزرگوار تو۔ اصحاب صحاح ہونیکی حیثیت سے مسلم کے ہموزن و ہمپایہ ہین۔ آپنے پھر مسلم کی روایت کو کیون ترجیح دی اور صرف اونھین کی روایت کو کیون لکھا؟ اس سوال کا آپ صرف یہی جواب دینگے کہ طائفہ محدثین مین مسلم کا اعتبار اور لوگون سے بڑھا ہے جسکی تصریح دیباچہ مین ہو چکی ہے۔ ہم جواباً عرض کرتے ہین کہ آپکا یہ جواب نہ حقیقت پر مبنی ہے اور نہ اصلیت کا مقتضی۔ یہ ترجیح و تفضیل آپکی اور آپکے علما کی بیش بندیان ہین جو انھین واقعات کے استخفاف و احذاف کی غرض خاص سے ایجاد کی گئی ہین جس کا منقدانہ انکشاف آپکے دیباچہ کے تبصرہ مین ہم کامل طور سے کر چکے ہین۔ یہ بالکل سچ ہے کہ انھین مقامات اور واقعات خاص کے چھپانے گھٹانے اور مٹانے کے لیے۔ ارباب صحاح مین بخاری و مسلم کی ترجیح کا مسئلہ ایجاد کیا گیا ہے کیونکہ ان حضرات کو ان واقعات کے استخفاف و احذاف مین بڑی دستگاہ حاصل تھی۔ مگر کیا؟ وہی حقیقت تھی۔ سچی اور اصلی۔ بالآخر نہ چھپ سکی۔ امام حاکم کو مستدرک مین اس کا ادراک ہوا۔ تو جھلا کر لکھدیا۔

ھذا حدیث صحیح علی شرط مسلم و لم یخرجاہ یہ حدیث شرط مسلم کے رو سے صحیح ہے اگرچہ مسلم و بخاری نے اسکو نہین لکھا ہے کہیے مسلم و بخاری کے استخفاف حقیقت سے کیا ہوا۔ اتنے علما نے اصل عبارت و حقیقت لکھکر صحیحین بخاری و مسلم کی قلمکاریون کے چھلکے اوتار دیے۔ ہم آپکے مولفانہ تدین کی اوسوقت تعریف کرتے جب مسلم کی صرف مرقومہ بالا حدیث کی نقل پر اکتفا نہ فرمائی گئی ہوتی۔ اوسکے ساتھ نامبردہ محدثین کی حدیثین بھی لکھدی گئین ہوتین اور اسی کے ساتھ ٹھنڈے دل سے اون فقرات کو بھی لکھدیا ہوتا۔ جو مسلم کی روایت سے ان روایتون مین زیادہ تھے۔ اور جن سے۔

بقول آپکے حضرت علیؑ کی منقبت ظاہر ہوتی تھی نہیں معلوم کہ مولفانہ تدین کے خلاف آپنے محدثین کی نقل مرویات سے کیوں احتیاط فرمائی - سوائے دو وجہوں کے تیسری کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی - ایک تو یہ کہ اتنے اقوال متواترہ سے مسلم کے قول منفردہ کی تردید و تکذیب لازم آجائیگی - دوسری وجہ آپکی وہی قدیم عادت اور عظیم مجبوری ہے کہ حضرت علیؑ کی منقبت ظاہر ہوجائیگی - بہرحال آپ مجبور تھے بحمد اللہ ہم تو مجبور نہیں - ان تمام علماء کے قول ہم ایک ایک کرکے (واقعہ غدیر میں حدیث ثقلین کے تفصیلی الفاظ کے ساتھ) ہم ذیل میں لکھے دیتے ہیں -

غدیر خم میں حدیث ثقلین سب سے پہلے آپ نسائی کا نام لکھتے ہیں - نسائی لکھتے ہیں -

عن زید بن ارقمؓ قال لما حج رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ واٰلہ وسلم حجۃ الوداع وعاد قاصد المدینۃ قام بغدیر خم وھو ما بین مکۃ ومدینۃ وذلك فی الیوم الثالث عشر من ذی الحجۃ فقال یا ایھا الناس انی مسئول وانتم مسئولون ھل بلغت قالوا نشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وانك رسول اللّٰہ وقال وانا اشھد مثل ما شھدتم ثم قال ایھا الناس قد خلفت علیکم ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا بعدی کتاب اللّٰہ واھلبیتی وان اللطیف الخبیر اخبرنی انھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض وسعۃ حوضی ما بین بصرہ وصنعا عدد انیۃ عدد النجوم ان اللّٰہ اسئلکم کیف خلفتمونی فی کتاب اللّٰہ واھلبیتی - الی اٰخر الحدیث -

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج الوداع سے بقصد مدینہ منورہ واپس ہوئے تو غدیر خم پر قیام کیا جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے اس وقت ماہ ذی الحجہ کی تیرہویں تاریخ تھی - لوگوں سے حضرت نے فرمایا - اے لوگو مجھسے پوچھا جائیگا اور تمسے بھی پوچھا جائیگا کہ آیا میں نے تمکو خدا کا پیغام پہونچا دیا ہے - تمام لوگوں نے عرض کیا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپنے خدا کا پیغام پہونچا دیا ہے اور نصیحت کرنیکا حق ادا فرما دیا ہے - اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں ہے اور آپ خدا کے رسول برحق ہیں - حضرت نے فرمایا میں تمہاری گواہی پر گواہی دیتا ہوں کہ - فرمایا اے لوگو میں تم میں اپنے پیچھے دو چیزیں چھوڑتا ہوں اگر تم ان دونوں سے تمسک کیا تو تم میرے بعد ہرگز گمراہ نہوگے - وہ خدا کی کتاب اور میرے اہلبیت ہیں خدائے مہربان خبر دینے والے نے مجھے خبر دی ہے کہ جبتک وہ دونوں حوض پر وارد ہوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہونگے میرے حوض کی وسعت اتنی ہے جتنی بصرہ سے صنعاء (یمن) تک اسکے پیالے تاروں کی گنتی کے برابر ہیں تحقیق کہ خدا تم سے پوچھنے والا ہے کہ تمنے میرے بعد خدا کی کتاب اور میرے اہلبیت کے ساتھ کیا برتاؤ کیا -

اگرچہ مسلم کی حدیث سے بھی قرآن واہلبیتؑ کی مساوات ثابت ہوتی تھی مگر چونکہ اوسمیں تمسکوا یعنی اتباع کا حکم صرف قرآن کے ساتھ تھا اور اہلبیتؑ کے ساتھ واذکروا کا لفظ آیا تھا اس بنا پر مذبذبین اور مشککین فی العقاید کو اسکے باہمنہ

اتباع کے اتحاد مین شک کرنیکی کسیقدر گنجایش رہ جاتی تھی۔ چنانچہ اسی خیال سے آپنے بھی اس سے بیجا فائدہ اٹھانا چاہا ہے کہ حقیقت جہانتک چھپی رہے اور مناقب علیؑ و اہلبیت کے الفاظ جہانتک کم رہین وہین تک بہتر ہے۔

اب مرقومۂ بالا عبارت امام نسائی کی پیش نظر کر دی گئی ہے اسکے الفاظ صاف بتلا رہے ہین کہ جس طرح قرآن و اہلبیت منزلت مین برابر ہین اوسی طرح شرط اتباع و متابعت مین بھی مساوی ہین اور تمسکوا کا تنہا لفظ دونون کے تمسک کا حکم دیتا ہے۔ اور یہ بھی بتلاتا ہے کہ ان کا یہ اتحاد و اتصال باہمی بھی ابدی ہے اور دائمی۔ یہ ایک دوسرے سے تا یوم الورود علی الحوض یعنی قیامت تک جدا نہین ہوسکتے۔ ان کا عدم تمسک اور انکار متابعت ضلالت کا یقینی باعث ہے پھر اپنی اسی آخری موعظت علی الامت مین بطور وصیت ذات رسالت علیہ وآلہ السلام والتحیہ نے اس تمسک کی عظمت واہمیت کو ان الفاظ مین تاکید و تہدید دونون طریقون سے بتلادیا ہے کہ "اسمین تمھاری آزمائش کی جائیگی اور دیکھا جائیگا کہ تم ان دونون اشیائے عظیم کے ساتھ کیا برتاؤ کرتے ہو۔

اب محققین خود دیکھ لین گے کہ مسلم کی حدیث کے الفاظ مساوات و اتباع اہلبیت بالقرآن کی نسبت کیسے مبہم تھے اور اس حدیث نسائی کی عبارت کسقدر صاف اور مفصل ہے شبلی صاحب سے ہم کیا پوچھین ؟ خدا پوچھے یا وہ جسکی کتاب لکھی گئی ہے (صلوٰۃ اللہ علیہ وآلہ) کہ ایسی صاف اور روشن حدیث کے ہوتے ہوئے۔ ویسی ہی مبہم اور گنجلک روایت کیون لکھی گئی۔ ہمین خوف ہے کہ کہین شبلی صاحب عادتاً وہان بھی جواب مین یہ نہ فرمادین کہ نسائی جھوٹا تھا۔ اور مسلم سچا تو اور بن جائے۔ فافہم فتدبر۔

نسائی کے بعد شبلی صاحب نے اپنی ترتیب مین امام ابن حنبل کا نام لکھا ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل مین بھی بعینہ وبلفظہ یہی الفاظ حدیث درج ہین جو نسائی کی حدیث مین ہے۔ اسلئے اوس کا نقل کرنا بیکار ہے۔

احمد بن حنبل کے بعد آپنے ترمذی شریف کا حوالہ دیا ہے۔ اونکی عبارت ملاحظہ ہو۔

عن حذیفہ عن ابن اسید الغفاری ان رسول اللہ صلعم قال انی اسئلکم حین تردون علیّ عن الثقلین فانظروا کیف تخلفونی فیہما فیہما الثقل الاکبر کتاب اللہ عزوجل سبب طرفہ بید اللہ وطرفہ بایدیکم واستمسکوا بہ لا تضلوا ولا تبدلوا وعترتی واہلبیتی وانہ قد نبانی اللطیف

حذیفہ ابن اسید غفاری سے روایت کرتے ہین کہ تحقیق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مین تمسے دو بھاری چیزونکی نسبت پوچھنے والا ہون دیکھو تم میرے بعد اُن دونون کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو۔ پہلی بڑی چیز تو خدا تعالی کی کتاب ہے جسکی رسی کا ایک سرا تمھارے خدا کے ہاتھ مین ہے اور دوسرا تمھارے ہاتھون مین ہے تم اسکو مضبوط پکڑلو تو گمراہ نہوگے۔ اور نہ تم بدلوگے۔ اور یہ میرے قریبی اہل بیت ہین مجھے خدائے لطیف وخبیر نے خبر دی ہے کہ وہ

الخبیر انھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض ۔ | دونون جبتک کہ میرے پاس حوض پر وارد نہون ایک دوسرے سے علٰحدہ نہین ہوسکتے ۔

اسکے بعد آپنے طبرانی اور طبری کی مرویات کا حوالہ دیا ہے ۔ اون دونون کتابون مین یہ روایت نسائی کے الفاظ روایت کیساتھ مرقوم ہے تفصیل کے لیے ارجح المطالب مطبوعہ لاہور صفحہ ۹۴ تا ۱۰۹ ملاحظہ ہو ۔

حدیث ثقلین کی نسبت جو شبلی صاحب نے تلخیص کی تھی اور قطع و برید فرمائی تھی ۔ صرف اوسی کی تنقید کی گئی ہے اور آپ کے اقرار و اعتراف کے موافق صحیح مسلم کی حدیث سے ان مین جو فقرے زائد تھے ۔ اور آپ نے ضرورتاً اونکو نہین لکھا تھا ۔ وہ ایک ایک کرکے اون تمام محدثین نے لکھدیئے ہین اور بتلا دیئے ہین ۔ وہ فقرات یہ ہین ۔

(۱) ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی | اگر تم ان سے تمسک کروگے تو میرے بعد کبھی گمراہ نہوگے ۔

(۲) انھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض ۔ | اور تا وقتیکہ دونو لوٹ کر میرے پاس حوض کوثر پر نہ آئین ایک دوسرے سے جدا نہین ہوسکتے ۔

(۳) ان اللہ لسائلکم کیف خلفتمونی فی کتاب اللہ واھل بیتی ۔ | اور تحقیق کہ خدا تعالیٰ تمسے پوچھیگا کہ تم لوگون نے میرے بعد کتاب خدا اور میرے اہلبیت کے ساتھ کیا سلوک کیئے ۔

ان فقرات حدیث سے اہلبیت علیہم السّلام کی قرآن مجید کے ساتھ مطابقت ۔ مقابلت اور مرادفت پورے طور سے ثابت ہے اور انھین مرافقت و موافقت کے ساتھ اتباع باہمی بھی متحد ہے یعنی وجوب اتباع مین قرآن مجید کا بھی وہی مرتبہ ہے جو اہل بیت کا ۔ اور اہلبیت رسول اللہ بھی ویسے ہی مطاع المومنین ہین جیسے کلام اللہ ۔

مسلم والی حدیث مین جسکو شبلی صاحب نے چنگہ قلبند فرمایا ہے ۔ اہلبیت علیہم السّلام کے یہ خصوصیات ایک بھی مذکور نہین ۔ صرف لفظ ثقلین کا بصیغہ تثنیہ ہونا اونکی مرادفت بالقرآن کی طرف اشارہ کن ہے جیساکہ تمہید مین بیان ہوچکا ہے مسلم صاحب کا اندراج اور آپکا تمام حدیثون مین سے اسی حدیث کا خاص انتخاب صرف اہلبیت رسول علیہم السّلام کے استخفاف عظمت و منزلت کی ضرورت کی غرض سے تھا اور آپ کی تمام تالیفات مین یہ موضوع خاص طور پر آپکو مطبوع ہے ۔ چنانچہ آپکی ان کوتہ قلمیون کے تمام مقامات مین ہم اپنے منقدانہ انکشافات سے حقیقت حال دکھلاتے آئے ہین ۔ آپ اپنی ضرورت اور عادت سے مجبور تھے ۔ اس مقام پر بھی آپنے ضرورتاً وہی طریقہ اختیار کیا جو تمام ایسے مقام پر اختیار فرما چکے تھے ۔ مگر کیا آپکی ان کوششون سے بھی حقیقت حال چھپ سکی ؟ اور کیا قرآن اور اہلبیت اپنی باہمی مساوات ۔ منزلت اور حکم متابعت مین ایک

دوسرے سے علیحدہ ثابت ہو گئے۔ مرزا اوج مرحوم سے

قرآن مٹے کسی کے مٹائے تو ہم مٹیں

حدیث من کنت مولاہ فعلیؑ مولاہ

حدیث ثقلین کے متعلق ہم اپنے منتقدانہ انکشافات کو لکھکر حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ (جس کا میں مولا ہوں اوس کا علیؑ مولا ہے) کی تفصیل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

مگر چونکہ آپ نے تنہا یہ فقرہ لکھدیا ہے۔ اور وہ حدیث نہیں لکھی جس میں یہ فقرہ داخل ہے جس سے ایسے متواتر مشہور اور معرکتہ الآرا واقعہ کی تفصیلی حقیقت کے کسی پہلو پر کوئی روشنی نہیں پڑتی اور آپ بھی اسکی حقیقت حال پر کسی طرح روشنی ڈالنا نہیں چاہتے۔ اسلیئے کہ یہی ایک حقیقت نگاری خلافت کی تمام مصنوعی قلمکاریوں کو بیکار و مستاصل کر دیتی۔ اگرچہ چودہ سو برس کے بعد خلافت کا زاہدانہ ہیر رسالہ طلسم غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے ہاتھ سے ٹوٹ گیا۔ اور اب اس خلافت مصنوعی کا دنیائے اسلام میں کہیں نام و نشان نہیں۔ یہانتک تک تو نوبت پہونچ گئی کہ دنیاوی سلطنتوں اور ملکی حکومتوں کے معمولی اور عام اسلامی سلاطین بھی اپنے نام کے ساتھ اس لقب کا اختیار کرنا پسند نہیں کرتے۔ اسکی مصنوعی عظمت اور موضوعی اہمیت کا پردہ ایسا فاش ہو چکا ہے کہ اب اس موضوع پر قلم اوٹھانا ہی بیکار ہے۔ حقیقتاً ابتدا ہی سے اس واقعہ خاص کی حقیقت چھپائی گئی۔ اور پھر اس شد و مد اس زور و شور اور اس نظم و اہتمام کے ساتھ کہ اسکے اسقاط و استخفاف کی ضرورتوں کے آگے نہ نص الٰہی مانی گئی اور نہ احادیث رسالت پناہی۔ صرف اپنے مصنوعات منفردہ اور موضوعات غیر مقیدہ کے جال در جال تمام دنیا میں حکومت کی شمشیر اور حکمت عملی کی تدبیر و تزویر سے پھیلائے گئے۔ حالانکہ حقیقت حال اور صورت واقعہ تمام کتابوں میں موجود تھی۔ اصلیت اور واقعیت تمام تر مرویات میں مرقوم تھی۔ واقعیت خود اونکے علم و یقین میں محفوظ تھی لیکن وہی خود غرضی۔ حفظ عقائد۔ تقلید اسلاف اور تعصب نہ حق کہنے دیتا تھا اور نہ حق سننے دیتا تھا اور نہ حق بتلانے دیتا تھا۔ لطف تو یہ ہے کہ خلافت تو رخصت ہو گئی۔ لیکن اوسکی مصنوعی حقیقت اور جعلی ترکیب حیثیت پر اب تک اصرار باقی ہے وہ نکل کے سانپ گیا لکیر پیٹا کر۔

چونکہ شبلی صاحب نے اپنی خود غرضی سے اس لئے بڑے مشہور و معروف اور عظیم الشان تاریخی واقعہ کو اپنے سلسلہ بیان سے قلم زد فرما دیا ہے بلکہ اسکے متعلق تمام نصوص قرآنی اور احادیث و احکام رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو چھپایا ہے اور اتنے بڑے واقعہ تاریخی اور خطبہ نبوی کو بالکل نسیاً منسیاً کر دیا ہے اسلیئے ہمکو ایک تاریخ نویس اور سیرت نگار ہونے کے اعتبار سے اسکی حقیقت حال کو پوری تفصیل سے لکھکر دکھلا دینا نہایت

ضروری ہے۔

حدیث من کنت مولاہ اور خطبہ غدیر خم

شبلی صاحب۔ غنیمت ہے کہ حدیث من کنت مولاہ کو نسائی۔ ابن حنبل۔ ترمذی۔ طبرانی طبری اور حاکم وغیرہم۔ استنے محدثین و مورخین کی مرویات کا کلمہ مشترک بتلاتے ہیں۔ اور متفق لکھنے سے احتیاط فرماتے ہیں۔ آپ سے مشترک اور متفق کی تفریق و مساوات پر کون اوبھے۔ شبلی صاحب آپ جسکو فقرہ مشترک بتلاتے ہیں وہ بہت بڑی طولانی۔ بہت بڑی مستند، معتبر اور متواتر حدیث غدیر ہے۔ جسکے معتبر۔ مستند اور متواتر ہونے پر آپ اپنے علمائے محدثین کے پہلے حسب ذیل اقوال ملاحظہ فرمالیں۔ اسکے بعد اسکے اسباب وقوع اور مفصل حقیقت واقعیت کو ملاحظہ فرمائینگے۔

علامہ جزری اسنی المطالب میں لکھتے ہیں۔

قال شمس الدین محمد بن محمد الجزری صاحب الحصن الحصین فی اسنی المطالب فی ذکر حدیث الغدیر ولا عبرۃ بمن حاول تضعیفہ ممن لا اطلاع لہ فی ھذا العلم

شمس الدین محمد بن محمد الجزری صاحب کتاب حصن الحصین اپنی کتاب اسنی المطالب میں بذیل ذکر حدیث غدیر لکھتے ہیں کہ اس حدیث کے تضعیف کرنیوالے کا اعتبار نہیں ہے کیونکہ اوسکو اس علم حدیث میں کچھ خبر نہیں۔

(۲) مرزا محمد معتمد خان بدخشی۔ نزل الابرار میں لکھتے ہیں۔

ھذا حدیث صحیح مشھور لم یتکلم فی صحتہ الا متعصب جاھد لا اعتبار بقولہ

یہ حدیث صحیح ہے اور مشہور ہے۔ اسکی صحت میں منکر متعصب کے اور کسی نے عذر و کلام نہیں کیا۔ اور ایسے شخص کی بات کا اعتبار نہیں

(۳) امام ذہبی تحریر فرماتے ہیں۔

واما حدیث من کنت مولاہ فعلیؑ مولاہ فلہ طریق جیدۃ وقد افردت ذلک ایضاً۔

حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کے بہت سے طریقے کھڑے ہیں میں نے ایک مستقل رسالہ میں اسکی تفرید کی ہے۔

ذہبی کی یہ عبارت بذیل ترجمہ عبداللہ الحاکم صاحب مستدرک۔ تذکرۃ الحفاظ میں موجود ہے۔

(۴) ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں۔

ان ھذا حدیث صحیح لا مریۃ فیہ بل بعض الحفاظ عدہ متواترا

بیشک حدیث صحیح ہے جس میں کسی طرح کا شبہہ نہیں ہے بلکہ بعض حفاظ حدیث نے اوسکو متواترات میں شمار کیا ہے۔

(۵) محدث شیرازی کتاب اربعین میں لکھتے ہیں۔

هذا الحديث متواتر عن النبي صلعم رواه جم عفير من النبي صلعم

یہ حدیث آنحضرت صلعم سے متواتر روایت ہوئی ہے ایک جماعت کثیر او بڑے گروہ نے اوسکو روایت کیا ہے

(۶) علامہ مقبلی تحریر کرتے ہین۔

قال العلامة ضياء الدين صالح بن مهدى المقبلى في كتابه المسمى بابحاث المسددة في فنون المتعددة ومن شواهد ذلك ماورد في حق على في الجنة وهو على حديثه متواتر معنى واشهر رواية حديث من كنت مولاه فعلى مولاه۔

علامہ ضیاء الدین صالح بن مہدی المقبلی کتاب ابحاث مسددہ فی فنون المتعددۃ مین لکھتے ہین کہ انھین اقسام حدیث مین سے وہ حدیثین ہین جو حضرت علی قطعی جنتی ہونے کی نسبت وارد ہوئی ہین۔ جو اپنی حدین بمعنی متواتر ہین اور حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ انھین احادیث مین سے ہے۔

(۷) امام عبدالرؤف مناوی کتاب تیسیر مین لکھتے ہین۔

من كنت مولاه فعلى مولاه اخرجه احمد وغيره رجال له ثقاة بل قال المولف حديث متواتر وهذا ذكره على بن احمد نور الدين محمد بن ابراهيم العزيزى في سراج المنير شرح جامع الصغير۔

عبدالرؤف مناوی کتاب التیسیر شرح جامع صغیر سیوطی مین لکھتے ہین حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کو امام احمد بن حنبل وغیرہ محدثین نے نقل کیا ہے اور امام احمد کے تمام راوی ثقہ ہین مولف جامع صغیر کہتے ہین کہ یہ حدیث متواتر ہے اور علی بن احمد بن نور الدین محمد بن ابراہیم العزیزی نے بھی سراج المنیر شرح جامع صغیر مین اسی طرح ذکر کیا ہے۔

(۸) علامہ ابراہیم عزیزی لکھتے ہین۔

وهذا الحديث اخرجه السيوطى في الفوائد المتكاثرة في الاخبار المتواترة وفى الازهار المتناثرة في الاخبار المتواترة وعلى المتقى في مختصر قطف الازهار۔

اس حدیث کو حافظ جلال الدین سیوطی نے فوائد متکاثرہ اور ازہار متناثرہ مین لکھا ہے اور علی متقی نے مختصر قطف الازہار مین لکھا ہے اور ان کتابون مین ان دونون صاحبون نے احادیث متواترہ کے جمع کرنے کا التزام کیا ہے۔

(۹) علامہ حلبی انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون مین لکھتے ہین۔

هذا الحديث صحيح ورد باسانيد صحاح وحسان ولا التفات عن قدح في صحته كابى داؤد

یہ حدیث صحیح ہے اور اسانید صحیح وحسن سے مروی ہے ابو داؤد اور ابو حاتم رازی کے اقوال جنھون نے اس حدیث

وابی حاتم الرازی ۔ | مین قدح کی ہے ۔ التفات کے قابل نہین ۔

(۱۰) امام عاصمی زین الفتیٰ مین لکھتے ہین ۔

هذا الحدیث تلقته الامة بالقبول وهو موافق الاصول ۔ | اس حدیث کو امت نے قبول کیا ہے اور یہ حدیث بالکل مطابق اصول کے ہے ۔

(۱۱) حافظ محمود بن محمد بن علی الشیخانی کتاب صراط السوی مین لکھتے ہین ۔

قال الذهبی هذا حدیث حسن اتفق علی ما ذکرنا جمهور اهل السنة والجماعة ۔ | حافظ ذہبی کا قول ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور جیسا کہ ہمنے ذکر کیا ہے اسپر جمہور اہلسنت والجماعت کا اتفاق ہے ۔

(۱۲) فقیہ ابن المغازلی کتاب مناقب مین لکھتے ہین ۔

قال الحافظ ابو القاسم الفضل بن محمد هذا حدیث صحیح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقد روی عنه نحو مائة نفس منهم العشرة وهو ثابت لا اعرف له علة تفرد علی رضی اللہ عنه بهذا الفضیلة لم یشرکه احد ۔ | ابو القاسم فضل بن محمدؒ کہتے ہیں کہ یہ حدیث آنحضرت صلعم سے نہایت صحت کے ساتھ روایت ہوئی ہے اور سو آدمیون نے اس حدیث کو حضور سے روایت کیا ہے ۔ مین کوئی سقم اس حدیث مین نہین پاتا ۔ حضرت علیؑ اس فضیلت مین یکتا ہین کوئی صحابی آپکا اس مین شریک نہین ہے ۔

(۱۳) حافظ ابن حجر صواعق محرقہ مین لکھتے ہین ۔

قال الحافظ ابن حجر حدیث من کنت مولاه فعلی مولاه اخرج الترمذی والنسائی وهو کثیر الطرق جدا وقد استوعبها ابن عقدہ فی کتاب مفرد وکثیر من اسانیدها صحاح وحسان | خاتم المحدثین ابن حجر صواعق محرقہ مین لکھتے ہین کہ حدیث من کنت مولاه فعلیؑ مولاه کو ترمذی اور نسائی نے لکھا ہے اور اس حدیث کے طریقہ کثرت سے ہین ۔ ابن عقدہ نے ایک مستقل کتاب مین انکو جمع کیا ہے اور اسکی اکثر سندین صحیح اور حسن ہین ۔

(۱۴) شاہ عبد الحق صاحب لمعات شرح مشکوۃ مین لکھتے ہین ۔

قال الشیخ عبد الحق فی اللمعات شرح مشکوۃ هذا حدیث صحیح لا مریة فیه وقد اخرجه جماعة کالترمذی والنسائی واحمد وطرقه کثیرة جدا رواه ستة عشر صحابیا وفی روایة احمد انه سمعه من النبی | شیخ عبد الحق محدث لمعات شرح مشکوۃ مین لکھتے ہین یہ حدیث صحیح ہے اسمین کسی طرح کا شبہہ نہین ہے ۔ محدثین کی ایک جماعت نے مثل ترمذی ۔ نسائی ۔ اور امام احمد بن حنبل کے اسکی تخریج کی اور اس حدیث کے بہت سے طریقے ہین ۔ سولہ صحابیون نے اسکو روایت کیا ہے امام احمد بن حنبل کی ایک روایت مین ہے کہ اس

صلعم ثلثون صحابیاً وشهد وابه لعلی لمّا تو نّرع فی ایام خلافته وکثیر من اسانیده صحاح وحسان ولا التفات لمن قدح فی صحته۔

حدیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تیس صحابیوں سے سُنا ہے اور جبکہ ایسے ایّام خلافت میں حضرت علیؑ نے تنازع کیا تو ان لوگوں نے گواہی دی۔ اور اسکی اکثر سندیں صحیح اور حسن ہیں اور جس شخص نے کہ اسکی صحت میں کلام کیا ہے اوسکے قول کا اعتبار نہیں۔

(۱۵) علّامہ محمد بن اسمٰعیل بن صلاح الامیر الیمانی الصنعانی کتاب روضۃ الندیہ میں لکھتے ہیں۔

قال محمد بن اسماعیل بن صلاح الامیر الیمانی الصنعانی فی کتاب روضة النّدیه وحدیث غدیر متواتر عند اکثر ائمة۔

محمد بن اسماعیل بن صلاح الامیر الیمانی الصنعانی کتاب روضۃ الندیہ میں لکھتے ہیں کہ حدیث غدیر اکثر ائمہ حدیث کے آگے متواترات سے ہے۔

(۱۶) حافظ محمد صدر عالم کتاب معارج العلیٰ میں لکھتے ہیں۔

ثم اعلم ان حدیث الموالاة متواتر عند السیوطی کما ذکره فی قطف الازهار فاردت ان اسوق طرقه لیتضح المتواتر فاقول اخرجه احمد والحاکم عن ابن عبّاس وابن ابی شیبه واحمد عنه وعن بریدة واحمد وابن ماجه عن البراء والطبرانی وابن جریر وابونعیم عن جندب الانصاری وابن قانع عن حبشی بن جناده والترمذی عنه وقال حسن غریب والنسائی والطبرانی وضیاء المقدسی عن ابی الطفیل وعن زید بن ارقم وحذیفه بن اسید الغفاری وابن ابی شیبه والطبرانی عن ابوایوب وابن ابی شیبه و ابن ابی عاصم والضیاء عن سعد بن ابی وقاص والشیرازی فی الالقاب عن عمر بن الخطاب

آگاہ ہو کہ حدیث موالاۃ حافظ سیوطی کے نزدیک متواترات سے ہے جیسا کہ حافظ موصوف قطف الازہار میں لکھتے ہیں میں اس حدیث کے طریقوں کو شمار کرکے دکھاتا ہوں تاکہ اس کا متواتر ہونا واضح ہوجائے پس میں کہتا ہوں کہ امام احمد اور حاکم نے ابن عباس سے اور ابن ابی شیبہ اور احمد نے بریدہ سے اور احمد اور ابن ماجہ نے براء بن عازب سے اور طبرانی ابن جریر اور ابونعیم نے جندب الانصاری سے اور ابن قانع نے حبشی بن جنادہ سے اور ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث اقسام حسن اور غریب میں سے ہے اور نسائی اور طبرانی اور ضیاء مقدسی ابوالطفیل سے اور زید بن ارقم اور حذیفہ بن اسید الغفاری سے اور ابن ابی شیبہ اور احمد ان سے اور بریدہ سے اور ابن ابی شیبہ اور طبرانی ابوایوب سے اور ابن ابی شیبہ اور ابن ابی العاصم اور ضیاء سعد بن ابی وقاص سے اور شیرازی القاب میں عمر بن الخطاب سے

والطبرانی عن مالک بن الحویرث وابونعیم فی	اور طبرانی مالک ابن الحویرث سے اور ابونعیم فضائل
فضائل الصحابۃ عن یحیی بن جعدۃ وعن	الصحابہ میں یحیی بن جعدہ سے اور وہ زید بن ارقم
زید بن ارقم وابن عقدۃ فی کتاب الموالاۃ عن	سے اور ابن عقدہ کتاب الموالاۃ میں حبیب
حبیب بن بدیل بن ورقاء وقیس بن ثابت	بن بدیل بن ورقاء اور قیس بن ثابت سے اور
وزید بن شراحیل الانصاری واحمد عن علی و	زید بن شراحیل انصاری سے اور احمد حضرت علی
وثلثۃ عشر رجلا وابن ابی شیبۃ عن جابر	مرتضیٰؑ اور دیگر تیرہ صحابیوں سے اور ابن شیبہ
قالوا قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم	جابرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے ارشاد
من کنت مولاہ فعلیؑ مولاہ۔	فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں اوسکا علیؑ مولا ہے۔

(۱۷) قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی سیف مسلول میں لکھتے ہیں۔

این حدیث (غدیر) بدرجہ تواتر رسیدہ وازسی کس	یہ حدیث (غدیر) درجہ تواتر تک پہونچی ہوئی ہے اور
از اصحاب از اینہا علیؑ وابوایوب وزید بن ارقم و	صحابہ میں سے تیس آدمیوں نے جن میں حضرت علیؑ۔
براء بن عازب وعمر ابن مرۃ وابوہریرہ وابن عباس	ابوایوب زید بن ارقم براء بن عازب عمر بن مرہ ابوہریرہ
وعمارہ بن بریدہ وسعد بن ابی وقاص وابن عمرو	ابن عباس عمارہ بن بریدہ سعد بن ابی وقاص ابن
انس وجریر ابن عبداللہ البجلی ومالک بن الحویرث	عمر انس جریر بن عبداللہ البجلی۔ مالک ابن الحویرث۔ ابوسعید
وابوسعید الخدری وطلحہ وابوالطفیل وحذیفہ بن اسید	الخدری۔ طلحہ وابوالطفیل۔ حذیفہ بن اسید وغیرہ
وغیرہ مروی گشتہ وجمہور محدثین این حدیث را	داخل ہیں مروی ہے اور جمہور محدثین نے اسکو اپنی
در صحاح وسنن ومسانید روایت کردہ اند	صحاح اور سنن اور مسانید میں لکھا ہے۔

(۱۸) عبیداللہ بن عبداللہ الحسکانی المتوفی ۴۷۰ھ نے اس حدیث کی اسناد کو بارہ ۱۲ جزو کے رسالہ میں جمع کرکے اس کا نام دعاۃ الہداۃ الی اداء حق الموالاۃ رکھا ہے۔

(۱۹) علامہ ابوسعید مسعود بن ناصر السجزی السجستانی المتوفی ۴۷۷ھ نے اس حدیث کو ایک سو بیس ۱۲۰ صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرکے سترہ ۱۷ جزو کا رسالہ لکھا ہے اور اوس کا نام درایۃ حدیث الولا رکھا ہے

(۲۰) ان علمائے محدثین سے بڑھکر بعض اہل حدیث نے اس حدیث کے طریقوں کے جمع کرنے میں اہتمام کیا ہے چنانچہ ابن کثیر شامی۔ علامہ ابوالمعالی جوینی سے نقل کرتے ہیں۔

انہ کان یتعجب ویقول شاہدت مجلدا	ابوالمعالی جوینی تعجب کیا کرتے تھے کہ میں نے بغداد

معداد فی ید صحاف فیه روایات هذا الخبر مکتوباً علیه المجلدة الثامنة والعشرین من طرق من کنت مولاہ فعلی مولاہ ویتلوه المجلد التاسع العشرون ۔

میں ایک صحاف کے پاس اس حدیث کی روایتوں کے متعلق ایک ضخیم جلد دیکھی اوپر لکھا ہوا تھا کہ من کنت مولاہ کے طریقوں کے متعلق یہ اٹھائیسوین جلد ہے اسکے بعد اونتیسوین جلد لکھی جائیگی ۔

(یہ تمام تفصیل کتاب ارجح المطالب بحث حدیث غدیر مطبوعہ لاہور سے نقل کی گئی ہے فمن شاء فلیرجع الیہ)

اب شبلی صاحب بنظر چشم عبرت ملاحظہ فرمائیں کہ آپ نے جس حدیث کو چند فقرے بتلا کر عام مسلمانوں کو فقرہ دیا ہے ۔ وہ کتنی بڑی مہتم بالشان ۔ طویل البیان ۔ معتبر ۔ مستند اور متواتر حدیث ثابت ہوتی ہے ۔ جسکو قرن اولی سے اسوقت تک ہر زمانہ اور ہر وقت کے علماء و محدثین نے برابر نقل و ماخوذ کیا ہے ۔ آپکی کیا ہستی اور کیا مقدار ہے جو آپ اسکی حقیقت کو چھپا سکیں ۔ لیکن آپ استحفاظ عقائد ۔ تقلید اسلاف اور تعلیم اخلاف کی ضرورتوں سے مجبور ہیں ۔

بہرحال اب اسکے اسباب ارشاد کے واقعات اور شہادات بھی حسب ذیل ملاحظہ ہون ۔

خم غدیر میں نزول آیہ تبلیغ

آپنے حجۃ الوداع کے خطبات کو جستہ جستہ کرکے لکھا ہے اور کسی ایک خطبہ کو پورا نہیں لکھا ہے اور حواشی میں اون کی بے ربطی ۔ اختلاف بیانات اور عدم ترتیب کی معذرت تحریر فرمائی ہے مگر باوجود ان عذرات کے اگر آپ چاہتے تو اون خطبات کو مفصل اور مسلسل طور پر مختلف ماخذون سے جمع کرکے مرتب کرسکتے تھے ۔ لیکن آپنے اسکی طرف توجہ نہیں فرمائی ۔ اسلیئے کہ آپ کو تو خطبہ غدیر کو بھی اسی قطع و برید سے بے ربطی اور بے ترتیبی کے ساتھ لکھنا مقصود تھا کہ اسکی تفصیلی حقیقت پر کسی طرح روشنی نہ پڑنے پائے ۔ اگر وہ خطبات کسی ربط و ترتیب سے لکھے جاتے تو خطبہ غدیر بھی سلسلہ بیان میں وہی تفصیل و ترتیب چاہتا بہرحال جس انداز و عنوان سے آپ چاہیں بیان کریں آپ کو اختیار ہے ۔ جو حقیقت ہے اور اصلیت ۔ وہ تو نہ کہیں اور نہ کبھی چھپی ہے اور نہ چھپ سکتی ہے ۔ آپ کی عبرت اور غیرت کے لیئے اتنی ہی تمہید کافی ہے ۔

غدیر خم میں بقول آپکے موکب رسالت مسلمانوں کی اتنی کثیر جمعیت کے ساتھ خیمہ زن ہوا تھا ۔ وہ حقیقتاً کوئی مشہور و معروف مقام نہیں تھا ۔ نہ عرب کی وہ منزل گاہ تھا ۔ اور نہ وہان کوئی آبادی تھی نہ منڈی ۔ اور نہ سیر و تفریحگاہ ۔ ایک چٹیل میدان تھا اور کوسوں کا بے گیاہ ریگستان ۔ اس بناپر وہان ایک خاص اہتمام کرکے ایسے عظیم الشان خطبہ اور واجب التعمیل ارشاد و ہدایت کی کیا ضرورت شہنشاہ

رسالت کو واقع ہوئی۔ تعلیم و ہدایت کے متعلق جتنے احکام اصولی و فروعی۔ دین و دنیا کی ضرورت کے لیے مفید اور ضروری سمجھے گئے۔ وہ ایک ایک کر کے بقول آپکے حجۃ الوداع کے دوران قیام اور مکہ سے لیکر منیٰ۔ جحفہ تک کے میدان میں اور مختلف مقامات میں متعدد خطبات و ارشادات کی صورتوں میں تعلیم کردیے گئے سُنا دیے گئے اور بتلا دیے گئے۔ پھر اب وہ کون سا ضروری امر اور ناقابل تاخیر حکم تھا جو سلطان رسالت کو یکایک اس غیر معروف مقام میں پیش آیا۔ جسکے لیے اتنے وسیع پیمانہ پر انتظام فرمایا گیا۔ وہ یکایک آیہ مبارکہ

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ

اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہونچا دو اسکو اُمت پر جو تم پر نازل کیا گیا ہے تمھارے پروردگار کی طرف سے اور اگر تمنے نہیں کیا پس تمنے رسالت ہی نہیں پہونچائی اور خدا تمکو لوگوں کے شر سے بچانیوالا ہے

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ یہاں کوئی منزل نہیں تھی۔ لیکن اس سفر میں جناب رسالتمآب صلعم درگاہ احدیت کا یہ حکم تاکیدی اور فرمان تہدیدی سنکر دو تڑپے اور اسکی تعمیل و تبلیغ میں نہایت بلیغ کوشش فرمائی جس پہلو سے غور کیا جائے اور جس قرینہ سے دیکھا جائے یہ آیہ وافی ہدایہ ایک ایسے ہی ضروری امر کی تعمیل پر مبنی تھا۔ جس پر تکمیل اسلام کے ایسا سخت اور ضروری مسئلہ رُکا ہوا تھا۔

ہمنے اس آیہ کو ایک سخت تاکیدی حکم لکھا ہے چنانچہ یہ امر غور طلب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شروع رسالت سے کہ شعب ابی طالب میں بھی محصور رہے مکہ سے مدینہ کو بھی ہجرت فرمائی۔ غزوات بدر و احد اور خندق وغیرہ جو قبل فتح مکہ واقع ہوے اور جو خوف و اندیشے۔ قتلین اور مشکلین ان مقامات پر پیش آئیں۔ وہ سب کے پیش نظر ہیں لیکن ایسی سختی سے حکم کرنیوالی اور پھر خوف سے اطمینان دلانے والی آیت ابتک نازل نہیں ہوئی تھی۔ جب ہم اس آیت کے ہر جملہ پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ سے واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کو کسی امر خاص کی تعمیل کا پہلے سے آپکا تھا۔ اور الفاظ اِنْ لَمْ تَفْعَلْ بتلا رہے ہیں کہ وہ حکم کسی واقعہ اندرونی سے متعلق ہے۔ اور فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ سے ثابت ہے کہ وہ حکم ایسا ہی واجب التعمیل تھا کہ اوس پر رسالت کی جملہ تبلیغ منحصر و موقوف تھی سب سے آخر فقرہ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اس بات کا اشارہ ہے کہ اس کام کے کرنے میں آنحضرت صلعم کو ضرور کوئی اندیشہ یا کھٹکا تھا اور یہی ابتک تاخیر کا باعث تھا وہ خوف و اندیشہ بھی گرد و پیش کی اندرونی مخالفت تھی اور اندرونی مخالفت ہمیشہ سخت امر و نازک معاملہ ہوا کرتی ہے۔

اتنا تمہیداً عرض کرکے ہم شبلی صاحب کے علمائے محدثین ومفسرین کے اقوال سے اس آیہ وافی ہدایہ کی شان نزول کو مفصلہ ذیل عبارتوں میں علیحدہ علیحدہ لکھکر اپنے بیان کردہ دعوی کے ثبوت کامل پہونچاتے ہیں۔

امام واحدی اسباب النزول میں حافظ محمد بن یوسف کفایۃ الطالب میں امام نووی اپنی شرح میں امام ابی حاتم رازی اور حافظ ابونعیم۔ کتاب ما نزل من القرآن فی علیؑ میں لکھتے ہیں۔

عن ابوسعید الخدری قال نزلت ھذہ الآیۃ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک یوم غدیر۔

ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت کہ اے رسولؐ پہونچا دے اوس چیز کو جو نازل ہوئی ہے تجھ پر تیرے رب کی طرف سے غدیر خم کے روز نازل ہوئی ہے۔

حافظ ابوعبداللہ محمد یوسف الگنجی الشافعی کفایۃ الطالب میں لکھتے ہیں۔

ھکذا ذکرہ شیخ محی الدین النووی فقال ابوبکر النقاش انھا نزلت فی بیان ولایۃ علیؑ

ایسے ہی شیخ محی الدین نووی نے لکھا ہے اور ابوبکر نقاش کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی ولایت میں نازل ہوتی ہے۔

(۲) امام واحدی تفسیر میں امام رازی تفسیر کبیر میں۔ نظام اعرج تفسیر نیشاپوری میں۔ حافظ ابن کثیر شامی اپنی تفسیر میں۔ حافظ ابونعیم حلیۃ الاولیا میں۔ علامہ عینی شرح صحیح البخاری میں۔ ابن مردویہ مناقب میں اور امام سیوطی تفسیر درمنثور میں لکھتے ہیں۔

عن عبد اللہ بن مسعود قال کنا نقرء علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا ایھا الرّسول بلغ ما انزل الیک من ربّک ان علیاً مولی المومنین وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس۔

عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ ہم جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اس آیت کو اس طرح پڑھا کرتے تھے کہ اے رسولؐ پہونچا دے اوس چیز کو کہ تیرے رب کی طرف سے تیری طرف اوتاری گئی یہ کہ علیؑ مومنین کا مولا ہے۔ اگر تو نے نہیں کیا تو تیری رسالت ہی کو نہیں پہونچایا اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے رکھیگا۔

(۳) امام واحدی تفسیر اسباب النزول میں اور امام ثعلبی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

عن البراء ابن عازب قال فی قولہ تعالی یا ایھا الرسول بلّغ ما انزل الیک من ربّک ای بلغ من فضائل علی نزلت فی غدیر خم فخطب رسول اللہ صلعم ثم قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ

براء بن عازب سے آیہ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک سے متعلق روایت ہے کہ اے رسول علیؑ کے فضائل کو پہونچا دے جب یہ غدیر خم کے روز نازل ہوئی تو حضرت صلعم نے خطبہ پڑھا اور فرمایا جس کا میں مولا ہوں اوس کا علیؑ مولا ہے حضرت عمر کہنے لگے مبارک ہو

فقال عمر بخ بخ لك يا علی اصبحت مولائی ومولی کل مومن ومومنۃ۔

مبارک ہو تمھین اے علیؑ تم آج سے میرے اور کل مومن اور مومنہ کے مولا بنائے گئے ہو۔

(۴) امام شوکانی فتح القدیر مین تحریر کرتے ہین۔

نزلت هذه الآية يا ايها الرسول بلغ ما انزل اليك من ربك على رسول الله يوم غدير خم فی علی ابن ابی طالب رضی الله عنه۔

یہ آیہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک روز غدیر خم جناب رسولخدا صلعم پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان مین نازل ہوا ہے۔

(۵) علامہ عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری مین لکھتے ہین۔

معناه بلغ ما انزل اليك فی فضل علی ابن ابی طالب فلما نزلت هذه الآية اخذ بيد علی وقال من كنت مولاه فعلی مولاه۔

آیہ یا ایہا الناس بلغ ما انزل الیک کے یہ معنی مذکور ہین کہ اے رسول اوس حکم کو پہونچا دو جو تمھارے ربنے علی ابن ابیطالبؑ کی فضیلت مین نازل کیا ہی پس جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑکر ارشاد فرمایا جس کا مین مولا ہون اوسکا علی مولا ہے

(۶) علامہ نیشاپوری تفسیر غرائب القرآن مین لکھتے ہین۔

ان هذه الآية يا ايها الرسول بلغ ما انزل اليك نزلت فی فضل علی بن ابیطالب یوم غدیر خم فاخذ رسول الله صلعم بيده وقال من كنت مولاه فعلیؑ مولاه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه۔

ابو سعید کہتے ہین کہ جب آیہ یا ایہا الرسول نازل ہوا تو آنحضرت صلعم نے حضرت علیؑ ابن ابی طالب کا ہاتھ پکڑکر ارشاد فرمایا جس کا مین مولا ہون اوس کا علیؑ مولا ہے الہی تو اسکو دوست رکھ جو علیؑ کو دوست رکھے اور تو اوسکو دشمن رکھ جو علیؑ کو دشمن رکھے۔

(۷) مسند امام احمد بن حنبل مین ہے۔

عن البراء بن عازب قال كنا مع رسول الله فی سفر فنزلنا بغدير خم فنودی منادی الصلوۃ جامعة وكسح لرسول الله صلعم تحت شجرتين فصلی الظهر واخذ بيد علی رضی الله تعالی عنه فقال الستم تعلمون انی اولی بالمومنين من انفسهم قالوا بلی قال الستم تعلمون انی

براء ابن عازب سے مروی ہے کہ ہم لوگ جناب رسولخدا صلعم کے ہمراہ سفر مین تھے جب غدیر خم مین وارد ہوئے تو منادی نے ندا کی کہ الصلوۃ جامعۃ اور پیغمبر صاحب کے لیے درختون کے نیچے زمین صاف کی گئی پس آنحضرت صلعم کے بعد نماز ظہر علی بن ابیطالبؑ کا ہاتھ پکڑکر لوگون سے ارشاد کیا ایہا الناس کیا تم نہین جانتے کہ مین مومنون کیلیے اونکے نفوس سے اولی ہون سبنے کہا بیشک

اولی لکل مومن من نفسہ قالوا بلی فقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ قال فلقیہ عمر بن الخطاب بعد ذالک فقال لہ ھنیئاً لک یا بن ابی طالب صبحت وامسیت مولا کل مومن ومومنۃ۔

پھر آپ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ مین ہر مومن کیلئے اوسکے نفس سے اولی ہون۔ سب نے عرض کی یا رسول اللہ آپ ہر مومن کے لیئے اوسکے نفس سے اولی ہین تب آپ نے ارشاد کیا۔ کہ جس کا مین مولا ہون اوس کا علی مولا ہے الہی دوست رکھ اوسکو جو علی کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اُسکو جو علی کو دشمن رکھے اسکے بعد حضرت عمر نے حضرت علی سے ملکر کہا کہ مبارک ہو تمکو اے فرزند ابی طالب کہ آج تم ہر مومن ومومنہ کے مولا ہوئے۔

حضرت علی کے سر پر دستار امامت

اس واقعہ کے بعد جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کے سر پر دستار "امامت" باندھی۔ اصابہ مین ابن حجر عسقلانی لکھتے ہین۔

اخرج البغوی وقال فی کنز العمال اخرج ابن ابی شیبہ وابوداؤد الطیالسی والبیہقی عن علی قال عممنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم غدیر خم بعمامۃ سوداء طرفہا علی منکبی۔

ابن حجر اصابہ مین بروایت بغوی اور کنز العمال مین بروایت ابن ابی شیبہ وابوداؤد طیالسی وبیہقی حضرت علی مرتضیٰ سے روایت کرتے ہین کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بروز غدیر خم میرے سر پر ایک عمامہ سیاہ باندھا اور اوسکے دونوں کنارے میرے کاندھون پر ڈالدیئے۔

خطیب بغدادی۔ علامہ دیلمی۔ ابوداؤد طیالسی۔ ملا علی متقی۔ ابن ابی شیبہ۔ محب الطبری اور ابن صباغ مالکی پھر اس روایت کو ان الفاظ مین بیان کرتے ہین۔

عن علی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اللہ عزوجل امدنی یوم بدر ویوم حنین بملئکۃ متعممین ھذہ العمامۃ والعمامۃ حاجزۃ بین المسلمین والمشرکین قال لعلی لما عممہ یوم غدیر خم وسدل طرفہا علی منکبیہ

حضرت علی سے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ بدر وحنین کے روز ہماری مدد رب العزت نے ایسے فرشتون کی جو عمامہ پوش تھے اور عمامہ مسلمین ومشرکین کے درمیان فرق بتلانیوالا ہے۔ یہ حدیث آنحضرت صلعم نے مجھسے غدیر خم کے روز ارشاد فرمائی جبکہ آنحضرت صلعم نے میرے سر پر اپنے دست مبارک سے عمامہ باندھا اور اوسکے دونون سرے میرے کندھے پر لٹکا دیئے۔

اس دستار مبارک کی عظمت

اب یہ بھی ملاحظہ فرمایا جاوے کہ یہ عمامہ مبارک کون تھا؟ اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکو کسقدر عزیز رکھتے تھے۔ علامہ علی بن برہان الدین شافعی انسان العیون

فی سیرۃ الائمۃ والمامون مین لکھتے ہین -

وکان لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمامۃ تسمّی السحاب کساھا علی بن ابی طالب بغدیر خم فکان ربّما اطلع علیہ علی فیقول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتاکم علی فی السحاب یعنی عمامۃ الّتی وھب لہ

منقول از ارجح المطالب جلد دوم مطبوعہ لاہور صفحہ ۲۲۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک عمامہ تھا جس کا نام سحاب تھا حضرت صلعم نے وہ عمامہ بروز غدیر خم جناب امیر علیہ السلام کے سر پر باندھا تھا جب کبھی جناب امیرؑ اوس عمامہ کو باندھے ہوئے حضرت کے حضور مین حاضر ہوتے تھے تو سرور عالم لوگون سے ارشاد فرماتے تھے کہ دیکھو علیؑ سحاب مین تمھارے پاس آرہے ہین یعنی اوسی عمامہ کو باندھے ہوئے جو انھین خلعت ہوا تھا -

خطبہ خم غدیر

اب ہم اوس خطبہ کو اپنے سلسلہ بیان مین تحریر کرتے ہین جو خم غدیر کے موقع پر زبان رسالت سے ارشاد فرمایا گیا تھا اور جسکے جستہ جستہ فقرات آپکے علما نے اپنی اپنی مرویات مین مندرج کیے ہین لیکن اوسکی پوری نقل کرنے کی کسی کو بھی توفیق نہین ہوئی -

علامہ شہاب الدین احمد نے اپنی مشہور کتاب توضیح الدلائل مین اس خطبہ کو تمام وکمال لکھا ہے ہم اوسی کتاب سے اسکو ذیل مین نقل کرتے ہین -

الحمد للہ علی آلائہ فی نفسی وبلائہ فی عترتی واھلبیتی استعینہ علی نکبات الدنیا وموبقات الآخرۃ واشھد ان لا الٰہ الّا اللہ الواحد الاحد الفرد الصمد لم یتخذ صاحبۃ ولا ولدا ولا شریکا وان محمدا عبدہ اوانی عبد من عبیدہ ارسلنی برسالتہ الی جمیع خلقہ لیھلک من ھلک عن بیّنۃ ویحییٰ من حیّ عن بیّنۃ واصطفانی علی العٰلمین من الاوّلین والآخر واعطانی مفاتیح خزائنہ وکذا علی بعزائمہ واستودعنی سرہ و امرنی فابصرت لہ فانا الفاتح وانا الخاتم ولا قوۃ الّا باللہ اتقوا اللہ

مین خدا کی حمد اون نعمتون کیلئے ادا کرتا ہون جو میری ذات مین اوسکی طرف سے ودیعت ہوئی ہین اور اون امتحان وبلا کیلئے بھی منت گذار ہون جو میری عترت اور اہلبیت پر نازل ہونیوالی ہین - اور دنیا کی ناگوار مصیبتون اور روز آخرت کی مہلک زحمتون پر اوس سے مدد مانگتا ہون مین گواہی دیتا ہون کہ سوائے خدائے واحد واحد کے اور کوئی خدا نہین ہے وہ بالکل یکتا ہے اور بڑی عظمت والا ہے اوسنے اپنے لیئے کوئی زوجہ یا فرزند یا مددگار نہین قرار دیا ہے اور اوسکے بندون مین سے مین بھی ایک بندہ ہون لیکن اوس نے اپنی پیغمبری کیلئے مجھکو تمام خلق کے اوپر بھیجا ہے تاکہ وہ لوگ جو ہلاک ہونیوالی ہین وہ ایک حجت کے ساتھ ہلاک ہون اور جو نجات پانیوالے ہین وہ ایک حجت کے ساتھ نجات پائین مجھے خدا نے تمام عالم مین کہ جسمین اولین وآخرین بھی شامل ہین

ايها الناس حق تقاته ولا تموتن
الا وانتم مسلمون واعلموا ان الله
بكل شئ محيط وانه ستكون
من بعدى اقوام يكذبون
على فيقبل منهم ومعاذ الله ان
اقول على الله الا الحق او انطق
بامره الا بالصدق وما امركم
الا ما امرنى به ولا ادعوكم الا
الى الله وسيعلمون الذين ظلموا
اى منقلب ينقلبون فقام اليه
عبادة بن الصامت فقال و
متى ذالك يا رسول الله ص ومن
هولاء عرفناهم لنحذرهم
قال اقوام قد استعدوا لنا من
يومهم وسيظهرون لكم اذا بلغت
النفس منى ههنا واشار صلى الله
عليه واله وسلم الى حلقه فقال
عبادة اذا كان ذلك فالى من
رسول الله فقال صلعم عليكم بالسمع والطاعة
السابقين من عترتى والاخذين
من نبوتى فانهم يصدونكم
عن الغى ويدعونكم الى الخير
وهم اهل الحق ومعادن الصدق
يحيون فيكم الكتاب والسنة ويجنبونكم

ہین برگزیدہ فرمایا ہے اور کنجیان خزانے کی مجھے عطا فرمائی ہین اور
جو عہد کہ مجھسے فرمائے ہین اُن کا مجھسے استحکام فرمایا ہے اور
اپنا راز میرے سپرد فرمایا ہے اور میری امداد کی ہے اسوجہ سے
مجھے اوسکی بصیرت حاصل ہوئی ہے پس مین آغاز کرنیوالا ہون
اور مین ہی انتہا پر پہونچانیوالا ہون سوائے ذات اقدس الٰہی
کے اور کسی ذریعہ سے قوت حاصل نہین ہوسکتی - اے لوگو
خدا سے اتنا ڈرو جتنا ڈرنے کا حق ہے اور نہ جنگ کرو مگر
دین اسلام پر اور یاد رکھو خدا تمام چیزون پر احاطہ کیے ہوے
ہے قریب ہے کہ میرے بعد کچھ قومین ہونگی وہ مجھپر تہمتین باندھینگی
اور لوگ اونکے جھوٹ کو قبول کرینگے - مگر خدا کی پناہ - اگر مین
خدا کی طرف سے سوائے امر حق کے اور کچھ زبان سے نکالون
اور سوائے سچ کے اوسکے حکم سے خلاف کچھ اور بات کرون
اور سوائے اوس حکم کے جو خدا نے مجھے دیا ہے مین تمھین
کوئی اور حکم کرون اور سوائے اللہ کے اور چیزون کی طرف
تمھاری دعوت کرون اور جو لوگ کہ ظالم ہین - وہ بہت
جلد جان لینگے کہ کیسی بازگشت اونکی ہونے والی ہے -
(خطبہ کے اس مقام تک آپ پہونچے تھے کہ) عبادۃ بن صامت
کھڑے ہوگئے اور پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
یہ کب ہوگا اور وہ کون لوگ ہین ہمین بتا دیجئے اور پہچنوا دیجئے
تاکہ ہم اون سے پرہیز کرین آنحضرت صلعم نے فرمایا یہ وہ لوگ
ہین جو ابتدا سے ہماری دشمنی کیلئے آمادہ ہین اور جب میری
جان یہان تک - (حلق مبارک کی طرف اشارہ کرکے) پہونچیگی
اوسوقت ظاہر ہونگے عبادۃ نے کہا پھر ہم ایسے وقت مین
کسکی طرف رجوع کرین - فرمایا کہ تم اون لوگون کی پیروی

الالحاد والبدعة ويقمعون
بالحق اهل الباطل لايميلون
مع الجاهل ايها الناس خلقني و
خلق اهلبيتي من طينة لم يخلق
منها غيرها كنا اوّل من ابتداء
من خلقه فلمّا خلقنا نوّر بنورنا
كل ظلمة واحيى بنا كل طينة
ثم قال صلى الله عليه واٰله وسلم
هولاء خيار امتي وحملة علمي و
خزانة سري وسادة اهل
الارض الداعون الى الحق المخبرون
بالصدق غير شاكين ولا مرتابين
ولا ناكصين ولا ناكثين
هولاء الهداة المهتدون
والائمة الراشدون المهتدي
من جاءني بطاعتهم
وولايتهم والضال من
من عدل منهم وجاءني
عداوتهم حبهم ايمان
وبغضهم نفاق هم الائمة
الهادية وعرى الاحكام
والثقة بهم يتم الاعمال الصالحة
وهم وصيّة الله في الاوّلين
والآخرين والارحام التي

اور اطاعت کرو جو میری عترت میں سب سے زیادہ پیش قدم ہیں
میری پیغمبری کے علم کے لینے والے ہیں۔ وہی تم کو گمراہی سے باز
رکھینگے اور نیکی کی طرف دعوت کرینگے یہی اہلبیت اہل حق
ہیں۔ صدق و راستی کے معدن ہیں۔ کتاب و سنت کو تم
لوگوں میں زندہ رکھینگے اور الحاد و بدعت سے تمکو بچائینگے۔
حق کے ذریعہ سے باطل کو پست کرینگے اور کسی جاہل کی طرف
میلان نہ کرینگے۔ اے لوگو۔ خدا نے مجھے اور میرے اہلبیت
کو ایک مٹی سے بنایا اور اوس سے سوائے میرے اور میرے
اہلبیت کے کسی اور کو نہیں بنایا۔ ہم اوّل وہ لوگ ہیں کہ
جنکی سب سے اوّل خلقت ہوئی اور جب خدا ہمکو پیدا کر چکا تو
ہمارے نور سے تاریکی کو روشن کر دیا اور پھر ایک طینت کو
ہمارے سبب سے زندہ کیا اور فرمایا کہ یہ لوگ بہترین امت سے
ہیں۔ میرے علم کے حامل ہیں۔ میرے اسرار کے خازن ہیں
سرداران اہل زمین اور حق کی طرف دعوت کرنیوالے
ہیں اور راستی کے ساتھ خبر دینے والے ہیں۔ اون کو کبھی
شک نہیں ہوتا۔ کوئی ریب اونکو عارض نہیں ہوتا۔ یہ کبھی راہ
خدا سے پیچھے ہٹنے کے نہیں کبھی خدا کے عہد کو توڑتے
نہیں۔ یہ وہ ہادی ہیں جو ہدایت یافتہ ہیں۔ ائمہ راشدین
ہیں۔ جو انکی ولایت و اطاعت کو لئے میرے پاس آئے
وہی ہدایت یافتہ ہے اور جو انکی عداوت لیکر آئیگا وہی گمراہ ہو
ان کی محبت ایمان ہے۔ ان کا بغض نفاق ہے۔ یہی ائمہ ہدایت
کرنیوالے اور احکام خدا کی مضبوط رسیاں ہیں۔ انھیں کے
ذریعہ سے اعمال صالح تمام ہوتے ہیں اور انھیں کی محبت
کا ہمیشہ اولین اور آخرین سے عہد لیا گیا ہے اور یہی وہ ارحام ہیں

اقسمکم الله بها اذ یقول واتقوا الله الذی تساءلون به والارحام ان الله کان علیکم رقیبا ثم دعوکم بحبهم فقال قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربی هم الذین اذهب الله عنهم الرجس وطهرهم تطهیرا الصادقون اذا نطقوا والعالمون اذا سئلوا الحافظون لما استودعوا جمعت فیهم الخصال العشر لا تجمع الا فی عترتی واهلبیتی الحلم والعلم والنبوة والنبل والسماحة والشجاعة والصدق والطهارة والعفاف والحکم فهم کلمة التقوی ووسیلة الهدی والحجة العظمی والعروة الوثقی هم اولیاءکم عن قول ربکم وعن قول ربی ما امرتکم الا من کنت مولاه فعلی مولاه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه وانصر من نصره واخذل من خذله اوحی الی ربی فیه ثلثا انه سید المسلمین وامام الخیرة المتقین وقائد الغر المحجلین وقد بلغت عن ربی ما امرت واستودعهم الله فیکم واستغفر الله لی ولکم۔

جنکو قسم خدا نے اپنے کلام مجید میں یاد دلائی ہے اور فرمایا ہے کہ ڈرو اس خدا سے جسکے متعلق تمسے سوال کیا جائیگا اور ارحام سے خدا تمہارا نگہبان ہے پھر دعوت دی تمکو انکی محبت کی طرف اور فرمایا کہ کہدے اے محمدؐ میں تمسے اجر رسالت سوائے اسکے کچھ اور نہیں چاہتا کہ میرے اقربا سے محبت کرو یہی وہ لوگ ہیں جن سے خدا نے ہر عیب و نجاست کو دور کرکے طیب و طاہر کیا ہے یہی لوگ ہیں جب گویا ہوتے ہیں تو نہایت راستگو ہوتے ہیں اور جب اُن سے کوئی بات پوچھی جاتی ہے اُس وقت بڑے جاننے والے ثابت ہوتے ہیں اور جو چیز انکے پاس امانت رکھوائی جاتی ہے اُسکی حفاظت کرتے ہیں اور میرے اہلبیت میں دس خصلتیں ایسی ہیں کہ سوائے انکے اور کسی میں وہ جمع نہیں ہوسکتیں حلم علم نبوت بزرگی شجاعت راستگوئی پاکیزگی عفت یہی لوگ کلمہ تقویٰ ہیں یہی وسیلہ ہدایت ہیں۔ حجت عظمیٰ ہیں۔ عروۃ الوثقیٰ (مضبوط رسیان) ہیں یہ لوگ بموجب ارشاد خدا تمہارے سید و سردار ہیں اور جو کچھ میں تمسے کہتا ہوں وہ میرے خدا کا حکم ہے حاضرین آگاہ ہو (حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر) ارشاد فرمایا کہ جسکا میں مولا ہوں اُسکا علیؑ مولا ہے۔ خدایا دوست رکھ اوسکو جو اسے دوست رکھے اور دشمن رکھ اوسکو جو اسے دشمن رکھے اور مدد کر اُسکی جو مدد کرے اُسکی اور اُسکی مدد کرے اور ذلیل کر اسکو جو ذلیل کرے اس کو حاضرین۔ علیؑ کے بارے میں خدا نے وحی فرمائی ہے کہ وہ سید المسلمین ہے پرہیزگاروں اور نیکوکاروں کا امام اور نورانی لوگوں کا پیشوا ہے جنکی پیشانیاں نورانی ہیں۔ جو کچھ خدائے سبحانہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا تھا وہ میں نے تمہیں پہونچا دیا اب میں علیؑ کو تمہارے سپرد کرتا ہوں اور اپنے لیے اور تمہارے لیے مغفرت کا خواستگار ہوں۔

یہ خطبہ کتب صحاح میں بضرورت خاص مفصل اور مسلسل طریقہ سے درج نہیں ہے مگر اسکے تمام فقرات

کو جو متعدد احادیث مندرجہ صحاح ستہ کے مختلف اور متفرق مقامات مین پائے جاتے ہین اول سب کے
مرحوم سید العلما جناب سید محمد صاحب اعلی اللہ مقامہ نے اپنے ایک رسالہ خاص مین کتب صحاح سے
چنکر جمع کیا ہے۔ اسی خطبہ کے بعض بعض مقامات کا ترجمہ مسٹر جان ڈیونپورٹ (Mr Jhon Davenport)
نے اپنی کتاب اپالوجی فار محمد اینڈ ہز قرآن Appology for Mohammad and his Quran
مین بھی کیا ہے۔

تکمیل اسلام اور نزول آیہ اکملت لکم دینکم

اس خطبہ کے ارشاد اور حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کے اعلان عام کے بعد ہی تکمیل اسلام اور تکمیل نعمت اسلام اور تنزیل رضائے خدا کے انعام کی بشارت یکبار آیہ وافی ہدایہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا کے الفاظ مین جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اوسی وقت پہونچائی گئی چنانچہ فقیہ ابن المغازلی مناقب مین علامہ ابراہیم النطنزی کتاب خصائص العلویہ مین علامہ صالحانی اپنی کتاب المناقب مین اور علامہ شہاب الدین احمد توضیح الدلائل مین مجاہد کے اسناد سے لکھتے ہین۔

عن مجاهد عن ابو هريرة قال صام ثمانية عشر من ذا الحجة كتب له صيام ستين شهرا وهو يوم غدير خم لما اخذ النبي صلى الله عليه واله وسلم بيد علي ابن ابي طالب فقال الست اولى بالمؤمنين من انفسهم قالوا بلى يا رسول اللهؐ قال من كنت مولاه فعليٌّ مولاه فقال عمر بن الخطاب بخ بخ لك يا ابن ابيطالب اصبحت مولاي ومولى كل مومن ومومنة فانزل الله تعالى اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔	مجاہد ابوہریرہ سے روایت کرتے ہین کہ جو شخص اٹھارہوین ذی الحجہ کو روزہ رکھے اوسکے نامہ اعمال مین ساٹھ مہینون کے روزون کا ثواب لکھا جائیگا۔ وہ غدیر خم کا دن ہے جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑکر فرمایا کیا مین مومنون کے لیے اونکے نفسون سے اولیٰ نہین ہون حاضرین نے عرض کی یا رسول اللہ آپ بیشک اولیٰ ہین ہمارے نفسون سے۔ آپنے ارشاد کیا جس کا مین مولا ہون اوسکے علیؑ مولا ہین عمر ابن الخطاب کہنے لگے مبارک ہو تمکو اے علی ابن ابی طالبؑ تم آج سے میرے اور کل مومنین و مومنات کے آقا قرار دیے گئے پس خدا نے یہ آیت نازل فرمائی آج کے دن مین نے تمھارے دین کو کامل کردیا اور اپنی نعمتون کو تم پر تمام کردیا اور تمھارے دین اسلام پر راضی و خوشنود ہوا۔

علامہ ابن واضح اپنی تاریخ یعقوبی مین تحریر فرماتے ہین۔

فقد قيل انه آخر ما نزل عليه اليوم اكملت لكم دينكم و اتممت عليكم نعمتي وهي الرواية الصحيحة الثابتة الصريحة وكان نزولها بعد غدير خم

بروایت صحیحہ ثابتہ وصریحہ آیہ اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی قرآن مجید کی آخری آیت ہے اور اوس کا نزول غدیر خم مین ہوا ہے۔

ان محدثین کے علاوہ حافظ ابو نعیم۔ امام سیوطی۔ ابن مردویہ۔ دیلمی اور حموینی وغیر امثالہم نے بالاتفاق نزول آیہ اکملت لکم دینکم کو خاص خم غدیر کے موقع پر بتلایا ہے۔ اب غریب شبلی صاحب اس وقت کہان ہین جن سے استفسار کیا جائے کہ ان اسناد متواترہ اور متکاثرہ کے مقابلہ مین اس آیہ کے موقع تنزیل مین خواہ مخواہ آپ کا ان خود غرضانہ تحریف و تبدیل سے کیا فائدہ ہوا محققین و ناظرین کتاب نے دیکھ لیا اور سمجھ لیا کہ آپ کو نصوص الٰہی اور احادیث رسالت پناہی کے موقع اور شان نزول وغیرہ کے بدل دینے اور ادھر سے اودھر کر دینے مین ذرا بھی خوف نہین ہوتا۔

بہرحال تاریخ وحدیث کے تمام ماخذون سے ثابت ہوگیا کہ آیہ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ کے حکم تنزیل کی حسن تعمیل حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کی صورت مین واقع ہوئی اور اس حکم خداوندی کی ادا کاری کے صلہ مین خدائے سبحانہ تعالیٰ کی درگاہ سے تکمیل دین۔ اتمام نعمت اور قبولیت مذہب اسلام کی بشارت آیہ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کے الفاظ مقدسہ مین نازل فرمائی گئی ہم اس واقعہ کے متعلق جو اہتمام خاص کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کی طرف سے کیا گیا تھا اوپر بیان کرچکے ہین اور حضرت عمر کی ادائے تہنیت تک کے حالات لکھ چکے ہین۔ ملا معین لاہوری معارج النبوۃ مین لکھتے ہین۔

تہنیت امہات مومنین

گوئیند کہ بیشتر اصحاب حتی کہ امہات مومنین امیر المومنین علی بن ابی طالب را تہنیت بجا آوردند۔

کہتے ہین کہ اکثر اصحاب یہان تک کہ امہات مومنین نے امیر المومنین علی ابن ابی طالب کی خدمت مین مبارکباد عرض کی۔

حسان بن ثابت کا قصیدۂ غدیر

جناب امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السّلام کی اس تقریب ولیعہدی کے موقع پر دربار رسالت کے ملک الشعراء حضرت حسان بن ثابت نے ذیل کا قصیدہ انشا فرمایا۔ جسکو امام ابوبکر ابن مردویہ نے مناقب مین۔ حافظ ابو نعیم نے ما نزل فی القرآن فی العلی مین۔ اخطب خوارزمی نے مناقب مین۔ سبط ابن جوزی نے تذکرہ خواص الائمہ مین۔ امام سیوطی نے اپنی کتاب ازہار فیما عقدہ الشعراء من الاشعار مین اور محمد بن یوسف الگنجی الشافعی نے کفایۃ الطالب مین۔ امام حموینی نے فرائد السمطین مین اور علامہ ابراہیم النطنزی نے خصائص العلویہ مین تحریر فرمایا ہے۔

عن ابو سعید الخدری قال لما قال رسول اللہ صلعم من کنت مولاہ فعلی مولاہ بغدیر خم قال حسان بن ثابت ائذن یا رسول اللہ صلعم ان اقول ابیاتاً فقال رسول اللہ صلعم قل علی برکۃ اللہ فقال حسّان یا معشر القریش اسمعوا شہادۃ رسول اللہ صلعم فقال ؎

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہین جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر خم کے مقام مین ارشاد کیا کہ جس کا مین مولا ہون اُس کا علیؑ مولا ہے حضرت حسّان بن ثابت عرض کرنے لگے یا رسول اللہ صلعم مجھے چند اشعار کے پڑھنے کی اجازت دی جائے۔ آپنے ارشاد فرمایا کہ خدا کی برکت سے بیان کرو۔ حسّان بن ثابت نے کہا کہ اے قریش کے لوگو جناب رسولخدا صلعم کی گواہی کو سُن رکھو۔ پھر یہ اشعار پڑھے

ینادیھم یوم الغدیر نبیّھم	غدیر خم کے دن اون کے پیغمبر نے خم کے مقام پہ پکارا
بخمّ واسمع بالرّسول منادیاً	اور جناب رسولخدا صلعم نے کہا اچھی منادی کی
وقال فمن مولاکم وولیّکم	ارشاد فرمایا کہ تمھارا کون مولا اور ولی ہے
فقالوا ولم یبدوا ھناک التعامیا	اون لوگون نے جو اس مقام پر کشی نہین کرتے تھے عرض کیا
الٰھک مولانا وانت ولیّنا	تیرا خدا ہمارا مولیٰ ہے اور تو ہمارا ولی ہے
ولن تجدنّ فی ذلک الیوم عاصیا	اور آج کے روز سے تو ہمین نافرمان نہین پائے گا
فقال لہ قم یا علیّ فانّنی	پس حضرت نے فرمایا اے علیؑ اوٹھ کھڑا ہو
رضیتک من بعدی اماماً وھادیا	بے شبہ مین نے تجھکو اپنے بعد امام اور ہادی پسند کیا ہے
فمن کنت مولاہ فھذا ولیّہ	پس جس کا کہ مین مولا ہون اوس کا یہ مولا ہے
فکونوا لہ انصار صدق وموالیا	تم لوگ اس کے سچے مددگار بن جاؤ
ھناک دعا اللّٰھمّ وال ولیّہ	وہین آپنے دعا کی کہا کہ الٰہا علیؑ کے دوست کے دوست رکھ
وکن للّذی عادیٰ علیّاً معادیا	اور علیؑ کے دشمن کو دشمن رکھ
فخصّ بھا دون البریّۃ کلّھا	تمام لوگون مین علیؑ کو اس خصوصیت کے ساتھ مخصوص کیا
وسمّاہ الوزیر المواخیا	اور اون کا نام وزیر اور بھائی رکھا

ارجح المطالب جلد اوّل صفحہ ۲۰۶ مطبوعہ لاہور

اسباب نزول آیۂ سأل سائل بعذاب واقع

جس حُسن انتظام اور اہتمام خاص سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حکم خداوندی کی تعمیل فرمائی اور اہل اسلام کے اتنے بڑے مجمع کثیر مین کہ شاید ہی

دنیائے اسلام میں اتنے بڑے کثیر مجمع کی کسی موقع پر کوئی مثال یا نظیر بتلائی جا سکے۔ ولایت و امامت حضرت علیؑ کا اعلان عام فرمایا گیا اور تمام حاضرین و مجتمعین نے اس کا جناب رسولخدا صلعم کے سامنے اقرار و اعتراف کیا۔ وہ مرقومہ بالا تاریخ و احادیث کے مشاہدات متواترات سے بالتفصیل بیان ہو چکا ہے۔ اس موقع پر اہل اسلام کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار سے لیکر ایک لاکھ چالیس ہزار تک بتلائی گئی ہے۔ علامہ ابن اثیر تاریخ کامل میں ایک لاکھ چالیس ہزار کی تعداد پر اپنا مختار قائم کرتے ہیں۔ خصائص میں امام نسائی لکھتے ہیں۔

عن سعد بن ابی وقاص قال کنا مع رسول اللہ صلعم بطریق مکۃ فلما بلغ غدیر خم وقف للناس ثم ردّ من تبعہ ولحقہ من تخلّف۔

سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ ہم لوگ جناب رسولخدا صلعم کے ساتھ ہمسفر تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم غدیر خم میں پہونچے تو آپ نے لوگوں کو ٹھہرنے کا حکم دیا چنانچہ جو لوگ آگے نکل گئے تھے۔ واپس آئے جو پیچھے رہ گئے تھے ملحق ہو گئے

یہ مہتم بالشان واقعہ من احسن الوجوہ تمام ہو گیا۔ تو بالکل خلاف توقع۔ باوجودیکہ اسکی قبولیت اس کا اعتراف و اقرار اہل اسلام کے اتنے بڑے مجمع میں ہو چکا تھا۔ اسکی مخالفت بھی ہو گئی۔ اور بارگاہ ایزدی سے مخالف کو فوراً ببرکت دعائے رسالت مآب عاد من عاداہ سزا و عقوبت بھی مل گئی جس طرح ابتدا ہی سے اس واقعہ کے ہر شعبہ کی خبر نص قرآنی سے دی گئی ہے اوسی طرح اسکے اس شعبۂ آخر کی بھی نص قرآنی سے خبر پہونچائی گئی۔

ہم اسکی پوری تفصیل علامہ سبط ابن جوزی کی کتاب تذکرہ خواص الائمہ۔ علامہ محمد بن یوسف الزرندی کی کتاب معارج الوصول۔ ملک العلمائے دولت آبادی کی مناقب السادات۔ علامہ سمہودی کی جواہر العقدین محدث شیرازی کی روضۃ الاحباب۔ علامہ عبدالرؤف مناوی کی فیض القدیر۔ اور علامہ محمود بن محمد القادری کی صراط السوی۔ اور حلبی کی انسان العیون۔ علامہ احمد بن فضل بن محمد کثیر کی وسیلۃ الآمال اور علامہ محمد بن اسمعیل الامیر کی روضۃ الندیہ اور حافظ محمد بن یوسف الگنجی کی کفایۃ الطالب اور امام ابو اسحاق ثعلبی کی تفسیر سے ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

قال الامام ابو اسحاق الثعلبی رحمۃ اللہ علیہ فی تفسیرہ ان سفیان بن عیینہ سئل عن قولہ تعالیٰ سأل سائل بعذاب واقع فیمن نزلت فقال للسائل لقد سئلتنی عن مسئلۃ ما سئلنی احد عنہا

امام ابو اسحاق ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ آیۂ سائل بعذاب واقع کس کے حق میں نازل ہوا ہے سفیان بن عیینہ سائل سے کہنے لگے تو مجھ سے ایک ایسا مسئلہ پوچھتا ہے

قال حدثنی ابو جعفر محمد
عن آبائه علیهم السلام ان رسول الله
صلی الله علیه وآله وسلم لما کان
بغدیر خم نادی الناس فاجتمعوا فاخذ بید
علیؑ و قال من کنت مولاه فعلیؑ مولاه
فشاع ذلک فطار فی البلاد وبلغ ذلک
الحارث بن النعمان الفهری اتی رسول
الله صلی الله علیه وآله وسلم علی
ناقة له فاناخ راحلته ونزل عنها
وقال یا محمد امرتنا .... ان نشهد
ان لا اله الا الله وانک رسول الله
فقبلناه منک وامرتنا ان نصلی
خمسا فقبلناه منک وامرتنا
بالزکوٰة فقبلناه منک وامرتنا
بصوم فقبلناه وامرتنا بالحج
فقبلناه منک ثم لم ترض
بهذا حتی رفعت بضبعی ابن
عمک تفضله علینا فقلت
من کنت مولاه فعلی مولاه
فهذا شیء منک ام من الله
عزوجل فقال النبی صلعم
والذی لا اله الا هو ان هذا من
عند الله فولی الحارث یرید
راحلته وهو یقول اللهم ان کان ما یقول

کہ مجھ سے پہلے مجھ سے کسی نے بھی نہیں پوچھا تھا مجھ سے
جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے روایتاً اپنے آبائے کرام سے
بیان فرمایا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غدیر خم
کے مقام پر پہونچے تو لوگون کو جمع کرکے سب کے سامنے جناب
امیرؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ جس کا مین مولا ہون۔ اوس کا علیؑ مولا
ہے اور یہ بات اور لوگون مین تمام جگہ مشہور ہوگئی تو یہ خبر نعمان
ابن حارث فہری کو بھی معلوم ہوئی تو وہ اپنے ناقہ پر سوار ہوکر
جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین
حاضر ہوا اور اپنے ناقہ کو بٹھا کر اور اوس سے اوتر کر آپ کے
قریب پہونچا اور کہنے لگا یا محمدؐ آپنے ہمکو حکم دیا کہ ہم اس بات کی
گواہی دین کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں ہے اور بیشک
آپ اوسکے رسول برحق ہین۔ ہم نے آپکا یہ حکم مان لیا پھر آپنے
ہمکو پانچ وقتون کی نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ وہ بھی قبول کرلیا پھر
آپنے ہمکو زکوٰۃ دینے کا حکم دیا۔ ہمنے وہ بھی قبول کرلیا۔ پھر
آپنے ہمکو روزہ رکھنے کے لیے کہا ہمنے وہ بھی قبول کرلیا۔
پھر آپنے ہمکو حج کرنے کے لیے حکم دیا ہمنے وہ بھی قبول کرلیا
پھر اس پر بھی آپ راضی نہ ہوئے اور
اپنے ابن عم کا بازو تھام کر اوٹھایا
اور اون کو ہم لوگون پر فضیلت دی اور فرمایا جس کا
مین مولا ہون اوسکا علیؑ مولا ہے یہ بات حضور اپنی طرف سے
فرماتے ہین یا خدا کی طرف سے حضرت صلعم نے ارشاد فرمایا
قسم ہے اوس ذات کی جسکے سوا کوئی معبود برحق نہین ہے
یہ بات خدا کی طرف سے ہے۔ پس حارث یہ کہتا ہوا اپنے
ناقہ کی طرف لوٹا کہ اے خدا محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محمد احقًا فامطر علینا حجارۃ من السماء او ائتنا بعذاب الیم فلما وصل راحلته حتی رماہ اللہ عز و جل الحجر سقط علی ھامتہ فخرج من دبرہ فقتله فانزل اللہ تعالیٰ عز و جل سَاَلَ سَآئِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ لِّلْکٰفِرِیْنَ لَیْسَ لَهٗ دَافِعٌ مِّنَ اللّٰہِ ذِی الْمَعَارِجِ ۔

جو کچھ بیان فرماتے ہین اگر سچ ہے تو (معاذ اللہ) ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہمین عذاب دردناک مین مبتلا فرما جب وہ اپنے ناقہ کی طرف لوٹا اور ابھی اوس تک پہونچا بھی نہین تھا کہ خدا تعالیٰ نے اوس پر پتھر پھینکا جو اوسکے سر پر گرا اور پشت سے نکل گیا اور وہ ہلاک ہوگیا پس خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ۔ "مانگا ایک مانگنے والے نے عذاب کو کہ کافرون کے لیئے ہونیوالا ہے ۔ عذاب اللہ کی طرف سے ہے جو مالک ہے سیڑھیون کا" ارجح المطالب مطبوعہ لاہور جلد دوم صفحہ ۵۶۸

استخفاف واقعات غدیر اور اوسکے انکشافات

شبلی صاحب نے جب اس واقعہ کو اتنے اختصار و استخفاف کے طریقہ سے لکھنا شروع کیا ہے تو وہ اسکی تفصیلات کو لکھنا کب گوارا کرسکتے ہین اور کیسے لکھ سکتے ہین جب یہ تفصیلات و تصریحات ابتدا ہی سے شبلی صاحب کو استحفاظ عقائد اور تقلید اسلاف و تعلیم اخلاف کے استقرار کے مقابلہ مین نہ آیات قرآنی پر نظر ڈالنے کی ضرورت ہے اور نہ کسی حدیث کے خبر رکھنے کی حاجت ہے ۔ عام اس سے کہ نصوص الٰہی اور احادیث حضرت رسالت پناہی سے اس واقعہ کی نسبت کیسی ہی تفصیل و تصریح نہ ثابت ہوتی ہو۔ کوئی پرواہ نہین ہے آپکے نزدیک سبکے سب مرفوع القلم ہین اور ایک بھی قابل الذکر نہین ۔ دیکھئے اس واقعہ کی نسبت ایک نہین تین تین نصوص قرآنی ہم آپکے متعدد علمائے معتبرین کے اقوال و مختار سے باسناد متواترہ لکھ آئے ہین ۔ اور یہ بالکل ناممکن ہے کہ ان مین سے ایک قول بھی شبلی صاحب کے ملاحظہ سے نہ گذرا ہو ۔ لیکن ان مین سے ایک کو بھی آپنے نہ لکھا اور لکھنا کیسا اشارتًا اوسکا ذکر بھی نہین کیا ۔ ممکن تھا کہ ذکر و نقل کے بعد اپنے مفید مطلب کوئی تاویل ہی فرما دی جاتی ۔ جیسا کہ اکثر مقامات پر تاویلات زبانی سے کام لیا گیا ہے ۔ لیکن شبلی صاحب بہت ہی ہوشیار اور محتاط ہین وہ خوب جانتے ہین کہ سیرۃ النبی صلعم مین یہی ایک واقعہ اونکے قلم کے لیے سب سے بڑا دشوار اور اہم ہے ۔ اس بنا پر اوسکے لفظ لفظ پر آپکو اپنا قلم روک روک کر اور سنبھل سنبھل کر نہایت احتیاط سے اوٹھانا پڑا ہے ۔ چونکہ ان واقعات صحیحہ اور مشاہدات صریحہ کے لیئے آپ سے کوئی تاویل ممکن نہین ہوئی ۔ اس ضرورت سے آپنے ان تمام نصوص الٰہی اور احادیث حضرت رسالت پناہی سے قطعی انکار ہی کو مفید کار سمجھا ۔

اور عام اس سے کہ نصوص الٰہی ہوں یا احادیث نبوی ، سب کو مکمل نسیاً منسیاً فرما دیا ۔ این کار از تو آید و مرداں چنین کنند ۔ لیکن اگر اسکے ساتھ آپ اپنے تمام قدیم ماخذوں کو بھی نذر آتش کرتا ہوتا تو گویا ہمیشہ کے لئے یہ قصہ ہی ختم ہو جاتا ۔ نہ وہ قدیم ماخذ باقی رہتے ۔ نہ آپ کی تحریر کے خلاف شہود و ثبوت پیش کیے جاتے مگر جبتک یہ ماخذ دنیائے اسلام میں قائم ہیں آپ کی سیرۃ النبیؐ کی نقل و تحریر پر برابر تنقید و تردید ہوتی رہے گی اور کوئی پڑھا لکھا عقل و تمیز والا مسلمان آپکی اس یک طرفہ قلمکاریوں پر اعتبار نکریگا ۔

حقیقت میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس سوانح میں کوئی واقعہ اس شہرت و اعلان اور تفصیل و بیان کے ساتھ وقوع پذیر نہیں ہوا اور غالباً جناب رسولخدا صلعم کے زمانہ میں کسی واقعہ کے متعلق اتنے نصوص متواترہ کا نزول بھی نہیں ہوا ۔ کوئی مفسر کوئی محدث اور کوئی مورخ دنیائے اسلام میں ایسا نہیں پایا جاتا جو ان نصوص و احادیث کے اسباب نزول کو اس واقعہ کے سوا کسی دوسرے واقعہ کے متعلق بتلاتا ہو جیسا کہ آیہ بلّغ سے لیکر آیہ سال سائل تک اور حدیث ثقلین سے لیکر حدیث من کنت مولاہ کے ارشاد تک اقوال معتبرہ و متواترہ سے اوپر ثابت کر دیا گیا ہے ۔ اب اتنے شہود و ثبوت کے مقابلہ میں شبلی صاحب کا سکوت کیسا مہمل اور مضحکہ خیز ہے ۔ سکوت سے تو بدرجہا بہتر تھا کہ آپ ان اقوال و اخبار کو لکھکر ان کا سبب نزول اور باعث ارشاد واقعہ غدیر کے سوا اور کسی دوسرے واقعہ کے متعلق ثابت فرماتے یا کم سے کم لکھکر بتلا ہی دیتے تو یہ واقعہ اختلافی تو ہو جاتا ۔ یوں تو ویسا کا ویسا ہی ثابت رہ گیا ۔ لیکن چونکہ اس واقعہ پر اتنے شواہد متواترہ و متکاثر جمع تھے اور ایک سے لیکر ایک لاکھ چالیس ہزار تک اسکے دیکھنے والے اور اقرار کرنے والے موجود تھے کہ آپ اس میں کسی تبدیل و تاویل پر جرأت نہ کر سکے ۔

لیکن اس واقعہ کی مرقومۂ بالا تمام خصوصیات کے ساتھ اسکی اس خصوصیت کا بھی ذکر کر دینا نہایت ضروری ہے کہ اسکے وقوع اور اعلان عام کے کل دو ہی برس بعد جب طمع دنیاوی اور حرص مال و دولت کی ضرورت سامنے آگئی تو پھر جس طرح اس عظیم الشان واقعہ کی نقل و یاد بھلا دی گئی ۔ اور اسکی حقیقت ، اصلیت اور واقعیت چھپائی گئی ۔ گھٹائی گئی اور دنیائے اسلام سے مٹائی گئی اور اسکے خلاف خلافت کی چاردیواری بنائی گئی ۔ ویسی کسی واقعہ اسلامی کی نہیں ، چنانچہ حجۃ الاسلام امام غزالی سے ضبط نہو سکا تو انھوں نے اپنی کتاب سر العالمین میں اہل اسلام کے اس کتمان حقیقت پر عبرت و حسرت کے آنسو بہا کر حسب ذیل عبارت لکھدی ۔

اجمعت الجماھیر علی المتن الحدیث فی یوم غدیر ۔ جمہور نے اس حدیث کے صحیح ہونے پر اجماع کر لیا ہے اور سب کا باتفاق الجمیع وھو یقول من کنت مولاہ ۔ اس پر اتفاق ہے کہ جناب رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں

فعلی مولاہ فقال عمر بن الخطاب بخ بخ
لک یا ابا الحسنؑ اصبحت مولائی ومولا کل
مومن ومومنۃ فھذا تسلیم ورضی وتحکیم
ثم بعد ذلک غلب الھوی لحب الریاسۃ
وحمل عمود الخلافۃ وعقود البنود
وخفقان الھوآء فی قعقعۃ الرایات
واشتمال وازدحام الخیول و
فتح الامصار وسقاھم
کاس الھوی فعادوا
الی الخلافۃ فعادوا الی
الخلاف الاول فنبذوہ
وراء ظھورھم واشتروا
بہ ثمناً قلیلاً فبئس
ما یشترون۔

اوس کا علیؑ مولا ہے پس عمر بن خطاب نے کہا مبارک ہو مبارک ہو آپکو
ابوالحسن دراآنحالیکہ آپکو صبح ہوئی اور آپ ہمارے اور کل مومن
و مومنہ کے مولا ہوئے۔ بعد اسکے امام غزالی کہتے ہین کہ ایسا کہنا
حضرت عمر کا خلافت علیؑ کو تسلیم کرلینا ہے اور اون کے استخلاف
پر راضی ہوجانا ہے اور حضرت علیؑ کو حاکم سمجھ لینا ہے مگر بعد اس
سمجھنے کے خواہش نفسانی نے واسطے حاصل کرنے ریاست اور
حکومت ثانی کے غلبہ کیا۔ ایک ریاست عظیمہ کا ہاتھ آنا۔ اور خلافت
کے نشان کا ہر دیار وامصار مین گڑھ جانا اور علم کے پھریرون کا ہوا
مین اوڑتا اور ہوا کا بیرقون سے لپٹنا اور سوارون کا دونون طرف
جلوس مین چلنا اور گھوڑون کی ٹاپون کا مثل جال کے معلوم ہونا
اور ملکون اور شہرون کا فتح ہونا۔ ان سب خیالات نے اُن لوگون
کو خواہش نفسانی کا جام پلاکر مخمور کردیا اور اسی مدہوشی نے اُنکو
خلیفہ کردیا اور جیسے اسلام کے قبل تھے پھر ویسے کے ویسے ہی
ہوگئے۔ اور اس عہد کو اُنھون نے پیچھے ڈال دیا اور اس عہدشکنی
کے ساتھ ادنی چیز کو خرید کرلیا۔ پس کیا بُری چیز ان لوگون نے خرید کی۔

امام غزالی کے اس قول کو خلاصہ کرکے علامہ سبط ابن جوزی نے بھی تذکرہ خواص الامۃ مین لکھا ہے۔
اس واقعہ کے نزول بشارت اور حصول قبولیت کے ساتھ ہی مخالفت اور معارضت شروع ہوگئی۔ اور
حارث بن نعمان فہری کی کافرانہ تعریض پر عذاب الیم کی جبارانہ تنزیل نے اوسی وقت اوس کی حقانیت
کے مشاہدات امت اسلام کی نگاہون کے سامنے پیش کردیئے گویا اس کا جوہر حقیقت تعلم الاشیا باضدادہا
کے اصول مسلمہ کے معیار کے اوپر کامل اوتر گیا اور اسکی صداقت وصحت مدارج آزمائش اور معارج امتحان مین
پوری ثابت ہوگئی ؎ خوش بود گر محک تجربہ آید بمیان تا سیہ روے شود ہر چہ درو غش باشد۔
اسکی تصدیق وتوثیق کا سلسلہ کچھ زمانہ رسول اللہ صلعم ہی تک محدود وموقوف نہین رہا بلکہ خلافت کے
نظم جدید کے وقت حضرت علی مرتضیٰؑ نے بطور احتجاج امت اسلام کے سامنے استدلالاً پیش کیا ہے لیکن
بقول امام غزالی جب خود غرضی نفسانیت۔ حصول سلطنت وریاست جمع مال ودولت کے غیر متحمل اشتیاق و

تمنا ئیں سامنے آگئیں تو پھر خدا کی کون سنتا ہے اور رسول کی کون مانتا ہے ۔ چنانچہ ابتدائے اجماع اور آغاز انعقاد خلافت اور تعیین خلیفہ کے وقت خود جناب صدیقہ کبریٰ حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام نے اپنے طولانی خطبہ میں بطور استدلال احتجاجیہ اس واقعہ کی بشارتوں کو پیش کر کے حضرت علی مرتضیٰ کی حقیقت خلافت ثابت فرمائی تھی ۔ چنانچہ علامہ جزری صاحب حصن حصین اسنی المطالب میں اور حافظ عبداللہ بن احمد بن ابراہیم بن احمد المقدسی الصالحی الحنبلی مناقب میں لکھتے ہیں ۔

عن بکر بن احمد القصری قال حدثتنا فاطمۃ بنت علی بن موسیٰ الرضا قالت حدثتنی فاطمۃ و زینب و ام کلثوم بنات موسیٰ بن جعفر الکاظم قلن حدثتنا فاطمۃ بنت جعفر بن محمد الصادق قالت حدثتنی فاطمۃ بنت علی بن الحسین زین العابدین قال حدثتنی فاطمۃ و سکینۃ ابنتا الحسین بن علی عن ام کلثوم بنت فاطمۃ بنت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن فاطمۃ الزہراء بنت رسول اللہ صلعم و رضی اللہ عنہا قال انسیتم قول رسول اللہ صلعم یوم غدیر من کنت مولاہ ۔ اخرجہ الحافظ ابو موسیٰ المدینی فی کتابہ المسلسل بالاسماء وقال ھذا الحدیث المسلسل من وجہہ وھو ان کل واحدۃ من الفواطم تروی عمۃ لھا فھو روایۃ خمس بنات اخ کل واحدۃ منھن عن عمتھا ۔	بکر بن احمد قصری ناقل ہیں کہ ہم سے فاطمہ بنت علی بن موسیٰ الرضا نے بیان کیا کہ مجھ سے میری پھوپھیوں ۔ فاطمہ ۔ زینب اور ام کلثوم موسیٰ بن جعفر الکاظم کی صاحبزادیوں نے بیان کیا کہ ان سے فاطمہ بنت جعفر بن محمد الصادق ذکر کرتی تھیں کہ اون سے اون کی پھوپھی فاطمہ بنت علی بن الحسین زین العابدین فرماتی تھیں کہ مجھ سے میری پھوپھی فاطمہ اور سکینہ جناب امام حسین علیہ السلام کی صاحبزادیاں ارشاد کرتی تھیں کہ ان سے اون کی پھوپھی ام کلثوم بنت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان کیا کہ میری والدہ ماجدہ جناب سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا نے لوگوں کو مخاطب کر کے ارشاد کیا کہ کیا تم لوگ جناب رسولخدا صلعم کے اس ارشاد کو بھول گئے جو غدیر خم میں فرمایا تھا ۔ کہ جس کا میں مولا ہوں اوس کا علی مولا ہے ۔ حافظ ابو موسیٰ المدینی نے اس حدیث کو اپنی کتاب مسلسل بالاسماء میں روایت کیا ہے اور وہ کہتا ہے کہ ایک وجہ سے یہ حدیث خود بھی مسلسل ہے کیونکہ ہر ایک فاطمہ نام رکھنے والی مخدومہ نے اس حدیث کو اپنی پھوپھی سے روایت کیا ہے اور یہ ایسی پانچ بھتیجیوں کی روایت ہے کہ ہر ایک اپنی پھوپھی سے روایت کرتی ہے ۔

ابن عساکر اپنی تاریخ میں امام حاکم مستدرک میں اور ملا علی متقی کنز العمال میں لکھتے ہیں ۔

عن رفاعۃ بن ایاس الضبی عن ابیہ عن جدہ	رفاعہ بن ایاس الضبی اپنے والد سے اور وہ اسکے دادا سے

قال کنت مع علی فی الجمل
فبعث الی طلحہ ان القنی
فلقیہ فقال انشدک
اللہ اسمعت رسول اللہ یقول
من کنت مولاہ فعلی مولاہ
اللھم وال من والاہ وعاد
من عاداہ قال نعم
فقال فلم تقاتلنی قال فانصرف
طلحۃ بن عبید اللہ ۔ ارجح المطالب ۵۸۲ جلد

ناقل ہیں کہ میں جنگ جمل میں حضرت علیؑ کے ہمراہیوں میں تھا
جناب امیر نے طلحہ کو بلا بھیجا کہ مجھ سے ملاقات کریں۔ طلحہ آپ کے
پاس حاضر ہوئے جناب امیر علیہ السلام نے اون سے فرمایا کہ میں
تمکو خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ کیا تم نے جناب رسالتمآب صلعم کو
یہ کہتے ہوئے نہیں سنا ہے کہ جس کا میں مولا ہوں اوس کا علی
مولا ہے اے میرے پروردگار اسکو دوست رکھ جو علیؑ کو دوست
رکھے اور تو اوسکو دشمن رکھ جو علیؑ کو دشمن رکھے۔ طلحہ نے
کہا ہاں سنا ہے۔ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا پھر تم کیوں میرے
ساتھ جنگ کرتے ہو۔ طلحہ اوسی وقت جنگ کرنے سے لوٹ گئے۔

علامہ ابن عقدہ۔ حافظ محمد بن حبان بستی۔ علامہ محب الدین طبری۔ ابن عساکر اور امام سمہودی جواہر العقدین میں لکھتے ہیں۔

عن ابی الطفیل ان علیا قام فحمد اللہ
ثم قال انشد باللہ من شھد یوم غدیر
ان یقوم ولا یقم رجل یقول نبئت او بلغنی
الا رجل سمعت اذناہ ووعاہ قلبہ فقام
سبعۃ عشر رجلا منھم خزیمہ بن
ثابت وسھل بن سعد وعدی بن حاتم و
عقبہ بن عامر وابو ایوب الانصاری وابو لیلی و
الھیثم بن التیہان وابو سعید الخدری وقبیح الخزرجی و
ابو قدامۃ الانصاری ورجال من قریش فقال علی ھاتوا
ما سمعتم فقالوا نشھد انا اقبلنا مع رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من حجۃ الوداع حتی اذا
کان الظھر خرج رسول اللہ صلعم فامر بشجرات
فشذبن والقی علیھن ثوبۃ ثم نادی بالصلوۃ

ابو الطفیل سے مروی ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے خطبہ میں خدا کی حمد
کے بعد فرمایا ہے خدا کی قسم دیکر اوس شخص کو جو غدیر خم کے روز حاضر ہوا
ہے کھڑا ہو جائے اور وہ شخص نہ کھڑا ہو جو یہ کہے کہ مجھے خبر لگی ہے
یا خبر دی گئی ہے بلکہ وہ شخص بیان کرے کہ جسکے کانوں نے سنا ہو اور
دل نے یاد رکھا ہو۔ پس سترہ آدمی اوٹھ کھڑے ہوئے۔ انمیں خزیمہ
بن ثابت۔ سہل بن سعد۔ عدی بن حاتم۔ عقبہ بن عامر۔ ابو ایوب
انصاری۔ ابو لیلی۔ ابو الہیثم بن تیہان۔ ابو سعید خدری۔
قبیح خزرجی۔ ابو قدامۃ الانصاری رضی اللہ عنہم اور نیز قریش کے اور
آدمی موجود تھے جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا۔ بیان کرو تم نے
کیا سنا ہے وہ کہنے لگے ہم حجۃ الوداع سے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی رکاب با سعادت میں مکہ سے واپس آرہے تھے کہ ظہر کے
وقت حضرت باہر تشریف لائے اور درختوں کی کاٹ چھانٹ
کا حکم دیا اور ان پر کپڑا ڈالدیا گیا پھر نماز کے لیے منادی کرا دی گئی

فخرجنا وصلینا ثم قام فحمد اللہ واثنیٰ علیہ ثم قال ایھا الناس ما انتم قائلون قالوا قد بلغت قال اللّٰھم اشھد ثلاث مرات فقال انی اوشك ان ادعیٰ فاجیب وانی مسئول وانتم مسئولون ثم قال الا ان دمائکم واموالکم حرام کحرمۃ یومکم ھذا وحرمۃ شھرکم ھذا اوصیکم بالنساء واوصیکم بالجار واوصیکم بالممالیك واوصیکم بالعدل والاحسان ثم قال ایھا الناس انی تارك فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اھلبیتی فانھما لن یفترقا حتی یردا علیّ الحوض نبأنی بذلك اللطیف الخبیر ثم اخذ بید علیؑ فقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ فقال علی صدقتم وانا علی ذلك من الشاھدین

ہم لوگ اپنے اپنے خیموں سے نماز کے لیئے باہر نکلے۔ آنحضرت صلعم نے کھڑے ہو کر خطبہ میں خدا کی صفت وثنا کے بعد بیان کیا اے لوگو تم کیا کہتے ہو حاضرین نے عرض کی آپ نے خدا کا پیغام پہونچایا اس بات کو تین مرتبہ فرماکر آپ نے کہا اے خدا گواہ رہیو۔ پھر ارشاد کیا میرا گمان ہے کہ میں بلایا جاؤنگا۔ اور تم بھی پوچھے جاؤگے بے شبہہ تمھارا خون تمھارا مال ایک دوسرے پر حرام ہوگیا ہے جیسا کہ یہ تمھارا آج کا دن اور یہ تمھارا مہینہ حرمت والا ہے تمکو وصیت کرتا ہوں تمھاری عورتوں کے لیئے تمھارے ہمسایوں کیلئے اور تمھاری لونڈی غلاموں کیلئے اور تمکو وصیت کرتا ہوں عدل واحسان کی پھر فرمایا ایھا الناس میں تم میں دو چیزیں بزرگ چھوڑے جاتا ہوں خدا کی کتاب اور میری عترت یعنی میرے اہلبیت یہ دونوں جدا نہ ہونگے یہانتک کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں یہ مجھے خبر دی ہے خدائے لطیف وخبیر نے پھر علیؑ کا ہاتھ پکڑا پس فرمایا جس کا میں مولا ہوں پس یہ علیؑ اسکے مولیٰ ہیں پس حضرت علیؑ نے فرمایا تم لوگ سچ کہتے ہو اور میں بھی اسکی گواہی دیتا ہوں۔

اس مناشدہ مقدسہ کی فوری حقانیت کے ثبوت بھی مفصلۂ ذیل عبارات احادیث میں ملاحظہ فرمائے جائیں۔

صحابہ اور حالات غدیر کی شہادت سے خاموشی۔ اوسکی پاداش

امام ابوالحسن احمد بن یحییٰ البلاذری۔ کتاب انساب الاشراف میں تحریر فرماتے ہیں۔

عن عمیر بن سعد قال قال علیؑ علی منبر انشد رجلاً سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یوم غدیر خم من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللّٰھم وال من والاہ وعاد من عاداہ ان یقوم ویشھد وتحت المنبر انس بن مالك وبراء بن عازب وجریر بن عبد اللہ البجلی فاعادھا فلم یجبہ احد فقال اللّٰھم من کتم ھذہ الشھادۃ وھو یعرفھا فلا تخرجہ من الدنیا حتی تجعل بہ اٰیۃ یعرف بھا قال

عمیر بن سعد ناقل ہیں کہ حضرت علیؑ نے منبر پر چڑھکر لوگوں کو قسم دی کہ جس شخص نے غدیر خم کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کو سنا ہو وہ کھڑا ہو کر بیان کرے پس لوگوں نے گواہی دی اور منبر کے نیچے انس بن مالک براء بن عازب اور جریر بن عبداللہ البجلی بھی بیٹھے ہوئے تھے جناب امیرؑ نے ان لوگوں سے کرر فرمایا مگر انمیں سے کسی ایک نے بھی کچھ نہ کہا جناب امیرؑ نے فرمایا۔ بارالہا جس شخص نے اس شہادت کو چھپایا ہے باوجود اسکے کہ وہ جانتا ہے اوس شخص کو اوسوقت تک نمار جبتک کہ تو اسکے لیئے کوئی نشان نہ مقرر کردے کہ وہ اس سے دنیا میں

فبرص انس وعمي البراء ورجع جرير اعرابيا بعد هجرته فاتى السراة فمات في بيت امه ۔

پہچان لیے جاوین۔ عمیر بن سعد کہتے ہین کہ انس تو مبروص ہو گئے براء بن عازب اندھے ہو گئے۔ اور جریر بوڑھے ہو کر واپس آئے اور بکواس کرنے لگے یہانتک کہ اپنی ان کے گھر مین (ہندر بکر) دنیا سے انتقال کر گئے ۔

اسی روایت کو حافظ ابونعیم اور علامہ ابن مردویہ ان الفاظ مین لکھتے ہین ۔

عن طلحة بن عمر قال شهدت عليًّا على المنبر ناشدا اصحاب رسول الله صلعم وفيهم ابو سعيد وابو هريرة وانس وهم حول المنبر وعلي على المنبر وحوله اثنا عشر بدريًّا من الانصار والمهاجرين فقال عليؑ انشدكم هل سمعتم رسول الله ص يقول من كنت مولاه فعليؑ مولاه فقاموا كلهم وانس بن مالك في القوم ما شهد فقال له امير المومنين ما منعك يا انس ان تشهد وقد سمعت ما سمعوا قال يا امير المومنين كبرت ونسيت فقال امير المومنين اللهم ان كان كاذبًا فاضربه ببياض او بوضح لا تواريه العمامة فقال طلحة بن عمر فاشهد بالله لقد رايته بيضًا بين عينيه ۔

طلحہ بن عمر کہتے ہین کہ مین نے جناب امیر علیہ السلام کو منبر پر دیکھا کہ جناب پیغمبر خدا صلعم کے اصحاب کو قسم دیرہے تھے۔ ان مین ابوسعید۔ ابوہریرہ اور انس بن مالک بھی منبر کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے اور جناب امیرؑ منبر پر تشریف رکھتے تھے اور منبر کے اردگرد مہاجرین وانصار بیٹھے تھے جن مین بارہ بزرگوار بدری تھے۔ جناب امیرؑ نے ان سے کہا کہ مین تمکو خدا کی قسم دیتا ہون کہ کیا تمنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے من کنت مولاہ فعلی مولاہ کے ارشاد کو سنا ہے پس جب سب لوگ کھڑے ہو گئے انس بن مالک بھی انلوگون مین موجود تھے اونھون نے گواہی نہین دی جناب امیرؑ نے ان سے فرمایا کہ تم کو شہادت دینے سے کس امر نے روکا ہے باوجودیکہ تمنے بھی سنا تھا جو کچھ کہ ان لوگون نے سنا ہے۔ انس کہنے لگے۔ امیرالمومنین مین بوڑھا ہو گیا ہون مجھے یہ بات بھول گئی۔ جناب امیرؑ نے دعا کی اے پروردگار اگر یہ شخص جھوٹ بولتا ہے تو اسے برص کے مرض مین مبتلا کر دے کہ اوسے یہ اپنے عمامہ سے چھپا نہ سکے ۔ طلحہ بن عمر کہتا ہے کہ مین خدا کو گواہ کر کے کہتا ہون کہ مین نے انس بن مالک کی پیشانی پر وہ سفید دھبا اپنی آنکھون سے دیکھا تھا ۔

حافظ جمال الدین فضل اللہ شیرازی المدعو بہ محدث شیرازی کتاب اربعین مین لکھتے ہین

عن زر بن حبيش قال خرج علي من القصر

زر بن حبیش ناقل ہین کہ ایک روز جناب امیر علیہ السلام قصر سے

فاستقبله ركبان متقلدي السيوف عليهم العمائم جدثي عهد سفر فقالوا السلام عليك يا مولانا فقال علي بعد ما رد السلام عليهم من ههنا من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فقال اثنا عشر رجلا منهم خالد بن زيد وابو ايوب الانصاري وخزيمة بن ثابت ذو الشهادتين وثابت بن قيس بن شماس وعمار بن ياسر وابو الهيثم بن التيهان وهاشم بن عتبه وسعد بن وقاص وحبيب بن بديل بن ورقاء فشهدوا انهم سمعوا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يوم غدير خم من كنت مولاه فعلي مولاه فقال علي لانس بن مالك والبراء بن عازب ما منعكما ان تقوما فتشهدا فقد سمعتما كما سمع القوم فقال اللهم ان كتماها معاندة فابلهما فاما البراء فعمي وكان يسئل عن منزله فيقول كيف يرشد من ادركته الدعوة واما انس فقد برصت قدماه وقيل لما استشهد عليٌ قول النبي صلى الله عليه واله وسلم من كنت مولاه فعلي مولاه اعتذر بالنسيان فقال عليٌ اللهم ان كان كاذبا فاضربه ببياض لا تواريه العمامه فبرص وجهه

برآمد ہوئے اونکے سامنے عمامہ پوش سوار تلواریں لٹکائے ہوئے آئے جنکے چہروں سے معلوم ہوتا تھا کہ ابھی سفر سے آئے ہیں اونھوں نے جناب امیرؑ سے کہا کہ السلام علیک یا مولانا۔ جناب امیرؑ نے اونکو جواب سلام دیکر فرمایا جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں سے کون کون اس مقام پر موجود ہیں۔ بارہ آدمی حاضر تھے۔ جن میں خالد بن زید۔ ابو ایوب انصاری۔ خزیمہ بن ثابت ذو الشہادتین ثابت بن قیس بن شماس۔ عمار بن یاسر۔ ابو الہیثم بن التیہان ہاشم بن عتبہ۔ سعد بن وقاص اور حبیب بن بدیل بن ورقاء رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ اوٹھکر گواہی دینے لگے کہ ہمنے جناب رسولخدا صلعم سے سُنا ہے کہ جس کا میں مولا ہوں اوس کا علیؑ مولا ہے جناب امیرؑ نے انس بن مالک اور براء بن عازب سے کہا تمھیں اوٹھکر گواہی دینے سے کس نے منع کیا ہے۔ تمنے بھی وہی سُنا تھا جو کچھ کہ لوگوں نے سُنا تھا پس جناب امیر علیہ السلام نے دعا کی کہ پروردگارا اگر انھوں نے گواہی کو عناد کی وجہ سے چھپایا ہے تو انکو ناگہانی بلا میں مبتلا کر پس براء ابن عازب اندھے ہوگئے یہاں تک کہ اپنے گھر کا راستہ پوچھا کرتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے بھلا وہ شخص کیونکر راستہ دیکھ سکتا ہے جسکو بددعا لگ گئی ہو اور انس بن مالک کا یہ حال ہوا کہ انکے پاؤں پر برص پیدا ہوگیا اور یہ بھی روایت ہے کہ جب جناب امیر علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ پر لوگوں سے گواہی طلب کی۔ اس پر انس بن مالک نے نسیان کا عذر پیش کیا جناب امیرؑ نے دعا کی کہ اگر یہ شخص جھوٹ کہتا ہے تو اسے برص کے مرض میں مبتلا کردے کہ عمامہ سے نہ چھپ سکے پس انس اپنے

فندل بعد ذلک برقعا علی وجھہ ۔ منھ کے برص کو برقع میں چھپائے رکھتے تھے ارجح المطالب ص ۵۷۸

حافظ ابن کثیر شامی اور امام دارقطنی لکھتے ہیں ۔

عن عبد الرحمن بن ابی لیلی قال خطب علی فقال انشد اللہ امرا نشدہ الاسلام سمع رسول اللہ صلعم یوم غدیر خم اخذ بید علی یقول الست اولی بکم یا معشر المسلمین من انفسکم قالوا بلی یا رسول اللہ قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ ان یقوم ویشھد فقام بضعۃ عشر رجلاً فشھدوا وکتم قوم فما خرجوا من الدنیا حتی عموا او برصوا ۔

عبد الرحمن بن ابی لیلی سے مروی ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے خطبے میں ارشاد فرمایا کہ میں اوس مرد خدا کو جس نے اسلام قبول کیا ہے قسم دیتا ہوں اور آنحضرت صلعم کے اس ارشاد سے کہ علی کا ہاتھ پکڑ کر غدیر خم کے روز کہا تھا پوچھتا ہوں کہ جس شخص نے آنحضرت صلعم حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ کی حدیث کو سنا ہے وہ اوٹھ کر اوسکی شہادت بیان کرے پس دس آدمیوں سے چند زاید آدمیوں نے کھڑے ہو کر گواہی دی اور ایک گروہ صحابہ نے اس شہادت کو چھپایا پس وہ لوگ اوس وقت تک دنیا سے عالم آخرت کو نہیں گئے جب تک کہ وہ لوگ اندھے اور مبروص نہیں ہو گئے ۔

حافظ ابو موسی اور علامہ ابن اثیر اسد الغابہ میں لکھتے ہیں ۔

عن ابن اسحق قال حدثنی من لا احصی ان علیا نشد الناس فی الرحبۃ من سمع رسول اللہ ص من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ فقام نفر فشھدوا انھم سمعوا ذلک من رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم وکتم قوم فما خرجوا من الدنیا حتی عموا او برصوا واصابتھم آفۃ منھم یزید بن ودیعہ وعبد الرحمن بن مدلج ۔

ابن اسحاق ناقل ہیں کہ مجھ سے بہت سے آدمیوں نے بیان کیا جن کا شمار مشکل ہے کہ جناب امیر نے رحبہ میں لوگوں کو قسم دیکر پوچھا کہ جس کسی نے من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ کی حدیث کو آنحضرت صلعم سے سنا ہو بیان کرے پس چند آدمیوں نے کھڑے ہو کر گواہی دی کہ انھوں نے اس حدیث کو آنحضرت صلعم کی زبانی سنا ہے اور ایک گروہ نے اس حدیث کو چھپایا وہ لوگ جب تک اندھے یا مبروص یا کسی اور بلا میں مبتلا نہ ہو لیے دنیا سے آخرت کو نہ سدھارے چنانچہ یزید بن ودیعہ اور عبد الرحمن بن مدلج بھی انھیں میں تھے ۔

اتنے طول وطویل اور پر تفصیل مشاہدات ثبوت کے بعد بھی کیا کوئی صحیح الدماغ شخص کہہ سکتا ہے کہ اس واقعہ کی شہرت قبولیت اور تصدیق و توثیق میں خیر القرون کا کوئی زمانہ خالی گذرا ہے خلفائے راشدین حضرات

عشرہ مبشرہ - اصحاب حل وعقد اور صحابہ سابقین کے ممتاز طبقات مین ممتازین ومعززین صحابہ نے اس واقعہ کا صاف صاف اقرار واعتراف فرمایا ہے اور اسکی حقیقت کو حلفاً بیان کیا ہے اور حارث بن نعمان فہری کی طرح ان مین سے انکار کرنیوالون نے عذاب ومصیبت کی سزا بھی پائی ہے - لیکن باینہمہ - پھر کیا ہوا؟ دنیا پرستی اور زرپرستی ایسی بُری بلا ہے کہ وہ نہ خدا کی سننے دیتی ہے اور نہ رسولؐ کی - اسی پیش آنے والے منظر کو مدنظر رکھکر جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متواتر تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا تھا -

لا ادری ما تحدثون بعدی نہین معلوم تملوگ میرے بعد کیا احداث کر وگے - (موطا مالک)

فرمود بلی شما اصحاب من اید لیکن ندانم کہ شما بعد از من چہ کنید - (مدارج النبوۃ محدث دہلوی) ارشاد ہوا تم میرے اصحاب تو ہو مگر مجھے معلوم نہین کہ میرے بعد تم لوگ کیا کیا کروگے -

اسی طرح ایک دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا گیا تھا -

مجھکو تمھارے مشرک یا کافر ہو جانے کا اندیشہ نہین ہے - لیکن خوف ہے تو یہ کہ تم کہین دنیا مین نہ پھنس جاؤ" وہی ہو کر رہا - صدقت یا رسول اللہ بابی انت وامی فداہ -

اس واقعہ مین حکم خدا ورسولؐ کے تفصیلی حالات - وقت وقوع سے لیکر وفات رسول مقبولؐ تک اسنادِ صحیحہ ومتواترہ سے مستنبط کرکے لکھدیے گئے ہین - ان تمام واقعات کو اون حالات سے مقابل کیا جائے جو وفات رسولؐ کے بعد اس حکم الٰہی اور ارشاد حضرت رسالت پناہی کے خلاف عمل مین لائے گئے تو جناب مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مذکورہ بالا پیشین گوئیون کی جو اسکی خلاف ورزی کے متعلق ارشاد فرمائی گئی تھین - پوری اور کامل تصدیق ہوجاتی ہے -

جب دینداری دنیاداری سے بدل گئی اور اوامر واحکام دین ملکی آئین اور سیاسی قوانین کے محکوم اور زیر اثر آگئے تو استحفاظ حکم وحکومت اور استقرار خلیفہ وخلافت کی غرض وغایت سے ان احکام الٰہی کے مقاصد اور فرمان رسالت پناہی کے مطالب بدل دیے گئے - انکی حقیقت اور واقعیت کچھ سے کچھ کردی گئی - اصلی معانی ومطالب تو ذکر ونقل سے متروک وممنوع کردیے گئے - قیاسی اور موہوم تاویلات مہملہ اُن کی جگہون پر قائم کردی گئین -

انھین ضرورتون کو مدنظر رکھکر آغاز خلافت سے لیکر آخر خلافت راشدہ تک جناب علی مرتضیٰ علیہ السّلام نے تمام صحابہ کبار سے متواتر موقعون اور مختلف مقامون پر اسکے اعتراف کرائے اور کھڑے کھڑے اقرار لیے حالانکہ چالیس برسون سے اسکے خلاف مسلمانون کا عملدرآمد چلا آتا تھا لیکن جناب

علی مرتضیٰ علیہ السّلام کا استحقاق فی الخلافت کسی وقت و زمانہ مین مسلمانون کی خلاف ورزی سے یا سوء عملی اور بدعہدی سے زائل یا باطل ہونیوالا نہین تھا یہ وہ ابدی نعمت تھی اور ازلی دولت جو خدا کے لازوال کی بارگاہ سے مخبر صادق علیہ السّلام کی معرفت آپ کو مرحمت ہوئی تھی۔ اور جسکو سقیفہ بنی ساعدہ کے بعد آپ نے ان الفاظ مین تمام ارباب اسلام اور اصحاب حل وعقد کے سامنے ارشاد فرمایا تھا۔ علّامہ ابن اثیر اسد الغابہ مین لکھتے ہین۔

عن علی قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و واٰلہٖ وسلم انت بمنزلۃ الکعبۃ توتی ولا تاتی فان اتاک ہؤلاء القوم وسلموھا الیک یعنی الخلافۃ فاقبل منھم وان لم یاتوک فلا تاتھم حتی یاتوک	حضرت علی مرتضیٰ نے کہا کہ جناب رسولخدا صلعم نے مجھ سے ارشاد فرمایا ہے کہ اے علیؑ تو بمنزلہ کعبہ کے ہو کہ اوسکے حضور مین سب حاضر ہوتے ہین اور وہ کسی کے پاس نہین جاتا۔ پس اگر یہ قوم تیرے پاس آکر بیعت خلافت کرے تو تم قبول کر لینا ورنہ تم خود اس غرض سے اون کے پاس نہ جانا۔ ارجح المطالب ج ۲ صـ۲۱

خلافت راشدہ تک اگرچہ اس حدیث پر عملدرآمد نہوا۔ مگر اسکی حقیقت اور واقعیت سے کسی کو انکار کی جرأت بھی نہین ہوئی اور ہر مناشدہ و مستفسرہ کے موقع پر اسکی شہادت دی گئی۔ اور اقرار کیا گیا۔ اسلیئے کہ بدیہیات سے انکار نا ممکن تھا۔ اور اس وقت اسکے دیکھنے والے سیکڑون سے لیکر ہزارون اور لاکھون کی تعداد مین موجود تھے۔ اب رہا عملدرآمد۔ وہ حصول سلطنت۔ وصول مال و دولت کے سیاسی اصول اور ملکی ضرورتون پر مبنی تھا۔ اسی سے سمجھ لینا چاہیئے کہ منتظمین خلافت اور اہل حل وعقد نے خدا و رسولؐ کے نصوص متعددہ و متواترہ کو اپنے احکام مجوزہ کے مقابلہ مین کالعدم کر دیا تھا۔ خیر القرون یا خلافت راشدہ کے زمانہ تک تو یہ کیفیت رہی خلافت راشدہ کی مدّت تمام ہونے کے بعد جب مملکت عضوضہ کا زمانہ آیا اور حکومت امویہ و عباسیہ کا دور شروع ہوا جس مین بقول شبلی صاحب سیکڑون ہزارون حدیثین امیر معاویہ وغیرہ کے فضائل مین بن گئیں۔ عباسیون کے زمانہ مین تو ایک ایک خلیفہ کی نام بنام پیشین گوئیان حدیثون مین داخل ہوئیں (سیرۃ النبی ج اول صـ۵۵ دیباچہ) تو حدیث غدیر کے متعلق سلطنت کے محدثین وظیفہ خوار اور حکومت کے مفسرین فرمانبردار نے جب انکار کی صورت نہین دیکھی تو اس حدیث صحیح و متواترہ کے معنون مین نزاع لفظی پیدا کی اور لفظ مولا کے مختلف المعنی ہونیکی وجہ سے غیر موقع اور محض بیجا فائدہ اٹھانا چاہا۔

لفظ مولا پر نزاع لفظی بعض نے ولایت جناب علی مرتضیٰ علیہ السّلام سے انکار کرکے بریدہ کی رفع شکایت اور حضرت علیؑ کے اظہار منقبت کو اس حدیث کے ارشاد کا باعث بتلایا۔ یہ دونون تاویلین جیسی مہمل ہین

وہ عقل سلیم اور شعور کامل رکھنے والے حضرات پر ظاہر ہین۔ اسی طرح مولا کے کسی معنی کی طرف رجوع کرنے کی کوئی ضرورت نہین۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صاف اور کھلے الفاظ مین پہلے اپنی نسبت من کنت مولاہ فرماکر۔ پھر حضرت علیؑ کی نسبت وہی الفاظ فعلی مولاہ بتلاکر مساوات و مماثلت بالمعنی خود دکھلادی ہے۔ اسی سے سمجھ لینا چاہیئے کہ مولا کے جس معنی مین خود جناب رسول اللہ صلعم سمجھے جاینگے بعینہ اوسی معنی مین حضرت علی مرتضیٰ بھی۔ تو پھر اب اسکے معنی مین نزاع کیسی اور اختلاف کیا۔

بریدہ والی شکایت کی مہمل تاویل اور مولوی شبلی صاحب

اب رہا بریدہ والی شکایت کا معاملہ۔ شبلی صاحب لکھتے ہین۔

احادیث مین یہ تصریح نہین کہ ان الفاظ کے (من کنت مولاہ) کہنے کی کیا ضرورت پیش آئی۔ بخاری مین ہے کہ حضرت علیؑ اس زمانہ مین یمن بھیجے گئے تھے۔ جہان سے واپس آکر وہ حج مین شامل ہوئے تھے یمن مین انھون نے اپنے اختیار سے ایک ایسا واقعہ کیا تھا جسکو انکے بعض ہمراہیون نے پسند نہین کیا۔ ان مین سے ایک صاحب نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی آپنے فرمایا علیؑ کو اس سے زیادہ حق تھا۔ عجب نہین کہ اسی قسم کے شکوک رفع کرنے کے لیے اس موقع پر آپ نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔ سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۱۳۱

قاضی محمد سلیمان صاحب صاحب رحمۃ العلمین

صاحب رحمۃ العلمین بھی شبلی صاحب کے ہم آہنگ ہین۔ اونکی عبارت حسب ذیل ہے۔

راہ مین بریدہ اسلمی نے حضرت علیؑ مرتضیٰ کی شکایت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سمع مبارک تک پہونچائی۔ شکایات کا تعلق حضرت علیؑ کے چند افعال سے تھا جو حکومت یمن مین جناب علی مرتضیٰؑ سے تقسیم غنیمت وغیرہ کے متعلق صادر ہوئے تھے۔ درحقیقت شکایت کی بنیاد بریدہ کے قصور کا فہم تھا۔ اسلیئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خم غدیر پر ایک فصیح خطبہ پڑھا اور اسی خطبہ مین اہلبیت رضوان اللہ علیہم کی شان منزلت کا اظہار فرمایا اور علی مرتضیٰ سلام اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ جس کا مین مولا ہون اوس کا علی مولا ہے۔ اسی خطبہ کے بعد حضرت عمر فاروق نے حضرت علیؑ مرتضیٰ کو اس شرف کی مبارکباد دی اور بریدہ نے بقیۃ العمر علی مرتضیٰ کی محبت و متابعت کو پورا کیا بالآخر یہ بزرگوار جنگ جمل مین شہید ہوئے[۱]۔ رحمۃ مطبوعہ امرتسر صفحہ ۲۷۳

مولوی عبید اللہ صاحب صاحب ارجح المطالب

صاحب ارجح المطالب بھی انھین دونون صاحبون کے ہم رنگ ہین۔

---

[۱] جب جنگ جمل مین بریدہ کا فائز بدرجۂ شہادت ہونا آپکو تسلیم ہے تو طرف مخالف کو دنکے ناحق شہید کرنیکے جرم مین کیا فرمایا جائیگا۔ فافہم فتدبر (المولف)

آپ مولیٰ کے معنی اولیٰ بالنفس قرار دیتے ہیں اور اپنی استدلال کی طولانی بحث کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں۔

یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے۔ اسکے بعد حضرت صلعم نے حج نہیں کیا۔ اس واقعہ کے بعد حضرت اسی یا نوے روز بقید حیات رہے۔ تمام اہل سیر متفق ہیں کہ اس واقعہ سے پہلے حضرت نے جناب امیرؑ کو ایک لشکر کا سردار بنا کر یمن کی طرف روانہ کیا تھا اور خالد بن ولید کو بھی دوسرے لشکر کے ساتھ یمن کی طرف بھیجا تھا اور وقت روانہ کرنے دونوں لشکروں کے فرما دیا تھا کہ جناب امیر علیہ السّلام ہی امیر سمجھے جائینگے اور خالد بن ولید آپکی ماتحتی میں کارروائی کرینگے۔ چنانچہ دونوں لشکر یمن میں مقام زبید پر جا ملے اور بنی زبید سے لڑائی ہوئی اور لشکر اسلام ظفریاب ہوا۔ اور کفار کے زن و بچہ اسیر ہوئے۔ ان میں ایک لونڈی نہایت خوبصورت تھی۔ جناب امیرؑ اُسکو اپنے تصرف میں لائے۔ یہ امر بعض لوگوں کو شاق گذرا جب دونوں لشکر حضرت کی خدمت میں پہونچے اور حجۃ الوداع میں شریک ہوئے۔ چند آدمیوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جناب امیرؑ کی شکایت کی۔ حضرت صلعم نے بعض لوگوں کو اُسی وقت جواب دیا کہ تم علیؑ کے پیچھے نہ پڑو علیؑ میرا ہے اور میں علیؑ کا ہوں اور وہ میرے بعد تمھارا ولی ہے پھر جب حضرتؐ حجۃ الوداع سے فارغ ہو کر مقام جحفہ میں پہونچے تو حضرت نے باقی لوگوں کے شکوک رفع کرنے کے لیے خطبہ میں جناب امیرؑ کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد کیا جس کا میں مولا ہوں اوس کا علیؑ مولا ہے۔ یعنی مملوک جو اس کنیز میں تصرف کرنیکی نسبت شکایت کرتے ہو۔ وہ تو میری طرح مومنوں کے ہر ایک امر میں اولی بالتصرف ہے کتب سیر و رجال اور تاریخ و احادیث میں اس واقعہ کی شہادت ملتی ہے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہما نے روایت کی ہے۔ علامہ ابن حجر نے بھی صواعق محرقہ میں اس حدیث کے ارشاد کی یہی وجہ بتلائی ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں۔

فسبب ذلک کما نقلہ الحافظ	اس حدیث کے ارشاد ہونیکا سبب یہ ہے کہ جس کا ذکر حافظ
شمس الدین محمد بن محمد الجزری	شمس الدین محمد بن محمد الجزری رحمۃ اللہ علیہ نے اسنی المطالب
عن ابن اسحٰق ان علیًا تکلم فیہ	میں سیرۃ ابن اسحاق سے نقل کیا ہے کہ بعض لوگوں نے جو جناب
بعض من کان معہ فی الیمن فلمّا	امیر علیہ السّلام کے ساتھ یمن گئے ہوئے تھے واپس آکر جناب
قضی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ	امیرؑ کی شکایت کی جب آنحضرت صلعم حج سے فارغ ہو کر واپس
خطبہا تنبیہًا علی قدرہ وردًا علی	آئے تو لوگوں کو جناب امیرؑ علیہ السّلام کی شان اور منزلت پر مطلع
من تکلم فیہ کبریدہ	کرنیکیلئے اور ان شکوک کو رفع کرنیکیلئے آپ نے خطبہ ارشاد کیا اور جو لوگ شکایت کرتے تھے مثل بریدہ وغیرہ کے

كما في البخاري ان كان يبغضه نسبب ذالك ما صححه الذهبي انه خرج معه الى اليمن فرأى منه جفوة فقصه للنبي صلى الله عليه واله وسلم فجعل ويتغير وجهه ويقول يا بريده الست اولى بالمومنين من انفسهم قال بلى يا رسول الله صلعم قال من كنت مولاه فعلىؑ مولاه

جن کا ذکر امام بخاری نے بھی کیا ہے کہ بریدہ رضؓ ابتدا میں جناب امیر سے بغض رکھا کرتے تھے اور بغض کی وجہ یہ ہے کہ جسکی صحت حافظ ذہبی نے کی ہے کہ بریدہ رضؓ جناب امیرؑ کے ساتھ یمن کو گئے تھے۔ راہ میں باہم کچھ شکر رنجی ہو گئی تھی اس وجہ سے بریدہ جناب رسولخدا صلعم کے حضور میں جناب امیر علیہ السّلام کی شکایت کرنے لگے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ مبارک غصہ سے سرخ ہو گیا۔ اور آپنے فرمایا بریدہ کیا میں مومنوں کے لیے اونکی جان سے اولیٰ نہیں ہوں۔ بریدہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلعم حضور بیشک اولیٰ ہیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کا میں مولا ہوں اوس کا علیؑ مولا ہے۔

بعض محدثین نے اس حدیث کا سبب ارشاد یہ بیان کیا ہے۔

كان سبب ذلك ان اسامة بن زيد قال لعلي لست مولائي انما مولائي رسول الله صلى الله عليه واله وسلم فقال رسول الله صلعم من كنت مولاه فعلي مولاه (نقله شمس الدين مظفر الخلخالي في المفاتيح شرح المصابيح)

اس کا سبب یہ تھا کہ ایک دفعہ اسامہ بن زید رضؓ نے جناب امیرؑ سے کہا تھا کہ آپ میرے مولا نہیں ہیں میرے مولا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جب یہ بات آنحضرت صلعم کو معلوم ہوئی تو آپنے ارشاد فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں اوس کا علیؑ مولا ہے (اسکو شمس الدین مظفر الخلخالی نے مفاتیح شرح مصابیح میں نقل کیا ہے)۔

لیکن وجہ اوّل زیادہ تر صحیح معلوم ہوتی ہے۔ ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد دو دفعہ کیا ہو ایک دفعہ اس ارشاد کے محرک اسامہ بن زید ہوے ہوں اور دوبارہ بریدہ اسلمیؓ کی وجہ سے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد علی رؤس الاشہاد بیان کیا ہو۔

بہرحال یہ کہنا کہ حضرت امیرؑ علیہ السّلام حجۃ الوداع میں شریک ہی نہیں تھے۔ یا یہ حدیث متواتر نہیں ہے یا مولیٰ کے معنی متعین کرنے میں چون وچرا کرنا بالکل سفسطہ اور جنون ہے جو اکثر تعصب کے بڑھ جانے سے

پیدا ہوجاتا ہے۔ واولوالارحام بعضکم اولیٰ ببعض میں لفظ اولیٰ بعیرمن کے مستعمل ہوا ہے۔ اس تسویلات سے لوگوں کو فریفتہ کرکے راہ حق سے بے راہ کرنا چاہئے۔ ارجح المطالب جلد دوم صفحہ ۲۳۵

ہم نے زمانۂ حال کے تینوں مصنفین کی جدا جدا رائیں لکھدی ہیں۔ ان تاویلات مہملات کے موجد اوّل وہی بخاری صاحب جن سے پہلے کسی کے دماغ میں اس تاویل اور بے عقلی کی تخئیل کا خیال بھی نہیں تھا۔ یہ تاویلات ایسی مہمل ہیں جو کسی طرح نہ معیار نقل کے موافق اترتی ہیں، ورنہ شعار عقل کے مطابق۔

معیار نقل کے مخالف و معارض تو یوں ہیں کہ ان تینوں مصنفین میں سے کوئی صاحب بریدہ کے واقعہ کو اسکے سبب ارشاد قرار دینے میں یقین کامل نہیں رکھتے۔ صرف احتمال ہی کی حد تک بتلاتے ہیں شبلی صاحب کے الفاظ یہ ہیں۔

. عجب نہیں کہ اس قسم کے شکوک رفع کرنے کے لیئے اس موقع پر آپنے یہ الفاظ ارشاد فرمائے "

قاضی محمد سلیمان صاحب۔ صاحب رحمۃ العالمین کے بھی یہی الفاظ بیان ہیں۔

خواجہ عبید اللہ صاحب مصنف کتاب ارجح المطالب نے بریدہ کے ساتھ اسامہ بن زید کا واقعہ بھی لکھا ہے اور دونوں واقعات کو لکھکر تحریر فرمایا ہے۔

لیکن وجہ اوّل صحیح تر ہے۔ ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد دو دفعہ کیا ہو۔ ایک دفعہ اس ارشاد کے محرک اسامہ بن زید ہوں۔ دوسری دفعہ بریدہ اسلمی کی وجہ سے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ نے یہ ارشاد علیٰ روس الاشہاد فرمایا ہو۔

یہ بیان بھی مشکوک۔ نا مستحکم اور بالکل مبہم ہے۔ ان دونوں توجیہوں میں۔ وجہ اوّل صحیح تر بتلائی جاتی ہے۔ لیکن وجہ دوم کی تردید و تکذیب پر جرأت بھی نہیں کی جاتی۔ اسلیئے محض وہم و قیاس کی بنا پر دونوں روایتوں میں تجمیع کی ترکیب بھی داخل کی جاتی ہے۔ نقل و بیان کی یہ شان بالکل خلاف تحقیق ہے۔ مخالف نقل ہونے کی یہ صورت ہے۔ اب اسکی عقلی حیثیت ملاحظہ ہو۔ تو کوئی محدث۔ کوئی مفسر۔ کوئی مورخ۔ یہاں تک کہ خود بخاری صاحب بھی واقعہ غدیر اور اس ارشاد حدیث کی ذیل میں بریدہ اسلمی کے واقعہ شکایت کو یاد نہیں کرتے اور نہ خود رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوس طولانی خطبہ سے جسکو ہم نے توضیح الدلائل سے نقل کیا ہے۔ یا اون تمام خطبہائے مبارک کے کسی لفظ لفظ و حرف سے جس کا شبلی صاحب نے حجۃ الوداع کے ذکر میں مکہ معظمہ کے مختلف مقامات میں ارشاد فرمانا

نقل فرمایا ہے اور اون کو تمام کتب صحاح سے ٹری دیدہ ریزی کے ساتھ چن چنکر لکھا ہے۔ اون مین بھی کہین بریدہ والی شکایت کا کوئی ذکر نہین ہے۔ ہم ان تمام خطبات کو اونکے خاص خاص مقامات پر نقل کر چکے ہین۔ اون سب مین زیادہ تر دینیات و اخلاقیات کے احکام ہین۔ یا اہل بیت علیہم السّلام کے ساتھ محاسن سلوک قائم رکھنے کی تاکیدین فرمائی ہین۔ مکہ معظمہ سے لیکر حجفہ کے قیام تک۔ حرمت خون مسلمین۔ احترام شہر ہائے حرام۔ عظمت بیت الحرم۔ اداے حقوق نسوان وغیرہ وغیرہ کے ساتھ ساتھ حدیث ثقلین۔ اوصیکم فی اھلبیتی۔ اذکروا فی اھلبیتی۔ فانظروا کیف تخلفونی فیھما کتاب اللہ و عترتی اھلبیتی۔ وغیر ذالک الفاظ ارشاد فرمائے گئے ہین۔ جن سے خاص طور پر جناب علی مرتضیٰ کی خاص منقبت کا نہ کوئی اعلان پایا جاتا ہے اور نہ بریدہ اسلمی والی شکایت کا کوئی نام و نشان۔

اب اتنے شواہد صحیحہ و صریحہ کے مخالف ایک بے سرو پا اور محض جذبہ بے بتدا کی تاویل کو اس ارشاد کا باعث بتلایا گیا ہے۔ جسکو نہ عین موقع پر ارشاد فرمانیوالے نے اپنے کسی خطبہ مین اشارتًا و کنایتًا بتلایا اور نہ ایک لاکھ چالیس ہزار سننے والون مین سے کسی فرد واحد نے اسکی سماعت کا اظہار کیا۔ ہان۔ وقت وقوع سے تقریبًا سو دو سو برس بعد جب بدقسمتی اسلام کے اخبار و آثار تمام سیاسی نقطہ نظر سے قلمبند اور اصول عقائد بھی حکومت کی ضرورت استحکام کو مدنظر رکھکر مرتب ہونے لگے۔ اور احکام دینیات فراہین سیاسیات مین جذب کر لیئے گئے اور علمائے شکم پروسنے السّنۃ قاضیۃ علی الکتاب (سنّت قرآن پر حاکم ہے) کے اصول موضوعہ تمام معتقدات و مسلمات اسلامیہ مین قائم کرائے تو اوس وقت ان تمام شاہدات اسلامی کی حقیقت اور اصلیت بدل گئی۔ اون کے حقیقی مدّعا و مقاصد پر انواع و اقسام کے مصنوعات سے نقاب پوشی کی گئی اصل واقعات حقیقت مٹائے گئے۔ گھٹائے گئے اور چھپائے گئے۔ اور جب یہ کوئی صورتین ممکن نہ ہوسکین تو اون کے مفہوم بدلے گئے۔ اصل مطالب کچھ سے کچھ کر دیئے گئے۔ یہ بھی امکان سے باہر دیکھا گیا تو تاویلات رکیکہ سے کام لیا گیا۔ انھین موضوعات کثیرہ مین سے بریدہ اسلمی کے واقعہ شکایت کو حدیث غدیر کے ارشاد کا باعث بتلانا بھی داخل ہے۔

ہم نے واقعات غدیر کی ابتدائی تفصیل مین پہلے قرآن مجید کی نص صریح کو متعدد محدثین و مفسرین کے اقوال متواترہ سے لکھدیا ہے اور بتلادیا ہے کہ ان نصوص اور آیات مخصوص کا نزول خم غدیر کے خاص موقع پر ہوا ہے۔ پھر ہمنے ان احکامات آلٰہیہ مین نصوص احادیث درج کئے ہین۔ اس تفصیل و تصریح کے ساتھ کہ حکم خدا پاتے ہی جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہتمام خاص سے ایک لاکھ چالیس ہزار

مسلمانون کو جمع فرماکر (آگے چلے جانے والون کو واپس بلواکر اور پیچھے رہ جانیوالون کے پہونچ جانے تک کا انتظار کرکے) ایک طولانی خطبہ مین حدیث غدیر ارشاد فرمائی۔ اسکے بعد محدثین۔ مفسرین و مورخین کے متعدد اقوال و آرا سے اس واقعہ کا متواتر ہونا ثابت کردیا ہے۔ اور بتلا دیا ہے کہ حکم قدرت کے مطابق شہنشاہ رسالت کے اس اہتمام انتظام کا مدّعا صرف خاص جناب علی مرتضیٰ کی ولایت و امامت کا اعلان تھا۔

اب انصاف پسند اور حقیقت بین ناظرین ولایت و امامت کی اہمیت و ضرورت کو ایک طرف رکھیں اور بریدہ اسلمی کی شکایت والے معمولی واقعہ کی مقدار حیثیت کو ایک طرف۔ دونون کے معائنہ کے بعد خود تجویز فرمالین اور تصفیہ کرلین کہ آنحضرت صلعم کا اتنا بڑا عظیم الشان اہتمام۔ مقام خم کے ایسے ویران ریگستان اور محض غیر معروف بیابان مین دفعتہً آپ کا قیام۔ ایک معمولی شخص کی رفع شکایت کی غرض وغایت کے ساتھ منطبق ہوتا ہے یا اپنے بعد اپنے مقرب ترین عزیز کو اپنا قائمقام اور جانشین مقرر فرمانے کی ضرورت و اشاعت کے ساتھ موزون ہوتا ہے۔ پھر اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی تصفیہ کرلین کہ حضرت عمر بن الخطاب کا خطاب تہنیت مرحبًا لک یا ابا الحسن اصبحت مولای ومولا کل مومن ومومنۃٍ بریدہ کے واقعہ شکایت کے ساتھ چسپان ہوتا ہے۔ یا جناب امیر علیہ السّلام کی امامت و امارت کے ساتھ موزون ہوتا ہے۔

تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ تنہا اسی تاویل قیاسی پر اکتفا نہین کی گئی ہے بلکہ اس واقعہ کی حقیقت چھپانے اور مٹانے مین کوئی امکانی قوت اوٹھا نہین رکھی گئی۔ بعض تو مغرورن نے سرے سے اس واقعہ کے وجود ہی سے یہ کہکر انکار کردیا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ تو حجۃ الوداع مین شریک ہی نہین تھے۔ پھر امامت اور امارت کسکی؟ بعض ناؔفہمون نے صورت واقعہ اور مقام وقوع ہی کو بدلدیا ہے۔ اور بریدہ اسلمی کے واقعات شکایت کی مقدار سے بھی گھٹاکر۔ اسامہ بن زید کی نزاع لفظی کو اس کا باعث ٹھہرایا ہے۔ بعض کج بحثون نے مولا کے معنی بتلانے مین ذہن و دماغ خالی کرکے عربی ادب کو بھی بدنام کردیا ہے۔ بعض کوتہ بینون نے من کنت مولاہ مین حرف مَنؔ کے استعمال کو قرآن مجید کی ترکیب زبان کے خلاف ٹھہرایا ہے اور آیہ اولوالارحام بعضھم اولیٰ ببعض کو استدلالاً پیش فرمایا ع تو کار زمین را نکو ساختی + کہ بر آسمان نیز پرداختی۔ گویا۔ افصح العرب والعجم کے ادبی کمال کو ناقص بتلایا ہے۔ اعوذ باللہ من ہذہ الھفوات۔

لیکن خیریت تھی کہ صاحب ارجح المطالب نے خود ان تمام تہمات باطلہ کی ایسی تردید کردی ہے کہ مجھکو مزید تنقید کی ضرورت نہین رہی۔ اون کی عبارت حسب ذیل ہے۔

بہرحال یہ کہنا کہ جناب امیر علیہ السّلام حجۃ الوداع مین شریک ہی نہین تھے یا یہ حدیث متواتر نہین ہے۔

یا موئی کے معنی مین چون و چرا کرنا بالکل سفسطہ اور جنون ہے جواکثر تعصب کے بڑھ جانے سے پیدا ہوتا ہے یا اولوالارحام بعضکم اولی ببعض مین اولی بغیرمن کے استعمال ہے ۔ ایسی تسویلات سے لوگون کو فریفتہ کرکے راہ حق سے بے راہ کرنا چاہیئے ۔

کرگئے احمدؐ غدیرِ خم مین حیدرؑ کو امام
لوگ مانین یا نہ مانین بات ہے مانی ہوئی (مولف عفی عنہ)

وفات جناب سرورکائنات علیہ وآلہ الصّلوات

۲۸ صفر یا ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ ہجری

(آغاز سال یازدہم ہجری)

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

(تمام چیزین فنا ہو جانے والی ہین صرف ذات اقدس ذوالجلال والاکرام باقی رہنے والی ہے)

وفات جناب سرورکائنات ۲۸ صفر یا ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ

اسلام نے جس طرح ذات الٰہی کی توحید و تفرید کے شعبون کو تمام داخلی اور خارجی ۔ آمیزشون اور آلائشون سے پاک وصاف کر دیا تھا اوسی طرح مسئلہ فنا وبقا کے متعلق بھی حدوث وقدم اور ازلیت وعارضیت کی حقیقت کا بھی انکشاف فرمادیا تھا اور بتلا دیا تھا کہ قدم وازلیت ذات الوہیت کے ساتھ مخصوص ہین اور حدوث وعارضیت نفوس مخلوقات کے ساتھ ضروری اور لازمی ۔ اسی بنا پر انک میت وانھم میتون ۔ (تم بھی مرنیوالے ہو اور وہ بھی) کے حکم محکم ۔ کل شئ ھالک الا وجھہ (سوائے ذات خدا کے سب ہلاک ہونیوالے ہین) کے امر مسلم (کل من علیھا فان (سب فانی ہونے والے ہین) کے لازمی فرمان بطور عام بھیجکر حاکم قضا وقدر نے خاص طور پر بتلا دیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس اور سراپا نورانی ہستی بھی ایک دن ضرور فانی ہونے والی ہے ۔ وہ دن آگئے تھے اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلے ہی اس امر ناگزیر کی خبر ہو چکی تھی اسی امر کی تعمیل و بجا آوری کی غرض سے حجۃ الوداع کے مہتم بالشان انتظامات مرتب ومکمل فرمائے گئے تھے ۔ اور اس حج کو خاص کر حج آخر بتلا کر اسکے تمام مناسکات مین دینیات واخلاقیات کی تفصیل وتصریح کے متعلق مختلف اور متعدد مقامات مین خطبات ارشاد فرمائے گئے تھے اور اون کے بیانات مین دنیا سے مفارقت فرمانے کی طرف کھلے الفاظ مین تلمیح واشارت فرمادی گئی تھی اور خم غدیر کے مشہور موقع تک پہونچکر دینیات

و اخلاقیات کی تعلیمی ضروریات کو پورا فرما کر سیاسیات اور نظم بلاد و رعایائے اسلامی کی نسبت جتنے وہ تمام لوازم و مراسم بتلا دیئے گئے اور خود عملی طور سے ایک لاکھ چالیس ہزار مسلمانوں کے مجمع عام کی دونوں آنکھوں کے سامنے دکھلا دیئے گئے۔ جو ایک ناشر شریعت اور حاکم حکومت اپنے بعد اپنے نظم و نسق ملکی کے آئندہ انتظام و قیام کی نسبت اختیار کرتا ہے۔ اعلان وفات کی ان ضرورتوں کے ساتھ بہت بڑا حقیقی اور اصلی مدعا اس امر کی تعلیم دینا اور اس بات کا یقین کرانا تھا کہ باوجود مرتبہ رسالت کے۔ ذات نبوت بھی ایک فانی ہونے والی ہستی تھی۔ نہ عیسائیوں کے گمراہانہ اور کافرانہ یقین و اعتقاد کی طرح الوہیت میں شامل اور انسیت میں داخل ہونے والی۔

ان ضرورتوں کے علاوہ۔ فرائض منصبی جو قدرت کی طرف سے اس متمم رسالت کو خاص طور پر سپرد فرمائے گئے تھے وہ من احسن الوجوہ تعمیل و تکمیل پا چکے تھے۔ توحید خالص کی تعلیم کامل ہو چکی تھی۔ خدا پرستی۔ خوف الٰہی۔ تقویٰ اور پرہیزگاری کے دستور جاری ہو چکے تھے۔ اخلاق۔ تمدن اور معاشرت کی ترتیب و درستی۔ کردار و اطوار کی شائستگی کے احکام و قوانین مرتب ہو چکے تھے۔ ملک و قوم میں امن و امان اور آرام و اطمینان قائم ہو چکے تھے۔ ہر قرینہ اور ہر طریقہ سے اس آخر رسالت اور خاتم نبوت سے جو مدعائے قدرت تھا اور منشائے مشیت۔ وہ بھی پورا ہو چکا تھا۔ اب رضائے الٰہی کو زیادہ تکلیف دہی منظور نہیں تھی۔ بلکہ اپنی محنت و ریاضت شاقہ کے بعد اپنے رسول صلعم کو بار فرائض سے سبکدوش کر کے نعمہائے قدس سے بہرہ اندوز فرمانا مقصود تھا۔

سورۂ فتح میں اس تقدیر الٰہی کی طرف اشارت ہو چکی تھی اور فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ کے صاف الفاظ میں اس کا حکم صریح نازل ہو چکا تھا (بخاری باب التفسیر۔ طبری۔ ابن خزیمہ۔ ابن مردویہ) اس بنا پر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ذکر و عبادت معمول سے زیادہ بڑھ گئے تھے۔ ہر سال رمضان المبارک کے آخر عشرہ میں اعتکاف کیا جاتا تھا۔ امسال دس روز کی جگہ بیس روز تک مسجد میں اعتکاف فرمایا گیا۔ ہر سال ماہ صیام میں ایک بار پورا قرآن روح الامین کی زبانی سُن لیا جاتا تھا۔ اگلی سال دو بار قرآن مجید کی سماعت روح القدس سے فرمائی گئی پھر آخر سال میں حجۃ الوداع کے موقع پر تو آنحضرت صلعم نے اس ارادۂ الٰہی کو۔ آپنے ان الفاظ میں صاف صاف بیان کر دیا کہ۔

مجھے امید نہیں ہے کہ آئندہ سال پھر میں (اس مقام پر) تم لوگوں سے مل سکوں۔

بعض روایتوں میں آپکے الفاظ اطلاعی یہ تھے۔

شاید مین اس سال کے بعد حج نہ کر سکون ۔

زیارت شہدائے احد

حجۃ الوداع سے فارغ ہو کر مدینہ مین تشریف لائے ۔ تو جنت البقیع مین ۔ شہدائے احد کے مزارون پر تشریف لے گئے یہ مصیبت نصیب غریب وہی مظلوم تھے جو ابتک نماز جنازہ سے محروم تھے ۔ اور اسلامی غزوات مین ایک ہی معرکہ جنگ ایسا ثابت ہوتا ہے ۔ جس مین مسلمانون نے بڑی مصیبت اور غربت سے اپنی جانین خدا کی نذر کر دی تھین اونکے رفقا مددگار بھی اوسی بلا و مصیبت مین ایسے گرفتار تھے کہ اون کی اس آخری خدمتون کو بھی انجام نہ دیسکے ۔ اسکی یاد ۔ اسکی حسرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل درد مند مین ہر وقت نشتر زن تھی ۔ مدینہ مین آکر خاطر قدسی ماثر مین یہ آیا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر تو قریب قریب تمام اہل اسلام کو آخری بار دیکھ لیا ۔ اور الوداعی ملاقات کر لی شہدائے احد وہان کہان تھے ۔ کہ ان سے بھی لقائے ظاہری کئے جاتے ۔ لیکن چونکہ شہدائے احد بحکم بَلْ هُمْ اَحْيَآءٌ (لیکن وہ تو زندہ ہین) زندہ جاوید ہین اسلیئے اون سے مل لینا بھی ضروری ہے ۔ اس لقائے روحانی کے اشارے سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمعیت صحابہ کے ساتھ جنت البقیع کا قصد فرمایا ۔ شبلی صاحب لکھتے ہین ۔

چنانچہ اسی زمانہ مین آپ اُن کی (شہدائے احد) قبر پر تشریف لے گئے ۔ اور اون کے لیئے دعائے خیر فرمائی اور اس رقت انگیز طریقہ سے اون کو رخصت کیا جس طرح ایک مرنیوالا اپنے زندہ عزیزون کو وداع کرتا ہے ۔ اسکے بعد ایک خطبہ دیا جس مین فرمایا ۔ مین تم سے پہلے حوض پر جا رہا ہون ۔ اوسکی وسعت اتنی ہے ۔ جتنی ایلہ سے حجفہ تک مجھکو تمام دنیا کے خزانون کی کنجی دی گئی ہے ۔ مجھے یہ خوف نہین ہے کہ میرے بعد تم شرک کروگے ۔ لیکن مین اس سے ڈرتا ہون کہ تم دنیا مین نہ مبتلا ہو جاؤ ۔ اور اسلیئے آپس مین کشت و خون نہ کرو تو پھر اوسی طرح تم بھی ہلاک ہو جاؤ جس طرح تم سے پہلے قومین ہلاک ہوئین ۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ آخری دفعہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطبہ دیتے ہوے سُنا ہے ۔

سیرۃ النبی صفحہ ۱۳۸ جلد دوم

اکثر روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ شہدائے احد کی یہ خدمت کچھ ایک ہی بار پر موقوف نہین رکھی گئی بلکہ اس وقت سے لیکر زمانہ وفات تک کئی بار جنت البقیع مین تشریف لیجا کر شہدائے احد کی یاد فرمائی اور عزت افزائی کی گئی ۔

جیش اسامہ کا حکم اول

سنہ ۱۱ ہجری کا محرم تمام ہو کر صفر کا مہینہ بھی نصف سے زائد گذر چکا تھا کہ جناب رسو لخدا صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے اُون غدار اور خونخوار عربون کی سزادہی اور گوشمالی کا قصد فرمایا ۔ جنھون نے زید بن حارثہ کو حدود شام مین محض بیقصور و بیگناہ قتل کر ڈالا تھا ۔ فرامین و مکتوبات رسالت کے باب مین حدود شام کی سفارت اور زید کی شہادت کے تفصیلی حالات قلمبند ہو چکے ہین ۔ شبلی صاحب اس موقع پر صرف اتنا ہی لکھتے ہین ۔

آغاز علالت سے ایک روز پہلے آپنے اسامہ بن زید کو مامور کیا کہ وہ فوج لیکر (اہل شام کی طرف) جائین اور ادن شریرون سے اپنے باپ کا انتقام لین ۔ ۱۸ یا ۱۹ صفر ۱۱ھ مین آدھی رات کو آپ جنت البقیع (جو عام مسلمانون کا قبرستان تھا) تشریف لائے ۔ وہان سے واپس آئے تو مزاج ناساز ہوا ۔ سیرۃ النبی جلد اول ص ۱۵۳

افسوس ہے کہ شبلی صاحب ایسا اختصار فرما دیتے ہین کہ اون کے اصلی موضوع تالیف مین ابہام پیدا ہو جاتا ہے ابھی ابھی شہدائے احد کے حالات مین اخلاق نبویہ کے مفصل بیان خود تحریر فرما چکے ہین ۔ اس بنا پر ضرور تھا کہ مومنین مدفونین جنت البقیع کے لیے دعا و مناجات مین جو کلمات ارشاد فرمائے گئے تھے وہ لکھ دیئے جاتے کہ اون کے شرف و وقار خاص اور اون کے ساتھ آپکے اشفاق و اخلاق مزید کا کامل اظہار ہو جاتا بہرحال ہم اسکی تفصیل کو محدث شیرازی کی عبارت سے ذیل مین نقل کرتے ہین ۔

از عائشہ مروی ست کہ گفت شبے از خواب برآمدم و رسول صلعم را در جامہ خواب نیافتم از عقب آن سرور بیرون رفتم دیدم کہ در بقیع درآمد و گفت السلام علیکم دار قوم مومنین انتم لنا فرط وانا بکم لاحقون اللھم لاتحرمنا اجرھم ولاتفتنا بعدھم اللھم اغفر لاھل البقیع الغرقد ۔ و در روایتے آنکہ عائشہ گفت در اول شبے بود کہ آنحضرت صلعم از جامہ خواب برجست و روان شد گفتم پدر و مادرم فدائے تو باد بکجا می روی گفت مامور گشتیم باستغفار برائے اہل گورستان بقیع ۔ و

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ ایک رات کو میری آنکھ کھلی تو مین نے جناب رسولخدا صلعم کو فرش خواب پر نہ پایا مین اوٹھی اور آپکی تلاش مین باہر نکلی ۔ یہانتک کہ مین نے دیکھا کہ آپ جنت البقیع مین تشریف رکھتے ہین اور فرماتے ہین ۔ سلام ہو تمپر مومنین کے گھرون ۔ تم اس وقت ہم سے جدا ہو لیکن ہم تم سے بہت جلد آکر ملنے والے ہین پروردگار تو ان کے ثوابون سے ہمکو محروم نہ رکھنا ۔ پروردگار بقیع غرقد کے مدفونین کی آمرزش کرنا ۔ اور ایک روایت مین حضرت عائشہ بیان کرتی ہین کہ ایک رات کو جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دفعۃً فرش خواب سے اوٹھکر باہر جانے لگے تو مین نے عرض کی میرے مان باپ آپ پر قربان ہون حضور اسوقت کہان تشریف لیے جاتے ہین ارشاد ہوا کہ بقیع غرقد کے مدفونین کی طلب آمرزش کے لیے خدا کی

ابورافع و بروایتے ابوموہبہ و بروایتے
ہر دو کہ آزاد کردہ وے بودند با خود
ببرد۔ ابوموہبہ گوید آمد بہ بقیع
و بجہت اہل آن مقبرہ زمانے طویل
استغفار نمود و چندان دعائے خیر
کرد برایشان کہ آرزو کردم کہ کاشکے من
ہم از اہل آن گورستان بودمے تا شرف
آن دعا را یافتمے۔ آنگاہ فرمود گوارا باد
تا آن نعیم کہ در آن اید۔ و دور آید از آن
فتنہا کہ مردم در آنند۔ نجات دادہ است
خداوند تعالیٰ شما را از آنکہ روبمردم دارد
و فتنہا ہمچون قطعہاے شب تاریک اند
آخر آن باول ان متصل است۔
آخر آن فتنہا بدتر است از اول۔ بعد ازان
روبمن کرد۔ و گفت اے ابوموہبہ۔ خزائن دنیا
را برمن عرض کردند و مرا مخیر ساختند
میان آنکہ در دنیا باقی باشم و بعد از آن
بہشت را اختیار کنم میان لقائے پروردگار
خود و بعد ازان بہ بہشت گفتم یا رسول اللہ پدر و
مادرم فدائے تو با دخزاین دنیا و بقائے آن
و بعد ازان بہشت را اختیار کن فرمود نہ بتحقیق کہ لقائے
پروردگار خویش و بہشت را اختیار کردم۔ و چون از انجا باز
گشت مریض شد۔ و منقولست از عطاء بن یسار کہ گفت
رسول اللہ را شبے گفتند برو بہ بقیع و بجہت اہل آن مقبرہ

طرف سے مجھے حکم ہوا ہے اسکے بعد ایک روایت کے مطابق ابو رافع
یا ابوموہبہ اور دوسری روایت کے موافق دونوں کو جو آپکے
غلام تھے آزاد کردہ ہمراہ لیکر بقیع کی طرف روانہ ہوئے۔ ابوموہبہ
کا بیان ہے کہ آپ بقیع میں تشریف لاکر بڑی دیر تک وہاں کے مدفونین
کے لیے استغفار و طلب آمرزش فرماتے رہے اور اونکے لیے اتنی دعاے
خیر کرتے رہے کہ مجھکو بڑی حسرت آئی کہ کاش میں بھی ان مرنیوالوں
میں ہوتا تو اسوقت آپکی اس دعا و مناجات کی شرفیابی کا مستحق
ہوتا۔ دعا کے بعد آپنے مدفونین جنت البقیع سے خطاب کرکے کہا
خوشا حال تمھارا کہ تم لوگ خدا کی نعمتوں پر فائز ہوا اور اون تمام فتنہ
و فساد سے دور اور علیحدہ ہو جن میں اہل دنیا مبتلا اور گرفتار ہیں
تملوگ وہ ہو خدا نجات دیچکا ہے اور اب تمکو کسی سے امید لگانے
کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ دنیا کے فتنہ و فساد رات کی تاریکی کی
مثل ہیں اول حصہ آخر حصہ سے ملا ہوا ہے اور آخر حصہ اون کا
اول سے بھی بدتر ہے ابوموہبہ کا بیان ہے کہ یہ ارشاد فرماکر آنحضرت
صلعم مجھ سے مخاطب ہوئے اور فرمانے لگے اے ابوموہبہ۔ خداوند عالم
نے مجھے دولت دنیا پر فائز ہوکر داخل بہشت ہونے اور لقائے
پروردگار پر فائز ہوکر داخل ہونیکی حالتہائے مشروط میں اختیار
دیا ہے اور استفسار کیا ہے کہ میں جس شرط کو چاہوں اختیار کروں
ابوموہبہ کہتے ہیں میں نے عرض کی کہ آپ دولت دنیا پر فائز
ہوکر داخل بہشت ہونے والی شرط کو اختیار فرمائیں۔ آپنے
فرمایا۔ نہیں۔ میں تو حاضری بارگاہ الٰہی کی شرط کو قبول کرچکا
اور عطاء بن یسار سے منقول ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ
علیہ و آلہ وسلم کو رات کے وقت حکم آیا کہ جنت البقیع کے مردوں
کے لیے دعا کرو۔ چنانچہ آنحضرت صلعم وہاں تشریف لے گئے

استغفار کن۔ حضرت رفت و استغفار نمود و بازگشت و در خواب شد باز باوے گفتند برو برائے اہل بقیع استغفار کن۔ باز رفت و طلب آمرزش نمود و بازگشت و باستراحت مشغول شد باز باوے گفتند برو و برائے شہدائے احد دعائے خیر بتقدیم رسان حضرت صلعم بکوہ احد رفت و در شان شہدائے احد دعائے خیر بتقدیم رسانید و مراں حضرت را صداع گشتہ و سرخود را بعصابہ بربستہ بود۔

اور حسب الحکم اون کے لیئے طلب آمرزش اور دعائے استغفار فرمائی۔ اور واپس آکر سو رہے پھر حکم آیا کہ بار دیگر جاؤ اور اہل بقیع کے لیئے دعائے آمرزش کرو۔ حسب الحکم آپ پھر اُٹھے اور دعائے مغفرت کی اور واپس ہوئے اور استراحت فرمائی پھر حکم آیا کہ جاؤ کوہ احد پر اور شہدائے احد کے لیئے دعا کرو۔ پھر کوہ احد پر تشریف لیگئے اور شہدائے احد کیلیئے دعائے خیر اور طلب آمرزش فرما کر واپس ائے واپس اوسی وقت سے دردسر میں مبتلا ہوئے۔ سلہ

(روضۃ الاحباب)
صفحہ ۵۴۵

ابتدائے مرض اور حضرت عائشہ سے اظہار مرض

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس دعا و مناجات سے مدّعا کیا تھا۔ وہی جو ہم اوپر بتلا آئے ہین۔ ان بزرگوارون کے احوال اور محاسنِ خدمات پر مزید اشفاق و اخلاق کا اظہار۔ ان کی قدر و عظمت کا اعلان۔ اور بالکل زندون کی طرح ان مردون (رضی اللہ عنہم) سے سلام الوداع اور پیام الفراق۔

تمام محدثین و مورخین کا اسپر اتفاق ہے کہ اس واقعہ کے بعد ہی سے آپ کی علالت کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ رات کو یہ واقعہ گذرا۔ صبح کو اوٹھے تو سر مین شدید درد تھا۔ شدت درد سے آپ نے رومال سے سر باندھ لیا۔ چنانچہ حضرت عائشہ خود بیان فرماتی ہین۔

ابتدائے مرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در خانہ میمونہ بود و در روز نوبت او بخانہ من آمد و از اتفاق مرا نیز صداع طاری گشتہ بود و می گفتم وا راساہ۔ فرمود چہ ضرر بود ترا اے حمیرا کہ پیش من از دنیا بروی و من تجہیز و تکفین تو کنم و بر تو نماز گزارم عائشہ گوید اندروے غیرت

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض کی ابتدا میمونہ کے گھر سے ہوئی وہ اونھین کی باری کا دن تھا حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ آپ اوس دن میمونہ کے گھر سے ہو کر میرے گھر مین آئے۔ اتفاق سے مجھے بھی اوس دن دردسر تھا اور مین بھی سر پکڑے کھڑی تھی اور کہہ رہی تھی۔ ہائے میرا سر آپ بھی دردسر کی اوسی حالت مین تشریف لائے۔ بیٹھے اور مجھ سے فرمانے لگے اے عائشہ کیا اچھا ہوتا کہ تم میرے سامنے دنیا سے گذر جاتین

سلہ نجدی تو دو رہین لیکن ہندوستان مین نجدیون کے ہمنوا وہم ہوا بھرے پڑے ہین۔ اس واقعہ مین جو تمام محدثین و مورخین کا متفقہ ہے۔ حکم خدا اور عمل جناب رسول خدا صلعم ملاحظہ فرمائین یہ بقیع اور وہی بقیع کے مظلوم مدفونین جنکی زیارت جنکے لیئے دعائے آمرزش اور طلب مغفرت کی غرض سے آنحضرت بار بار جنگلے جاتے ہین اور اوس مقبرے مین بھیجے جاتے ہین۔ خدا کا سچا رسول انکے فضائل و مناقب بیان کرتا ہے نجات و مغفرت کی بشارت دیتا ہے حکم خدا کے مطابق انکی آمرزش کی دعا کرتا ہے اور چلا آتا ہے چودہ سو برس کے بعد عرب کا اسلام نما حوتخوار اس مقبرہ کو مسمار کرتا ہے اور اپنے مسلمان ہونے کا دم بھرتا ہے فاعتبروا ۱۲ مولف عفی عنہ

گفتم یا رسول اللہ تو این معنی را میخواہی وگمان من اینست کہ در ہمان روز کہ از دفن من فارغ بشوی با زن دیگر در خانہ من عروسی بکنی۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متبسم شد و فرمود بل انا وارأساہ یعنی اے عائشہ درد سر تو بہ می شود ولکن درد سر من درد بیست کہ خلاصی از آن مشکل است۔ و در آن سخن اشارتے بود بر آنکہ در آن مرض بعالم خواہد رفت۔

تو میں تمھاری تجہیز وتکفین کرکے تم پر نماز پڑھتا - عائشہ کا بیان ہے کہ میں نے از راہ غیرت کہا کہ یا رسول اللہ شاید اس سے آپکی یہ خواہش ہے اور میرا یہ گمان ہے کہ آپ مجھے دفن کرکے اُسی روز ایک نئی عورت میرے ہی گھر میں بیاہ کر لینگے - یہ سنکر آپ متبسم ہوئے اور فرمایا - لیکن افسوس ہے میرے سر کا درد وہ درد ہے جس سے نجات مشکل ہے - آپ کے اس کلمہ میں صاف اشارہ تھا کہ آپ اسی مرض میں انتقال فرمائینگے - روضۃ الاحباب ص۵۴۹

تاریخ ابو الفدا میں اس واقعہ کے یہ الفاظ ہین -

عن عائشہ قالت جاء رسول اللہ صلعم وبی صداع وانا اقول وارأساہ وقال بل انا واللہ یا عائشہ ثم قال ما ضرک لو مت قبلی فقمت علیک وکفنتک وصلیت علیک ودفنتک فقلت کانی بک واللہ لو فعلت ذلک فرجعت الی بیتی فعرست ببعض نسائک۔

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ بعد ازان جناب رسول خدا صلعم میرے یہان تشریف لائے اوسوقت مین دردسر کی شدت سے واہ راساہ کہکر کراہتی تھی - آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ نے میری یہ حالت دیکھکر فرمایا واللہ اے عائشہ مین خود دردسر مین مبتلا ہون اسکے بعد حضرت نے فرمایا اے عائشہ اگر تم مجھ سے پہلے مرجاؤ تو تمکو کیا ضرر ہے مین تمھاری تجہیز وتکفین کا کفیل ہون گا - کفن دیکر اور نماز پڑھکر تمکو دفن کردونگا - یہ سنکر مین نے کہا واللہ میرا گمان تو یہ ہے کہ میری تجہیز وتکفین سے فارغ ہوتے ہی آپ میرے ہی گھر مین کسی دوسری بی بی سے ہم صحبت ہونگے - احمدی ص۹۲

بیماری اور حضرت عائشہ کے گھر تیمارداری

شبلی صاحب کی تحقیق مین یہ صفر ۱۱ھ کی اونیسوین تاریخ تھی اور چہار شنبہ کا دن - مورخ ابو الفدا کہتے ہین -

وابتدأ برسول اللہ صلعم مرضہ فی اواخر الصفر

جناب رسول خدا صلعم کے مرض کا آغاز صفر کی اخیر تاریخون مین ہوا -

صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہین -

حضرت عائشہ سے مرقومہ بالا گفتگو ہونے کے بعد پھر آپ حضرت میمونہ کے گھر واپس گئے اسلیئے کہ وہ دن اونھین کی باری کا تھا - شبلی صاحب لکھتے ہین -

آپ اسی حالت (مرض) میں بھی از راہ عدل و کرم باری باری ایک ایک بیوی کے حجرہ میں تشریف لے جاتے رہے۔ دوشنبہ کے دن (۲۴ر صفر) مرض میں شدت ہوئی۔ ازواج مطہرات سے اجازت لی کہ حضرت عائشہ کے گھر میں قیام فرمائیں خلق عظیم کی بنا پر اجازت بھی صاف اور علانیہ نہیں تھی بلکہ پوچھا کہ کل میں کسکے گھر رہونگا۔ دوسرا دن دوشنبہ حضرت عائشہ کے یہاں قیام فرمانے کا تھا۔ ازواج مطہرات نے مرضی اقدس سمجھ کر عرض کی آپ جہاں چاہیں قیام فرمائیں۔ ضعف اسقدر ہو گیا تھا کہ چلا نہیں جاتا تھا حضرت علیؓ اور عباس دونوں بازو تھامکر بمشکل حضرت عائشہ کے حجرہ میں لائے۔ سیرۃ النبی جلد دوم

شبلی صاحب کی بڑی مہربانی کہ آپ نے آزادی سے اس واقعہ میں حضرت علی کا ذکر کر دیا ورنہ حضرت عائشہ تو اس واقعہ میں حضرت علیؓ کا نام لینا بھی نہیں چاہتی تھیں۔ ملاحظہ ہوں طبری کے الفاظ۔

عن عبید اللہ بن عباس عن عائشہ قالت	عبید اللہ بن عباس سے حضرت عائشہ کی زبانی مروی ہے کہ
فخرج رسول اللہ صلعم بین رجلین من اھلھا	جناب رسولخدا صلعم اوسی حالت (مرض) میں فضل ابن عباس
الفضل بن عباس ورجل آخر یخط قدماہ	اور ایک دوسرے مرد کے سہارے سے باین صورت میرے
الارض عاصبا راسہ حتی دخل بیتی	گھر میں تشریف لائے کہ سر مبارک رومال سے بندھا ہوا تھا اور
قال عبید اللہ حدثت ھذا	چلنے میں دونوں پاؤں کی رگڑ کا نشان زمین پر پڑتا جاتا تھا۔
الحدیث عبد اللہ ابن عباس	عبید اللہ کہتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کا ذکر عبد اللہ بن عباس
فقال ھل تدری من الرجل	سے کیا تو اونھوں نے کہا تم جانتے ہو وہ دوسرا مرد کون تھا
قلت لا قال علی ابن ابی	جس کا نام عائشہ نے نہیں لیا میں نے کہا نہیں۔ ابن عباس
طالب ولکنھا لا تقدر علی	بولے کہ وہ علی ابن ابی طالب تھے۔ لیکن عائشہ اسپر قادر نہیں
ان تذکرہ بخیرہ۔	تھیں کہ علیؓ کا ذکر خیر کے ساتھ کریں۔

بہرحال شبلی صاحب لکھتے ہیں۔

آمد و رفت کی قوت جبتک رہی آپ مسجد میں نماز پڑھانے کی غرض سے تشریف لاتے رہے آخری نماز جو پڑھائی وہ مغرب کی تھی۔ ج ۲ ص ۱۳۶

شبلی صاحب کے سلسلہ بیان میں بے ربطی

یہاں سے شبلی صاحب کے سلسلہ بیان میں بے ربطی پیدا ہو گئی ہے۔ اسلیئے کہ آپ حضرت ابوبکر کی پیشنمازی کی تصدیق کی دُھن میں اور اُسکی تعیین وقت کے خیال میں ایسے وارفتہ ہو گئے ہیں کہ تقدیم و تاخیر واقعات کی بھی خبر نہیں۔ پیشنمازی کے بعد واقعہ قرطاس کو فوراً بیان کیا ہے

اس عجلت کی غرض و غایت یہ ہے کہ جلدی سے رسالت ختم ہو جائے اور خلافت مل جائے۔ واقعہ قرطاس کے لکھدینے سے دوسری غرض خاص یہ ہے کہ حضرت ابن عباس کی روایت سے یہ جمعرات کا واقعہ قرار پاتا ہے۔ اس طرح مدت پشیمانی بھی بڑھ جاتی ہے جو آپ کا خاص مدعا ہے۔ اور محض بیکار و بیجا ہے۔ ان سے کام چلیگا اور نہ چلا ہے۔ یہ ترتیب آپ کی محض خود غرضانہ ہے اور غیر متدیانہ۔ نہ واقعات اس سلسلہ و ترتیب سے واقع ہوئے اور نہ آجتک کسی مورخ یا اہل سیر نے اس ترکیب سے اوسکو لکھا۔ اسلیئے مجھکو شبلی صاحب کی تقلید خود غرضی کی ضرورت نہین۔ جو ترتیب و ترکیب متقدمین اہل سیرت و تاریخ نے قائم کی ہے مین اوسی کی نقل کو کافی سمجھتا ہون۔

شدت مرض اور صبر و سکون آنحضرت صلعم

مرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے متعلق ابھی تک صرف اتناہی معلوم ہوا ہے کہ کہ آپ کو صرف دردسر کی شکایت پیدا ہوئی اور رفتہ رفتہ تپ شدید مین مبتلا ہوگئی چنانچہ صاحب روضۃ الاحباب حضرت ابن مسعود کی اسناد سے لکھتے ہین۔

بہ ثبوت پیوستہ کہ عبداللہ بن مسعود رضہ گفت درآمدم نزد آنحضرت صلعم وا و تپ شدید داشت دست بروے مالیدم بچنان گرم بود کہ دستم تحمل آن حرارت نہ داشت وازابوسعید خدری منقول است کہ گفت درآمدم نزد آنحضرت صلعم قطیفہ برخود پوشیدہ بود حرارت تپ ویرا ازبالائے قطیفہ درمی یافتم و دست تحمل آن نہ داشت کہ دست بے واسطہ ببدن آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم برسانم ازروے تعجب سبحان اللہ فرمود ہیچ احدے را بلائے سخت تر از انبیا نیست و چندانکہ بلائے ایشان مضاعف است اجر ایشان نیز مضاعف است و بعضے از ایشان را حق تعالی بتلا ساختہ بفقر و درویشی تا بحدے کہ از ملبوس قادر	بسند صحیح عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ مین ایام علالت مین جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عیادت کو گیا۔ دیکھا کہ آپکو شدید بخار لاحق ہے۔ مین نے جسم مبارک پر ہاتھ رکھا تو اتنا گرم پایا کہ مجھکو اوس حرارت کی برداشت کا تحمل نہین رہا۔ ابوسعید خدری بیان کرتے ہین کہ مین جب آپکی عیادت کو گیا تو آپ لحاف اوڑھے ہوئے تھے اور بخار کی حرارت بالاپوش کے اوپر سے محسوس ہوتی تھی اور اتنی شدید حرارت تھی کہ مین بلا واسطہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جسم پر اپنا ہاتھ نہین رکھ سکتا تھا۔ مین نے یہ حال دیکھکر استعجاباً سبحان اللہ کہا۔ فرمایا کہ بنی انسان مین کسی فرد واحد پر انبیاؑ سے زیادہ تکلیف و بلا نہین ہوتی جتنی اونکی بلا و مصیبت زیادہ ہوتی ہے اوتنے ہی اونکے اجر و ثواب بھی زیادہ ہوتے ہین انبیا کے گروہ مین بعض حضرات انبیا کو فقر و افلاس کی ایسی حالت مین مبتلا فرمایا گیا ہے کہ فی عمر ہم اونکے پاس سوائے ایک عبا کے

نہ بودے بر جز یک عبا کہ شب و روز ہاں پوشیدے و فرح بعضے از انبیا زیادہ بود از فرح شما بعطا روضۃ الاحباب ص۴۲۶

دوسری عبا پہننے کے لئے میسر نہیں تھی۔ لیکن انبیا اس مصیبت و بلا میں اوس سے زیادہ مسرور الحال ہوتے ہیں جیسا کہ تم حصول عطا و نعمت کے وقت مسرور ہوتے ہو۔

اشتداد مرض اور اوسکی ایذا و تکلیف کو آپ باعث اجر و ثواب ہمیشہ بتلاتے رہے اور درد و مصیبت میں صبر و سکون۔ رضا و تسلیم کی روحانی تعلیم و ہدایت فرماتے رہے۔ چنانچہ روضۃ الاحباب میں حضرت عائشہ سے مروی ہے۔

از عائشہ صدیقہ منقول است کہ گفت رسول اللہ صلعم در مرض موت بسیار اضطراب می نمود و بر فرش خویش منقلب می شد گفتم یا رسول اللہ اگر مثل این حالت از کدام ما در وجود آید ہر آئینہ کہ بر دے غضب نمائی فرمود اے عائشہ مرض من بغایت صعب است و بدرستی کہ خدا تعالی بلا بر مومنان و صالحان بسیار صعب و شدید می فرستد و ہیچ مومن نباشد کہ بوے بلا و ایذا برسد حتی کہ خارے کہ در پا ے وے برود الا آنکہ حق تعالی بآن سبب درجہ برائے آن بلند گرداند و خطیئہ و گم کند۔

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو مرض میں سخت بےچینی تھی اور شدت مرض سے فرش علالت پر آپ برابر کروٹیں بدلا کرتے تھے میں نے خدمت مبارک میں عرض کی کہ یہ حالت اگر ہم لوگوں پر طاری ہوتی اور ہم سے ایسی بےچینی جاری ہوتی حضور ہم پر ضرور عتاب فرماتے۔ ارشاد ہوا کہ خداوند عالم بندگان مومنین و صالحین پر سخت مصیبتیں نازل فرماتا ہے کوئی بندۂ مومن ایسا نہیں ہوتا کہ اوسکو کوئی نہ کوئی ایذا نہ پہونچتی ہو۔ یہانتک کہ اگر ایک کانٹا بھی پاؤں میں گڑ جائے تو اسکے لئے بھی اوسکے مدارج میں اضافہ ہوگا اور خطا و گناہ میں ازالہ۔

انصار کے متعلق مہاجرین کو اور مہاجرین کی نسبت انصار کو اتحاد و سلوک کی وصیت

مرض میں شدت ہوتی اور تکلیف روز بروز بڑھتی گئی۔ جسم مبارک کی طاقت گھٹتی گئی۔ یہاں تک کہ نشست و برخاست بھی مشکل ہوگئی۔ لیکن اس ضعف و اضمحلال شدت مرض اور نقاہت جسم کی خاص حالتوں میں بھی۔ وہ ہادی دو جہان۔ وہ رہبر عالم فرائض رسالت۔ لوازم نبوت۔ ہدایت مومنین اور وصیت مسلمین کو نہ بھولا۔ چہارشنبہ کا دن بھر مرض کی خاص شدت میں گذرا اور پنجشنبہ صبح تک اوس میں کوئی کمی محسوس نہیں ہوتی تھی یہ دیکھکر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سات مشکوں سے غسل فرمایا۔ غسل فرمانے سے حرارت میں کسیقدر کمی آئی۔ اور طبیعت میں قدرے سکون ہوا۔ تو آپ حضرت علیؑ اور حضرت عباس کے سہارے سے مسجد میں تشریف لائے حافظ جمال الدین محدث شیرازی روضۃ الاحباب میں لکھتے ہیں۔

جناب رسول خدا صلعم از خانہ بیرون آمد و با مردم نماز

جناب رسالتمآب صلعم (قریب نصف النہار) باہر تشریف لائے جماعت

گذارد و خطبہ خواند بعد از حمد و ثنائے خداوند تعالی
و استغفار برائے شہدائے احد فرمود - بدرستیکہ
انصار خاصہ من و محل اسرار من اند با ایشان
ہجرت کردم و مرا جائے دادند نیکان ایشان
را گرامی دارید و از بد ایشان درگزرانید
مگر حدے از حدود اللہ و روایتے آنکہ فرمود اے
گروہ مردمان بدرستیکہ شما زیادہ می گردید
و انصار کم خواہند شد بآن خدائیکہ
نفس من بید قدرت اوست کہ من
ایشان را دوست میدارم انچہ
بر ایشان بود بتقدیم رسانیدند و حق
مواساۃ و جوانمردی بجا آوردند و اکنون
انچہ ایشان را بشماست باقی ماندہ پس
با نیکان ایشان نیکوئی بکنید و از بد ایشان
عفو نمائید و روایتے آنکہ چون انصار
دیدند کہ مرض حضرت روز بروز زیادہ
میگردد در خانہ خویش صبر و آرام
نداشتند حیران و سراسیمہ گرد مسجد نبوی
می گشتند عباس بن عبدالمطلب
در آمد و حضرت را از حال انصار اعلام
کرد و باز فضل بن عباس آمد و حال
انصار را بعرض رسانید پس علیؑ
بن ابی طالب بیامد و مثل آن
اعلام نمود و حضرت دست خود

کے ساتھ نماز پڑھی اور خطبہ ارشاد فرمایا حمد و ثنائے الٰہی کے
بعد شہدائے احد کے لیے دعائے مغفرت فرماکر ارشاد کیا کہ
انصار میرے نزدیک میرے مخصوصین ہین اور میرے رازدار
ہین - مین نے اون کے لیے ہجرت کی اونھون نے مجھے اپنے
کی جگہ دی - اون کے نیک لوگون کی قدر و منزلت کیا کرو
اور اونکے برے لوگون کو معاف کردیا کرو سوائے اون قصورون
کے جو خدا کے نزدیک واجب الحد قرار پاچکے ہین اسکے بعد
ایک روایت مین یون آیا ہے آپنے ارشاد فرمایا ایھا الناس ایک
دن وہ آنیوالا ہے کہ تملوگ زیادہ ہوجاؤگے اور انصار کم
رہ جائینگے - اوس خدا کی قسم جسکے قبضہ قدرت مین میری
جان ہے کہ مین انصار کو دوست رکھتا ہون جو کچھ میرا
حق انکے پر تھا وہ ان لوگون نے پورا کردیا اور رفاقت دلیری
اور ہمت کی خدمات بجالائے - اور اب اُن لوگون کے
حقوق تملوگون کے ذمہ باقی ہین - انکے نیک لوگون کے
ساتھ نیکی کرو اور ان کے بد لوگون کو معاف کردو اور ایک
دوسری روایت کے مطابق یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب انصار
نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرض روز بروز بڑھتا
جاتا ہے تو وہ لوگ فرط قلق و اضطراب سے بیقرار گھرون سے
نکل پڑے اور پریشان و حیران سراسیمہ و سرگردان مسجد
نبوی کے چارون طرف پھرنے لگے حضرت عباس ابن
عبدالمطلب نے اون کی یہ کیفیت خدمت رسالت مین عرض
کی پھر اونکی یہی حالت فضل ابن عباس نے بھی آکر گذارش
کی فضل کے بعد حضرت علی ابن ابی طالب بھی باہر سے
آئے تو وہی انصار کی کیفیت دُہرانے لگے حضرت نے مفضل

بر داشت ۔ حضرت را مدد دادند تا بنشست
و فرمود انصار چه گویند علیؑ گفت
می گویند می ترسیم که پیغمبر از دنیا نقل
بکند و نمیدانیم که حال ما بعد از وے
چه خواهد شد پس سید عالم برخاست و دستے
بر دوش علیؑ و دست دیگر بر دوش فضل انداخت
و پاہائے او بر زمین می کشید و عباس پیش آن
سرور می رفت تا بمسجد در آمد و بر پایه اوّل از
منبر نشست و عصابه بر سر مبارک بسته
بود۔ مردم بروے جمع شدند و بعد از حمد و ثنائے
خداوند تعالیٰ فرمود اے گروہ مردم من رسیده
که شما از موت می ترسید گویا منکر موت اید و
بچه جہت انکار موت پیغمبر خود مینمائید مرگ شما را نه خبر دار
کرده اند از مرگ من و از مرگ شما۔ ہمانا این سخن اشارت
نمود بآیت کریمه اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ و
فرمود که هیچ پیغمبر در میان قوم خود جاوید
مانده تا من در میان جاوید بمانم۔ بدانید و آگاه
باشید که بازگشت من و شما بخدا است وصیت میکنم
شما را که با مهاجرین اوّلین نیکوئی بجا آرید و وصیت میکنم
مهاجرین را که با یکدیگر نیکی کنند حق تعالیٰ فرموده والعصر
اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِىْ خُسْرٍ تا آخر سوره بخواند آنگاه
فرمود جریان امور باذن خدا است باید که باعث
نشود بر شما دیر شدن امرے شما را بر استعجال آن ۔ زیرا
که خداوند تعالیٰ تعجیل نمیکند در هیچ کارے برائے

کیفیت سنکر اور ہاتھ اوٹھا کر اشارہ کیا کہ مجھے بٹھاؤ حاضرین
موجود تھے اونھیں کے سہارے سے آپ اوٹھکر فرش پر
بیٹھ گئے اور پوچھنے لگے انصار کیا کہتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے
عرض کی کہ کہتے ہیں ہمیں خوف ہے کہ پیغمبر خدا صلعم کے بعد ہمارا کیا حال
ہوگا۔ یہ سنکر آپ اٹھے۔ اپنا ایک ہاتھ علیؑ کے دوش پر اور
دوسرا فضل کے دوش پر رکھا اور پائے اقدس کو زمین پر
کھینچتے ہوے مسجد تک تشریف لائے۔ لوگوں کا ہجوم تھا حضرت
عباس آپکے آگے لوگوں کو ہٹاتے جاتے تھے آپ مسجد میں تشریف
لاکر منبر کے اول زینہ پر بیٹھ گئے سر اقدس پر رومال باندھے تھے
جب سب لوگ جمع ہوگئے تو خدا کی حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا
ایہا الناس مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم لوگ میری موت سے ڈرتے
ہو گویا میری موت کا انکار کرتے ہو نہیں معلوم تم کس وجہ سے
اپنے پیغمبر کی موت کا انتظار کرتے ہو۔ تمکو تو میری اور تمھاری موت
کی خبر پہونچ چکی ہے اور اس کلمہ سے آنحضرت صلعم کی مراد اس
آیہ سے تھی کہ اے پیغمبر تم بھی مرنیوالے ہو اور یہ لوگ بھی پھر
آپنے ارشاد فرمایا کہ کوئی پیغمبر اپنی امت کے درمیان ہمیشہ
زندہ نہیں رہا اور یہ سمجھ لو کہ ہماری اور تمھاری بازگشت خدا کی
طرف ہونیوالی ہے میں تمھیں وصیت کرتا ہوں کہ مہاجرین
اولین کے ساتھ نیکی سے پیش آؤ۔ اسکے بعد آپنے سورۂ والعصر
آخر تک پڑھا اور فرمایا کہ جملہ امور کی اجرا خدا تعالیٰ کی طرف سے
ہوتی ہے اسلیے تمکو چاہیے کہ اپنے امور کے صدور میں اپنی
طرف سے جلدی نہ کرو۔ کیونکہ عادت الٰہی عجلت پسند نہیں
ہے اور ہر امر اور ایسا شخص جو کسی کام میں اسلیے جلدی کرے
کہ حکم خدا پر غالب آجائیگا مغلوب ہوجائیگا اور وہ شخص حکم خدا سے

تعجیل احدے وہر کس کہ درصدد آن در آید تا بر
قضائے حق غالب بشود مغلوب بگردد وہر کس کہ
با خداوند تعالیٰ مخادعہ نماید خود فریفتہ و منکوب شود این
آیت را بخواند هَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا
فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ بعد از ان فرمود
اے گروہ مہاجران شمارا وصیت می کنم در شان
انصار چہ ایشان کسانے اند کہ مستعد و آمادہ
داشتند براے ہجرت یعنی مدینہ را براے شما
و سبقت گرفتند با ایمان پیش از آنکہ شما ہجرت
با ایشان کنید و شمارا میوہاے بستان خود
را با شما مناصفہ کردند و در منازل خود شمارا
جا دادند و با وجود آنکہ خود محتاج بودند شمارا
بر نفس خود ایثار کردند و ہر کس کہ از شما
بر ایشان حاکم شود باید کہ از محسن ایشان
قبول کند و از مسیٔ ایشان تجاوز نماید
و بر ایشان کسے اختیار نکند اے انصار
بعد از من جماعتے را بر شما ایثار خواہند
کرد و بر شما ترجیح خواہند نمود انصار گفتند
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم با ایشان چہ
کنیم فرمود صبر کنید تا زمانیکہ در لب
حوض کوثر بمن برسید عباس گفت یا رسول
اللہ صلعم در شان قریش نیز مردم را
وصیت فرمائی۔ فرمود وصیت میکنم

مغلوب ہوکر رہیگا اور جو شخص حکم خدا سے مخالفت و
مخاصمت کریگا وہ ضرور ہی نادم و پشیمان ہوگا پھر آپ نے
یہ آیت تلاوت فرمائی جسکے معنی یہ ہین - پھر بسا اوقات تم
خدا کی راہ سے منحرف ہوگئے - اور تم نے دنیا مین فساد برپا
کیئے اور اپنے قریبی لوگون سے صلہ رحم قطع کرڈالے یہ فرماکہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہاجرین سے مخاطب ہوئے
اور ارشاد کیا کہ مین گروہ انصار کے حق مین تم سے وصیت
کرتا ہون اسلیئے کہ یہ وہ لوگ ہین کہ انھون نے ہجرت اور
غربت کے عالم مین خاص ہملوگون کے لیے مکان تیار کر رکھے
اور قبول اسلام مین تمپر سبقت کی اور اپنے تمام نخلستان کے
میوے اور پھل تمکو اپنی طرف سے دیدیئے اور ہجرت کے
زمانہ مین ہم لوگون کو اپنے مکانون مین اوتارا اور آرام دیا
اور باوجودیکہ وہ خود نادار تھے لیکن اونھون نے اپنے
نفوس پر تمھارے نفوس کو ترجیح دیکر تم پر لطف و ایثار کیا
اسلیئے جو شخص تم سے اُن پر حکمران ہوجائے چاہیئے کہ انکو اپنا
محسن قبول کرے اور اُن کی فروگذاشتون کو معفو فرمائے
اور کسی کو اُن پر ترجیح نہ دے یہ کہکر آپ انصار کی طرف
مخاطب ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ اے گروہ انصار میرے بعد
ایک قوم تمپر غالب آجائیگی اور تمپر دوسرون کو ترجیح دیگی
انصار نے عرض کی یا رسول اللہ ہم ایسے وقت مین کیا
کرین - جواب مین ارشاد ہوا صبر کرنا یہان تک کہ مجھسے
حوض کوثر پر آکر مل جانا۔ اس اثنا مین حضرت عباس ابن
عبد المطلب نے اوٹھکر عرض کی کہ یا رسول اللہ صلعم قریش کے لیے

ف۱ قریش سے مقصود بنی ہاشم ہین کیونکہ مہاجرین و انصار کی نسبت وصیت ہوچکی تھی فافہم فتدبر۔ المولف عفی عنہ

باین امر یعنی خلافت مر قریش را زیرا کہ مردان پیروان
قریش اند نیکو کار ایشان تابع نیکو کار ایشان
و بدکار ایشان تابع بدکار ایشان۔ اے
قریش قبول کنید وصیت مرا در شان
مردم بہ نیکوئی و با ایشان تا نیکی بجا آید
اے گروہ مردم بدرستیکہ گناہ سبب تغیر
نعم و واسطہ تبدل قسم است چون
مردم نیکو کار باشند حاکمان و والیان
ایشان با ایشان نیکی بجا آرند و چون
بدکار باشند با ایشان بدی کنند و حق
تعالیٰ فرمود وَكَذَٰلِكَ نُوَلِّي بَعْضَ الظَّالِمِينَ
بَعْضًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ و باین طریق بعضے از ظالمین
ظالمان دیگر را بدخواہند گفت برائے
آنکہ ایشان عمل نمودہ اند۔

حق مین بھی کچھ وصیت فرمایئے یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے مجمع کو مخاطب کرکے فرمایا کہ تملوگو تمکو قریش کے حق مین وصیت
کرتا ہون اور بتلا دیتا ہون کہ امارت و خلافت قریش مین ہے
کیونکہ تمام لوگ قریش کے پیرو اور مطیع ہین۔ نیک لوگ قریش
کے قریش کے نیک لوگون کے ساتھ اور بدلوگ قریش کے
بدلوگون کے ساتھ ہین اور اے قوم قریش کے لوگو میری وصیت
کو سنو اور اوسکو قبول کرو اور وہ یہ ہے کہ تمام لوگون کے ساتھ
بطریق مساوات نیکی کے ساتھ پیش آؤ اور نیکی کرو اور یاد رکھو
کہ صرف گناہ کی وجہ سے تمام دولت و نعمت تغیر اور تبدل
ہوجاتی ہے جب رعایا نیکو کار ہوگی تو اون کے حاکمان و
والیان بھی اونکے ساتھ نیکی کرینگے۔ اور جب وہ بدکردار ہونگے
تو اونکے حکام بھی بدکردار ہونگے کیونکہ خداوند عالم ارشاد فرماتا
ہے۔ اون مین سے بعض بعض منحرف ہوکر ظالم ہوگئے اور
اب وہ اسی کی جزا پائینگے۔ [1]

خطبہ ہدایت عام اور ادائے مطالبات

اسکے بعد عصر کا وقت ہوگیا تو بقول محدث شیرازی ایک موعظت عام اور ہدایت اہل اسلام کا خاص اہتمام کیا گیا۔ بلال کو حکم ہوا۔ وہ مدینہ کی تمام گلی کوچون مین اعلان کر آئے اور الصّلوٰۃ جامعۃ کی ندا دے آئے۔ نبوت ختم ہو رہی تھی اور دنیا کی بدقسمتی سے خاتم النبیین خود ختم ہونے والا تھا۔ اگرچہ نبوت و رسالت کے فرائض تمام شعائب و صور کے ساتھ تمام ہوچکے تھے۔ اونکی تکمیل کی تصدیق و تعلیم کی بشارت بھی خدا کی طرف سے نازل ہوچکی تھی۔ لیکن بااینہمہ اتمام حجت بھی حضرت ختم المرسلین کی تبلیغ کا آخر مدعا تھا اوسکی تبلیغ آخر بھی رسالت کے فرائضات مین داخل تھی۔ اس بنا پر بارگاہ رسالت سے اسکے نفاذ و اجرا کا خاص طور پر اہتمام فرمایا گیا۔ محدث شیرازی اسکی حسب ذیل تفصیل فرماتے ہین۔

---

[1] مویدین خلافت جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان ہدایتون اور وصیتون کو خلافت کے طرز عمل سے ملاکر خود سمجھ لین کہ ان اخلاقی محاسن کے قائم رکھنے مین وصیت رسول صلعم کی کہانتک تعمیل و تقلید کی گئی ۱۲ المولف عفی عنہ

ہین نے فوراً دیدیے ۔ یہ سُنکر آپنے فضل بن عباس کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ اسے تین درم دیدو۔ انھون نے فوراً دیدیے۔

اسکے بعد آپنے ارشاد فرمایا کہ اسی طرح میرا حق اگر کسی کے پاس رہگیا ہو تو اوسکے لیے بھی واجب ہے کہ وہ اپنی گردن کو اوسکے بار سے ہلکا کرلے۔ اور اپنے دل مین یہ وہم وگمان نہ کرے کہ ایسے اقرار سے بھرے مجمع مین میری فضیحت ہوگی کیونکہ سمجھ رکھو کہ دنیا کی فضیحت عقبیٰ کی فضیحت سے کہین زیادہ آسان ہو۔ دفعتاً ایک شخص کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا کہ مینے مال غنیمت سے تین درم کی خیانت کری ہے۔ اور وہ آجتک میرے ذمہ باقی ہین۔ رحمت عالم نے پوچھا۔ خیانت کی کیا ضرورت واقع ہوئی۔ اوس نے عرض کی کہ اوس دن مجھے تین درمون کی سخت ضرورت لاحق ہوئی تھی آپنے فضل بن عباس کی طرف متوجہ ہوکر ارشاد فرمایا کہ ان سے تین درم لے لو۔

امت کیلئے دعائے نیکی اخلاق وسیرت

پھر آپنے لوگون کو مخاطب کرکے فرمایا کہ جس شخص مین کوئی بُری عادت پڑگئی ہو اور وہ اوسکی بُرائی اور رسوائی کا باعث ہوتی ہو تو کھڑا ہوجائے۔ مجھ سے بیان کرے تو مین اوسکے دفعیہ کے لیے خدا سے دعا کرون۔ یہ سُنکر ایک شخص کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا۔ مین جھوٹا ہون اور فحش بکتا ہون اور بہت سویا کرتا ہون۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسکے لیے یہ دعا فرمائی کہ پروردگار تو اسکو صدق زبانی عطا فرما۔ فحش سے اور جاگنے کی ضرورت کے وقت سونے سے اسکو محفوظ رکھ اسکے بعد ایک دوسرا شخص مجمع سے کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا کہ مین تو جھوٹا بھی ہون اور منافق بھی اور کوئی برائی ایسی نہین ہے جو مجھ سے وجود مین نہ آئی ہو۔ یہ سُنکر حضرت عمر نے فرمایا تم تو عجب آدمی ہو۔ بھرے مجمع مین خواہ مخواہ اپنے آپ کو رسوا و بدنام کررہے ہو۔ اجی چُپ بھی رہو جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کی فضیحت عقبیٰ کی رسوائی سے بہت ہلکی ہے۔ پھر دست مبارک اوٹھا کر اوس شخص کے حق مین یہ دعا فرمائی۔ پروردگار تو اسکو ثبات ایمان عطا فرما۔ اسکے دل کو بُرائیون سے دُور اور نیکی کی طرف مائل کردے۔

جناب سید المرسلین حضرت رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وآلہ اجمعین کی یہ ہدایتین اور وصیتین ایسی ہین جو اُمت اسلامیہ کے تمام موجودہ اور آیندہ دینی اور دنیوی فوائد پر شامل ہین اور ایسی جامع اور کامل ہین کہ پھر اونکے مقابل کسی معلم یا مبلغ کی ضرورت نہین۔ ان وصایا وہدایا سے آنحضرت صلعم کے اون جذبات قلبی کا بھی پورا پتا چلتا ہے جو آپ کو اُمّت اسلامیہ کی محبت والفت کے متعلق ہمیشہ دلنشین تھے۔ گو یہ سلسلہ پند وموعظت حجۃ الوداع کے زمانہ ہی سے عموماً شروع تھا لیکن یہ

مواعظ ونصائح بالخصوص عام مسلمانوں کی بہی خواہی۔ فلاح دارین اور فوائد دین ودنیا پر حاوی ہیں اس ارشاد کے الفاظ و مضامین میں دینیات واخلاقیات کی اعلیٰ تعلیم کے علاوہ مسلمانوں کے آیندہ ملکی قومی اور سیاسی مصالح اور منافع بھی مشتمل ہیں جن سے اونکی سبق آموزی اور عبرت پذیری مقصود تھی۔ باعتبار اسناد کے ان مواعظ و وصایا کو قریب قریب تمام تاریخ وسیر اور اصحاب حدیث نے بے کم وکاست نقل کیا ہے۔ لیکن ہمارے شبلی صاحب کا قلم ان واقعات کو نظر سے بچائے جاتا ہے۔

مرض میں بار دیگر شدت

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتمام حجت کے مرقومہ بالا فرائض تمام کرکے بیت الشرف میں تشریف لائے تو مرض پہلے سے زیادہ شدید ہوگیا ہے گویا چہارشنبہ کا دن تمام ہوکر پنجشنبہ کی رات تھی۔ معمول پسند اور ظاہر بین تو یہی کہینگے کہ خلاف معمول محنت کی گئی جسمانی اور دماغی قوت صرف کی گئی یہی اضمحلال طبیعت اور غلبہ مرض کا باعث ہوا لیکن حقیقت شناس اور حقیقت بین خوب جانتے ہیں کہ ایک معلم ربانی۔ موسس عالم اور مجاہد فی سبیل اللہ اپنے فرائضات منصبی کے مقابل جان ومال کی پروا نہیں کرتا مقدرات کا مطیع ومنقاد ہوتا ہے مرض کی شدت اور اسکی خاص علت کی تصریح میں جو کچھ زبان مبارک سے ارشاد فرمایا گیا تھا وہ اوپر حضرت عائشہ کی زبانی نقل ہوچکا ہے۔ اس بار شدت مرض کے خاص عالم میں بھی آپ ہمہ تن راضی برضائے الٰہی تھے۔ اور مقدرات پر متوکل پھر اس استقلال واستحکام اور ثبات وقرار سے کہ نہ مرض کی شکایت ہے اور نہ اوسکی شدت کا کوئی شکوہ۔ نہ فکر علاج تھی نہ خیال مداواے

اگرم خلاص گوئی اگرم ہلاک خواہی — سر بندگی بخدمت نہم کہ پادشاہی

ثبات علی مقدر رضا برضائے الٰہی

محدث شیرازی روضۃ الاحباب میں جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس سکینہ الٰہی کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

در صحاح احادیث آوردہ شدہ کہ عائشہ گفت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیماران را تعویذ می کردباین کلمات اذهب الباس برب الناس اشف انت الشافی لا شفاء الا شفاؤک شفاء لا یغادر سقماً وروا یتے آنکہ چون مریض شد سے خود تعویذ کردے مرنفس خود را باین کلمات ودست مبارک خویش. بہ بدن اطہر بمالیدے چون

احادیث صحیح میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیماروں کو ان الفاظ میں لکھکر تعویذ دیا کرتے تھے۔ اے انسانوں کے پروردگار۔ خوف کو دور کر۔ شفا عنایت فرما۔ اسلیے کہ تو شفا دینے والا ہے تیری ہی شفا اصل شفا ہے۔ ایسی شفا عنایت فرما جو مرض کو بالکلیہ دور کردے۔ اور جب کبھی آپ کا مزاج خود ناساز ہوتا تھا تو یہی دعا پڑھکر دستہائے مبارک کو جسم اطہر پر پھیر لیتے تھے لیکن جب

مریض شد بمرض موت و نقل گشت من آن دعا خواندم
و خواستم کہ دست او را بر بالش عالم دست
خود را بر کشید از من و گفت رب اغفرلی
و الحقنی بالرفیق الاعلیٰ و در روایتے آنکہ
فرمود اللّٰھمّ اجعل جنة الخلد
و در روایتے آنکہ فرمود این تعویذ پیش از این مرا نفع می
رسانید اکنون اینہا ہیچ سود نمی دہند ست
فغان و نالہ زار و سرشک لعل چہ سود
چو دادنی ہمہ دادند و بودنی ہمہ بود
و مروی است کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم
در ہمہ مرضہائے خود از خداوند تعالیٰ عافیت
و شفا خواستے۔ مگر در مرض موت کہ دعائے شفا
نکردے و گفتے۔ اے نفس چہ بودہ است
ترا کہ پناہ بہر لجا و ملاذ می جوئی و نیز از عائشہ
صدیقہ مروی ست کہ گفت در ایام صحت
از پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم شنیدہ بودم
کہ ہیچ پیغمبر از دنیا نرود الا آنکہ قبل از آن مخیر
گردانند او را درمیان دنیا و آخرت و چون
مریض شد بمرض موت او را سرفہ گرفت می
گفت مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ
مِنَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَ
وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ
وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا آنگاہ فرمود
مَعَ الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی

مرض الموت میں آپ مریض ہوئے اور صاحب فراش ہو گئے
تو حضرت عائشہ بیان کرتی ہین کہ مین نے یہی دعا پڑھکر چاہا کہ آپکا
دست مبارک آپکے جسم اطہر پر پھیرون۔ تو آپنے اپنا ہاتھ فوراً کھینچ
لیا۔ اور مجھکو مخاطب کرکے یہ دعا پڑھی پروردگارا تو مجھے بخشدے
اور رفیق اعلیٰ سے ملا دے۔ اور ایک روایت مین یون آیا ہے
کہ حضرت عائشہ سے یہ بھی فرمایا کہ یہ تعویذ مجھے پہلے نفع کرتا تھا
لیکن اب اس سے کوئی فائدہ نہین۔ (شعر فارسی کا ترجمہ)
فغان و نالہ اور اشک خونین سے اب کیا فائدہ
جو کچھ دینا تھا وہ دیدیا گیا اور جو کچھ ہونا تھا وہ ہوگیا
ایک روایت مین منقول ہے کہ طبع مبارک کی ناسازی کے
وقت آپ ہمیشہ خدا سے شفا و صحت کی دعا فرماتے تھے لیکن
جب مرض الموت مین گرفتار ہوئے تو ایکدن بھی آپنے شافی
برحق اور حکیم مطلق سے حصول صحت کے لیے دعا نہین مانگی
بلکہ ارشاد فرمایا کہ اے نفس تجھے کیا ہوگیا ہے کہ تو ادھر ادھر
مامن اور جائے پناہ ڈھونڈھتی پھرتی ہے حضرت عائشہ بیان
کرتی ہین کہ ایام صحت مین مین نے آنحضرت صلعم کی زبانی سنا
تھا کہ کوئی پیغمبر ایسا نہین گذرا ہے جس سے اوسکی حیات
و ممات اختیار کرنے کے لیے اوس سے نہ استفسار فرمایا گیا ہے
اور اوسکو دونون مین سے ایک شے کے قبول کرنے کا اختیار
نہ دے دیا گیا ہو۔ جب مرض الموت مین آپ مبتلا ہوئے تو
آپکو کھانسی آتی تھی تو آپ فرماتے تھے اون لوگون کے ساتھ جن
تو نے اپنی نعمتین نازل فرمائین وہ انبیاؑ و صدیق اور شہدا ہین اور
بندگان نیکوکار ہین۔ اور یہی رفیق ہین یہ کہکر آپ فرماتے تھے
ان سب کے ساتھ اور بڑے رفیق کے ساتھ۔ حضرت عائشہ

کہتی ہین کہ یہ کلمات سنتے ہی مجھے یقین ہو گیا کہ آپنے حیات پر وفات کو اختیار فرمایا ہے ۔

ان روایات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنج و بلا ۔ درد و ایذا کے موقع پر صبر و تحمل ۔ تسلیم و رضا و استقلال و استحکام باقصیٰ المرام ثابت ہو گیا اور اس مین بھی کوئی کلام نہین کہ سوائے فطرت صالحہ کے طبیعت عامہ سے انکا اظہار دشوار ہے اسلیئے عام طبیعت والے انکو آزار سمجھتے ہین اور فطرت صالحہ والے اسے عین راحت و آرام ۔ امراض جسمانی اون کے آگے الطاف ربانی کا مرادف ہے ۔ اسلیئے کہ وہ امراض و آزار جسمانی کے تحمل و برداشت کو اپنے لیئے نعمتہائے الٰہی اور ثوابہائے لاتناہی کا اصلی باعث قرار دیتے ہین ۔ اور بحکم محکم لَا تُشْرِكُ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ اَحَدًا (اپنے رب کی عبادت مین کسی فرد واحد کو بھی شریک نہ کرو) حالت مرض مین بھی کسی غیر کی خدمت اور ملازمت کے استحسان ظاہر کو بھی گوارا نہین فرماتے ۔ محدث شیرازی کی حسب ذیل عبارت سے اس امر پر کافی روشنی پڑتی ہے ۔

گویند ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آمد و گفت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم می خواہم کہ در ایام خستگی تیمارداری تو بجا آرم و شرط خدمت بتقدیم رسانم ۔ فرمود اے ابو بکر من در این تیمارداری و معالجہ خود را اگر بہ غیر دختران و زنان خویش بفرمایم مصیبت ایشان زیادہ عظیم گردد و تحقیقکہ اجر تو بر خدا تعالیٰ است روضہ صفحہ ۴۴۶

حالت مرض مین حضرت ابو بکر آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہو کر عرض کرنے لگے میری تمنا ہے کہ مین موجودہ علالت کی حالت مین آپکی خدمت میں حاضر رہکر خدمت تیمارداری بجا لاؤن آپنے جواباً ارشاد فرمایا اے ابو بکر ۔ بات یہ ہے کہ اگر مین اپنی علالت مین اپنی لڑکیون اور بیبیون سے تیمارداری کی خدمت علاوہ کرلون اور کسی غیر کے حوالہ کر دون تو اونکی مصیبت اور زیادہ عظیم ہو جائے گی ۔ لیکن تمھارا ثواب خدا پر ہے ۔

واقعۂ قرطاس پنجشنبہ سنہ ۱۱ ھ

چہارشنبہ تک کی حالت اور مرض کی شدت اوپر بیان ہو چکی ہے پنجشنبہ کی صبح سے علالت اور زیادہ بڑھ گئی ۔ ضعف و نقاہت کا اسقدر غلبہ ہوا کہ فرش علالت سے نقل و حرکت دشوار ہو گئی ۔ ضعف و اضمحلال کی یہان تک نوبت پہونچی کہ بار بار غشی طاری ہونے لگی حرارت و یبوست اتنی بڑھ گئی کہ طشت مین پانی بھروا کر پاس رکھوا لیا گیا تھا پانی مین رومال تر کر کے سر اور منھ بار بار پونچھا جاتا تھا تاہم تسکین نہین ہوتی تھی ۔ دوپہر قریب تھی ۔ شدت مرض سنکر تمام ممتازین صحابہ کا مجمع تھا ۔ اہلبیت و ازواج مطہرین پردہ مین تھین ۔ تمام حجرہ علالت بھرا ہوا تھا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہی حالت تھی ۔ صحیح مسلم مین ہے ۔

عن عبید اللہ بن عباس قال لما حضر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفی البیت رجال فیھم عمر بن الخطاب قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھلم اکتب لکم کتابا لا تضلون بعدہ فقال عمر ان رسول اللہ ص قد غلب علیہ الوجع وعندکم القرآن حسبنا کتاب اللہ فاختلف اھل البیت فاختصموا منھم من یقول قربوا یکتب لکم رسول اللہ ص کتابا لم تضلوا بعدہ ومنھم من یقول من قال عمر فلما اکثروا اللغو والاختلاف عند رسول اللہ قال رسول اللہ ص قوموا عنی قال عبید اللہ فکان ابن عباس یقول ان الرزیۃ کل الرزیۃ ما حال بین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وبین ان یکتب لھم ذلک الکتاب من اختلافھم لغطھم

عبید اللہ بن عباس نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت احتضار قریب ہوا تو وہ گھر میں موت میں حضرت عمر بن الخطاب اور دیگر اصحاب مجتمع تھے رسول مقبول صلعم نے ارشاد فرمایا کہ آؤ میں تمھارے لیے کچھ لکھ دوں کہ جسکی وجہ سے تم لوگ میرے بعد گمراہ نہ ہو حضرت عمر بولے کہ پیغمبر صاحب مرض کی وجہ سے ایسا کہہ رہے ہیں۔ قرآن ہمارے لیے کافی ہے اس بات پر حضار جلسہ میں اختلاف ہوا بعض تو یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی تعمیل کرنا ضروری ہے تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ چاہیں ہمارے لیے تحریر فرما دیں اور بعض حضرت عمر کے ہمزبان تھے جب اس بات پر بہت شور و اختلاف ہونے لگا تو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس سے اوٹھ جاؤ۔ حضرت ابن عباس فرماتے تھے کہ مصیبت اور سخت مصیبت تھی وہ چیز جو لوگوں کے شور و اختلاف کی وجہ سے رسول اللہ صلعم کے ارادہ کتابت میں حائل ہوئی اور جسکی وجہ سے آنحضرت صلعم کچھ نہ لکھ سکے۔

تاریخ احمدی ص ۳۰۷

صحیح بخاری میں ہے۔

عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنھما انہ قال یوم الخمیس وما یوم الخمیس ثم بکی حتی خضب دمعہ الحصباء فقال اشتد برسول اللہ صلعم وجعہ یوم الخمیس فقال ایتونی بکتاب اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہ ابداً

بروایت سعید ابن جبیر حضرت عبد اللہ بن عباس نے فرمایا کہ روز پنجشنبہ کیسا دن تھا اور یہ کہکر ایسا روئے کہ جو سنگریزے اون کے حلقہ پڑے ہوئے تھے اون کے آنسوؤں سے تر ہو گئے بعد ازاں کہنے لگے کہ جب بروز پنجشنبہ رسول اللہ صلعم پر مرض کی شدت ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا کہ مجھے کتابت کا سامان دو تاکہ میں تمھارے لیے کچھ لکھ دوں جس سے تم لوگ میرے بعد گمراہ نہ ہو

فوٹ نوٹ متعلق واقعہ قرطاس۔ شبلی صاحب حاشیہ میں (اس واقعہ کی نسبت) لکھتے ہیں۔

یہ روایت صحیح بخاری موقع وفات کی ہے۔ صحیح بخاری میں یہ حدیث مختلف ابواب میں مذکور ہے اور ہر جگہ الفاظ میں کچھ نہ کچھ

فتنازعوا ولا ینبغی عند نبی تنازع	اس بات پر لوگوں میں نزاع و اختلاف ہوا اور کہنے لگے کہ آنحضرت
وقالوا هجر رسول الله صلی الله	صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہذیان پر مبنی ہے حالانکہ نبی
علیه وآله وسلم۔	کریم کے حضور میں تنازع مناسب نہ تھا۔

علامہ طبرانی اس واقعہ کو مفصلہ ذیل الفاظ میں خاص حضرت عمر کی زبانی لکھتے ہیں:۔

عن عمر قال لما مرض رسول الله صلعم قال	حضرت عمر سے منقول ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ادعوا الی بصحیفة و دواة اکتب کتابا	نے حالت مرض میں ارشاد کیا کہ کاغذ اور دوات وغیرہ سامان
لا تضلوا بعده ابدا فقال النسوة	کتابت) لاؤ تاکہ میں تمہارے لیے ایک ایسی تحریر لکھ دوں جس کی
من وراء الستر الا تسمعون ما یقول	وجہ سے تم لوگ میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو۔ عورتوں نے پردہ کے اندر
رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فقلت انکن	سے اصحاب کو خطاب کر کے کہا کہ کیا تم لوگ رسول اللہ صلعم کا
صوحبات یوسف اذا مرض	ارشاد نہیں سنتے ہو۔ حضرت عمر نے ان بیبیوں کو جواب دیا کہ تمہاری
رسول الله صلعم عصرتن	مثال حضرت یوسف کی بیبیوں کی ہے پیغمبر صاحب کی بیماری
اعینکن واذا صح رکبتن عنقه	میں تو روتی ہو اور بوقت صحت ان کی گردن پر سوار ہو جاتی ہو
فقال رسول الله صلعم دعوهن	یہ سنکر آنحضرت صلعم نے فرمایا ان عورتوں سے تعرض نہ کرو۔ یہ تم سے
فانهن خیر منکم۔	بدرجہا بہتر ہیں۔

بقیہ عبارت حاشیہ صـــ۳۴۶ـــ ۔ اختلاف ہے (صحیح مسلم کتاب الوصیۃ میں یہ روایتیں یکجا ہیں) جن صحابی نے قلم و دوات لانے میں گفتگو کی۔ بخاری میں ان کا نام نہیں لیکن حدیث کی اور کتابوں میں (مثلاً صحیح مسلم) بتصریح حضرت عمر کا نام ہے ان کے الفاظ یہ ہیں۔ (۱) قد غلب علیه الوجع وعندکم القرآن وحسبنا کتاب الله۔ آپ کو مرض کی شدت ہے۔ تمہارے پاس قرآن موجود ہے خدا کی کتاب ہمارے لیے کافی ہے۔ صحیح مسلم کی دوسری روایتوں کے یہ الفاظ ہیں فقالوا ان رسول الله صلعم هجر لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلعم بد حواسی کی باتیں کرتے ہیں فقالوا هجرا ستفهموه لوگوں نے کہا کیا آپ بے حواسی کی باتیں کرتے ہیں آپ سے خود پوچھو۔ اسی بنا پر شیعہ اور سنی کا یہ روایت بڑا معرکۃ الآرا میدان بن گئی ہے۔ شیعہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم حضرت علیؑ کی خلافت کا فرمان لکھوانا چاہتے تھے۔ سنی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کو واقعی تکلیف تھی اور یہ معلوم تھا کہ شریعت کے متعلق کوئی نکتہ باقی نہیں رہا خود قرآن مجید آیت اکملت لکم نازل ہو چکی تھی۔ اسلیے حضرت عمر نے آپ کو تکلیف دینا مناسب نہیں سمجھا۔ اگر کوئی ضروری حکم ہوتا تو آنحضرت صلعم کسی کے روکنے سے کیونکر رک سکتے تھے۔ اس وقت نہ سہی بعد کو لکھوا دیا ہوتا۔ اور یہ کیونکر معلوم ہوا آپ کیا لکھوانا چاہتے تھے بخاری میں ہے آپ عبداللہ بن ابی بکر کو بلا کر حضرت

مسند امام احمد بن حنبل میں ہے۔

عن سعید بن جبیر عن ابن عباس انہ قال یوم الخمیس وما یوم الخمیس ثم بسیل دموعہ حتی رایت علی خدیہ کانہا نظام اللولوء قال رسول اللہ صلعم ائتونی بالکتف والدواۃ اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہ ابدا فقالوا ان رسول اللہ صلعم یھجر۔

سعید ابن جبیر ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس نے کہا کہ روز پنجشنبہ کیا دن تھا۔ یہ کہکر اتنا روئے کہ موتیون کی لڑی کی طرح آنسو جاری ہوگئے۔ بعد ازان کہا پنجشنبہ وہ دن تھا کہ جب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا کہ مجھے سامان کتابت لا دو کہ مین تمھارے لیے ایک تحریر لکھدون کہ اوسکے بعد تم گمراہ نہو۔ مگر افسوس لوگون نے کہدیا کہ آنحضرت صلعم ہذیان بک رہے ہین۔

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ ۴۳۷ ابوبکر کی خلافت کا فرمان لکھوانا چاہتے تھے پھر آپنے ضروری نہین سمجھا اور فرمایا کہ خود خدا اور اہل اسلام ابوبکر کے سوا کسی اور کو نہ پسند کرینگے۔ اس اختلاف کے بعد آپنے لوگون کو زبانی وصیتین فرمائین جو ضروریات آپ لکھوانا چاہتے تھے ممکن ہے وہ یہی ہون۔ یا وہ اگر ان کے علاوہ تھین تو آپ اونکو ان عام وصیتون کے ساتھ زبانی بھی فرما سکتے تھے اسکے بعد مجمع عام مین جو خطبہ دیا اوس مین بھی اس کا اظہار فرما سکتے تھے۔ (س) مجھکو احتیاط کرنا چاہیے کہ کتاب تاریخ کی حیثیت سے نکلکر علم کلام کے دائرے مین نہ آجائے۔ تاہم جو میری تحقیق ہے مین الفاروق مین لکھ چکا ہون۔

جلد دوم سیرۃ النبی صفحہ ۱۳۱

اول تو یہ عبارت صاف طور سے معلوم نہین ہوتی کہ شبلی صاحب مولف سیرۃ النبی کے قلم کی لکھی ہوئی ہے یا سید سلیمان صاحب ندوی جامع سیرۃ النبی کی تحریر کردہ ہے۔ مین اسکو ابتدا سے ندوی صاحب کی تحریر سمجھتا تھا اسلیے کہ خاتمہ عبارت سے دو سطر پہلے۔ س۔ لکھکر اپنے نام کا اشارہ فرما دیا گیا ہے۔ لیکن پھر آخر مین یہ لکھکر کہ جو میری ذاتی رائے ہے وہ مین الفاروق مین لکھ چکا ہون۔ دیکھکر مجھکو شبہہ ہوتا ہے کہ وہ عبارت بھی تو شبلی صاحب کی نہین، خیر کسی صاحب کی ہو۔ مجھکو اوسکی حقیقت کا انکشاف ضروری ہے۔

اس عبارت مین پہلے تو یہ کوشش کی گئی ہے کہ حضرت عمر کا نام چھپ جائے اور اس بنا پر لکھا گیا ہے کہ بخاری مین ان کا نام نہین لیکن پھر صحیح مسلم کی روایت سے بتصریح ان کا نام ہونا ثابت بھی کر دیا گیا ہے اور اعتراف تحریری بھی کر لیا گیا ہے تو پھر یہ کیسی مضحکہ خیز کوشش ثابت ہوتی ہے اور صرف اسی سے ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت عمر سے یہ ایسی خطائے فاحش عمل مین آئی ہے کہ بالآخر اون کے معتقدین و مخلصین کو بھی تحریری حیلون سے اوسکو چھپانا پڑا۔ اب رہا شبلی صاحب کا یہ دعوی کہ حضرت عمر کا نام بخاری کی کسی حدیث مین نہین ہے۔ صریح مغالطہ دہی ہے اور بالکل سفید جھوٹ ہے۔ بخاری نے حدیث قرطاس

قدر دانی عالم بالا معلوم شد۔ رسالت کی زبان صداقت ترجمان۔ او۔ ہذیان۔ سبحانہ ما اعظم شانہ۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاضرین کی خلوص و عقیدت کا پورا اندازہ ہوگیا۔ بالآخر جیسا کہ الفاظ مرویات بتلا رہے ہیں۔ سب کو پاس سے ہٹوا دیا گیا اور سکوت اختیار فرمایا گیا۔ اب اس بدتمیزانہ اور گستاخانہ شور و شغب کا اثر اسلام اور اوسکے معاملات پر کیسا پڑا وہ علامہ شہرستانی کی مفصلہ ذیل عبارت میں ملاحظہ ہو۔

قال الشهرستانی فی الملل والنحل اول تنازع فی مرضه علیه السلام فیما رواه محمد بن اسمعیل البخاری باسناده عن عبداللہ بن عباس قال لما اشتد برسول اللہ صلعم مرضه الذی	علامہ شہرستانی کتاب ملل و نحل میں لکھتے ہیں کہ پہلا تنازع اور اختلاف جو رسول مقبول صلعم کے زمانۂ مرض میں واقع ہوا وہ تھا کہ جسکو بخاری نے کتاب صحیح میں اپنے اسناد کے ساتھ عبداللہ بن عباس سے یوں روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض میں زیادتی ہوئی تو آنحضرت صلعم نے

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ ۴۳۸ کو امام بخاری نے صحیح کے سات مختلف مقامات پر لکھا ہے تفصیل یہ ہے کہ۔ (۱) کتاب العلم (باب کتابت العلم) میں (۲) کتاب الجہاد (باب ہل یستشفع الی اہل الذمہ ومعاملتہم و جوائز الوفد) میں۔ (۳) کتاب الخمس (باب اخراج الیہود من جزیرۃ العرب) میں (۴) باب مرض النبیؐ ووفاتہ (۵) باب الیقظاء (۶) کتاب المرضیٰ (باب قول المریض قوموا عنی) (۷) کتاب الاعتصام باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ (باب الکراہیۃ الخلافت) میں۔ پہلی روایت کتاب العلم باب کتابت العلم کی ہے اور اوسکے الفاظ یہ ہیں۔ حدثنا یحییٰ بن سلیمان قال حدثنی ابن وهب قال اخبرنی یونس عن شهاب عن عبید اللہ بن عبد اللہ ابن عباس قال لما اشتد بالنبیؐ وجعه قال ائتونی بکتاب اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعده قال عمر ان النبی قد غلبه الوجع وعندنا کتاب اللہ حسبنا فاختلفوا وکثر اللغط قال قوموا عنی ولا ینبغی عندی التنازع فخرج ابن عباس یقول ان الرزیة کل الرزیة ما حال بین رسول اللہ صلعم وبین کتابه۔ یحییٰ ابن سلیمان ابن وہب سے ابن وہب یونس سے۔ یونس شہاب سے۔ شہاب عبداللہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلعم پر مرض اور اوسکی تکلیف کی شدت ہوئی تو آپنے ارشاد فرمایا کہ مجھے قلم و کاغذ دو کہ میں تمھارے لیئے ایک تحریر لکھ دوں کہ تم میرے بعد گمراہ نہو۔ حضرت عمر نے کہا کہ حضرت پر مرض کی شدت ہے ہمارے پاس خدا کی کتاب ہے اور وہی ہمارے لیے کافی ہے۔ اس امر پر اختلاف اور شور ہونے لگا تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میرے پاس سے اوٹھ جاؤ اور میرے پاس اختلاف و تنازع نہ کرو پس سب لوگ اوٹھکر چلے گئے حضرت ابن عباس فرماتے تھے سب سے بڑی مصیبت وہ مصیبت تھی جو رسول اللہ صلعم اور آپکی کتابت کے درمیان حائل ہوئی۔ دوسری روایت کتاب المرضیٰ باب قول المریض قوموا عنی میں ہے اوسکے الفاظ یہ ہیں

ما انت فیہ قال ائتونی بدواۃ و قرطاس اکتب لکم کتاباً لا تضلّوا بعدی فقال عمر ان رسول اللہ ص قد غلبہ الوجع حسبنا کتاب اللہ و کثر اللغط فقال النبی صلعم قوموا عنی لا ینبغی عندی التنازع قال ابن عباس رض الرزیۃ کل الرزیۃ ما حال بیننا و بین کتاب رسول اللہ صلعم۔	فرمایا مجھے سامان کتابت لادو تاکہ میں تمہارے لیے کچھ لکھدوں جسکی وجہ سے تم میرے بعد گمراہ نہ ہو۔ یہ سنکر حضرت عمر نے کہا کہ پیغمبر صاحب علیہ مرض کی وجہ سے ایسا کہتے ہیں ہمارے لیے کتاب خدا کافی ہے چنانچہ اس بات پر شور وغل ہوا تو آنحضرت نے فرمایا کہ میرے پاس سے ہٹ جاؤ۔ تم لوگوں کو لازم نہیں ہے کہ میرے سامنے تنازع اور اختلاف کرو۔ اسی پر عبداللہ بن عباسؓ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ مصیبت اور عظیم مصیبت تھا وہ اختلاف جس نے ہمارے اور پیغمبر صاحب کی تحریر میں حائل ہو کر آنحضرت صلعم کو کتاب سراپا ہدایت سے باز رکھا۔

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ ۴۳۹ عن عبید اللہ بن عبد اللہ عن ابن عباس قال لما حضر رسول اللہ صلعم و فی البیت رجال فیھم عمر بن الخطاب قال النبی صلعم ھلم اکتب لکم کتاباً لا تضلّوا بعدہ فقال عمر ان النبیؐ قد غلب علیہ الوجع و عندکم القرآن حسبنا کتاب اللہ و اختلف اھل البیت فاختصموا فمنھم من یقول قربوا یکتب لکم النبیؐ کتاباً لن تضلوا بعدہ و منھم من یقول ما قال عمر فلمّا اکثروا اللّغو و الاختلاف عند النبی قال صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم قوموا عنی قال عبید اللہ فکان ابن عباس یقول ان الرزیۃ کل الرزیۃ ما حال بین رسول اللہ صلعم و بین ان یکتب لھم ذلک الکتاب من اختلافھم و لغطھم۔ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ جب جناب رسولخدا صلعم پر حالت احتضار طاری ہوئی تو لوگ آپکے پاس گھر میں موجود تھے جن میں حضرت عمر بن خطاب بھی تھے۔ آپنے ارشاد فرمایا مجھے قلم دوات دو کہ میں تملوگوں کو ایک تحریر لکھدوں کہ پھر تم لوگ میرے بعد گمراہ نہو۔ حضرت عمر نے کہا کہ آپکے اوپر مرض کی شدت ہے اس وجہ سے ایسا کہتے ہیں ہملوگوں کے پاس قرآن موجود ہے اور ہمارے لیے خدا کی کتاب کافی ہے پس موجودہ لوگوں میں اختلاف ہوا بعض کہتے تھے کہ جناب رسولخدا صلعم کو سامان کتابت دیدیا جائے کہ وہ ہملوگوں کے لئے ایک تحریر لکھدیں کہ ہم لوگ گمراہ نہوں اور بعض وہی کہتے تھے جو حضرت عمر کہہ چکے تھے پس جب لوگوں میں شور و اختلاف کثیر ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم سب کے سب میرے پاس سے اوٹھ جاؤ۔ عبید اللہ کا بیان ہے کہ عبد اللہ بن عباس کہا کرتے تھے کہ سب سے بڑی مصیبت وہ مصیبت تھی جو رسول اللہ صلعم کے کتابت لکھنے میں لوگوں کے اختلاف کی وجہ سے اور شور مچانے کے باعث سے حائل ہوئی تیسری

حضرت علیؑ کی طلبی

آنحضرت صلعم کے پاس سے سب لوگ اٹھ کر چلے گئے۔ تخلیہ ہو گیا۔ تو آپ نے سر اٹھا کر ارشاد فرمایا کہ علیؑ کو میرے پاس بلا لاؤ۔ تاریخ طبری میں ہے۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابعثوا الی علیا فادعوہ فقالت عائشۃ لو بعثت الی ابوبکر و قالت حفصہ لو بعثت الی عمر فاجتمعوا عندہ جمیعاً فقال رسول اللہ صلعم انصرفوا فان تک لی حاجۃ ابعث الیکم انصرفوا۔

ابن عباس نے روایت کی ہے کہ جناب رسولخدا صلعم نے اوسی بیماری کی حالت میں ارشاد فرمایا کہ علیؑ کو میرے پاس بلا لاؤ حضرت عائشہ نے کہا کاش ابوبکر کو بلایا ہوتا حضرت حفصہ نے کہا کاش عمر کو بلایا ہوتا اتنے میں یہ حضرت وہاں جمع ہو گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ واپس جاؤ۔ اگر تمھاری ضرورت ہوگی تو میں خود تم لوگوں کو بلا لونگا۔ یہ سنکر وہ لوگ چلے گئے۔

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ ۴۴۰ روایت کتاب الاعتصام کے باب کراہۃ بالخلافۃ میں ہے اوسکے الفاظ یہ ہیں۔ عن ابن عباس قال حضر النبی صلعم وفی البیت رجال فیھم عمر بن الخطاب فقال ھلم اکتب لکم کتاباً لن تضلوا بعدہ فقال عمر ان النبی صلعم علیہ الوجع وعندکم القرآن فحسبنا کتاب اللہ ابن عباس سے منقول ہے کہ جب جناب رسولخدا صلعم پر حالت احتضار طاری ہوئی تو بہت سے لوگ آپکے پاس گھر میں حاضر تھے آپ نے ارشاد فرمایا مجھے سامان کتابت لا دو کہ میں تمھارے لیئے ایک تحریر لکھدوں کہ تم میرے بعد گمراہ نہو۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم پر مرض نے غلبہ کیا ہے۔ ہم لوگوں کے پاس قرآن موجود ہے اور ہمارے لیئے خدا کی کتاب کافی ہے۔ (ماخوذ از کتاب تشئید المطاعن جلد دوم صفحہ ۷۶۳ مطبوعہ لودھیانہ)

اب شبلی صاحب بخاری کے ان الفاظ کو اپنے ان خاص الفاظ سے کہ بخاری میں ان کا (حضرت عمرکا) نام نہیں ہے ملا ہیں اور سمجھ لیں کہ کھلی کھلی مغالطہ دہی۔ صاف صاف سفید جھوٹ اور فریب دہی یہی کہلاتی ہے۔ ناحق کوشی حق فراموشی اور حقیقت پوشی اسی کا نام ہے۔ انصاف پسند محققین جانتے ہیں کہ اصول استدلالیہ اور ثبوت کلامیہ کے مطابق جب عنوان استدلال ہی غلط ٹھہرا تو اس جرم و الزام سے حضرت عمر کی برأت کا وہم و خیال کب صحیح ٹھہر سکتا ہے۔ یہ ناحق جنبہ داری کا نتیجہ ہے۔ تمہید استدلال تو یوں پامال ہوئی۔ اب آپ کی آیندہ عبارت استدلالیہ یہ ہے۔

اس بنا پر یہ روایت شیعہ و سنی کا بڑا معرکۃ الآرا میدان بن گئی ہے شیعہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم حضرت علیؑ کی خلافت کا فرمان لکھوانا چاہتے تھے۔

اسلیئے کہ حجۃ الوداع کے واقعہ کی زبانی حکم و تاکید کا۔ صحابہ کی موجودہ رفتار و کردار سے جو نتیجہ ہونیوالا تھا۔

حضرت علیؑ کو بلا کر اس موقع پر کیا ارشاد کیا گیا۔ اسکی تفصیل محدث شیرازی کے الفاظ میں حسب ذیل ملاحظہ ہو۔

فرمود بخوانید برادر من علیؑ را۔ علیؑ بیامد و بربالین وے نشست حضرت سر خود را از بستر برداشت۔ امیر در شیب بغل وے درآمد و سر مبارکش را بازوے خویش بنہاد۔ آن سرور فرمود اے علیؑ فلان یہودی پیش من چندین مبلغ دارد کہ از وے برائے تجہیز لشکر اسامہ قرض گرفتہ بودم زنہار کہ وے را از ذمہ من ادا کنی و اے علیؑ تو اول کسے خواہی بود کہ بر لب حوض کوثر بمن رسی و بعد از من بسیے امور مکروہ بتو خواہند رسید باید کہ تنگدل نشوی و طریق مصابرت پیش گیری و چون بینی کہ مردم دنیا را اختیار کردند تو باید کہ آخرت را اختیار کنی

فرمایا کہ میرے بھائی علیؑ کو بلاؤ۔ حضرت علیؑ آئے اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرہانے بیٹھ گئے۔ آنحضرت صلعم نے اپنا سر اوٹھا کر اونکے بازو پر رکھدیا اور حضرت امیرؑ کو اپنی بغل میں لے لیا اور ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ فلان یہودی سے میں نے لشکر اسامہ کے سامان کے لیے اسقدر قرض لیا ہے۔ خبردار اوسکو میری طرف سے ادا کر دینا اور اے علیؑ تم وہ شخص ہو جو سب سے پہلے میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوگے اور میرے بعد تمکو بہت سے مکروہات امور پیش آئینگے۔ اونکو بطریق صبر برداشت کرنا اور جب دیکھنا کہ لوگون نے دنیا اختیار کی تو تم آخرت کو اختیار کرنا۔

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ ۴۴۱ وہ آپ کے پیش نظر تھا۔ اس بنا پر اوس زبانی حکم کو تحریری فرمان میں لانیکی ضرورت تھی۔ اسکے بعد کی عبارت یہ ہے۔

سنی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واقعی تکلیف تھی اور یہ معلوم تھا کہ شریعت کے متعلق کوئی نکتہ باقی نہیں رہا خود قرآن مجید میں آیت الیوم اکملت لکم دینکم نازل ہو چکی تھی۔ اسلیئے حضرت عمر نے آپکو تکلیف دینا مناسب نہیں سمجھا۔

سبحان اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو لن تضلوا بعدہ کا فرما کر امت کے لیئے ابتک ارشاد و ہدایت کی ضرورت سمجھیں اور امت کے لوگ رسول اللہؐ سے بھی عقل و فہم اور ادراک و احساس میں بڑھ گئے کہ اونکو اسکی ضرورت نہیں معلوم ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جو معنی شبلی صاحب اسوقت بغرض تاویل لگاتے ہیں وہ تو نا سمجھ سے نا سمجھ آدمی بھی سمجھ نہیں سکتا۔ اصل حقیقت تو یہ ہے کہ آپ کا یہ ارشاد حضرت عمر کے خود غرضانہ مقاصد و مطالب کے بالکل خلاف تھا اسلیئے کہ اگر یہ کتابت لکھدی جاتی تو تئیس چوبیس برسون کی لگی ہوئی تمناؤن کا خون ہو جاتا۔ واقعات غدیر کی زبانی تاکید میں پتھر کی لکیر ہو جاتیں پھر مٹائے نہ مٹتیں۔ اسی لیئے رسول اللہ صلعم پر غلبہ مرض۔ ہذیان اور بدحواسی کی باتون کا مغالطہ دیکر تعمیل تحریر کو رد کردیا۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ اگر معمولی مریضون کی طرح آپکی بہ بحرانی تقریر ہوتی تو آپ بھی اسکے بعد طبائع مرضا کے اصول معمول کے موافق خاموش یا بیہوش ہو جاتے یا پھر انکی بحرانی کیفیت میں کسی غیر مربوط سلسلہ سے تقریر فرماتے۔ نہیں صحابہ کے منکرانہ شور و غل کو سنکر آپنے فوراً ارشاد فرمایا قوموا عنی۔ میرے پاس سے اٹھ جاؤ اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم ابتدائے تقریر سے اس وقت تک صحیح ہوش و حواس اور سالم عقل و ادراک سے کار فرما تھے

حضرت ابوبکر کی پیشنمازی کی مقدار حقیقت

جمعہ اور سنیچر کے دن بھی مرض کی اوسی شدت میں گذر گئے۔ اشتداد مرض کے ساتھ ضعف و اضمحلال بھی زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ پے در پے بیہوشی اور خاموشی طاری ہوتی جاتی تھی۔ اتوار کے دن تو صبح سے اس قیامت کی ناتوانی تھی کہ بستر سے سر اوٹھانا اور پہلو بدلنا مشکل تھا۔ آپ اسی حالت میں تھے کہ بلال نے حاضر خدمت ہوکر عرض کی کہ نماز کا وقت ہے۔ سیرۃ الحلبیہ میں ہے۔

فقال علیہ السلام لا استطیع	بلال نے خدمت نبوی میں آکر عرض کی یا رسول اللہ صلعم نماز کا وقت
الصلوٰۃ خارجاً و مر عمر	آگیا آنحضرت صلعم نے ارشاد کیا کہ اس وقت مجھ میں اتنی قوت نہیں ہے
بن الخطاب فلیصل بالناس	کہ نماز کے لیئے باہر نکل سکوں۔ تم عمر ابن الخطاب کے پاس جاکر کہو کہ
فخرج بلال و ھو یبکی	وہ لوگوں کو جاکر نماز پڑھائیں۔ بلال روتے ہوئے باہر نکلے لوگوں
فقال له المسلمون ما وراءک فقال	نے رونے کا سبب دریافت کیا تو بلال نے کہا آج رسول اللہ
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم لا	صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لیئے باہر تشریف نہیں لا سکتے یہ
یستطیع الصلوٰۃ خارجاً فبکوا وقال لعمر ان	سنکر سب رونے لگے بلال نے جاکر حضرت عمر سے کہا کہ رسول

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ ۴۴۲ اور صحابہ کی رفتار و کردار کے جا بیجا طریقہ کو پورے طور سے معلوم فرما رہے تھے۔ تو پھر حضرت عمر کا غلبہ مرض کا حکم صحیح اتہام تھا یا نہیں"

اب شبلی صاحب کا یہ لکھنا کہ شریعت کے متعلق کوئی نکتہ باقی نہیں رہا۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ تبلیغ و تعلیم شریعت کے متعلق کوئی نکتہ باقی نہیں تھا۔ لیکن شریعت میں احداثات و مخترعات کا شوشہ تو ضرور باقی رہگیا تھا۔ جسکی نسبت اکثر موقعوں پہ فرمایا جاتا تھا لا یعلم ما احدثوا بعدی۔ نہیں معلوم تم لوگ میرے بعد کیا احداث کروگے۔ آیت اکملت لکم تکمیل شریعت کی بشارت تو ضرور ہے۔ لیکن صحابہ تو ابھی سے اسکی شان نزول کے اصلی مقصود ہی کو غائب کرنا چاہتے ہیں۔ اور اس تحریر میں اسی کے اصل مقصود کو لکھکر بتلا دینا منظور رسالت تھا۔ اسکے آگے لکھا جاتا ہے۔

اس واقعہ کے بعد آپ چار دن تک زندہ رہے۔ اسوقت نہ سہی بعد کو لکھوا دیا ہوتا"

سیرۃ النبی ص کے موضوع میں جلدوں کی جلدیں سیاہ کر ڈالی گئیں۔ لیکن شبلی صاحب کو ابتک سیرت نبویؐ کی معرفت نہ ہوئی جس طرح حضرت عمر آنحضرت صلعم کے اصلی مقصود کو سمجھ گئے تھے اوسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی حضرت عمر اور تمام صحابہ کے مقصود ذہنی کو بخوبی سمجھ گئے تھے۔ اسلیئے اصرار بیکار تھا۔ کیونکہ صحابہ کی خود غرضی اور دنیا پرستی سے جو نتیجہ نکلنے والا تھا وہ آپکے پیش نظر تھا۔ اس بنا پر اخلاق مصطفویؐ اور غیرت نبوی سے یہ کبھی ممکن نہیں تھا کہ مخاطب کے اقرار یقینی کو ملاحظہ فرمانے کے بعد بھی اپنے ارشاد پر اصرار فرمائیں۔ اسلیئے قوموا عنی کہکر مجمع کے مجمع کو برخاست کر دیا۔ اور ایسا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یامرک ان تصلی بالناس فقال عمر رضی اللہ عنہ ما کنت لانقدم بین یدی ابابکر اذا دخل علی نبی اللہ صلعم فاخبرہ ان ابا بکر علی الباب فدخل علیہ صلعم بلال فاخبرہ بذالک فقال نعم ما رای مروا ابابکر فلیصل بالناس فخرج الی ابابکر فامرہ ان یصلی بالناس فصلی بالناس۔

صلعم نے آپکو نماز پڑھانے کا حکم دیا ہے۔ حضرت عمر بولے حضرت ابوبکر کے ہوتے ہوئے مین ہرگز نماز نہین پڑھا سکتا۔ تم جاکر رسول صلعم سے کہو کہ ابوبکر یہان موجود ہین بلال نے واپس آکر آنحضرت صلعم سے یہ حال بیان کیا آنحضرت صلعم سے کہا کہ عمر کی رائے بہتر ہے۔ تم ابوبکر کے پاس جاکر کہو کہ لوگون کو نماز پڑھائین۔ بلال نے حضرت ابوبکر کی خدمت مین حاضر ہوکر عرض کی کہ آپکو نماز پڑھانے کا حکم ہوا ہے۔ پس حضرت ابوبکر نے نماز پڑھائی

دوسری روایت مختار الاحباب مین ان الفاظ کے ساتھ مرقوم ہے۔

عائشہ صدیقہ گفت چون مرض پیغمبر خدا صلعم سنگین شد یاران نماز خفتنی بود کہ در مسجد منتظر آن سرور بودند فرمود آیا مردم نماز گذاردند گفتم نے یارسول اللہ صلعم

عائشہ صدیقہ کہتی ہین کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرض سنگین ہوگیا اور وہ وقت نماز عشا کا تھا لوگ مسجد مین بیٹھے ہوئے آنحضرت صلعم کا انتظار کر رہے تھے۔ آپنے پوچھا کیا لوگ

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ ۴۴۳ صحابہ کی طرف سے پورے طور سے مایوس ہوکر آپ حضرت علیؑ کو صبر وتحمل کی وصیت فرماگئے جو اوپر نقل ہوچکی ہے۔ آپ کا یہ فقرہ کہ کسی کے روکنے سے آپ کب رُک سکتے تھے عجیب مضحکہ انگیز ہے جواباً عرض ہے کہ جس طرح رسول کسی دوسرے کے روکنے سے کب رک سکتے تھے بالکل اوسی طرح آپ اپنی خودغرضی کے سامنے رسولؐ کے کہنے سے کب مان سکتے تھے۔ حجۃ الوداع کا وہ حکم جو ایک لاکھ سے زائد صحابہ کے سامنے بالاعلان نافذ فرمایا گیا تھا کب مانا گیا جو بستر علالت کی ہدایت پر اسوقت خیال کیا جاتا۔ ان امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے اگر تحریر وصیت پر رسالت کا اصرار باقی رہتا تو ہم نہین کہہ سکتے ہین کہ صاحبان اخلاق وآداب آج اونکے کمال عقل وادراک پر کہان تک عیوب ونقائص کے الزام لگاتے۔ اسکے بعد جو لکھا گیا ہے۔

اور یہ کیونکر معلوم ہوا کہ آپ کیا لکھوانا چاہتے تھے بخاری مین ہے کہ آپ عبداللہ بن ابوبکر سے حضرت ابوبکر کی خلافت کا فرمان لکھوانا چاہتے تھے۔ یہ لکھنا تو پہلے سے بھی زیادہ مضحکہ خیز ہے اس کا جواب صرف یہی ہے کہ جس طرح آپکو اور آپکے امام بخاری کو معلوم ہوا کہ عبداللہ بن ابوبکر سے خلافت ابوبکر کی سند لکھوانا چاہتے تھے اوسی طرح شیعون کو بھی معلوم ہوگیا کہ حضرت عبداللہ بن عباس سے آپ حضرت علیؑ کی خلافت وامامت کا فرمان تحریر کرانا چاہتے تھے۔ پھر اس مین استبعاد کیا ہے۔ لیکن گذارش یہ ہے کہ حضرت علیؑ کی امارت وخلافت کے متعلق تو نصوص الٰہی اور احادیث رسالت پناہی کی متعدد اور متواتر اسناد کثیر موجود ہین۔ لیکن خلافت حضرت ابوبکر کی تحریر کی نسبت تو سوائے اس روایت موضوعہ کے جسکے راوی خود اونکے

انتظار تو می کشند گفت آب برائے من در مخضب
نمائید۔ چنان کردیم۔ آن سرور آن آب را
بر خود ریخت و بدن خود را شست آنگاه خواست
کہ برخیزد۔ بیہوش شد۔ تا سہ نوبت آن صورت متحقق
گشت و ہر بار کہ بہوش می آمد می پرسید کہ مردم
نماز گذاردند می گفتیم نہ۔ انتظار تو می کشند
و در کرت سوم کسے را فرستاد
بہ نزد ابوبکر کہ با مردم نماز گذارد و فرستادہ
آنحضرت صلعم رفت و پیغام با ابوبکر
رسانید۔ ابوبکر مردے بود رقیق القلب
گفت یا عمر تو با مردم نماز گذار

نماز پڑھ چکے۔ عرض کی گئی نہیں۔ سب لوگ آپکا انتظار کر رہے
ہیں۔ آپنے فرمایا میرے لیئے طشت میں پانی بھرو۔ چنانچہ پانی
بھرا گیا آپنے جسم مطہر کو دھو کر چاہا کہ اوٹھیں مگر بیہوشی طاری
ہو گئی جب ہوش آیا تو پوچھا لوگ نماز پڑھ چکے۔ عرض کی گئی
نہیں بلکہ سب آپ کا انتظار کر رہے ہیں فرمایا طشت میں پانی
بھرو۔ پانی بھرا گیا۔ آپنے پھر تمام بدن پہ پانی ڈالا اور جسم مطہر کو
دھویا مگر پھر غش آگیا تین بار پے در پے یہی صورت
ہوئی۔ ہر بار جب ہوش آتا تھا تو آپ پوچھتے تھے نماز ہو گئی۔ کہا
جاتا تھا نہیں۔ سب آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ تیسری بار آپ نے
کسی کو بھیجکر حضرت ابوبکر کے پاس کہلا بھیجا کہ نماز پڑھا دو۔ اوس
آدمی نے آکر حضرت ابوبکر کو آنحضرت صلعم کا حکم سنایا۔ حضرت ابوبکر

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ ۴۴۴ صاحبزادے عبد اللہ ہیں۔ اور کوئی معلوم نہیں ہوتی۔ اب نہیں معلوم کہ اصول شہادت کے مطابق باپ کے لیئے بیٹے کی گواہی یہاں بھی قابل اعتماد سمجھی جائیگی یا نہیں کیونکہ واقعہ فدک میں حضرت ابوبکر خود اسی اصول کی بنا پر حضرت فاطمہ کے حق میں حضرات حسنین علیہم السلام کی شہادتیں مسترد فرما چکے ہیں جب حقیقت حال یہ ہے تو شبلی صاحب یا اون کے تلمیذ رشید سید سلیمان صاحب ندوی ایسی مجہول اور خلاف اصول سند والی روایت سے اپنا استدلال کیسے قائم کر سکتے ہیں۔ اب آپ کا یہ لکھنا کہ

اس اختلاف کے بعد آپنے تین وصیتیں فرمائیں۔ جو ضروری بات آپ کاغذ پر لکھوانا چاہتے تھے۔ ممکن ہے کہ یہی ہوں۔ یا اگر وہ ان کے علاوہ تھیں تو آپ اوسکو ان عام وصیتوں کے ساتھ بھی بیان فرما سکتے تھے۔ اسکے بعد مجمع عام میں جو خطبہ دیا اس میں بھی اوس کا اظہار فرما سکتے تھے۔ (سیرۃ النبی جلد دوم صفحہ ۱۳۱۔ حاشیہ)

آپ کا یہ بیان بھی مغویانہ ہے۔ اوّل تو ان واقعات کے اوقات خاص طور پر کسی روایت میں معین نہیں ہیں۔ سب نے قیاس ہی قیاس سے کام لیا ہے۔ دوسرے یہ کہ اسکی صحت۔ اس کا وقت اور موقع خاص بھی تسلیم کر لیا جاوے۔ تاہم ہم کہینگے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنے اخلاق و آداب اور حفظ مراتب کے خیال سے خاموش رہ گئے اور آزمودہ را آزمودن کے اصول اخلاق پر عمل پیرا ہوئے اور اسی وجہ سے آپنے اوس کا ذکر نہ فرمایا۔ مگر آپنے اس روایت میں بھی تحریف صریح کی ہے۔ حالانکہ اصل الفاظ روایت میں ہے کہ اصل راوی حدیث کو تیسری وصیت

عمر با وے گفت تو احق از من درین امر۔ پس ابوبکر نماز با مردم بگذارد و بعد از آن پیغمبر خدا صلعم را خفتے از مرض حاصل شد روز دیگر ابوبکر با مردم نماز پیشین میگذارد کہ آن سرور درمیان دو مردیکے ازان عباس بود بیرون رفت و با ایشان گفت مرا بپہلوے ابوبکر بنشانید چنان کردند چون ابوبکر دانست کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آمد خواست کہ متاخر بشود حضرت اشارت نمود کہ در مقام خویش باش آنسرور درنشستہ نماز گذارد و ابوبکر مقتدی شد بوے و مردمان مقتدی با ابوبکر بودند یعنی بواسطہ تکبیر واسے برافعال و انتقالات پیغمبر وقوف می یافتند۔

چونکہ رقیق القلب بزرگ تھے حضرت عمر سے کہنے لگے آپ نماز پڑھا دین حضرت عمر بولے آپ اس امر کے لیے مجھسے زیادہ مستحق ہین۔ دوسرے دن آنحضرت صلعم کے مرض مین کچھ تخفیف ہوئی۔ دوسرے دن حضرت ابوبکر نماز ظہر پڑھا رہے تھے کہ آنحضرت صلعم دو آدمیون کے سہارے جن مین ایک عباس تھے مسجد مین تشریف لائے اور ہمراہیون سے کہا کہ مجھکو ابوبکر کے پاس بٹھلا دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب حضرت ابوبکر نے دیکھا کہ آنحضرت صلعم آگئے تو انھون نے پیچھے ہوجانے کا قصد کیا۔ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی جگہ پر رہو۔ آپ نے بیٹھے بیٹھے نماز پڑھی۔ حضرت ابوبکر نے آنحضرت صلعم کی اقتدا کی اور لوگون نے حضرت ابوبکر کی اقتدا کی۔ اس طرح کہ حضرت ابوبکر کی آواز تکبیر سنکر صحابہ آنحضرت صلعم کے ارکان و سکنات نماز سے واقف و مطلع ہوتے تھے۔

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ ۴۴۵ یاد ہی نہین رہی۔ صحیح مسلم مین حدیث قرطاس کے آخر حصہ مین ہے عن ابن عباس قال دعونی فالذی انا فیہ خیرا وصیکم بثلث اخرجوا المشرکین من جزیرۃ العرب واجیزوا الوفد بنحو ما کنت اجیزھم قال وسکت عن الثالثۃ او قالھا فانسیتھا ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مجھ سے اون وصیتون کو سُن لو کہ تمھارے حق مین بہتر ہوگا وہ تین وصیتین تھین۔ ایک تو مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دو۔ اور وفود جس طرح ہم بھیجا کرتے تھے اوسی طرح تم بھی بھیجتے رہو۔ پھر تیسری وصیت کے متعلق آپ خموش ہوگئے۔ یا راوی کا بیان ہے کہ آپنے اوسکو بھی کہا لیکن مین بھول گیا مشکوۃ شریف مین بھی بعینہ یہ روایت باب الکرامات کے بعد باب مناقب الصحابہ مین بیک لفظ مندرج ہے (تشئید المطاعن ۹۶۷) اب اس راوی کے بیان سے ظاہر ہوا کہ وہ تیسری وصیت بھول گیا اور وہ عجب نہین کہ وہ ولایت و خلافت علیؑ کے متعلق ہو جسے وہ حقیقتاً بھول گیا۔ یا مظالم خلافت کے خوف سے جسکی وجہ سے علیؑ کا نام لینا۔ علیؑ کے نام پر نام رکھنا اور علیؑ کا ذکر کرنا۔ ناقابل عفو جرم تھا۔ راوی مذکور نہ بیان کرسکا ہو۔

آخر مین آپکی یہ تاویل کہ اسکے بعد جو خطبہ دیا اوس مین اس کا اظہار فرما سکتے تھے۔ صریح مغالطہ دہی ہے لہذا الفاظ

اسی روضۃ الاحباب مین تیسری روایت یون مرقوم ہے۔

چون موذن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را اعلام کرد از وقت نماز عصر عبداللہ بن زمعہ پیش آن سرور بود۔ باوے گفت بگو مردم را کہ نماز بگذارند۔ عبداللہ بن زمعہ بیرون آمد و بعمر رسید و گفت با مردم نماز گذار عمر پیش رفت و نماز گذارد و قرأت بجہر کرد۔ سید عالم از حجرۂ خود آواز قرأت عمر شنید گفت آیا این آواز عمر نیست گفتند آرے۔ فرمود تابی اللہ ولک والمومنین وسر از دریچہ خانہ بیرون کرد و گفت نے نے باید کہ ابوبکر با مردم نماز بگذارد۔ عمر منصرف شد و با عبداللہ

جب موذن نے نماز کا اعلان کیا تو عبداللہ بن زمعہ اوس وقت آنحضرت صلعم کے پاس بیٹھے تھے۔ آپنے اون سے ارشاد کیا کہ جا کر لوگون سے کہدو کہ نماز پڑھ لین۔ عبداللہ بن زمعہ باہر آئے تو اونھین حضرت عمر مل گئے۔ عبداللہ نے کہا آپ لوگون کو نماز پڑھا دین۔ حضرت عمر آگے کھڑے ہو گئے اور نماز پڑھانے لگے اور نماز مین زور زور سے قرأت کرنے لگے جناب سرور کائنات صلعم نے اپنے حجرہ مین اُن کی آواز سنی تو پوچھا کیا عمر کی آواز نہین ہے۔ لوگون نے عرض کی جی ہان آپنے ارشاد فرمایا۔ نہ یہ خدا ہی کو پسند ہے اور نہ مومنین کو آپنے اپنا سر دریچہ سے باہر نکالا اور فرمایا نہین نہین۔ ابوبکر لوگون کو نماز پڑھائین چنانچہ عمر وہان سے چلے آئے اور عبداللہ بن زمعہ

بقیہ عبارت حاشیہ صلا۴۴۶ حدیث پر بھی نظر رہا کرے۔ اصل حدیث مین لفظ حضر آیا ہے جسکے معنی حالت احتضار کے ہین۔ تو جب الفاظ حدیث اس بیان کے موقع کو حالت احتضار کے ساتھ مخصوص بتلا رہے ہین تو پھر کون کھوئی ہوئی عقل والا اور بگڑا ہوا دماغ والا ایسا ہوگا جو یقین کریگا کہ اس حالت احتضار کے بعد بھی آنحضرت صلعم نے مجمع عام مین کوئی خطبہ دیا۔ ع

بریں عقل و دانش بباید گریست

اب ہم ناظرین کے اطمینان اور اپنی حقیقت بیان کے ثبوت مین علامہ ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغۃ کے فارسی ترجمہ سے دو واقعات خاص حضرت عمر کی زبانی نقل کرتے ہین۔ جن سے حضرت عمر کے مقصود دلی کا خود اونکی زبان سے اظہار و اقرار ہوجاتا ہے وہ علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہین۔

از ابن عباس منقول است کہ گفت من در راہ شام با عمر بودم روزے دیدم کہ بر شتر خود سوار است و تنہا میرود و من از پئے او رفتم گفت اے پسر عباس من شکایت میکنم بتو از پسر عمت یعنی علیؑ۔ سوال کردم از او کہ با من بیاید قبول نکرد و ہمیشہ او را با خود غضبناک می یابم تو

ابن عباس سے منقول ہے کہ مین شام کی راہ مین حضرت عمر کے ہمراہ تھا ایکدن مین نے اونکو دیکھا کہ اپنے اونٹ پر اکیلے سوار ہین اور چلے جاتے ہین مین اونکے پیچھے ہو لیا۔ مجھ سے کہنے لگے اے ابن عباس مین تم سے تمہارے ابن عم یعنی علی کی شکایت کرتا ہون۔ مین نے اُن سے درخواست کی کہ وہ میرے ہمراہ چلین مگر اونھون نے قبول نہین کیا

بن زمعہ گفت حضرت ترا نگفتہ بود کہ با مردم نماز بگذارد عبداللہ جواب داد ہیچکس را معین نکردہ بود لیکن چون ابوبکر را در میان مردم اصحاب ندیدم ترا گفتم کہ با مردم نماز گذار چہ نزد من کسے از حاضران اولے از تو نہ بود۔ عمر گفت من ندانستم کہ چنین است والا امام مردم نمی شدم۔

سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم سے نہیں کہدیا تھا کہ کون شخص نماز پڑھائیگا عبداللہ نے کہا مجھ سے تو کسی شخص خاص کا تعیُّن نہیں کیا تھا لیکن چونکہ میں نے اُس وقت لوگوں میں حضرت ابوبکر کو نہ پایا میں نے تمکو نماز پڑھانے کے لئے کہا اسلیئے کہ حاضرین میں میرے نزدیک تم سے بہتر کوئی شخص اوس وقت موجود نہیں تھا حضرت عمر بولے کہ اگر مجھے یہ معلوم ہو جاتا تو میں کبھی لوگوں کا امام نہ بنتا۔

اسی روایت کو امام عبدالبر نے استیعاب میں۔ بذیل ذکر مناقب ابوبکر ان الفاظ میں لکھا ہے۔

روی الزھری عن عبد الملک بن ابی بکر بن عبدالرحمن بن امیۃ عن ابیہ عن عبد اللہ بن زمعہ بن الاسود قال کنت عند رسول اللہ ص وھو

زہری عبدالملک بن ابی بکر بن عبدالرحمن بن امیہ سے اور وہ اپنے باپ سے اور اوسکا باپ، عبداللہ بن زمعہ بن اسود کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن زمعہ کا بیان ہے کہ میں جناب رسالتمآب صلعم

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ ۴۴۷ چہ گمان داری غضب وخشم اوازچیست گفتم تو ہم سببش را میدانی گمان می کنم کہ غضب او برائے فوت خلافت است ازو۔ گفت بیش ہمین است او چنین می داند کہ جناب رسولخدا صلعم خلافت را از برائے او میخواست ہرگاہ خدا نخواست کہ با و برسد خواستہ جناب پیغمبر ص چہ فائدہ کرد۔ رسول ص امرے خواست وخدا غیر آن خواست۔ مگر ہرچہ پیغمبر ص میخواست نمی شد حضرت رسولخدا ص خواست کہ عم او ابی طالب مسلمان بشود چون خدا نخواست نہ شد۔

اور میں تو ہمیشہ انکو اپنے اوپر غضبناک پاتا ہوں۔ تم کیا خیال کرتے ہو مجھے اونکے غضبناک رہنے کا کیا باعث ہے میں نے کہا اوسکے سبب کو تو آپ بھی جانتے ہیں۔ اُنکا عتاب خلافت نہ ملنے کی وجہ سے ہے۔ حضرت عمر بولے۔ ہاں زیادہ یہی باعث ہے کیونکہ اونکا خیال ہے کہ جناب رسولخدا صلعم اونکے لیئے خلافت چاہتے تھے جب خدا کی یہ خواہش نہیں تھی کہ خلافت اونکو پہونچے تو پیغمبر ص کی خواہش سے کیا فائدہ ہوا۔ رسول ص جو چاہیں وہ ہوتا بھی نہیں تھا کیونکہ رسول اللہ صلعم نے چاہا کہ اونکے چچا ابوطالب مسلمان ہوجائیں۔ مگر چونکہ خدا نہیں چاہتا تھا وہ نہیں ہوئے۔

دوسری نقل ابن ابی الحدید نے یہ لکھی ہے۔

در روایت دیگر چنین است کہ عمر گفت کہ حضرت رسولخدا صلعم خواست کہ در مرض موت خود از برائے خلافت اوذکر کند پس مانع شدم او را از ترس فتنہ واز خوف آنکہ

دوسری روایت میں یوں منقول ہے کہ حضرت عمر نے کہا کہ رسولخدا صلعم نے چاہا کہ اپنے مرض موت میں اونکی خلافت کا ذکر کریں لیکن میں نے منع کیا اس خوف سے کہ فتنہ برپا ہو جائیگا اور اسلام

علیل فدعاہ بلال الی الصلوٰۃ فقال
لمّا مرّوا من یصلی الناس فقال خرجت
فاذا عمر فی الناس وکان ابوبکر
غائبًا فقال قم یا عمر فصل بالناس
فقام عمر فلمّا کبّر سمع رسول اللہ صلعم
صوتہ وکان مجھرًا فقال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ والہ وسلم این ابوبکر یابی اللہ
ذلک والمسلمون بعث الی ابی بکر فجاء بعد ان صلی عمر
تلک الصلوٰۃ فصلی بالناس طول علتہ حتی قبض
رسول اللہ صلعم۔

کی خدمت میں اونکی علالت کے زمانہ میں حاضر تھا کہ بلال نے نماز کیلئے
اذان دی آپ نے مجھسے ارشاد کیا کہ لوگوں سے کہدو کہ نماز پڑھ لیں
پس میں باہر آیا اور میں نے حضرت عمر کو لوگوں میں پایا۔ حضرت ابوبکر
اسوقت وہاں نہیں تھے میں نے حضرت عمر سے کہا آپ نماز پڑھادیں
حضرت عمر کھڑے ہوگئے اور تکبیر کہی آنحضرت صلعم نے انکی تکبیر بلند
کی آواز سنی تو پوچھا ابوبکر کہاں ہیں۔ یہ خدا اور مسلمانوں کو ناپسند
ہے لوگ حضرت ابوبکر کو بلالائے لیکن وہ اوسوقت آئے جب وہ نماز
پڑھا چکے تھے پھر ابوبکر آپکی وفات کے وقت تک نماز پڑھاتے
رہے۔

(تشیید المطاعن صـ۲۳-۲۴)

بقیہ عبارت حاشیہ صـ۴۴۸ اسلام پراگندہ شود پس حضرت
رسول خدا دانست آنچہ در نفس من بود و نگفت و خدا آنچہ مقدر
کردہ بود شد۔ و نیز روایت کردہ اند از ابن عباس کہ گفت کہ من
داخل شدم بر عمر در اوّل خلافتش و از برائے او یک صاع خرما
بر حصیرے ریختہ بودند او بخورد و مرا تکلیف کرد۔ یکدانہ
برداشتم ہمہ را خورد و سبوے آب پیش او گذاشتہ
بود برداشت و بیاشامید و تکیہ کرد بر بالش و
حمد خدا بجا آورد پس گفت از کجا می آئی اے
عبداللہ گفتم از مسجد گفت پسر عمت را بچہ
حال گذاشتی۔ گمان کردم کہ عبداللہ بن جعفر را می گوید
گفتم کہ با ہمسالان خود بازی میکند۔ گفت او را نمی گویم
بزرگ شما اہلبیت را میگویم گفتم او در بستان مشغول آب کشیدن بود و تلاوت
قرآن می نمود گفت اے عبداللہ ترا سوگند میدہم
کہ خونہائے شتر بر تو لازم باشد کہ کتمان کنی کہ آیا

پراگندہ ہو جائیگا پس رسولخدا میرے نفس مطلب کو سمجھ گئے اور پھر اسکا
ذکر نہیں کیا۔ اور جو کچھ مقدر کر چکا تھا وہی ہوا۔ اور ایک دوسری
روایت میں ابن عباس سے یہ بھی منقول ہے کہ میں عمر کی اوائل خلافت
میں اونکے پاس گیا۔ اونکے سامنے چٹائی پر ایک صاع (۲۰ بار) خرمے
رکھے ہوئے تھے اور اوسمیں وہ کھاتے جاتے تھے۔ مجھے بھی کھانے
کیلئے کہا میں نے صرف ایک دانہ کھایا تھا کہ اس اثنا میں وہ سب کھجوریں
کھا گئے ایک پانی کا گھڑا رکھا تھا اوسے اوٹھا کر پی گئے۔ پھر تکیہ لگا کر بیٹھ
گئے اور خدا کا حمد و شکر بجالائے۔ پھر مجھسے پوچھنے لگے اے عبداللہ
اسوقت کہاں سے آتے ہو میں نے کہا مسجد سے۔ پوچھا اپنے ابن عم
کو کس حال میں چھوڑا میں سمجھا کہ عبداللہ بن جعفر کو پوچھتے ہیں جواب دیا
وہ اپنے ہمسنوں کے ساتھ کھیلتے ہیں کہا نہیں ہم تمہارے بزرگ
اہلبیت کو دریافت کرتے ہیں میں نے کہا کہ اپنے باغ کو سیراب کررہے
ہیں اور قرآن کی تلاوت فرما رہے ہیں۔ کہنے لگے اے عبداللہ میں
تمہیں قسم دیکر پوچھتا ہوں اب بھی اونکے دل میں خلافت کی

امامت حضرت ابوبکر کی نسبت اتنا اختلاف ہے جس کا تصفیہ دشوار ہے۔ ہمنے صرف تین روایتین مختلف بیانات کے ساتھ لکھدی ہین جن سے اُسکے اختلاف بیانات پر کافی روشنی پڑتی ہے شبلی صاحب نے اوّل روایت کو بیان کیا ہے اور باقی دو روایتون کا ذرا بھی ذکر نہین کیا ہے۔ حاشیہ کی عبارت مین کسیقدر ان اختلافات کا ذکر کیا ہے جو حسب ذیل نقل کیا جاتا ہے۔

کسی روایت مین یہ مذکور نہین ہے کہ حضرت ابوبکر نے آپکی زندگی مین کے دن تک نماز پڑھائی ابن سعد نے واقدی سے دو روایتین نقل کی ہین۔ ایک یہ ہے کہ ۳ وقتونکی نماز پڑھائی دوسری یہ کہ تین دن تک امامت کی شب جمعہ کی عشاء سے دوشنبہ کی صبح تک جسدن آپنے وفات پائی حساب لگایا جاوے تو ۱۷ نمازین ہوتی ہین اور جمعہ سنیچر۔ اتوار تین دن ہوتے ہین۔ لیکن اصولاً یہ دونو روایتین نہایت کمزور ہین۔

افسوس ہے کہ شبلی صاحب نے اس اختلاف کو بہت چھپاکر اور گھٹاکر دکھلایا ہے۔ اور صرف تعداد نماز کے اختلاف پر روشنی ڈالی ہے۔ حالانکہ اسمین اور بھی کثیر اختلافات موجود ہین جنکو آپ بالکل مرفوع القلم فرما گئے ہین۔ ہم انکو فتح الباری شرح صحیح بخاری کے مفصلہ ذیل الفاظ مین نقل کرتے ہین۔

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ ۴۴۹ در نفس آواز ادعای خلافت چیزے ماندہ است گفتم بلے و زیادہ برین گوئم انچہ رسم پرسیدند ازانچہ او دعوی میکند پدرم گفت راست می گوید عمر گفت از حضرت رسولخدا صلعم شنیدم کہ در امر او گاہے سخنے چند صادر می شد کہ اثبات نمی کرد و قطع عذرے نمی نمود یعنی صریح نبود و گاہے از جہت محبتے کہ با او داشت میخواست کہ میل از حق بسوے باطل در باب او بکند و در مرض موت خواست کہ تصریح اسم او بکند من منع کردم او را از این معنی از برائے شفقت بر امت و محبت اسلام و بحق خانہ کعبہ سوگند کہ قریش ہرگز برا او اتفاق نخواہند کرد و اگر خلافت را بگیرد قریش برا او در اطراف زمین شورش خواہند کرد پس رسولخدا دانست

کوئی ہوس باقی ہے مین نے کہا ہان۔ بلکہ اوس پر مین اتنا زیادہ کرتا ہون کہ لوگون نے اونکے اس دعوی کی نسبت میرے باپ (عباس ابن عبدالمطلب) سے پوچھا تو اونھون نے کہا کہ وہ جو دعوی کرتے ہین سچ ہے حضرت عمر نے کہا کہ حضرت رسولخدا صلعم سے اکثر اونکی نسبت ایسی باتین صادر ہوتی تھین جو ثبوت مین نہین ہوتی تھین اور تمام عذرون کی قاطع نہین تھین یعنی حکم صریح نہین تھین اور کبھی کبھی آپ اپنی غایت محبت والفت کی وجہسے جو آپ کو اونکے ساتھ تھی۔ چاہتے تھے کہ امر حق کو باطل کی طرف پھیر دین (نعوذ باللہ) چنانچہ اپنی بیماری مین آپنے چاہا کہ اونکے خاص نام کی تصریح فرمادین لیکن مین نے آپکو محبت اسلام اور شفقت امت یاد دلاکر منع کردیا۔ خانہ کعبہ کی قسم کہ قریش کبھی اون پر اتفاق نکرینگے اور اگر خلافت اونھین مل بھی جاے تو قریش چارون طرف ملک مین شورش پھیلادینگے پس آنحضرت صلعم میرے مدعا کو سمجھ گئے

وروایته هذه وصلها البزار قال حدثنا ابوموسیٰ
محمد بن المثنی حدثنا داؤد به ولفظه کان رسول
صلعم المقدم بین یدی ابوبکر کذا رواه
مختصراً وهو موافق القصة حدیث الباب
لکن رواه ابن خزیمة فی صحیحه من
محمد بن بشار عن ابی داود بسنده هذا عن
عائشة قالت من الناس من یقول کان ابوبکر
المقدم بین یدی رسول الله من الصف ومنهم
من یقول کان النبی المقدم ورواه مسلم بن
ابراهیم عن شعبه بلفظ ان النبی صلی الله خلف
ابوبکر اخرجه ابن المنذر وهذا عکس
روایة ابوموسیٰ وهو اختلاف شدید و
وقع فی روایة مسروق عنها ایضاً اختلاف
فاخرجه ابن حبان من روایة عاصم عن
شقیق عنه بلفظ ان النبی صلی

اس روایت کے متعلق بزاز کی یہ روایت ہے کہ ابوموسیٰ محمد
بن مثنی نے اور اون سے ابوداؤد نے ان الفاظ کے ساتھ
روایت کی ہے کہ جناب رسولخدا صلعم حضرت ابوبکر سے مقدم
تھے۔ جیسا کہ مختصراً روایت ہوا اور یہ اس حدیث کے قصہ
مندرجہ باب کے موافق ہے لیکن ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں
محمد بن بشار سے۔ اوس نے ابوداؤد سے حضرت عائشہ کے
اسناد کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صف نماز میں آنحضرت
صلعم سے مقدم تھے یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر سے مقدم تھے۔ اور مسلم ابن ابراہیم نے
شعبہ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی ابن منذر نے لکھا ہے اور
یہ روایت ابوموسیٰ کے برعکس ہے اور یہ اختلاف شدید ہے اور
مسروق کی روایت میں بھی جو حضرت عائشہ سے مروی ہے۔
سخت اختلاف ہے۔ اور ابن حبان نے عاصم بن شقیق کی اسناد سے
جو روایت لکھی ہے اوس میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ ابوبکر آنحضرت

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ ۴۵۰ کہ من با شما بگویم وچہ در خاطر داشت
شد و تصریح باسم او جاری نکرد و خدا جاری کرد آنچہ مقدر شدہ بود

کہ میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں اوسکو یہ جان گئے۔ یہ سمجھکر آپ خاموش
رہ گئے۔ اور خدا نے جو مقدر کیا تھا وہ ہوگیا۔

اب اس سے بڑھکر حدیث قرطاس کے تمام جزئیات کی اور کیا انکشافات تنقیدی ہوسکتے ہیں اب اس تفصیل پر بھی کسی کا اطمینان
نہو تو پھر عیون لا یبصرون بہا وقلوب لا یفقھون بہا کی تلاوت کرنا چاہیئے۔

ابن ابی الحدید نے ان واقعات کو تاریخ بغداد مصنفہ علامہ احمد بن ابی طاہر سے نقل کیا ہے۔ اونکی توثیق کشف الظنون
کی مفصلہ ذیل عبارت میں ملاحظہ ہو۔

قیل اول من صنف لها ای بغداد تاریخاً احمد بن ابی طاهر البغدادی و تلاه الامام الحافظ ابوبکر
احمد بن علی المعروف بالخطیب البغدادی المتوفی سنة (جلد اول مطبوعہ مصر باب الثانی صفحہ ۱۷۱)
ثلث وستین واربع مائة (ماخوذ از کتاب تشیید المطاعن ۳۲۴ ص)

مذهب ابي بكر وظاهر رواية محمد
بن بشار عن عائشة ثم
تناقضه الهيئة المذكورة
لكن تضافرت الروايات
عنها بالجزم بما يدل ان النبي
كان هو الامام في تلك
الصلوٰة منها رواية موسى
ابن ابي عائشة التي
اشرنا اليها فيها فجعل ابوبكر
يصلي بصلوٰة النبي والناس بصلوٰة
ابوبكر وهذه رواية زائدة بن قدامه
عن موسى وخالفه شعبة ايضاً فرواه
عن موسى بلفظ ان ابابكر صلى بالناس
ورسول الله صلعم في الصف
خلفه ومن العلماء من سلك
الترجيح فقدم الرواية التي
فيها ان ابوبكر كان ماموماً
للجزم بها ولانّ ابامعاوية احفظ
في حديث الاعمش من غيره ومنهم
من عكس ذلك ورجح انه كان اماماً
وتمسك بقول ابوبكر لا في باب
من دخل ليؤم الناس حيث قال ما
كان لابن ابي قحافه ان يتقدم بين يدي
رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم۔

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کی اقتدا کرتے تھے اور ترمذی
نسائی اور ابن خزیمہ نے شعبہ عن نعیم بن ابی بکر عن زید عن شقیق
کے سلسلہ سے جو روایت لکھی ہے اوسکے یہ لفظ ہیں کہ آنحضرت صلعم
نے ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی اور محمد بن بشار کی روایت سے
بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ نے اس واقعہ کو حقیقتاً
اپنی آنکھوں سے اس صورت میں نہیں دیکھا تھا لیکن ان تمام
روایات کی تجمیع سے علی الظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس نماز
میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام تھے جیسا کہ ہم نے
موسیٰ بن ابی عائشہ کی روایت لکھکر اشارہ کیا ہے اور اسمین
یہ مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر آنحضرت صلعم کی تقلید کرتے تھے اور
تمام لوگ حضرت ابوبکر کی تقلید کرتے تھے یہ وہ روایت ہے جو زائدہ بن قدامہ نے
موسیٰ بن ابی عائشہ سے نقل کی ہے اسکی مخالف شعبہ کی روایت ہے جس میں
ان الفاظ سے مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھاتے
تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صف میں اُن
سے پیچھے تھے۔ اون علماء سے جو ترجیح کے قائل ہیں اونھوں
نے اون روایات کو ترجیح دی ہے جس میں تحقیق کے ساتھ
یہ بیان ہوا ہے کہ حضرت ابوبکر ماموم تھے لیکن ابامعاویہ
نے اعمش سے اسکی نسبت جو کچھ سنا ہے وہ اسکے خلاف ہے
اور بالکل برعکس۔ اوس میں بیان
مرجح ہے کہ حضرت ابوبکر امام تھے اور اسکے ثبوت میں خود
ابوبکر کا قول نقل کیا ہے جو باب امامت بالناس میں مفصل
مذکور ہے اور اس وجہ سے وہ لکھتے ہیں کہ کون شخص ابن
ابو قحافہ کے برابر ہوسکتا ہے کہ وہ رسول اللہ صلعم کے
آگے کھڑے ہوئے تھے۔ (نعوذ باللہ)

یہ واقعہ پیشنمازی کی حالت ہے جسکے ہر جزو پر سخت اختلافات واقع ہے۔ اوقات نماز۔ تعداد نماز اذن نماز اور سب سے آخر میں امام نماز کی شخصیت کی نسبت بھی اختلافات کی کثرت ہے۔ کوئی کہتا ہے رسول امام تھے کوئی کہتا ہے ابوبکر۔ اس پر جو طول وطویل حاشیے علماء نے جڑے ہیں اور انھیں اختلافات کی بنا پر ان علماء نے جو فرقہ بندیاں ہوئیں اور جیسے جیسے موضوعات ومصنوعات مرویات اپنے اپنے استدلال کے استحکام میں طرفین سے پیش ہوئے وہ ابن حجر کے الفاظ سے ظاہر ہوئے۔ بڑا افسوس تو ان علماء کے اسلام کی ذہانت اور قوت حافظہ پر یہ ہے کہ اپنے اپنے ان اقوال وآراء کے استحکام میں ان لوگوں نے اتنا شور وغل مچایا لیکن اپنے اس شور وشغف میں کسی کے منہ سے اتنی آواز نہ پھوٹی کہ رسولؐ تبع اور امام ماموم اور فاضل مفضول ہوا جاتا ہے جو عقلاً اور نقلاً قطعاً محال ہے۔ یہ صحابیت کی مجنونانہ وارفتگی کا نتیجہ ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

پیشنمازی سے خلافت کا خواب غلط

انھیں روایت موضوعہ کی بنا پر اسی امامت نماز سے حضرت ابوبکر کی خلافت کا مضمون تراشا گیا ہے۔ اوّل تو اصول حدیث کے رو سے جب ان مرویات امامت نماز میں اتنے اختلافات کثیر واقع ہیں تو اصولاً وہ ساقط از اعتبار اور ناقابل الاستناد ہیں۔ دوسرے یہ کہ اگر اسکو استخلاف کی نص صریح مان بھی لی جائے تو حضرت عمر کی یہ متفقہ اور مسلّمہ مفصلہ ذیل حدیث متواتر بالکل غلط اور جھوٹ ثابت ہو جائیگی صحیح بخاری ومسلم میں ہے۔

قال عمر ان لم استخلف فان رسول الله صلعم لم یستخلف وان استخلف فان ابابکر استخلف وهذا تصریح منه بعدم استخلاف النبی صلعم۔

حضرت عمر نے کہا کہ اگر میں نے کسی کو اپنے بعد وصی نہیں کیا تو رسول اللہ صلعم نے بھی کسیکو وصی نہیں کیا اور اگر میں وصی مقرر کر جاؤں تو ابوبکر بھی وصی مقرر کر چکے ہیں اور یہ آنحضرت صلعم کے کسیکو نہ وصی کہنے پر دلیل صریح ہے۔

قاضی عبد الجبار کتاب مغنی میں لکھتے ہیں۔

ان ابابکر نص علی عمر و ترک التاسّی بالرسول لانه لم یستخلف۔

حضرت ابوبکر نے حضرت عمر پر نص کیا اور یہ اتباع وتقلید رسول صلعم کے بالکل خلاف تھا اسلئے کہ رسولؐ نے کسیکو اپنا خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا۔

ابن حجر بھی صواعق محرقہ کے پہلے باب چوتھی فصل کی اسی بحث میں کہ خلافت کیلئے کسی پر نص نہیں فرمائی گئی تحریر کرتے ہیں۔

اخرجه الشیخان عن عمر انه قال حین طعن ان استخلف فقد استخلف من

شیخین بخاری ومسلم نے حضرت عمر کا یہ قول نقل کیا ہے جب ان پر طعن کی گئی کہ میں نے اگر استخلاف کیا تو مجھ سے پہلے وہ شخص استخلاف

هو خير منّي يعني ابوبكر وان اترككم فقد — کرچکا ہے جو مجھ سے بہتر تھا یعنی ابوبکر اور اگر مین نے ترک استخلاف

ترككم من هو خير منّي يعني — کیا تب بھی اوس شخص نے ترک استخلاف کیا ہے جو مجھ سے بہتر تھا یعنی

رسول الله صلعم۔ — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

شاہ ولی اللہ صاحب رسالہ تفضیل الشیخین مین حضرت عمر کے ان اقوال کو لکھکر تحریر فرماتے ہین

فعرف الناس ان رسول الله صلی الله علیه وآله — جاننا چاہیئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو خلیفہ

سلم لم یستخلف احدا وکان عمر متّہم علی ابوبکر — نہین مقرر کیا اسلیئے حضرت عمر حضرت ابوبکر کی مخالفت کا الزام عائد نہین ہوسکتا

یہان رسول اللہ صلعم کا اصل امر استخلاف ہی ثابت نہین ہوتا تو پیش نمازی کو دلیل استخلاف بنا کر پیش کرنا کسقدر حیرت انگیز اور تعجب خیز ہے۔

جیش اسامہ سے تخلف کرنیوالون پر عتاب

پیش نمازی کی بحث تنقیدی کو تمام کر کے ہم پھر اپنے گزشتہ سلسلہ بیان پر آجاتے ہین۔ اوپر بیان ہوچکا ہے کہ آغاز علالت سے ایک دن پہلے جیش اُسامہ کی تیاری اور تمام صحابہ کو باستثنائے حضرت علی مرتضیٰ ہمراہی لشکر کا حکم دیدیا گیا تھا شبلی صاحب بھی اس واقعہ کو ان الفاظ مین لکھ چکے ہین۔

آغاز علالت سے ایک روز پہلے آپ نے اسامہ بن زید کو حکم دیا کہ وہ فوج لیکر جائین اور اون شریرون سے جنھون نے اونکے باپ حضرت زید بن حارثہ کو حدود شام مین قتل کرڈالا تھا اپنے باپ کا انتقام لین۔

صحابہ مین اسکے متعلق چہ میگوئیان ہوتی رہین۔

اور انھین چہ میگوئیون مین تقریباً ایک ہفتہ گذر گیا۔ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسکی اطلاع ہوئی تو حالت علالت مین اور ملالت خاطر بڑھ گئی۔ شبلی صاحب پھر لکھتے ہین۔

اوپر گذر چکا ہے کہ رومیون کی طرف جس فوج کا بھیجنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجویز کیا تھا اوسکی سرداری اسامہ بن زید کو تفویض فرمائی تھی اوسپر بعض لوگون نے (ابن سعد نے تصریح کی ہے کہ وہ منافقین تھے) شکایت کی کہ بڑون کے ہوتے ہوئے نوجوانون کو یہ منصب کیون عطا ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مسئلہ کی نسبت ارشاد کیا کہ اگر اسکی یعنی اسامہ کی سرداری پر تمھین اعتراض ہے تو اسکے باپ (زید) کی سرداری پر بھی تم معترض تھے۔ خدا کی قسم وہ اس منصب کا مستحق تھا۔ اور وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب تھا اور اب اوسکے بعد یہ سب سے زیادہ محبوب ہے۔

شبلی صاحب تو ایسے ایسے موقع پر واقعات کو بس وہین تک لکھینگے جہان تک اونکے مفید مطلب ہوگا اسکے بعد چاہے وہ کیسا ہی نامکمل غیر مفصل مبہم اور مجمل ہی کیون نہ ہو جائے پھر اوسکا ایک حرف نہین لکھنے کے۔ اگرچہ

آپنے اپنے ان مختصرات کو بڑے حزم و احتیاط کے ساتھ لکھا ہے اور جب کچھ نہیں چلی ہے۔ تو صحابہ کی تعریض خاص ابن سعد کی سند منفردہ سے منافقین کے سر باندھی ہے۔ لیکن با اینہمہ بیان ویسا ہی کا ویسا مبہم اور مبتدا ویسا ہی کا ویسا بے خبر رہ گیا ہے۔ یہ کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ آنحضرت صلعم کی ان تاکید و تہدید کے بعد صحابہ کرام لشکر اسامہ کے ساتھ گئے بھی یا نہیں۔ اگر گئے تو کوئی عذر و کلام نہیں۔ نہیں گئے تو پھر کیا ہوا؟ شبلی صاحب نے سطحی طور پر واقعہ کا خلاصہ تو لکھدیا نتیجہ کچھ نہ نکالا۔ اسلیئے کہ آپکے مدعا کے خلاف تھا۔

اب ہم اس واقعہ کی شروع سے آخر تک پوری تفصیل ابن حجر کی زبانی مفصلۂ ذیل لفظوں میں نقل کرتے ہیں

بعث النبی صلعم اسامہ بن زید فی مرضہ الذی توفی فیہ انما اخر الملص (کتاب الغزوات) ھذہ الترجمۃ لما جاء انہ کان تجھیز اسامہ یوم السبت قبل موت النبی صلعم بیومین وکان ابتداء ذالک قبل مرض النبی صلعم فندب الناس لغزو الروم فی آخر صفر ودعا اسامہ فقال سر الی موضع مقتل ابیک فاوطئھم الخیل فقد ولیتک ھذا الجیش واغد صباحا وحرق علیھم و سرع السیر تسبق الخبر فان ظفرک اللہ بھم فاقلل اللبث فیھم فبدی برسول اللہ وجعہ فی الیوم الثالث فعقد لاسامہ لواء بیدہ سامیا فاخذہ اسامہ ودفعہ الی بریدۃ وعسکر بجرف وکان انتدب مع اسامہ کبار المھاجرین والانصار منھم ابوبکر و عمر و ابوعبیدۃ و سعد (بن ابی وقاص) و سعید (بن العاص) وقتادۃ بن النعمان و سلمۃ بن اسلم فتکلم قوم فی ذالک منھم عیاش بن ربیعہ المخزومی فرد علیہ عمر و اخبر النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فخطب کما ذکر فی ھذا الحدیث ثم اشتد برسول اللہ وجعہ فقال نفذوا بعث اسامہ فجھزہ ابوبکر بعد

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے اوس مرض کی حالت میں جس میں آپکا انتقال ہوا آپنے اسامہ کو لشکر کے ساتھ جانے کا حکم دیا اور آپکے اس حکم و ارادہ کی ابتدا آغاز مرض کے قبل سے ہو چکی تھی۔ اور آپنے تمام لوگوں کو غزوہ روم کا حکم آخر ماہ صفر میں دیدیا تھا اس طرح کہ اُسامہ بن زید کو اپنی خدمت میں بلا کر ارشاد فرمایا کہ اپنے باپ کی قتل گاہ کی طرف جاؤ۔ لشکر کو جمع کرو ہمنے تمکو اس لشکر کا امیر مقرر کیا جلد چلا جانا خیر کا باعث ہوتا ہے۔ خدا وند عالم تمکو اون پر فتحیاب فرمادے اور اونکی جماعت کو قلیل کرے پھر منگل کے دن آپ پر مرض کی شدت ہوئی تو آپنے اُسامہ کیلئے اپنے ہاتھ سے ایک علم آراستہ کیا۔ اُسامہ نے اوسے اوٹھالیا اور بریدہ کو دیدیا مقام جُرف کو اپنی لشکر گاہ بنایا۔ اور تمام اکابر مہاجرین و انصار کو اُسامہ کی ہمراہی کا حکم دیا۔ جن میں ابوبکر، عمر، ابو عبیدہ، سعد (ابن ابی وقاص) سعید (بن العاص) قتادہ بن نعمان اور سلمہ بن اسلم شامل تھے اس امر میں لوگوں نے کلام کیا جن میں عیاش بن ربیعہ مخزومی بھی تھے۔ حضرت عمر نے عیاش کے اس اعتراض کی تردید کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اسکی خبر کردی اس پر آپنے تمام لوگوں کو بلا کر خطبہ دیا جو اس حدیث میں مذکور ہے اسکے بعد آنحضرت صلعم کے مرض میں شدت

ان استشهد في الجهة التي امر بها فسار عشرين ليلة وقاتل قاتل ابيه ورجع الجيش سالماً وقد غنموا وقد قص اصحاب المغازي قصته المطولة فلخصتها وكانت آخر سرية جهزها النبي صلى الله عليه وآله وسلم واول شيء جهزه ابو بكر وقد انكر ابن تيمية في كتاب الرد على ابن المطهر ان يكون ابو بكر وعمر كانا في بعث اسامه و مستند من ذكره ما اخرجه الواقدي باسناده في المغازي وذكره ابن سعد في اواخر الترجمة النبوية بغير اسناد و ذكره ابن اسحاق في سيرة الصغرى المشهورة ولفظه بدئ برسول الله صلعم وجعه يوم الاربعاء فاصبح الخميس فعقد لاسامه وقال اغز في سبيل الله وسر الى موضع مقتل ابيك فقد وليتك على هذا الجيش فذكر القصة وفيها لم يبق احد من المهاجرين والانصار الا انتدب في تلك الغزوة منهم ابو بكر وعمر ولما جهزه ابو بكر ان ياذن له باقامة فاذن ذكر ذلك في المنتظم جازماً به۔

ہوگئی اور اسامہ کی روانگی رک گئی پھر حضرت ابوبکر کے خلیفہ ہونے کے بعد ابوبکر نے اسامہ کو اوس طرف بھیجا اور وہ بیس شبانہ روز مین پہنچے اور اپنے باپ کے قاتلون کو قتل کیا اور صحیح سالم لشکر کے ہمراہ واپس آئے اور مال غنیمت لاسکے اصحاب مغازی نے اس قصہ کو طولانی طریقہ سے لکھا ہے ہمنے صرف اس کا حاصل درج کیا ہے اور یہ آنحضرت کا آخر سریہ تھا جسکو جناب رسالتمآب صلعم نے روانہ فرمایا تھا پہلی لشکرکشی جسکی تیاری حضرت ابوبکر نے اپنی خلافت کے زمانہ مین کی۔ اور ابن تیمیہ نے ابن مطہر (علامہ حلی علیہ الرحمہ) پر اس مسئلہ مین اعتراض کیا ہے کہ ابوبکر وعمر جیش اسامہ کے ساتھ کیسے جاسکتے تھے لیکن مستند وہی امر ہے جو ذکر اوپر ہو چکا ہے اور جسکو واقدی نے اپنے اسناد کے ساتھ لکھا ہے اور ابن سعد نے بغیر سند کے لکھا ہے آنحضرت صلعم کے آخر حال مین۔ اور ابن اسحق نے سیرۃ صغری مین لکھا ہے اور اوسکے الفاظ یہ ہین کہ بدھ کے روز آنحضرت صلعم پر مرض کی شدت ہوئی۔ اور صبح ہوئی تو جمعرات کے دن اپنے اسامہ بن زید کے لیے لشکرکشی کا انتظام کیا اور ارشاد فرمایا جاؤ خدا کی راہ مین جہاد کرو اور اپنے باپ کے مقتل کی طرف جاؤ ہمنے تمکو اس لشکر پر امیر کیا پھر اسکے بعد تمام قصہ کا ذکر کیا ہے یہان تک کہ مہاجرین وانصار کے طبقہ مین کوئی شخص ایسا نہین بچا جو اس لشکر کے ہمراہ نہ بھیجا گیا ہو۔ انھین مین حضرت ابوبکر وحضرت عمر بھی تھے۔ اور جب حضرت ابوبکر نے اپنے وقت مین اس لشکر کو بھیجا تو اسامہ سے اپنے رہ جانے کی اجازت چاہی اور اونھون نے اجازت دیدی ان تمام باتون کو ابن جوزی نے کتاب منتظم کے ایک علیحدہ باب مین لکھا ہے

اس عبارت سے صاف صاف معلوم ہوگیا کہ معترضین خاص منافقین نہین تھے بلکہ مہاجرین ہی کی ایک جماعت تھی جسکے نمائندے عیاش تھے۔ اور اسی لیے حضرت عمر نے اون پر اعتراض بھی کیا تھا۔ اور اونکے اس اعتراض کی خبر آنحضرت صلعم کی خدمت مین پہونچادی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر بڑے شوق و ذوق سے اُسامہ اور اونکے باپ کی امارت کو تسلیم کرتے تھے۔ لیکن افسوس ہے کہ آپکا یہ شوق و جوش۔ آپکی یہ پُرجوشی اور حلقہ بگوشی صرف آنحضرت صلعم کے سامنے ہی تک تھی جب آپکی آنکھین بند ہوگئین تو یہ اطاعت و متابعت صریح مخالفت و منافرت سے تبدیل ہوگئی۔ جیسا کہ بہت جلد تفصیل سے بیان ہوتا ہے۔

اسی کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوگیا کہ حضرت ابوبکر و عمر کی جانبداری مین ابن تیمیہ نے جو ان حضرات کی عدم شرکت کی تاویل کی تھی وہ کیسی بے اصل اور مہمل تھی جسکی تفصیل ہم اور وضاحت سے آئندہ کرینگے۔ باین ہمہ اس عبارت سے بھی اصل واقعہ کا نتیجہ نہین معلوم ہوا۔ اسلیے ہم محدث دہلوی شاہ عبدالحق صاحب کی اصل عبارت سے جو اونکی کتاب مدارج النبوۃ مین مندرج ہے حسب ذیل نقل کرتے ہین۔

حکم عالی چنان صادر شد کہ اعیان مہاجر و انصار مثل ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان ذو النورین و سعد بن ابی وقاص و ابو عبیدۃ الجراح وغیرہم الا علی مرتضیٰ کہ ہمراہ نگردد۔ در آن لشکر اُسامہ ہمراہ باشند و در مجالس سخنان ازین جماعت درین باب بظہور می آمد و دو می یافت این اخبار چون بسمع شریف رسید خاطر مبارکش رنجیدہ شد و بغضب درآمد و با وجود تپ و درد سر از خانہ سر مبارک بعصابہ بستہ بیرون آمد و بر سر منبر رفت و خطبہ خواند و گفت اے معشر الناس این چہ سخن است کہ در باب امیر ساختن من اسامہ را از شما سر بر می زند و در باب امارت پدرش در غزوہ موتہ نیز سخن میکردید بخدا سوگند کہ سزاوار الامارۃ است و پدرش نیز سزاوار امارت بود و اسامہ از دوست ترین مردم است نزد من بعد از پدرش و ہر دو مظنہ خیر اند۔ اکنون وصیت من در شان وے

حکم عالی یون صادر ہوا کہ تمام اکابر مہاجرین و انصار مثل ابوبکر صدیق۔ عمر فاروق۔ عثمان ذو النورین۔ سعد ابن ابی وقاص ابو عبیدہ جراح وغیرہم۔ سوائے علی مرتضیٰ کے کہ وہ ہمراہ نہ جائین۔ بس لشکر اسامہ بن زید کے ساتھ جائین تو لوگون نے اُسامہ کی امارت لشکر کے باب مین گفتگو شروع کی۔ جب یہ خبرین آنحضرت صلعم کی خدمت مین پہونچین تو باوجود بخار اور درد سر کے سر مبارک کو رومال سے باندھ کر آپ باہر تشریف لائے۔ منبر پر گئے اور ارشاد فرمایا لوگو۔ یہ کیا باتین ہین جو تم اُسامہ کے امیر بنانے کی نسبت کہا کرتے ہو۔ ایسے ہی لوگ غزوہ موتہ کے موقع پر بھی اوسکے باپ زید کی امارت سے متعلق باتین کیا کرتے تھے۔ خدا کی قسم۔ اُسامہ بھی امارت کے قابل ہے اور اوسکا باپ بھی امارت کے قابل تھا اور میرے نزدیک دونون خیر سے ذکر کیے جانے کے قابل ہین اب اونکے بارے مین میری وصیت نیکی کے ساتھ

پیشکی قبول کنید کہ وے از جملہ اخیار شماست پس از منبر
فرود آمد و بخانہ درون رفت و اُسامہ بنا بر فرمودۂ
حضرت صلعم بہ لشکرگاہ معاودت نمود و فرمان
داد تا لشکر کوچ کنند و چون خواست کہ
خود سوار شود مادرش ام ایمن پیغام
فرستاد کہ رسول خدا صلعم در نزاع
است اُسامہ بازگشت و اشراف صحابہ
نیز مراجعت نمودند۔

قبول کرتے جاؤ کیونکہ یہ تمہارے اخیار لوگوں میں ہے۔ یہ
کہکر آپ منبر سے نیچے اتر آئے اور دولتسرا میں تشریف لیگئے
اور اسامہ حسب الحکم لشکرگاہ کی طرف روانہ ہوئے اور
وہاں جاکر اونھوں نے لشکر کو کوچ کا حکم دیا اور خود چاہتے
تھے کہ سوار ہوں کہ اتنے میں اونکی ماں ام ایمن نے اونکے
پاس کہلا بھیجا کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حالت
نزع طاری ہے۔ یہ سنکر اسامہ واپس آئے اور ممیزین صحابہ بھی واپس
آئے۔

مرقومہ بالا عبارت سے ثابت ہو گیا کہ باستثنائے حضرت علی مرتضیٰ تمام مہاجرین و انصار کو معیت لشکر اور تبعیت اُسامہ کا حکم تھا۔ جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں جناب شاہ صاحب نے واقعہ کو نتیجہ تک تو ضرور پہونچا دیا لیکن شرف صحابیت کی رعایت سے جیش اُسامہ سے تخلف کرنیوالے حضرات اور اون پر آنحضرت صلعم کے عتابانہ خطابات کو بالکل مرفوع القلم فرما دیا۔ لیکن ع۔ کجا باشد نہان رازے کزو سازند محفلہا۔ اب باقی تفصیل بھی محدث شیرازی کی مفصلہ ذیل عبارت میں ملاحظہ ہو۔ روضۃ الاحباب میں آنحضرت صلعم کی آخر امامت نماز کے بعد مرقوم ہے۔

آنحضرت صلعم ابوبکر و عمر و جماعتے از مسلمانان را طلبیدہ و
فرمود کہ نہ گفتم با لشکر اسامہ بیرون روید گفتند بلے
یا رسول اللہ ص گفتی۔ فرمود پس چرا امر مرا اطاعت
نکردید ابوبکر گفت من بیرون رفتم
و برگشتم برائے آنکہ عہد ترا تازہ بکنم
و عمر گفت یا رسول اللہ ص من بیرون
رفتم و برگشتم برائے آنکہ نخواستم کہ خبر بیماری ترا
از دیگران پرسم پس حضرت رسول خدا صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم فرمود کہ روان کنید لشکر اسامہ
را و بیرون روید با لشکر اسامہ خدا لعنت کند کسے را

ابوبکر و عمر اور مسلمانوں کی ایک جماعت کو آنحضرت صلعم نے
بلایا اور فرمایا کیا میں نے تملوگوں سے نہیں کہا تھا کہ لشکر اُسامہ
کے ساتھ باہر چلے جاؤ۔ سب نے کہا ہاں آپنے کہا تھا فرمایا پھر
تملوگوں نے میرے حکم کی کیوں تعمیل نہیں کی حضرت ابوبکر
نے کہا کہ میں باہر گیا اور پھر واپس چلا آیا اسلیئے کہ آپکے ساتھ
عہد و پیمان کو پھر تازہ کر لوں حضرت عمر نے عرض کی میں باہر
گیا اور پھر لوٹ آیا اسلیئے کہ میں نے نہیں چاہا کہ آپکی بیماری
کی خبر دوسروں کی زبانی سنوں یہ سنکر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے سب سے ارشاد فرمایا کہ اُسامہ کا لشکر روانہ کردو
اور سب کے سب اوسکے ساتھ چلے جاؤ۔ خدا اون لوگوں پر

کہ تخلف نماید از لشکر اسامہ سہ مرتبہ این سخن را فرمود و مدہوش شد لعنت کرے جو اُسامہ کے لشکر سے تخلف کریں یہ فرما کر آپ پھر بیہوش ہو گئے۔

حافظ جمال الدین فضل اللہ شیرازی صاحب روضۃ الاحباب کے الفاظ سے معلوم ہو گیا کہ نہایت سخت و شدید الفاظ مین معیت و شرکت لشکر اُسامہ کی تاکید فرمائی گئی اور لشکر سے پیچھے رہجانیوالے نفرین الٰہی کے مستحق ٹھہرائے گئے جب موئیدین بیعت صحابہ اور معتقدین خلافت سے عموماً اور امام المتکلمین ملت جناب شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی سے اس واقعہ کی تردید مین کچھ نہ چلی تو آپنے حافظ جمال الدین محدث شیرازی کے ایسے معتبر اور مستند بزرگ کو جنکو وہ خود اور اونکے والد بزرگوار اپنے سلسلہ اجازت مین داخل ہونیکا اقرار فرما چکے ہین۔ فارسی نویس لکھکر غیر ثقہ اور غیر معتبر قرار دیدیا ہے۔ افسوس ہے کہ امام ملت حضرت ابو حنیفہ تو ارکان نماز مین عبارات قرآنی کو زبان فارسی مین ترجمہ کرکے پڑھنے کی عام طور سے اجازت دین اور آپ ترجمہ و معانی حدیث کو فارسی مین ترجمہ ہونیکے باعث غیر معتبر اور ناقابل الاستناد قرار دین سبحان اللہ وبحمدہ۔

بہتر۔ اگر عربی عبارت ہی کے ثبوت پر اصرار ہے تو وہ بھی تیار ہے۔ علامہ ابو بکر جوہری لکھتے ہین۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم امر فی مرض موتہ اسامہ بن زید بن حارثۃ علی جیش فیہ اجلۃ المہاجرین والانصار منہم ابوبکر و عمر و ابو عبیدۃ بن الجراح و عبد الرحمان بن عوف و طلحۃ و الزبیر و امرہ ان یغزوا علی موتۃ حیث قتل ابوہ زید وان یغزوا وادی فلسطین فتثاقل اسامہ وتثاقل الجیش بتثاقلہ وجعل رسول اللہ صلعم فی مرضہ یثقل و یخف و یوکد القول فی تنفید ذلک البعث حتی قال لہ اسامہ بابی انت وامی اتاذن لی ان امکث ایاما حتی یشفیک اللہ قال اخرج و سر علی برکۃ اللہ فقال یارسول اللہ ان اخرجت وانت علی ھذہ الحال خرجت وفی قلبی قرحۃ منک فقال سر علی النصر والعافیۃ فقال یارسول اللہ ص انی اکرہ ان اسأل عنک الرکبان

جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حالت مرض موت مین اسامہ بن زید بن حارثہ کو لشکر کے ساتھ جانیکا حکم فرمایا جسمین اکابر مہاجرین والضار شامل حضرت ابوبکر، عمر، ابوعبیدہ جراح، عبد الرحمٰن ابن عوف طلحہ زبیر داخل تھے اور اُسامہ کو حکم دیا کہ لشکر لیکر جاؤ اور مقام موتہ مین پہونچکر جہاد کرو جس طرح کہ اونھون نے تمھارے باپ کو وہان قتل کر ڈالا ہے اور وادی فلسطین تک جہاد کرو۔ آپنے اوس لشکر پر اُسامہ کو امیر بنایا اور لشکر سنگین جمع ہو گیا لیکن آنحضرت صلعم کا مرض بھی سنگین اور گرانبار ہو گیا آپنے اوسی شدت مرض مین لشکر اُسامہ کی روانگی کی نسبت تاکید فرمائی اُسامہ نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہون مجھے اتنے دن یہان رہجانیکی اجازت دی جائے کہ خداوند عالم حضور کو اس مرض سے شفا دیدے۔ ارشاد فرمایا جاؤ اور خدا کی برکت پر روانہ ہو اُسامہ نے بار دیگر عرض کی کہ اگر مین آپکو اس حالت مین چھوڑ کر باہر چلا گیا تو آپکی علالت کی وجہ سے میرا دل ہمیشہ دو نیم رہا کریگا ارشاد ہوا کہ خدا کی اعانت و سلامتی پر یقین کرکے چلے جاؤ اُسامہ نے پھر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مین اہل لشکر کی موجودہ حالت عرض کرنے سے

فقال انفذ لما امرتك ثم اغمی علی رسول الله صلعم وقام اسامة فتجهز للخروج فلما افاق رسول الله صلعم سأل عن اسامة والبعث فاخبر انهم يتجهزون فجعل يقول انفذ وابعث اسامة لعن الله من تخلف عنه ويكرر ذلك فخرج اسامة واللواء علی راسه والصحابة بين يديه حتى اذا كان بالجرف نزل ومعه ابوبكر وعمر واكثر المهاجرين ومن الانصار اسيد بن خضير وبشر بن سعد وغيرهما من الوجوه فجاءه رسول ام ايمن يقول له ادخل فان رسول الله صلعم يموت فقام من فوره فدخل المدينة واللواء علی راسه فجاء به حتى ركزه في باب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وقد مات في تلك الساعة قال فما كان ابوبكر وعمر يخاطبان اسامة الی ان ماتا الا بالامير

کراہت کرتا ہوں فرمایا۔ جاؤ جیسا میں حکم دیتا ہوں۔ اسکے بعد آپ پر غشی طاری ہو گئی اور اسامہ تہیہ سفر کرنے لگے جب آپکو بیہوشی سے افاقہ ہوا تو آپنے اسامہ اور ان کے لشکر کی روانگی کی نسبت استفسار فرمایا تو کہا گیا کہ لوگ تہیہ سفر کرتے ہیں ارشاد ہوا سبے کہدو کہ اسامہ کے ساتھ چلے جائیں خدا لعنت کرے اوس پر جو لشکر اسامہ سے پیچھے رہجاوے اور اس کلمہ کو آپنے دوبارا ارشاد فرمایا۔ اسامہ نکلے اونکے سر پر علم لشکر سایہ فگن تھا اور صحابہ ساتھ ساتھ تھے۔ یہانتک کہ وہ مقام جرف میں پہونچکر منزل گزین ہوئے اون کے ساتھ حضرت ابوبکر و عمر وغیرہم تھے مہاجرین سے اور انصار سے اسید بن خضیر اور بشر بن سعد وغیرہم ہمرکاب تھے اس اثنا میں ام ایمن اسامہ کی ماں نے آدمی بھیجکر کہلا بھیجا کہ واپس چلے آؤ رسول اللہ صلعم نے قضا کی یہ سنکر اسامہ واپس ہو کر داخل مدینہ ہوئے اس طرح کہ اونکے سر پر علم تھا۔ اسامہ نے رسول صلعم کے دروازے پر علم کو گاڑ دیا آنحضرت صلعم نے اوسی وقت انتقال فرمایا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ جبتک حضرت ابوبکر و عمر زندہ رہے اسامہ کو برابر امیر کہکر خطاب کرتے رہے۔

علامہ ابراہیم بن عبداللہ بن عبدالمنعم الشافعی تاریخ مظفری میں لکھتے ہیں۔

ثم دخلت سنة احدى عشرة وفيها ضرب صلى الله عليه وآله وسلم بعثا الى الشام وامر عليهم اسامة بن زيد وامره ان يوطئ الخيل تخوم البلقاء والداروم فبينما هم يتجهزون للسفر وبدا برسول الله صلعم الوجع فاشتغلوا به فقال لهم رسول الله صلعم جهزوا جيش اسامة لعن الله من تخلف عنها فوقع بينهم الخلاف فقال بعضهم نمتثل قول النبي صلعم والمسير للغزو وقال بعضهم لا تطيب قلوبنا الفرقة وهو مريض فنصبر حتى نبصر ما يكون

پھر سنہ ۱۱ ہجری داخل ہوا۔ اسال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لشکر شام کی طرف بھیجنے کا حکم کیا اور اسامہ بن زید کو اوس کا امیر مقرر کیا اور اوسکو حکم دیا کہ جابلقا اور داروم تک چلے جاؤ۔ لوگ تہیہ سفر کر رہے تھے کہ آنحضرت کی تکلیف مرض بڑھ گئی۔ اور تمام لوگ اوسمیں مشغول ہو گئے یہ دیکھکر رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ خدا لعنت کرے اون پر جو لشکر اسامہ سے تخلف اختیار کریں۔ لوگوں میں اختلاف پیدا واقع ہوا بعض حکم رسول صلعم کی تعمیل کرنا چاہتے تھے اور بعض جہاد پر روانہ ہونے پر اصرار کرتے بعض کہتے تھے ہمارے قلوب اس وقت آپ سے جدائی کی حالت کو برداشت نہیں کرسکتے کیونکہ آپ مریض ہیں اسلیئے ہمکو اوس وقت تک

من الامر۔ توقف کرنا چاہیئے کہ آپکے مرض کا نتیجہ دیکھیں لے

لے توضیح علامہ ابراہیم الشافعی صاحب تاریخ مظفری۔ علامہ تقی الدین ابوبکر بن احمد بن شہبۃ الاسدی الدمشقی اپنی کتاب طبقات الفقہاء الشافعیہ میں لکھتے ہیں۔

ابراھیم بن عبد اللہ بن عبد المنعم بن علی بن محمد القاضی شہاب الدین ابو اسحٰق الھمدانی باسکان المیم الحموی المعروف بابن الدم ولد بحماۃ سنۃ ثلث وثلاثین وخمسمائۃ ووصل الی بغداد فتفقہ بھا وسمع وحدث بالقاھرۃ وکثیر من بلاد الشام وولی قضاء بلدہ وکان اماما فی المذھب وعالما بالتاریخ ولہ نظم ونثر توفی بحماۃ شھر جمادی الاخری سنہ اثنین واربعین وستمائۃ ومن تصانیفہ شرح مشکل الوسیط وھو نحو الوسیط مرتین فیہ اعمال کثیرۃ وفوائد غریبۃ وادب القضاء لہ مجلد فیہ فوائد وکتاب فی التاریخ فی الفرق الاسلامیۃ وقال الذھبی لہ التاریخ الکبیر المظفری۔ ابراہیم بن عبد اللہ بن عبد المنعم بن علی بن محمد القاضی شہاب الدین ابو اسحق الھمدانی بسکون میم الحموی المعروف بابن الدم ۵۸۳ھ میں بمقام حماۃ پیدا ہوئے اور بغداد میں آکر علم فقہ کی تحصیل کی اور شہر قاہرہ میں علم حدیث کی سماعت کی اور نیز ملک شام کے بہت سے شہروں میں استماع حدیث کی پھر اپنے شہر حماۃ میں قاضی ہوگئے۔ وہ اپنے مذہب کے امام تھے اور تاریخ کے عالم تھے اور نظم ونثر کے مصنف تھے۔ جمادی الآخر ۶۴۲ھ میں قضا کرگئے۔ انکی تصانیف سے شرح مشکل الوسیط ہے یہ شرح دو جلدوں میں ہے جسمیں اعمال کثیرہ اور فوائد غریبہ شامل ہیں اور ادب قضا میں بھی انکی ایک جلد خاص ہے اور اسمیں بھی فوائد داخل ہیں اور تاریخ میں بھی ایک کتاب ہے جسمیں تمام فرقہائے اسلامیہ کا ذکر ہے اور علامہ ذہبی کہتے ہیں کہ انکی تصانیف سے تاریخ کبیر مظفری مشہور ہے۔

صلاح الدین خلیل بن ابیک صفدی تاریخ وافی بالوفیات میں لکھتے ہیں۔

ابراھیم بن عبد اللہ بن عبد المنعم بن علی بن محمد القاضی شہاب الدین ابو اسحق الھمدانی الحموی الشافعی المعروف بابن الدم قاضی حماۃ ولد بھا سنۃ ثلث وثمانین وخمسمائۃ ورحل وسمع ببغداد وحدث بحماۃ والقاھرۃ وحلب ولہ نظم ونثر ولہ تاریخ الکبیر المظفری فی الفرق الاسلامیۃ توفی سنۃ اثنین واربعین وستمائۃ ابراہیم بن عبد اللہ ابن عبد المنعم بن علی بن محمد القاضی شہاب الدین ابو اسحق الھمدانی الحموی الشافعی المعروف بابن الدم ۵۸۳ھ میں بمقام حماۃ پیدا ہوئے۔ بغداد جاکر استماع حدیث کیا اور شہر حماۃ۔ قاہرہ اور حلب میں علم حدیث کی تعلیم تدریس کی نظم ونثر کے مصنف تھے۔ فرقہائے اسلام کے بیان میں انکی تاریخ کبیر مظفری مشہور ہے ۶۴۲ھ میں وفات پائی۔

کشف الظنون میں ہے

التاریخ المظفری للقاضی شہاب الدین ابراھیم بن عبد اللہ ابی الدم الحموی المتوفی سنۃ ۶۴۲ وھو تاریخ یختص بالملۃ الاسلامیۃ فی نحو ست مجلدات۔ تاریخ مظفری قاضی شہاب الدین ابراہیم بن عبد اللہ ابی الدم الحموی متوفی ۶۴۲ھ کی تصنیف ہے اور اسمیں مخصوص فرقہائے اسلامیہ کا بیان ہے اور وہ چھ جلدوں میں ہے۔ المؤلف عفی عنہ

علامہ اسدی اپنی شرح کی فصل رابع قاعدہ سابعہ مین تحریر فرماتے ہین۔

واختلافهم بعد ذلك في التخلف عن جيش اسامه وقد قال النبي صلى الله عليه وآله وسلم لجيش اسامه لعن الله من تخلف عنه قال قوم بوجوب الاتباع وقال قوم بالتخلف انتظارا لما يكون رسول الله في مرضه۔

پھر اختلاف جیش اُسامہ کی نسبت واقع ہوا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکے متعلق فرما چکے تھے۔ اوس پر خدا کی لعنت ہو جو جیش اسامہ سے تخلف کرے۔ اس حکم کے متعلق لوگون مین اختلاف ہوا بعض اسکو واجب الاتباع سمجھتے تھے بعض اسکے خلاف تھے۔ کہتے تھے کہ ہمکو مرض رسول اللہ صلعم کے نتیجہ تک ضرور انتظار کرنا چاہیئے۔

علامہ عبدالرحمن بن عبدالرسول بن قاسم[1] کتاب مرآۃ الاسرار مین لکھتے ہین۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سہ روز پیش از وفات نماز بامامت ابوبکر صدیق امر فرمودہ و اسامہ بن زید بن حارثہ را کہ بیست امیر کردہ نامزد شام ساختہ بود و در روز پیش از وفات کہ روز شنبہ نہم ربیع الاول بود باوجود مرض بدست مبارک خود لوائے عقد نمودہ باسامہ سپرد فرمودہ و دعائے خیر در شان او کردہ رخصت فرمودہ اسامہ لوائے گرفتہ بیرون رفت و در جرف منزل ساخت تا لشکر جمع شود پس اعیان انصار و مہاجر مثل ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان بن عفان و سعد بن ابی وقاص و ابوعبیدہ جراح وغیرہم مامور گشتند تا آنکہ در لشکر ہمراہ اسامہ باشند آن صورت بر بعضی از مردم دشوار بود بر سبیل طعن گفتند کہ این غلام را آنحضرت بر مہاجرین امیر گردانید این مقالہ بسمع آنحضرت صلعم رسید بسیار بغضب رفتہ فرمود من تخلف جیش اسامہ فہو ملعون پس لاچار جملہ صحابہ ہمراہی اسامہ اختیار کردند و غیر از بنی ہاشم و اہلبیت کسے دیگر ہیچکس نزد آنحضرت صلعم نماندہ بود جمیع صحابہ ہمراہ اسامہ بجرف بودند و وے امر فرمود بکوچ و میخواستند

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وفات سے تین روز پہلے حضرت ابوبکر کو نماز کی امامت عنایت فرمائی اور اسامہ بن زید کو غزوہ شام کی طرف نامزد فرما چکے تھے دو دن قبل وفات سے پہلے کہ نوین ربیع الاول روز شنبہ تھا باوجود مرض شدید کے ایک علم خاص آراستہ فرما کر اوسکے حق مین دعائے خیر کی اور اُسامہ کو شام کی طرف رخصت فرمایا۔ اسامہ علم لیکر باہر نکلے اور مقام جرف مین منزل کی اسلیئے کہ لشکر وہان جمع ہو جاوے پس تمام مہاجرو انصار مثل ابوبکر صدیق عمر فاروق عثمان بن عفان سعد بن ابی وقاص اور ابوعبیدہ جراح وغیرہم کے لشکر اسامہ کی ہمراہی پر مامور ہوئے یہ صورت بعض لوگون کو ناگوار معلوم ہوئی وہ طعن کی راہ سے کہنے لگے کہ آنحضرت صلعم نے اس غلام کو ہمارے اوپر امیر مقرر کیا۔ اون لوگون کے یہ کلام آنحضرت صلعم کو معلوم ہوئے تو آنحضرت صلعم کو سخت غصہ آیا اور ارشاد فرمایا جس نے لشکر اسامہ سے تخلف اختیار کیا وہ ملعون ہے پس تمام مہاجر و انصار نے مجبور ہو کر اسامہ کی ہمراہی اختیار کی اور سوائے بنی ہاشم و اہلبیت کے کوئی دوسرا شخص آنحضرت صلعم کے پاس باقی نہ رہا کیونکہ تمام صحابہ ہمراہی لشکر اسامہ مقام جرف مین

---

[1] توثیق علامہ عبدالرحمن صاحب مرآۃ الاسرار شیخ الہند شاہ ولی اللہ صاحب اپنے رسالہ انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ مین لکھتے ہین کہ در مرآۃ الاسرار مذکور است کہ حضرت گنج شکر در راحۃ القلوب میفرماید کہ من می خواستم کہ نعمت سجادہ ملک ہندوستان را بکسے دیگر دہم ہاتف غیب آواز داد کہ شیخ نظام الدین در راہ است بدان تا وے برسد کما فی تشئید صفحہ ۱۶۲) المولف عفی عنہ

تا سوار شوند کہ ام ایمن مادر وے کسے را فرستاد کہ آنحضرت صلعم در نزاع است اسامہ بازگشت واکابر صحابہ کہ بیرون رفتہ بودند بنا برین خبر ایشان نیز مراجعت نمودند۔

چلے گئے تھے۔ اسامہ نے کوچ کا حکم دیدیا تھا اور لوگ سوار ہوکر چلنے کو تھے کہ اسامہ کی ماں ام ایمن نے کسی کو بھیجکر کہلا بھیجا کہ آنحضرت صلعم حالت نزع میں ہیں اسامہ لوٹ آئے اور تمام صحابہ بھی واپس چلے آئے۔

جیش اسامہ کے متعلق صحابہ کے تساہل اور تامل کے باعث سے جو نتیجہ آخر میں ظاہر ہوا وہ معتبر اور متواتر اسناد سے اوپر مذکور ہوچکا صحابہ کرام کا یہ طرز عمل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رنجیدگی اور سخت کبیدگی خاطر کا باعث ہوا ویسا ہی جیسا قرطاس والا واقعہ ان دونوں واقعات کی مذکورہ بالا تفصیل پڑھکر تحقیق کے شائق ناظرین پورے طور سے صحابہ کرام کے طرز عمل کے موجودہ تغیرات کو سمجھ جائینگے بلکہ تعجب کرینگے کہ ایسے اخلاص مند ایسے عقیدت کیش اور فرمانبردار اصحاب اور حکم رسالت۔ فرمان نبوت میں اتنا تامل۔ ایسا تساہل اور اس درجہ کا مفرط تغافل سے خموشی معنی دارد کہ در گفتن نمی آید۔ اس واقعہ میں حضرت عمر کے تلون کی زندہ مثال نہایت تعجب خیز ہے۔ یہ وہی بزرگوار ہیں جو بقول شبلی صاحب واقعۂ ایلا میں اجازت باریابی نہ ملنے کے باعث حضرت حفصہ۔ اپنی صاحبزادی کے سر کاٹنے پر تیار تھے اور پھر اسی واقعہ جیش اسامہ میں منتظرین کی انتظار کرنیوالی رائے کے سخت مخالف اور خدمت نبوی میں امارت اسامہ پر معترضین کی تعریض کی خبر پہونچانے والے بھی ہی تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر نے جب جیش اسامہ کو بھیجنا چاہا تو آپنے سخت مخالفت کی۔ کنز العمال میں اس واقعہ کی مفصلہ ذیل عبارت ملاحظہ فرمائی جاوے۔

عن سیف بن عمر عن ابی حمزۃ وابو عمرو وغیرھما عن الحسن بن الحسن قال ضرب رسول اللہ صلعم بعثاً قبل وفاتہ علی اھل المدینۃ ومن حولھم وفیھم عمر بن خطاب وامر علیھم اسامۃ بن زید فلم یجاوز آخرھم الخندق حتی قبض رسول اللہ صلعم فوقف اسامۃ بن زید بالناس ثم قال لعمر ارجع الی خلیفۃ رسول اللہ فاستاذنہ لی فارجع بالناس فان معی وجوہ الناس فلا امن علی خلیفۃ رسول اللہ واثقال المسلمین ان یتخطفھم المشرکون وقالت الانصار فان ابی الا ان تمضی فابلغہ عنا واطلب الیہ

سیف ابن عمر نے ابی حمزہ اور ابو عمرو غیرہما سے اور انھوں نے حسن بن حسن کی اسناد سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل مدینہ اور حوالی مدینہ کا ایک لشکر تیار کیا جسمیں عمر بن خطاب بھی داخل تھے اور اسامہ بن زید کو اوس لشکر کا امیر مقرر کیا یہ لوگ مقام خندق سے آگے نہیں بڑھے تھے کہ جناب رسالتمآب صلعم نے قضا کی اسامہ لشکر کے ساتھ رک گئے اور حضرت عمر کو بلا کر کہا کہ خلیفہ رسول سے جاکر میرے لیے لشکر کے ساتھ جانیکی اجازت مانگئے کیونکہ میرے ہمراہ ایسے بھی لوگ ہیں جو خلیفہ رسول ہیں اور مقاصد رسول و مسلمین پر کہ مشرکین مستاصل کر دیے جائیں اعتبار نہیں کرتے اور انصار نے کہا کہ آپ ہماری طرف سے اون سے جاکر کہدیجئے کہ ہمارے اوپر

ان یولی امرنا رجلا اقدم سنا من اسامہ فخرج عمر بامر اسامہ فاتی ابوبکر فاخبرہ بما قال اسامہ فقال ابوبکر لو اختطفنی الکلاب والذئاب لم ارد قضاء قضاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال فان الانصار امرونی ان ابلغک انہم یطلبون الیک ان تولی امرھم رجلا اقدم سنا من اسامہ فوثب ابوبکر وکان جالسا فاخذ بلحیۃ عمر وقال ثکلتک امک وعدمتک یا ابن الخطاب استعملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتامرنی ان انزعہ فخرج عمر الی الناس فقالوا لہم ما صنعت فقال امضوا ثکلتکم امہاتکم ما لقیت من سببکم الیوم من خلیفۃ رسول اللہ صلعم

ایسے شخص کو امیر لشکر بنائیں جو اسامہ سے سن میں زیادہ ہو حضرت عمر وہاں سے چلے اور حضرت ابوبکر کی خدمت میں آئے اور جو کچھ اسامہ نے کہا تھا ان سے کہدیا حضرت ابوبکر نے خدا کی قسم اگر کتے اور بھیڑیے بھی مجھے کھا جائیں تب بھی میں حکم رسول سے عدول نہیں کر سکتا اسکے بعد حضرت عمر نے کہا کہ انصار نے آپکو پیام دیا ہے کہ آپ اسامہ سے زیادہ سن والے کسی شخص کو ان پر امیر مقرر فرمائیں۔ یہ سننا تھا کہ حضرت ابوبکر بیٹھے سے اٹھ کھڑے ہو گئے اور حضرت عمر کی ڈاڑھی پکڑ کر کہنے لگے کہ تیری ماں تیرے سوگ میں روئے اور تو تمام ہو جائے۔ اے ابن خطاب تم جانتے ہو کہ انکو رسول اللہ صلعم نے امیر مقرر کیا ہے۔ یہ جانکر تم مجھسے کہتے ہو کہ میں انہیں معزول کردوں۔ یہ سنکر حضرت عمر لشکر میں واپس آئے اور جو کچھ گذرا تھا بیان کردیا اور ان سے کہا کہ تمھاری مائیں تمھارے سوگ میں روئیں کہ میں نے تمھارے باعث خلیفہ رسول کے ہاتھوں یہ سب کچھ اوٹھایا۔

(تشئید المطاعن ص...)

یہ واقعہ حضرت عمر کے طرز عمل میں اونکے تغیر و تبدل رائے کا کافی ثبوت ہے۔ اور سیاسی نقطہ خیال کے اعتبار سے ہر سخن موقع و ہر نکتہ مقامی دارد کی عملی تدابیر پر مبنی ہے۔ آنحضرت صلعم کی حیات میں اسکی کچھ اور مصلحت تھی اور وفات کے بعد اب اسکی صورت و ضرورت کچھ اور ہو گئی۔ جدھر ہوا کا رخ ہوا ادھر تنکے اوڑے۔

قریب وفات کے حالات

مرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایام میں واقعہ قرطاس، تجہیز جیش اسامہ پیشنمازی حضرت ابوبکر کے تمام جزوی و کلی حالات و واقعات کے کامل انکشافات کرکے ہم اب آپکے قریب وفات کے حالات مفصل اور مسلسل قلمبند کرتے ہیں۔

مرقومہ بالا حالات و واقعات صاف صاف ثابت کر رہے ہیں کہ مرض رسول اللہ صلعم کی شدت اور روز بروز آپکی حالت نازک دیکھ کر آنحضرت صلعم کے کسی حکم و فرمان کی آپکے مدعا و ایما کے موافق تعمیل نہیں کی گئی اور قریب قریب تمام گروہ مسلمین کے خیالات و جذبات میں انقلاب عظیم پیدا ہو گیا۔ اور حکم رسول ص کی تعمیل و اجرا میں ہر فرد واحد

اطاعت خلوص اور متابعت کی جگہ اپنی جگہ قوت اجتہادیہ سے کام لینے لگا۔ اور جیسے جیسے اوس نفس قدسی برکت کے فیوض روحانی کم ہوتے گئے۔ اسلام مین خودغرضی اور خواہشات نفسانی بڑھتی گئین۔ اس عالم ناشنوائی مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سوائے خاموشی کے اور چارا ہی کیا تھا۔

یکشنبہ کی دوپہر سے آپکی حالت بالکل تغیر ہوگئی تھی۔ آجتک مریض رسالت کو کوئی دوا نہین دی گئی تھی یکشنبہ کے دن حالت خراب دیکھکر امہات مومنین نے بیہوشی کی حالت مین آپکو دوا پلادی جب افاقہ ہوا تو آپکو دوا کا ذائقہ محسوس ہوا۔ چونکہ آپ اس مرض کو مرض الموت یقین کر چکے تھے۔ کسی مداوا کو ضروری نہین سمجھتے تھے اس بنا پر دوا کا پلایا جانا کسیقدر ناگوار طبع ہوا۔ شبلی صاحب لکھتے ہین۔

وفات سے ایکدن پہلے (اتوار کو) لوگون نے دوا پلانی چاہی چونکہ گوارا نہ تھا آپنے انکار کیا۔ اس حالت مین غشی طاری ہوگئی۔ لوگون نے منھ کھول کر پلادی افاقہ کے بعد آپکو احساس ہوا۔ تو فرمایا سب کو دوا پلوائی جائے معلوم ہوا جن لوگون نے زبردستی دوا پلائی تھی ان مین حضرت عباس شامل نہ تھے۔ اسلیے وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے محدثین اس واقعہ کو لکھکر کہتے ہین کہ یہ بشریت کا اقتضا تھا یعنی جس طرح بیمارون مین نازک مزاجی آجاتی ہے آپنے بھی اوسی طرح یہ حکم دیا تھا۔ لیکن ہمارے نزدیک تو یہ تنک مزاجی نہین۔ بلکہ لطف طبع تھا۔

ہمکو نہ شبلی صاحب کی رائے سے اتفاق ہے اور نہ اونکے محدثین کے مختار سے۔ اسلیے کہ شدت مرض کا موجودہ عالم اضطراب ہرگز نزاکت یا لطافت طبع کا مقتضی نہین تھا۔ بلکہ اون لوگون کو دوا پلوانیکی ترکیب سے اُس حکیم الٰہی کو اس امر کی تنبیہ و تعلیم منظور تھی جسکو ہم اوپر امتناع مداوا کے ذکر مین لکھ آئے ہین۔ یعنی دوا پلوانے والون کو دوا پلوا کر بتلادیا گیا کہ جس طرح اس دوا پینے سے تملوگون کو کوئی نفع و ضرر نہین ہوگا اوسی طرح مجھکو بھی اس سے کوئی نقصان یا فائدہ نہوگا اسلیے کہ یہ مرض میرا مرض الموت قرار پاچکا ہے۔ اور موت کا مرض کسی دوا سے نہین جاسکتا۔ اسلیے دوا کی کوشش بیکار ہے۔

اشرفیون کا تصدق

شبلی صاحب لکھتے ہین۔

مرض کی کرب و بیچینی مین ایکدن یاد آیا کہ حضرت عائشہ کے پاس کچھ اشرفیان رکھوائی تھین دریافت فرمایا۔ عائشہ وہ اشرفیان کہان ہین کیا محمد خدا سے بدگمان ہوکر ملیگا۔ جاؤ اونکو خدا کی راہ مین خیرات کردو۔

لیکن محدث شیرازی اس واقعہ کو ان الفاظ مین تحریر فرماتے ہین۔

روایت صحیح مین مروی ہے کہ آنحضرت صلعم کے پاس کہین سے چند دینار زر سرخ — بصحت پیوستہ کہ برائے آن سرور صلعم چند دینار زر سرخ

اشرفیان آئی تھین وہ سب مستحقین پر تقسیم کردی گئین صرف چھ — از جائے آوردہ بودند ہمہ را بفقرا قسمت فرمودہ الا شش

یا ہفت دینار کہ بعائشہ سپرد بعد ازان ویرا در مرض
اغمائے حاصل شد سر بر سینہ عائشہ
نہادہ بود۔ چون بہوش آمد فرمود اے
عائشہ آن دنانیر را چہ کردی گفت پیش
من است فرمود بر فقرا تصدق کن و بیہوش
شد چون بہوش باز آمد فرمود اے عائشہ انفاق
کردی آن را یا نہ۔ گفت نہ یا رسول اللہ صلعم۔
و ہمانا کہ تاخیر در انفاق آن بہ سبب آن واقع
شدہ بود کہ عائشہ بہ تیمارداری و خدمت آن
سرور مشغول بود فرمود تا آن را بیاورد۔ او آورد
و حضرت آن دنانیر را بر کف دست مبارک بنہاد و بشمرد
و آنگاہ فرمود چہ گمان بود محمدؐ را بہ پروردگار خود اگر بجوار رسد
و این دنانیر نزد وے باشد پس آنہا را بہ پیش
علی ابن ابی طالبؑ فرستاد تا بر فقرا قسمت کرد و فرمود
این وقت استراحت یافتم۔

یا سات بچ گئی تھین۔ آپنے حضرت عائشہ کے پاس رکھوا دی
تھین ایکبار بیماری کی اوس حالت بیہوشی مین کہ آپکا سر
حضرت عائشہ کے سینہ پر رکھا ہوا تھا۔ ہوش آیا تو آپ کو وہ
اشرفیان یاد آئین۔ فوراً عائشہ سے پوچھا کہ تمنے وہ اشرفیان
کیا کین۔ فرمایا رکھی ہوئی ہین ارشاد ہوا وہ تھین فوراً تصدق
کر دو۔ یہ کہکر آپ پھر بیہوش ہو گئے۔ ہوش آیا تو پوچھا وہ اشرفیان
تصدق کر دین۔ حضرت عائشہ نے کہا نہین تاخیر انفاق کی
وجہ یہ تھی کہ حضرت عائشہ آپکی تیمارداری مین مصروف تھین۔
آپنے ارشاد فرمایا کہ اون اشرفیون کو لے آؤ۔ وہ لے آئین۔
آپنے اون کو ہتھیلی پر رکھکر شمار کیا پھر فرمایا کہ محمدؐ کی نسبت پروردگار
کا کیا گمان ہوتا ایسی حالت مین کہ وہ اوسکے دربار مین حاضر ہو اور
اوسکے پاس یہ اشرفیان باقی اور موجود ہون۔ یہ فرماکر آپنے
اون اشرفیون کو حضرت علی ابن ابی طالب کے پاس بھجوا دیا
کہ فقرا پر تقسیم کر دی جائین وہ تقسیم کر دی گئین جب یہ خبر آپکو
ملی تو فرمایا اب مجھے اطمینان ہو گیا۔ روضۃ الاحباب ص ۵۵۶

حضرت عباسؓ اور حضرت علیؑ سے گفتگو

دوشنبہ کا دن غضب کا روز اور قیامت کی صبح تھی۔ وہ دن تھا کہ خاتم نبوت گھنٹہ دو گھنٹون مین
ختم اور متمم رسالت مرض الموت کے ۱۳ یا چودہ دن پورے کر کے تمام ہونیوالا تھا آفتاب ہدایت
و ارشاد لب بام تھا اور کفر و اسلام و نفاق و اخلاص کا قصہ تمام۔ شمع ارشاد و اتحاد خاموش ہونیوالی تھی ظلمت کفر
و الحاد فضائے عالم مین چھانیوالی تھی۔ وحی الٰہی اور برکات لامتناہی مسدود ہو رہی تھی اور اسلام کے پیکر
روحانیت مین۔ خود غرضی۔ نفسانیت اور تباہی موجود ہونیوالی تھی۔ صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
بیدار ہوئے تو طبیعت مین بخلاف اور دنون کے سکون تھا۔ مگر یہ سکون وقفۃ الموت تھا جو بشریت کا لازمہ فطرت ہے۔
اسی عالم سکون مین اپنے دست مبارک سے حجرۂ مبارک کا پردہ اوٹھایا۔ مسجد مین نماز صبح کی جماعت دیکھکر اظہار مسرت
فرمایا اور پھر حجاب گرا دیا۔ گویا مسجد و جماعت کا یہ آخری معائنہ اور رخصتی مواجہہ تھا۔ محدث شیرازی روضۃ الاحباب مین
لکھتے ہین۔

عبداللہ بن عباس روایت میکند کہ علی ابن ابی طالب	عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالب
از نزد آنحضرت صلعم بیرون آمد مردم گفتند اے ابوالحسن	آپکی خدمت سے اوٹھکر باہر آئے تو لوگون نے پوچھا کہ آج رسول صلعم
رسول امروز چون است فرمود الحمد للہ نیکو است و افاقہ	کا مزاج کیسا ہے۔ بولے الحمد للہ آج کچھ افاقہ ہے۔ حضرت عباس نے
وے را حاصل شد عباس دست وے را گرفتہ و بطریق خفیہ از وے	اون کا ہاتھ تھا مکر بطور خفیہ اون سے کہا کہ رسول اللہ صلعم تین
گفت کہ رسول بعد از سہ روز دیگر از دنیا نقل میکند و تو	روز کے بعد انتقال کر جاینگے۔ اور تم دوسرون کے محکوم ہوجاؤ گے
مامور امر دیگرے خواہی شد و من علامتی در روے فرزندان	اور مین اولاد عبدالمطلب کی اون علامتون کو خوب پہچانتا
عبدالمطلب میدانم کہ در حین حاصل شود و آن علامت امروز در	ہون جو وقت موت اون پر طاری ہوتی آؤ ہم لوگ اونکے
روے آن سرور مشاہدہ کردم بیا تا نزد وے رویم و پرسیم کہ امر خلافت	پاس چلین اور دریافت کرین کہ آپکے بعد خلافت کسکو ہونیوالی
بعد از وے از آن کیست۔ اگر از آن ماست بدانیم و اگر از آن غیر	ہے۔ اگر ہملوگون کو ہونیوالی ہے تو ہمین معلوم ہوجائے اور
ماست معلوم کنیم کہ کیست و از وے التماس نمائیم تا برائے ما	اگر دوسرون کو ملنے والی ہے تو ہملوگ پھر آپ سے درخواست
باو وصیت فرماید علیؑ در جواب گفت بخدا سوگند	کرین کہ اون سے ہمارے حق مین وصیت فرمادی جائے
کہ اگر سوال کنیم از وے خلافت را	حضرت علی مرتضیؑ نے جواب مین ارشاد کیا خدا کی قسم اگر خلافت
و ما را از وے منع نہ کند۔ مردم بعد	کے لیے ہم آپ سے درخواست بھی کرین اور آپ ہمکو اوس سے
از وے بما نخواہند داد۔ واللہ کہ	منع بھی کرین یعنی دے بھی دین تاہم لوگ بعد آپکے اوسکو
من از رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم این سوال	ہمکو نہ دینگے اور واللہ مین جناب رسولخدا صلعم سے ایسا سوال
نکنم و دنیا نطلبم۔ روضۃ الاحباب ۵۵۵	کبھی نہ کرونگا اور دنیا نہ مانگونگا۔

عام اس سے کہ یہ روایت اصولاً قابل اعتبار و احتجاج ہو یا نہو لیکن اس سے حقیقت کے متلاشی۔ اصلیت کے متدعی حضرت عباس کی عمومیت اور حضرت علیؑ کی خصوصیت طبع کو کامل طور سے اندازہ کرلینگے کہ دنیاوی امارت و ثروت کی طرف مائل و راغب کون تھا اور ان خواہشات و تعلقات سے تائب کون فیضی مرحوم ؎

اما مے کہ روز وفات پیمبر خلافت گذارد بماتم نشیند

حضرت فاطمہ اور حسنین علیہم السلام سے الوداع

جون جون دن چڑھتا جاتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیہوشی خاموشی اور پے در پے غشی بڑھتی جاتی تھی ہوش آتا تھا تو چشم مبارک کھول دیتے تھے پھر بند کرلیتے تھے اسی عالم مین ایک بار آنکھ کھلی تو جناب سیدہ کو سرہانے روتا دیکھا۔ ارشاد ہوا فاطمہ۔ بچون کو بلاؤ۔ محدث شیرازی لکھتے ہین۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در وقت احتضار با فاطمہؑ فرمود پسرانت را پیش آر فاطمہ حسن و حسین را علیہم التحیۃ والرضوان بہ نزدیک آنحضرت صلعم آورد۔ وے سلام کردند۔ و در برابر جد بزرگوار نشستند و چون اورا با آن حال دیدند گریہ آغاز نہادند و چنان زار زار بگریستند کہ از گریہ شان ہر کہ در آن خانہ بودند بگریست حسنؑ روے خویش را بر روے مبارک آنحضرت و حسینؑ سر را بر سینہ پر سکینہ آن سرور نہاد آنحضرت صلعم چشمان نرگسین کشاد و در ایشان از سر لطف و شفقت نظر کرد۔ ایشان را بوسید و بوئید در باب تعظیم و احترام و محبت ایشان وصیت فرمود و در روایتے آنکہ بعضے از خواص اصحاب بر در حجرہ حضرت حاضر بودند و از گریہ حسنؑ و حسینؑ بگریستند چنانکہ آواز گریہ ایشان بگوش پر ہوش آن سرور رسید وے نیز در این حالت بگریست۔

عالم احتضار میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ اپنے بچوں کو بلاؤ۔ حضرت فاطمہ حسنین علیہما السلام کو خدمت مبارک میں لے آئیں۔ انھوں نے سلام کیے اور اپنے جد بزرگوار کی پاس بیٹھ گئے۔ اور دونوں آپکی یہ حالت زار دیکھکر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اُن کے رونے سے تمام حاضرین رونے لگے حسن علیہ السلام نے بے تحاشا ہوکر اپنا منھ آنحضرت صلعم کے روے مبارک پر رکھدیا اور حسین علیہ السلام نے اپنا سر سینہ اقدس پر آنحضرت صلعم نے آنکھیں کھول کر دونوں بچوں کے منھ کو حسرت کی نگاہ سے دیکھا۔ دونوں کے بوسے لیے۔ دونوں کے گیسو سونگھے اور پھر تمام حاضرین کو ان دونوں کی تعظیم۔ احترام اور محبت کے متعلق وصیت فرمائی اور ایک روایت میں یوں منقول ہے کہ بعض خواص صحابہ کی جماعت باہر دروازے پہ جمع تھی وہ لوگ بھی ان بچوں کی گریہ و زاری سنکر ڈاڑھیں مارکر رونے لگے یہاں تک کہ ان لوگوں کی صدائے گریہ سنکر آنحضرت صلعم بھی رونے لگے۔

حضرت علی سے آخری رخصت اور وصیت

امام فخر الدین رازی اور امام دار قطنی لکھتے ہیں۔

عن ام المومنین عائشۃ رض قالت لما حضر رسول اللہ الموت قال ادعوالی حبیبی فدعوت لہ ابابکر فنظر الیہ ثم وضع راسہ فقال ادعوالی حبیبی فدعوت لہ عمر فنظر الیہ ثم وضع راسہ فقال ادعوالی حبیبی فقلت ویلکم ادعوا لہ علی ابن ابی طالب فواللہ مایرید غیرہ فلما راہ اخرجہ الثوب الذی کان علیہ

ام المومنین حضرت عائشہ رض سے منقول ہے کہ جب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا وقت قریب آگیا۔ فرمایا میرے حبیب کو بلاؤ میں نے حضرت ابوبکر کو بلا بھیجا وہ جب آئے تو حضرت نے سر اوٹھاکر ان کو دیکھا اور پھر تکیہ پر سر رکھ لیا اور فرمایا میرے حبیب کو بلاؤ میں نے جناب عمرؓ کو بلا بھیجا آپ نے سر اوٹھاکر ان کو بھی دیکھا اور تکیہ پر سر رکھ لیا اور فرمایا میرے حبیب کو بلاؤ تب میں نے لوگوں سے کہا افسوس ہے تم پر حضرت علی ابن ابی طالب کو بلاؤ جب حضرت صلعم نے علی ابن ابی طالب کو دیکھا تو وہ کپڑا جو آپ اوڑھے

ثم ادخلہ فیہ فلم یزل لتحضنہ حتی قبض ویدہ علیہ ۔ ارجح المطالب ص۶۳۳ ج ۲

ہوئے تھے۔ آپنے اوٹھایا اور علیؑ کو ادسمین لے لیا اور علیؑ سے بغلگیر رہے یہانتک کہ حضرت کا انتقال ہوگیا سلہ

مرقومہ بالا روایت سے ثابت ہوگیا کہ ایام مرض مین شدت مرض کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجبوریان دقتین اور مشکلین اتنی سخت اور دشوار ہوگئی تھین کہ سوائے اخلاق رسولؐ کے عام طبائع انسانی اونکی تحمل و برداشت کی قوت نہین رکھتی تھین ۔ تجویز رسالت اور صحابہ کی قوت اجتہاد دو متضاد صورتین متصادم تھین ۔ رسول اللہ صلعم کی موجودہ حالت ۔ مرض کی شدت ۔ ضعف و اضمحلال ۔ بیکسی و مجبوری بیماری و بے یاری جیسا کہ ہم اوپر لکھکر بتلا آئے ہین

سلہ ۵ تعصب و نفسانیت نے اس خلوص کی خلوت و قربت کو بھی بیلاغ نہ چھوڑا اور تمام ایسے ایسے دوسرے واقعات و حالات کی طرح دار الصناعت خلافت سے اس معاملہ مین بھی حضرت علیؑ کا مقابل کھڑا کر دیا ۔ وہ کون حضرت عائشہ ۔ کیسے ؟ ۔ اس طرح کہ آنحضرت صلعم نے ان کے دو سینون کے درمیان انتقال فرمایا ۔ حضرت علیؑ کے زانو یا آغوش مین آپ نے انتقال نہین فرمایا ۔ یہ بحث بھی دوسری بحثون کی طرح ایک معرکۃ الآرا بحث بن گئی ہے ۔ شیعہ تو ابھی کنارے ہین خود سواد اعظم اہلسنت مین دو فرقے بن گئے ہین ۔ ایک حضرت عائشہ کے موید ہین ۔ دوسرے حضرت علیؑ کے ممد و معاون ۔ امام رازی اور امام دار قطنی خود حضرت عائشہ کی راوی حضرت علیؑ سے بغلگیر ہونیکی حالت ہی مین آپکے انتقال فرمانیکو لکھتے ہین جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا ہے لیکن شبلی صاحب باوجودیکہ امام دار قطنی کے پایہ استناد کو اسمعیلی وغیرہ ارباب حدیث سے کہین مرجح و مرتفع بتلا چکے ہین مگر اسوقت اونکی مرویات پر اعتبار نہین فرماتے اور حضرت عائشہ والی روایت کی تقلید و تائید مین لکھتے ہین ۔

وفات سے ذرا پہلے حضرت ابوبکر کے صاحبزادے عبد الرحمن خدمت اقدس مین آئے ۔ آپ حضرت عائشہ کے سینہ پر ٹیک کر لیٹے تھے عبد الرحمن کے ہاتھ مین مسواک تھی ۔ مسواک کی طرف نظر جما کر دیکھا حضرت عائشہ سمجھین کہ آپ مسواک کرنا چاہتے ہین ۔ عبد الرحمن سے مسواک لیکر دانتون سے نرم کی اور خدمت اقدس مین پیش کی ۔ آپنے بالکل تندرستون کی طرح مسواک کی ۔ آپکا وقت وفات قریب آیا تھا ۔ سہ پہر تھی ۔ سینہ مین گھرگھراہٹ محسوس ہوتی تھی ۔ اتنے مین لب مبارک ہلے تو لوگون نے یہ الفاظ سنے ۔ الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم ۔ پاس پانی کی لگن تھی ۔ اسمین بار بار ہاتھ ڈالتے تھے اور چہرے پر ملتے تھے چادر کبھی منھ پر ڈال لیتے اور کبھی ہٹا دیتے اتنے مین ہاتھ اوٹھا کر اونگلی سے اشارہ کیا اور تین دفعہ فرمایا بل الرفیق الاعلیٰ "اب کوئی نہین بلکہ وہ بڑا رفیق درکار ہے" یہی کہتے تھے ہاتھ لٹک آئے ۔ آنکھین پھٹ کر چھت سے لگ گئین اور روح پاک عالم قدس مین پہونچ گئی اللھم صل علیہ و علی آلہ و اصحابہ صلوٰۃ کثیرا کثیرا ۔

اگرچہ شبلی صاحب کا بیان مجمل اور مبہم ہے لیکن تاہم آپکے ابتدائے بیان ہی مین اس لکھدینے سے کہ آپ حضرت عائشہ کے سینہ پر ٹیک کر لیٹے تھے ۔ صاف طور سے مترشح ہوتا ہے کہ اسی حالت و عالم مین آپنے انتقال فرمایا ۔ قرن اولیٰ اور خیر القرون ہی کے وقت سے

سوائے سکوت اور خاموشی کے اور کیا کر سکتی تھی۔ رسول ثقلین ص بستر مرگ پر وصیت نہیں کر سکتا۔ شہنشاہ کونین اپنے خاص عزیز سے مرتے دم رخصت نہیں ہو سکتا۔ وہ آخری وصیت کے لئے اپنے حبیب خاص اپنے قریب مخصوص کو بلاتا ہے پیش کئے جاتے ہیں دوسرے لوگ۔ وہ صورت دیکھتا ہے اور مدعا کے خلاف پا کر خموشی سے پھر بالش علالت پر سر رکھ دیتا ہے اور آنکھیں بند لیتا ہے۔ کہیں جا کر تیسری مرتبہ اوسکی خواہش پوری کی جاتی ہے وہ اپنے حبیب اور قریب خاص کو دیکھکر اپنے ہاتھ اوسکی گردن میں ڈالدیتا ہے جو عموماً ہر ملک و قوم میں رخصت ہونے کا دستور ہے۔ ردائے مبارک اٹھا کر اوسکو اپنی ردا میں لے لیتا ہے اور مرتے وقت جو کچھ وصیت آخری کی صورت میں کہنا ہوتا ہے۔ کہدیتا ہے۔ اسی خلوت خاص کے عالم میں

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ گذشتہ اسکی بحث صحابہ میں چھڑ گئی۔ ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں عن علی بن الحسین ع قال قبض رسول اللہ صلعم و راسہ فی حجر علی و فیہ ایضاً عن ابی غطفان قال سئلت ابن عباس ارایت رسول اللہ ص توفی و راسہ فی حجر احد قال توفی رسول اللہ صلعم و ھو المستند الی صدر علی قلت فان عروۃ حدثنی عن عائشۃ انھا قالت توفی رسول اللہ صلعم بین سحری و نحری فقال ابن عباس اتعقل واللہ لتوفی رسول اللہ ص و ھو مستند الی صدر علی و ھو الذی غسلہ حضرت علی بن الحسین ع سے منقول ہے کہ جس وقت جناب رسولخدا صلعم نے انتقال کیا تو آنحضرت صلعم کا سر علی ع کی گود میں تھا اور راوی کتاب میں ابو غطفان سے مروی ہے کہ میں نے عبداللہ بن عباس سے پوچھا کہ آیا آپنے دیکھا تھا کہ وقت وفات آنحضرت صلعم کا سر کسکی گود میں تھا۔ ابن عباس نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلعم نے انتقال فرمایا تو آنحضرت کا سر مبارک علی ابن ابیطالب کے سینہ سے لگا ہوا تھا۔ میں نے کہا عروہ تو مجھسے حضرت عائشہ کی یہ حدیث بیان کرتا ہے کہ جب پیغمبر صاحب نے انتقال فرمایا تو آنحضرت صلعم انکی گود میں تھے عبداللہ بن عباس نے کہا کہ کچھ سمجھتے بھی ہو۔ خدا کی قسم جب رسول اللہ صلعم نے وفات پائی تو وہ علی کے سینہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ اور علی ہی نے انھیں غسل دیا امام نسائی خصائص میں لکھتے ہیں عن ام سلمۃ قالت والذی تحلف بہ ام سلمۃ ان اقرب الناس عھداً برسول اللہ ص علی ع قالت لما کان غدوۃ قبض رسول اللہ ص فارسل الیہ رسول اللہ صلعم قالت واظنہ کان بعثہ فی حاجۃ فجعل یقول جاء علی (ثلاث مرات) فجاء قبل طلوع الشمس فلما ان جاء عرفنا انہ الیہ حاجۃ فخرجنا من البیت وکنا عند رسول اللہ صلعم یومئذ فی بیت عائشۃ وکنت فی آخر من خرج من البیت ثم جلست من وراء الباب فکنت ادناھم الی الباب فاکب علیہ علی فکان آخر الناس بہ عھداً فجعل یسارہ ویناجیہ واللفظ حدیث المستدرک فجعل یسارہ ویناجیہ ثم قبض صلعم حضرت ام سلمہ رض سے مروی ہے کہ قسم خدا کی قریب ترین مردم بوقت وفات سرور کائنات علی ابن ابی طالب ع ہیں یعنی جس دن آنحضرت صلعم کا انتقال ہوا اوسکی صبح کو آپنے فرمایا کہ علی ع کو بلاؤ۔ جنھیں شاید کسی کام کے لیے باہر بھیجا تھا اور جبتک وہ نہیں آئے کئی بار دریافت کیا کہ علی آئے یا نہیں لتنے میں علی ع آگئے آپس میں ہم لوگ یہ گمان کر کے کہ غالباً علی ع سے رسول اللہ ص کو کوئی خاص حاجت ہے، خانہ عائشہ سے باہر نکل آئے اور میں سب کے بعد نکل کر دوسری عورتوں کی نسبت دروازے سے بالکل قریب بیٹھی چنانچہ میں نے دیکھا کہ علی ع نے اپنا سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب جھکا دیا اور ان حضرت صلعم

بحکم وقت پورا ہو جاتا ہے۔ خدا کی بارگاہ سے طلبی آجاتی ہے اور وہ بکمال سکون و اطمینان الرفیق الاعلیٰ کہتا ہوا الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم کی آخری وصیت فرماتا ہوا خارستان دنیا سے چمنستان عقبیٰ کی طرف تشریف لے جاتا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون انک میت وانھم میتون اللھم صل وبارک وسلم علی محمد سید المرسلین وآلہ الطیبین صلوٰۃ وسلاماً کثیراً کثیراً۔

وفات رسولؐ پر گریہ و بکا

شبلی صاحب نے ذکر وفات کے بعد اہلبیت اور ازواج مطہرات کے حزن وملال اور گریہ وزاری کے حالات جو لازمہ فطرت انسانی ہیں۔ غالباً اس وجہ سے نہیں لکھے ہیں کہ انکو تاریخی واقعات سے تعلق نہیں۔ یا اس سے جواز گریہ کی ایک خواہ مخواہ صورت قائم ہو جائیگی۔ جو آگے چلکر امتناع بکار علی الحسینؑ کی مخالف ثابت ہو گی ہے۔

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اون سے بطور سرگوشی راز کی باتیں کرتے رہے پس علیؑ ہی وہ شخص ہیں جو رسول مقبولؐ کے پاس آخر وقت تک رہے۔ نیز مستدرک حاکم میں ہے کہ رسول اللہ صلعم وقت وفات تک حضرت علیؑ سے راز کے امور ارشاد کرتے رہے۔

حضرت عمر کو بھی اسکا اقرار ہے۔ محدث شیرازی روضۃ الاحباب میں لکھتے ہیں از جابر بن عبداللہ انصاری منقول است کہ گفت در زمان خلافت عمر بن الخطاب کعب الاحبار بنزدیک وے آمد و گفت یا امیر المومنین آخر کلمہ کہ رسول اللہ صلعم بآن تکلم نمود چہ بود عمر گفت از علی بپرسید۔ امیر فرمود الصلوٰۃ الصلوٰۃ۔ جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر کے ایام خلافت میں کعب الاحبار نے اون سے پوچھا کہ رسول اللہ صلعم نے وقت وفات سب سے آخر کون کلمہ ارشاد فرمایا تھا حضرت عمر نے کہا حضرت علیؑ سے پوچھو۔ علیؑ بیٹھے تھے کہنے لگے الصلوٰۃ (نماز) الصلوٰۃ (نماز) بحوالہ تاریخ احمدی صفحہ ۱۰

خود جناب علی مرتضیٰ نے اپنے اس امتیاز خاص سے احتجاج فرمایا ہے۔ راس المحدثین امام عقیلی لکھتے ہیں عن ابی الطفیل قال کنت علی الباب یوم الشوریٰ فارتفعت الاصوات فسمعت علیاً یقول بایع الناس ابوبکر فانا واللہ باولیٰ منہ واحق بہ فسمعت واطعت مخافۃ ان یرجع الناس کفاراً و فیکم احدی آخر عھد برسول اللہ حین وضعتہ فی حفرتہ غیری ابو الطفیلؓ سے مروی ہے کہ میں شوریٰ کے دن دروازے پر بیٹھا تھا پس لوگوں میں شور برپا ہوا میں نے حضرت علیؑ کو فرماتے ہوئے سنا لوگوں نے حضرت ابوبکر سے بیعت کر لی حالانکہ میں واللہ امر خلافت میں اون سے اولیٰ اور احق تھا پس میں نے سنا اور تسلیم کر لیا کہ مبادا لوگ کافر ہو جائیں کیا تم میں میرے سوا کوئی ایسا ہے جو سب کے بعد حضرت سے جدا ہوا ہو اور جس نے آپکو قبر میں اوتارا ہو۔

شبلی صاحب اور تاریخ وفات رسول کی تحقیق

شبلی صاحب نے بڑی جانکاہی سے وفات رسولؐ کی اصل تاریخ جو تحقیق فرمائی ہے وہ حسب ذیل ہے۔ آپ لکھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابتدائے مرض کے دن۔ مدت علالت اور تاریخ وفات کے تعین میں روایات مختلف ہیں امر مختلف فیہ سے پہلے اون امور کو بتلا دینا چاہیئے جن پر تمام روایات کا اتفاق ہے اور جن پر گویا تمام محدثین اور ارباب سیر کا اجماع عام ہے اور وہ یہ ہیں (۱) سال وفات سنہ ۱۱ ہجری ہے (۲) مہینہ ربیع الاوّل کا تھا (۳) یکم سے بارہ تک کوئی تاریخ تھی۔ (۴) دوشنبہ کا دن تھا۔ (صحیح بخاری ذکر وفات کتاب الجنائز) زیادہ تر روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کل ۱۳ دن بیمار رہے۔ اس بنا پر

شبلی صاحب کی مآل اندیشی نتیجہ شناسی اور باریک بینی کی ہم ہمیشہ داد دیتے آئے ہیں۔ اور اس وقت بھی ہم آپکی اس حزم و احتیاط کی ضرور داد دینگے۔ مگر افسوس ہے کہ ہم اس مقام پر آپکی تائید نہیں کر سکتے اسلیئے کہ لازمۂ فطرت اور خاصۂ طبیعت انسانی سے علیحدہ ہو جانا پڑیگا۔ اس ضرورت سے آپکی ترتیب خاص کے خلاف ہم اپنے سلسلۂ بیان میں وہی سلسلۂ تفصیل ضرور قائم رکھینگے جو تمام حدیث و تاریخ کے مؤلفین متقدمین و متاخرین نے قائم رکھا ہے۔

(بقیہ عبارت حاشیہ صفحۂ گذشتہ) اگر یہ تحقیقی طور سے متعین ہو جائے کہ آپنے کس تاریخ کو وفات فرمائی تو تاریخ آغاز مرض بھی متعین کی جا سکتی ہے۔ حضرت عائشہ کے گھر بروایت صحیح، روز ایک دوشنبہ سے دوسرے دوشنبہ تک بیمار رہے اور یہیں وفات فرمائی اسلیئے ایام علالت کی مدت آٹھ روز تو یقینی ہے۔ عام روایت کے رو سے پانچ دن اور چاہیئیں۔ اور یہ قرائن سے بھی صحیح معلوم ہوتا ہے اسلیئے ۱۳ دن مدت علالت صحیح ہے۔ علالت کے پانچ دن آپنے دوسری ازواج کے حجروں میں بسر فرمائے۔ اس حساب سے علالت کا آغاز چہار شنبہ سے ہوتا ہے۔ تاریخ وفات کی تعیین میں راویوں کا اختلاف ہے۔ کتب حدیث کا تمام دفتر چھان ڈالنے کے بعد بھی تاریخ وفات کی کوئی روایت مجکو حدیث میں نہیں مل سکی۔ (یہیں سے شبلی صاحب سمجھ جائیں کہ سیرت نگاری کی تالیفی ضرورت میں حدیث کو سیر و تاریخ پر ترجیح دینا کیسا مضحکہ خیز خیال ہے۔ مؤلف) ارباب سیر کے ہاں تین روایتیں ہیں۔ یکم ربیع الاول۔ دوم ربیع الاول اور ۱۲ (دوازدہم) ربیع الاول ان روایتوں میں ترجیح دینے کے لیئے روایت و درایت سے کام لینا ہے۔ روایتاً دوم ربیع الاول کی روایت ہشام بن محمد بن سائب کلبی اور ابو مخنف کے واسطے سے مروی ہے (طبری ص۱۸۱۵) اس روایت کو اکثر قدیم مورخوں نے (مثلاً یعقوبی و مسعودی وغیرہ نے) قبول کیا ہے لیکن محدثین کے نزدیک یہ دونوں مورخ مشہور دروغگو اور غیر معتبر ہیں۔ یہ روایت واقدی سے طبری اور ابن سعد نے نقل کی ہے (خبر وفات) لیکن واقدی کی مشہور ترین روایت جسکو اوسنے متعدد اشخاص سے نقل کیا ہے وہ ۱۲ ربیع الاول ہے البتہ بیہقی نے دلائل میں بسند صحیح سلیمان التیمی سے دوسری ربیع الاول کی روایت نقل کی ہے (زرقانی مع النبراس) لیکن یکم ربیع الاول کی روایت ثقہ ترین ارباب سیر موسیٰ بن عقبہ سے اور مشہور محدث امام لیث مصری سے مروی ہے (فتح الباری) امام سہیلی نے روض الانف میں اس روایت کو اقرب الی الحق لکھا ہے (جلد دوم ذکر وفات) اور سب سے پہلے امام مذکور ہی نے اس نکتہ کو درایۃً دریافت کیا کہ ۱۲ ربیع الاول کی روایت قطعاً ناقابل تسلیم ہے کیونکہ دو باتیں یقینی طور پر ثابت ہیں۔ روز وفات دوشنبہ کا دن تھا (صحیح بخاری ذکر وفات و صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ) اس سے تقریباً تین مہینے پہلے ذی حجہ سنہ ۱۰ھ کی نویں تاریخ کو جمعہ کا دن تھا۔ (صحاح قصۂ حجۃ الوداع صحیح بخاری تفسیر الیوم اکملت لکم دینکم) ۹ ذی الحجہ سنہ ۱۰ھ روز جمعہ سے ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ تک حساب لگاؤ۔ ذی حجہ۔ محرم۔ صفر۔ ان تین مہینوں کو، خواہ ۲۹۔۲۹ لو۔ خواہ ۳۰۔۳۰۔ خواہ بعض ۲۹ بعض ۳۰ کسی حالت اور شکل سے ۱۲ ربیع الاول کو دوشنبہ کا دن نہیں پڑ سکتا۔ اسلیئے درایۃً بھی یہ تاریخ قطعاً غلط ہے۔ دوم ربیع الاول کو حساب سے اوس وقت دوشنبہ ہو سکتا ہے جب تینوں مہینے ۲۹ کے ہوں جب پہلی دونوں صورتیں صحیح نہیں ہیں تو اب صرف تیسری صورت رہگئی جو کثیر الوقوع ہے یعنی ۲ مہینے ۲۹ کے اور ایک مہینہ ۳۰ کا لیا جاوے

محدث دہلوی شاہ عبد الحق صاحب مدارج النبوت میں ان کلمات کے ساتھ اتنا اضافہ اور فرماتے ہیں -

واابتاہ . بعد از تو وحی برکہ فرود آید خداوندا روح فاطمہ را بروح او رسان بارخدایا مرا بہ رسول خویش قرین گزار . بارخدایا مرا از ثواب حبیب خویش بے نصیب مدار و در روز قیامت از شفاعت او محروم مگزار -

اے پدر نامدار . بعد آپکے وحی اب کس پر نازل ہوگی خدایا تو فاطمہ کی روح کو اوسکی روح کے پاس پہونچا دے . بارخدایا مجھکو اپنے رسول سے قریب کردے . بارخدایا . مجھے اپنے حبیب کے ثواب سے محروم نہ رکھ . اور قیامت میں اوسکی شفاعت سے محروم نہ چھوڑیو

حضرت عائشہ کی گریہ وزاری

حضرت عائشہ کی اوسی کتاب میں یہ گریہ وزاری منقول ہے -

مرویست کہ عائشہ صدیقہ زاری میکرد و میگفت دریغ پیغمبرے کہ فقر بر غنا اختیار کرد و آن دین پرورے کہ از غم گناہان امت ہیچ شب تمام در بستر راحت باستراحت مشغول نشد و ہرگز از میدان صبر و تحمل انحیاز نفس قرار ننمودہ و چشمان او ہرگز بہ بہیات التفات نفرمودہ وبا وجود کثرت ایذا و احتراز کفار و اہل ضلال گرد بر روے با اقبال وے ننشست و در انعام و افضال بہ ہیچ فقیر نوال نہ بست و دندان دُر مثال وے بضرب سنگ دشمن شکستہ و سر وے بعصابہ حوادث روزگار بستہ شد و شکم وے در روز متتابع از نان جو سیر نشد -

حضرت عائشہ رو رو کر کہنے لگین آہ - وہ پیغمبر کہ جس نے ناداری مالداری پر اختیار کی . وہ دین پرور جو امت کے گناہون کے غم سے کبھی رات بھر آرام نہ سویا اور نفس کے مقابلہ میں میدان صبر و تحمل سے کبھی نہ ہٹا اور ضروریات دنیا کی طرف کبھی اوسکی انکھین ملوث نہوئین اور با وجود اتنی ایذا و جبر کفار کے کبھی آپکے روئے مبارک پر گرد ملال نہ بیٹھی جسکے عطا و جود کا دروازہ کبھی فقیر بینوا کے لئے کبھی بند نہوا . اوسکے موتی کے ایسے دانت توڑ گئے . اوسکے سر پر درد مصائب کی وجہ سے رومال بندھے اور اوس کا شکم مطہر کبھی علی الاتصال دو دن بھی نان جو سے سیر نہوا -

---

اس حساب مین فقط رویت ہلال کا اعتبار کیا گیا ہے جسپر اسلامی قمری مہینون کی بنیاد ہے . اصول فلکی سے ممکن ہے کہ اس پر خدشات وارد ہو سکتے ہون . کتب تفسیر مین تحت آیت الیوم اکملت لکم دینکم حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ اس آیت کے یوم نزول (۹ ذی الحجہ سنہ ۱۰ھ) سے روز وفات تک ۸۱ دن ہوتے ہین (دیکھو ابن جریر . ابن کثیر اور بغوی وغیرہ) ہمارے حساب سے ۹ ذی الحجہ سنہ ۱۰ ہجری سے لیکر یکم ربیع الاول دن ۲۹ اور ایک مہینہ ۳۰ کا لیکن جو ہماری مفروضہ صورت ہے پورے ۸۱ دن ہوجانا چاہیے ہیں . ابو نعیم نے بھی دلائل مین لسند صحیح یکم ربیع الاوّل تاریخ وفات نقل کی ہے - ج دوم صفحہ ۱۲۶ س

شبلی صاحب کی موجودہ تحقیق انیق ایک حد تک ضرور قابل قدر و تعریف ہے اور تاریخ ولادت کی تحقیق سے زیادہ معتبر لیکن اتنی جانکاہ کوشش کے بعد آپ یکم ربیع الاوّل کو تاریخ ولادت قرار دیتے ہین . یہ آپکی سہو النظری ہے یا تقلید اسلاف کی زود اثری یکم ربیع الاول وفات کی تاریخ نہین ہے بلکہ دفن کی تاریخ ہے . وفات کی اصلی تاریخ وہی ہے جو علمائے اہلبیت رضوان اللہ علیہم سے مروی ہے اور وہ ۲۸ صفر ہے

تعزیت اہلبیت اسکے آگے صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں۔

چون آن واقعہ ہائلہ رو نمود مردان اہل بیت درآمدند و پردہ درمیان زنان و مردان بستند واز ناحیۂ خانہ آواز شنیدند و ہیچ گویندہ را نمی دیدند کہ می گفت السلام علیکم یا اہل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الموت وانّما توفّون اجورکم یوم القیامۃ بدانید کہ ہر مصیبتے را نزد خداوند تعالیٰ تسلیہ وہر فوت شدہ را خلفی است پس بخداوند تعالیٰ واثق باشید وباو بازگردید وجستجو نمایید کہ بحقیقت مصیبت رسیدہ کسے است کہ از صواب محروم باشد والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - علی کرم اللہ وجہہ

جب یہ واقعہ عظیم رونما ہوا تو اہلبیت کے مردوں نے گھر میں آکر فوراً مردوں اور عورتوں کے درمیان پردہ کھینچ دیا اور اطراف خانہ سے یہ آواز سنائی دی مگر آواز دینے والا نہ دکھلائی دیا - وہ ندا یہ تھی کہ اے اہل بیت سلام ہو تم پر اور خدا کی رحمت و برکت - ہر جاندار شے موت سے لذت پذیر ہونے والی ہے اور تم لوگ بروز قیامت اپنے اجر پانے والے ہو - یہ سمجھ لو کہ ہر مصیبت کے لیے ایک تسکین و تسلی ہے اور ہر مصیبت رسیدہ کے واسطے ایک عالم خاص ہے - خداوند عالم کے وعدہ و اقرار کے ساتھ سچے رہو اور اسی کی طرف رجوع کرو - آہ و زاری کرو حقیقتاً مصیبت زدہ تو وہ شخص ہے جو صواب سے محروم رہجاوے - سلام ہو اوپر تمہارے اور خدا کی رحمت و برکت ہو -

---

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ گذشتہ - آپ اپنی کتاب میں برابر اور تمام تر اپنی سناتے چلے آئے کبھی کبھی دوسروں کی بھی سن لیا کیجئے -

آپ خود آغاز حالات مرض میں لکھ چکے ہیں - ۱۸ یا ۱۹ صفر ۱۱ ہجری میں آدھی رات کو آپ جنۃ البقیع میں (جو عام مسلمانوں کا قبرستان تھا) تشریف لیگئے وہاں سے تشریف لائے تو مزاج ناساز ہوا یہ حضرت میمونہ کی باری کا دن تھا اور روز چہارشنبہ تھا - پانچ دن تک آپ اسی حالت میں رہے اور از راہ عدل و کرم ایک ایک بیوی کے حجرہ میں تشریف لیجاتے رہے - سیرۃ ۱۳۳ - پھر اسی عبارت کے زیر حاشیہ مرقوم ہے - زیادہ تر روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کل ۱۳ دن بیمار رہے اس بنا پر اگر یہ تحقیقی طور سے متعین ہو جائے کہ آپ نے کس تاریخ کو وفات پائی تو تاریخ آغاز مرض بھی متعین کیجا سکتی ہے - حضرت عائشہ کے گھر بروایت صحیح ۸ روز تک (ایک دوشنبہ سے دوسرے دوشنبہ تک) بیمار رہے اور یہیں وفات فرمائی - علالت کی مدت آٹھ روز تو یقینی ہے - عام روایت کی رو سے پانچ دن اور چاہئیں اور یہ قرائن سے بھی معلوم ہوتا ہے اسلیے مدت علالت ۱۳ دن صحیح ہے - علالت کے پانچ دن آپ نے دوسری ازواج کے حجروں میں بسر کیے - اس حساب سے علالت کا آغاز چہارشنبہ سے ہوتا ہے

(حاشیہ صفحہ ۱۳۵)

لیکن اصل کتاب کی اصل عبارت میں آپنے مدت علالت کل ۹ دن کی ویسی کی ویسی ہی چھوڑ دی - کیونکہ جیسا کہ ہم اوپر نقل کر چکے ہیں صفحہ ۱۴۳ کی آخر سطر میں ۱۸ یا ۱۹ صفر کی آدھی رات کو آپکا جنۃ البقیع میں تشریف لیجانا اور وہاں سے واپسی پر آغاز علالت بتلایا گیا ہے تو اگر ۱۸ کا اعتبار کر کے ۱۹ سے آغاز علالت کا حساب کیا جائے تو بھی یکم ربیع الاول تک - گیارہ دن تمام ہو کر بارہواں دن یوم وفات قرار پاتا ہے - اور اگر ۱۹ صفر سے ایام علالت قرار دیئے جاتے ہیں تو ۱۰ دن ختم ہو کر گیارہواں دن یوم الوصال ثابت ہوتا ہے - غرض دونوں

فرمود ہیچ می دانید کہ این گروہ کہ بودند گفتند نہ فرمود کہ خضر بود حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ کچھ جانتے ہو کہ یہ ندا کرنیوالا کون شخص تھا۔ لوگوں نے کہا نہیں۔ فرمایا۔ یہ خضر تھے۔ جو ہمکو تعزیت دینے آئے تھے۔ کہ تعزیت بما رسانیدہ۔ روضہ صفحہ ۵۶۲

شبلی صاحب تجہیز و تکفین کی نسبت تحریر فرماتے ہیں۔

تجہیز و تکفین کا کام دوسرے دن سہ شنبہ ۲ ربیع الاول کو شروع ہوا اس تاخیر کے متعدد اسباب تھے (۱) عقیدتمندوں کو یقین نہ آتا تھا کہ حضورؐ نے اس دنیا کو الوداع کیا (کی) چنانچہ حضرت عمر نے تلوار کھینچ لی کہ جو کہے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی اوسکا سر اوڑا دونگا لیکن جب حضرت ابوبکر آئے اور اونھوں نے تمام صحابہ کے سامنے خطبہ دیا کہ حضورؐ کا اس جہاں سے تشریف لیجانا یقینی تھا اور قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھیں تو لوگوں کی آنکھیں کھلیں اور اس ناگزیر واقعہ کا یقین آیا۔ (۲) اسکے بعد اتنا وقت نہیں رہا تھا کہ غروب آفتاب سے پہلے تجہیز و تکفین سے فراغت ہو سکے (۳) قبر کنی کا کام غسل و کفن کے بعد شروع ہوا اسلیئے دیر تک انتظار کرنا پڑا (۴) جس حجرے میں آپنے وفات پائی تھی وہیں لوگ علی الترتیب تھوڑے تھوڑے کر کے جاتے اور نماز جنازہ ادا کرتے تھے۔ پہلے بھی دیر لگی اور سہ شنبہ کا دن تمام ہو کر رات کو فراغت ملی۔

شبلی صاحب کے رقم کردہ وجوہات تاخیر تدفین کے انکشافات

حقیقت حال پر شبلی صاحب کی نقاب افگنی کا تو یہ خاص الخاص مقام ہے۔ اور ہمارے انکشافات کا بھی خاص موقع۔

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ گذشتہ حساب سے کسی طرح تیرھواں دن آپکے انتقال کا روز نہیں پایا جاتا ۱۳ دن علالت کے صحیح ہیں لیکن یہ حساب اوسوقت صحیح ہوگا جب علالت کی ابتداء ۱۵ صفر سے قرار دیجائیگی اور مطابق مرویات اہلبیت علیہم السلام بالاتفاق ۲۸ صفر روز انتقال ٹھہرایا جائیگا تو اول سے آخر تک تمام مرویات کے بیانات صحیح اور ٹھیک ٹھیک اوترجائینگے اس طرح کہ ۱۵ صفر سے لیکر ۲۸ صفر تک ۱۳ دن علالت کے بھی صحیح اوترجائینگے اور ۲۸ اور ۲۹ صفر دو دن (روایت ۲۹ کی جیسا کہ آپ خود صورت مفروضہ نمبر ۵ عبارت حاشیہ صفحہ ۲۵ میں لکھ چکے ہیں بقول آپکے تجہیز و تکفین کے اہتمام یا انتظام سقیفہ سے صحابہ کی واپسی کے انتظار میں صرف ہو کر آنحضرت صلعم یکم ربیع الاوّل کو مدفون ہوئے۔ ہم اوپر لکھ کر بتلا چکے ہیں کہ یکم ربیع الاول یوم انتقال اور روز وصال نہیں ہے۔ بلکہ یوم الدفن ہے۔

اسلیئے جبتک کہ مرویات اہل بیت علیہم السلام کی متابعت نکیجائیگی۔ اصل تاریخ و روز وفات نہ آجتک معلوم ہوا ہے اور نہ قیامت تک معلوم ہو سکتا ہے۔ آپ ایک حساب کیا ہزاروں حساب بنا یئے۔ زائچوں پر زائچے کھچوایئے۔ بلکہ آسمان و زمین کے قلابے ملایئے۔ کوئی حساب نہ ٹھیک اوترا ہے اور نہ اوتریگا۔ ولادت کی تعیین روز و تاریخ میں بھی شبلی صاحب نے اپنی تحقیق کی ایسی ہی جدت دکھلائی ہے اور آسمان سے لیکر زمین تک کی خبر لے ڈالی ہے۔ مگر سب مشکوک مظنون اور غیر موزون۔ وہاں بھی ہم لکھکر بتلا آئے ہیں کہ ۱۷ تاریخ یوم ولادت قرار دینے سے۔ جو خاص مرویات اہلبیت علیہم السلام اور جسکو صاحب تاریخ الخمیس وغیرہم نے بالآخر مجبور ہو کر نقل کیا ہے سب حساب ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ ورنہ تمام قیاسی شمار اور مفروضہ طومار۔ ایک سے ہزار تک بالکل بیکار ہیں۔ فافہم فتدبر۔

المؤلف عفی عنہ

ہان شبلی صاحب جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز وتکفین کی تاخیر کے متعلق جتنے اسباب خارجی او رظاہری تھے وہ آپنے لکھکر دکھلا دیئے۔ مسلمانون کو عموماً اور حضرت عمر کو خصوصاً آپکی وفات کا یقین نہ آتا تھا حضرت ابوبکر آئے حضرت عمر کو سمجھایا۔ اسی سمجھوتے مین دیر لگی۔ شبلی صاحب۔ آپ بیکار کیون تمام مسلمانون کو سمیٹتے ہین اس واہمہ وقیاس کے پھیلانیوالے۔ اس مخالف فطرت انسانی معارض احکام ربانی عقیدے کے بتلانے والے تو حضرت عمر ہی ثابت ہوتے ہین۔ ملاحظہ ہو تاریخ طبری کی مفصلہ ذیل عبارت

توفی رسول اللہ وابوبکر بالسنح وعمر حاضر فلما توفی رسول اللہ ص قام عمر ابن الخطاب فقال ان رجالاً من المنافقین یزعمون ان رسول اللہ توفی وان رسول اللہ صلعم ما مات۔

رسول مقبول صلعم کی وفات کے وقت حضرت عمر موجود تھے مگر حضرت ابوبکر موضع سُنح مین تھے جب آنحضرت صلعم کا انتقال ہوگیا تو حضرت عمر نے کہا کہ منافقین کو گمان ہے کہ رسول اللہ صلعم فوت ہوگئے۔ مگر خدا کی قسم آنحضرت صلعم فوت نہیں ہوئے۔

علامہ شہرستانی۔ کتاب ملل ونحل مین تحریر فرماتے ہین۔

قال عمر ابن الخطاب من قال ان محمداً مات قتلتہ بسیفی ھذا۔

حضرت عمر ابن الخطاب نے کہا کہ جو شخص کہیگا کہ رسولؐ کا انتقال ہوگیا۔ مین اوسکو اپنی اس تلوار سے قتل کر ڈالونگا۔

محدث شیرازی روضۃ الاحباب مین لکھتے ہین۔

مردم بواسطہ سخن عمر در شک افتادند در موت آنحضرت صلعم ودر آن ساعت ابوبکر صدیق در منزل خویش در محلہ سنح بود کسے را فرستادند تا وے را خبردار گردانید ندپس ابوبکر بر تعجیل سوار شد ومیگفت واہ محمداہ ومیگریست تا بمسجد رسول ص درآمد ودید کہ مردم متفرق الحال اند۔

حضرت عمر کے اس قول کو سُنکر لوگ شک مین پڑ گئے کہ آنحضرت صلعم کا انتقال ہوا یا نہین۔ اوسوقت حضرت ابوبکر اپنے مکان واقعہ محلہ سُنح مین تھے اونکو رسول اللہ ص کے انتقال کی خبر دی گئی تو فوراً سوار ہو کر روتے ہوئے اور وا محمداہ کہتے ہوئے روانہ ہوئے اور مسجد نبوی مین آکر دیکھا کہ لوگ مختلف الحال ہورہے ہین۔

تصور کرین حضرت عمر پکڑے جائین سب مسلمان۔ اب تو شبلی صاحب اور اونکے موئیدین کو معلوم ہوگیا کہ حضرت عمر ہی اس خیال کے بانی اور موجد تھے۔ سیدھے سادھے مسلمان انہین کی شخصیت سے مرعوب ہوگئے۔ کہ اب اسکی تمام کیفیت اوسی روضۃ الاحباب کی باقی عبارت سے حسب ذیل ملاحظہ کی جائے جس سے ثابت ہوجائیگا کہ آپ کے اسباب اربعین سے ایک بھی تاخیر تکفین وتدفین آنحضرت صلعم کا اصلی سبب نہین تھا بلکہ جو حقیقی وجہ تاخیر تھی وہ اس عبارت سے بکمال وضاحت معلوم ہوجائیگی۔

پس ابوبکر صدیق از خانہ بیرون آمد وعمر در میان غلغلہ مردم

حضرت ابوبکر جسد رسول کی زیارت سے مشرف ہو کر باہر نکلے تو لوگون کے

سخن میکرد و می گفت پیغمبر صلعم وفات نیافته صدیق سه نوبت با وے گفت بنشین و هر بار عمر ابا نمود پس ابوبکر گفت ایها الرجل بدرستیکه رسول خدا وفات یافته۔ نشنیده که حق تعالیٰ در کتاب خویش باوے این خطاب فرمود انک میت وانهم میتون و فرمود وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد فان مت فهم الخالدون۔ آنگاه بر منبر رسولؐ برآمده۔ مردم همه عمر را گذاشتند و با بوبکر متوجه شدند صدیق خطبه خواند مشتمل بر حمد و ثنائے خداوند تعالیٰ و درود بر محمد مصطفیٰؐ و گفت من کان یعبد محمدا فان محمدا قد مات و من کان یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت و آیت وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم تا آخر آیه خواند عمر گوید پائے من لرزید و بیفتادم و گویا من این آیت را نه شنیده بودم و همه مردم آن دو آیت را از ابوبکر فرا گرفتند و می خواندند و ابن عمر گوید گوئیا بر روئے ما پرده بود و بواسطه ابوبکر برداشته شد پس اهالی مدینه

ہجوم میں حضرت عمر کو لوگوں سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ پیغمبر خدا نے وفات نہیں پائی ہے حضرت صدیق نے تین بار پکار کر اون سے کہا کہ بیٹھ جاؤ۔ لیکن ہر بار حضرت عمر نے بیٹھنے سے انکار کیا تب تو حضرت صدیق نے (ڈانٹ کر) اون سے کہا کہ مرد خدا رسول اللہ صلعم نے یقیناً وفات پائی۔ کیا تم نے آج تک نہیں سنا ہے کہ خدائے سبحانہ تعالیٰ نے خود قرآن مجید میں اون سے خطاب کر کے کہا ہے تم بھی مرنے والے ہو اور تم سے پہلے بھی لوگ (انبیائے متقدمین) مر چکے ہیں پھر ارشاد باری یہ بھی ہے کہ ہم نے کسی کو ابدی زندگانی نہیں دی ہے ہاں جب وہ مر گئے تب ابدی زندگانی پائیں گے۔ یہ فرما کر حضرت ابوبکر منبر کی طرف بڑھے تمام لوگ اوسی وقت حضرت عمر کا ساتھ چھوڑ کر حضرت ابوبکر کی طرف متوجہ ہو گئے حضرت ابوبکر منبر پر تشریف لے گئے اور حمد و ثنائے الٰہی میں ایک خطبہ پڑھا اور جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا اور ارشاد فرمایا کہ جو محمدؐ کی (نعوذ باللہ معبود سمجھ کر) عبادت کرتا ہے وہ سمجھ لے کہ محمدؐ نے انتقال کیا اور جو شخص کہ خالص خدائے واحد کی عبادت کرتا ہے وہ یقین کر لے کہ خدائے بزرگ و واحد ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے اور کبھی مرنے والا نہیں۔ اسکے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی کہ محمد صلعم ایک رسول ہیں۔ اگر وہ مر جائیں یا قتل ہو جائیں تو کیا تم دین سے اولٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔ اس آیہ کو آخر فقرہ۔ تم بھی مرنے والے ہو اور وہ بھی مرنے والے تھے۔ تک تلاوت فرمایا۔ حضرت عمر کا بیان ہے کہ یہ سنکر میرے پاؤں کانپنے لگے اور میں کھڑے کھڑے گر پڑا۔ گویا کہ میں نے ابتک اس آیت کو سنا ہی نہیں تھا۔ تمام لوگوں نے اس آیت کو حضرت ابوبکر سے سنکر یاد کر لیا اور پڑھنے لگے۔ عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ گویا اسوقت تک ہماری آنکھوں پر پردہ پڑا تھا اور حضرت ابوبکر کے وسیلے سے وہ ہٹا اس وقت

واصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ	سامنے سے اوٹھ گیا پس باشندگان مدینہ ونیز تمامی صحابہ رسول
وآلہ وسلم دل بر فوت آنحضرت صلعم نہادند	مقبول صلعم کو اسوقت سے آنحضرت صلعم کی وفات کا یقین ہوگیا۔
انا للہ وانا الیہ راجعون گفتند ابوبکر	تب سب لوگون نے آیہ ترجیع انا للہ وانا الیہ راجعون کو پڑھا۔ اسکے
صدیق رضی اللہ عنہ تعزیت وتسلیہ اہلبیت بجا	بعد حضرت ابوبکر صدیق اہلبیت علیہم السلام کی خدمت مین جا کر
آورد وگفت مہم غسل وتجہیز وتکفین آنحضرت	رسم تعزیت اور تسلیہ بجالائے اور فرمایا آپ حضرات سے جناب سالتمآب
تعلق بشما دارد و خود با اکابر مہاجر	صلعم کے غسل وتجہیز وتکفین کی مرویات متعلق ہین۔ آپ انکو انجام
وانصار بسقیفہ بنی ساعدہ رفت تا امر	دین اور خود تمام بزرگان مہاجرین وانصار کے ہمراہ سقیفہ بنی ساعدہ
خلافت قرار دہند۔ ص ۵۶۳	مین تشریف لے گئے کہ امر خلافت کو قرار دین۔

مرقومہ بالا عبارت سے اصل وجہ تاخیر کا راز سربستہ کھل گیا کہ اس تمام التوا و تاخیر کا اصلی باعث اور حقیقی سبب سقیفہ کی پنچایت اور خلافت کا دنگل تھا جب یہ پنچایت اوٹھ گئی اور یہ دنگل برخاست ہو گیا۔ تو رسول اللہ کی نعش مبارک دفن کی گئی صحابہ کرام کے اس خاص طرز عمل مین آجتک یہ شعر زبان زد خاص و عام ہے ؎

چون صحابہ حب دنیا داشتند مصطفےٰ را بے کفن بگذاشتند

فاضل عباسی گورکھپوری نے اس موقع کی روئداد حاضرہ کی نسبت اپنی کتاب تاریخ الاسلام مین نہایت معقول اور پر واقع رائے قائم کی ہے اور وہ یہ ہے کہ سلاطین کے مردے دفن نہین کیئے جاتے ہین جبتک کہ ولیعہد کی تخت نشینی کا مسئلہ طے نہین پالیتا ہے۔ افسوس ہے کہ خانۂ رسالت بھی اس دستور سے خالی نہ رکھ سکا۔ جبتک کہ خلافت کا مسئلہ طے نہ پالیا رسول اللہ صلعم کی نعش مبارک دفن نہین کی گئی۔

فاضل مورخ کا استعجاب نہایت صحیح ہے لیکن اس استعجاب سے پہلے ہمارے فاضل محقق کو سمجھ لینا چاہیئے کہ رسول اللہ صلعم کی آنکھ بند ہوتے ہی احکام شریعت اور قوانین رسالت سب رخصت ہو گئے۔ اور انکی جگہ نظام حکومت وسیاست قائم ہو گئے زمانہ رسالت مین سیاست شریعت کی تبع تھی اور اب شریعت سیاست کا ایک ماتحتی شعبہ قرار دیدی گئی جسکے نزدیک رسول اللہ صلعم کی مقدار ذات ایک ملکی حاکم اور قومی سردار سے زیادہ نہین بڑھتی۔ اس بنا پر وفات رسول کے بعد بھی عموماً وہی کیا گیا جو عام حاکمان ملکی اور سرداران قومی کے مرنیکے بعد ملک وقوم مین کیا جاتا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر بنی ہاشم تو تاخیر کرنیکی کیا مجبوری تھی۔ اون مین سے تو ایک شخص بھی سقیفہ بنی ساعدہ مین شریک نہ تھا جواب یہ ہے کہ اول تو بنی ہاشم مین اسوقت تک کل چھ آدمی مرد تو تھے ہی۔ اور باقی سب بچے، اگر یہ کل چھ آدمی جناب سالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لاش مطہر کو بلا انتظار مہاجر وانصار دفن فرما دیتے تو جو فساد اور

مصیبتیں اونکو وفات رسول ص کے بعد معرکہائے جمل و صفین سے لیکر واقعہ کربلا تک پیش آئیں۔ وہ اسی وقت فوراً سامنے آجاتیں اسکے علاوہ ازواج مطہرات خصوصاً امہات المومنین حضرت عائشہ و حفصہ و دیگر خواتین جنکے اعزا و اقارب ارباب سقیفہ اور اصحاب حل و عقد تھے۔ کب بلا مشارکت اپنے عزیزوں کے لاش رسول ص کو دفن ہونے دیتیں۔ اسلیے حضرات اہلبیت علیہم السلام اور بزرگان بنی ہاشم مراسم تجہیز و تکفین سے فراغت کرکے لاش مطہر رسول اللہ صلعم کو لیے بیٹھے رہے اور اسلام کی نئی دنیا کے انقلاب کو بہزار چشم حسرت و عبرت مشاہدہ فرماتے رہے۔

یہ سب شبلی صاحب اور اونکے اسلاف کی موضوعہ تاویلیں ہیں کہ اس وجہ سے دفن میں دیر ہوئی اس باعث سے قبر کنی میں تاخیر ہوئی۔ اور اس سبب سے آپس میں اختلاف رائے ہوا۔ اختلاف ہوا تو کیسے۔ اختلاف تو جب ہوتا ہے جب متعدد آدمی ہوتے ہیں۔ وہاں سب لوگ تو سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع تھے۔ یہاں سوائے بنی ہاشم کے تھا ہی کون جس سے اختلاف رائے ہوتا۔ حقیقت اتنی ہے کہ قبر مطہر کھدگئی۔ غسل و کفن بھی ہوگیا۔ نعش مبارک بھی تیار ہوگئی۔ یہ صاحب آلیں وہ بزرگ تشریف لالیں۔ اسی انتظار نے ایک دن کا دو دن کردیا۔ بات تھی تو اتنی ہی۔ اب جتنا جی چاہے بڑھا لیجیے۔

روضۃ الاحباب کے مرقومہ بالا روایت سے علاوہ حقیقت حال کے مفصلہ ذیل حالات پر بھی کافی روشنی پڑتی ہے۔

اول یہ (۱) تمام صحابہ کرام کو عموماً اور حضرت عمر بن الخطاب کو خصوصاً ان آیات قرآنیہ کا جنکو حضرت ابوبکر نے تلاوت فرمایا ابتک کوئی علم و اطلاع نہیں تھی۔ اس بنا پر یہ کہنا بالکل صحیح ہوگا کہ صحابہ کرام میں سے کسیکو بھی پورا قرآن یاد نہیں تھا اور ان میں سرنمبر حضرت عمر قرار پاتے ہیں۔

(۲) یہ بھی ثابت ہوگیا کہ باوجود انا بشر مثلکم کے یقین کامل کے تمام صحابہ کرام علی الخصوص حضرت عمر بن الخطاب جناب رسالتمآب ص کے وجود ذیجود کو آجتک فنا پذیر نہیں سمجھتے تھے۔ اسی بنا پر وہ رسول اللہ صلعم کی موت سے انکار فرماتے تھے اور اس امر میں اپنی پوری قوت اجتہادیہ سے کام لیتے تھے۔ چنانچہ کنز العمال میں ہے۔

عن ابن عباس ان عمر بن الخطاب ذکر لہ ما حملہ علی مقالتہ التی قال حین توفی رسول اللہ ص قال کنت اتامل ہذہ الایۃ وکذلک جعلنکم امۃ وسطاً لتکونوا شہداء علی الناس فواللہ ان کنت لاظن انہ سیبقی فی امتہ حتی یشہد علیہا باخرا عمالہا وانہ الذی حملنی ان قلت ما قلت	ابن عباس سے منقول ہے کہ حضرت عمر نے اون سے ذکر کیا کہ مجھکو جناب رسولخدا صلعم کی وفات میں اس آیت نے تامل دلادیا تھا۔ وہ آیت یہ ہے کہ میں نے تمکو امت وسطیٰ (درمیان) قرار دیا ہے تاکہ تم لوگوں کا مشاہدۂ حالات کیا کرو۔ اسوجہ سے میں نے خیال کیا کہ آپ اپنی امت میں باقی رہکر اونکے آخر اعمال تک کا مشاہدہ فرمائینگے اور یہی وجہ تھی کہ میں نے اوسوقت جو کہنے کی بات تھی کہدی تھی۔
(اخرجہ البیہقی فی دلائل النبوۃ) (بیہقی فی الدلائل)	منقول از کنز العمال)

حضرت عمر کا یہ اجتہاد کسقدر معارض اصول توحید تھا اور مخالف قرآن مجید و محققین کے فیصلہ پر موقوف ہے۔

(۳) جب اتنے مسلمان ایک خاص شخص کو چاہے وہ ارتقائے فطرت کے نقطہ انتہا تک کیوں نہ پہونچا ہو۔ فانی نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ اپنے خیال میں باقی اور ابدی سمجھتے تھے۔ تو وہ کیسے اصول اسلام کے موافق کامل الاسلام اور خالص الایمان کہے جائینگے کیونکہ۔ ہم دیکھتے ہیں عموم صحابہ کے علاوہ خود حضرت عبداللہ بن عمر سا متشرع بزرگ بھی یہ اقرار کرتا ہے کہ ہماری آنکھوں پر ایک پردے پڑے ہوے تھے۔ جو حضرت ابوبکر کی تصریحات آیات نے سامنے سے اوٹھا دیئے۔ انکے اقرار کے علاوہ۔ خاص حضرت عمر کا اعتراف ہے جو حضرت ابوبکر کے استدلال آیات قرآنیہ سے آپ پر مستولی ہوا تھا شاہد صادق ہے۔

(۴) اتنی مدت تک یہ حضرات جو اس عقیدہ پر قائم رہے وہ اصولاً عقائد اسلامی کے متمسک تھے یا نہیں۔

(۵) تدفین رسول اور تعیین خلیفہ کی اہمیت اور فرق مابہ الامتیاز بھی پوری طور سے ثابت ہو گیا۔

(۶) اسی کے ساتھ بنی ہاشم اور اہلبیت رسول صلعم کے ساتھ تمام اہل اسلام کے موجودہ اور آیندہ طرز عمل بھی معلوم ہو گئے اور اسی وقت سے معلوم ہو گیا کہ ملکی تنظیم و سیاسیات میں بنی ہاشم اور اہلبیت علیہم السلام کا ان تمام لوگوں کے نزدیک کوئی حق و حصہ نہیں تھا۔ اور نہ ان میں اسکی کوئی صلاحیت و قابلیت تھی۔ اسی بنا پر حضرت ابوبکر نے ان بزرگواروں کو تجہیز و تدفین رسول کے موجودہ کاموں کے لیئے مخصوص طور پر علیحدہ کر دیا اور خود تمام مہاجر و انصار کے ساتھ نظام حکومت اور استحکام امارت کے لیئے سقیفہ میں تشریف لے گئے بقول کیکہ سے ازصحن خانہ تا بلب بام از آن من + وز سقف خانہ تا بہ ثریا از آن تو۔ یا سمجھنے والے یوں سمجھ لیں کہ۔ جس کا مردہ ہو وہ گاڑے۔ ہم کیوں ہاتھ لگانے جائیں۔

تجہیز و تکفین آنحضرت صلعم

شبلی صاحب اسکی تفصیل میں لکھتے ہیں۔

تجہیز و تکفین کی خدمت خاص اعزا و اقارب نے انجام دی۔ فضل ابن عباس اور اسامہ نے پردہ کیا اور حضرت علیؑ نے غسل دیا۔ حضرت عباس بھی موقع پر حاضر تھے اور بعض روایتوں میں ہے کہ انہیں نے پردہ کیا تھا۔ چونکہ اس شرف میں ہر شخص شریک ہونا چاہتا تھا۔ اسلیئے حضرت علیؑ نے اندر سے کنواڑ بند کر لیئے تھے۔ انصار نے دروازے پر آواز دی کہ خدا کے لیئے ہمارے حقوق کا بھی خیال رکھئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمتگذاری میں ہمارا بھی حصہ ہے۔ حضرت ابوبکر نے جیسا کہ واقدی کا بیان ہے۔ فرمایا کہ رسول اللہ صلعم میں کسی کا حق نہیں ہے اسلیئے اگر سب کو اجازت دی گئی تو کام رہ جائیگا لیکن انصار کے اصرار پر حضرت علیؑ نے اوس بن خولی انصاری کو۔ جو اصحاب بدر میں تھے اندر بلا لیا وہ پانی کا گھڑا بھر بھر کر لاتے تھے۔ حضرت علیؑ نے جسم مبارک کو سینہ سے لگا رکھا تھا۔ حضرت عباس اور اونکے دونوں صاحبزادے قثم اور فضل جسم مبارک کی کروٹیں بدلتے تھے اور اسامہ بن زید اوپر سے

پانی ڈالتے تھے۔

شبلی صاحب نے حقیقت حال تو لکھدی لیکن عادت اور ضرورت سے مجبور تھے۔ حضرت ابوبکر کی شرکت کو داخل ہی کر دیا حالانکہ روضۃ الاحباب کی مرقومہ بالا عبارت سے معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت ابوبکر خود تجہیز و تکفین رسولؐ کی خدمت بنی ہاشم اور اہل بیت علیہم السلام کو سپرد فرما کر سقیفہ میں تشریف لے گئے تھے۔ پھر آپ موجود کہاں تھے جن سے انصار شمول خدمت کی اجازت لیتے۔ یہ تو بالکل خلاف واقع ہے۔ تجہیز و تکفین رسول اللہ صلعم سے حضرت ابوبکر وغیرہم کی غیر حاضری محدثین و مورخین اور جملہ اسلامی مولفین کا اتفاقی مسئلہ۔ آپ خود بھی لکھکر اقرار کر چکے ہیں کہ تجہیز و تکفین کی خدمت خاص اعزا و اقارب نے انجام دی۔ بڑی تلاش اور سخت کد و کاوش کے بعد آپکو واقدی کے ایک قول سے تجہیز و تکفین رسول اللہ صلعم میں حضرت ابوبکر کی شرکت معلوم ہوئی اور آپنے اوسکو لکھ مارا۔ چونکہ اسوقت اپنے مطلب کی ہے اسلیئے واقدی کی تحریر پر نقد و تبصرہ کی کوئی ضرورت نہین اور نیز اوسکی مجہولیت و موضوعیت کی شہرت خاص سے کوئی بحث نہین، وہ تو اسوقت امام بخاری و مسلم کے برابر قوی الاسناد ہین۔ لیکن ہم آپکو بتلائے دیتے ہین کہ واقدی وہی بزرگ ہین جنکی نسبت آپ خود لکھ چکے ہین کہ واقدی کی مجہولیت کا مسئلہ عام ہے۔" پھر ایسے مجہول خاص بھی نہین مجہول عام سے آپ حضرت ابوبکر کی خصوصیت کی سند پیش کرین تو سوائے آپکی خوش فہمی کے اور کیا کہا جائے۔

بہرحال۔ اب تجہیز و تکفین رسول اللہ صلعم مین حضرت ابوبکر کی مشارکت کے واقعہ کو حسب ذیل محدثین و مورخین کی عبارت مین ملاحظہ فرما کر بتلایا جاوے کہ ان حضرات کی مرویات مین حضرت ابوبکر کی مشارکت کا کہین ذکر و مذکور بھی ہے۔

محدث شیرازی لکھتے ہین۔

عباس و علیؑ و فضل و قثم پسران عباس و اسامہ بن زید و صالح حبشی کہ آزاد کردہ رسولؐ بود و شقران لقب داشت آن سرور را برداشتہ در اندرون حجرہ درآوردند و بغسل مشغول شدند و عباس فرمود تا در را بر روے مردم بستند و در غسل آنسرور بغیر ازان شش مرد کہ مذکور شد ہیچکس دیگر نیامد و در روایتے آنکہ انصار بیرون فریاد بر آوردند کہ اے اہلبیت ما اخوان آنحضرت ایم و حق قرابت و خدمت ما با وے ہمہ را معلوم است و صدق و اخلاص ما در اسلام برہمہ روشن است۔ یک کس باید کہ از ما پیش شما باشد

حضرت عباس حضرت علیؑ۔ فضل و قثم پسران عباس اسامہ بن زید صالح حبشی جو آنحضرت صلعم کا آزاد کردہ غلام تھا اور جسکا لقب شقران تھا۔ آپکو اوٹھا کر حجرہ مین لے آئے اور غسل مین مصروف ہوئے حضرت عباس نے کہا کنواڑے بند کر دو اور غسل مین سوائے ان چھ آدمیون کے اور کوئی دوسرا موجود نہین تھا۔ اور ایک روایت مین ہے کہ باہر سے انصار نے فریاد کی کہ اے اہلبیت رسول ہم بھی جناب رسول خدا صلعم کے بھائی ہین اور ہماری قرابت و خدمت آنحضرت صلعم کے ساتھ سب کو معلوم ہے اور اسلام مین ہمارا اخلاص اور صداقت بھی سب پر روشن ہے۔ اس بنا پر

تا ما را شرفے حاصل شود و از دولت تعہد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محروم نہ
مانیم و بروایتے آنکہ اوس بن خولی خزرجی
انصاری گفت اے علی بن ابی طالب سوگند
میدہم ترا بخدا کہ مرا اجازت دہ تا اندرآیم امیرؑ
ویرا دستوری داد کہ آمد۔ فاما در غسل ہیچ مدخل
نہ داشت و روایتے ہست کہ از چاہ سعد بن خیثمہ
آب می کشید و می آورد و اہل بیت غسل
میدادند۔ اسامہ و شقران آب می ریختند
و فضل پیراہن را از بدن وے جدا نگاہ می داشت
تا علیؑ علیہ السلام باسانی جسد اطہر آن سرور را می شست
و عباس و قثم در گردانیدن ویرا از طرفے
بطرفے اعانت و امداد حضرت علی می نمودند سہ
نوبت بہ آب ورق کنارہ و آب خالص آنحضرت
صلعم را شستند۔ صفحہ ۵۶۴

لازم ہے کہ ہملوگون مین سے بھی ایک آدمی آپ کی خدمت
غسل مین شریک کرلیا جاوے کہ ہمکو بھی شرف حاصل ہو اور ہم
بھی خدمت رسول سے محروم نہ رہجائیں۔ اور ایک روایت مین ہے
کہ اوس بن خولی خزرجی انصاری نے چلاّ کر کہا اے علی ابن ابی
طالب۔ آپ کو مین خدا کی قسم دیتا ہون کہ مجھے اندر آنے کی اجازت
دی جائے حضرت امیرؑ نے اوسکو اندر آنے کی اجازت عنایت فرمادی
اور وہ اندر آیا لیکن اوس نے غسل مین کوئی مداخلت نہین کی
ایک روایت مین ہے کہ اوس چاہ سعد بن خیثمہ سے صرف پانی
لاتے تھے اور آپکے اہلبیت آپکو غسل دیتے تھے حضرت علیؑ
قبلہ رو آپکی میت کو غسل دیتے تھے اور عباس و قثم آپکے جسم
مطہر کو ایک طرف سے دوسری طرف بدلتے تھے۔ فضل آپکے کپڑون
کی حفاظت کرتے تھے۔ اور اسامہ و شقران پانی ڈالتے تھے حضرت
علیؑ آپکو باآہستگی اور بجمیع خاطر آپکو غسل دیتے تھے تین مرتبہ بیری
کی پتیون سے اوبٹنے ہوئے پانی سے اور اتنی ہی مرتبہ آب
خالص سے آپکو غسل دیا گیا اور اس طرح غسل کا کام انجام پایا۔

کہین حضرت ابوبکر کی شرکت یا موجودگی وقت غسل کا ذکر نہین ہے۔

مورخ ابن الوردی اپنی تاریخ مین لکھتے ہین۔

تولی غسلہ علی والعباس والفضل وقثم
ابنا العباس واسامہ بن زید وشقران مولی
النبی صلعم فکان العباس وابناءہ یقلبونہ
واسامہ وشقران یصبان الماء وعلی
یغسلہ۔

رسول اللہ صلعم کے غسل کے متولی حضرت عباس علی فضل قثم
ابنائے عباس اسامہ بن زید و شقران مولی رسول اللہ صلعم تھے
عباس اور اونکے صاحبزادے میت مبارک کو اس طرف اوس
طرف پھیرتے تھے۔ اسامہ و شقران پانی ڈالتے تھے اور حضرت
علی غسل دیتے تھے۔

اس مین بھی حضرت ابوبکر کی موجودگی کا ذکر نہین۔

تاریخ خمیس دیاربکری مین ہے۔

کان العباس والفضل یقلبونہ وکان اسامہ و شقران یصبّ الماء واعینہم معصوبۃ ۔

عباس اور فضل آپکے جسد اطہر کو ادھر اودھر پلٹتے جاتے تھے اسامہ اور شقران پانی ڈالتے تھے اور سب کی آنکھوں پر پٹیاں بندھی تھیں

اس میں بھی حضرت ابوبکر کی حاضری کا نام نہیں ۔

حضرت علیؑ کی غسل رسول کیلئے خصوصیت ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں ۔

عن علی قال اوصانی النبی صلعم ان لا یغسلہ احد غیری فانّہ لا یری عورتی احد الا طمیت عیناہ ۔

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلعم نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ میرے سوا کوئی دوسرا شخص آپکو غسل نہ دے اسلیئے کہ جو کوئی آپکی عورتین کو دیکھے گا وہ اندھا ہو جائیگا

سوائے حضرت علیؑ مرتضی کے اور سب کی آنکھوں پر پٹی بندھنے کی یہ وجہ تھی ۔

تاریخ ابن ہشام میں یہ عبارت مرقوم ہے ۔

حدثنی عبداللّٰہ بن ابوبکر وحسین بن عبداللّٰہ وغیرھما من اصحابنا ان علی بن ابی طالب والعباس بن عبدالمطلب والفضل بن العباس وقثم بن العباس و اسامہ بن زید وشقران مولی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم ھم الذی ولوا غسلہ وان اوس بن خولی احد بنی عوف بن الخزرج قال لعلی بن ابی طالب انشدک اللّٰہ یا علیؑ وحظنا من رسول اللّٰہ صلعم وکان اوس من اصحاب رسول اللّٰہ صلعم واھل بدر قال ادخل فدخل فجلس وحضر غسل رسول اللّٰہ صلعم فاسندہ علی ابن ابی طالب علی صدرہ وکان العباس والفضل وقثم یقلبونہ معہ وکان اسامہ بن زید وشقران مولاہ ھما اللّذان یصبّان الماء علیہ وعلی یغسلہ ۔

عبداللہ بن ابوبکر اور حسین بن عبداللہ وغیرہما ہمارے اصحاب رواۃ نے بیان کیا ہے کہ علی بن ابی طالب ۔ عباس بن عبدالمطلب اور فضل بن عباس اور قثم بن عباس ۔ اسامہ بن زید اور شقران آنحضرت صلعم کے غلام تھے ۔ یہ وہ بزرگوار تھے جو غسل وکفن رسول اللہ صلعم کے مہتمم خاص تھے اور اوس بن خولی نے جو بنی عوف بن خزرج کے قبیلہ انصار میں سے رسول اللہ صلعم کے صحابی اور شرکاء بدر میں تھے ۔ چلا کر کہا اے علی بن ابی طالب میں آپکو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ ہمکو بھی خدمت رسولؐ سے سرفراز فرمایئے ۔ آپنے انہیں اجازت دیدی اور وہ اندر آکر حاضر خدمت غسل ہوئے ۔ عباس ۔ فضل اور قثم آپکو غسل دینے میں اس کروٹ سے اوس کروٹ کرتے تھے ۔ حضرت علیؑ سینہ سے لگائے تھے ۔ اسامہ بن زید اور شقران آپکے غلام آپ پر پانی ڈالتے تھے ۔ اور علی بن ابی طالبؑ میت مبارک کو غسل دیتے تھے ۔ جلد سوم صہ ۶۰۳ مصر

اب شبلی صاحب اور اونکے مویدین سمجھیں کہ آپکے واقدی ایسے مجہول الحال شخص کا قول موضوع و منفرد و بلا سند علمائے محدثین و مورخین کے اقوال متواترہ ومتکاثرہ کے مقابلہ میں کیسے قابل تسلیم سمجھا جائیگا آپنے حضرت ابوبکر کی

ہوا خواہی میں یہ خبر اُڑا دی جو سراپا خلاف واقعیت اور معارض صلیت ہے پہلے آپ اُس وقت حضرت ابوبکر کی وہاں موجودگی ثابت کرلیں۔ پھر اوس بن خولی کو اجازت دینا نہ دینا بیان کرینگے۔ آپکے امام واقدی کی ایک روایت مجہول و موضوع کے مقابلہ میں حدیث و تاریخ کے اتنے اسناد قوی الاعتماد والاستنا د لکھ دیئے گئے ہیں جو پوری طور سے ثابت کر رہے ہیں کہ حضرت ابوبکر نہ اوس وقت موجود تھے۔ نہ اوس نے آپ سے اجازت مانگی اور نہ آپنے دی بلکہ اوس بزرگ محترم نے اوس بن خولی کی استدعا پر اوسے خدمت غسل میں صرف حاضر باشی کا شرف خاص عنایت فرمایا۔ جو منجانب الرسولؐ آپکے غسل و تکفین کے لیے قبل سے مامور ہو چکا تھا ھذا فضل اللہ یوتیہ من یشآء ان اللہ ذو الفضل العظیم

غسل کے بعد تکفین کی تفصیل یون فرمائی گئی ہے۔

کفن کے لیے جو کپڑا تجویز کیا گیا تھا وہ حضرت ابوبکر کے صاحبزادے عبداللہ کی یمن کی لائی ہوئی چادر تھی لیکن بعد کو اتار لی گئی۔ اور تین سوتی سفید کپڑے جو سحول کے بُنے ہوئے تھے۔ کفن میں دیئے گئے۔ ان میں قمیص اور عمامہ نہیں تھا۔ سیرۃ النبی ج ۲ صفحہ ۱۴۴

جب آپ لکھکر خود اقرار کرتے ہیں کہ عبداللہ بن ابوبکر کی لائی ہوئی چادر یا پارچہ کفن میں استعمال نہیں ہوئی بلکہ اتار لی گئی۔ تو پھر اسکے بیان و نقل کی کیا ضرورت تھی۔ وہی حضرت ابوبکر کی ہوا خواہی۔ اگرچہ بالکل واہی اور خوامخواہی سہی۔ ایک تو امام مسلم صاحب ہی کی خوش فہمی ہے جنھون نے خود اپنے سترداد انکاری واقعہ کو لکھا اوس پر آپکا طریقۂ تخریج و استنباط اور مستزاد ہے کہ آپنے ایسے ناقابل الذکر واقعہ کو سمجھکر بھی نقل کر دیا۔ لیکن آپ یا مسلم صاحب کیا کرین مطلب دونون کا ایک مدعا مساوی اور غرض مشترک۔

افسوس تو اس پر ہے کہ حضرت ابوبکر کے ساتھ تو خلوص عقیدت کی یہ پرجوشی تھی لیکن جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و منزلت کی طرف سے بالکل بیخبری اور گران گوشی۔ اتنا بھی خیال نہ آیا کہ آخر وہ عبداللہ کی چادر کیون اتار لی گئی۔ اسلیے کہ عموماً تمام مستطیع مسلمان مردون کے لیے مکان غسل۔ آب غسالہ۔ ملبوس کفن اور مقام قبر اوسکی ملکیت خاص ہونا چاہیئے۔ ان میں سے کسی شے کے لیے اوسکو دوسرون کا زیر بار احسان نہیں ہونا چاہیئے جب عام مردون کے لیے خدا و رسولؐ نے شرائط قائم فرما دیئے ہیں تو پھر رسول اللہ کی میت کیونکر بار غیر کے احسان کی زیر بار کی جاتی اسلیے حضرات اہلبیت اور بزرگان بنی ہاشم نے ایک منٹ کے لیے بھی اسے گوارا نہ کیا اور عبداللہ کی دی ہوئی چادر فوراً اتار لی۔

اگر شبلی صاحب اس واقعہ کے ساتھ یہ توجیہ بھی قلمبند فرما دیتے تو اصل حقیقت بھی معلوم ہو جاتی اور بنی ہاشم کی غیرت و حمیت۔ مگر آپ کیسے لکھتے۔ یہ تو اوصاف بنی ہاشم کی تفصیل ہو جاتی جو ہمیشہ سے ناگوار طبع لطیف ہے جتنی تاریخ و حدیث کی کتابیں میرے پیش نظر ہیں۔ اُن میں عبداللہ کی چادر کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ اسلیے کہ جب وہ پارچہ کفن

سے خارج کر دی گئی تو پھر اوسکے نقل کی ضرورت ہی کیا تھی یہ سمجھکر کسی نے بھی اوسے نہ لکھا۔ ابن ہشام تکفین کے متعلق صرف اتنی عبارت لکھ کر تمام کر دیتے ہین۔

قال ابن اسحق فلمّا فرغ من غسل رسول اللہ صلعم کفن فی ثلاثۃ اثواب ثوبین صحاریین وبردۃ حبرۃ۔

جب آنحضرت صلعم کے غسل سے فراغت ہو گئی۔ تو تین پارچون مین آپ کو کفن دیا گیا۔ جس مین دو موٹے کپڑے تھے اور ایک حبرہ کی چادر تھی۔

روضۃ الاحباب مین یہ تصریح ہے۔

آنگاہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را در سہ جامہ سفید سحولی کہ در ہیچ کدام از آنہا قمیص و عمامہ نبود۔ کفن کردند۔

پھر سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین پارچہائے سحولی جن مین عمامہ اور قمیص نہ تھی۔ کفن پہنایا۔

کوئی شخص عبد اللہ کی چادر کا حال نہین لکھتا۔ مگر شبلی صاحب لکھتے ہین۔ اور پھر لکھنے کے بعد یہ بھی لکھتے ہین کہ وہ چادر اوتار لی گئی۔ پھر لکھنے سے فائدہ؟ اس راز کو صرف شبلی صاحب بتلا ئینگے؟

اسکے آگے صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہین۔

ودر روایتے آنکہ کفن وے دو جامہ سفید و یک بُرد یمانی بود و مشک و حنوط بر کفن و سجدہ گاہ وے پاشیدند وچون ازین امور فارغ گشتند وے را بر سریر خوابانیدند چنانکہ وصیت فرمودہ بود۔ صـــــ ۵۶۴

اور ایک روایت مین منقول ہے کہ دو جامہ سفید اور ایک برد یمانی کا آپکو کفن دیا گیا اور مشک و حنوط کفن مبارک اور سجدہ کی جگہون پر مل دیا گیا۔ جب ان امور سے فراغت ہو گئی تو آپ کے جنازے کو چارپائی پر آپکی وصیت کے مطابق رکھدیا۔

تدفین رسول صلعم | تدفین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق شبلی صاحب تحریر فرماتے ہین۔

مدینہ مین دو صاحب قبر کھودنے مین ماہر تھے حضرت ابو عبیدہ جراح اور ابو طلحہ انصاری۔ حضرت ابو عبیدہ اہل مکہ کے دستور کے مطابق بغلی قبر کھودتے تھے۔ اور ابو طلحہ مدینہ کے رواج کے مطابق لحدی۔ لوگون مین اختلاف پیش آیا کہ کس قسم کی قبر کھودی جائے حضرت عمر نے کہا اختلاف مناسب نہین۔ دونو آدمیون کو بلا بھیجنا چاہیئے۔ جو پہلے آجائے۔ لوگون نے اس رائے کو پسند کیا چنانچہ حضرت عباس نے دونو صاحبون کے پاس آدمی بھیجے۔ اتفاق یہ کہ ابو عبیدہ گھر موجود نہ تھے ابو طلحہ آئے اور انہی نے مدینہ کی رواج کے مطابق قبر کھودی جو لحدی تھی یعنی بغلی نہین تھی۔ زمین چونکہ نم تھی اسلئے جس بستر پر آپنے وفات پائی تھی وہ قبر مین بچھا دیا گیا "

شبلی صاحب کی موقع شناسی کبھی چوکنے والی نہین۔ وفات کے حالات مین آپ کن کن قلمکاریون سے شیخین کی متفقہ اور مسلمہ غیر حاضری اور عدم موجودگی کے خلاف ہر واقعہ مین خواہمخواہ انہیں تان کر اونکی مشارکت اور مداخلت تو کہان۔ کم سے کم

حاضری اور موجودگی ثابت کرنا چاہتے ہین۔ ہم ان حالات کے آغاز ہی مین لکھ آئے ہین اور اقوال متواترہ سے ثابت کر آئے ہین کہ حضرات شیخین غسل و کفن و دفن رسول اللہؐ مین شریک نہیں تھے پھر ان مین سے کسی صاحب کی اسکی طرف نسبت یا اشارت کرنا کسقدر خلاف واقعیت اور معارض حقیقت ہے۔ مگر نہین شبلی صاحب کے اکثر سلف صالحین نے اس داغ کے مٹانیکی کوشش کی ہے شبلی صاحب بھی انھین کی تقلید مین اپنے حسن عقیدت کا اظہار کرنا چاہتے ہین اور ابن ماجہ کے اس موضوعہ اضافہ کی اسناد سے جو محض حضرت عمر کی خیرخواہی کے لئے تیار کیا گیا ہے لکھتے ہین۔

"لوگون مین (بغلی اور لحدی کھودی جانے کے متعلق) اختلاف پیش آیا کہ کس قسم کی قبر کھودی جائے حضرت عمرؓ نے کہا اختلاف مناسب نہین۔ دونون آدمیون کے پاس آدمی بھیجا جاوے۔ جو پہلے آجاوے۔"

جب یہ مسلم ہوچکا ہے کہ حضرات شیخین وفات رسولؐ کے بعد تجہیز و تکفین وغیرہ کا اہتمام حضرات اہلبیت اور بزرگان بنی ہاشم سے متعلق کرکے خود مہاجر و انصار کے ہمراہ سقیفہ بنی ساعدہ کی طرف نظم خلافت کی غرض سے تشریف لیگئے جیساکہ محدث شیرازی خود حضرت ابوبکر کی زبانی نقل فرماتے ہین۔

ابوبکر صدیق تعزیت و تسلیۂ اہلبیت بجا آورد و گفت مہم غسل و تجہیز و تکفین آن سرور تعلق بشما دارد و خود با اکابر مہاجر و انصار بسقیفہ بنی ساعدہ رفت تا امر خلافت را قرار دہد و اہلبیتؑ کارسازی غسل می کردند۔

حضرت ابوبکر آئے اور رسم تعزیت و تسلی بجا لاکر اہلبیتؑ سے کہنے لگے کہ غسل و تجہیز و تکفین رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا انتظام آپ لوگ کرین۔ یہ فرماکر خود اکابر مہاجر و انصار کے ہمراہ سقیفہ بنی ساعدہ کی طرف روانہ ہوگئے کہ امر خلافت کو قرار دیں۔ ص ۵۶۳

حضرات اہل بیتؑ آنحضرت صلعم کے غسل و کفن مین مصروف ہوگئے حضرت ابوبکر نے غسل و تکفین وغیرہ کی خدمت اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ کیون مخصوص کردی تھی۔ اس مین بھی خاص مجبوری تھی اسلیئے کہ خود مخبر صادق علیہ السلام کی یہ حدیث انکے پیش نظر تھی۔

عن علی قال اوصانی النبی صلعم ان لا یغسلہ احد غیری فانہ لایری عورتی احد الا طمست عیناہ

حضرت علی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ میرے سوا کوئی دوسرا شخص آنحضرت صلعم کو غسل نہ دے جو آپکی عورتین کو دیکھیگا وہ اندھا ہوجائیگا

بہر حال یہ تو ثابت ہوچکا ہے کہ تجہیز و تکفین کے آغاز ہی سے حضرات شیخین تنہا بھی نہین بلکہ تمام اکابر مہاجر و انصار کو لیکر سقیفہ بنی ساعدہ کی طرف تشریف لیگئے تھے تو پھر ان امور کی انجام دہی کیوقت یہ حضرات یا ان مین سے کوئی حضرت عمر کے ایسا فرد واحد موجود کہان تھا جو ان کو مشورہ دیتا یا ہدایت کرتا کسی حدیث و تاریخ کے عنوان بیان سے یہ بھی تو ظاہر نہین ہوا کہ یہ حضرات بیکوقت دونون کام انجام دیتے تھے سقیفہ مین امور امارت و خلافت بھی سنبھالتے تھے اور وہان سے بار بار آکر جسد رسول پر پانی بھی ڈالتے تھے اور کفن بھی پہناتے تھے۔ اور اگر کوئی صاحب اپنی خدمت کے اظہار سے اس قیاس کا

اعتبار فرمائیں۔ تو مسلمۂ جمہور کے مخالف ہونے کے علاوہ خود حضرت ابوبکر صدیق کے اوس قول و حکم کے معارض ثابت ہوگا جو خاص طور پر ان امور کی نسبت حضرات اہل بیت و سائر بنی ہاشم کو دے چکے تھے۔ شبلی صاحب تو اپنے مفید مطلب ذرا سا شوشہ بھی پاکر بلا خیال پس و پیش لکھ مارتے ہیں اور ذرا بھی خیال نہیں فرماتے ع کین راہ کہ میروی بترکستان است۔

یہ تو ظاہر ہے کہ ایسے موقعوں کے لیے آپ کی سیر صحاح کے مجلدات میں۔ جو پہلی تو آپ کے عقاید کی کتابیں ہیں۔ پھر اوسکے بعد ہر قسم کے موضوعات و غیر موضوعات مرویات کے ذخیرے۔ اگر وہ قابل تسلیم ہونگی تو آپ کے نزدیک دوسرے فرقہائے اسلامی اونپر کیوں اعتبار کرنے لگے۔ آپ نے اپنے دیباچہ کتاب میں ترجیح حدیث علی التاریخ کا جو طلسم باندھا تھا اوس کا تار تار تبصرہ اسوۃ الرسول جلد اول میں جدا جدا کر دیا گیا ہے۔ وہ اسی غرض و غایت سے تو تھا ہی اب محققین، ناظرین خود تصفیہ فرمالیں کہ ان واقعات کی تفصیل و تصریح علم حدیث کا موضوع صحیح قرار پاتی ہے۔ یا علم سیر و تاریخ کا اصلی مقصود۔ اگر اونکی عقل سلیم ہے اور سیر و تاریخ کی سیر کا مذاق صحیح ہے تو وہ ان واقعات کی تفصیل و تشریح کو کبھی احادیث کا موضوع نہیں بتلا سکتے۔ بلکہ صرف سیر و تاریخ ہی کو ان کا ماخذ خاص قرار دینگے جب ان واقعات کی حقیقی ماخذ کتب تاریخ ہی قرار پائینگی تو اب یہ دیکھنا ہے کہ عرب کی سب سے قدیم کتاب تاریخ ابن ہشام کی کیا صورت حال پائی جاتی ہے۔ تاریخ ابن ہشام میں مرقوم ہے۔

حدثنی حسین بن عبد اللہ عن عکرمہ عن ابن عباس قال لما ارادوا ان یحفروا لرسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وکان ابو عبیدہ بن جراح یضرح کحفر اہل المکۃ وکان ابو طلحہ زید بن سہل ہو الذی یحفر لاہل المدینہ فکان یلحد فدعا العباس رجلین فقال لاحدہما اذہب الی ابی عبیدہ بن الجراح وللآخر اذہب الی ابو طلحہ اللہم خر لرسول اللہ صلعم فوجد صاحب ابو طلحہ فجاء بہ فلحد رسول اللہ صلعم

ص ۱۰۲ ج ۳ مطبوعہ مصر

حسین بن عبد اللہ نے عکرمہ سے عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب آنحضرت صلعم کی قبر کھودنے کا انتظام ہونے لگا تو ابو عبیدہ بن جراح اہل مکہ کے دستور کے مطابق قبر کھودتے تھے اور ابو طلحہ جن کا نام زید بن سہل تھا وہ اہل مدینہ کے رواج کے موافق قبر کھودتے تھے اور وہ لحدی ہوتی تھی حضرت عباس نے دو آدمی بلائے اور اون میں سے ایک کو ابو عبیدہ بن جراح کے پاس بھیجا اور دوسرے کو ابو طلحہ کے پاس اور فرمایا خدایا اپنے رسول صلعم کے لیے ان میں سے کسی کو بھیج دے اتفاق سے ابو طلحہ کے پاس فرستادہ آدمی ابو طلحہ کو مل گیا اور وہ اوس کے ساتھ چلے آئے اور انھیں نے آنحضرت صلعم کی قبر کھودی۔

لیجیے اس میں بھی نہ معارضہ ہے اور نہ حضرت عمر کا محاکمہ۔ نہ سوائے مخصوصین بنی ہاشم کے لوگوں کا اجماع ہے اور نہ آپس میں نزاع۔ کچھ بھی نہیں۔ یہ سب سامان تو صرف حضرت عمر کی حاضری اور موجودگی ظاہر کرنے کے لیے

مُہیا کئے گئے تھے۔ سب سے سوا اس سراپا موضوع واقعہ کی خوبی تو یہ ہے کہ ابتدائی حالات تو دونون عبارتون مین لفظاً لفظاً ایک ہی پائے جاتے ہین حضرت عمر کے ذکر سے جو اصل جوڑ لگایا گیا ہے اوس کے الفاظ صاف صاف مصنوعی ہونے کا فرق بتلا رہے ہین۔ چنانچہ شبلی صاحب بھی اپنی عبارت مین حضرت عمر کا محاکمہ لکھکر اصل و موضوع کا یون منھ ملاتے ہین کہ "چنانچہ" کے لفظ کو خطوط ہلالی (برائیکٹ) کے اندر رکھکر لکھتے ہین۔ حضرت عباس نے دونو صاحب کے پاس آدمی بھیجے حضرت عباس کون بھیجنے والے۔ خود صاحب محاکمہ نے کیون نہ بھیجے۔ کیا حضرت عباس صرف آدمیون پر حکم چلانے والے تھے۔ اونکے تنازعات کے تصفیہ فرمانے پر قادر نہین تھے۔ جو حضرت عمر کو سقیفہ سے۔ اتنی دُور سے اس معمولی بات کے تصفیہ و محاکمہ کے لیے زحمت دی گئی۔ حقیقت حال یہی ہے جو تاریخ ابن ہشام کی عبارت سے ثابت ہوئی اور اسکے قبل اور علمائے محدثین و مورخین کے اقوال سے ثابت ہوچکی کہ اس اختلاف رائے کا تصفیہ خود حضرت عباس نے اوسی صورت مین فرمالیا جس طرح تاریخ و حدیث کی متعدد کتابون سے نقل کرکے دکھلا دیا گیا ہے۔ شبلی صاحب انھین موضوعہ اضافات کو تحقیقات واقعات اور انھین جوڑ بندیون کو اپنی قلمکاری اور کمال واقعہ نگاری سمجھتے ہین جسکے نقل کرنے یا لکھنے سے کیا۔ اوسکے ذکر کرنے تک سے صاحبان تحقیق احتیاط و احتراز کرتے ہین۔

اسکے بعد شبلی صاحب لکھتے ہین۔

زمین چونکہ نم تھی۔ اسلیئے جس بستر پر آپنے وفات پائی تھی۔ وہ قبر مین بچھا دیا گیا۔

قبر مین فرش پر میت کا دفن کرنا تمام اہل اسلام کے دستور عام کے خلاف ہے۔ اور خیر القرون کے زمانہ سے لیکر اس وقت تک امت اسلامیہ کے کسی اعلیٰ یا ادنیٰ طبقہ کی میت کے ساتھ یہ طرز عمل نہ کبھی پایا گیا۔ نہ سُنا گیا۔ شبلی صاحب کو تو اسکی توجیہ و تصریح کی ضرورت نہین اور نہ آپ اوسکے ذمہ دار ہین۔ ہان اگر صحابہ کرام یا حضرات شیخین کی نسبت اس کا تعلق ہوتا تو آپ اسکی توجیہ و تصریح کا انبار لگا دیتے۔ حالانکہ اصلی ماخذون مین اسکی توجیہ بھی موجود ہے اور تصریح بھی لکھکر بتلا دیا گیا ہے کہ یہ جسد مطہر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایسی خصوصیت ہے۔ جو بعد آپکے پھر کسی مسلم میت کے ساتھ جائز نہین ہوسکتی۔ ملاحظہ ہو۔ ابن ہشام کی مفصیلہ ذیل عبارت۔

قد کان مولاہ شقران حین وضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی حفرتہ وبنی علیہ قد اخذ قطیفۃ قد کان رسول اللہ صلعم یلبسھا ویفترشھا فدفنھا

آپ کے غلام شقران نے جب جسد مطہر کو قبر کے پاس لا کر رکھا تو وہ چادر جو آپ اوڑھے ہوئے تھے اوتار کر قبر مین بچھا دی اور کہا کہ آپکے بعد کوئی دوسرا قیامت تک اسے نہین اوڑھ سکتا۔ پس وہ چادر بھی

فی القبر و قال واللہ لا یلبسہا احد بعدک ابدا فلفت مع رسول اللہ صلعم — قبر میں جسد مطہر رسول اللہ صلعم کے ساتھ مدفون کردی گئی۔ صفحہ ۱۰۶ ۔ جلد سوم مصر

اصل ماخذ کی عبارت میں تو نمی ۔ رطوبت یا کسی خارجی وجہ وضرورت کا نام تک نہیں ۔ پھر آپکا یہ قیاس نہیں تو کیا اگر آپکے قیاس کے موافق ۔ زمین قبر کے نم ہونیکی وجہ سے قبر مطہر میں فرش کر دیا گیا تھا تو اسوقت بھی قبروں میں نمی کیا اکثر پانی نکل آتا ہے ۔ مگر فرش تو نہیں کیا جاتا اور مردہ فرش پر تو نہیں لٹایا جاتا ۔ اس بنا پر آپکا یہ قیاس بالکل غلط ہے حقیقت اور واقعیت وہی ہے جو ابن ہشام نے لکھی ہے ۔ یہ صرف جسد مطہر کی خصوصیت اور ردائے مبارک کے استحفاظ عظمت کی ضرورت تھی ۔ اور کچھ نہیں ۔ چنانچہ محدث شیرازی نے روضۃ الاحباب میں اسکو لکھ کر بتلادیا ہے ۔

علماء گفتہ اند کہ این از جملہ خصوصیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم است صفحہ ۵۱۵ — علماء نے بتلایا ہے کہ یہ امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات سے ہے ۔

رسول کی نماز جنازہ

اسکے بعد نماز جنازہ کے متعلق لکھا جاتا ہے ۔

جنازہ تیار ہوگیا ۔ تو لوگ نماز کو ٹوٹے جنازہ حجرے کے اندر رکھا ۔ باری باری سے لوگ تھوڑے تھوڑے کر کے جاتے تھے پہلے مردوں نے پھر عورتوں نے ۔ پھر بچوں نے نماز پڑھی لیکن کوئی امام نہیں تھا "

کب جنازہ تیار ہوا کسوقت لوگ نماز جنازہ کے لیے ٹوٹے ۔ کون کون آیا کب اور کس وقت آیا ۔ کوئی تصریح نہیں ۔ کوئی تفصیل نہیں ۔ اور تو اور ۔ ذرا خاص طور پر اپنے حضرات شیخین اور اصحاب عشرہ مبشرہ کی نسبت جو امارت اور انعقاد خلافت کے ارباب حل وعقد تھے ۔ دفن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شرکت آپ ثابت کریں اور بحث امامت میں اپنی مستند کتاب عقائد نسفی کی یہ عبارت دیکھ لیں ۔ تو آگے بڑھیں ۔

ولان الامۃ قد جعلوا اہم المہمات بعد وفات النبی صلعم نصب الامام حتی قدموہ علی الدفن — مقتدایان دین نے بعد وفات رسول اللہ صلعم نصب امام کو اہم ترین مسائل تجویز کیا یہاں تک کہ اوسکو دفن رسولؐ پر مقدم فرمایا ۔

اور صواعق محرقہ ابن حجر کی عبارت ۔

بل جعلوا اہم الواجبات حیث اشتغلوا بہ عن دفن رسول اللہ ص ۔ — نصب امام کو صحابہ کرام نے واجبات سے بھی زیادہ اہم قرار دیا اسی لیے دفن رسولؐ کو چھوڑ کر اوس میں مشغول ہوئے ۔

اور شرح مواقف کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائی جائے ۔

وترکوا لہ اہم الاشیاء وہو دفن رسول اللہ ص ۔ — نصب امام کیلئے اونھوں نے سب ضروری اشیا کو چھوڑ دیا اور وہ دفن رسول صلعم تھا ۔

اب شبلی صاحب ورا ونکے مؤیدین یا شائقین محققین اور ناظرین کتاب خود نصفیہ فرمالین کہ مرقومۂ بالا عبارات سے جو اونکے محدثین معتبرین اور علمائے متجرین کے اقوال استدلالیہ اور ارشاد احتجاجیہ سے ماخوذ و مستنبط ہین۔ دفن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مین اونکی حاضری۔ موجودگی اور شارکت تو ثابت ہوتی ہی ہین۔ جنازہ مطہر پر بقصد نماز اونکا ٹوٹنا آپ کیسے ثابت کرسکین گے۔ اگر ثابت کرینگے تو اسی طرح کہ پہلے ان کتابون کو پانی مین دھوکر۔ اتباع عقاید اور تبعیت اسلاف سے ہمیشہ کے لیے ہاتھ دھولینا ہوگا۔ والا فلا۔

ہان۔ ہم بھی ایک حد تک شبلی صاحب کے اس لکھنے کو صحیح مانتے ہین کہ لوگ طیاری جنازہ کے بعد نماز کے لئے ٹوٹے جن مین بوڑھے۔ جوان۔ بچے اور عورتین تھین۔ جیسا کہ آپ تحریر فرماتے ہین۔ مگر وہ کون لوگ تھے۔ غربا اور ساکین مدینہ اور قرب وجوار کی مسلم قومین جو وفات رسول صلعم کی خبر سنکر حاضر ہوئین تھین۔ وہی باری باری سے آکر جنازۂ رسول صلعم پر نماز پڑھنے کی سعادت سے بہرہ اندوز ہوئین۔

امامت نماز کا مسئلہ بھی خواہ مخواہ حضرت ابوبکر کا فیصلہ بتلایا جاتا ہے۔ محدث شیرازی کی عبارت سے یہ بھی حضرت علی کا خاص حکم وہدایت معلوم ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو روضۃ الاحباب کی مفصلۂ ذیل عبارت۔

ترتیبے کہ در خبر ابن مسعود رضی اللہ عنہ مقرر فرمود بود فوج فوج در آمدند وہر یک نماز علیحدہ گذاردند وعلیؑ گفت ہیچکس امامت نکند براو کہ وے امام شماست ہم در حیات وہم در ممات	اور مرویات مین جو ترتیب ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ لوگ فوج فوج آتے گئے اور علیحدہ علیحدہ نماز پڑھتے گئے حضرت علیؑ نے فرمایا کوئی شخص امامت نکرے اس لیے کہ پیغمبر بحالت حیات وممات دونون مین تمھارا امام ہے۔

سب سے پہلے حضرت علیؑ نے نماز پڑھی۔

روضۃ الاحباب مین ہے کہ سب سے پہلے حضرت علی نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جنازہ کی نماز پڑھی۔ مفصلۂ ذیل عبارت ملاحظہ ہو۔

علی مرتضی کرم اللہ وجہہ بر طرف سر جنازہ ایستاد وگفت اے پیغمبر گرامی ودین پرور نامی۔ سلام ورحمت وبرکات حق تعالی بر تو باد۔ بارخدایا ما گواہی میدہیم کہ وے رسانید انچہ بروے نازل شدہ وشرط نصیحت وموعظت بجا آوردہ ودر راہ خدا جہاد کردہ تا عزیز گردانید حق تعالی دین خود را بارخدایا مارا از آن جملہ گردان کہ پیروآن باشیم	حضرت علی مرتضی جنازہ مطہر کے سر مبارک کے قریب کھڑے ہوے اور فرمایا۔ یا رسول گرامی منزلت۔ ونامی مرتبت خدا سے بزرگ وبرتر کا سلام اوسکی رحمت اور اوسکی برکت آپ پر نازل ہو۔ بارالٰہا ہم گواہی دیتا ہون کہ آپنے امور رسالت جو آپ پر نازل ہوے تھے ہمکو باحسن اوجوہ پہونچادیے اور جو شرائط نصیحت وموعظت رسالت تھے اونکو بورے طور پر بجالائے اور خدا کی راہ مین جہاد کیے یہان تک کہ خدائے سبحانہ تعالی نے اپنے دین کو عزیز اور غالب بنایا پروردگارا ہم سب کو اُن امور کا پیرو ٹھرا جو تونے اونپر

کہ بروے نازل شدہ و میان ما و ور روز قیامت جمع کن مردم آمین گفتند صـ۵۰۵ نازل فرمایا ہے اور ہم مین اور اون مین بروز قیامت یکجائی اور اتحاد عطا فرما۔ سب لوگون نے آمین کہی۔

اس کے بعد جیسا کہ مرویات مرقومہ بالا مین تصریح ہے۔ لوگ آتے گئے۔ نماز پڑھتے گئے۔ اور واپس جاتے گئے غرض جو آے۔ وہ آے جو نہ آے وہ نہ آے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدفون ہو گئے۔ دفن کے بعد آنے والون نے قبر مبارک پر نماز پڑھ دی۔

لاش مطہر کو لیکر قبر منور مین اوترنے والے حضرات

شبلی صاحب دفن کی یہ کیفیت لکھتے ہین۔

جسم مبارک کو حضرت علی فضل بن عباس۔ اسامہ بن زید اور حضرت عبد الرحمن ابن عوف نے قبر مین اوتارا۔

پھر اس عبارت پر نمبر ۲ دیکر لکھا جاتا ہے۔ ابو داود کتاب الجنائز۔ ابن ماجہ اور ابن سعد مین اسامہ بن زید اور عبد الرحمن بن عوف کے بجاے قثم بن عباس اور شقران (غلام خاص) کے نام ہین۔ ارباب نظر جانتے ہین کہ اندونون روایتون مین کس کو ترجیح ہے۔

اس عبارت حاشیہ لکھنے پر بھی شبلی صاحب نے اپنے بیان کو مبہم ہی رکھا۔ اور کھُل کر یہ نہ لکھا کہ آخر دونون روایات مین صحیح اور قابل ترجیح کون ہے۔ جب تصفیہ منظور ہی نہین تھا۔ تو نظریہ احاشیہ چڑھانے کی ضرورت کیا تھی اور جب ناظرین ہی کے تصفیہ پر چھوڑ دینا تھا تو اصل عبارت کتاب ہی۔ ابن ماجہ اور ابن سعد والی روایتون کو بھی لکھدیا ہوتا۔ کھُل کر لکھتے تو آپ مین جرأت کہان۔ مگر ہان حاشیہ کی عبارت سے آپ کی چھپے ڈھنکے مراد یہ ہے کہ ابو داود والی روایت جس مین حضرت سعد بن ابی وقاص کی شرکت دفن ثابت ہوتی ہے۔ قابل ترجیح ہے۔ اسلیے کہ حضرت سعد سقیفہ کے رکن ممتاز تھے اور اصحاب حل و عقد مین سب سے پیش پیش۔ پھر وہ کیسے پیچھے رہجا ئین گے حالانکہ یہ دلیل خلاف واقع ہونیکے علاوہ شبلی صاحب کے اصول مقرر کردہ کے مخالف بھی ثابت ہوتی ہے اسلیے کہ کتب صحاح مین جو پایہ سنن ابو داود کا ہے وہی سنن ابی ماجہ۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ابن ماجہ پر مرویات ابی داود کو ترجیح دی جاے گی۔ اس کے علاوہ۔ ابو داؤد منفرد ہین۔ اونکی تائید مین آپ کسی دوسرے کا قول لکھتے نہین۔ ابن ماجہ کی تائید مین آپ ابن سعد کا قول مؤید خود لکھ رہے ہین۔ جب دونون روایتون مین یہ فرق مابہ الامتیاز معلوم ہوتا ہے تو ہم بھی شبلی صاحب کے الفاظ مین لکھنے کے مجاز ہین کہ ارباب نظر جانتے ہین کہ اندونون واقعون مین صحیح اور قابل ترجیح کون ہے۔ لیکن ہمارے اس لکھدینے سے بھی وہی شبلی صاحب کی طرح ابہام رہجاتا ہے اور فیصلہ نہین ہوتا۔ اس لیے ابو داؤد۔ ابن ماجہ اور ابن سعد سے قدیم تر ماخذ کی طرف رجوع کیا جاے اور دیکھا جاے

اس مین کیا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ ابن ہشام سے زیادہ قدیم ماخذ تاریخی مسلمانون کے پاس نہین ہے۔ اوس مین دفن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نسبت صاف صاف تحریر ہے۔

قال ابن اسحق وکان الذین نزلوا فی قبر رسول اللہ	ابن اسحاق کہتے ہین۔ وہ لوگ جو جناب رسولخدا
صلے اللہ علیہ و اٰلہ وسلم علی بن ابی طالب و	صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی قبر مین اوترے وہ علی ابن
الفضل بن عباس وقثم بن عباس وشقران	ابی طالب فضل بن عباس۔ قثم بن عباس اور شقران
مولی رسول اللہ صلعم۔	آنحضرت صلعم کے غلام تھے۔

شبلی صاحب کی غرض خاص تو بنی ہاشم اور اہلبیت کے خصائص کا استخفاف ہے جو آپ کی تمام تالیف کا موضوع خاص ہے اس لیے آپ ایسے موقعون پر اپنے ان ذخائر موضوعات سے کام لیتے ہین۔ جو محدثین کے صرف جوش عقیدت گی اور خود غرضی کے اضافات ہین اور کچھ بھی نہین۔ نہ واقعیت سے ان مرویات کو کوئی واسطہ ہے اور نہ اصلیت سے کوئی سروکار۔ ہم تجہیز و تکفین کے وقت ہی سے لیکر اسوقت تک برابر اور مسلسل طور پر اقوال متواتر سے لکھتے اور ثابت کرتے آئے ہین کہ حضرت ابوبکر کے حکم کے موافق گویا۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ان تمام آخری خدمات کو انجام دینے والے اور شروع سے آخر تک تمام کرنے والے حضرات بنی ہاشم اور بزرگان اہلبیت علیہم السلام تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے یہ خدمات جو انجام دینے والے اور شروع سے آخر تک تمام کرنے والے حضرات بنی ہاشم اور بزرگان اہلبیت علیہم السلام تھے۔ من اولہا الی آخرہا بلا مشارکت احدے و مداخلت غیرے انھین افراد مبارکہ نے انجام دیئے۔ پھر ان اخبار متواترہ اور مختار متکاثرہ کے مقابلہ مین کسی شخص خاص کی مداخلت و مشارکت کا اظہار اور پھر اوس اظہار پر اصرار تو بدیہیات سے انکار ہے اور بالکل خلاف اصول روایت و درایت ہے فافہم فتدبر

حقیقت دفن وہی ہے جسے خود شبلی صاحب گویا حاشیہ مین لکھ بھی چکے ہین کہ علی ابن ابیطالب فضل ابن عباس قثم ابن عباس اور شقران نے قبر مین اوتارا۔ اور یہی حقیقت حال تمام قدیم ماخذون کا مختار ہے۔ انچہ دغرضی نفسانیت اور تقلید اسلاف جتنے چاہے حاشیہ چڑھالے اور جیسے چاہے اضافات بڑھالے۔ وہ سب مشتے بعد از جنگ کا فایدہ دین گے۔

اسی کے ساتھ یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ یہ جذبات بھی حضرت علی مرتضی کے محض خلوص و عقیدت کی بنا پر مبنی نہین تھے بلکہ آپ ان تمام خدمات کی انجام دہی اور بجا آوری پر منجانب رسولؐ اونکی وصیت کے موافق پہلے سے مامور ہو چکے تھے۔ اور غالباً یہ وہی رازداری کے امور خاص تھے۔ جو قریب وفات آنحضرت صلعم نے باصرار تمام

حضرت علی کو بلوا کر اور اپنی ردائے خاص مین لیکر۔ اون سے ارشاد فرمائے تھے ۔جیسا کہ حالات وفات مین پوری تفصیل سے بیان ہوچکا ہے اور ضرورتاً پھر ایک سند نقل کردیجاتی ہے۔ علامہ دیلمی لکھتے ہین ۔

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللّٰہ صلعم یا علی انت تغسل جثتی و تؤدی دینی و تواری نی حفرتی و تفی بذ متی و انت صاحب لوائی فی الدنیا و الاخرۃ۔

ابو سعید خدری رضؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم فرماتے تھے یا علی تم مجھے غسل دوگے ۔میرے قرض کو ادا کروگے اور جو کچھ میرے ذمے ہے اوسے ادا کروگے ۔مجھے میری قبر مین اوتاروگے اور دنیا و آخرت مین میرے علمبردار ہوگے ۔

بہرحال۔ ان تمام تفصیلات و توجیہات کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد تمام آخر خدمات حضرت علی مرتضی نے بالنفس النفیس بہمراہی بزرگان بنی ہاشم اس احتیاط و اہتمام خاص سے انجام دین کہ اونکی لطافت ۔پاکیزگی اور نظافت کو کوئی غیر بنی ہاشم ہاتھ نہ لگا سکا اور یہ خدمات حقیقت مین ۔ اون یقینیات کے موافق اور بدیہیات کے مطابق تھے حضرت علی مرتضی نے ۔رفاقت و حمایت اور نصرت و خدمت رسالت کے اون وعدون کی طرح جو آپ نے سولہ برس کے سن مین ۔ دعوت قریش کی معرکۃ الارا مجلس مین فرمایا تھا۔ آغاز نبوت سے لیکر انتہائے خدمت رسالت تک تمام فرما دیا وان ھذا فضل اللہ یوتیہ من یشاء انہ ذو الفضل العظیم۔

دفن سے فراغت ہوچکی تو محدث شیرازی لکھتے ہین۔

آنگاہ خاک بر قبر آن سرور ریختند و صورت قبر او را مسطح و بروایتے مسنم برآوردند و بمقدار یک شبر از زمین بلند گردانیدند و آب بران پاشیدند۔ (روضۃ الاحباب ص۶۱۵)

اسکے بعد آپ کی قبر مطہر پر مٹی ڈالدی۔ اور صورت قبر کو مسطح اور ایک روایت کے موافق ماہی پشت بنایا اور زمین سے ایک بالشت اونچا کیا اور اوسپر پانی چھڑک دیا۔

اس کے آگے لکھتے ہین ۔

چون از دفن فارغ گشتند اول بدر خانہ فاطمہ زہرا علیہا السلام آمدند و تعزیت و تسلیتہ وے بتقدیم رسانیدند پرسید کہ پیغمبر خود را دفن کردید گفتند آرے ۔ فرمود شمارا چون از دل برآمدہ کہ خاک بر آن سرور پاشید آخر او نبی الرحمۃ نبود جواب دادند یا بنت رسول اللہ

جب دفن سے فراغت ہوگئی۔ تو سب سے پہلے لوگ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے دروازے پر ماتم پرسی اور تسلی کے لیے آئے تو جناب سیدہ نے لوگون سے پوچھا کہ اپنے پیغمبر کو دفن کر آئے۔ سب نے عرض کی۔ ہان۔ فرمایا تم سے یہ کیسے ہوا کہ تم نے جسد مطہر پر مٹی ڈالی کیا وہ نبی رحمت نہین تھے یہ عرض کی کہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاطر ما بجہت این معنی خود اندوہناک بود وسے

یہ امر خود ہم پر نہایت شاق تھا ہم اوس پیکر کو کیسے خاک کے اندر دیکھ سکتے تھے جس نے زمین سے اوٹھا کر ہمکو اونچا کیا تھا۔

در خاک فتادہ چون توانم دیدن
آنکس کہ مرا ز خاک برداشتہ بود

لیکن از حکم ربانی چارۂ نیست۔

لیکن حکم ربانی سے کوئی چارہ نہین ہے۔

مرثیہ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا

اس کے بعد جناب سیدہ نے یہ اشعار پڑھے۔ جو اسلام کی تمام تاریخ وحدیث کی کتابون مین مرقوم ہین۔

ماذا علی شمّ تربة احمد	جس نے خاک پاک مرقد احمدی کو ایک بار سونگھ لیا ؟
ان لا یشم مدی الزمان غوالیا	پھر مدت تک کسی خوشبو سونگھنے کی ضرورت نہین ہے کھا
صُبّت علی مصائب لو انها	ہم پر ایسی مصیبتین پڑی ہین کہ اگر وہ دن پر پڑی
صبت علی الایام صرن لیالیا	ہوتین۔ تو دن رات ہوگیا ہوتا۔

تمت بالخیر والعافیة

اولاد امجاد آنحضرت صلعم

جناب سیدہ نساء العالمین حضرت فاطمۃ الزہراؑ

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نو بی بیون مین سوائے جناب صدیقہ کبریٰ حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کے اور کسی سے آپ کی اولاد نہین ہوئی۔ مرویات اہل بیتؑ کے اعتبار سے صلب رسالت سے جناب خدیجہؑ کی صرف تین اولادین ہوئین۔ دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی دونون صاحبزادے۔ **قاسم** اور **طاہر** صغر سنی ہی مین انتقال فرما گئے۔ صرف حضرت **فاطمۃ الزہراؑ** جو اصغر اولاد تھین باقی رہین۔

ماریہ قبطیہ کے بطن سے ۸ھ ہجری مین حضرت **ابراہیم** پیدا ہوئے تھے۔ لیکن چھ مہینون کے بعد وہ بھی انتقال فرما گئے۔

علمائے اہلسنت کے اعتبار سے۔ آنحضرت صلعم کے۔ دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیان پیدا ہوئین دونو صاحبزادے تو بچپن ہی مین انتقال کر گئے اور چار صاحبزادیان حضرت **فاطمۃ الزہراؑ** (۲) حضرت **زینب** (۳) حضرت **رقیہ** (۴) حضرت **ام کلثوم**۔ (سیرۃ النبی جلد ۲)

شبلی صاحب نے صاحبزادیون کی یہ ترتیب باعتبار عظمت و اعزاز کے فرمائی ہے۔ اس لیے اصغر اولاد جناب سیدہ کو سب سے اول لکھا ہے۔ ورنہ آپ کا نام نامی تو سب سے آخر مین ہونا چاہیے۔ شبلی صاحب سے اتنا ہی حفظ مراتب غنیمت ہے۔ ؟

ازواج مطہرات

جناب صدیقہ کبریٰ حضرت خدیجہؑ

ازواج مطہرات مین سابقیت اور اولیت کا شرف آپ ہی کی خوش قسمتی کا سہرا تھا اور پھر اس استقرار و استمرار کے ساتھ کہ آپ کی حیات تک مشکوئے رسالت مین کوئی دوسری معظمہ اور محترمہ آپ کی پہلو نشینی کا شرف نہ پا سکین۔

آپ کے والد کا نام خویلد۔ اور والدہ کا نام فاطمہ بنت زایدہ تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب چوتھی پشت مین قصی بن کلاب پر پہونچکر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ مشکوئے رسالت مین حضرت خدیجہ کے آنے اور زوجیت رسولؐ کے شرف و اعزاز پانے کے مفصل حالات جلد دوم مین بیان ہو چکے ہین اعادہ کی ضرورت نہین۔

جناب خدیجہ کی ایک بہن تھین - ہالہ - دونون بہنون مین بڑی محبت تھی - دونون بہنین قد و قامت شکل و صورت اور آواز و انداز مین قریب قریب مساوی تھین - حضرت خدیجہ کے بعد ہالہ مدّت تک زندہ رہین بہن کے انتقال کے بعد مدینہ مین ایکبار ہالہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت مین ملنے آئین - آستانہ مبارک پر پہونچکر دستور آداب کے موافق اجازت چاہی - آواز کی مشابہت کی وجہ سے آواز سنتے ہی جناب رسولخدا فوراً جھجھک اٹھے حضرت عائشہ موجود تھین - اون سے فرمایا - ہالہ آئین ہین - دروازے کھول دو - مجھے انکے پکارنے پر خدیجہ بیساختہ یاد آگئین دونون بہنون کی آواز قدرتی طور پر کسقدر یکسان ہین - شبلی صاحب لکھتے ہین -

حضرت عائشہ کو رشک ہوا - بولین کہ آپ ایک بڑھیا کی کیا ہمیشہ یاد کیا کرتے ہین - جو مرچکین اور خدا نے اون سے اچھی بیویان آپ کو دین - صحیح بخاری مین یہ روایت یہین تک ہے - لیکن استیعاب مین ہے کہ اسکے جواب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا - ہرگز نہین - جب لوگون نے میری تکذیب کی تو اونھون (خدیجہؑ) نے تصدیق کی جب لوگ کافر تھے تو وہ اسلام لائین - جب میرا کوئی معین نہین تھا تو اونھون نے میری مدد کی - (سیرۃ جلد ۲)

شبلی صاحب نے آداب عقیدتمندی کے لحاظ سے حضرت عائشہ کے الفاظ تعریض کو بہت نرم کرکے لکھا ہے - حدیث و تاریخ کے ماخذ مین انکے اصلی الفاظ یہ مرقوم ہین -

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت ما غرت علی خدیجۃ ولقد ھلکت قبل ان یتزوجنی رسول اللہ صلعم فقلت لہ صلعم یوما قد مدح خدیجۃ ما تذکر عجوزا حمراء الشدقین قد بدلک اللہ خیرا منھا فغضب رسول اللہ صلعم وقال ما ابدلنی اللہ خیرا منھا امنت بی حین کذبنی الناس ورزقت منھا الولد -	حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ مین نے کبھی کسی پر ایسا رشک نہین کیا - جیسا خدیجہ پر کیا باوجودیکہ جب میری تزویج رسول اللہ صلعم سے ہوئی اوس سے پہلے ہی حضرت خدیجہ کا انتقال ہوچکا تھا چنانچہ ایک روز جناب رسالتمآب صلعم حضرت خدیجہ کی تعریف کررہے تھے مین نے کہا کیا آپ ایک پوپلی بڑھیا کا ذکر کررہے ہین حالانکہ اللہ نے اون سے بہتر بی بیان آپ کو دین ہین - آنحضرت صلعم نے غضبناک ہوکر ارشاد فرمایا کہ قسم خدا کی - خدیجہ سے بہتر بی بی مجھے ہرگز نہین ملی - وہ مجھپر اوس وقت ایمان لائین - جب لوگ میری تکذیب کرتے تھے - اور خدا تعالی نے اونھین سے مجھے اولاد عطا فرمائی

حضرت عائشہ کی یہ تعریض گو وہ کسی خاص وجہ پر مبنی ہو - خلاف آداب و اخلاق تھی - اسی وجہ سے جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رنجیدگی اور آزردگی خاطر کا باعث ہوئی -

محمد صادق علیہ و آلہ السلام کی زبان صداقت ترجمان سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جناب خدیجہ کبریٰؑ ازواج مطہرات کے طبقہ میں۔ باعتبار مراتب و مدارج۔ اخلاق و آداب کے سب سے۔ اول۔ افضل اور اعلیٰ ترین محترمہ تھیں سلام اللہ علیہا
بنوت کے دسویں برس۔ رمضان کے مہینہ میں پینسٹھ برس کی عمر میں حضرت خدیجہؑ نے مکہ معظمہ میں انتقال فرمایا اور مقام حجون میں مدفون ہوئیں۔ جناب رسالتمآب صلعم اونکی لاش مبارک لے کر خود قبر میں اوترے۔ اونکے لیئے دعائے خیر کی اور مدفون فرما دیا۔

حضرت سودہ بنت زمعہ

جناب خدیجہؑ کے بعد یہی بی بی اپنی خوش نصیبی سے پہلے رسول اللہؐ کے شرف زوجیت پر فائز ہوئیں۔ یہ پہلے سکران بن عمر کے نکاح میں تھیں۔ یہ دونوں میاں بی بی سابق الاسلام تھے۔ دوسرے بار جو مسلمانوں کی جماعت حبشہ میں ہجرت کر کے گئی تھی اوس میں یہ دونوں بزرگوار داخل تھے۔ حبشہ سے مکہ میں واپس آ کر سکران نے انتقال کیا۔ حضرت سودہ کا سکران سے ایک لڑکا عبدالرحمن تھا۔ جو جنگ جلولاء میں (حدود فارس) بزمانہ خلافت ثانیہ مارا گیا۔
سکران کے انتقال کے بعد خولہ بنت حکیم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو حضرت سودہ کے ساتھ تزویج کا پیام دیا۔ شبلی صاحب لکھتے ہیں۔
آپ کا ایما پا کر خولہ حضرت سودہ کے والد کے پاس گئیں اور جاہلیت کے طریقہ پر سلام کیا انعم صباحاً [لہ]
پھر نکاح کا پیام دیا۔ اونھوں نے جواب دیا۔ ہاں۔ محمدؐ کفو شریف ہیں۔ لیکن سودہ سے بھی تو دریافت کرو غرض سب مراتب طے ہو گئے۔ تو آنحضرت صلعم خود تشریف لے گئے۔ سودہ کے والد نے نکاح پڑھا۔ چار سو درم مہر قرار پایا۔
نکاح کے بعد عبداللہ بن زمعہ (حضرت سودہ کے بھائی) جو اوس وقت کافر تھے۔ آئے اور اون کو یہ معلوم ہوا تو سر پر خاک ڈالی کہ کیا غضب ہو گیا۔ چنانچہ اسلام لانے کے بعد اپنی اس حماقت شعاری پر ہمیشہ اون کو افسوس آتا تھا۔

لہ شبلی صاحب کے اس واقعہ سے گڈ مارننگ (good morning) کی قدامت استعمال اور عرب میں اسکا قدیم رواج معلوم ہو گیا۔ انگریزی تہذیب تمدن کے شیدائی آپ کے اس انکشاف کی بڑی قدر کرینگے لیکن افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ شبلی صاحب نے اوس ترمیم کو نہ لکھا جو اسلام نے اپنے اصول شریعت کے موافق اس میں قائم کر دی تھی۔ آپ تو ماشاءاللہ مصر و روم اکثر بلاد اسلامی کی سیر کر چکے ہیں کیا آپنے وہاں کے مسلمانوں کی زبان سے صبحکم اللہ بالخیر نہیں سُنا؟ المؤلف عفی عنہ

حضرت سودہ بلند بالا اور فربہ اندام تھین۔ اس وجہ سے تیزی کے ساتھ چل پھر نہین سکتی تھین حجۃ الوداع مین جب مزدلفہ سے روانہ ہونے لگے تو اُنھون نے آنحضرت صلعم سے اس بنا پر سب سے پہلے چلنے کی اجازت مانگی کہ ان کو بھیڑ بھاڑ مین چلنے سے تکلیف ہوگی۔

آیت حجاب سے پہلے عرب کے قدیم طرز پر ازواج مطہرات قضاے حاجت کے لیے صحرا کو جایا کرتی تھین حضرت عمر کو یہ ناگوار ہوتا تھا۔ اس بنا پر آنحضرت صلعم کی خدمت مین پردے کی تحریک کرتے رہتے تھے۔ لیکن ابھی انکی استدعا قبول نہین ہوئی تھی کہ حضرت سودہ رات کے وقت قضاے حاجت کے لیے نکلین چونکہ انکا قد نمایان تھا حضرت عمر نے کہا سودہ۔ تمکو ہم نے پہچان لیا۔ اسی واقعہ کے بعد آیت حجاب نازل ہوئی۔ (سیرۃ النبی جلد ۲)

شبلی صاحب حضرت عمر کی طرف سے چاہین جتنی قبل از وقت تحریک پردہ کی پیش بندیان باندھین بفرض محال اونکے مان لینے کے بعد بھی حضرت عمر سے حضرت سودہ کو اس موقع خاص پر ٹوک دینے کی نہایت نامناسب شرمناک اور حد درجہ کی خلاف تہذیب و اخلاق حرکت سرزد ہوئی۔ جسے کوئی شریف اور مہذب آدمی کبھی پسند نہین کر سکتا۔

شبلی صاحب حضرت سودہ کے اوصاف مین تحریر فرماتے ہین۔

حضرت سودہ عادات و اخلاق رسالت کا نمونہ تھین۔ اس لیے کہ مُدت سے شرف ملازمت و خدمت پر ممتاز تھین اور معارف نبوت کی خلوت و جلوت مین ہمراز و دمساز۔

لیکن اتنا لکھکر بھی۔ شبلی صاحب۔ ان اوصاف مین حضرت سودہ پر حضرت عائشہ کو ترجیح دیتے ہین ہمکو سواے حسن عقیدت کے اور کوئی وجہ ترجیح نہین معلوم ہوتی۔ اسکے آگے شبلی صاحب لکھتے ہین۔

حضرت عمر نے ایکبار ان کے وظیفہ کی رقم تھیلی مین رکھکر ان کے پاس بھیجدی۔ لانے والا جب وہ تھیلی اُنکے پاس لایا تو حضرت سودہ نے استفسار فرمایا اس مین کیا ہے۔ اوس نے کہا۔ روپے ہین۔ فرمایا کہ اب تھیلیون مین بھر بھر کر روپیہ بھیجا جانے لگا۔ یہ فرمایا اور وہ تمام روپیہ مستحقین کو دیدیا۔

حضرت سودہ سے بہت کم روایتین نقل کی گئی ہین۔ محدثین نے ان سے صرف پانچ حدیثین نقل کی ہین۔ بخاری صاحب نے انکی ایک ہی روایت پر اکتفا فرمائی ہے "این ہم غنیمت است" صحابہ مین صرف دو حضرات عبداللہ بن عباس اور یحیی ابن عبدالرحمن نے روایت کی ہے۔ حضرت سودہ کے سال وفات مین اختلاف ہے۔ واقدی حکومت معویہ کے زمانہ مین ۵۵ھ مین اُنکی وفات بتلاتے ہین اور تعجب ہے کہ ابن حجر بھی اسی کو اپنا مختار بناتے ہین لیکن امام بخاری اپنی تاریخ اور علامہ ذہبی تاریخ کبیر مین ۲۳ھ مین بزمانہ خلافت

حضرت عمرؓ انکی وفات کو لکھتے ہین۔ امام ذہبی نے تو یہان تک تصریح کردی ہے کہ حضرت عمر کی خلافت کے آخر ایام تھے حضرت عمر کی وفات ۲۳ھ مین ہوئی ہے۔ اس بنا پر حضرت سودہ کا انتقال ۲۲ھ مین واقع ہوا۔ علامہ حسین دیار بکری تاریخ الخمیس مین لکھتے ہین کہ یہی روایت سب سے زیادہ صحیح ہے

حضرت عائشہ

اسم مبارک عائشہ تھا۔ صاحب اولاد نہین تھین۔ مگر عبداللہ بن زبیر اپنے بھانجے کی رعایت سے جنھین آپنے پالا تھا ام عبداللہ کی کنیت سے مشہور تھین۔ انکی ماں کا نام زینب تھا اور اُمّ رومان کنیت۔ انکی ولادت بعثت رسول سے چار برس بعد واقع ہوئی والدین نے پہلے جبیر ابن مطعم کے ہان بات لگائی تھی۔ اس لیے جب خولہ بنت حکیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ انکی بات لیکر آئین تو پہلے حضرت ابوبکر نے اسی بنا پر انکار کیا۔ مگر جب خولہ نے کہا کہ اب وہ اسلام کی وجہ سے تمھارے ساتھ پیوند نہین کرینگے۔ تو حضرت ابوبکر جیسا کہ روضتہ الاحباب مین کتب انساب سے بیان کیا گیا ہے دریافت حال کی غرض سے خود جبیر کے ہان گئے جبیر سے تو ملاقات نہین ہوئی۔ مگر اونکی بیوی نے انکو دیکھتے ہی کہا کہ تم اپنی بیٹی بیاہ کر میرے ہان اسلام کے قدم جمانا چاہتے ہو۔ مین تمھین ایسا نہین کرنے دونگی۔ حضرت ابوبکر وہان سے براہ راست واپس آئے اور بلا ذریعہ و واسطہ آنحضرت صلعم کی خدمت مین معروضہ پیش کیا۔ فوراً قبول فرما لیا گیا اور شوال کی بارھوین تاریخ کو حضرت عائشہ سے نکاح کر لیا گیا۔ اوسوقت حضرت عائشہ کی عمر کل چھ سال کی تھی۔

ہجرت کے تیسرے سال مدینہ منورہ مین عروسی ہوئی وہ بھی شوال ہی کا مہینہ تھا۔ احادیث کی مرویات صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسم عروسی کی تحریک بھی حضرت ابوبکر ہی کی طرف سے پیش ہوئی۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تنگدستی کی مجبوری دکھلائی تو حضرت ابوبکر نے پچاس درم قرضحسنہ دیکر عرض کی کہ اس سے سامان عروسی کر لیا جاوے بات طے ہو گئی۔ سامان عروسی شروع ہو گئے۔ شبلی صاحب عروسی اور رسم رخصتی کے متعلق لکھتے ہین۔

مدینہ مین آکر حضرت عائشہ سخت بخار مین مبتلا ہو گئین۔ اشتداد مرض سے سر کے بال تک جھڑ گئے۔ صحت ہوئی تو ام رومان کو رسم عروسی کے ادا کرنے کا خیال آیا۔ اوسوقت اونکی عمر ۹ سال تھی سہیلیون کے ساتھ جھولا جھول رہی تھین ام رومان نے حضرت عائشہ کو آواز دی۔ اونکو اس واقعہ کی خبر تک نہ تھی۔ ماں کے پاس آئین اونھون نے مونھ دھویا۔ بال درست کیے۔ گھر مین لے گئین۔ انصار کی عورتین انتظار مین تھین۔ یہ گھر مین داخل ہوئین تو سب نے مبارکباد دی۔ چاشت کے وقت آنحضرت صلعم تشریف لائے اور رسم عروسی ادا ہوئی شوال ہی مین نکاح ہوا اور شوال ہی مین یہ رسم بھی ادا کی گئی۔ جلد دوم حالات ازواج صفحہ ۳۲۵

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تمام تقریبات نکاح کے موقع پر بڑے بڑے ولیمے دیئے سوائے حضرت عائشہ کے ساتھ نکاح کے موقع پر اس لیئے کہ وہ زمانہ آپ کے لیے شدت سے تنگی کا تھا۔ چنانچہ محدث شیرازی روضۃ الاحباب مین لکھتے ہین۔

از حضرت عائشہ منقول است حضرت با من زفاف کرد و ہیچ شتر و گوسفندے نکشتند و طعام عروسی ما کاسۂ شیرے بود کہ از خانہ سعد بن عبادہ فرستادہ بودند و من در آنروز نہ سالہ بودم و از اسماء بنت عمیس مروی است کہ من در زفاف عائشہ حاضر بودم و اللہ کہ در آنروز ہیچ طعام ولیمہ نبود الا قدحے از شیر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقدارے ازان شیر تناول نمودہ بعد ازان بعائشہ دادہ وے شرم میداشت کہ بگیرد من گفتم دست پیغمبر را رد مکن و بستان از وے پس بشرم تمام آنرا بگرفت و مقدارے ازان آشامید بعد ازان حضرت فرمود تا بمن دہ۔ ما گفتم رغبت نداریم آنسرورؐ گفت گرسنگی و دروغ باہم جمع مکنید من گفتم یا رسول اللہؐ اگر یکے از ما رغبت چیزے داشتہ باشد و گوید رغبت ندارم آنرا ابدروغ می شمرند فرمود آرے ان الکذب یکتب کذبا حتے یکتب الکذبۃ کذیبۃ

روضۃ الاحباب

صفحہ ۲۰۵

حضرت عائشہ فرماتی ہین کہ میری رخصتی کے دن کوئی بھیڑ ذبح نہین کی گئی ہمارا ولیمہ عروسی صرف ایک دودھ کا پیالہ تھا جو سعد بن عبادہ کے گھر سے آیا تھا میرا سن اوسوقت نو برس کا تھا اور اسماء بنت عمیس سے مروی ہے کہ مین حضرت عائشہ کی تقریب رخصتی مین حاضر تھی۔ خدا کی قسم اوس دن ولیمہ کے لیے کسی قسم کا کوئی طعام تیار نہین تھا۔ سوائے ایک جام شیر کے۔ جسمین سے تھوڑا جناب رسولخدا صلعم نے نوش فرما کر پیالہ کو حضرت عائشہ کی طرف بڑھا دیا او نھون فرط حجاب سے اوس پیالہ کے لینے مین تامل کیا۔ تو مین نے اون سے کہا کہ پیغمبرؐ کے دست (عنایت) کو رد نہین کرتے پیالہ لے لو۔ یہ سنکر حضرت عائشہ نے نہایت حجاب کے ساتھ وہ پیالہ لے لیا۔ اور اوسمین سے تھوڑا سا پی لیا۔ پھر آنحضرت صلعم نے اون سے ارشاد کیا کہ مجھے (اسماء بنت عمیس کو) دیدو۔ مین نے عرض کی کہ مجھے تو اسوقت اشتہا نہین ہے آپ نے ارشاد فرمایا بھوک اور جھوٹ ایک جا جمع کرو مین نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلعم اگر ہم مین سے کسی کو اشتہا ہو۔ اور وہ کہے کہ مجھے اشتہا نہین ہے تو کیا یہ بھی جھوٹ ہی مین شمار ہوگا۔ ارشاد ہوا۔ جھوٹ جھوٹ ہی لکھا جائیگا اگرچہ جھوٹ لکھنے والے نے جھوٹ ہی لکھا ہو۔

شبلی صاحب لکھتے ہین۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو حضرت عائشہ سے بڑی محبت تھی۔ اسی محبت سے آپؐ نے مرض الموت مین

آپ نے تمام ازواج مطہرات سے اجازت لی اور اپنی زندگی کے آخری دن حضرت عائشہ کے حجرے مین بسر کیے۔ اس محبت کا اظہار جن طریقون سے ہوتا تھا اون کے متعلق احادیث و سیر مین نہایت کثرت سے واقعات درج ہین۔"

آنحضرت صلعم کا حضرت عائشہ سے یہ محبت کرنا تعجب انگیز نہین اسلیے کہ فطرتا ہر شوہر اپنی بی بی سے محبت کرتا ہے پھر اسمین حضرت عائشہ کیلیے شرف خصوصیت کیا ہے۔ پھر یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ آنحضرت صلعم سے حضرت عائشہ کو محبت نہین تھی۔ اگر ہوتی تو آپ آنحضرت صلعم کے ساتھ اُنکی محبت کا بھی اظہار فرمادیتے۔ وہ اس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تو فرط محبت سے انکے ساتھ یہ کیا انھون نے اپنی شدت محبت کے تقاضے سے آپ کے ساتھ کیا کیا گیا۔ مگر شبلی صاحب نے اسے نہین لکھا۔ اس بنا پر اوسکا وجود ہی نہین تھا۔ اور یہ بالکل ظاہر ہے۔ انکا ذرا ذرا سی بات پر روٹھنا۔ جزوی شکایتون پر منھ بنانا۔ نان و نفقہ و دیگر اخراجات خاص کیلیے رسول اللہ صلعم کو تنگ کرنا۔ آیت تخییر کا نازل ہونا۔ پھر سال ہی بھر کے بعد قصہ تحریم مین دیگر ازواج مطہرات کو اپنی ہم آہنگ بنا کر رسول اللہ صلعم کے خلاف مظاہرہ کرنا۔ جسکے نسبت آپ خود یہ الفاظ تحریر فرماتے ہین کہ مظاہرہ کی ارکان اعظم حضرت عائشہ و حضرت حفصہ تھین۔ سیرۃ جلد ۱ صفحہ ۲۹۰ آپ غریب کس شمار مین ہین۔ خداے تبارک و تعالی اس مظاہرہ کے متعلق اور ان دونون خواتین کی نسبت۔ صغت قلوبکما۔ (دل اون دونون کے ٹیڑھے ہوگئے ہین) کی صورت حال اور صواحب لوط و یوسف کی مثال قرآن مجید مین دے چکا ہے۔ تو کیسے کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان محترمہ کو اپنے مقدس شوہر کے ساتھ محبت تھی۔

اب رہا مرض الموت مین انکے حجرہ مین تشریف رکھنے سے افراط محبت کے جو معنی نکالے گئے ہین۔ اوسکی نسبت گذارش ہے کہ واقعات پر نظر رکھنے والے اور حقیقت کے جاننے والے اسکو منتہاے اخلاق رسول کی مراعات یقین کرتے ہین۔ آپ کی محبت مخصوصہ کی مضمون تراشی اوسوقت صحیح ہوتی جب حجرۂ علالت حضرت عائشہ کی جلوت و خلوت کے لیے مخصوص محدود کر دیا جاتا واقعات تبلا رہے ہین کہ ایام علالت مین حجرۂ حضرت عائشہ عام مسلمانون کی گذرگاہ بنا ہوا تھا۔ تمام ازواج اور اہلبیت طاہرین بھی وہین اوٹھاتی بیٹھتی تھین۔ اسلیے اوس محبت کی خصوصیت جسپر آپکا استدلال قائم ہوتا ہے عین عمومیت ثابت ہوتی ہے اور اوس کا کوئی اثر ظاہر نہین ہوتا۔

اب رہا بخلاف اور ازواج مطہرات کے انکے حجرۂ خاص مین اوٹھانیکی مصلحت یہ تھی کہ موصوفہ کو شکایت کا موقع نہ ملے اور پھر کسی تازہ مظاہرہ کا اندیشہ نہونے پاے اور خاصکر انکی اور انکے مؤیدین کی خاص اطلاع کے لیے اہلبیت طاہرین اور دیگر مؤمنین کے لیے جو وصیتین فرمائی گئین اور اون کے ساتھ مرتے دم تک جو محاسن سلوک قائم کئے گئے وہ سب انکی آنکھون کے سامنے گذر جائین۔ یہ خود مشاہدہ فرمالین۔ پھر اختیار رہے۔ چاہین اُن پر عمل فرمائین یا انحراف فرمائین اسکے بعد شبلی صاحب تحریر فرماتے ہین "حضرت عائشہ کی علمی زندگی بھی نمایان حیثیت رکھتی تھی حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت عثمان کیوقت مین فتوی دیتی تھین"

نہین معلوم حضرت علیؑ کا دورِ حکومت۔ انکے اجراے فتوے سے کیون محروم رکھا گیا۔ شبلی صاحب خوامخواہ حقیقت کو کیون چھپاتے ہین۔ وہ تو چھپنے والی نہین۔ حضرت علیؑ کے وقت مین بھی اُنھون نے فتوے دیے۔ انکا سب سے بڑا مؤثر فتویٰ وہ عظیم الشان اور واجب الاذعان اعلان تھا۔ جس نے جنگ جمل قائم کرادی اور عراق عرب سے لیکر حجاز۔ شام مصر اور تمام ممالک اسلامیہ مین آگ لگا دی۔ اور خاص سرزمین بصرہ پر ہزارون مسلمانون کے خون ہوادیے۔ ہان۔ بصرے مین شکست کھاکر گھر مین واپس آئین تو کفّ لسان فرمائین۔ اس کے بعد شبلی صاحب تحریر فرماتے ہین۔

حضرت عائشہ نے صحابہ پر دقیق اعتراض کیے ہین۔ جنکو علامہ سیوطی نے ایک رسالہ مین جمع کر دیا ہے"۔

ہمکو اسکی تفصیل و تحقیق کی ضرورت نہین کہ ان اعتراضات مین اصابت راے کس طرف تھی صحابہ کی راے صحیح تھی یا حضرت عائشہ کی۔ اسے صحابہ جانین اور حضرت عائشہ۔ ہان اتنا عرض کردینا ضروری ہے کہ حضرت عائشہ کے اعتراضات اور آپکے اعترافات سے ثابت ہوگیا کہ صحابہ کی اصابت راے کے متعلق آپ کا اصول کلہم عدول قابل قبول نہین اسی کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوگیا کہ یہ اصول موضوعہ صحابہ کے زمانہ سے بہت پیچھے وضع کیا گیا ہے۔

اب رہا حضرت عائشہ کا تبحّر علمی۔ وہ تو ذیل کے واقعہ سے بخوبی ثابت ہے۔ امام حاکم مستدرک مین تحریر فرماتے ہین۔

عن عائشۃ دعت ابو ھریرۃ فقالت یا اباھریرۃ ما ھذہ الاحادیث التی یبلغنا انک یحدث بھا عن النبی صلعم ھل سمعت الاما سمعنا وھل رأیت ما رأینا فقال یا اُمّاہ انہ کان یشغلک عن رسول اللہ صلعم المرءۃ والمکحلۃ والتصنفہ لرسول اللہ صلعم وانی واللہ ماکان عنہ شئے وھذا حدیث صحیح لم یخرجاہ الشیخان۔	حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ مین نے ابوہریرہ کو بلاکر پوچھا کہ اے ابوہریرہ یہ کیسی حدیثین ہین جو ہمکو پہنچی ہین کہ تم انکو رسول اللہ صلعم کا قول بیان کرتے ہو۔ حالانکہ تم نے بھی وہی سُنا جو ہم لوگون نے سُنا اور تم نے بھی وہی دیکھا جو ہم لوگون نے دیکھا۔ ابوہریرہ نے کہا۔ اماجان آپکو آئینہ سرمہ دانی اور بناؤ سنگھار (احادیث رسول سننے سے) سے باز رکھتا تھا جو تم رسول اللہ صلعم کے لیے کیا کرتی تھین۔ اور خدا کی قسم ہمکو ان مین سے کوئی چیز بھی مانع نہین تھی۔ امام حاکم کا بیان ہے کہ یہ روایت رسکا لمہ حضرت عائشہ و ابوہریرہ صحیح ہے۔ گو اسکو شیخین بخاری و مسلم نے نہین لکھا ہے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس نے جناب موصوفہ کی تفسیر یا اخت ھارون کو (ہارون سے مراد برادر حضرت موسیٰ ہین)۔ بدیہتاً غلط بتلایا"۔ یہی دو مثالین آپ کے تبحّر علمی۔ ابطال دعویٰ کے لیے کافی ہین۔

ہر امر کے لیے ایک حقیقت ہوتی ہے اور ایک شہرت عقیدت۔ اہل تحقیق کو اکتشاف واکتساب حقیقت مدّ نظر رہتا ہے نہ ثواب عقیدت۔ اس لیے کتب احادیث مین فضل و کمال علمی حضرت عائشہ کی نسبت جو کچھ مذکور ہے وہ جناب موصوفہ کی علمی تجلّیات نہین ہین۔ بلکہ خوش عقیدہ مولفین کی تعلیات ہے۔

حضرت عائشہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نو برس تک زندگی بسر کی۔ نو برس کی عمر میں وہ آپکی خدمت مین آئین جب آنحضرت صلعم نے انتقال فرمایا تو انکی عمر ۱۸ سال کی تھی۔ آنحضرت صلعم کے بعد حضرت عائشہ قریباً ۴۸ برس تک زندہ رہین ۵۸ھ مین وفات پائی۔ اوسوقت انکی عمر ۶۶ سال کی تھی وصیت کے مطابق جنۃ البقیع مین رات کے وقت دفن ہوئین شبلی صاحب کے قلم عقیدت رقم نے جناب موصوفہ کی وفات کے متعلق تو یہ گہرافشانی فرمائی ہے جو مندرجۂ بالا عبارت مین لکھکر دکھلائی گئی۔ اور طرفہ یہ ہے کہ آپ نے اپنی اس قلمی عقیدت کو قید اسناد وغیرہ سے بالکل آزاد رکھا ہے۔ جس پر آپ کی عقیدتمندانہ طباعی کا بھی گمان ہوسکتا ہے لیکن مین آپکی خدمت مین اس دیدہ دلیری کی نسبت نہین کرسکتا۔ اور قرینہ یہ ہے کہ آپ نے ان مرقومات کو بھی کسی عقیدتمندانہ تحریر سے نقل فرمایا ہے۔

بہر حال وائل السیوطی کی مفصلۂ ذیل عبارت آپکی تحریر کے خلاف حضرت عائشہ کی وفات کا واقعہ اس تفصیل سے بتلاتی ہے۔

وکان معویۃ علے المنبر رسول اللہ صلعم	معویہ منبر رسول اللہ صلعم پر بیٹھے ہوے یزید کیلئے بیعت لے رہے تھے کہ
یاخذ البیعۃ لیزید فاخرجت عائشۃ راسہا	حضرت عائشہ نے حجرہ سے سر نکالا۔ اور کہا کہ چپ ہو چپ ہو اے معاویہ۔
من الحجرۃ وقالت صہ صہ ھل استدعی الشیوخ	آیا شیخین (حضرت ابوبکر و حضرت عمر) نے بھی اپنے بیٹون کے لیے بیعت لی تھی
لابنا ھم البیعۃ قال لا قالت فیمن یقتدی	معویہ نے کہا نہین۔ عائشہ نے کہا پھر تو کس کی تقلید کرتا ہے پس معویہ
انت فخجل ونزل عن المنبر و بنی لہا حفر	شرمندہ ہوکر منبر سے نیچے اتر آے اور ام المومنین عائشہ کے لئے اسطرح
فوقعت فیہا وماتت	ایک غار کھدوایا کہ وہ اوس مین گر کر انتقال فرما گئین۔

حکیم سنائی غزنوی جو بقول شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی اولیاے کبار سے مین۔ اپنے حدیقہ مین اس واقعہ کی طرف ان دو اشعار مین اشارت فرماتے ہین۔

عاقبت ہم بدست آن طاغی	آخر کار اوس گمراہ کے ہاتھون سے
شد شہید و بکشت آن باغی	وہ شہید ہوئین اور اوسی باغی نے اونھین مارا
آنکہ با جفت مصطفےؐ زینسان	جو شخص زوجہ مصطفےؐ کے ساتھ ایسی برائی
بد کند مرد را تو مرد مخوان	کرے تو اوس مرد کو مرد نکہنا چاہیے۔

ان کے علاوہ اور محدثین نے بھی یہی تفصیل وفات لکھی ہے جسکی تصریح کا یہ موقع نہین ہے اگر جنت البقیع کی دفن والی روایت پر اعتبار کیا جاوے تب بھی حالت بالکل دگرگون معلوم ہوتی ہے۔ جیسا کہ معارف ابن قتیبہ کی حسب ذیل عبارت سے ظاہر ہے۔

توفیت عائشۃ رضی اللہ عنہا سنۃ ثمان و خمسین یعنی ۵۸ھ مین حضرت عائشہ کا انتقال ہوا۔ وقت وفات جب

فقیل لھا فندفنک عند رسول اللہ صلعم فقالت انی قد احدثت بعدہ فادفنونی مع اخواتی فدفنت بالبقیع۔

لوگون نے اون سے پوچھا کہ ہم تمکو رسول اللہ صلعم کے پاس دفن کرین تو حضرت عائشہ نے کہا کہ چونکہ حضرت رسول اللہ صلعم کے بعد مجھسے ایسی باتین سرزد ہوی ہین جو مناسب نہین تھین لہذا مجھے آنحضرت صلعم کے قریب دفن نکرنا بلکہ میری بہنون کے پاس بقیع مین دفن کرنا۔

علامہ عبد ربہ بھی عقد الفرید مین یہی عبارت لکھتے ہین۔

حضرت حفصہ

حضرت عمر ابن الخطاب کی صاحبزادی تھین جس سال قریش کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے اوسی سال انکی ولادت واقع ہوی خنیس بن خدافہ سے انکی شادی ہوئی خنیس نے مسلمان ہو کر مدینہ مین ہجرت کی۔ بدر مین شریک ہو کر زخمی ہوے گھر آکر اونھین زخمون کے باعث انتقال کر گئے لیکن اصابہ مین غزوہ احد مین انکا شہید ہونا بتلاتے ہین شبلی صاحب اونکی تنقید قول مین لکھتے ہین۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری مین لکھا ہے کہ حضرت عمر نے رقیہ کے انتقال کے بعد حضرت عثمان سے اونکے نکاح کی خواہش کی تھی اور یہ مسلم ہے کہ حضرت رقیہ کا انتقال غزوہ بدر کے بعد ہوا اور اسی وجہہ سے حضرت عثمان شریک بدر نہو سکے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خنیس نے غزوہ بدر کے بعد وفات پائی۔ دوسری روایت مین ہے کہ حضرت عثمان بیٹھے تھے حضرت عمر اودھر سے گذرے اور پوچھا کہ حفصہ سے نکاح کرتے ہو۔ اونکی عدت گذر گئی" اگر خنیس نے احد مین شہادت پائی ہوتی تو اونکی عدت کا زمانہ ۳ھ ہوتا۔ حالانکہ انکا نکاح ۳ھ مین ہوا۔ (بحوالہ فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۵۲۔۱۵۳)

ہمکو خنیس کی وفات کے متعلق جو اختلاف قول ہے یا شبلی صاحب نے اپنی منقدانہ تحقیق کے بعد جو اپنا مختار قائم کیا ہے اوسکی نسبت کوئی عذر و کلام نہین ہے صرف حضرت عمر کے اظہار صاف اور موجودہ زمانہ کے اور سابق زمانہ کے اسلامی تمدن کے باہمی اختلاف کو اس واقعہ مین دکھلا دینا ضروری ہے کہ حضرت عمر راہ چلتے صاحبزادی کے نکاح کا پیام دیتے تھے اور تاہم کوئی شنوا نہین ہوتا تھا چنانچہ شبلی صاحب پھر اسکی تفصیل حسب ذیل الفاظ مین لکھتے ہین۔

حضرت حفصہ کے بیوہ ہو جانے کے بعد حضرت عمر نے اونکے نکاح کی خواہش حضرت عثمان سے کی۔ اونھون نے کہا کہ اس معاملہ مین مین غور کرون گا حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے ذکر کیا اونھون نے خاموشی اختیار کی حضرت عمر کو انکی بے التفاتی سے رنج ہوا۔ اسکے بعد خود جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ سے نکاح کی خواہش کی۔ نکاح ہوگیا تو حضرت ابوبکر حضرت عمر سے ملے اور کہا کہ جب تم نے مجھسے حفصہ کے نکاح کی درخواست کی اور مین خاموش رہا تو تمکو ناگوار گذرا لیکن مین نے اس بنا پر کچھ جواب نہین دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکا ذکر کیا تھا اور مین آپکا

راز فاش کرنا نہین چاہتا تھا۔ اگر رسول اللہ صلعم نے اون سے نکاح کو نہ کہا ہوتا تو مین اوسکے لیے آمادہ تھا (سیرۃ النبی جلد ۲ ص)
حضرت ابو بکر کی خاموشی تک تو آپ کی نقل و تحریر مین واقعہ نگاری ہے۔ اوسکے بعد محض عقیدت شعاری جو حضرت عمر اور حضرت حفصہ کی حفظ مراتب کی ضرورت خاص سے اختیار فرمائی گئی ہے صحیح بخاری مین حضرت ابو بکر کا یہ جواب ضرور ہے لیکن اوسمین یہ کہان لکھا ہوا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے خود اپنی طرف سے حضرت حفصہ کا پیام دیا۔ واقعہ یہ ہے۔
حضرت عمر حضرت عثمان اور حضرت ابو بکر کی خاموشی سے رنجیدہ ہو کر حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے اور اندونون حضرات کی بے التفاتی عرض کی۔ آپنے انکی اشمالت اور مصلحت وقتی کے لحاظ سے حضرت حفصہ کو اپنی زوجیت مین لے لینے کے لیے اپنی رضامندی ظاہر فرمائی انکی مایوسانہ شکایت کے جواب مین جو الفاظ زبان مبارک سے نکلے تھے۔ وہ یہ تھے۔ کہ اچھا کوئی شخص حفصہ سے جب نکاح کے لیے راضی نہین ہوتا تو مین سب سے اچھا شخص اون کیلئے تجویز کرتا ہون۔ اور وہ مین ہون۔ حفصہ اوسوقت ۳۵ برس کی ہو چکی تھین شبلی صاحب حقیقت کو توڑ مروڑ کر چھپانا چاہتے ہین اور وہ چھپتی نہین " اسکے آگے لکھا جاتا ہے۔
حضرت حفصہ آخر حضرت عمر کی بیٹی تھین۔ اس لیے مزاج مین ذرا تیزی تھی۔ صحیح بخاری مین ہے کہ واقعہ ایلاء کے متعلق خود حضرت عمر کا بیان ہے کہ ہم لوگ زمانہ جاہلیت مین عورتون کو کوئی چیز نہین سمجھتے تھے مین ایک دن کسی معاملہ مین غور کر رہا تھا اتفاق سے میری بی بی نے مجھے مشورہ دیا۔ مین نے کہا تمکو ان معاملات مین کیا دخل ہے۔ بولین کہ تم میری بات پسند نہین کرتے۔ حالانکہ میری بیٹی رسول اللہ صلعم کو برابر کا جواب دیتی ہے مین اوٹھا اور حفصہ کے پاس آیا مین نے کہا بیٹی تم رسول اللہ صلعم کو جواب دیتی ہو۔ یہان تک کہ آپ دن بھر رنجیدہ رہتے ہین۔ بولین۔ ہان ہم ایسا کرتے ہین ۔ مین نے کہا خبردار مین تمھین غضب الٰہی سے ڈراتا ہون۔ تم اوسکے گھمنڈ مین نہ آجانا جسکے حسن نے رسول اللہ صلعم کو فریفتہ کر لیا ہے۔ یعنی عائشہ۔ سیرۃ النبی جلد دوم ص ۳۲۷

شبلی صاحب کی موقع شناسی اسی واقعہ کو اپنے خاص مقام پر ان الفاظ مین لکھتی ہے۔
حضرت عمر کا بیان ہے کہ قریش لوگ عورتون پر قابو رکھتے تھے اور اون پر غالب رہتے تھے لیکن جب مدینہ مین آئے تو یہان انصار کی عورتین مردون پر غالب تھین۔ اون کا انداز دیکھکر ہماری عورتون نے بھی انکی تقلید شروع کی۔ ایکدن کسی بات پر اپنی بیوی کو ڈانٹا۔ ادنھون نے اولٹ کر جواب دیا۔ مین نے کہا میری بات کا تم جواب دیتی ہو۔ بولین تم کیا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویان اونکو برابر کا جواب دیتی ہین۔ یہان تک کہ دن بھر آنحضرت صلعم سے روٹھی رہتی ہین مین نے دل مین کہا غضب ہو گیا۔ اوٹھ کر حفصہ کے پاس آیا اور پوچھا کہ کیا واقعی تو رسول اللہ صلعم سے رات بھر روٹھی رہتی ہے۔ حفصہ نے اقرار کیا۔ مین نے کہا تجھکو یہ خیال نہین کہ رسول اللہ صلعم کی ناراضی خدا کی

ناراضی ہے بخدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میرا خیال کرتے ہین۔ ورنہ تجھکو طلاق دے چکے ہوتے (سیرۃ النبی جلد اول ص۲۱)

محققین دونون عبارتون کے فرق مابہ الامتیاز کو پڑھکر خود سمجھ لینگے۔ جب جیسا۔ تب تیسا۔

افسوس ہے۔ شبلی صاحب نے جناب موصوفہ کی نسبت نہ محبت رسول صلعم کا کوئی دعویٰ کیا اور نہ انکی استعداد علمی اور اجتہاد فقہی کا کوئی اظہار فرمایا۔ کم سے کم محافظین قرآن ہی مین انکا نام لکھدیا ہوتا۔ جیسا کہ باتفاق جمہور ثابت ہوتا ہے کہ اوسوقت تک حضرت حفصہ ہی کے پاس مجموعہ قرآن کا ایک نسخہ تھا جو حضرت عثمان کے زمانہ خلافت مین ان سے لیکر ضائع کرادیا گیا جسکا افسوس موصوفہ کو تمام عمر باقی رہا۔

حقیقتاً حضرت حفصہ کی ذات اون تمام کمزوریون کا مجموعہ تھی جو فطرت نسوانی کی خصوصیات ہین تیز مزاجی اور درشت طبعی تو بقول شبلی صاحب موروثی تھی۔ اسی وجہ سے جناب رسولخدا صلعم نے انھین طلاق دیدی تھی مگر نظر بمصالح چند پھر رجعت فرمالی مسند امام حنبل مین ہے۔

عن عاصم بن عمر ان رسول اللہ صلعم طلق حفصہ بنت عمر بن الخطاب ثم ارتجعھا (بحوالہ احمدی ص۳۷)

عاصم بن عمر سے منقول ہے کہ جناب رسولخدا صلعم نے حفصہ بنت عمر بن الخطاب کو طلاق دیدی تھی لیکن پھر رجعت فرمالی۔

موصوفہ کی اخلاقی کمزوریون کی تفصیل مین شبلی صاحب تحریر فرماتے ہین۔

ترمذی مین ہے کہ ایکدفعہ حضرت صفیہ رو رہی تھین۔ آنحضرت صلعم تشریف لائے اور رونے کی وجہ پوچھی انھون نے کہا مجھے حضرت حفصہ نے کہا ہے کہ تم یہودی کی بیٹی ہو۔ آپنے فرمایا کہ تم نبیؑ کی بیٹی ہو۔ تمھارا چچا پیغمبر ہے اور تم پیغمبرؐ کے نکاح مین ہو۔ حفصہ تم پر کس بات مین فخر کرسکتی ہین۔

ایک بار حضرت عائشہ اور حفصہ نے صفیہ سے کہا کہ ہم رسول اللہ صلعم کے نزدیک تم سے زیادہ عزیز ہین ہم آپکی بیوی بھی ہین اور آپ کی چچازاد بہن بھی۔ حضرت صفیہ کو ناگوار گذرا اونھون نے آنحضرت صلعم سے شکایت کی آپنے فرمایا کہ تم نے اُن سے یہ کیون نہ کہا کہ تم مجھسے زیادہ معزز کیونکر ہوسکتی ہو۔ میرے شوہر محمدؐ میرے باپ ہارونؑ اور میرے چچا موسیٰؑ ہین۔

حضرت عائشہ اور حفصہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی بیٹی تھین۔ جو تقرب نبوی مین دوش بدوش تھے۔

اس بناپر حضرت عائشہ اور حفصہ بھی دیگر ازواج کے مقابلہ مین ایک تھین۔ لیکن کبھی کبھی خود بھی باہم رشک و رقابت کا اظہار ہوجایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ اور حفصہ دونون آنحضرت صلعم کے ساتھ ہمسفر تھین۔ رسول اللہ صلعم راتون کو حضرت عائشہ کے اونٹون پر چلتے تھے اور اُنسے باتین کرتے تھے ایکدن حضرت حفصہ نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ آج رات کو تم میرے اونٹ پر اور مین تمھارے اونٹ پر سوار ہون تاکہ مختلف مناظر دیکھنے مین آئین حضرت عائشہ راضی ہوگئین آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حضرت عائشہ کے اونٹ کے پاس آئے جسپر حضرت حفصہ سوار تھین جب منزل پر پہونچے اور حضرت عائشہ نے آپکو نہین پایا تو اپنے پاؤن کو اذخر ایک گھانس ہوتی ہے جسمین سانپ بچھو رہتے ہین

کے درمیان لٹکا کر کہنے لگیں۔ خداوندا کسی سانپ بچھو کو متعین کر جو مجھے ڈس جائے۔ سیرۃ النبیؐ جلد دوم صفحہ ۳۲۸۔

یہ روایت خواتین موصوفین کے اخلاقی کمزوریوں کو اس طرح عام اور طشت از بام کر رہی ہے کہ بالآخر شبلی صاحب کو بھی اس پر نظریہ کی ضرورت لاحق ہوئی۔ نظریہ زیر حاشیہ کی عبارت یہ ہے۔

اس امر کا خاص طور پر لحاظ رکھنا چاہیے کہ ازواج مطہرات میں اس قسم کی روایتیں صرف حضرت عائشہ اور حفصہ کے متعلق مذکور ہیں۔ اس لئے اسکے اسباب تلاش کرنا چاہیے حضرت ابوبکر و حضرت عمر کے ساتھ منافقین کو جو عداوت تھی وہ قابل لحاظ ہے۔ عبارت زیرین حاشیہ صفحہ ۳۲۸

شبلی صاحب۔ عبارت آرائی سے کام نہیں چلتا۔ کہاں کہاں منافقین کو یاد کیجیے گا۔ دل ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم کیجیے۔ مان لیا منافقین نے یہ باتیں جھوٹ موٹ مشہور کر دیں۔ تو حیرت ہے علماء کرام آپ کے ایسے سادہ لوح کیوں ہونے لگے کہ مومن و منافق کے اقوال کی تمیز نہ کر سکے اور علما سے آگے چلئے تو خود حضرات صحابہ کرام اور تابعین عظام نے اس غفلت شعاری اور بد احتیاطی سے کیوں کام لیا کہ اپنے سلسلہ اسناد میں منافقین اور مومنین سب کی بھرتی کر لی۔ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ

حضرت حفصہ نے ۴۵ھ میں وفات پائی۔ اوسوقت انکی عمر ۶۳ برس کی تھی۔ مروان الحکم (طرید رسول اللہؐ) نے نماز جنازہ پڑھائی اور ابنائے حضرت عمر نے قبر میں اوتارا۔ جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

حضرت زینب ام المساکین

زینب نام تھا۔ چونکہ فقراء و مساکین کے ساتھ خاص طور پر مسلوک ہوا کرتی تھیں۔ اسلیے ام المساکین کے خاص لقب و کنیت سے مشہور تھیں۔ پہلے حضرت عبداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں۔ وہ جنگ احد میں شہید ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حبالہ نکاح میں آئیں۔ لیکن انھیں صرف دو یا تین مہینے اس شرف کو حاصل کیے۔ ہوئے تھے کہ داعی حق کو لبیک فرمائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکے جنازہ کی نماز پڑھائی اور جنۃ البقیع میں مدفون ہوئیں۔ وقت وفات انکی عمر ۳۰ برس کی تھی۔

حضرت ام سلمہؓ

نام ہند تھا۔ کنیت ام سلمہ۔ ماں کا نام عاتکہ بنت حضرت عبدالمطلب۔ پہلے عبداللہ بن عبدالاسد کے نکاح میں آئیں اونکے صلب سے سلمہ نامی لڑکا پیدا ہوا جسکی رعایت سے ان کی کنیت ام سلمہ اور باپ کی کنیت ابو سلمہ مشہور ہوئی عبداللہ بن عبدالاسد سابق الاسلام بزرگواروں میں شامل ہیں۔ اسی طرح حضرت ام سلمہ بھی۔ یہ دونوں بزرگوار

یکبارجناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دست حق پرست پر بیعت اسلام سے مشرف ہوے حضرت ام سلمہ نے اپنے شوہر کے ساتھ حبشہ مین ہجرت کی چنانچہ سلمہ انکے صاحبزادے کی پیدائش وہین ہوئی۔ پھر حبشہ سے مکہ مین آئین اور مکہ سے مدینہ مین ہجرت فرمائی مین۔ مکہ سے مدینہ کو ہجرت فرمانے کی وقت انکے قبیلہ کے مشرکین کفار نے ان سے سخت مزاحمت کی بڑے ظلم وستم کئے۔ یہان تک کہ انکی گود سے سلمہ کو چھین کرے گئے۔ سوچنے کہ شاید اس تدبیر سے مدینہ جانے سے باز آئین لیکن انکی عقیدت اور رفاقت اسلام مین ذرا فرق نہ آیا۔ آخر کار مشرکین نے بھی پیچھا چھوڑ دیا اور یہ مدینہ منورہ مین چلی آئین

ان کے شوہر ابوسلمہ بہت بڑے شجاع تھے اور مشہور شہسوار۔ غزوات بدر واحد مین انکی نموداریان اور جان نثاریان اسلام کی تاریخون مین یادگار مین غزوۂ احد مین یہ زخمی ہوگئے تھے۔ اور زخم بھی کچھ ایسے کاری نکلے کہ غریب جان بر نہو سکے اور قضا فرما کر شہدائے احد کے حسنات ودرجات پر فائز ہوگئے انکی شہادت جمادی الثانی ۴ھ مین واقع ہوئی ان کے جنازہ کی نماز بڑے اہتمام سے پڑھی گئی۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بخلاف معمول انکی جنازہ کی نماز ۹ تکبیرون سے پڑھائی۔ نماز کے بعد لوگون نے عرض کی۔ یارسول اللہ حضور کو شمار تکبیر مین کہین سہو تو نہین ہوگیا ہے۔ ارشاد ہوا۔ نو تکبیرین کیا یہ تو ہزار تکبیرون کے مستحق تھے۔ سیرۃ النبی ج ۲ ص ۳۲۹۔

عدت گذر جانے کے بعد حضرت ام سلمہ کے پاس آنحضرت صلعم نے پیام عقد بھیجا تو بقول شبلی صاحب ام سلمہ نے ذیل کے چند عذر پیش کیئے۔

(۱) مین سخت غیور عورت ہون۔

(۲) صاحب عیال ہون۔

(۳) میرا سن زیادہ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سب زحمتون کو گوارا کرلیا۔ اور عقد فرمالیا۔

حضرت ام سلمہؓ کے فضل وکمال اور علم وآداب کے متعلق شبلی صاحب تحریر فرماتے ہین۔

ازواج مطہرات مین حضرت عائشہ کے بعد فضل وکمال مین انھین کا درجہ تھا۔ ابن سعد نے طبقات مین اسکی تصریح کی ہے۔ روایت حدیث اور نقل احکام مین حضرت عائشہ کے سوا اور تمام بیبیون پر انکو فضیلت حاصل ہے۔ صلح حدیبیہ مین جب مکہ سے باہر حلق (سرمنڈوانا) اور قربانی مین تامل تھا تو حضرت ام سلمہ ہی کی تدبیر سے یہ مشکل حل ہوئی اور یہ آپکی دانشمندی اور عقل وذہانت کی سب سے بہتر مثال ہے۔ یہ واقعہ صحیح بخاری مین تفصیل موجود ہے۔ سیرۃ النبی ج ۲۔

علم وکمال مین حضرت ام سلمہ کا حضرت عائشہ سے کم مایہ ہونا صرف شبلی صاحب کی عقیدتمندانہ باریک بینی ہے

اور کچھ بھی نہیں۔ واقعہ ایلاء مین حضرت عمر کے سوال وجواب مین حضرت ام سلمہ کا یہ فرمانا کہ تم بڑھتے بڑھتے اتنا بڑھ گئے کہ اب سوائے اور اونکی بیبیون کے امور خاص مین بھی دخل دینے لگے۔ انکی ذاتی عظمت وجلالت اور حیا وغیرت کی کامل مثال ہے۔

اسی طرح خدمت رسالت مین ایک صحابی جو رشتہ مین حضرت ام سلمہ کے عزیز تھے مسائل نسوانی کے متعلق کسی قدر بیباکی سے استفسار کرنے لگے۔ حضرت ام سلمہ سنتی تھین۔ وہین سے انھین ڈانٹ کر کہنے لگین کہ تم مسائل شرعیہ اور احکام الٰہیہ پوچھنے آئے ہو۔ یا عورتون کو رسوا کرنے۔

حضرت ام سلمہ نے انت علی الخیر کی پیشینگوئی پوری کردی اور قرن فی بیوتکن کے مطابق جس گھر مین آئین اوسی گھر مین اپنی زندگی تمام کردی۔ اور تمام عمر اہلبیت طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین کی رفاقت مین جسکی تمنا و آرزو انھون نے نزول تطہیر کے موقع پر کی تھی خدائے سبحانہ تعالیٰ نے اوسے اونکی خواہش کے موافق پورا کردیا۔ آپ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو گویا اپنی تبنیت مین لیا تھا۔ اور اونکی ولادت کے وقت ہی سے۔ اونکی پرورش اور آرام رسانی آپ ہی سے متعلق تھی۔ اسی بناپر واقعہ شہادت کی احادیث آپ ہی سے زیادہ تر مروی ہین۔ جن کو ہم بالتفصیل کتاب ذبح عظیم مین بیان کرچکے ہین۔

انکے صاحبزادے سلمہ جنگ صفین مین حضرت علی کے ہمراہ تھے۔ لڑکر شہید ہوگئے۔ حسن بصری انھین کے خرید کردہ غلام تھے جنکو کمسنی مین خدمت کے لیے خرید فرمایا تھا۔ اور عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن جعفر وغیرہ کے ساتھ حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام سے تعلیم دلوائی تھی۔ لیکن جنگ جمل کے موقع پر۔ بقول لیکہ ع

کس نیاموخت علم تیر از من کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد حضرت علی کی خدمت ورفاقت سے انکی دست برداری جناب ام سلمہ کی ایسی سخت ناراضی کا باعث ٹھری کہ پھر آپ نے عمر بھر حسن کا منھ نہ دیکھا اور نہ اپنے دروازے پر چڑھنے دیا۔

انکی وفات کے متعلق شبلی صاحب قمطراز ہین۔

اہل سیر متفق ہین کہ ازواج مطہرات مین سب کے بعد حضرت ام سلمہ نے وفات پائی۔ لیکن ان کے سن وفات مین نہایت اختلاف ہے۔ واقدی نے ۵۹ھ بتلایا ہے۔ ابراہیم حربی کے نزدیک ۶۲ھ ہے اور تقریب مین اسی کو صحیح کہا ہے۔ امام بخاری نے تاریخ کبیر مین لکھا ہے کہ ۵۸ھ مین وفات پائی۔ بعض روایتون مین ہے کہ ۶۱ھ مین جب امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر آئی تو اوسوقت اونکا انتقال ہوا ہے۔ ابن عبد اللہ نے اس روایت کی تصحیح کی ہے۔ اس اختلاف روایت کی حالت مین سن وفات کی تعیین مشکل ہے۔ تاہم یقینی یہ ہے کہ

واقعۂ حرا تک زندہ تھین۔ مسلم مین ہے کہ حارث بن عبد اللہ بن ابی ربیعہ اور عبد اللہ بن صفوان حضرت ام سلمہ کی خدمت مین حاضر ہوے اور اوس لشکر کا حال پوچھا جو زمین مین دھنس جائیگا۔ یہ سوال اوسوقت کیا گیا تھا جب یزید نے مسلم ابن عقبہ کو لشکر شام لے کر مدینہ کی طرف بھیجا تھا اور واقعہ حرا پیش آیا تھا۔ واقعہ حرا ۶۳ھ مین پیش آیا ہے۔ اس لیے اس سے پہلے انکی وفات کی تمام تاریخین صحیح نہین۔

شبلی صاحب کی تحقیق درست ہے۔ لیکن اتنے اضافہ کے ساتھ کہ جناب موصوفہ کی وفات یقینی طور پر ۶۴ھ کے اواخر یا ۶۵ھ کے اوائل مین واقع ہوئی۔ اس لیے کہ قاتلان امام حسین علیہ السلام کا خاتمہ کرکے جو تاریخ سے ۶۴ھ کے واقعات معلوم ہوتے ہین۔ جب امیر مختار بن ابو عبید ثقفی مدینہ مین آئے تو حضرت ام المومنین ام سلمہ کی زیارت کو حاضر ہوے تو جناب موصوفہ نے اپنی کنیز خاص کے ہاتھ عطر وان باہر بھیجا تاکہ انکے سر و ریش کے بالون کو معطر کردے۔ اس بنا پر یہ بالکل صحیح اور فی الواقع ہے کہ حضرت ام سلمہ یقینا ۶۴ھ تک زندہ تھین۔

اس کے بعد شبلی صاحب لکھتے ہین۔

ابن عبد البر نے لکھا ہے کہ حضرت ام سلمہ کی وصیت کی بنا پر سعید بن زید نے نماز جنازہ پڑھائی لیکن اس روایت کی صحت مین کلام ہے اسلیے کہ سعید بن زید نے باختلاف روایات ۵۱ھ یا ۵۲ھ یا ۵۸ھ مین انتقال کیا ہے اور یہ یقینی طور پر ثابت ہے کہ اوسوقت حضرت ام سلمہ زندہ تھین۔ واقدی نے لکھا ہے کہ ابوہریرہ نے انکی نماز جنازہ پڑھائی اگر انکی وفات کے وقت سعید بن زید زندہ ہوتے تو حضرت ابوہریرہ خلاف وصیت کیونکر نماز جنازہ پڑھا سکتے تھے۔

بہرحال ازواج مطہرات مین حضرت ام سلمہ نے سب کے بعد وفات پائی۔ وفات کے وقت انکی عمر ۸۴ سال کی تھی۔

افسوس ہے کہ شبلی صاحب اپنی خود غرضانہ خیال تعمیم کے آگے خصوصیت اور واقعیت کے حالات خاص کو عمداً قلم انداز فرما دیتے ہین۔ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ کو حضرات اہلبیت طاہرین علیہم السلام کے ساتھ ہمیشہ سے تعلق و تقرب خاص کا شرف حاصل تھا اور کیونکر نہوتا سلسلہ ایک۔ خانوادہ ایک۔ پھر فصل و جدائی کیسے ممکن تھی۔ یہ جس گھر مین پہلے بیاہی تھین وہ بھی یہی گھر تھا۔ اور دوبارہ جس گھر مین آئین وہ بھی یہی تھا۔ پھر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے اپنی وفات کے دن تک وسی گھر مین تشریف فرما رہین پھر ان واقعات کی موجودگی مین یہ کہنا کہ وفات کے وقت سعید بن زید کو اپنے نماز جنازہ پڑھانے کی وصیت فرما گئین کسقدر لغو اور واقعیت سے خلاف ہے۔ کیا انکے اپنے گھر مین کوئی انکے وصی ہونیکی اہلیت نہین رکھتا تھا۔ اسمین شک نہین کہ یزید کے مظالم نے خاندان رسالت کو بالکل ویران کردیا تھا لیکن تاہم کاشانہ نبوت مین ابھی حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا وجود ذیجود۔ حضرت محمد بن حنفیہ۔ حسن مثنی۔ عبد اللہ بن جعفر اور عبد اللہ و عبید اللہ پسر

پسران حضرت اباالفضل عباس ابن علیؑ کی ایسی مبارک اور مقدس ہستیان موجود تھین ۔ جو ہر طریق وعنوان سے اونکے موصی لہ ہونیکی صلاحیت رکھتی تھین پھر کون مخبوط العقل اور مسلوب الحواس شخص تسلیم کرسکتا ہے کہ مرنیوالا اپنے گھرمین اتنے لائق بیٹے اور پوتے رکھکر غیرون کو اپنا وصی کرنے جائیگا ۔

یہی حالت نماز جنازہ کی بھی ہے جس کو آپنے صرف واقدی کی سند سے لکھا ہے ۔ شکر ہے کہ دیباچہ اور تبصرہ مین اتنی بے نقط سُنانے کے بعد آپ نے واقدی کو قابل الاسناد تو تسلیم کرلیا ۔ آپ اسوقت اپنی غرض سے واقدی کو جیسا کچھ نہ سمجھ لین ۔ دوسرا کیون سمجھنے لگا ۔

حقیقت حال یہ ہے کہ حضرت ام سلمہ کا اپنی میّت پر نماز جنازہ پڑھانے کی سعید بن زید کو وصیت کرنا یہ سب اتہام ہے جس کا مواخذہ واضعان روایت کے ذمہ ہے حضرت ام سلمہ کا دامن بالکل پاک وصاف ہے اسی طرح ابوہریرہ کا نماز پڑھانا بھی بالکل لغو اور سراسر جھوٹ ہے ۔ کیونکہ کوئی صحیح الدماغ اور سلیم العقل مسلمان کبھی باور نہین کرسکتا کہ حضرت امام زین العابدین ۔ سید الساجدین حضرت علی بن الحسین علیہ السلام کے موجود ہوتے کسی شخص غیر نے حضرت ام المومنین ام سلمہ کے جنازہ کی نماز پڑھانے پر جرأت کی ہو ۔ فافہم فتدبر ۔

حضرت ام سلمہ سے ۳۷۸ حدیثین مروی ہین ۔ جن مین سے کُل ۳ حدیثون کو بخاری نے اور ۱۳ احدیثون کو مسلم نے لکھا ہے ۔ باقی اور حدیثین دوسرے محدثین نے اپنی اپنی مصنفات وتالیفات مین نقل کی ہین ۔

حضرت زینب بنت جحش

یہ وہی محترمہ تھین جو زید بن حارثہ کے عقد نکاح مین تھین ۔ اور زید کے طلاق دینے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شرف زوجیت پر ممتاز ہوئین ۔ آنحضرت صلعم نے جس ضرورت سے اُنکو اپنے نکاح مین لیا وہ تفصیل سے ایک علٰحدہ باب مین بیان ہوچکی ہے ۔ شبلی صاحب انکے اوصاف مین لکھتے ہین ۔

ازواج مطہرات مین جو بقول حضرت عائشہ سے ہمسری کا دعوی رکھتی تھین اون مین حضرت زینب بھی تھین ۔ خود حضرت عائشہ کہتی ہین کانت تساہینی یعنی وہ میرا مقابلہ کرتی تھین اور اونکو اسکا حق بھی تھا نسبی حیثیت سے وہ آنحضرت صلعم کی پھوپھی زاد بہن تھین ۔ جمال مین بھی ممتاز تھین ۔ عبادت مین نہایت خضوع وخشوع کے ساتھ مشغول رہتی تھین ۔ جب آنحضرت صلعم نے اُنکو عقد مین لانا چاہا تو اُنھون نے کہا مین بغیر استخارہ کے کوئی رائے قائم نہین کرتی ۔ ایک مرتبہ آپ مہاجرین پر کچھ مال تقسیم کررہے تھے حضرت زینب اس معاملہ مین کچھ بول اُوٹھین حضرت عمر نے ڈانٹا ۔ آپ نے فرمایا ۔ ان سے درگذر کرو ۔ یہ اواہ ہین یعنی خاشع

اور متضرع)۔ نہایت قانع اور فیاض طبع تھین۔ خود اپنے دست و بازو سے معاش پیدا کرتی تھین اور اوسکو خدا
کی راہ مین لٹا دیتی تھین۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے اونکا سالانہ نفقہ بھیجا انھون نے اوس پر کپڑہ ڈال دیا اور برزہ بنت
رافع کو حکم دیا کہ میرے خاندانی رشتہ دارون اور یتیمون کو تقسیم کر دو۔ برزہ نے کہا آخر ہمارا بھی کچھ حق ہے اونھون نے
کہا کہ کپڑے کے نیچے جو کچھ ہو وہ تمھارا حق ہے دیکھا تو پچاسی درہم نکلے جب تمام مال تقسیم ہو چکا تو دعا کی کہ خدایا اس
سال کے بعد مین عمرؓ کے عطیہ سے فائدہ نہ اوٹھاؤن۔ دعا مقبول ہوئی اور اوسی سال اونکا انتقال ہو گیا۔

آنحضرت صلعم نے ازواج مطہرات سے فرمایا تھا اسرعکن لحاقا بی اطولکن یدا تم مین سے جلد مجھسے وہ
بی بی ملے گی جسکا ہاتھ لمبا ہوگا یہ استعارۃً فیاضی کی طرف اشارہ تھا لیکن ازواج مطہرات اسکو حقیقت سمجھین۔
چنانچہ باہم اپنے ہاتھ ناپا کرتی تھین۔ حضرت زینب اپنی فیاضی کی بنا پر اس پیشینگوئی کی مصداق ثابت ہوئین اور
ازواج مطہرات مین سب سے پہلے انھین نے انتقال کیا۔ اپنے کفن کا خود سامان کیا تھا اور وصیت کی تھی کہ حضرت عمرؓ بھی
کفن دین تو اون مین سے ایک کو صدقہ کر دینا چنانچہ یہ وصیت پوری کی گئی۔ بیت المال سے آیا ہوا کفن دیا گیا اور اُنکا
اپنا تیار کردہ کفن تصدق کر دیا گیا (روضۃ الاحباب) حضرت عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اسکے بعد ازواج مطہرات سے دریافت
کیا کہ کون قبر مین داخل ہوگا۔ انھون نے کہا جو شخص اُنکے گھر مین داخل ہوتا ہو۔ چنانچہ اسامہ۔ محمد بن عبداللہ بن جحش۔
عبداللہ بن ابی احمد بن جحش نے انکو قبر مین اُتارا۔ حضرت زینب نے ۵۳ برس کی عمر مین وفات پائی۔ جب آنحضرت صلعم
سے نکاح ہوا تو ۳۵ برس کی تھین ۲۰ھ مین وفات ہے

حضرت جویریہ

قبیلہ بنی المصطلق کے رئیس حارث بن ضرار کی لڑکی تھین مسافع بن صفوان سے بیاہی تھین غزوہ مریسیع
مین مسافع مارا گیا۔ غزوہ مریسیع مین بہت سے مرد و عورتین اسیر ہوئین۔ انھین مین جویریہ بھی تھین اور ثابت بن قیس بن
شماس انصاری کے حصہ غنیمت مین آئین تھین۔ اسلام کے فیوض عام مین اسیران جنگ کے ساتھ ایک مخصوص رعایت
قائم کی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر اسیر اپنی حیثیت آزادی کے لیے ایک رقم خاص اپنے آقا سے طے کر لین اور وہ اوسے قبول
کر لے تو وہ اسیر رقم مشروطہ ادا کرنے کے بعد بالکل آزاد ہو جائے گا اصطلاح فقہا مین اسکو مکاتبت کہتے ہین۔ حضرت جویریہؓ
نے اسی مکاتبت کے ذریعہ سے ثابت بن قیس سے اپنی آزادی حاصل کر لی تھی جسکی تفصیل جلد دوم کے ایک علٰحدہ
باب مین بیان ہو چکی ہے لیکن مقامی ضرورت کے اعتبار سے اتنا لکھدینا ضروری ہے کہ نو اوقیہ طلا اداء خاص پر
شرائط مکاتبت طے پائے تھے اور وہ جویریہ کے امکان سے بالکل باہر تھے۔ یہ مایوس ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی خدمت مین آئین اور رقم مشروطہ بطور امداد مانگی۔ آپ نے فرمایا کہ مین تمکو اس سے بہتر ترکیب واکاری تبلا دون۔ انھون نے عرض کی بتلائی جاوے ارشاد فرمایا کہ مین اپنے پاس سے اتنی رقم ادا کر دیتا ہون اور تم مجھسے بیاہ کر لو۔ وہ راضی ہوگئین۔ آپ نے ثابت بن قیس کو وہ رقم ادا کرکے اُنکو آزادی دلوادی پھر حسب قرارائن سے نکاح کر لیا شبلی صاحب لکھتے ہین جب انکے ساتھ آپکے نکاح کرنے کا چرچا پھیلا تو لوگون نے قبیلہ بنی مصطلق کے تمام لونڈی غلامون کو اس بنا پر آزاد کر دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگون سے رشتہ مصاہرت قائم کر لیا آزاد شدہ غلامون کی تعداد ایک روایت مین سات سو بتائی گئی ہے حضرت عائشہ کہتی ہین کہ جویریہ کی برکت سے سیکڑون گھرانے آزاد ہوگئے بعض روایتون مین ہے کہ آنحضرت صلعم سے خود حضرت جویریہ نے یہ خواہش ظاہر کی تھی اور آپنے تمام قیدیون کو ادن پر ہبہ کر دیا تھا حضرت جویریہ نے ۵۰ھ مین وفات پائی اور جنتہ البقیع مین دفن ہوئین اوسوقت اونکا سن ۶۵ برس کا تھا۔

حضرت اُمّ حبیبہ

اصلی نام رملہ تھا کنیت اُمّ حبیبہ۔ ابوسفیان کی لڑکی معویہ کی بہن تھین۔ بعثت سے سترہ برس پہلے پیدا ہوئین قبل بعثت انکا نکاح ابن جحش سے ہوگیا تھا اور یہ دونون میان بیوی مشرف باسلام ہو چکے تھے ہجرت حبشہ کے دوسرے دَور مین مسلمانون کے قافلہ کے ساتھ یہ میان بیوی بھی مدینہ سے چلے گئے۔ انکی لڑکی حبیبہ وہین حبشہ ہی مین پیدا ہوئی۔ عبد اللہ بن جحش شرائط اسلام پر قائم نرہے اور عیسائی ہوگئے۔ لیکن اُمّ حبیبہ اپنے اسلام پر قائم رہین۔ اس بنا پر عبد اللہ بن جحش نے ان سے مفارقت کی جب اسکی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینہ مین معلوم ہوئی تو آپنے عمر بن اُمیتہ الضمیری کو نجاشی کے پاس بھیجکر اون سے نکاح کا پیغام دیا ام حبیبہ نے بہزار مفاخرت ومسرت قبول کر لیا اور مشاطہ کو جو ابرہہ نامی نجاشی کی کنیز تھی۔ دو کنگن اور انگوٹھیان چاندی کی انعام دین۔ اور نجاشی کے پاس کہلا بھیجا کہ مین اپنی طرف سے خالد بن سعید اموی کو وکیل مقرر کرتی ہون۔ شام ہوئی تو نجاشی نے تمام مسلمانون کو جو اوسوقت حبش مین موجود تھے۔ نوید مین بلایا۔ ادنکے مجمع مین جعفر ابن ابی طالب بھی تھے۔ چارسو دینار پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عقد نکاح پڑھا اور رقم مہر اپنی طرف سے تمام لوگون کے سامنے خالد بن سعید کو ادا کر دی۔ نکاح کے بعد لوگون نے مجلس شاہی سے رخصت ہونا چاہا تو نجاشی نے کہا کہ آپ حضرات ذرا اور توقف فرمائین۔ اس لئے کہ دعوت تمام انبیا کی سُنت خاص ہے اور اوس کا سامان حاضر ہے۔ چنانچہ تمام حاضرین دعوت سلطانی سے محظوظ ہوئے اور اپنے مقام پر واپس آئے۔ خالد بن سعید نے چارسو دینار مہر کے جب ام حبیبہ کے سامنے رکھے تو اونھون نے ابرہہ کنیز نجاشی کو جو اوسوقت موجود تھی اوس مین سے پچاس دینار دیئے لیکن اوسنے وہ روپیہ اور چاندی کے کنگن اور انگوٹھیان

واپس دین اور عرض کی بادشاہ نے سختی سے ان چیزون کے لینے کی ممانعت کردی ہے۔ دوسرے روز ابرہہ بادشاہ کی طرف سے انکی خدمت مین عود و زعفران و عنبر اور دیگر طیبات تحفہ لیکر آئی جسکو حضرت ام حبیبہ اپنے ہمراہ لے کر آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئین۔ نجاشی نے پھر نہایت اعزاز و احترام کے ساتھ شرحبیل بن حسنہ کی ہمراہی مین ام حبیبہ کو آنحضرت صلعم کی خدمت مین بھجدیا۔

حضرت ام حبیبہ رابطہ عقیدت مین خالص اور کامل تھین۔ یہان تک کہ معاملات ایمان مین اُنکو کسی کی قرابت یا خصوصیت کا بھی کوئی لحاظ و پاس نہین ہوتا تھا۔ فتح مکہ کے بعد۔ انکے باپ۔ ابوسفیان شرائط حدیبیہ کی توسیع کے لیے درخواست لے کر دربار رسالت مین آئے تو اپنی لڑکی سمجھکر انھین کے ہان فروکش ہوُے لیکن یہ اپنے بستر پر بھی اون کے بیٹھنے تک کی روادار نہین ہوئین اور یہ کہکر فوراً بستر اولٹ دیا۔ کہ یہ فرش رسولؐ ہے اور ابا جان۔ آپ ابتک مشرک ہین۔

افسوس ہے کہ شبلی صاحب نے محض حضرت ابوسفیان اور معویہ صاحبان کی پاسداری اور حفظ مراتب کے خیال سے اس واقعہ کو انکے ذکر خاص مین نہین لکھا۔ حالانکہ ان کے خلوص اور رسوخ فی الایمان کی اس سے بہتر دوسری شہادت نہین ہوسکتی۔

حضرت ام حبیبہ نے سنہ ۴۴ھ مین انتقال فرمایا اور مدینہ مین مدفون ہوئین۔

حضرت میمونہ

میمونہ نام تھا۔ باپ کا نام حارث اور مان کا نام ہند تھا مسعود بن عمیر الثقفی ان کے پہلے شوہر تھے مسعود نے انھین طلاق دیدی تو ابورہم بن عبدالعزیٰ نے ان سے نکاح کر لیا۔ ابورہم کے انتقال کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے شرف زوجیت مین آئین۔ اُنکے ساتھ نکاح کر لینے کی درخواست حضرت عباس نے کی تھی اسلیے کہ حضرت عباس کی زوجہ ام الفضل کی یہ چھوٹی بہن تھین عجیب اتفاق ہے کہ مقام سرف مین انکا نکاح واقع ہوا تھا اور وہین انھون نے انتقال بھی فرمایا سنہ ۵۱ھ کے آخر مین وفات ہوئی اور حضرت عبداللہ بن عباس نے نماز جنازہ پڑھائی جب جنازہ لوگ لے چلے تو عبداللہ بن عباس نے تاکید فرمائی کہ آہستہ لے چلو۔ جنازہ کو زیادہ حرکت ندو۔ باادب آہستہ لے چلو یہ رسول اللہ صلعم کی زوجہ محترمہ ہین۔

حضرت صفیہؓ

شبلی صاحب ان کے حالات مین رقمطراز ہین صفیہ اصل نام نہ تھا۔ زرقانی نے لکھا ہے کہ عرب مین مال غنیمت کا

جو بہترین حصہ امام یا بادشاہ کے لیے مخصوص ہوجاتا تھا اوسکو صفیہ کہتے تھے۔ چونکہ وہ جنگ خیبر مین اس طریقہ کے موافق۔ آنحضرت صلعم کے نکاح مین آئین تھین۔ اسلیئے صفیہ کے نام سے مشہور ہوئین۔ ورنہ اصلی نام انکا زینب تھا باپ نام حی ین اخطب تھا۔ اور مان کا نام ضرۃ حضرت صفیہ کو باپ اور مان دونون کی طرف سے سیادت حاصل تھی۔ باپ قبیلہ بنو نضیر کا سردار۔ اور مان قبیر نطہ کی رئیس کی بیٹی تھی سیرۃ النبی جلد دوم۔

شبلی صاحب کا یہ خیال سیادت غلط ہے۔ اوسے آپ مالداری، سرداری اور دولت و ثروت کی کثرت پر مبنی بتلاتے ہین۔ سیادت کا شرف مال و دولت کی بہتات سے نہین ہوتا ہے ؎

این سعادت زر زور بازو نیست گر نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت صفیہ کی سیادت کا اصلی سبب خود آپ نے آخر مین حضرت عائشہ کی تعریض کے جواب مین زبان رسالت سے نقل فرمایا ہے۔ وہی اسکے انکشاف حقیقت کے لیے کافی ہے۔ اپنی عبارت ملاحظہ کیجائے۔

آنحضرت صلعم ایک بار حضرت صفیہ کے پاس گئے تو دیکھا کہ رو رہی ہین۔ آپ نے رونے کی وجہ پوچھی تو اونھون نے کہا کہ عائشہ اور زینب کہتی ہین کہ ہم تمام ازواج مین افضل ہین۔ ہم آپ کی زوجہ ہونے کے ساتھ آپ کی چچازاد بہنین بھی ہین۔ آپنے ارشاد فرمایا تم نے یہ کیون نکہدیا کہ میرے باپ ہارونؑ میرے چچا موسیٰؑ اور میرے شوہر محمدؐ صلعم ہین۔ اس لیے تملوگ مجھسے کیونکر افضل ہوسکتی ہو۔

آپ کی اس عبارت سے خود آپ معلوم کرسکتے تھے کہ سیادت کے لیے اصلاب شامخہ اور ارحام طاہرہ کی خاص ضرورت ہے۔ اور یہ وہ خصوصیت ہے جو آپ کی اختیار کردہ عمومیت مین نہین آسکتی۔

اس کے آگے شبلی صاحب لکھتے ہین۔

حضرت صفیہ کی شادی پہلے سلام بن مشکم القرظی سے ہوئی تھی مشکم نے طلاق دیدی تو کنانہ ابن ابی الحقیق کے نکاح مین آئین۔ کنانہ جنگ خیبر مین مقتول ہوا حضرت صفیہ کے باپ اور بھائی بھی کام آئے اور خود بھی گرفتار ہوئین جب خیبر کے سب قیدی جمع کیئے گئے تو دحیہ کلبی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک لونڈی کی درخواست کی آنحضرت صلعم نے انتخاب کرنیکی اجازت دی اونھون نے حضرت صفیہ کو منتخب کیا لیکن ایک صحابی نے آپ کی خدمت مین عرض کی کہ آپنے رئیسۂ بنو نضیر و قریظہ کو دحیہ کو دیدیا۔ وہ تو صرف آپ کے قابل ہے۔ آپ نے حکم دیا کہ دحیہ اوس عورت کے ساتھ حاضر ہون۔ وہ صفیہ کو لیکر آئے۔ تو آپ نے اونکو دوسری لونڈی عنایت فرمائی۔ اور صفیہ کو آزاد کرکے نکاح کرلیا جب خیبر سے روانہ ہوئے تو منزل صہبا مین رسم عروسی ادا کی اور جو کچھ سامان لوگون کے پاس جمع تھا۔ اوسکو جمع کرکے دعوت ولیمہ فرمائی ۔ سیرۃ النبی جلد دوم۔

محدث شیرازی انکے شرف زوجیت حاصل کرنے کی تفصیل مین لکھتے ہین۔

صفیہ را چون آوردند بفرمود تا بخیمہ بردندش۔ آنگاہ خود
بخیمہ تشریف دادہ صفیہ چون آنحضرت را دید برخاست و
فرشے کہ خود بران نشستہ بود برداشت و براے پیغمبر صلعم بسیط
کرد و خود بر زمین نشست حضرت فرمود اے صفیہ پیوستہ پدر
تو با من عداوت می نمود تا خداوند تعالی وے را ہلاک ساخت
گفت خداوند تعالی ہیچ بندہ را بگناہ دیگرے نمی گیرد آنگاہ
سرور عالم او را مخیر ساخت میان آنکہ آزادش کند و او
بقوم خود ملحق بشود و میان آنکہ اسلام بیاورد و حضرت
او را بخواہد۔ صفیہ بسیار علیمہ و عاقلہ بود گفت یا رسول اللہ
صلعم تحقیق کہ آرزوے اسلام دارم و تصدیق تو کردہ ام
پیش از آنکہ مرا دعوت کنی۔ و اکنون بمنزل تو آمدہ ام
و حالا مرا بہ یہودیت ہیچ حاجتے نیست۔ نہ پدرے
دارم نہ برادرے درمیان یہود۔ یا رسول اللہ صلعم
مرا میان کفر و اسلام مخیر می گردانی۔ واللہ کہ خدا و
رسولؐ وے احب اند نزد من از آزادی و لحوق بقوم
خود پس حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم را خوش آمد و او را
براے خود نگاہ داشت و آزادش نمود و اعتاق او را
صداق او ساخت۔

روضۃ الاحباب
صفحہ ۵۹۵

حضرت صفیہ جب آپ کے پاس لائین گئین تو آپ نے اونکے احترام
کے لحاظ سے حکم دیا کہ ایک علیحدہ خیمہ مین رکھی جائین پھر آپ اوس
خیمہ مین تشریف لے گئے صفیہ آپ کو دیکھکر اوٹھ کھڑی ہوئین
اور جس فرش پر بیٹھی تھین وہ آپ کے لیے چھوڑ دیا اور خود
زمین پر بیٹھ گئین۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا صفیہ تمہارے باپ
اپنی زندگی بھر ہماری خصومت و عداوت مین سرگرم رہے یہانتک
کہ خدا نے اونھین ہلاک کیا۔ صفیہ نے کہا کہ یہ اعمال کی سزا تھی
خدا تعالی کسی بندے کو دوسرے کے گناہ کے لیے معذب نہین فرماتا
آنحضرت صلعم نے کہا کہ مین تمھین اختیار دیتا ہون اگر تم چاہو تو مین
تمھین ابھی آزاد کر دون اور تم اپنی قوم مین چلی جاؤ اور اگر
یہ قبول نہین ہے تو اسلام لاؤ اور مین تمھین اپنی زوجیت
مین لے لون۔ حضرت صفیہ نے جو فطرتاً بہت ہی عقیلہ اور
فہیمہ خاتون تھین۔ عرض کی۔ یا رسول اللہ صلعم مجھے اسلام
لانیکی خود تمنا ہے اور قبل اسکے کہ آپ مجھے دعوت دین۔ مین آپکی
تصدیق کر چکی ہون۔ اب مجھے اپنی قوم مین جانے کی حاجت ہے
اور نہ ملت یہود سے کوئی واسطہ۔ اور نہ قوم یہود مین میرا کوئی
باپ یا بھائی خبر گیران یا پرسان حال باقی ہے تعجب ہے کہ ایسی
حالت مین آپ مجھے کفر و اسلام کے درمیان مختار فرماتے ہین خدا کی
قسم مجھے خدا اور اوس کا رسولؐ اپنی آزادی اور قوم و قبیلہ مین واپسی
سے زیادہ عزیز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو صفیہ کی یہ عرض داشت
بہت پسند آئی۔ اور آپنے اونکو اپنی زوجیت کے لیے علیحدہ کر لیا پھر آزاد کر دیا اور اونکی آزادی کو اونکا مہر قرار دیدیا۔

شبلی صاحب کے مختار کے خلاف منزل صہبا سے پہلے منزل تبار ہی مین۔ محدث شیرازی۔ رسم عروسی کا ہونا بتارہے
ہین۔ تبار خیبر سے کل چھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ مگر رسم عروسی ہو جانیکے بعد یہان زفاف واقع نہین ہوا اسلیے کہ

حضرت صفیہ نے کسی وجہ خاص سے معذرت کی۔ جب منزل صہبا مین قیام ہوا تو آپ نے ام سلیم کو حضرت صفیہ کے خیمہ مین بھیجا۔ محدث شیرازی لکھتے ہین۔

ام سلیم بموجب فرمودہ او را بخیمہ برد و موی وسر او را شانہ کرد و او را خوشبو ساخت۔ صفیہ جوان و نہایت صاحب جمال بود دران منزل آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم باوے زفاف نمود و آن شب کہ رسول اللہ صلعم بخیمۂ صفیہ بود حضرت ابو ایوب انصاری سلاح پوشیدہ بحراست آنحضرتؐ آمد و شب را زندہ داشت چون روز شد خواجہ عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم از خیمہ بیرون آمد و آواز سلاح ابو ایوب شنیدہ فرمود این کیست ابو ایوب گفت این ابو ایوب است۔ یا رسول اللہ صلعم۔ زن جوان است یہودیہ۔ و پدر و شوہر وے را نزدیک کشتہ ایم ترسیدم کہ ناگاہ حرکتے از وے بظہور آمد با خود گفتم مناسب آن است کہ امشب رسول خدا صلعم نزدیک باشم حضرت تبسمے فرمود و او را دعاے خیر کرد و گفت اَللّٰھُمَّ احْفَظْ اَبَا اَیُّوْبَ کَمَا حَفَظَ نَبِیَّکَ

روضۃ الاحباب صـ ۵۹۵

حسب الارشاد نبویؐ ام سلیم حضرت صفیہ کو ایک خیمہ مین لے گئین اور انکے سر اور بالون مین کنگھی کی۔ اور انکے کپڑون مین خوشبو لگائی۔ حضرت صفیہ جوان خاتون تھین اور صاحب حسن و جمال۔ اسی منزل مین انکا زفاف واقع ہوا مروی ہے کہ جب آنحضرت صلعم رات کو حضرت صفیہ کے خیمہ مین تشریف لائے تو حضرت ابو ایوب انصاری سلاح جنگ پہن کر رات بھر اوس خیمہ کے گرد پھرتے رہے۔ صبح کو جب آپ اوٹھے تو آپ نے سلاح جنگ کی آواز سنی پوچھا کون ہے۔ جواب ملا ہم ہین ابو ایوب۔ عورت یہودیہ جوان تھی۔ اوسکے باپ اور شوہر کو ہم لوگ قریب ہی قتل کر چکے تھے ہمکو خیال ہوا کہ شاید وہ حضور کو کوئی صدمہ نہ پہونچائے اسلیے بہتر ہے کہ مین آج رات بھر حضور کے خیمہ اقدس کے پاس رہون۔ یہ سنکر آنحضرت صلعم نے تبسم فرمایا اور ابو ایوبؓ کے لیے دعائے خیر کی اور ارشاد فرمایا پروردگار ابو ایوب کی تو حفاظت کر جس طرح اوسنے تیرے نبی کی حفاظت کی ہے۔

حضرت صفیہ نے بار اول امتناع زفاف کی وجہ ان الفاظ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے بیان فرمائی۔ محدث شیرازی لکھتے ہین۔

نقل است کہ چون پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در خیمہ صفیہ تشریف آورد صفیہ عرض کرد کہ یا رسول اللہ صلعم ترسیدم از آنکہ یہود نزدیک بودند مبادا بتو آسیبے رسانند آنحضرت را خوش آمد و موجب زیادتی محبت شد۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفیہ کے خیمہ مین تشریف لائے تو صفیہ نے عرض کی چونکہ اوس منزل سے یہود بہت قریب تھے اسلیے مجھے خوف ہوا کہ خدانخواستہ وہ آپ کو کسی قسم کی تکلیف دین آپکو صفیہ کا یہ کہنا بہت خوش آیا اور زیادتی محبت کا باعث ہوا۔

اس کے آگے محدث شیرازی تحریر فرماتے ہین۔

چون پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از خیبر بمدینہ مراجعت نمود
صفیہ را در خانہ از خانہاے حارثہ بن نعمان فرود آورد۔
زنان انصار چون معلوم کردند کہ صفیہ کجا منزل گرفتہ
و آوازہ حسن وجمال وے شنیدہ بودند۔ بتفرج او رفتند
و او را ملاحظہ می نمودند و عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نیز
چادرے پوشیدہ ونقابے بر روئے خود فرو گذاشتہ
بناشناخت درمیان زنان آمد تا صفیہ را ببیند۔
رسول اللہ صلعم او را بشناخت چون بیرون می رفت
حضرت از عقب وے بیرون می رفت و او را دریافت
چادر وے را برگرفت وگفت اے حمیرا۔ صفیہ را
چگونہ یافتی گفت یہودیہ را دیدم کہ درمیان
یہودیات نشستہ بود فرمود اے عائشہ چنین
مگو کہ وے مسلمان شدہ وحسن الاسلام گشتہ
و در روایتے از ام سنان اسلمیہ این کہ درمیان زنان
چہار زن از امہات مومنین ہیئت خویش را
متغیر ساختہ ونقابہا بر روے خود آویختہ بتفرج
صفیہ آمدہ بودند۔ عائشہ صدیقہ۔ حفصہ۔ زینب
بنت جحش وجویریہ۔ شنیدم کہ زینب با جویریہ
می گفت نمی بینم کہ این جاریہ الا آنکہ زود باشد کہ
بر ما غلبہ کند جویریہ گفت چنین نیست کہ تو میگوئی۔
وے از ان قومی است کہ زنان ایشان را نزد شوہر
بخت کم می باشد و از عائشہ صدیقہ مرویست کہ
وقتے با پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در سفر بودیم
شتر صفیہ خستہ شد و از راہ رفتن ماند زینب را

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر سے مدینہ مین واپس
آئے تو حارثہ بن النعمان کے گھر مین حضرت صفیہ کو اوتارا زنان
انصار جب صفیہ کی آمد۔ اونکے قیام کی جگہ اور اونکے حسن وجمال کے
شہرے سے واقف ہوئین تو انکی جماعت کثیر انکے دیکھنے کے لیے جمع ہوئین اور صفیہ کو
دیکھنے آئین حضرت عائشہ صدیقہ بھی ایک چادر اوڑھکر اور اپنے منھ پر نقاب ڈالکر تاکہ
پہچانی نجائین۔ اور عورتون کی جماعت مین ملکر صفیہ کو دیکھنے
آئین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونھین پہچان لیا۔
جب وہ اوٹھکر جانے لگین تو آپ بھی اوٹھکر اون کے پیچھے چلے
یہان تک کہ آپنے اونکو پالیا۔ پھر اونکا گوشہ ردا اٹھاکر پوچھا اے
حمیرا۔ تم نے صفیہ کو کیسا پایا۔ بولین ایک یہودیہ ہے جو بہت سی
یہودیہ عورتون مین بیٹھی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ عائشہ ایسا
نہ کہو۔ بخدا وہ اسلام سے مشرف ہو چکی ہے اور اوس مین اسلام کے
محاسن جاگزین ہو چکے ہین۔ اور ام سنان اسلمیہ سے ایک دوسری
روایت مین اس طرح منقول ہے کہ حضرت صفیہ کے دیکھنے کے لیے
ازواج مطہرات مین سے چار بیبیان۔ تبدیل ہیئت کرکے اور اپنے
منھ پر نقابین ڈالکر آئین تھین۔ وہ چار بیبیان حضرت عائشہ
حفصہ۔ زینب بنت جحش اور جویریہ تھین۔ زینب بنت جحش
نے صفیہ کے حسن وجمال کو دیکھکر جویریہ سے کہا کہ یہ عورت
ہملوگون پر غالب آجائے گی۔ جویریہ بولین۔ تمھارا یہ خیال غلط
ہے۔ دختران یہود شوہرون کے نزدیک ہمیشہ کم نصیب ہوا
کرتی ہین۔ حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ ایکبار ہملوگ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ سفر مین تھے حضرت
صفیہ کا اونٹ بہت لاغر تھا اور راہ نہین چل سکتا تھا۔ زینب
بنت جحش کے پاس متعدد اونٹ تھے۔ آنحضرت صلعم نے

شتر زیادہ بود حضرت ص بازینب گفت شتر صفیہ خستہ۔ چہ شود اگر شترے بوے وہی۔ چندانکہ بمنزل برسد۔ زینب گفت من باین یہودیہ چیزے ندہم۔ آن سرور صلعم ازوے بقہر رفت دو ماہ یا سہ ماہ ترک وے نمود۔

روضۃ الاحباب

اون سے کہا کہ صفیہ کا اونٹ بالکل خستہ ہو گیا ہے اور راہ چلنے سے بالکل مجبور ہے۔ اس لیے صفیہ منزل پر نہین پہونچ سکتین۔ تم اپنے اونٹون مین سے ایک اونٹ اونھین دیدو اونھون نے جواب دیا کہ مین اوس یہودیہ کو اپنی کوئی چیز نہین دے سکتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اونکا یہ جواب اسقدر گران گذرا کہ دو مہینون تک آپ نے زینب کے گھر جانا ترک فرمادیا۔

صفحہ ۵۹۰

شبلی صاحب خود لکھتے ہین۔

آپ ایکبار حضرت صفیہ کے پاس تشریف لے گئے۔ دیکھا رو رہی ہین۔ آپ نے رونے کی وجہ پوچھی اونھون نے کہا زینب اور عائشہ کہتی ہین کہ ہم تمام ازواج مین افضل ہین۔ ہم آپ کی زوجہ ہونے کے علاوہ آپ کی چچازاد بہنین بھی ہین۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے یہ کیون نکہدیا کہ ہارون میرے باپ۔ موسیٰ میرے چچا۔ اور محمد میرے شوہر ہین اس لیے تم لوگ مجھسے کیسے افضل ہو سکتی ہو۔

حضرت صفیہ کھانا نہایت عمدہ پکاتی تھین۔ ایک دن اونھون نے کھانا پکا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس بھیجا آپ اُسوقت حضرت عائشہ کے گھر مین تشریف رکھتے تھے حضرت عائشہ نے خادم کے ہاتھ سے پیالہ چھین کے زمین پر دے مارا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیالے کے ٹکڑے ٹکڑے چن کر یکجا کیے۔ اون کو جوڑا۔ پھر دوسرا پیالہ منگوا کر واپس کیا۔

حضرت صفیہ نے ۵۰ھ ہجری مین وفات پائی اور جنت البقیع مین مدفون ہوئین۔

تمت بالخیر والعافیۃ

تم المجلد الثالث من سیرۃ المصطفویۃ الموسومۃ بالاسوۃ الرسول علی صاحبہا وآلہ صلوٰۃ وسلام من رب القلوب والعقول فی التاریخ ثامن خلون من ربیع الآخر یوم الاربعاء فی سنۃ سادس واربعون وثلثمایۃ بعد الالف من الہجرۃ المقدسۃ النبویۃ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

کوآتھ ضلع آرہ

شریف العمارت

المؤلف الاحقر

اولاد حیدر عفی عنہ

صلی اللہ علی محمد وآلہ الطاہرین الی یوم الدین آمین آمین ۲۲ جمادی الاول ۱۳۴۶ ھ